تقویۃ الایمان کا منفرد انداز سے رد

تجلیاتِ غفوریہ

ترجمہ

احقاق الحق



حضرت علامہ میاں نصیر الدین احمد عرف میاں صاحب

قصہ خوانی، پشاور

مترجم

میاں ظاہر شاہ قادری

ایم۔اے اسلامیات، مولوی فاضل، منشی فاضل، تنظیم المدارس، فاضل درسِ نظامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

پیش لفظ

از۔ میاں ظاہر شاہ قادری مترجم کتاب ھذا رین سوات

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام کی ترویج اور تشہیر میں جو زیادہ حصہ لیا ہے وہ صوفیاء کرام ہیں۔ انہوں نے لوگوں کے دلوں کو اسلام کی روشنیوں سے منور کردیا۔ ہندو ملک میں سب سے پہلے حضرت پیر سید علی ہجویری آئے اور انہوں نے ہندوپاک میں اسلام پھیلایا۔ کئی غیر مسلم سکھ' ہندو' بدھ مذہب کے پیروکار حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت داتا گنج بخش" کے بعد ہندوپاک میں خواجہ خواجگان حضرت معین اجمیری چشتی تشریف لائے اور ہندوستان کے کونے کونے تک اسلام کو پھیلایا اسی طرح صوبہ سرحد کے روحانی پیشوا قادریت کے مشعل حضرت مولانا عبدالغفور صاحب المعروف سوات صاحب نے انگریزوں کے خلاف جھنڈا بلند کیا تھا اور اپنے تمام خلفاء مریدین کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر سرگرم عمل کیا۔ آپ کے خلیفہ حضرت نجم الدین صاحب المعروف ہڈے صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور پھران کے خلیفہ حاجی صاحب ترنگزی نے تو انگریزوں کے خلاف سخت جہاد کیا تھا ابھی تک انگریزوں کے خلاف لوگوں میں حاجی صاحب کا نام سرفہرست ہے۔ سکھوں کے خلاف ایک تحریک سید احمد بریلوی کی بھی اس وقت عروج پر تھی۔ آپ نے بمعہ اپنے مریدین کے اس کا ساتھ دیا لیکن جب آپ کو سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے اعتقادات کے متعلق معلومات حاصل ہوئی تو اپنے دو خلفاء کو اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے رد کے متعلق ارشاد فرمایا ان دو خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں (۱) مولانا مرید محی الدین نوشہروی اور (۲) پشاور کے نادر روزگار مولانا میاں نصیر احمد عرف میاں

صاحب قصہ خوانی، بعض تذکرہ نگار حضرات کو یہ علم نہیں کہ آپ اس تحریک سے الگ ہوئے تھے۔ ان تذکروں میں سے ایک احوال العارفین ہے۔ یہ کتاب حافظ غلام فرید صاحب نے لکھی ہے اور اس کے سرورق پر لکھا ہے۔ "تذکرہ قادریہ مجددیہ غفوریہ" اس میں حافظ غلام فرید لکھتے ہیں۔ "گوشہ نشینی کے زمانہ میں حضرت سید احمد شہید بریلوی ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ ۶ مئی ۱۸۳۱ء بغرض جہاد تشریف لائے تھے۔ غالباً" جمادی الاول ۱۲۴۲ھ دسمبر ۱۸۲۶ء میں آپ حضرت شہید رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ شامل رہے (احوال العارفین ۱۰۱) ایسے دوسرے تذکرہ نگار بھی ہیں جن کو سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی سے آپ کا کنارہ کش ہونا معلوم نہیں اور اگر ہے بھی تو اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا تھا کہ وہ تمام کے تمام سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے مداح ہیں۔ اس حقیقت کو حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی نے تذکرہ اکابر اہل سنت میں ظاہر کیا ہے آپ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں "جب سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی جماعت کے ساتھ پشاور کا رخ کیا تو حضرت اخوند صاحب نے سکھوں کو پشاور سے نکالنے اور مسلمانوں کو ان کے جبر و استبداد سے نجات دلانے کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ پشاور فتح ہونے کے بعد مذکورہ جماعت نے اپنے عقائد و اعمال کو عملی طور پر نافذ کرنا شروع کیا جہاں تک غیر شرعی رسوم اور منکرات کے انسداد کا تعلق تھا وہاں تک حضرت اخوند پیش پیش رہے کیونکہ یہ تو آپ کا مشن تھا جسے آپ پہلے سے جاری کئے ہوئے تھے لیکن جب عقائد کا معاملہ آیا تو نہ صرف آپ مذکورہ جماعت سے الگ ہوگئے بلکہ ان کے ایسے عقائد کی بھی کھلم کھلا مخالفت کی جو مسلک اہل سنت کے خلاف تھے اور آپ کے ایما پر آپ کے خلفاء افاضل نے ان کے عقائد کے رد میں مستقل کتابیں لکھیں۔ ان میں مولانا مرید محی الدین نوشہروی اور پشاور کے نادر روزگار فاضل مولانا نصیر احمد المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی قدس سرہما کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔" (تذکرہ اکابر اہل سنت ۲۴۶ مکتبہ قادریہ لاہور)

اب ہم نے تو مولانا مرید محی الدین نوشہرہ کی تالیف نہیں دیکھی لیکن حضرت العلامہ میاں نصیر احمد صاحب کی کتاب احقاق الحق جو تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی تھی وہ آپ کے سامنے ہے اس کتاب کو عوام

کے فائدے کیلئے ترجمہ کرکے پیش خدمت کیا جاتا ہے اور وہ شبہ بھی نہ رہا جو حضرت اخوند صاحب کے متعلق پیدا ہوا تھا۔ حضرت العلامہ مولانا میاں نصیرالدین صاحب پشاور کے نامور علما میں سے تھے آپ کے والد کا نام صوفی غلام محمد نوشاہی تھا۔ پشاور کے معروف محدث مولانا گل فقیراحمد صاحب آپ کے صاحبزادہ تھے۔ محدث مولانا گل فقیراحمد صاحب، حضرت العلامہ پیر طریقت مشعل راہ قادریت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے استاد تھے۔ حضرت گل فقیراحمد صاحب کے دو صاحبزادے ہیں ایک کا نام مولانا محمد بشیر گل احمد صاحب جو کہ محمد علی جوہر روڈ قصہ خوانی مسجد کے خطیب ہیں اور دوسرے صاحبزادے کا نام مولانا ڈپٹی غلام احمد صاحب ہیں۔ دونوں اچھے نیک عقیدہ علماء ہیں۔ فقیر نے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کتاب کا ترجمہ کیا۔ جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے میاں نصیرالدین صاحب نے یہ کتاب ۱۲۸۱ء میں لکھی تھی اور جمعرات کے دن رجب کے مہینہ میں اختتام پذیر ہوا اور فقیر نے ۱۹۸۹ء میں ترجمہ کیا اور بروز جمعہ نو بج کر دس منٹ ۱۲ر اپریل میں اختتام کو پہنچایا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

میاں ظاہر شاہ قادری

مدین سوات

تمام تعریفیں رب کے لئے ہیں جو عالمین کا پالنے والا ہے اور نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے۔ روز جزا کا مالک ہے، تمام اچھی صفتوں سے متصف ہے اور وہ رحم کے مستحقین پر رحم کرنے والا ہے اور یہ وہی ذات ہے کہ ہم اس کی عبادت نہایت عاجزی سے کرتے ہیں اور اس سے مدد طلب کرتے ہیں اور اس سے ہم شرع متن پر استقامت طلب کرتے ہیں۔ درود و سلام ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خاتم النبین ہیں جو تمام رسولوں اور ملائیک سے افضل ہیں اور آپ کے آل و اصحاب پر بھی درود ہو جو سیدھے راستے پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور تمام مجتہدین اور ہمارے تمام اسلاف پر بھی ہو۔ حمد و صلوۃ کے بعد بندہ گناہ گار نصیر احمد ساکن قصہ خوانی عرض پرداز ہے کہ اس دنیا میں مفاسد اور فتنے برپا ہوگئے ہیں اس وجہ سے کہ اسلامی حکمران نہیں ہے اور کافر لوگ مسلط ہوگئے ہیں اور علماء کرام بھی ست ہوگئے ہیں۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ چھلکے اور مغز کا فرق نہیں رہا اور لوگ باطل و حق و ثواب میں تمیز نہیں کرتے اور یہ ان کی ہلاکت ہے۔ بے شک کہ فرقہ وہابیہ کے اسلامی فرقوں پر ان کی سرکشی اور فاسد عقائد ظاہر ہوگئے ہیں اور ان کے خراب عقائد لوگوں پر بھی ظاہر ہوگئے ہیں۔ اگر لوگوں کو پند نصیحت نہ ہوجائے تو وہ تمام شکوک میں گر جائیں گے تو علماء پر لازم ہے کہ وہ امر بالمعروف اور برائیوں سے بچنے کا حکم زبان پر جاری کریں یہاں تک کہ وہ ان کو گناہوں سے نجات دلائے اور حق سے روگردانی سے باز رکھے۔ تفسیر احمدی میں اس کے لئے شرائط لکھی ہیں کہ وہ اس کی قدرت میں ہو اور یہ بھی بتایا گیا کہ وہ فساد اور فتنے کا سبب نہ بنے اور نہ زیادہ گناہوں کا سبب بنے جیسا کہ مواقف میں بھی تصریح کی ہے اور اس پر حضور صلی اللہ عنہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک ہے اے لوگو اگر اس کی طاقت نہ ہو کہ وہ منع کرائے پس شاید اس وجہ سے انہوں نے کہا ہے کہ حکم ہاتھ کا یہ امراء کی طرف اشارہ ہے اور زبان سے منع کرنا یہ علماء کی طرف اشارہ ہے اور دل سے برا جاننا یہ عوام کیلئے ہے۔ پس جان لو اس سے کہ زبان سے حکم کرنا یہ علماء پر لازم ہے اور اس میں اس طرح ہے کہ معروف وہی ہے جو قرآن و حدیث کے مواقف ہو اور منکر وہ ہے جو قرآن و حدیث کے مخالف ہو یا معروف نیکیاں ہیں اور منکر گناہ ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہ فرض ہے جس میں شبہ نہ ہو

جو آیات اور احادیث سے ثابت ہو اور اس پر اجماع منعقد ہوگئی ہو اور اس معاملہ میں یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے واذ اخذ اللہ مشاق الذین کہتے ہیں کہ وہ اس بات پر دلیل ہے کہ علماء پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو حق بیان کریں اور ان کو سمجھائے اور ان سے کچھ نہ چھپائیں۔ فاسد غرض کے لئے کہ ظلمت ان پر آسان ہو یہ ان کے نفوس کو خوش کرنے کے لئے یا کسی دنیاوی فائدہ کے لئے یا ضرر کے دفعہ کرنے کے لئے یا علم پر بخل کے سبب سے حدیث شریف میں ہے جس نے اپنے اہل سے علم کو چھپایا تو اس کو آگ کی لگام ڈالی جائے گی اس پر تفسیر مدارک نے بھی تصریح کی ہے اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ جاہل لوگوں کا مواخذہ اس وقت تک نہیں ہے کہ وہ سیکھے یہاں تک کہ پکڑے وہ جو اہل علم ان کو سکھائے۔ تفسیر بنیادی میں بھی اس کی تصریح ہو چکی ہے اور تفسیر کشاف اور امام زاہدی نے اس کے متعلق اور آثار بھی ذکر کئے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ علماء پر تعلیم واجب ہے اور ان پڑھ پر اس پر عمل کرنا جو اپنے مقتضا سے تقاضا کریں۔ تحفۃ الفقہاء اور فتاوی سراجیہ میں ہے کہ امر بالمعروف واجب جب وہ یہ جان لے کہ یہ سننے والے ہیں تو اس کے لئے امر بالمعروف جائز ہے اگرچہ اس کو اس کے کہنے پر اس کو تکلیف بھی پہنچ جائے۔ تذکرہ الابرار والاشرار میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جب بدعت ظاہر ہو جائے میری امت میں اور میرے صحابہ کو گالیاں دیں پس عالم اپنے علم کو ظاہر کریں جس نے یہ نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائیک اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کا بعض حصہ تفسیر احمدی وغیرہ میں بھی مذکور ہے کہ امر بالمعروف زبان اور ہاتھ سے علماء اور امر پر لازم ہے پس اس وجہ سے جس کو پیش آیا وہ بدعت کا مٹانے والا سنت پر عمل کرنے والا علامہ محقق اور یگانا روزگار مدقق حامی الفضلاء برہان العلماء بدنی گندگی سے پاک قطب عالم قدوۃ العارفین سید الکاشفین سلطان المرشدین شمس عالم الغیب والشہود اس کی ذات و صفات سے بغیر عناد گر کے کوئی انکار کرنے والا نہیں ہے۔ ابو البرکات صاحب سوات رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے پس میں نے اپنے نفس سے مشورہ کیا کہ میں ایک مختصر رسالہ لکھوں اور اس میں فرقہ نجدیہ (وہابیہ) کی منشاء ظاہر کروں اور ان کے عقائد فاسدہ کے جوابات کے ساتھ جو معتبر کتابوں سے مستنبط ہو لکھوں کہ عوام و خواص اس کو مطالعہ کریں اور ان کے عقائد سے دور رہیں اور ان کے ساتھ اور ان کے تابع داری کرنے والے کے ساتھ خلط ہونا چھوڑ دیں۔

پس میں نے اس رسالہ کے اختتام پر اس کتاب کا نام احقاق الحق رکھا اور یہ میں نے حضرت مخدوم مذکورہ کی خدمت میں پیش کیا میرے استاد جرا لطمطام مصدالافاضل مخرالاماثل حجتہ الخلف رئیس المحققین امام المدققین فخر اہل زمان مولانا مفتی محمد احسن کے مطالعہ کے بعد (حضرت مخدوم کی خدمت پیش ہوا) یا اللہ ہمیں حق دکھا اور اس کی تابع دار ہمارے نصیب فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنا ہمارے نصیب فرما۔

بحث اول

جاننا چاہئے کہ فرقہ وہابیہ منسوب ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف جیسا کہ ردالمختار شرح درمختار میں ہی وہ لکھتے ہیں جیسے کہ ہمارے زمانہ میں واقع ہوا محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرم شریف پر غلبہ حاصل کیا اپنے آپ کو حنبلی مذہب والے کہتے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہی لوگ مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے مخالف ہیں وہ مشرک ہیں۔ اس پر وہ اہل سنت کے قتل کو مباح سمجھتے تھے اور ان کے علماء کو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور ان کی شوکت کو توڑ ڈالا ان کے شہروں کو خراب کیا۔ مسلمانوں کے لشکر ان پر غالب آگئے۔ ۱۲۳۳ھ میں۔ پھر ان کا مذہب ہندوستان میں پھیل گیا۔ بعض نے ان کے حق میں رسالے لکھے کہ مسلمانوں کے عقائد خراب ہوجائے بعض رسائل میں سے ایک رسالہ تقویتہ الایمان ہے۔ جیسا کہ بعض رسالوں میں آیا ہے کہ ہمارے ملک میں اس زمانہ میں ایک قوم ہے جو تفریق کرتے ہیں کلمہ اسلام میں اور اہل سنت وجماعت کی مخالفت کرتے ہیں اور اصول اور فروغ میں اور اپنے آپ کو موحدین کہتے ہیں اور جو ان کے سوا ہیں یعنی متقدین اور متاخرین وہ تمام مشرک ہیں ان میں سے ایک اس بیان کی بنیاد ہے جس نے اس کے حق میں ایک کتاب لکھی۔ اس کا نام تقویتہ الایمان رکھا۔

ان کے مبتدعات میں سے بعض یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض افعال کو تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں اور اسی کو عبادت کہا جاتا ہے جیسا کہ سجدہ اور رکوع و قیام اور ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا اور اس کے نام پر مال کو خرچ کرنا اور دور سے سفر کا ارادہ کرنا اور اس پر غلاف ڈالنا اور اللہ سے اسی جگہ میں سوال کرنا

پتھروں کو چومنا اور چراغوں کو روشن کرنا مجاوری کرنا اور اس کے کنویں کے پانی سے تبرک رخصتی کے وقت الٹا پاؤں چلنا اور اردگرد کا ادب کرنا وغیرہ میں جس نے نبی کے لئے یہ بتایا ولی کے لئے یا خبیث اور جنات کے لئے یا کسی صادق و کاذب کی قبر کے لئے یا کسی کے معتکف کے لئے یا کسی مکان کے لئے یا کنویں یا تابوت کے لئے ان اقسام میں سے کیا یا ان کے لئے سجدہ کریں یا رکوع کریں اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائے یا اس کی طرف دور سے سفر کریں یا اسی جگہ چراغ کو روشن کریں یا غلاف اور چادر وہاں ڈالے یا ان کے نام پر ایک جھنڈا گاڑ دیں یا ان کی قبر کو چومے یا ان کا خزہ ہلا دیں یا اس پر خیمہ گاڑ دیں یا رخصتی کے وقت الٹے پاؤں چلے یا ان کے چوکھٹ کو چومے یہاں وہاں مجاور بنے یا اس کے اردگرد کو معظم جانے ان جیسے افعال کریں تو وہ مشرک ہو جاتا ہے ان کا سمجھنا برابر ہے کیونکہ یہ چیزیں ان کی ذلت (یعنی بتوں) کی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں یا اللہ تعالیٰ ان کی تعظیم سے راضی ہوتے ہیں اور ان کی تعظیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے مشکلات حل کر دیتے ہیں ہر طریقہ سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ یہ تلخیص کیا گیا اور ترجمہ عربی میں دیا گیا اور یہ ایک قطرہ تقویۃ الایمان کے طوفان میں سے ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ جو تقویت الایمان میں ذکر کیا گیا یا اس میں جو بیہودہ باتیں لکھی ہیں یہ سنی عقیدہ کے مخالف ہیں اور طریقہ شیعہ نجدیہ کے موافق ہیں جو عبدالوہاب نجدی نے ایجاد کی ہیں اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے نجد کے حق میں فرمایا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور اس سے شیطان کی سینگ نکلے گی اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے لئے ہے اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے محمد بن عبدالوہاب کے علاوہ دوسرے کے لئے نہیں فرمایا اور اس سلسلہ میں اس نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام کتاب التوحید ہے اور تقویۃ الایمان کتاب التوحید کی تقلید اور تائید ہے گویا کہ وہ اجمال کی تفصیل ہے اور گمراہی کی تکمیل ہے اور علماء حرمین شریفین اور اس کے بدعات اور اختراعات کے رد متفق ہیں۔

بحث دوم

اور ان میں سے ایک اور کتاب تصنیف کیا گیا ہے جس کا نام اربعین مسائل ہیں اس میں کہا ہے کہ امداد

طلب کرنا اہل قبور سے جس طریقہ سے بھی ہو جائز نہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ امداد طلب کرنا نبی کے علاوہ بہت سے فقہا نے انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ زیارت مردوں کے لئے دعا اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کی معافی کی درخواست کرنا اور ان کو دعا اور تلاوت قرآن پاک سے نفع پہنچانا ہے۔ اس عبارت سے یہ فائدہ نکلتا ہے کہ انبیاء علیہم اسلام کی قبور مستثناء ہیں ممانعت کے حکم سے امداد قبور سے طلب کرنا' اس وجہ سے کہ انبیاء علیہم السلام ابدی حیات برزخ میں ان کے لئے ثابت ہے اور شہدا کے علاوہ دوسروں کے لئے ثبوت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حیات برزخی دنیا کی حیات کے مثل نہیں ہوسکتے اور دنیا کی حیات کے احکام اسی جگہ تبدیل ہوجاتے ہیں تو اسی وجہ سے استثناء بھی صحیح نہیں ہے۔ ہمیں حق یہ ہے کہ فقہا کا انکار عام ہیں کہ امداد طلب کرنا خواہ انبیا علیہم السلام سے ہو یا دوسروں سے جیسا کہ عبارت کتب فقہا سے واضح ہوجاتا ہے جو جواب میں وارد ہے اور جو صاحب مجمع البحار میں کہا ہے کہ جس نے زیارۃ قبور انبیاء کا قصد کیا اور ان کے دربار میں دعا مانگے اپنے حاجتوں میں پس یہ جائز نہیں۔ مسلمانوں کے علما میں سے کسی نے جائز نہیں رکھا کیونکہ عبادت اور اپنی حاجتوں میں امداد طلب کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا اکیلا حق ہے۔ امام بغوی نے معالم التنزیل میں کہا ہے وہ کہتا ہے کہ استعانت یہ عبادت کا ایک قسم ہے اور عبادت فرمانبرداری ہے۔ تذلل اور عاجزی کے ساتھ پس بندہ ذلت و تابع داری سے مسمی ہوا اور کہا جاتا ہے عبادت کرنے کا راستہ یعنی تذلل سے تابع دار ہونا۔

حدیث شریف میں ہے ان عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام سے پیچھے تھا پس آپ نے فرمایا کہ اے غلام کہ اللہ سے حفاظت مانگو اللہ تعالیٰ تمہیں حفاظت دے گا۔ اللہ سے حفاظت مانگو اللہ کی حفاظت تم پاؤ گے۔ اپنے مرتبہ کے مطابق اور جب اللہ سے تم سوال کرتے ہو پس تم اللہ سے سوال کرو۔ جان لو کہ امت اگر اس پر جمع ہوجائے کہ تمہیں کسی چیز کا فائدہ دیں وہ ہرگز تمہیں فائدہ نہیں دے سکتا۔ کہ وہ چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کیا ہو اگر تمام امت اس پر جمع ہوجائے کہ تمہیں ضرر پہنچائے کسی چیز کا وہ مگر اس چیز سے جو تمہارے لئے مقرر ہوچکا ہو۔ قلموں کو اٹھائے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہوچکے ہیں۔ اس روایت کو امام احمد نے اور ترمذی نے نقل کیا

ہے اسی طرح مشکواۃ میں بھی ہے یہ اربعین کی عبارت تھا جو نقل ہوا اور یہاں میں نے ترجمہ کرایا بعض رسائل کا۔

بحث سوم

ان میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ کو جہل اور عجز اور کذب اور تمام نقائص اور عیوب و قبائح اور فواحش سے متصف کیا ہے اور ان کے صفوات میں سے یہ ہے کہ انسان جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہ ہو تو انسان کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جاتی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے بعد نبی کا امکان بھی ہو سکتا ہے اور خاتم النبیین کے ساتھ عام مسلمانوں کے برابر جائز ہے زیادہ ثواب میں اور رب الارباب کے قرب میں اور یہاں تک لکھا گیا ہے کہ خاتم النبیین سے قرب اور کثرت ثواب میں کسی کا افضل ہونا جائز ہے ایسا بیان بعض رسالوں میں ہے۔

جیسا کہ خلیل سہ اینٹھوی نے براہین قاطعہ میں کہا ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ کا مسئلہ۔ اب کسی نے جدید نہیں نکالا بلکہ قدما میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ یک روزی میں اسماعیل دہلوی نے بھی ایسا کہا ہے۔ ایسا بیان جہد المقل میں بھی ہے حالانکہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے چونکہ کذب عیب ہے اور اللہ تعالیٰ پر عیب لگانا یہ کفر صریح ہے۔ بندہ کو اللہ تعالیٰ پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ بندہ بندہ ہے اور خالق خالق۔ بندوں کے اعمال خالق پر قیاس کرانا جہل عظیم ہے۔" (میاں ظاہر شاہ قادری)

چوتھا بحث

بعض نے انبیاء کی توہین کی ہے اور شیخین کو برا بھلا بھی کہا ہے اور لواطت کو بچوں کے ساتھ مباح ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ کا آنا کسی مکان میں اور جبرائیل علیہ السلام کا اترنا اس پر اور حضرت جبریل علیہ السلام کا ہتک کرنا اور سہو و بھول جانا کی نسبت اسی کی طرف کرنا قرآن مقدس کی آیات میں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر عالم کی خلقت اچھا ہے تو نبوت اس پر جاری ہو سکتا ہے اور قرآن مقدس کو پلید چیز سے

لکھنا۔

بحث پانچواں

مردوں کے لئے دعا کرنا زندوں کا اور خیرات کرنا مردوں کے لئے انہوں نے ناجائز کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ مسالک اربعہ میں حصر نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انکار کرنا اسی قرآن سے یہ کفر نہیں۔ اگر شرک کے بغیر ہو تو کفر اس پر واجب نہیں۔

بحث چھٹا

بعض نے اللہ تعالیٰ کے لئے مثالوں کو ثابت کیا ہے مثل کے بغیر اور شیئ اللہ کے قول کے ناجائز ہونا بھی کہا ہے اور خبر واحد پر عمل کرنا نہیں چاہئے۔ ہم ان کے ان اعتقادیات سے پناہ مانگتے ہیں اور ان سے دور رہنے کا سوال کرتے ہیں یہ ان کے فاسد عقائد تھے پس اب میں ان چھ الجات کے جوابات شروع کرتا ہوں پس ہم (اہلسنت) کہتے ہیں۔

جواب بحث اول کا

سرکش نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض افعال تعظیم کو اپنے لئے خاص کئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان افعال کو کفر ٹھرانا اور شرک کے مدار سمجھنا اور ایمان کا ختم ہونا یہ اہل سنت و جماعت سے نکلنا ہے اور اس سے الگ ہونا ہے بلکہ یہ گمراہی کی طرف بڑھنا ہے ساتھ اس کے کہ اس سرکش نے ایسی چیزوں کو جمع کیا ہیں کہ بعض ان میں سے حرام ہیں اور بعض ان میں سے مکروہ ہیں اور بعض مباح اور بعض مستحب اور بعض ان میں سے ایسی چیزیں ہیں جو اماموں کے درمیان اباحت میں اختلاف ہو یا کراہت میں تو اس نے تمام کو کفر اور شرک ٹھرایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے افعال مذکور تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور تہمت ہے۔ اور جب افترا اور عظمت اس کے لئے کفر کا سبب ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جس نے کہا کہ اللہ علیم ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور اس نے وہ

کام نہیں کیا ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر کذب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن اظلم ممن افتری علے اللہ کذبا۔ کون زیادہ ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھے۔ بس اس سے یہ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا بھی کفر ہے اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں یہ بھی کہا ہے کہ اہل کلام اور فقہ و حدیث کے ایک گروہ میں سے یہ اعمال میں نہیں کہتے لیکن بدعتی اعتقادیات میں وہ تمام کفر کہتے ہیں اگرچہ اس کا کہنا والا تاویل کیوں نہ کریں اور اس میں مجتہد خطا کار وغیرہ کا فرق نہیں کرتے اور ہر مبتدع (جو اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولے) پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور یہ قول مذہب خوارج و معتزلہ کے بہت قریب ہے پس اہل بدعت کے عیوب میں سے یہ ہے کہ ان میں سے بعض بعض کو کافر کہتے ہیں اور اگر اہل سنت و جماعت میں یہ کہے کہ یہ کفر نہیں صرف خطاء کار ہیں تو ہاں جس نے یہ اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کو چیز کو واقع ہونے سے قبل پتہ نہیں تھا پس وہ کافر ہے اگرچہ اس کہنے والے کو اہل بدعت میں شمار کریں اور اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور اس کا مکان ہے اور اسی پر زمانہ گزرتا ہے وغیرہ پس وہ کافر ہے اور اس کے لئے ایمان کی حقیقت ثابت نہیں ہوتی اور جو یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون جس نے اللہ تعالیٰ نے نازل کرنے پر حکم نہیں کیا پس وہ لوگ کافر ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس کا قتل کرنا کفر ہے یہ اس بات پر محمل ہے کہ وہ اس قتل کو حلال جانے یا اس کو پتہ ہو کہ یہ مسلمان ہے (اور اس کو مسلمان کے سبب اس کو قتل کیا جائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو کہے۔ اے کافر پس وہ لفظ واپس ہوتا ہے ان دونوں میں سے ایک کی طرف جیسا کہ صحیحین میں ہے ۔ یہ اس بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ جب اس کا اعتقاد رکھا اور ان کا مراد ان کی اہانت نہ ہو یا مراد اس پر کفران نعمت ہو وغیرہ۔

حدیث شریف میں ہے جس نے اللہ کے بغیر قسم کھایا پس وہ کافر ہوا بخاری و مسلم نے ان الفاظ سے یہ حدیث نقل کی ہے پس اس کا معنی کفر دون کفر ہے جیسا ان دو کتابوں کے علاوہ روایت کیا گیا ہے فقد اشرک ای شرکا خفیا پس اس نے شرک کیا ای شرک خفی یا اس بات پر یہ حمل کیا جاتا ہے کہ اس سے تعظیم الوھیت کا بغیر اللہ تعالیٰ کے قسم سے کیا جائے یا اس سے حکم مبین کو حلال جانے۔ اشباہ میں ہے۔

اہل قبلہ میں سے کوئی کافر نہیں ہے مگر تب کافر ہوتا ہے کہ انکار کرے جو اس میں داخل ہو۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ جو ہمارے اصناف ہے اپنی کتب فتاویٰ میں ذکر کئے ہیں الفاظ کفر سے واپس ہوتے ہیں اس طرف اور بعض کا اس پر اختلاف ہے لیکن اس میں جو ہو اس کے خلاف فتویٰ نہیں دیا جاتا اس میں یہ بھی ہے جو کفر ہے اس میں نیت شرط کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا یہ قول کہ کفر کو برا جاننے والے اگر مجبوری پر کلمہ کفر بھی کہے تو ان کا کفر صحیح نہیں ہے اور جو قول ان کا کہ جب کوئی کفر کا کلمہ مسخرہ کے طور پر کہے وہ کافر ہوتا ہے کہ اس بات پر اعتبار کیا جاتا ہے کہ اس کا عین کفر ہے جیسا کہ علم اوصول میں حرل کے بحث ذکر ہوا ہے۔

پس جان لو کہ کفر کا مدار قول اور فعل ہے اعتقاد کے ساتھ نہ اکیلا قول و فعل اور جو سجدہ ہے اگر یہ عبادت کی وجہ سے کی جائے تو کفر ہے اور اگر تعظیم کے لئے کی جائے پھر وہ شرک اور کفر نہیں ہے جیسا کہ اوصولی اور فروغ میں اس کی تصریح ہو چکی ہے نہ کہ جو اس سرکش نے اس کے کرنے والے پر شرک کا اطلاق کیا ہے۔

ملائک کا سجدہ کرنا آدم علیہ السلام کو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور یعقوب علیہ السلام کا سجدہ کرنا یوسف علیہ السلام کو۔ پس ان کی شریعت میں سجدہ تعظیم جائز تھا پھر ہمارے شریعت اسلامیہ میں منسوخ اور حرام ہوا صحیح مذہب پر اگر کفر و شرک ہوتا تو کسی دین میں بھی یہ مباح نہ ہوتا اور نہ کسی زمانہ میں پس جب وہ سجدہ جو افعال تعظیم کے لئے خاص ہے بس وہ اگر عبارتی سجدہ نہ ہو تو وہ سجدہ کرنا کفر نہیں ہے پس ان افعال کے کرنے میں کیا وبال ہوگا جو اس کرشس (اسماعیل دہلوی) نے کفر کا اطلاق اس کے کرنے والے پر کیا ہے۔ وہ اپنی اس کتاب میں ملائک کرام کا سجدہ کرنا آدم علیہ السلام کو کیا عذر و پیش کرے گا۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ اپنی بہنوں سے نکاح کرتے تھے وہ کسی چیز سے بے پرواہ نہیں کرسکتے میں اصل بات شرک میں ہے نہ کہ حرمت و اباحت میں ہے۔ جیسا کہ بعض رسائل میں لکھا ہے تذکرۃ الابرار والاشرار میں لکھا ہے کہ اگر بادشاہ کے لئے سجدہ تعظیمی کیا جائے تو وہ کافر نہیں ہوتا بلکہ وہ گناہ گار ہو جاتا ہے

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے جس نے ان کے لئے سجدہ کیا اور اس سے مراد اس کی

تعظیم کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی کیا جاتا ہے اس سے وہ کافر ہوا اور اگر اس سے اس کا مراد سلام (ملاقات) ہو تو بعض علمائے یہی مختار کیا ہے کہ وہ کافر نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں (مولف) اور یہ بات زیادہ ظاہر ہے اور جو زمین کو چومنا ہے تو یہ سجدہ کو قریب ہے مگر اگر اس نے ماتھا یا رخسار زمین پر رکھا ہو تو یہ زیادہ برا اور قبیح ہے زمین کے چومنے سے مولف کہتا ہے کہ ماتھے کا رکھنا رخسار کے رکھنے سے زیادہ قبیح ہے پس چاہئے کہ ماتھے کے سوا کافر نہیں ہوتا کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس قول سے کہ وہ کافر نہیں ہوتا مگر ماتھے کے زمین پر رکھنے سے۔" معلوم ہوتا ہے کہ رکوع پر کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اگر کسی کی تعظیم کے لئے کی جائے پس بعض رسالوں میں اس طرح جواب دیا ہے۔ رکوع کے متعلق تحفہ شرح منہاج میں اس قول و سجود یفہم اوشی کے تحت کہا ہے کہ سجدہ کرنے سے دوسری چیز خارج ہوگئی جیسا کہ رکوع ہوگئی کیونکہ ایسی صورت تو مخلوق میں واقع نجلاف سجدہ کے لوگوں میں کسی کو سجدہ کرنے کی عادت نہیں ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں فرق ثابت ہے۔ بخلاف اس بات کی کہ اگر کسی نے مخلوق کی تعظیم کا ارادہ رکوع سے کیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی کہا جاتا ہے تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور قیام نہ نماز کے ساتھ خاص ہے اور نہ کسی دوسری عبادت میں جیسا کہ تفسیر کبیر میں تصریح ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام جنت البقیع کو آئے اور کافی دیر تک کھڑا رہا پھر آپ نے تین بار ہاتھ اٹھایا۔ امام نوری نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اور باربار دعا کرنا اور اس میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر دعا مانگنا مقبرہ میں بیٹھے ہو کر مدعا مانگنے سے زیادہ کامل ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے امام قاضی عیاضی روایت کرکے لکھتا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر مبارک کو آیا پس وہ کھڑا ہوا اور ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ گمان کیا گیا کہ اس نے نماز شروع کی ہے اور جو ہاتھ رکھنا ہے تو یہ نماز کے واجبات اور ارکان میں سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایسا سنت ہے کہ اموں کے درمیان بھی مختلف قیہ ہے کم نہیں دکھتے مالکی مسلک والے ہاتھوں کو چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر مبارک کے ساتھ کھڑا ہو کر زیارت کے وقت قبر پر ہاتھ رکھنا آداب مذکورہ میں سے ہیں جو کہ فقہ شریف میں نقل ہیں امام کرمانی نے کہا ہے کہ دائیں والا ہاتھ بائیں پر رکھا جاتا ہے

جیسا کہ نماز میں رکھا جاتا ہے فتاوی ہدیہ میں ذکر ہے اور قاضی خان نے مناسک میں کہا ہے کہ جب زیارت کرنے والا حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی طرف متوجہ ہو کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کھڑے ہو جائے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی طرف منہ کر کے دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑے ہو ایسا بیان حیات القلوب میں بھی ہے۔ اور فقہ شریف نہیں کی کتب میں مناسک کے بیان مذکور ہے اور مندرجہ ذیل حدیث ہے قیام کے منع کرنے میں پیش کرنا اس دعوہ پر صحیح نہیں ہے کہ حضور الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ جو اس پر خوش ہو کہ اس کے لئے لوگ کھڑے ہو جاتے تو وہ اپنے لئے ٹھکانہ آگ میں تلاش کریں۔ تو عاقل کی شان یہ نہیں کہ اس حدیث سے منع قیام پر استدلال کرے کیونکہ وعید اس کے لئے ہے جو اس فعل پر خوش ہو جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے اور عام شراح نے اس پر تصریح کی ہے کہ یہاں منع کرنا تکبر کی وجہ سے ہے۔

دور سے حضور علیہ السلام کی زیارت کے لئے سفر کرنا حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے تیزی دیا ہے اور اس کا اجر بھی بیان کیا ہے۔ یعنی بہت بڑا اجر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری زیارت کے لئے آیا اس کا کوئی میری زیارت کے سوا کوئی اور کام نہ ہو تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کرونگا۔ اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں سیر بحث کی ہے اور حدیث لاتشد الرحال پورا نہیں ہے کیونکہ منع مسجد کی طرف سوا ان تین مساجد کے (مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) ہے پہلی بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی تصریح موجود ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں ابی سعید الخدری سے روایت ہے اور کون سی تشریح حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی تشریح سے افضل ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جمہور محدثین اور فقہا اور نصوص اس بات پر ہے جو ذکر کی گئی امام نووی مسلم شریف کی شرح میں کہ کوئی فضیلت نہیں ہے مسجد کی طرف جانا بغیر اس کے مناوی نے شرح جامع الصغیر میں فرمایا ہے کہ مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ کوئی سفر نہیں کر سکتا نماز کے لئے کسی دوسری مسجد کی طرف کہ اس میں نماز پڑھے سوان تین مسجدوں کی اور یہ بات نہیں کہ وہ ہرگز سفر نہیں کر سکتا مگر اس کے لئے اور منتھی المقال میں اس کی تائید حدیث لاتشد الرحال کے ذکر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مطابقت ترجمہ باب صحیح البخاری اور مناسبت یہ حدیث مابعد کے ساتھ یہ ہے کہ یہ دونوں اونچی آواز سے

آواز اس پر دیتی ہے کہ مستثنیٰ منہ مساجد ہے اس لئے کہ باب نماز کی فضیلت مکہ و مدینہ میں رکھا گیا ہے پس مقصود پہلی حدیث میں یعنی لاتشد الرحال فضیلت نماز ہے ان تین مساجد میں دوسری مساجدوں کی نسبت اس لئے ہے کہ ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ہو اور اس بیان و غرض کے لئے مابعد حدیث یہ ہے کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ میری مسجد میں نماز ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوا مسجد حرام کے۔ پس مطابق ترجمہ باب کے ساتھ ہے اور پہلی حدیث کی تفسیر ہوئی اور یہ نص تصریح ہے کہ یہ تین مساجد تمام مسجدوں سے افضل ہیں اور ان میں ثواب کی دو چندی اور نماز کی ادا کرنا کیونکہ مستثنیٰ منہ الا المسجد الحرام بخاری کی شراح نے اتفاق سے نقل کیا ہے کہ اس سے مساجد مراد ہیں یعنی اس کے سوا مسجدوں میں سوا مسجد حرام کے کوئی دوسری جگہ نہیں چنانچہ حدیث میمونہ تصریح مستثنیٰ منہ ہے لفظ مساجد کے مسلم اور نسائی نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس نے میمونہ سے وہ کہتی ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام سے سنا کہ نماز بہتر ہے ہزار نمازوں سے اس کے سوا مساجد میں سوا کعبہ شریف کی مسجد اسی طرح حدیث عبداللہ بن زبیر میں ہے امام احمد اور بزار وطبرانی و ابن حیان نے اپنی صحیح میں بروایت عطا بن ابی ریحا وہ عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں نماز ہزار نمازوں سے بہتر ہے دوسری مساجد کے علاوہ سوا مسجد حرام کے اور جاننا چاہئے منع کرنا سفر کا مساجد کی طرف بغیر ان تینوں مساجد کے فقط نماز کے ارادہ سے ہے۔ اور حدیث کی مدعا یہ ہے کہ شد حال کسی مسجد کی طرف خواہ مسجد قبا یا مسجد خیف کیوں نہ ہو نماز کے ارادہ سے سوای ان تین مساجد کے ممنوع ہے اس لئے کہ نص ان تین مساجد کے حق میں وارد ہے۔ اور قیاس کے لئے اس میں دخل نہیں ہے اگر کوئی سفر کرے کسی مسجد کی طرف سوان مساجد کے اس اعتبار سے کہ اس مسجد کے پڑوس میں انبیاء و اولیاء ہوں۔ اور نماز وہاں بہتر ہے دوسری مساجد سے تو یہ سفر کرنا منع میں داخل ہے اگر سفر کرنا اس ارادہ اور قصد سے نہ ہو بلکہ اس سفر سے اس کا مطلب مسجد کو دیکھنا اور اسکے عجائب و غرائب کو ملاحظہ کرنا یا کسی عالم دین سے سیکھنے کے لئے یا کسی بزرگ کی زیارت کرنا جب کہ وہ مسجد میں رہتا ہو تو یہ سفر کرنا منع نہیں ہے اور اسی طرح شد رحال صرف قبور اولیاء و صلحا کے لئے اپنے حال پر باقی ہے یعنی مباح نہ حرام ہے اور نہ مکروہ اور وہ

ہرگز اس منع میں داخین اور علم نحو کی رو سے یہ حدیث قبور کے شدرحال کے لئے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

تفسیر القاری شرح صحیح بخاری فارسی مولف شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی میں ہے۔ قولد علیہ السلام لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد یعنی شدرحال نہیں کرنا چاہئے سوا تین مساجد کے یعنی سفر نہ کریں اس ارادہ سے کہ وہاں کسی کی طرف یا وہاں کی شرف کی وجہ سے کہ اس کے لئے ذاتی فضیلت ہو اور نماز پڑھنا اسی جگہ افضل جانتا ہو دوسری جگہ کے نسبکت مگر ان تین مساجد کی طرف اور اس سے کسب کے لئے یا بزرگوں کی زیارت کے لئے خواہ وہ مرد ہو یا زندہ اور تجارت کے لئے سفر کرنا اس حدیث سے خارج ہوا۔ اور سوا ان صورتوں میں کہ تبرک و دریافت مکان اس نسبت سے بلکہ ان چیزوں کے ملنے کے لئے جو وہاں ہو۔

شیخ ابو محمد الجوینی نے فرمایا جو ہمارے اصحاب سے ہے کہ سفر کرنا تین مساجد کے علاوہ جیسا کہ بزرگوں کی قبور کی زیارت کرنا اور اچھی جگہوں کا دیکھنا وغیرہ تو یہ حرام ہے اور قاضی عیاضی کا اشارہ بھی اس طرف ہے تو صحیح ہمارے (حنفیہ) اصحاب کا یہ ہے جو کہ امام حرمین نے مختار مانا ہے اور محققین نے بھی یہی اختیار کیا ہے کہ نہ وہ حرام ہے اور نہ مکروہ انہوں نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ فضیلت نامہ ان تین مساجد کے ساتھ خاص ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ بعض علما نے یہ استدلال کیا ہے اس حدیث پر کہ زیارت کرنا قبور صلحاء و علما کے منع پر لیکن مجھے جو معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں ہے بلکہ زیارت پر حضور علیہ السلام کا حکم ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے زیارت قبور سے منع کیا تھا اس کی زیارت کیا کرو حدیث مساجد کے حق میں وارد ہے اور اس کا قبور معنی نہیں ہے کہ مساجد تین مساجد کے بعد متماثل ہے اور کوئی شہر نہیں ہے جس میں مسجد نہ ہو تو کوئی معنی نہیں رکھتا کہ دوسری مسجد کو جائے۔ اور جو بزرگوں کے قبور ہیں پس وہ برابر نہیں بلکہ زیارت کی برکت ان کے درجات کے اندازہ پر ہے اللہ کے نزدیک۔ ہاں اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں مسجد نہ ہو تو وہ وہاں سفر کریں جہاں مسجد ہو اور بالکلیہ وہ وہاں سے منتقل ہو جائے اگر وہ چاہے۔ پھر اس پر افسوس ہے اس کہنے والے پر کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی قبور کی طرف سفر کرنا منع کرتے ہیں جیسا کہ ابراہیم و موسیٰ و یحییٰ

وغیرھم علیھم الصلواۃ والسلام کی پس منع اس سے ثابت نہیں ہو سکتا حالات کا بھی جائزہ لیا جائے گا پس جب یہ جائز ہوا تو اولیاء و علما و صلحا کی قبور بھی اس منع پر ہے پس یہ بعید نہیں کہ یہ ہو جانے کی غرض سے جیسا کہ علما کی زیارت ان کی زندگی میں ان سے مقاصد کے لئے جانا جائز ہے پس واضح ہوا کہ سفر کے لئے منع برائے زیارت قبور اس حدیث سے تمسک غایت درجہ کی نادانی اور جہالت ہے۔ نہ یہ حکم قیاس کی وجہ سے ہے کہ استنباط اس حدیث سے کرنا جو ذکر ہوا کیونکہ علت حکم اصل اور فرع میں مشترک نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ علت حکم ضع شدر حال حدیث نبویہ میں ارادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت ہے حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک۔ اور وہ زیارت قبور میں موجود نہیں ہے کہ مقصود اس سے صرف دعاء و استغفار ہے اور نہ منع مستفاد حدیث میں شامل ہے۔ ہر طرف سفر کرنے کو ہر علت پر اس حدیث سے استدلال کرنے والا بھی اس قائل نہیں ہے کہ یہ عام ہے۔ کہ سفر کرنا ہر مکان اور ہر مقصود کے لئے منع ہو پھر جہاد و ہجرت اسلامی ملک کی طرف اور علم دین کا سیکھنا اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور علما و صلحاء بھائیوں کی طرف سفر کرنا اور سفر کرنا تفکر و تدبر و ضائع خدا و مخلوقات کے اعتبار و عجائب ملکوت و مبتدعات حسنہ جو کہ جائز ہو وہ کتاب اللہ کی بہت سی آیات سے ثابت ہے جیسا کہ سیروافی الارض فانظروا کیف کان عاقبتہ المکذبین وغیرہ درست نہ ہوگا اور یہ بہت بڑا جہل ہے۔ قبور اولیاء و صلحا کی طرف سفر کرنے کی حرمت یا کراہت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔ پس خالی نہیں ہے کہ یہ فعل یا واجب ہوگا یا مستحب یا مباح' ظاہر اس سے یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اس لئے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے حکم دیا ہے کہ عام قبور کی زیارت کا اور کسی اشخاص کی قبور کو مقید نہیں کیا کسی اوقات کو اور نہ قریب یا بعید مقابر کو اور ارصول کا عام قاعدہ ہے کہ المعلق یجری علی اطلاقہ یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا پس ان کی زیارت کا کرو۔ اور استحباب اس حکم سے یہ ہے کہ صیغہ امر خطر کے بعد ضرور ہے کہ جانب فعل اس میں راجح ہے جانب ترک و مستحب کہ دونوں جانب اباحت میں برابر ہے مثل طلب رزق و کسب معیشت جمعہ کے بعد۔ اگر کوئی کہے کہ سفر کرنا برائے شکار و طلب رزق معصیت و شرک کی پوشیدگی اس میں نہیں ہے بخلاف سفر کرنا قبور کی طرف تو میں کہتا ہوں کہ میرا مقصود

زیارت قبور سے زیارت کرنا ہے کہ اس میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی سنت وارد ہے۔ یعنی اموات کے لئے دعا کرنا اور ان کے لئے استغفار کرنا اور ان کو دعا و تلاوت قرآن سے نفع پہنچانا۔ معاملہ قبور کے جو خلاف شرع ہو چنانچہ سفر سے ممنوع ہے تو وہ بغیر سفر کے بھی ممنوع ہے اور عوام کا فعل اعتبار کے درجے سے ساقط ہے۔ اور نفع زیارت کرنے والوں کے لئے قبور اولیاء و صلحاء سے ثابت ہے۔

اور فیوض اور فتوح ارواح مقدسہ حاصل ہونے میں انکار باقی نہیں ہے۔ جو میں نے کہا کہ سفر کرنا مباح ہے عام مومنین کی قبور کے لئے اور سفر کرنا مستحب ہے زیارت قبور اولیاء و صلحا یا اہل قبور کے حق کو ادا کرنے کے ل ئے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میت کے لئے مانوس ترین حالت وہ وقت ہے کہ اس کے دوستوں میں سے اس کی قبر کی زیارت کریں اور اس معاملہ میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ اور سفر کرنا حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر انور افضل مستحبات میں سے ہے بلکہ واجبوں کے قریب ہے۔ شفا قاضی عیاضی میں ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ وسلام کی قبر انور کی طرف سفر کرنا واجب ہے۔ یہاں وجوب سے مراد استحباب کی وجوب ہے چونکہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر مبارک سے فیض حاصل کرنا بنیاد سے اعظم قربات اور بہترین عبادات سے اور یہ اعلیٰ درجات کو پہنچنے والے کا ذریعہ ہے۔ اور جو احادیث بنویہ اس کے حق میں وارد ہے تو اس کا اہل مدینہ سے خصوصیت نہیں یا مدینہ کے قریب کے۔ شیخ احمد تحلانی نے فرمایا جو اس کے علاوہ اعتقاد رکھے تو اس نے اسلام کی رسی کو اپنے گلے سے نکالا اور اللہ اور اس کے رسول و علماء کے اجماع سے خلاف کیا اور بعض علماء نے وجوب کے قریب کہا ہے اور بعض نے واجب کہا ہے اور جمہور حنفیہ کے نزد بہترین مستحبات میں شمار کیا کہ یہ مستحبات ان کے نزد وجوب کے قریب ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر مبارک کی زیارت بہترین مستحبات میں سے ہے۔ مناسب فارسی و شرح المختار میں ہے کہ یہ وجوب کے قریب ہے اس شخص کے لئے جو مالدار ہو اور اسی کتاب میں ہے کہ حج اگر فرض ہو تو بہتر یہ ہے کہ حج پر شروع کی جائے پھر زیارت کریں اور اگر حج نفلی ہو تو اس کے لئے اختیار ہے۔ درمختار میں ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر مبارک کی زیارت کرنا مستحب ہے بلکہ بعض نے کہا ہے کہ یہ واجب ہے اس کے لئے جو طاقت رکھتا ہے اور شروع کریں حج پر اگر فرض ہو اور اس کے لئے اختیار ہے

اگر حج نفلی ہو۔ ٹمطاری شریف میں ہے کہ یہ واجبات کے قریب ہے۔

مناسک طرابلسی میں ہے کہ یہ واجب کو قریب ہے اس کے لئے جو طاقت رکھتا ہو۔

اگر فرضی حج ہو تو شروع کریں کیونکہ حج فرض ہے اور زیارت مستحب ہے اور اگر مدینہ سے حج شریف شروع کیا تو اسد کے لئے جائز ہے کہ زیارت پہلے کریں ابن جوزی جو کہ فن حدیث میں نقاد مشہور ہے اس نے الوفا میں خود ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میرے مرنے کے بعد یہ اس طرح ہے جیسا کہ جس نے میری زندگی میں زیارت کی اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی میری شفاعت اس کے لئے واجب ہوگئی۔ دار قطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ جو میری زیارت کے لئے آیا اس کی حاجت میری زیارت کے سوا کوئی اور نہ ہو تو اس کا مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔

اثار سلف صالحین

حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت مبارکہ کے لئے سفر اختیار کرنا مشہور کتب معتبرہ و سیر میں مذکور ہے۔ یہاں تک عبارت ہے منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال بعض عبارات کو بقدر حاجت چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ عین العلم میں ہے۔

مدینہ منورہ کو اسی حال میں جائے کہ زیادہ درود شریف پڑھے اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر کی زیارت کرلے اور صحابہ کرام و اہل بیت اطہار و تمام قبروں کی زیارت کرے اور ان کی مسجد میں نماز پڑھے اور وہاں کے کنوؤں سے تبرک حاصل کرنا اور وہاں خرچ کرنا اس میں گمان شک بھی نہیں کر سکتا حضور علیہ الصلواۃ والسلام و انبیاء اولیاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا مندرجہ بالا ثبوت کے بعد۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مال کے خرچ کرنے سے زیارت کی طرف جانا ہو سکتا ہے۔ اور مہیا کرنا توشہ و سواری کا جو سفر کے ساتھ تعلق رکھتا ہو پس ثابت ہوا کہ اس میں مال خرچ کرنا اور تبرک حاصل کرنا مدینہ کے کنوؤں سے حاصل کرنے کا جواز ثابت ہوا تو یہ بات ختم ہوگی جو اس گمراہ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ

خاص کئے ہیں ---- اور جو اس کا کرنے والا ہے غیراللہ کے لئے اس کی تکفیر کرنا اور یہ کہنے والا اس معاملہ میں ابن تیمیہ کا تابع ہے کہ اس نے دلیری کی اور یہ دعویٰ کیا کہ سفر کرنا حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت کی طرف حرام ہے اور اس میں نمازوں کا قصر بھی نہیں ہے اور سفر کرنے والا گناہ گار ہے اور اس میں اس نے بہت لمبا بحث کیا ہے کہ سننے والا بھی برداشت نہیں کرتا اور طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور اس کا برا کلام اس پر واپس ہوا یہاں تک اس نے تجاوز کیا جناب اقدس سے اس کے ہر کمال جو اس کے ساتھ خاص تھے اور اس بات کی بھی کوشش کی کہ جو عظمت و کمال کے منافی تھا وہ ثابت کیا جیسا کہ منتہی المتال میں ہے اور جو چراغ جلانا ہے قبور پر تو اس کی منع کی انتہا یہ ہے کہ وہ حرام ہو اور بہت سے فقہا نے نقل کئے ہیں کہ جو حاجت کے لے نہ ہو تو وہ حرام ہے اور جو حاجت کے لئے ہو تو وہ حرام نہیں ہے لیکن اللہ تعالی کے ساتھ اس نے کسی طرح خاص کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے ہے اور اگر دوسروں کے لئے کیا تو کفر و شرک ہے اور جو مجاور ہونا ہے تو ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مجاوری کرنا مکہ کی کراہت میں اختلاف ہے اور نہ کراہت میں پس اس نے ذکر کیا ہے کہ بعض شوافع اس پر ہے کہ مختار یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اس وقت کہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ حرام میں واقع نہ ہو جائے۔ اور یہ قول (عام) ابی یوسف و امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور امام ابو حنیفہ و امام مالک کراہت کے قول پر گئے ہیں۔ اور مدینہ منورہ کی مجاوری کرنا تو اس کی فضیلت صحیح احادیث بنویہ سے ثابت ہے اور صحابہ کے عمل و تابعین و مسلمانوں کے اماموں سے ثابت ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ کوئی صبر نہ کرے میری امت میں مدینہ کے ٹھکانے اور سختی میں مگر میں اس کا قیامت کے دن شفیع ہونگا۔ امام مسلم نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ پس وہ امر جس میں اماموں کا اختلاف ہے مکہ معظمہ کی عظمت میں اور وہ ثابت ہے مدینہ منورہ کے لئے احادیث صحیحہ سے جو خصائص مکہ مشرفہ کے حق نقل ہیں۔ عین العلم میں ہے اور مدینہ میں یعنی مستحب ہے اسی طرح یعنی مقیم ہونا اس میں ساتھ آداب کو ملحوظ بھی رکھے تو اس کے تکلیف پر صبر کے متعلق وارد ہے اور اگر اس میں مرجائے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس کی شفعت فرمائے گے اور قیامت کے دن اس پر گواہی دیں گے۔ ملا علی قاری نے کہا کہ زیارت کرنے وال مکرم بزرگوں میں شمار ہے پس وارد ہے کہ

اس کے تکالیف اور سختی پر صبر کرنے والے کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہونگا حضرت ابوھریرہ وابن عمر والی سعید رضی اللہ عنہم سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ جس کی طاقت ہو کہ وہ مدینہ پاک میں یہاں مریں پس وہ اس میں مریں کیونکہ اس میں کوئی نہیں مرتا بلکہ میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہونگا۔ ترمذی وابن ماجہ میں ابن عمر سے روایت ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

احیاء العلوم شریف میں ہے اگر اس کا رہنا مدینہ میں ممکن ہو ساتھ اس کے کہ وہ خدمت کے مراعت کو بجالائے تو اس رہنے والے کے لئے بڑا فضل ہے کہ وہ تکالیف اور سختی پر صبر کریں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کے لئے قیامت کے دن شفیع ہونگا تو مدینہ پاک کی مجاوری کے ثبوت میں کوئی شک نہیں۔ پس یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے اور دوسرے کے لئے یہی افعال بجالانا شرک ہے اور اس میں نبی اور ولی وخبیث وجنات اور سچے کی قبر وجھوٹے کی یہ تمام برابر ہے تو یہ اللہ تعالیٰ پر تہمت باندھنا ہے اور بے ادبی ہے۔ اور ادب کرنا گردونواح کا تو پس وہ احادیث کی کتابوں میں حرم مکہ کا باب نقل ہے یہ بات بہت کم ہوگی کہ اس نے حرم مدینہ کا باب نقل نہیں کیا ہو۔

اور صحیحین میں اس باب کے متعلق بہت سے احادیث ہیں اور صحابہ کرام وائمہ مذاہب سے بھی بہت کچھ مروی ہے۔ اگر چہ ان کا اختلاف احکام کے ترتیب میں ہے لیکن وہ ان کی تعظیم واکرام میں شک نہیں کرتے ہیں جیسا کہ تم نے اس سے قبل جانا جو میں نے عین العلم سے نقل کیا اور اس کی شرح ملا علی قاری کے۔ منتھی المقال میں ہے کہ مدینہ منورہ کی زمین تعظیم کی زیادہ حقدار ہے۔ جو عظمت اس زمین کو شامل ہے اور اس ے مشرف ہے (یعنی محمدؐ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مسجد آخری مساجد میں سے ہے اس سبب سے بھی جو شرف مسجد کی وجہ سے بھی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ اصلوتھ والسلام نے فرمایا کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتما المساجد ہے تو مسجدوں سے زیادہ حقدار آپ کی مسجد ہے کہ اس کی زیارت کی جائے اور اس کی طرف سفر کی جائے جب آپ کی مسجد کے لئے سفر کرنا مطلوب ہے تو آپ کے لئے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ مطلوب ہے اور اس کو شرک ٹھرانا حضور علیہ اصلوۃ والسلام کی مخالفت اور صحبہ کرام وتابعین ومجتھدین وتمام مسلمانوں کی تکفیر ہے۔

اب اس کے تمام پر لکڑی کھڑا کرنا یعنی جھنڈے گاڑنا قبر پر لگائے لکڑی کو ہلانا یا اس کی چادر اپنے آپ پر ڈالنا تو اس کے متعلق ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں اور اس کا کرنا اللہ کے سوا کے لئے تو یہ شرک ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ پر افترا ہے نہ اس کے جواز پر کلام ہے اور نہ عدم جواز پر اور نہ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہونے میں کچھ ذکر ہے۔

خیمہ کے متعلق اتنا عرض ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر خیمہ لگایا تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر پر خیمہ لگایا تھا اور محمد بن حنیفہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہا کی قبر پر خیمہ لگایا تھا۔ اور فاطمہ بنت حسین نے اپنے شوہر حسن ابن حسن کی قبر پر خیمہ لگایا تھا جو عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں مذکور ہے۔

قبر کے چومنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے بعض مکروہ کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مکروہ نہیں ہے۔ احیاء العلوم شریف میں ہے کہ کوشش کریں کہ مسجد میں پہلے نماز پڑھے اس سے پہلے کہ اس میں زیادتی کریں پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک کو آجائے تو اس کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو جائے اور یس ایسا ہوگا کہ قبلہ کی طرف پشت ہوگی اور قبر کی دیوار کی طرف منہ کرکے چار گز کے فاصلہ پر ستون سے جو قبر کی کونہ میں ہے اور قندیل سر کی طرف ہو جائے۔

اور یہ سنت طریقہ نہیں ہے کہ دیواروں کو چھوئے اور نہ کہ قبر کو چومے بلکہ دور کھڑا ہونا احترام کے زیادہ لائق ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ تقبیل صرف سنت نہیں ہے کراہت تو چھوڑو بات اس کے سنت اور نہ سنت میں ہے کہ اس کا کرنا سنت میں داخل نہیں ہے۔ اور قبر سے پیچھے جلنا رخصتی کے وقت اس کو ایک جماعت نے مکروہ جانا ہے جیسا کہ امام نووی نے ایضاح میں ذکر کیا ہے۔ اور دوسروں نے جائز مانا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مشائخ کرام نے اس کو مستحسن سمجھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ تعظیم کسی طرح اپنے لئے مخصوص کیا۔

اور دعا کرنا اللہ تعالیٰ سے زیارت کے وقت اپنے لئے اور مردہ کے لئے تو یہ طریقہ مسنونہ ہے۔ صحیح طریقہ سے جو کہ روز مرہ سے چلا آرہا ہے۔ مستحبی المقال میں ہے ابن ہمام نے فتح القدیر میں آداب

زیارت نبی کے باب میں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حاجات مانگے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو وسیلہ بنائیے اور بڑے مسائل واہم میں سے یہ ہے کہ اچھے خاتمہ اور مغفرت کے لئے دعا مانگے پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو شفاعت کا سوال پیش کریں پس یہ کہے کہ یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی دربار وسیلہ ٹھراتا ہوں کہ میں آپ کے دین وسنت پر مسلمان مرو۔ فتاویٰ ہندیہ میں اور جس نے سلام کہا وہ سلام بھی پیش کریں اور یہ کہے کہ السلام علیک یا رسول اللہ من فلاں بن فلاں یا رسول اللہ آپ پر فلان بن فلان کی طرف سے سلام ہو کہ وہ آپ کا سفارش پیش کرتے ہیں اپنے رب کی طرف آپ اس کی سفارش فرمایں اور تمام مسلمانوں کے لئے۔ پھر یہ بھی ہے پھر آدھے گز کے فاصلہ پر واپس ہوجائے پھر یہ کہے کہ اے حضور علیہا الصلوۃ والسلام کے پاس آرام فرمانے والے اور آپ کے ساتھ دینے والے ہم آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ کو بھی وسیلہ پیش کرتے ہیں حضور علیہ الہاا الصلوۃ والسلام کے لئے کہ وہ ہمارے لئے سفارش فرمادیں۔ اور ہمارے رب سے ہمارے لئے سوال فرما کہ وہ ہمارے کوشش کو قبول فرمائے۔

مواہب شریف میں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت ابی صاع سمان وہ مالک دار سے روایت کرتا ہے اس نے کہا کہ لوگوں پر قحط آیا پس ایک آدمی حضور علیہا الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک کو آیا پس کہا اس نے کہا یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے پانی مانگو کیونکہ وہ ہلاک ہوگئے پس خواب میں اس آدمی کو کہا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اس کو کہوں کہ لوگوں کے ساتھ استسقی کرو پس یہ سیراب ہوجائینگے۔ اس میں ہے کہ زیارت کرنے والے کو چاہیے کہ وہ زیادہ دعا مانگے یا عجزی اور فریاد وسفارش اور وسیلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیش کریں۔ اس میں تمام استغاثہ وسیلہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت ذکر ہیں۔

جیساکہ اس نے تبصرہ کی تحقیق میں ذکر کیا ہے اور مصباح الظلام میں ذکر ہے کہ ہر حال میں وسیلہ جائز ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدائش بری س قبل وبعد آپ کی حیات مبارکہ میں اور وفات پانے کے بعد برزخ میں اور قیامت کے دن یہ مختصر ذکر ہوا اور ہمارے لئے یہ کافی ہے لمبا ہونے کے در سے اتنا کافی ہے ایسا بعض رسالوں میں بھی ذکر ہے۔ اور بعض مبتدعات بدعتی کے جو تقیوتہ

الایمان میں ہے کہ اکثر لوگ انبیاء کرام اولیاء کرام وائمہ کرام و شہداء اور ملا ئکہ وجنات تکلیف کے وقت ندا کرتے ہیں یہ شرک ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مسلمان کی ندا سوا جنات کے وامداد طلب کرنے کے سوا نہیں اور یہ جائز ہے جیسا کہ حصن حصین میں ہے کہ اگر کسی سے کوئی جانور گم ہوجائے پس وہ ندا کریں کہ میرے امداد کرو اے اللہ کے بندو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کریں۔ اور اگر ارادہ امداد کا ہو پس یہ کہے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اور اس پر تجربہ ہوچکا ہے اور اس میں یہ بھی ہے اگر کسی کی ضرورت ہو پس وہ اچھی طرح وضو کریں اور دو رکعت نماز پڑھے پھر دعا مانگے اے اللہ میں تم سے سوال کرتا ہو اور آپ کی نبی کی وجاہت آپ کو پیش کرتا ہوں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی وجاہت اپنے رب کو اپنے اس حاجت میں پیش کرتا ہوں کہ وہ میرا حاجت پورا کریں یا اللہ حضور کی سفارش قبول فرما۔ اس سے یہ معلوم ہو کہ وہ شفاعت کرنے والے ہیں تو اس ندا کرنے والے کی ندا سے استعانت کی بدا کا جواز ثابت ہوا۔ فاضل قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے۔ بعض دلائل شفاعت کی ثبوت پر ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنے خاص لوگوں کے لئے اور مومنوں کے لئے گناہوں کی معافی مانگو۔ واستغفر لذنبک وللمومنین (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد گرامی ہے فماتنفعهم شفاعتہ الشافعین اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہو مومنوں کو فائدہ دیتا ہے اسی طرح ملائک کرام کی شفاعت بھی فائدہ دیتا ہے یہ ارشاد گرامی ہے یوم تقوم الروح والملائکتہ صفالا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا۔ (النباء) جس روز روح اور فرشتے پرے باندھ کر کھڑے ہونگے کوئی نہ بول سکے گا بجز اس کے جس کو رحمان اذن دے اور وہ ٹھیک بات کرے۔ اسی طرح علماء اور اولیاء شہداء وفقراء اور بچے اور جو صبر کرنے والے ہوں تکلیفوں پر کی شفاعت کی اثبات ہے۔ ہاں خبات پر استعانت جائز نہیں تو یہ بھی جائز نہیں کہ امداد کے لئے او کو ندا کی جائے۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ خبات پر استعانت جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مذمت اس سبب سے فرمائی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واند کان رجال منالانس یعوذون برجال منالجن فزادوهم رهقا (الجن) اور یہ کہ انسانوں میں سے چند مرد پناہ لینے لگے جنات میں سے چند مردوں کی پس انھوں نے نے بڑھادیا جنوں کے غرور کو۔ کہتے ہیں کہ جاہلیت میں کہ جب وہ

سرزمیں کسی وادی میں اترتے تو وہ کہتے کہ میں اس وادی کے سردار پر پناہ مانگتا ہوں کہ قوم کے بے وقوفوں کے شر سے تو وہ امن کے ساتھ رات گزارتے یہاں تک کہ صبح ہوجاتا تو انہوں نے زیادہ کی یعنی انسانوں نے جنات سے پناہ مانگنے میں غرور سرکشی و تکبر و شر کو۔ اور یہ اس لئے کہ وہ کہتے کہ ہم نے جن اور انسان کو بند کیا پس جن اپنے نفس میں تکبر کرتا اور ان کا کفر زیادہ ہوجاتا جب انسان ان کے ساتھ یہ معاملہ کرتا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویوم یحشرھم جمیعا یا مشر الجن قد استکثر تم من الانس وقال اولیاءھم من الانس ربنا استمتع بعضل ببعض (الانعام آیت ۱۲۸) اور جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ ان سب کو (اور فرمائے گا) اے جنوں کے گروہ! بہت گمراہ کیا تم نے انسانوں کو اور کہیں گے ان کے دوست انسانوں میں سے اے ہمارے رب! فائدہ اٹھایا ہم نے ایک دوسرے سے۔

پس انسانوں کی مدد طلب کرنا جنات سے اپنے حاجات کو پورا کرنے میں یہ اوامر میں سے اور اجنار مغیبات کی چیزوں میں سے۔ جنات کا امداد طلب کرنا انسانوں سے یہ خاص ان کی تعظیم کی بات تھی (کیونکہ جنات انسانوں سے ڈرتے کہ جب انسانوں نے جنات سے مدد طلب کرنا شروع کی تو جنات کا غرور زیادہ ہوگیا۔) اور انسان کے لئے عاجز ہوتا تھا۔

جب ہم تقویۃ الیمان کے اخترعات کے جوابات سے فارغ ہوئے یہ وہی تقویۃ الیماں ہے جس کو تخریب الایمان کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد ہم اربعین مسائل کے جواب شروع کرتے ہیں۔

مؤلف اربعین مسائل لکھتے ہیں "اسعانت اور استمداد اہل قبور سے جس طریقہ سے بھی ہو جائز نہیں۔ بعض رسائل میں ہے کہ علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ اس کلام میں تلبیس کے کئی اقسام ہیں اور تدلیس کے کئی اقسام بھی اس میں ہیں کہ شیخ کی عبارت سے دعویٰ ثابت کرنا اور اس کے کلام کے ایک حصہ پر اکتفا کرنا حالانکہ شیخ نے اس کتاب میں استمداد ثابت کی ہے۔ اور منکر کی قباحت ذکر کیا ہے اور اس نے کلام کو لمبا کیا ہے اور ان کی ناک کو گرد آلود کیا ہے جو انھوں نے زیارت قبور میں مختصر بحث کیا ہے اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب الجہاد کے باب الاسراء میں فیصلہ کیا ہے اور اس میں کہا ہے۔

واما الاستمداد باهل القبور قدانکرہ بعض الفقہاء فان کان الانکار من جھتہ انہ الاسماع لھم ولاعلم ولا شعور باکزائر واحوالہ فقد ثبت بطلانہ وان کان بسبب انہ لاقدرتہ لھم ولاعلم ولاشعور بالزائر واحوالہ فقد ثبت بطلانہ۔

امداد طلب کرنا اہل قبور سے پس بعض فقہاء (المترلہ) نے انکار کیا ہے ان کا انکار اس جہت سے ہے کہ نہ وہ سنتے ہیں اور نہ ان کے لئے علم وشعور ہے زیارت کرنے والے کے ساتھ اور اس کے حال سے تو اس کا بطلان ثابت ہے اگر اس سبب سے کہے کہ ان کے لئے قدرت نہیں اور نہ علم وشعور ہے کہ زیارت کرنے والے کے ساتھ اور اس کے حال سے تو اس کا بطلان بھی ثابت ہے۔

اور وہ اس جگہ تصرف نہیں کرسکتے قیامت تک بلکہ وہ بند ہیں اور وہ اس میں مشغول ہیں جو ان کے نفسوں پر تکلیف ہو وہ اس کے سوا نہیں دیکھتے تو یہی بات ہم کلی طور سے متقین کے لئے نہیں دیکھتے جو اولیاء کرام ہیں یہ ممکن ہے کہ ان کی ارواح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب برزخ میں اور مرتبہ وقدرت شفاعت پر ودعاء زیارت کرنے اور متوسیلین والے کی طلب حاجات حاصل ہو جیساکہ قیامت کے دن ان کو حاصل ہیں۔

اور جو دلیل نفی (کے ول لاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ) پس بیضاوی شریف نے تفسیر کے ہے اس قول تعالیٰ کے والمدبرات امرا ای بصفات النفوس الفاضلتہ حالہ المفارقتہ فانھا تنزع من ا لابدان غرقا ای ظاہرا شدید' من اغراق الفازع فی لنفوس فتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ الی خطائر القدس فیصیوبشرفھا وقوتھامن المدبرات "قسم ہے اس پر جو کام کے تدبیر کرنے والے ہیں یعنی نفوس فاضلہ کی صفات پر جو بدن سے جدا ہوتی ہیں کیونکہ یہ روح بدنوں سے نکلتے ہے ظاہراسنوت جو نفوس میں ڈالے جاتے ہیں تو وہ عالم ملکوت کی طرف چلتی ہے اور اس میں وہ تسبیح کہتی ہیں اللہ تعالیٰ سے جو حصہ ملتا ہے تو وہ اس سے مشرف ہوتی ہیں اور کاموں کے تدبیر کی طاقت سے"۔ پس میں نہیں جانتا کہ استمداد اور امداد سے کیا مراد ہے جو انکار کرنے والا انکار کرتا ہے اور جو ہم جانتے ہیں کہ دعا مانگنے والا' اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج اللہ سے دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا جو وہ محتاج ہوتا ہے وہ مانگتا ہے۔ اور اس مکرم ومحبوب بندہ کے وسیلہ سے جو اللہ کے ہاں اس کا رتبہ ہے اور وہ

کہتا ہے اے اللہ کے بندہ! اور اے اللہ کے ولی میری لئے شفاعت فرما اور اپنے رب سے میرے لئے دعا مانگ اور اس سے سوال کر کہ جو سوال ہے وہ میری حاجت پورا کردیں سوال جس سے کیا جائے اور جس سے امید رکھی جائے وہ اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اس کے درمیان وسیلہ ہے اور اللہ کے سوا کوئی قادر اور فاعل نہیں ہے اور اولیاء کرام فنا ہونے والے اور ہلاک ہونے والے ہیں اپنے کام وقدرت وشوکت میں ان کے لئے (رکوحیت میں) نہ قدرت اور تصرف اب ہیں اور نہ اس وقت جب زندہ تھے دنیا میں کیونکہ ان کی صفات "فنا اور ہلاک" ہیں پس یہ نہیں مگر شرک ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے مخلوق کی طرف متوجہ ہونا جیسا کہ منکر نے گمان کیا ہے کہ وہ توسل اور دعاء کے طلب کرنے صالحین سے اللہ تعالیٰ کے بندے اور اولیاء سے ان کے زندگی میں اس طرح منع نہیں ہے کیونکہ یہ مستحب ہے اور دین میں جائز ہے اور اگر اس نے گمان کیا کہ یہ معزول ہوگئے ہیں اور ان سے وہ حالت وکرامت لیا گیا جو ان کے لئے زندگی میں تھا تو اس پر ان کے لئے کونسی دلیل ہے یا وہ اس پر وہ مشغول ہیں جو ان کو پیش کیا جائے آفات سے مرنے کے بعد پس یہ کلی نہیں اور اس کی دوام واستمرار پر کوئی دلیل نہیں قیامت تک اس کے لئے یہ مسئلہ کلیہ نہیں ہے اور اور استمداد کا فائدہ عام ہے بلکہ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کینچنے والے ہو عالم قدس کو اور وہ اللہ تعالیٰ کے حصور میں مستہلک ہے اس وجہ سے کہ اس کے لئے کوئی شعور نہیں ہے اور عالم دنیا کی طرف متوجہ ہونا اور اس میں تصرف وتدبیر کرنا جیسا کہ مخبروں مشائخ لوگوں کے احوال کے اختلاف سے پایا جاتا ہے۔ اور مطلق نفی کرنا اور کلی طور پر اس سے انکار کرنا اس پر کوئی ہرگز دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلائل قائم ہیں ہاں اگر زیارت کرنے ولاے اس بات کے معتقد ہو کہ اہل قبور تصرف کرتے ہیں (الوحیت کی طرح) اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ قدرت رکھنے والے ہیں جیسا کہ عوام غافل اور جاھل معتقد ہوتے ہیں یا اس کے علاوہ دوسرے حرکات کرتے ہو قبور کو چومنا اور اس کو سجدہ کرنا اور اس کی طرف نماز پڑھنا اور وہ افعال جس سے منع ثابت ہو تو اس سے عوام کو منع کیا جائے اور ان کو ڈرایا جائے اور عوام کا فعل معتبر ہرگز نہیں پس وہ بحث سے خارج ہے۔

اور یہ ہرگز نہ ہو سکتا کہ شریعت کے عالم میں سے یا جو احکام دین کو جانتا ہو اور وہ اس کا معتقد ہو اور ایسا کام کرے۔ اور جو مکاشفین مشائخ سے منقول ہیں ان کی ارواح کاملہ سے استمداد اور ان سے فائدہ

حاصل کرنا تو حصر مذکور سے خارج ہے ان کی کتب میں اور ان میں وہ مشہور ہیں اس کوئی حاجت نہیں کہ ہم اسی کو ذکر کریں اور شاید منکر متعصب کو ان کی کلمات نفع نہ دیں ہم اللہ تعالیٰ سے بچنے کی دعا مانگتے ہیں ہاں احادیث میں مروی ہے کہ مردوں پر سلام کہنا اور ان کے لیے استغفار مانگنا اور قرآن شریف پڑھنا لیکن اس میں استمداد منع نہیں ہیں پس زیارت اور امداد دونوں زیارت کرنے والے کے حال پر منحصر ہے پھر جاننا چاہیے کہ خلاف انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہے کیونکہ وہ حقیقی دیناوی زندگی کی طرح زندہ ہیں علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ پس ہم اپنے کلام کو لمبا کیا اس مقام پر منکرین کی ناک گرد آلود ہو کہ ہمارے زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہوا کہ اولیاء کرام کی استمداد سے انکار کرتا ہے وہی اولیاء کرام جو اس دارفانی سے دار باقی کو منتقل ہوگئے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں لیکن یہ فرقہ والے لوگ نہیں جانتے اور جو ان کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں ان کو مشرکین کہتے ہیں جیسا کہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور وہ وہی بات کہتے ہیں جس پر ان کو علم بھی نہیں یہ انکل پر ہیں۔ یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوے رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت تھی جو نقل کی گئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مؤلف مسائل اربعین نے دوسری کتاب لکھی ہے اس کا نام مائتہ مسائل رکھا ہے اور اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کی بابت اس نے فقہاء کی عبارات نقل کی ہے۔ تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو اس نے مائتہ مسائل میں کہا ہے وہ حق نہیں اگرچہ مائتہ مسائل میں حکایت وخبر مذکور ہے تو اخبار کے نسخ کو چھوڑا ہوا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس شیخ کے کلام سے استناد کیا ہے اور اس نقل کے بعد اس نے اس کے سند کے تردید اور ملاوٹ کیا ہے جو شیخ کے خلاف ہے اس بحث میں۔ یعنی بے شک مبتدع انبیاء علیہم السلام سے استمداد کے منع پر استدلال کرتا ہے کہ ان کی حیات برزخ میں ہے اور وہ دنیاوی حیات کے مثل نہیں اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم اسلام کو دنیوی حقیقی حیات حاصل ہے اور اس پر اتفاق ہے۔ شرح مسند میں تفسیر کی ہے آپ نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم اسلام حیات حسی دنیاوی سے موصوف ہیں پس آپ کی حیات شہدا کی حیات سے زیادہ ہے کیونکہ ان کی حیات معنوی اخروی ہے اور اس مسئلہ میں علماء امت کا کسی کا اختلاف نہیں۔

چوتھا بحث

صاحب اربعین مسائل کا استدلال مجمع البحار سے ہے پس اس میں مغائر ہے محل نزاع میں کیونکہ استمداد اور استعانت جس میں کلام ہے جس کے متعلق المبتدع (یعنی صاحب اربعین مسائل) نے مائتہ مسائل میں کہا ہے کہ اگر کوئی کہے یا رسول اللہ یا ولی اللہ میری شفاعت کیجئے اور اپنے رب سے دعا کیجئے اور اللہ سے سوال کیجئے کہ وہ میرا سوال پورا کریں اور ظاہر یہ صاحب مجمع البحار نے اس کا منع نہیں کیا ہے کیونکہ وہ ممکن نہیں اللہ سے پس میرے لئے اللہ کے لئے حق ہے کہ اس سے مانگو۔ اور وہ جو صاحب مجمع البحار نے منع کیا ہے ایسا تو شیخ محقق نے بھی منع کیا ہے اس قول پر کہ ہاں اگر زیارت کرنے والے اعتقاد کریں (ان کے الوہت کا) آخر تک بھی یہی بات ہے اور جو مجمع البحار میں ہے یہ قول کہ جس نے نیک آدمی کے قرب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کا اسے اس کے روح کے ظاہر کا ارادہ ہو یا عبادت کا اثر اس کو پہنچتا ہو کہ اس کی توجہ کے لئے اس قسم کے اور تعظیم اس کا ہو پس اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جو شیخ کے کلام کو دیکھے تو ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور جو ہم نے ذکر کیا یہ صاحب اربعین کی تلبیس ہے جو عبارت لغوی سے وہ مطلب لیتا ہے اور حدیث ابن عباسؓ سے تکمیل الایمان میں ہے کہ استعانت اور استداد میں بعض فقہا کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ انبیا علیہم الاسلام کے علاوہ دوسروں کی قبور کی زیارت برائے عبرت اور موت کو یاد کرنے کے لئے ہے یا ان کو نفع پہنچانا اور ان کے لئے استغفار مانگنے کے لئے ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی فعل سے ثابت ہے وہ بقیع کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتا یہ احادیث صحت کو پہنچی ہوئی ہیں اور مشائخ صوفیہ کہتے ہیں کہ تصرف بعض اولیاء کو عالم برزخ میں قائم اور باقی ہے اور ان کی ارواح مقدس کو وسیلہ اور ان سے استمداد ثابتے اور موثر بھی ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس سے زندگی میں تبرک اور وسیلہ کیا جاتا ہے مرنے کے بعد بھی کر سکتا ہے اور یہ بات دلیل کے مواقف ہے کیونکہ روح کا باقی ہونا مرنے کے بعد احادیث و اجماع علماء سے ثابت ہے اور متصرف زندگی میں اور مرنے کے بعد روح ہے نہ کہ بدن اور

متصرف حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور ولایت فنا فی اللہ عبارت ہے اور اس سے باقی ہونا بھی ہے اور یہ نسبت مرنے کے بعد بہت کامل اور پورا ہوتا ہے اور ارباب کشف و تحقیق روح کے مقابل زیارت کرنے والا ہوتا ہے اور یہ موجب لمحات کی شعاع و انوار و اسرار ہوتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے اور طالبوں کو ارشاد کرتے ہیں۔ اور منکروں کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ مشائخ میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے چار اولیاء کرام کو دیکھے کہ وہ زندگی کی طرح اپنی قبور میں تصرف کرتے ہیں یا اس سے زیادہ ان میں سے شیخ معروف کرخی اور شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں اور دو دوسرے اولیاء کرام ہیں۔ منتہی المقال میں ہے کہ نفع زیارت کرنے والے کو اولیاء کرام و صلحا کی قبور سے ثابت ہے اور زیادہ فیوض کا حصول ارواح مقدسہ سے اس میں انکار کی کوئی جگہ نہیں اور صوفیاء کرام کے نزد بمنزلہ مشاہدات و محسوسات پائیں اور اس میں آثار عجیبہ اور بہت سی منافع دیکھے ہیں اور قبور سے نفع اور مقدس مقبرہ کو زیارت کرنے میں راز یہ ہے کہ نفس کے لئے دو قسم علاقہ بدن کے ساتھ حاصل ہے ایک صورت شخصیہ کی جہت سے جو بدن کے ساتھ مخصوص ہے اور مدت سے یہ تعلق خواہ مخواہ ختم ہوتا ہے اور دوسری قسم مادہ محفوظہ کی جہت سے اس آدمی کا ہر صورت میں ہو خواہ بدن سے ہو یا مٹی سے یہ علاقہ مدت سے باطل نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تعلق باقی ہے پس نفس بدن سے جدا ہونے کے متوجہ و متوقع مادہ بدینہ کے ہوتا ہے اور مقدمہ جو مشہور ہے کہ اس نے سفر کیا ہے کہ وہ اپنے گھر و منزل کو یاد کرتا ہے پس ہر وقت مومن کی نفس مورد اشرافات کا آئینہ اور فیوضات ربانیہ ہو جاتا ہے پس نفس زیارت کرنے والے بلکہ ہر وقت تمام توجہ سے زیارت قبر میں حاضر ہوتا ہے اور یہ حضور مرقد اور محبت وہ خواہ مخواہ جانتا ہے نفس زیارت کرنیوالے پر تو ہو جاتا ہے اور اپنے استعداد سے وہ فائدہ حاصل کرتا ہے اور متکلمین نے دوسرے دلائل عقلیہ سے اس کو ثابت کیا ہے امام فخرالدین رازی کہتا ہے جس وقت زیارت کرنے والا قبور کے قریب جاتا ہے اس کی نفس کو حاصل ہوتا ہے تعلق خاص قبر کے ساتھ چنانچہ نفس صاحبہ قبر کو بھی تعلق اس کے نفس کے ساتھ ہو جاتا ہے پس ان دو اسباب سے تعلق حاصل ہوتا ہے مقابلہ معنوی اور علاقہ خاص اگر جس کی زیارت کی جائے اس کی نفس قوی ہو تو نفس زیارت کرنے والا مستفیض ہو جاتا ہے اور علامہ تفتازانی

نے کہا ہے کہ زیارت قبور کرنے والے کو نفع حاصل ہوتا ہے کہ نفس مفارق کو اس کی طرف تعلق ہوتا ہے بدن کے ساتھ اور اس قبر کے ساتھ جس میں وہ دفن ہوچکا ہو پس جس وقت زیارت کرنے والا اس قبر کے ساتھ جس میں وہ دفن ہوچکا ہو پس جس وقت زیارت کرنے والا اس قبر کی طرف متوجہ ہوتا ہے نفس میت کی طرف پس ان دو نفسوں کے درمیان ملاقات اور اضافات حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔

جب ہم صاحب اربعین مسائل کی جوابات سے فارغ ہوئے تو ہم شروع کرتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کو عجز اور جہل سے متصف کہا ہے۔

اس کا یہ قول کہ ممکنات سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عجز اور جہل کی صفت سے موصوف ہونا پس یہ قول اس کا باطل ہے اور کفر ہے اس پر جمہور علماء اسلام نے تصریح کی ہے کہ اعتقادیات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے نقص کی صفات سے اور یہ عقیدہ تمام مخلوقات پر فرض ہے اور یہ محال ہے کہ اس پر اجماع ہے اور جس نے اس میں وہم اور اطلاق کیا ہے نقص کا تو اس کی گمراہی ہے اور علم کے بعد اس پر اطلاق کرنا اقتضاء النقص کے یہ اس کی اہانت اور کفر ہے بالاتفاق۔ امام ابن ہمام نے مسائرہ میں کہا ہے کہ صفات نقص محال ہے جیسا کہ جہل ہوا یا جھوٹ اور شرح ابن ابی شریف میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان صفات سے بھی پاک ہے کہ اس میں کمال نہ ہو۔ کیونکہ ہر وہ صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جن میں کمال ہے اور اس میں اشعریہ کو بھی خلاف نہیں ہے کہ ہر وہ وصف جو بندوں کے حق میں نقصان ہے پس اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے اور جھوٹ یہ نقص کا وصف ہے بندوں کے حق میں۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی وصف کی جو اس کے شان کے لائق نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی اسم کا مسخرہ کیا یا اللہ تعالیٰ کے اوامر میں سے کسی امر کے یا اس کے وعدہ کے وہ منکر ہوا یا وعید کے وہ کافر ہوجاتا ہے تکمیل الایمان میں ہے حاصل جملہ یہ ہے کہ ہر جو جنس بقا و کمال سے ہو اس کے لئے ثابت ہے اور جو نشان نقص و زوال کا ہو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ بالجملہ دعویٰ امکان انصاف عزوجل جھوٹ وغیرہ سے تو یہ دین کی بنیاد کو منہدم کرنے والا

ہے اور مسلمانوں کی اجماع کو پھاڑنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہتک کرنے والا ہے اس طرح اس کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ اس کی قدرت سے ہے۔ شرح عقائد جلالیہ میں ہے کہ جھوٹ نقص ہے تو وہ ممکنات سے نہیں تو قدرت کو وہ شامل نہیں ہو سکتا اور استدلال اس سے کہ انسان کی قدرت زیادہ ہوتی ہے قدرت الہیہ پر تو یہ انتہائی بغاوت اور گمراہی ہے کیونکہ قدرت ربانی مخلوق ممکنات پر اس کی قدرت ہے اور انسانی اعمال کسب پر قدرت رکھتا ہے تو ان دونوں باتوں میں بہت بعد ہے تو اس میں زیادت اور نقصان کہاں سے آیا۔

اور اس استدلال میں گمراہی اور طغیانی کی اقسام میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور ایمان کا حصہ دیا ہو اس پر یہ بات ثابت ہے اور جو عام قدرت اس نے ذکر کیا ہے اور اسپر وہ گمراہ مغرور ہے اور یہ ایک ذریعہ گمراہی کا ہے ہم اس کو ذکر کرتے ہیں۔ اس میں انہوں نے کہا ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دے اور اس کے تعابع کرنے والے کو۔

ازھری نے شرح جوھرہ میں کہا ہے جان لو اگر محالات اور واجبات پر عدم تعلق قدرت ہو بے شک وہ ان دو کے عدم قابلیت ان کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہے نہ کہ ہر قسم کے تو یہ لازم نہیں کہ عدم تعلق سے قصور ہو اور جو ابن حزم سے نقل ہے اس نے ملل والنحل میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ ولد کو پکڑے اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو وہ عاجز ہوگا یہ اس کا وہم ہے کیونکہ قصور اس وقت ہوتا ہے کہ اگر عجز کسی گوشہ قدرت سے آجائے کہ شئی کا جو اس کے ساتھ تعلق ہو۔ اور جو عدم تعلق ہو کسی شی کا تو یہ خارج از بحث ہے جس مقدور سے تو البتہ عدم تعلق سے قصور نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تعلق قصور کی طرف لے جاتا ہے البتہ اس کے نہ کرنے میں پھر قصور آتا ہے۔ اور جب علامہ شبراملی سے کسی نے پوچھا اس آدمی کے متعلق کہ وہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ قادر نہیں کہ اس کو اپنے ملک سے نکالے کیا وہ اس پر کافر ہوتا ہے یا نہ؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس قول سے وہ کافر نہیں ہوا کیونکہ اپنے ملک سے نکالنا یہ تقضا کرتا ہے کہ اس کو اپنے ملک سے نکالے اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ کا تعلق اس کے ساتھ نہ ہو تو وہ محال ہے اور قدرت محال کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ کنزالفوائد میں ہے کہ واجب

کو نکالنا اور محال تو ان دونوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یعنی قدرت اور ارادہ ان دو کے ساتھ کیونکہ یہ دو اثر کرنے والی صفات ہیں اور بعض اس سے یہ ہے کہ اثر کا وجود عدم کے بعد تو وہ عدم کو ہرگز قبول نہیں کرتا جیسا کہ واجب ہے نہیں ہے اثر ان دونوں کے لئے کیونکہ لازم نہ ہو جائے حاصل کی تحصیل ہونا اور وہ جو وجود کو قبول نہیں کرتا جیسا کہ صحال میں اثر ممکن نہیں اگر اس کو ممکن مانا جائے تو حقیقت کو الٹا کرنا پھر جائز ہوگا۔ اور ان میں سے ہر ایک محال ہیں۔ پس اسی جگہ عدم تعلق ان دونوں سے ہرگز قصور نہیں ہوتا بلکہ قصور تعلق میں ہے جب کہ اس پر لازم ہوتا ہے تعلق سے پس اسی جگہ جائز ہے کہ ان کی نفسوں سے عدم تعلق اور ذات عالیہ سے اعدام اور الوہیت کا اثبات تو حوادث کو قبول نہیں کرتا اور سلب کرنا ان صفات کا جو وہ مستحق ہو پس کون سا قصور اور فساد ہے اور بڑا نقص اس سے اور یہ تقدیر بڑے تخلیط کی طرف راجع ہے اور جسم کے خرابی کے باقی نہیں رہتا عقل اور نہ نقل نہ ایمان اور نہ کفر اور بعض بدبخت مبتدعین میں سے قصداً" یہ کہتے ہیں اور تصریح کرتے ہیں اس کی نقیض پر اور بالجملہ کسی سے پوشیدہ نہیں اس پر جس کو کتب عقائد کے ساتھ معلومات ہو کہ اہل سنت اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور وہ صفات جس سے عجز لازم ہو وہ محال ہے۔ اہل سنت نے اس شخص کے کفر کی تصریح کی ہے جس نے عجز سے اللہ تعالیٰ کو موصوف مانا جیسا کہ کنز میں لکھا ہے۔ اور وہ استدلال کرتے ہیں کہ وہ عقائد رکھنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو اور جو نقص ہو وہ محال ہے۔ اور جو اس کا یہ قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا امکان ہو سکتا ہے پس امام ابو فضل تورپشتی نے اپنی کتاب معتمد فی المعتقد میں تصریح کی ہے کہ یہ کفر ہے کہ جس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کے امکان ہو سکتا ہے۔ اور ایمان کی فضیلت بیان کی کہ حضور خاتم النبیین اور معنی ختم نبوت کی تحقیق کی ہے اور اس بحث کو لمبا کیا ہے۔ علامہ نابلسی نے کہا کہ ان کا مذہب فاسد ہے۔ بیان کا احتیاج نہیں کیونکہ عینی شہادت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی دوسرے نبی کا ہونا جائز کی طرف راجع ہے۔ اور یہ قرآن مقدس کی تکذیب کو مستلزم ہے۔ اور قرآن کی نص ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں اور آخر المرسلین ہیں اور احادیث نبویہ میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی

نہیں اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر باقی ہے اور یہ ان مسائل میں سے ہے کہ ہم نے فلاسفہ کو اسی سبب سے کافر کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو (ایسے فلاسفروں پر) ایسی دوسرے رسالوں میں بھی ہے۔ تفسیر احمدی میں ہے میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جو ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ اللہ کا قول ہے اذا خذ اللہ المیثاق الا یۃ ہمارے نبی صلی اللہ کی فضیلت کی تصریح ہے اس قول میں کیونکہ مضمون اس پر دلال ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب اور شریعت دوں گا۔ اس شرط طرکہ اگر آپ کے بعد آخر زمانہ میں آپ کے پاس نبی آجائے جس پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے جو تمہارے کتابوں کی تصدیق ہے جو کتاب و حکمت ہے تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اگر وہ تمہارے زمانہ میں ظاہر ہوجائے۔ خاتم النبیین وہ نبی ہوتا ہے جو سب سے آخر ہو وہ سلسلہ اس پر ختم ہو یا اس پر ختم ہوجائے عاصم کی قراۃ پر زبر ہے۔ اگر اس کا بالغ لڑکا ہوتا کہ یہ مرتبہ اس کا ہو سکتا کہ وہ نبی ہوتا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم کے حق میں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا اور اس سے نزول عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی قدح نہیں آسکتا۔

کیونکہ جب وہ آجائے تو حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے دہن پر ہوگا تو خاتم النبیین کا مراد یہ ہے کہ وہ آخر نبی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

جان لو کون مستحق ہے کہ اس پر نبوۃ ختم ہو اور اس کی شان کیسی چاہی (بیضاوی) کو ایکن رسول اللہ و خاتم النبیین پس نہیں ہو سکتا اس کے لئے کسی اومی کا بیٹا اس کے بعد کہ وہ نبی ہو اور دوسری قراۃ میں تا کا زبر ہے جیسا کہ ختم کرنے کا الہ کہ اس پر ختم ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اس پر کہ اس کے بعد نبی نہیں ہے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوجائے۔ اس کی شریعت پر حکم کرے گا (جلالین)

و خاتم النبیین اللہ تعالیٰ نے نے اس پر انبیاء ختم کئے ہیں اس سے قبل نہیں ہوگتا آپ کے بعد (ابن عباس) تفسیر احمدی میں ہے و خاتم النبیین کے تحت یعنی آپ کے بعد کوئی نبی ہرگز مبعوث نہیں

فرمائے گا اور جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو آپ کی شریعت پر عمل کریں گے اور وہ آپ کا خلیفہ ہوگا اور وہ اپنے شریعت پر حکم نہیں کریں گے اور اگر آپ سے قبل نبی ہو اور اگر آپ کے بالغ لڑکا ہوتا تو وہ سب سے پہلے نبوت کا مستحق تھا جیسا کہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے ابراہیمؓ کی وفات کے وقت فرمایا اگر وہ زندہ ہوتا تو نبی ہوتا یا آیت مذکورہ کی تفسیر ہے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلواۃ والسلام پر نبوت ختم کی ہے (تفسیر احمدی) اور وہی بات جو کہی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہے یہ خلق اور ایجاد الٰہی کے اعتبار سے ہے اس معنی پر کہ اللہ تعالیٰ پید کرنے اور نبوۃ کی ایجاد میں پورا ہے اور تمام انبیا علیہم اسلام کی نبی علیہ السلام پر خاتم النبین میں یہ نہیں کہ قدرت کے لئے اعتبار اسی معنی پر کہ قدرت الہیہ کے لئے باقی نہیں کہ کسی کو نبی بنائے اور کسی کو نبی بنانے سے وہ عاجز ہے بلکہ نبی بنانے میں یہ ممکنات سے ہے کہ وہ قدرت رکھنے والا ہے اور منع ہے اس پر قیاس کرنا ایجاد پر اور یہ تمسک کیا جاتا ہے جو تفسیر مظہری میں ہے ولکن رسول اللہ خاتم النبیین یہاں تک کہ اس کے بعد نبی نہیں ہے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر میں سلسلہ نبوت ختم نہ کرتا تو آپ کا بیٹا نبی بناتا۔ عطا سے روایت ہے وہ ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جب حکم دیا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہے تو آپ کو لڑکا (بالغ) نہیں دیا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیمؓ کے متعلق جس وقت وہ فوت ہوگیا اگر وہ زندہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا اس میں کوئی قدح نہیں ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول آپ کے بعد کیونکہ جب وہ اترے تو وہ آپ کی شریعت پر ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ اسلام سے قبل نبی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا ہے جو نبی پہلے تھے وہ باقی ہیں تو یہ ختم نبوت کو منافی نہیں ہے اس لئے پہلی حدیث سے جو مفہوم لیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو معلق رکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا نبی ہوتا تو اس سے سلسلہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوتا اور تیسری حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حیات پر موقوف کیا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ موت اور حیات یہ دونوں ممکنات

سے ہے اور ختم وعدم ختم یہ مختارات سے ہے اور فعل اختیاری اور امر اختیاری کے ساتھ موقوف کرنا یہ ممکنات سے ہے اور یہ ممتنع بالذات نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ منافی نہیں اختیار کے لئے یہ جو کہا گیا تو یہ جمہور کے خلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کو جائز ماننا تو یہ قرآن مقدس کی تکذیب کو مستلزم ہے اور اجماع امت کی تکذیب کو اس کلام کے بقا پر اور خاتم النبیین اپنے حال پر جیسا کہ ہم نے بیان کیا اس سے قبل تفصیل کے ساتھ اس کو سمجھو۔

اس (گمراہ) کا یہ قول کہ عام مسلمانوں کے ساتھ حضور علیہ التحیہ والثنا برابر ہے علامہ خفاجی رحمتہ اللہ علیہ شرح شفاء میں لکھتے ہیں کہ جس نے ادب کو چھوڑ دیا جو پوشیدہ نہیں' حاشا کہ جو مسلمان بھی ہو یا مسلمانی کا ذوق بھی ہو اور وہ اس بات پر راضی ہو کیونکہ یہی بات کفر ہے۔ ملا علی قاری قاضی عیاض کے اس قول کہ وہ خصوصیات جو مخلوق میں حضور علیہ السلام سے قبل کسی میں نہیں تھیں کے تحت لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے وجود مبارک کے مثل ہونا بعد میں بھی محال یعنی ناممکن ہے اور جو جواز کے قائل ہے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس کے متعلق شرح طریقہ محمدیہ میں ہے کہ جو بعض کرامیہ سے نقل ہے کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے یہ کفر و گمراہی ہے۔

کنزالفوائد میں ہے کہ ولی نبی کی طرح اپنے درجہ ولایت میں ہے اور ولی کو نبی پر فضیلت نہیں دی جاتی۔ جیسا کہ کرامیہ فرقہ نے کہا یا کہ بعض بے دین صوفیا میں سے کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے اور برے خاتمہ سے امن میں ہوتا ہے۔ اور وحی سے مکرم ہوتا ہے اور ملائک کے دیکھنے سے 'احکام کی تبلیغ میں مامور ہوتا ہے۔ اور لوگوں کو ارشاد میں صاف کمالات سے متصف ہونے کے بعد جو ولی سے اس سے منصف نہیں ہوتا یہ اس دریا کا ایک قطرہ ہوتا ہے اور یہ تمام صوفیاء کرام اور اہلسنت کا ہے یہاں تک ان کے اکابر نے کہا ہے کہ ایک نبی تمام اولیاء سے اللہ کے نزدیک افضل ہوتا ہے اور جس نے ولی کو نبی پر فضیلت دی تو اس کے لئے ڈر ہے کہ وہ لھولعب میں کافر ہوا ہے۔ علامہ نابلسی نے مطالب میں لکھا ہے کہ جو ہر مکلف پر فرض ہے انبیاء و رسل کے متعلق مخلوق کے انتہائے کمال کی صفات سے وہ متصف ہوتے ہیں اور یہی معرفت ہے۔ اخلاق رزائل و نقائص ان کے لئے محال ہے۔ وہ بشری اخلاق جس میں

نہ کمال ہو اور نہ نقص ہو وہ ان کے لئے ماننا جائز ہے۔ اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء علیہم السلام تمام مخلوقات سے صفات کمالیہ سے ممتاز ہیں ان کے درجات کے ترتیب سے اور ایسا عقیدہ رکھے کہ مخلوقات میں کسی میں کوئی نقص ہو اور وہ نقص ان کے حق میں جائز رکھے۔ جیسا کہ بعض رسائل میں یہ بات لکھی ہے ملا علی قادری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم من حیثیت نبی ہے انبیاء میں سے اور یہ تمام کفر سے معصوم ہیں۔ ابتداء میں بھی اور انتہا میں بھی۔ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ایمان کے آخری درجہ پر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اور جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اولیاء اور علما و اصفیاء ہیں تو ہم ان کو ایمان پر مرنے کا حتماً" فیصلہ نہیں کرسکتے اگرچہ ان سے خوارق عادات و ان کی حالات کمالات سے اور قسما قسم طاعات سرزد ہو جائے کیونکہ ان کے کام لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ پس اس وجہ سے عشرہ مبشرہ یا ان جیسے حالات کے بدلنے پر خوف زدہ تھے اور برے انجام سے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی ولی بھی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام خاتمہ کے ڈر سے امن اور گناہوں سے وہ معصوم ہوتے ہیں ان کی عزت وحی سے کی جاتی ہے یہاں تک کہ خواب اور ملائیک کے دیکھنے میں بھی ان کی عزت کی جاتی ہے وہ احکام کی تبلیغ میں اور لوگوں کو ارشاد پہنچانے پر مامور ہوتے ہیں تو وہ اولیاء کرام کے کمالات سے بھی وہ اعلیٰ درجوں پر متصف ہوتے ہیں۔ پس جاننا چاہئے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے عام مومنوں سے مساوات نہیں ہے اور جو مساوات کا قابل ہو تو وہ بہت بڑا گمراہ (کافر) ہے۔ تفسیر احمدی میں ہے "حق بات یہ ہے کہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صغیرہ نہ اور نہ کبیرہ گناہ کے مرتکب تھے ایک وقت کے لئے بھی وحی سے قبل یا بعد جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں ذکر کیا ہے۔ تو قائل کو یہ بات کہاں ثقلین سے آئی کہ وہ دوسرے لوگوں کے قریب یا برابر ہے۔ یا اس سے افضل ہے۔ پس اس کو جاننا چاہئے اور صراط مستقیم پر قائم رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی عصمت کے متعلق وہی بات حق ہے جس کو امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نہ وہ

ہرگز صغیرہ اور نہ کبیرہ کے مرتکب تھے اور جو اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم الا یۃ یا اللہ تعالیٰ کا یہ قول ماکان لنبی ان یکون اسریٰ الا یۃ تو یہ ترک اولیٰ پر محمول ہے مقام اعلیٰ کے نسبت۔ شرح فقہ اکبر کی عبارت ختم ہوئی۔

جب ہم اس فرقہ کی جوابات سے فارغ ہوئے تو ہم اب اس شخص کی عقائد کی جوابات شروع کرتے ہیں۔ جو حضور علیہ الصلواۃ والسلام اور شیخین کو برا بھلا کہنے کا اعتقاد رکھتا ہو۔

چوتھا بحث

گستاخی کے متعلق انتباہ میں ہے کہ وہ کافر ہے اس کی توبہ دنیا و آخرت کے لئے مقبول ہے وہ کافر ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام اور تمام انبیاء میں سے جس کی بھی گستاخی کی جائے یا شیخین کو برا بھلا کہنا یا مسخرہ سے اگرچہ عورت ہو تو وہ زندیق ہے جب اس نے توبہ نہیں کی ہو توبہ سے پہلے ہو۔ درمختار میں ہے کہ ہر مسلمان جب بھی وہ مرتد ہوا تو اس کی توبہ مقبول ہے مگر اگر ایک جماعت باربار مرتد ہوئی اور کافر جو کسی نبی میں سے ایک نبی کی گستاخی کریں۔ تو وہ قتل کیا جائے گا اور اس کی مطلق توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی تو توبہ تو قبول کی جائے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور دوسرا بندہ کا حق ہے تو بندہ کا حق توبہ سے زائل نہیں کیا جاتا۔ پس جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ کافر ہوا۔ اور یہ تمام بیان الدور کے جزیہ کے باب میں نقل کیا گیا ہے اور یہی حکم ہے کہ جس نے بغض بھی رکھا دل میں کسی نبی سے مولف نے اپنی کتاب میں استھزا اور استخفاف کو دونوں اکٹھے کئے ہیں کہ یہ اس کے حق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ وہ کافر ہے جو شیخین پر تیرا بازی یا گستاخی کرے کہ ان میں سے کسی کی بحر میں جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ جس نے شیخین کی گستاخی کی اور یا ان میں سے کسی پر طعن کیا تو وہ کافر ہوا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی۔ اور دبوسی و ابواللیث نے بھی یہی کہا ہے اور فتویٰ کے لحاظ مختار ہے۔ اور اس پر اشباہ والا نے جزم کیا ہے اور مصنف نے اس کا اقرار کرکے کہا ہے کہ گستاخ رسول کی توبہ قبول نہیں کی جاسکتی اور وہ وہی شخصیت ہے کہ اس سے مدد فتوں

اور قضاء میں مدد لی جاتی ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی وجہ سے لیکن النہر میں جو لکھا ہے تو اس کا وجود جوھرہ میں نہیں ہے اور اس کے بعض نسخوں کے حاشیہ میں پایا جاتا ہے ساتھ اس بات کی کہ ماقبل سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے پس میں کہتا ہوں کہ ہمارے لئے وہ کافی ہے جو ذکر کیا گیا۔ پس اس سے عبرت پکڑنا چاہئے۔ تذکرۃ الابرار والاشرار میں ہے کہ حضرت امام المتکلمین امام ابو منصور ماتریدی نے گستاخ رسول کو مارنے کا حکم دیا ہے اور قتل کرنے میں تامل جائز نہیں جانتے تھے تاکہ فساد کا مادہ نکل جائے جیسا کہ یہ اس کا قول ہے کہ جس نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی یا اس میں عیب نکالا یا اس کی اہانت کی یا دین میں یا اس کی ذات یا کسی ذاتی صفات میں سے ایک صفت کی اور وہ گستاخ امت میں سے ہو یا اہل کتاب میں سے ہو وغیرہ جیسا کہ ذمی یا حربی ہو اور وہ گستاخی و اہانت اور عیب اسی سے قصداً" سرزد ہوا ہو یا سہواً" ہو۔ یا غفلت اور ہزل سے سرزد ہوا ہو تو وہ ہمیشہ کے لئے کافر ہوا اگر اس نے توبہ کی تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور متاخرین کے نزد شریعت کی حکم سے یہی ہے اور اکثر متعقدین کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور بادشاہ یا اس کا نائب یا قاضی یا قاضی کے نائب کو چاہئے کہ اس کو قتل کردیں اور اس طرح حکم والیان حکومت اور افسروں کے لئے بھی ہے۔ اگر کسی نے رعایت اس کے قتل میں کی اور وہ اس کے قتل پر قدرت رکھتے تھے تو وہ بھی اس گستاخی پر راضے ہوئے جو اس سے صادر ہوئی تھی تو یہ ان کا کفر ہے اور کفر پر راضی ہونے سے انسان کافر ہوتا ہے۔ اور یہی حکم خلفاء راشدین کی شان میں گستاخی کا ہے۔ خصوصاً" شیخین کا یا ان دونوں میں سے ایک کا تو علی الاطلاق اس کی توبہ قبول نہیں کی جاسکتی۔ اور حموی نے دینی شرح الاشباہ میں اور در مختار و تذکرہ میں ذکر کیا ہے۔

اگر کسی نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام یا شیخین کے حق میں گستاخی کی یا ان میں سے کسی ایک کی گستاخی کی وہ کافر ہوا اور علی الاطلاق اس کی توبہ قابل قبول نہیں۔ حمودی نے شرح اشباہ میں اتکافر بسب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذیل میں لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ظاہر کلام تو یہ ہے کہ گستاخ انبیاء کی توبہ قابل قبول نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو یہ مخالف اس بات کی ہے جو شرح کنز میں ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ توبہ قبول ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ بعض فضلا نے فرمایا ہے وہ جو ذکر کیا ہے

مصنف نے کہ اس کی توبہ قبول نہیں تو یہ یاد کیا جاتا ہے بعض مالکی بھائیوں سے جیسا کہ نقل کیا ہے قاضی عیاض وغیرہ سے جو ہمارا طریقہ ہے تو اس میں نہیں ہے۔ تو اس زمانے کے لوگوں نے اس پر انکار کیا جیسا کہ برہمتوشی اور شیخ امین الدین بن عبدالعال ہوگئے اور یہ قول س کا کہ شیخین کی گستاخی کے متعلق کہ جس نے شیخین کے حق میں گستاخی کی اس کی توبہ قبول نہیں بحر میں جوھرہ سے نقل ہے لیکن عام نسخوں میں نہیں پایا گیا اور یہ بھی حکایت ہے کہ علامہ عمر ابن نجیم سے اس کے بھائی نے یہ نقل کیا ہے کہ اس نے فتویٰ دیا تھا اس پر جب اس سے نقل طلب کیا گیا تو اس نے نہیں پایا سوا جوھرہ کے اور یہ واقعہ کسی آدمی کے جلانے کے بعد ہوا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ عام نسخوں میں جوھرہ میں اس کا ثبوت ہوجائے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ظاہر ہوجائے جو ہم نے پہلے ذکر کیا کہ توبہ اس کی قبول ہے جو گستاخی کریں انبیا کی اور مالکی و حنابلہ کے اس سے خلاف ہے جب بات ایسی ہو تو پھر کوئی وجہ نہیں ہوسکتا اس قول کے لئے کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہو شیخین کے حق میں گستاخی کریں بطریق اولیٰ سے۔ بلکہ کسی آئمہ اعلام سے یہ ثابت نہیں۔ حموی کی عبارت ختم ہوئی۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے امام اعظم کے اس قول کہ ہم زائل نہیں کرسکتے ایمان کا نام یعنی ہم ساقط نہیں کرسکتے مسلمان سے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو ایمان کا وصف جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کے مرتلکب ایمان سے نکلتا ہے اور کفر میں داخل نہیں ہوسکتا۔ تو وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس کا منزلہ جو ہے وہ کفر و ایمان کے درمیان میں ہے اور اس بات میں ان کا یہ بھی اتفاق ہے کہ صاحب کبیرہ ہمیشہ جہنم میں ہوں گے۔ اور جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اس نے جھم ابن صفوان سے کہا کہ اے کافر نکلو تو یہ تشبیہ پر محمول ہے۔ پھر امام صاحب کلام کی تشریح یہ ہے کہ وہ گناہ گاروں کی تکفیر نہیں کرتے جو اہل قبلہ سے ہو خواہ وہ اہل بدعت سے کیوں نہ ہو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ شیخین کی گستاخی کرنے والوں کو کافر نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ ابو شکور رسالمی نے تمہید میں اس کی تصریح کی ہے۔ تو وہی بات عدم ثبوت پر مبنی ہے کیونکہ مسلمان کو برا بھلا کہنا والا فاسق ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے یہاں شیخین وغیرہ ھما بھی اس حکم میں برابر ہیں۔ شیخین کے قتل کرنے والے اہل سنت کے نزدیک وہ مسلمان سے نہیں نکلتے۔ اور اس سے یہ معلوم ہونا

چاہئے کہ گستاخی قتل سے گناہ میں کم ہے ہاں اگر گستاخی یا قتل کو حلال سمجھے تو وہ خواہ مخواہ کافر ہے۔ تو حاصل کلام یہ ہے کہ فسق اور عصیان سے ایمان زائل نہیں ہو سکتا کہ وہ کافر ہو جائے۔ اس میں کوئی واسطہ نہیں اور اسی طرح بدعت سے ایمان نہیں جاتا جیسا کہ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے ہیں اور افعال کا خالق مخلوق ٹھہراتے ہیں اور معاد میں اللہ تعالیٰ کا لکھنے کو جائز مانتے ہیں تو یہ تاویل پر مبنی ہے اگرچہ فساد کی وجہ سے ہو سوا جسمیت کے قائل کے۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم کا انکار جزئیات کے تو وہ ان دونوں سے بالا جماع کافر ہوتے ہیں اس میں کسی کا جھگڑا نہیں۔

شرح العقائد میں ہے "کہ صحابہ کو برا بھلا کہنا اور ان پر طعن لگانا اگر ادلتہ قطعیہ کے مخالف ہو تو کفر ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو گالی دینا اگر ایسا نہیں تو بدعت اور فسق ہے اور یہ تصریح اس بات کی ایک نشانی ہے کہ برا بھلا کہنا شیخین کو کفر نہیں ہے عام علماء کے نزدیک۔

علامہ شامی نے درمختار کے قول کے تحت لکھتے ہیں مطلق خواہ خود توبہ کر کے پیش آئے یا اس پر گواہ گواہی دیں (بحرالرائق)

کیونکہ اس میں بندے کا حق ہے اور بندے کا حق ساقط نہیں ہوتا جس وقت (حد کے لئے) اس سے مطالبہ کیا جائے جیسا کہ گالیوں کا حد ہوا تو خواہ مخواہ دلیل ضروری ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرنی والی ہے کہ حاکم کیلئے یہی مطالبہ ہے اور وہ ثابت نہیں اور یہ ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے بہت سے لوگوں کو معاف کیا ہے۔ جنہوں نے آپ کو تکلیف اور گالیاں دیں۔ جیسا کہ ابی سفیان وغیرہ نے اسلام سے قبل یہی حرکت کی تھی۔ اور یہ تمام الدرر میں نقل ہے اور اس نے بزازیہ سے نقل کیا ہے۔

ابن سحنون مالکی سے کہا ہے کہ اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضورؐ کی گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس کا حکم اس کو قتل کرنا ہے اور جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے مولف کہتا ہے یہی عبادت شفاء قاضی عیاض میں لکھی ہے۔ اور بزازی نے اس سے نقل کیا ہے اور اس کے فہم میں خلاف واقع ہوئی کیونکہ مراد اس سے توبہ سے پہلے ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو بہت سے آئمہ

مجتہدین کی تکفیر لازم ہوگی جو توبہ کے قبول کے قائل ہیں اور جو کہتے ہیں کہ اس کو قتل کیا جائے تو قتل کرنا بھی اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اگر اس نے توبہ کی تو وہ کہتے ہیں کہ آخرت میں اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جیسا کہ اس کی تصریح ہو گئی ہے اور ہم نے دوبارہ آگے لکھا۔ پس جان لو کہ مراد اس سے قطعی یہی بات ہے جو ہم نے کہی۔ صاحب درمختار کے قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ شفاء کے آخر میں تصریح ہے پس یہ اس کے فتاویٰ میں اس کا استدراک ہے اور شفاء کی عبارت اس طرح ہے۔

ابوبکر بن منذر نے فرمایا ہے کہ عوام اور اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی اس کو قتل کیا جائے۔ اور جس نے یہی بات کی ان میں سے مالک بن انس ولیث' احمد اسحاق ہیں اور یہی مذہب امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ اور وہ قول ابوبکر رضی اللہ کا بھی ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور ایسا قول امام ابوحنیفہؒ کا بھی ہے اور آپ کے اصحاب کے بھی امام شوری و اہل کوفہ کے واوزاعی کے مسلمانی کے متعلق ہے لیکن یہی حضرات کہتے ہیں کہ یہ مرتد ہونا ہے اور ولید بن مسلم جو مالک سے نقل کیا ہے اور طبرانی کی روایت بھی ان کی طرح ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب سے ایسا مروی ہے کہ جو گستاخی کریں یا آپ سے بیزار ہو جائیں یا آپ پر جھوٹ باندھے۔ پھر درمختار اور ابزازیہ نے صاحب سیف الملوک کی اس قول میں تابعداری کی ہے۔ جو بزازیہ نے کہا ہے کہ اس کو حد اقتل کیا جائے اور اس کے لئے ہرگز توبہ نہیں ہے قدرت کے بعد ہو یا اس پر گواہ گواہی دیں یا وہ تائب ہو جائے اس سے قبل اس کا حکم زندیق کا ہے تو یہ اس کے لئے حد ہے تو یہ توبہ سے ساقط نہیں ہو سکتی اور اس میں کسی کا خلاف متصور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق بندے کے حق کے ساتھ ہے یہاں تک لکھا ہے کہ اس مسئلہ کے دلائل اتم کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں پہچانو گے۔ اس کلام میں انتہائی تعجب معلوم ہوتا ہے وہ کس طرح کہتا ہے کہ اس میں کسی کا خلاف بھی متصور نہیں ہو سکتا۔ اسی قول کے بعد یہ ظاہر ہے کہ اس میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے اور ان سے نقل کرنے والے بھی سچے ہیں جیسا کہ ہم نے آپ سے سنا۔ اور یہ مسئلہ کتاب الصارم المسلول میں اچھے انداز سے نقل ہے اور وہ ابن تیمیہ جنلسی کی ہے یہ اس بات پر

دال ہے کہ جو ہم نے نقل کیا ہے اس سے زیادہ فصیح نہیں ہے بلکہ تصریح اس سے ہے کہ مذہب حنیفہ و شافعیہ کا یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہے کئی جگہوں میں اور امام سبکی نے شفا استقام میں اس پر تصریح کی ہے اور قاضی عیاض نے شفاء السقام میں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ بزازیہ کی لمبی لمبی عبادات شفاء سے ماخوذ ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ بزازی سے اس مسئلہ پر زیادہ سہوہ ہوا ہے اور اس نے کسی ایسے آدمی سے کوئی قول نقل نہیں کیا جو ہمارے مذہب کا ہو بلکہ اس کو سند مانا ہے جو شفاء میں یا اصارم میں ہے اگر وہ مراجعت کرتے تو وہ دیکھتے جو اس کے فہم کے خلاف اس مسئلہ کے نقل میں تھا۔ ولاحول ولا قوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ تو یہ سہو عام متاخرین کے وقوع کا بھی بنا کیونکہ انہوں نے اس کے نقل پر اعتماد کیا اور اس میں وہ اس کے مقلد ہوگئے۔ اور کسی حنفی سے کسی کتاب میں یہ مسئلہ مروی نہیں ہے بلکہ یہ بزازی کے قول کے خلاف ہے۔ اس کا یہ قول کہ تتف و معین الاحکام و شرح الطحاوی و حاوی الزاھدی وغیرھا میں تصریح ہے کہ ان کا حکم مرتد کا ہے اور لفظ التتف میں یہ ہے کہ جس نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی گستاخی کی تو وہ مرتد ہوا۔ اور اس کا حکم حکم مرتد ہے اور اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا جو مرتد کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے امام ابو یوسف کی کتاب کتاب الخراج میں دیکھا کہ اس میں لکھا تھا کہ اگر ایک آدمی نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی یا اس پر جھوٹ باندھا یا آپ پر عیب لگایا یا آپ کی تنقیص کی پس وہ کافر ہوا اور اس کی عورت کو طلاق ہوگئی اگر اس نے توبہ کی فبہا ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور یہی حکم عورت کا ہے مگر امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اس عورت پر جبر کیا جائے کہ وہ اسلام لے آئے۔ اور یہی بات شیخ رملی نے بحر کے حاشیہ میں بھی نقل کی ہے اور مذہب کی کتب میں یہ بات مذکور ہے کہ وہ مرتد ہے اور ایسی عورت کا حکم مرتد کا ہے پھر اس نے التتف و معین الحکام۔ کی عبارت نقل کی ہے کہ اس نے فتویٰ خلاف (یعنی صوات صاحب) خلاف دیا جو فتاویٰ خیریہ میں ہے۔ اور میں نے شیخ المشائخہ کا خط دیکھا جس جو اس معاملہ میں تھا اور تعجب ہے کہ مصنف نے شیخ الاسلام یعنی ابن عبدالعال کا کلام سنا اور یہ نقول کو دیکھا تو یہ متن اس سے کس طرح چھپ گیا۔ اور میں نے اپنے بعض مشائخ سے ایک رسالہ سنا جس کا حاصل یہ تھا

کہ اسلام کے بعد اس کو قتل نہ کیا جائے۔ اور یہ ہمارا مذہب ہے۔ ہمارے شیخ نے لکھا کہ یہاں ایک نسخہ ہے کہ مقتبس کلام شفاء و ابن حجرہ شرح مختصر البخاری کے اس حدیث کے ذیل میں کہ حج فرض ہوتا ہے جب کہ اس نے پایا۔

بے شک مذہب ابی حنیفہ اور شافعی کا یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد ہے اور یہ جاننا چاہئے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے جیسا کہ اس نے یہاں النسف وغیرہ سے نقل کیا ہے پس جب یہ حکم حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی گستاخی کے متعلق ہے تو خلفاء راشدین کے گستاخ کا حکم بطریق اولیٰ یہی ہے' اور یہ تحریر کہ آگیا کہ ہمارا مذہب مذہب شافعی کی طرح ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور امام مالک وغیرہ سے ضعیف روایت یہ ہے کہ اس کا قتل حتمی ہے کیونکہ اس قول کے ناقلین مذہب والوں کے علاوہ ہیں اور وہ مجہول ہیں ان کے لکھنے والوں کی متعلق بھی پتہ نہیں ہے تو احکام کے بصیرت پر ہو جا اور ہر مستغرب سے دھوکہ مت کھا اور صحیح کو جان لو۔ واللہ اعلم اور حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا ہے جو کہ وہ بعض علماء سے نقل کرتا ہے کہ صاحب اشباہ نے جو ذکر کیا ہے کہ اس کا توبہ قبول نہیں ہے تو اس پر اس کے زمانہ کے علماء نے اس پر انکار کیا کہ وہ بعض اصحاب مالک کے قول کا تحفظ کرتا ہے جیسا کہ امام قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ اور جو ہمارے مزہب میں ہے تو وہ ایسا نہیں ہے اور یہ بات بھی ذکر کی کتاب نور العین کے آخر میں کہ علامہ التحریر الشہیر حسام جلبی نے بزازی کے رد میں ایک رسالہ لکھا ہے اسی کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ بالجملہ ہم نے حنفیہ کی کتب میں تلاش کیا تو ہم نے توبہ کے قبول نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی بغیر بزازیہ کے پس تم نے اس کے باطل ہونے اور اس کے غلط منشا ہونا رسالہ کے ابتدا میں معلوم کیا اور شارح محقق مفتی ابو سعود سے ذکر کرے گا کہ تصریح اس بات پر ہے کہ امام اعظم کا مذہب اس پر ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا جب کہ وہ توبہ نکالے اس کے تعزیر پر اکتفا کیا جائے گا۔ پس یہ تصریح اس بات کی ہے کہ جو بات منقول ہے اور وہ بزازی سے پہلے ہے اور جس نے اس کا اتباع کیا تو وہ مستند نہیں اور نہ وہ مستند ہے جس نے اس کی اتباع کی حنفی مذہب کی کتب میں سے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے فہم میں خطا ہوا ہے جو نقل کیا اور اس کے فہم کے خلاف ہم نے تصریح کی جو

اس سے قبل گزرے ہیں۔ اگر تمہیں اس کا زیادہ شوق ہو تو وہ ہماری کتاب تنبیہہ الولاۃ والحکام کی طرف رجوع کرو۔

اس کا یہ قول کہ اس سے توبہ کی قبولیت ظاہر ہے۔ توبہ کی قبولیت سے مراد دنیا میں اس کو قتل کرنے سے توبہ قبول ہوتا ہے اور جو آخرت کی بات ہے تو وہ بہت بڑی جگہ ہے اور اس کی تصریح میں نے امام یوسف کی کتاب الخرراج سے کی ہے اگر اس نے توبہ کی ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا پھر صاحب درمختار کا قول ذکر کیا گیا موافق وہ ہے جو گزر گیا کہ اس کے ساتھ وہ کام کیا جائے گا جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے پکڑنے سے قبل اس نے توبہ نکالی اور بزازیہ کا قول پکڑنے کے بعد ہے اور تم خبردار ہو کہ یہ موافقت ممکن نہیں ہے اس پر ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ اس کا حکم مرتد کا ہے اور زندیق کا نہیں ہے اور کسی نے اس تفصیل کا فرق نہیں کیا ہے کیونکہ بزازی اور اس کے متبعین کہتے ہیں کہ ہرگز اس کے لئے توبہ نہیں ہے اور اس میں قدرت اور گواہی اور توبہ تمام برابر ہیں جیسا کہ مالکی اور ضابلہ کا مذہب ہے۔ پس جان لو کہ یہ دو مختلف قول ہیں بلکہ یہ دو مذہب ایک دوسرے کے خلاف ہے کہ زندیق کا توبہ قبول نہیں پکڑنے کے بعد وہ جو زندیقیت پر مشہور ہو اور زندقہ کی طرف دعوت دینے والا ہو جیسا کہ آجائے گا اور جس سے ایک کلمہ گستاخی کا غصہ سے نکلا تو وہ زندیق نہیں ہو سکتا اس معنی سے اور یہ ہمارا مراد ہے اور حموی نے یہاں عوم کفر ذکر کیا ہے اس شخص کے متعلق جس نے کسی نبی یا شیخین کی گستاخی کی اور اس نے توبہ کیا۔ لیکن یہ کہنا چاہئے کہ اس کا قائل کافر ہے اور توبہ کے متعلق اختلاف ہے اگر اس نے اسلام لایا۔ جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا۔ پس حاصل یہ ہوا کہ شک اور شبہ نہیں ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے گستاخ کا اور اسی کا قتل مباح ہے اور یہ بات چار اماموں سے منقول ہے۔ اور خلاف اس بات میں ہے کہ اگر اس نے اسلام لا کر توبہ کی تو اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا ہمارے نزدیک۔ اور شوافع کے نزدیک بھی مشہور ہے اور مالکی و ضابطہ کے نزدیک اس کا توبہ قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کا قتل کرنا اس کا حد ہے۔

اس بات کو دوبارہ جاننا چاہئے کہ تکفیر کا دروازہ بڑا ہے اور اس میں محنت اور فتنہ ہے اور اس میں

اختراق و مخالفت زیادہ ہیں اور اس میں مختلف خواہشات اور رائے شامل ہوتے ہیں اور دلائل متعارض ہوتے ہیں اور وسائل کے تناقض ہوتے ہیں۔ پس لوگ اہل پر تکفیر کے مقالات فاسدہ اور عقائد کاسدہ جو حق کے مخالف ہو وہی حق جو اللہ نے رسول کو حق کی طرف بھیجا ہو۔ دونوں طرف اور جنس کے اختلاف عمل تکفیر اھل کبائر عملی کی پس ایک طائفہ کہت ہے کہ ہم کسی کے تکفیر نہیں کرتے جو اہل قبلہ میں سے ہو تو یہ عام نفی ہے ساتھ اس بات کے کہ ان کو علم ہیں کہ ان میں سے منافقین ہیں اور وہ یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ ہوتے ہیں اور کتاب و سنت و اجماع امت کے جاننے والے ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض سے ظہور بھی ہوا ہے جب انہوں نے قدرت پائی اور وہ شہادتین سے امداد بھی کرتے ہیں۔ پس اس میں خلاف نہیں کہ مسلمانوں کے درمیان کسی آدمی سے واجبات کے افکار متواتر ظاہر ہو جاتے اس سے توبہ قبول کی جائے گی اگر اس نے توبہ کی تو بہتر ہے ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا اور وہ کافر' مرتد ہو گا اور نفاق و مرتد ہونا یہ بدعات و فجور کے گمان سے ہو سکتا ہے جیسا کہ کتاب السنہ کے وسط میں ذکر ہوا ہے اور اس کا سند محمد بن سرین سے ہے آپ نے فرمایا کو اہل ہوا تیزی سے مرتد ہوتے ہیں اور وہ یہی آیت کریمہ ان کے حق میں نزول کا خیال کرتے تھے۔ واذا رایت الزین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ الایہ' اور بہت سے آئمہ نے منع کیا ہے کہ اس بات کے اطلاق کا کہ ہم گناہ سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے اور ہم ہر گناہ میں ان کی تکفیر نہیں کرتے۔ جیسا کہ خوارج کرتے ہیں اور نفی عام اور نفی عموم کا فرق کیا کہ یہ تناقص ہے خوارج کی اس قول کا کہ وہ ہر گناہ کے کرنے والے کے تکفیر کرتے ہیں۔ یہ حاجت کے موافق علامہ علی قاسری کا کلام تھا جو شرح فقہ اکبر میں نقل کیا ہے اور اس کا یہ قول کہ لواطت کرنے کو جو مباح جانے اس کی تکفیر جائز ہے پس تفسیر احمدی میں ہے کہ میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ اس سے مراد اہل او اصول کے ہو جو اس کی قیاس سے استباط میں سے ہو کہ عورتوں کے ساتھ لواطت حرام ہیں جو اس میں خاص روافض مختلف ہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو حق پر تصور کرتے ہیں اس قرینہ پر کہ مقیس' مقیس علیہ کے درمیان مناسبت ہو ان دونوں کے ماہیت میں نہ لواطت مردوں کے ساتھ اس کے حرمت میں تمام متفق ہیں بلکہ ماشاء اللہ یہ یہی مقصود دیکھتے ہیں اس کے

اثبات کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ جب کہ کتاب و سنت سے یہی بات ثابت ہو کہ دوسروں کے وصول میں متصرف کرنا جیسا کہ زنا ہوا بلاشبہ حرام ہے اور اس پر تعزیر واجب ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔ ان دونوں کے نزدیک اور امام شافعی کے زنا کا حد ہے اور اس کو حلال جاننے والا کافر۔ درمختار میں ہے کہ عورت کے ساتھ لواطت کا حلال جاننے والا کافر ہے اور یہی بات کئی فقہا نے کی ہے اور اسی دبر سے لواطت کرنا جمہور کے نزدیک حرام نہیں۔ ای حلیلہ کے دبر میں اور جو لڑکے کے ساتھ بدفعلی کے متعلق تکفیر میں خلاف ہے۔ طحطاوی و شرح فقہ اکبر علی قاری کی۔ جواہر میں ہے جو حرام اتفاقی کی حرمت سے انکار کرے یا اس میں شک کریں تو حکم برابر ہے جیسا کہ شراب و زنا و لواطت و سود ہوا اور اگر کسی نے گمان کیا کہ صغائر و کبائر حلال ہیں تو وہ کافر ہوا اپنے باطل گمان سے۔ درمختار اور بحر میں ہے کہ اس کی حرمت زنا سے بھی زیادہ ہے کہ اس کا حرام ہونا عقلاً و شرعاً دونوں ہیں۔ اور زنا طبیعت کے خلاف اتنا نہیں اور اس کی حرمت نکاح یا لونڈی کی خرید سے زائل ہو جاتی ہے بخلاف اس کے اور جو حد نہیں اس کے نزدیک تو یہ خفت کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ اس سے بھی سخت ہے۔ مجتبیٰ میں ہے کہ جمہور کے نزدیک اس کا حلال جاننے والا کافر ہے اور اس کی حرمت کے زائل ہونے کا دوسرا وجہ بھی ہے اور یہ ہے کہ لواطت لڑکے کے ساتھ میں یہ بات نہیں۔ بخلاف لواطت عورت کے ساتھ کیونکہ اس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے اور لونڈی خریدی جا سکتی ہے اگر کسی نے کہا کہ اباحت حلال جاننے سے کم درجہ میں ہے اور کفر لواطت کے حلال جاننے میں ہے نہ کہ اباحت میں تو یہ کہتا ہو کہ حلال ہونا مباح ہونے کے متضاضی ہے تو اس کا قول اس کا قول ہوا۔ مولانا شمس الدین صاحب نے جامع رموز نے اپنی شرح میں لکھا ہے اور وہ مولانا لطف اللہ کے بیان کا خلاصہ ہے کہ مباح حرام کے تضاد ہے جیسا کہ صحاح میں ذکر ہے اور اباحت حرام کی ضد ہے جیسا کہ کشف وغیرہ میں ہے۔ مضمرات میں ہے کہ حل اباحت کے متضمن میں ہے اس لئے کہ یہ اس سے اوپر ہے تو ضرورۃ یہ اس متضمن ہوا ہے اس لئے کہ یہ اس سے اوپر ہے تو ضرورۃ یہ متضمن ہوا نہایہ میں ہے کہ اباحت کراہت کا تضاد ہے پس اس کو جاننا چاہئے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا کفر صریح ہے کیونکہ یہ دیکھنا کہ دنیا آنکھوں سے اور مکان ثابت کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ امت اس بات کی قائل ہے کہ دنیا میں ان آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اور اس میں کسی کا جھگڑا نہیں سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپ نے معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور شرح عقیدہ طحاوی میں ہے پھر یہ کہنے والا اگر تاویل قبول کیا جائے تو بجا ہے اور اگر ارادہ کرنے والا ہو اور اپنے منقول سے رجوع کرنے والا نہ ہو تو اس کی تعزیر واجب ہے۔ اور اس کی شہرت کرنا چاہئے کہ حاکم شرعی اس کو دیکھ لے اور جو کہا گیا اسی کا تقضا کیا جائے گا کہ خالی نہ ہوگا کہ وہ مکلفا" دعویٰ کریں اپنے بیان میں یا وہ اس سے پاک ہے اسی تمام صفات سے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔ پس ہو جاتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر افترئ کیا اور وہ بڑے گناہ کبیرہ میں سے ہے بلکہ بعض علماء نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام پر جھوٹ باندھنا بھی کفر میں شامل کیا ہے۔

کون زیادہ ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے کا مدعی ہو یا جہت و ہیت کا مقابلہ سے یا مسافت کے ثبوت کا۔ ایسی مثالیں جو بیان کی گئی اس کا کہنے والا خواہ مخواہ کافر ہو جاتا ہے اور یہ اجمال ہے عقائد منظومہ کے صاحبوں کا۔ اور جس نے کہا کہ وہ دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے تو یہ زندیق ہے تو اس نے کتاب و سنت کی مخالفت کی اور شریعت سے وہ پھسل گیا۔ اور وہ دور چلا گیا اس سے جو ہمارے اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کو قیامت کے دیکھا جائے گا اور ایک جماعت سے یہ اجماع نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اولیاء کے لئے بھی حاصل نہیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ اہل سنت و جماعت کی امت سے اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا آنکھوں سے عقلا" دنیا و آخرت میں جائز ہے اور واقع ہے اور عقبیٰ میں نقل و سننے سے ثابت ہے اور اس پر اختلاف ہے کہ دنیا میں اس کا دیکھنا شرعا" جائز ہے تو اکثر نے ثابت کیا اور دوسروں نے اس کا نفی کیا ہے۔ اور جو دنیا میں اس کو ثابت کرتا ہے تو حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو معراج شریف میں خاص کرتے ہیں اور خلف و سلف میں خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ علیہ والسلام نے دل کی آنکھوں سے دیکھا تھا نہ کہ سر کی آنکھوں سے جیسا کہ شرح العقائد وغیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے آنکھوں سے دیکھا ہے اگر اس کا یہ

دیکھنا خواب میں ہو تو اس کے جواز میں خلاف ہے اور علماء مشہور کے ہاں خواب میں دیکھنا بصری حساسیت نہیں رکھتا بلکہ مثالی تصورات اور مثالی خیالات سے دیکھنا ہے۔ بیداری کا ہو تو پھر مخاف کو ہٹایا جائے گا تو مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی صفات کی انوار کا دیکھنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مصنوعات کے آثار کو دیکھنا ہوگا۔

تو یہ بالکل جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں جیسا کہ بعض صوفیاء کرام سے مروی ہے کہ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو اس سے پہلے دیکھا ہے اور بعد میں دیکھا ہے یا اس چیز میں یا اس کے ساتھ۔ اور اگر کسی نے بغیر تاویل کے اپنے اس قول کو بیان کیا تو وہ فاسد اعتقاد میں ہے اور خراب گمان میں ہے تو وہ کھلے گمراہی میں ہے اور اس کے دلیل پر اس پر طعن ہے اور وہ سیدھے راہ سے دور ہے اور صاحب تعرف نے کہا ہے اور یہ ایسی کتاب ہے کے تصور میں ایسی کتاب کسی نے بھی نہیں لکھی ہے۔ کہ مشائخ تمام اس پر متفق ہیں کہ وہ گمراہ ہے اور جھوٹا ہے جس نے ایسا دعویٰ کیا اور اس مسئلہ پر انہوں نے کتابیں اور رسائل لکھے ہیں ان میں ابو سعید خزاز اور جنید اس پر تصریح کی ہے کہ جس نے یہ کہا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا اور فتاویٰ برھنہ میں ہے کہ دوسرے قسم حرام سے کہ اس کے کرنے کے کافر ہوجاتے ہیں زیادہ ہیں اور بعض ان میں سے کتب معجزہ میں جمع کئے ہیں جیسا کہ ذخیرہ و ظہیری اور خلاصہ و سراجی و عمادی و مضمرات و نصاب و تحفہ و تیسیر کہ ہر ایک نے ان اقسام اپنے آپ کو بچائے۔ پہلا قسم ان میں سے اللہ تعالیٰ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے انکار کرنے والا یا خلق و امر کو یا بعض اس سے منسوب کرلیں اس کے ساتھ شریک کریں یا عورت کو یا اصل یا فضع کو یا مکان یا چیز نالائق کو یا جو مخلوق کے ساتھ خاص ہو جیسا کہ کھانا یا سونگھنا ہوا یا بیدار ہونا و سوجانا ' آنا ' جانا ' اٹھنا ' بیٹھنا بقدر حاجت تفسیر کو اشی میں مذکور ہے۔ کہ اعتقاد رکھنے والا اپنے آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیکھنا بغیر حضور علیہ السلام کے یہ غیر تسلیم شدہ ہے کتاب انوار فقہ شافعی کہتا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس عادی آنکھوں سے دنیا میں دیکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ کلام کرتا ہوں تو اس کا کہنے والا کافر ہوجاتا ہے اور عقیدہ منظومہ میں ہے۔ جس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے تو وہ

زندیق اور سرکش ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور تمام رسولوں کا اس نے خلاف کیا اور شرع شریف سے وہ بے طرف و دور ہوگیا اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو دیکھے گا اور اس کا چہرہ کالا ہوگا۔ ہم اس سے عافیت کا سوال کرتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تذکرۃ الابرار والاشرار میں ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ خدا کو اس نے دیکھا اور بعض کہے کہ ائمہ دین سے بلکہ خلفاء سے بھی آگے نکلا مرتبہ میں ہم اس کفر صریح سے پناہ مانگتے ہیں اور جس کا یہ قول "نبوت سے" تو یہ کفر صریح ہے اور تذکرۃ الابرار والاشرار میں ہے۔ عقیدہ ابو معین نسفی میں ہے کہ جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہوجاتا ہے اگر کوئی دوسرا اس کا معتقد ہوجائے وہ بھی کافر ہوجاتا ہے اور جو کوئی ان امور میں شک کرے وہ بھی کافر ہوجاتا ہے۔ اشباہ میں ہے اگر کوئی یہ نہ جانے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام آخر الانبیاء ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ اس کا جاننا ضروریات دین سے ہے۔ اور حموی نے اس قول کے تحت لکھا ہے کہ کفریات کے باب میں ضروریات سے جہل ہونا عذر میں داخل نہیں۔ بخلاف اس کے علاوہ کیونکہ وہ عذر ہے مفتی بہ سے جیسا کہ گزر چکا۔ تفسیر احمدی میں اس قول اللہ تعالیٰ کے وما کان محمد ابا احد من رجا لکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین تحت لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ ختم نبوت ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتی ہے اور کچھ سطور آگے لکھتا ہے کہ مقصود اس کا یہ پہچانا جاتا ہے کہ نبوت ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علی وسلم پر ختم ہوچکی ہے کیونکہ خاتم تاء کے زبر سے عاصم کے نزدیک اور تاء کے زیر سے اس کے علاوہ ہے۔ پہلا معنی یہ ہے کہ ختام جس سے دروازہ بند کیا جاتا ہے اور یہاں اطلاق ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کہ انبیاء آپ پر ختم ہوچکے ہیں اور یہ کام ختم ہوا۔ اور قراۃ ابن مسعود اس کی تائید کرتا ہے۔ لکن نبینا یعنی ہمارے نبی پاک پر انبیاء کا اختتام ہوا یا معنی آفرہے تو مدعی ثابت ہوا اور یہ پہلی رائے صاحب کشاف کی بھی ہے اور آخری رائے امام زاہد کی ہے اور آخری بات ہر توجیہ سے معنی آفرہے اس لئے تو صاحب مدارک نے تفسیر کی ہے قراۃ عام کا آخر سے اور صاحب بیضاوی نے دونوں قراتین بھی آخر سے تفسیر کیا ہے۔

تذکرۃ الابرار والاشرار میں ہے "کہ ان کی توجہ شیخان کی طرف جاہل اور زہاد غافل اور متبہ عان

ست اور گمراہ پیران سے امور غیبہ کا پوچھنا اور ان پر گمان رکھنا (یعنی علم غیب ذاتی) یہ بات بھی کفر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے جیسا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول بلکہ اطلاع بر غیب (ذاتی) نہیں تھا مگر وحی سے یعنی جبرائیل علیہ السلام کے نزول سے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے بعد وحی کا نزول کسی پر روا نہیں ہے جو روا رکھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ماکان محمد ابا احد من رجا لکم ولیکن رسول اللہ و خاتم النبیین پس جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم پیغمبران آیا ہے جبرائیل علیہ السلام کی وحی منقطع ہو چکی ہے اور قرآن مجید سے انکار کرنا کفر ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کفر ہے۔"

تکمیل الایمان میں ہے "پیغمبروں میں سے اول پیغمبر آدم علیہ السلام اور ان میں سے آخر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین جب مقصود بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا کامل ہونا اور مکارم اخلاق کا کامل ہونا تھا اس کے حصول کے بعد یہ مقصد درجہ اتم واکمل سے اس احتیاج دوسرے نبی کو نہیں رہ چکا ہے اور باوجود علماء و خلفا کے کہ وہ حاملان دین اور حافظان ملت آپ کے ہی کافی تھے۔ عاقل پر مخفی نہیں کہ ان روایات کے مفہوم سے صریح سے کہ نبوت حضور علیہ الصلواۃ والسلام پر ختم ہو چکی ہے اور وحی منقطع ہو چکی ہے پس نبوت و رسالت اور جبرائیل علیہ السلام کے نزول وحی سے کا دعویٰ کرنے والا یا نبوت کا دروازہ کسی پر کھلنا یہ کفر صریح ہے اور اس کا یہ قول کہ جبرائیل علیہ السلام کے اہانت کرنا یہ بھی صریح کفر ہے کیونکہ ملائیک کی تعظیم واجب ہے اور جس کی تعظیم واجب ہے اس کی تخفیف کرنا کفر ہے۔ تفسیر بیضاوی میں اللہ تعالیٰ کے اس قول من کانا عداوا" للہ وملا ئیکتہ ورسلہ وجبریل و میکال فان اللہ عدو للکافرین کے تحت لکھا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عداوت اللہ تعالیٰ کی مخالفت عناد سے یا مقربین کے ساتھ عداوت کرنا ہے کلام کی ابتداء آپ کے ذکر سے ہے یہ آپ کی شان کے تفخیم کے لئے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ حقدار ہیں کہ وہ ان کو راضی کریں اور ملائیک ذکر میں زیادہ ہیں اس کی فضیلت سے گویا کہ یہ دوسرے جنس سے ہیں اور تنبیہہ اس پر ہے کہ ایک کے ساتھ یا

تمام کے ساتھ دشمنی رکھنا برابر ہے کفر میں۔ اور یہ عداوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور جس نے ایک کے ساتھ دشمنی رکھی گویا اس نے تمام کے ساتھ دشمنی رکھی پس ان کے ساتھ محبت اور عداوت حقیقت میں ایک ہے اور اس میں دونوں برابر (تضاد میں) ہیں اور ظاہر کے وضع مضمر کی جگہ پر اس پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے ان کی کفر کی وجہ سے اور ملائیک و انبیاء کے ساتھ عداوت کفر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان کے ساتھ عداوت کفر ہے پس یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔ ملا علی قاری کی شرح حقہ اکبر میں ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ملائیک کرام افضل ہیں پس ان کے خواص انبیاء کے بعد افضل ہیں اولیاء و علماء سے۔ اور ان میں سے افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اور طبرانی نے اس کو نقل کیا ہے اور عام ملائیک عام مومنوں سے افضل ہیں کیونکہ یہ معصوم نہیں ہیں اور ملائیک معصوم ہیں۔ اور اس سے سمجھنا چاہئے کہ جس کی تعظیم کی جاتی ہے ان کی اہانت کفر ہے۔ (شرح فقہ اکبر) فتاویٰ کے اختتام میں ہے کہ جس نے اہانت کی قرآن کی یا مسجد کی وغیرہ جس کی تعظیم شرع میں ہے پس اہانت یہ کفر ہے۔

آیات قرآنیہ میں آپ کی طرف بھول جانے کا معتقد بھی کافر ہے کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف گناہ کبیرہ کو منسوب کرنا کہا کہ مستلزم ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلان نبوت سے قبل و بعد اس سے بری ہیں اور اس میں حضور علیہ السلام کی شان کی تنقیص ہے اور یہ کفر ہے تکمیل الایمان میں ہے کہ کبیرہ وہ ہے کہ اس گناہ کو دلیل یقین سے معلوم ہو اور اس کی خصوصی پر وعید بھی وارد ہو چنانچہ ناحق خون بہانا اور زنا کرنا اور لواطت کرنا اور نیک پاک عورت کی طرف زنا کو منسوب کرنا اور گالیاں دینا اور کافروں کے ساتھ جہاد کرنے سے بھاگ جانا جب کہ وہ دوچند مسلمانوں کے نہ ہو۔ سحر کرنا اور مال یتیم ناحق کھانا اور والدین کو ناحق تکلیف دینا اور حرم مکہ میں ارتکاب گناہ کرنا و شراب و نشہ آور چیز کھانا اور سور کا گوشت کھانا اور جھوٹ کی گواہی دینا اور رمضان میں بے عذر دن کے وقت کھانا اور نماز کا نہ پڑھنا اور نماز کو بے وقت پڑھنا اور زکواۃ کا مال نہ دینا اور جھوٹ سے قسم کھانا اور صلہ رحمی کو کاٹ دینا اور پیمانہ و وزن میں خیانت کرنا اور مسلمانوں کے ساتھ ناحق لڑائی کرنا اور صحابہ کرام کو

برا بھلا کہنا اور رشوۃ کا مال کھانا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک کرنا جب اس کی قدرت رکھتا ہو۔ اور قرآن مقدس کو سیکھنے کے بعد بھول جانا اور جاندار کو آگ میں جلانا ال تذکرۃ الابرار والا شرار میں ہے اس کے بعد میں یہ تقریر کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوں کہ جب تم اپنے آپ صفات باری تعالیٰ کہو گے یہ تمام تمہارا کفر ہے اور یہ اتنا بڑا کفر ہے کہ یہ کام بے وقوف جالوں کا ہے ایک دفعہ ایک بے وقوف نے کہا۔ اس نے اپنے آپ کو ذات خدا جانے کا دعویٰ کیا اور صفات سے بھی آگے نکلا اگر اس نے دلیل نقلی رکھنا بیان کی۔ ان کا دلیل عقلی یہ ہے ان اللہ مع کل شی محیط اور عقلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دریا ہے تمام چیزوں کو گھرا ہوا ہے میں نے کہا کہ یہ جماعت جو شک کرنے والا ہے کہ تمام قرآن دو لاکھ تیرہ ہزار اور تیس ہزار تیس حروف ہیں اور اس طرح عدد حروف تہجی اور جملہ عدد کلمات کی تقریر و تحریر میں آیا ہے جب ایک حرف ان میں سے کم جملہ بنایا اور کلمہ علیٰ کو کلمہ مع میں تبدیل کیا وہ کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کلمہ علی تین حرف ہیں اور کلمہ مع دو حروف اور یہاں ان اللہ علی کل شئی محیط وارد ہے نہ کہ مع تو اس بے وقوف نے کہا کہ ہمارا ہر اسی جگہ گیا ہے کہ یہی جگہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھولا دیا ہے اور غلطی کھائی کہ کلمہ مع کو کلمہ علیٰ تحریر کیا ہے اور مجھے اس سے یاد آیا ہے۔ نعوذ باللہ من ا لکفرا لصریح میں نے یہ کہا کہ یہ بے وقوف کی جماعت ہے اور یہ طائفہ احمقوں کا ہے کہ تمہاری یہ تحقیق تمہارا اور ہر تمہارا کفر کے حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ دلیل نقلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنقرئک فلا تنسی اللہ تعالیٰ نے نسان کی نفی فرمائی اور قرآن سے انکار کرنا کفر ہے۔

نقل ہے کہ جو کوئی ہے کہ فلان فرشتہ سے غلطی ہو گئی ہے یا عزرائیل غلط ہوا کافر ہو جاتا ہے کیونکہ فرشتگان پیغمبران خدا اور پیغمبروں سے غلط ہونا نہیں آیا پس جو کوئی نبی کی طرف غلطی کی نسبت کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ارشاد الطالبین میں نقل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ مجھے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے آگاہ کرو اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کے گناہوں سے آگاہ کیا پس گناہ سے بدتر گناہ میں نے نہیں دیکھا جو ایک آیت کلام اللہ یاد ہو اور وہ بھلا دے۔ ابشاہ میں ہے کہ جو کوئی حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے سچا ہونے میں شک کرے یا گستاخی کریں یا تنقیص کریں اور آپس کی

شان گھٹائیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ حمادیہ میں ہے جس نے بعض انبیاء کی تعظیم نہیں کی یا نہیں میں کسی چیز کی عیب لگائی یا حضور علیہ الصلوات والسلام کی سنتوں میں سے کسی سنت پر راضی نہ تھے۔ پس وہ کافر ہوا۔ اور جو یہ قول ہے کہ مسلمان عورت مرتدہ ہو جاتی ہے تو یہ بھی کفر ہے' شرح فقہ اکبر میں ہے کہ محیط و فتاویٰ صغریٰ میں اس طرح ہے جس نے کسی دوسرے کو کفر کے کلمہ کی تلقین کی یا اس پر بات کی تو تلقین کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اگرچہ کھیل اور ہنسانے کی وجہ سے کیوں نہ ہو اور اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو مرتدہ ہو جا۔ یا اس پر فتویٰ دیا تو حکم کرنے والا اور مفتی دونوں کافر ہو جاتے ہیں اور عورت کافر ہوئی یا نہ تو میں نے کہا کہ اگر کوئی اس پر راضی ہو کہ وہ مرتد ہو جائے تو یہی حکم اس کے لئے ہے تو اس فعل سے زیادہ قبیح کون سا کام ہے کہ بعض علما دین امراء کی خدمت میں ہوتے ہیں اور وہ چیزوں میں حیلے جانتے ہیں جب کوئی حسین عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو اور وہ طلاق نہ دیں تو اس عورت کو حکم دیتے ہیں کہ مرتد ہو جا کہ نکاح کے لئے یہ ایک حیلہ بن جائے اس کی اسلام کے بعد یا وہ کفر میں باقی رہ جائے تو وہ قیدی کے حکم میں ٹھہراتے ہیں کہ یہ اس کی مملوکہ ہے کہ اس کے ساتھ جماع پر قادر ہو جائے چار بیبیوں کے علاوہ اور اس میں' میں نے کہا کہ صحیح جمہور کا قول ہے کہ جس نے مرتد ہونے کی تلقین سکھائی اور فساد کا مرتکب ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کافر ہوا۔ اس کی نیت کے انقلاب کی وجہ سے اس کے ارادہ سے اس پر واجب ہو تو مدار قصد سے ہے اور اس کے ارادہ سے اس پر جزم ہوا تو فائدہ یہ ہوا کہ جو اس تعلیم ارتداد کا ارادہ کریں تو اعتقاد کی وجہ سے وہ کافر ہوا اور اللہ تعالیٰ فساد سے محبت نہیں رکھتا۔ اسی کتاب میں ہے۔ اور اگر ایک آدمی نے حکم دیا کسی آدمی کو کہ وہ اللہ پر کفر کریں یا کفر پر حکم دینے کا ارادہ کیا تو یہ کفر پر رضامندی ہے اور کفر پر رضا ہونا کفر ہے اپنے آپ پر کفر کرنا یا دوسرے کے کفر پر راضی ہونا یا دونوں پر برابر ہیں۔

معترض کا یہ قول کہ منی پر قرآن پاک لکھنا تو یہ کفر ہے اس میں قرآن مقدس کی تخفیف کو متلزم ہے اور یہ گندگی میں ڈالنا ہے اور یہ دونوں کفر ہیں۔

پہلے کے متعلق ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اور ابن ہمام نے کہا ہے کہ بالجملہ کہ ایمان کی

تحقیق کے ساتھ ضم کیا یہ امور کی اثبات ہے اس میں خلل ہونا ایمان میں خلل ہونا ہے۔ اتفاقاً" جیسا کہ بت کو سجدہ کرنا اور یا نبی کو شہید کرنا یا نبی کی تخفیف کرنا یا قرآن کی یا کعبہ کی۔

دوسرے کے متعلق یہ ہے کہ منی اس جنس سے ہے جو دیکھا جاتا ہے اور اس کا جسہ ہوتا ہے جیسا کہ چلپی میں ہے یہ قول جسہ کے متعلق وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد اس کا جسہ ہونا باقی رہ جائے موزہ کے ظاہر پر اگر اس کا جسہ اپنا ہو جیسا کہ متعارف جنس اور منی، گھوڑے گدھوں کا فضلہ وغیرہ ہوا یا اس کے علاوہ جیسا کہ بول و شراب ہوا۔

کو قرآن مقدس کو اس پر لکھنا گندگی میں ڈالنے کو مستلزم ہے اور یہ کفر ہے شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے۔ اس میں کوئی جھگڑا نہیں کہ گناہ میں سے یہ اہم گناہ ہے کہ شارع نے تکذیب کی نشانی نہیں ٹھہرائی ہو اور اس کا علم ادلہ شریعہ سے ہو جیسا کہ تب کو سجدہ کرنا یا قرآن مقدس کو گندگی میں ڈالنا یا تلفظ کفر سے وغیرہ جو دلائل سے ثابت ہو تو یہ کفر ہے۔

معترض کا یہ قول کہ زندوں کی دعا و صدقہ مردوں کو نہیں پہنچتا یہ مسلک اہل سنت سے نکلنا ہے اور اعتزال میں داخل ہونا ہے اور ان آیات سے انکار ہے جو دعاء سے نفع پہنچنے کا ہے اور ان دونوں کے متعلق احادیث نبویہ میں نفع کے متعلق وارد ہیں۔ علامہ قاری نے کہا ہے بعض ان میں سے یہ ہیں کہ زندہ کی دعا و صدقہ مردوں کے لئے نفع مند ہے ہر حال میں معتزلہ کا اس میں خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ قضا بدل نہیں ہو سکتی اور ہر نفس اپنے کسب سے رہن شدہ ہے آدمی کو اپنے عمل کا بدلہ ملتا ہے نہ کہ غیر کا، میں جواب دیتا ہوں کہ قضاء کی تبدیلی نہ ہونا مردوں کی طرف وہ زندہ کی دعاء سے نفع مند ہونے کی منافی نہیں کیونکہ یہ نفع دعاء سے ہے تو جائز ہے کہ قضاء میں ہو اور توفیق زندوں کی ان کے لئے جائز ہے کہ وہ ہو ان کے کسب سے جو عمل کیا ہو دنیا میں تو اس کے جزائر کا مثل ہوا اور اخرہ میں اس کا بدلہ ہوا۔ اور بہت سی احادیث صحیہ میں مردوں کے لئے دعا منقول ہیں خصوصاً" نماز جنازہ میں اور یہ توارشد سلف کا ہیں اور خلف کا بھی اس پر اجماع ہے اگر مردوں کے لئے نفع نہ ہو تو یہ عبث ہوا بلکہ قرآن میں بہت سی آیات اس کے حق میں وارد ہیں اور مردوں کے لئے دعاؤں میں متضمن ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول

ھوا رب ار حمھما کما ربیانی صغیرا یا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا ربنا اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا ولمومنین والمومنات یا یہ قول اللہ تعالیٰ کا ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان وغیرہ۔

سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ اس نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام سے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک سعد کی ماں وفات ہوچکی ہے کون سا صدقہ اس کے لئے افضل ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا پانی، تو اس نے کنواں کھودا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ ابوداؤد و نسائی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

منع کرنے والے کا تمسک اس قول تعالیٰ سے ہے وان لیس للانسان الاماسعی انسان کے لئے وہ ہے جو وہ کوشش کریں۔

اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا یہ قول ہے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل کٹ جاتا ہے جواب یہ ہے کہ آیت مبارکہ ہمارے حجت ہے کیونکہ اپنے عمل کا ثواب پہنچانا دوسروں کے لئے ایصال ثواب تو یہ اس کی کوشش ہوگی جو اس آیت مبارکہ میں ذکر ہے تو یہ مردے کی کوشش نہیں ہے کہ وہ ثواب زندہ کو پہنچائے تو آیت مبارکہ ہمارے لئے حجت ہے نہ کہ ہم پر۔

اور جو حدیث شریف ہے تو وہ عمل کے منقطع کے متعلق ہے اور ہم اس پر بھی کلام کریں گے۔ کلام تو غیر کے ثواب کا مردہ کی طرف پہنچانے کا اور ثواب کا پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ مردہ اللہ کے بغیر نہیں سنتا اور قریب ہونا و بعید ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں برابر ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے مانگو میں قبول کرلوں گا اور اس مین اس معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ دعا میں تاثیر نہیں ہے کہ وہ قضا میں تغیر لائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دعا بلاؤں کو رد کرتا ہے جب کہ قضا کے موافق ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قضاء معلق میں تغیر آسکتا ہے بخلاف قضا مبرم کا اور جو دعا ہے تو وہ عبادت کا مغز ہے اس میں برابر ہے خواہ وہ قضا کے مطابق ہو یا نہ۔ زیادہ ایسا ہوسکتا ہے کہ بلاؤں کی تخفیف ہوتی ہے اور اس میں یہ بھی ہے۔

شارح عقیدہ طحاوی نے کہا ہے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردوں کو نفع پہنچتا ہے زندوں کی

کوشش سے۔ اس میں دو امر ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مردہ کی زندگی میں اس کی طرف نسبت نہ ہو۔ دوسرا یہ ہے کہ مسلمانوں کی دعا و استغفار اس کے لئے یا صدق یا حج اس میں اختلاف ہے کہ حج کا ثواب پہنچتا ہے یا نہ۔

معترض کا یہ قول کہ انحصار چار مذاہب پر نہیں ہے۔

تو یہ قول بھی گمراہی کا ہے اور اجماع سے انکار ہے کیونکہ اجماع چار مذاہب کے انحصار پر ہے اور اس میں ختم نبوت بھی داخ ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس پر بھی کہ اجتہاد منعطع ہو چکا ہے۔ تو وہ اپنی طرف سے شریعت کی تجدید نہیں کر سکتے۔

عقیدہ ختم نبوت حضور علیہ الصلواۃ والسلام پر کے متعلق جب کہ تم نے پہلے سے جان لیا ہے اور اجتہاد کے منقطع ہونے اور انحصار چار مسالک پر ہم ذکر کریں گے پس اس کو سن لو۔

درمختار میں ہے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مجتہد مطلق انہوں نے نہیں پایا۔۔ اور جو مفید ہے تو اس کے سات مرتبے مشہور ہیں اور جو ہم ہیں ہم ان کی اتباع کریں گے جس کو ترجیح دیا گیا ہو اور صحیح مانا گیا ہو۔ جیسا کہ ان کی زندگی میں فتوے دیئے گئے تھے۔

طحطاوی میں ہے پہلا طبقہ مجتہدین فی الشرع کا ہے جیسا کہ مسالک اربعہ ہو گئے یا ان جیسے اور جنہوں نے قواعد کی بنیاد رکھی ہو اور ادلہ اربعہ سے فروع کے احکام کو پہچان چکے ہوں وہ غیر مقلد ہیں۔

دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذاہب کا ہے۔ جیسا کہ امام یوسف و امام محمد ہو گئے کہ وہ احکام اس قواعد کی بنیاد سے نکالتے جس کی بنیاد امام ابو حنیفہ نے رکھا ہو۔ اگرچہ بعض جگہوں میں آپ سے اختلاف بھی کیا ہو۔ اس سبب سے مخالفوں سے یہ ممتاز ہیں جیسا کہ امام شافعیؒ ہو گئے۔ تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل ہو گئے وہ جس کے متعلق صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو۔ جیسا کہ امام طحاوی اور خصاف و امام کرخی و حلوانی و سرخسی و بزدوی و قاضی خان وغیرہ ہو گئے۔

یہی حضرات نہ اصول میں مخالفت کرتے ہیں اور نہ فروع میں لیکن احکام مسائل میں استنباط کرتے ہیں اس میں جس میں کوئی نص ان سے نہ ہو قاعدہ کے مطابق چوتھا طبقہ مقلدین سے اصحاب التخریج ہیں

جیسا کہ امام رازی ہوگئے یا نہ جیسے یہی حضرت ہرگز اجتہاد پر قادر نہیں لیکن وہ احاطہ کرسکتے ہیں اوصول میں ماخذ کے ضبط سے اور وہ عمل کے تفصیل کی قدرت رکھتے ہیں اس مجمل کے جس کے دو وجوہات ہو اور حکم مبہم کے جو دو امروں کا احتمال رکھتا ہو اور وہ امام سے یا اس کے اصحاب سے منقول ہو۔

پانچواں طبقہ اصحاب الرجیح مقلدین سے جیسا کہ ابی حسن قدوری یا صاحب ہرایہ ہوگئے۔ ان کی شان یہ ہے کہ بعض روایات کی تفصیل دوسری روایات سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زیادہ صحیح ہیں یا یہ بہتر ہے۔ چھٹا طبقہ ان مقلدین کا ہے جو قوی اور اقویٰ و ضعیف و ظاہر الراویہ و ظاہرا لمذہب میں تمیز کرنے پر قدرت رکھتے ہوں جیسے کہ اصحاب متون متاخرین ہوں گے جیسے صاحب کنز و مختار' وقایہ' مجمع ہوگئے ان کی شان یہ ہیں کہ وہ اپنی کتب میں اقوال مردودہ نقل نہیں کرتے۔

ساتواں طبقہ ان مقلدین کا ہے وہ قدرت نہیں رکھتے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور فرق نہیں کرسکتے کمزور و چرب کے۔ اگر تمام کو مجتہدین مقید بنائے جیسا کہ کسی پر بھی چھپی ہوئی بات نہیں جب کہ ساتواں طبقہ مقلد ہے اور وہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھ سکتے اور چھٹا بھی اس طرح مقلدین کا ہے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے جب کہ اجتہاد ختم ہوا بہت طویل زمانے سے تو مقلدین کے لئے معرفت کا رارستہ مجتہد کے مذہب پر منحصر ہوا جو ان سے معتبر کتاب میں منقول ہو اور وہ علماء کے درمیان شقہ میں سے ہو ان حضرات کے نزدیک جو مطالعہ کی طاقت رکھتے ہوں اور اس سے مسائل نکال سکتے ہیں۔ اور اس کے عدل اور علم و عمل مشہور پس جائز نہیں اقتدا ہر کتاب سے یا ہر قول سے جو کوئی عالم پیش کریں۔

اور جو چار مذاہب پر انحصار ہے۔ اس کے متعلق تفسیر احمدی میں اس قول کے ذیل میں و داؤد و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث لکھتے ہیں کہ اجماع اس پر واقع ہے کہ اتباع ان چار کی جائز ہے پس اتباع جائز نہیں۔ امام ابی یوسف و محمد افرد شمس الائمہ جب کہ ان کا قول ان چار کے مخالف ہو۔ اور اس مجتہد کی اتباع بھی جائز نہیں جو ان کا مخالف ہو۔ نورالانوار میں بحث اجماع کے لکھتے ہیں جب ان کے اقوال مختلف ہو تو اجماع اس پر ہو کہ مذاہب اربعہ کے سوا پر تقلید باطل اور میرے نزدیک یہ ہے کہ منشا یہ ہے کہ انحصار ان چار مسالک پر ہے۔ اور پانچویں مسلک جو نیا بنا ہو اس کی اتباع جائز نہیں باطل ہے۔

اشباہ میں ہے پانچواں یہ ہے کہ اس پر قضا نہیں کی جاتی جب کہ اس میں قضا مخالف اجماع کے ہو۔

اس کے حاشیہ میں ہے یہ ظاہر ہے کہ جو روایت ائمہ اربعہ کے خلاف ہو تو وہ اجماع کے خلاف ہے۔ اگرچہ اس میں غیر کا خلاف ہو۔ پس تحریر میں تصریح کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جو مذہب مذاہب اربعہ کے مخالف ہو اس پر عمل جائز نہیں۔ مذاہب کے انضباط و انتشار کے لئے اور اس لئے کہ مذاہب اربعہ کی اتباع کی جاتی ہے فرائض الاسلام میں ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں گے کہ آج دن ان چار مذاہب سے نکلنا جائز نہیں اور اس نکلنے کے ممانعت پر اجماع منعقد کی گئی ہے۔ طحطاوی شرح درمختار میں ہے کہ مراد اللہ کی رسی سے جماعت ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ولا تفرقوا سے منسلک ہے اور مراد جماعت سے اہل علم کے نزدیک اہل فقہ و علم ہیں۔

اور جو کوئی ایک بالشت اس سے جدا ہوا وہ گمراہی میں واقع ہوا اور اللہ تعالیٰ کی امداد سے نکل گیا اور جہنم میں داخ ہوا کیونکہ اہل فقہ و علم والے یہی لوگ ہدایت پالینے والے ہیں اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے سنت پر عمل کرنے والے ہیں اور اسی طرح خلفاء راشدین کے سنت پر حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے بعد اور جو جمہور اہل فقہ و علم وسواد اعظم سے جدا ہوا پس وہ الگ ہوا اسی آگ میں جس میں وہ داخل ہوتا ہے اے مسلمانوں کے گروہ آپ فرقہ ناجیہ کی تابع داری کرو جس کا نام اہل سنت و جماعت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد و حفاظت و توفیق ان کے موافقت میں ہے اور ان کے مخالفت میں رسوائی و ناراضگی اور مشقت ہے اور یہی طائفہ ناجیہ میں یہ چار مذاہب والے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہیں اور جو اس زمانہ میں ان چار مذاہب سے خارج ہو تو وہ مبتدع ہے و جہنمی ہے۔

اگر تم نے یہ کہا تمہیں کسی چیز نے واقف کیا کہ تم صراط مستقیم پر ہو اور ہر ایک اس فرقہ کا وہ اس صراط مستقیم کا مدعی ہے۔

میں کہتا ہوں یہ دعویٰ نہیں یہ آپ کا وہم قاصر ہے اور یہ قول آپ کا گمان ہے بلکہ یہ بڑے بڑے علماء و اکابر سے منقول ہیں یہی صفت اور علماء اہل حدیث سے جنہوں نے احادیث نبویہ جمع کئے ہیں۔

حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے امور کو اور آپ کے احوال و افعال و حرکات و سکنات کو اور صحابہ

کرام کے احوال کو و مہاجرین و انصار کے حالات کو کہ انہوں نے احسان سے تابع داری کی جیسا کہ امام بخاری و مسلم وغیرہ یہ ان ثقہ مشہور محدثین میں سے ہیں جن کے صحت پر مشرق و مغرب والے متفق ہیں جو انہوں نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام و صحابہ کرام کے امور سے نقل کئے ہیں پھر نقل کے بعد اس کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ ان کے ہدایت پر ہو اور ان کے نقش قدم پر ہو اور اوصول و فروع میں ان کے اخلاق پر ہوں پس حکم کرتے ہیں کہ یہ ان میں سے ہے جو حق و باطل میں فرق کرنے والا ہو اور یہ جانتا ہو کہ کون صراط مستقیم پر ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہو کہ کون وہ ہیں جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ہوں گے اور بائیں ہاتھ میں (مختصر) اور اس قول کو نہیں دیکھا جاتا کہ حصر کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور اس میں کتابوں سے نقل کافی نہیں ہے اور نہ امت تصحیح اور ترجیح سے کیونکہ اجماع قوی دلیل ہے اور زمانہ کی اجماع قوی دلیل ہے جیسا کہ صاحب مسلم نے لکھا ہے کہ اجماع حجت ہے اور یہ صحابہ کے ساتھ خاص نہیں ہے اس میں اہل ظواہر خلاف ہیں۔

ہمارے لئے سامی دلائل ہیں اور وہ حاضرین سے خاص نہیں ہیں کیونکہ مومنوں کا راستہ اور امت کا ہر زمانہ کے ساتھ راجع ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کتب مذکورہ میں بیانگ دہل سے یہ پکار رہا ہے کہ انحصار ان چار مذاہب پر ہے اور جو مخالفین سے منقول ہیں۔ یسوطیؒ و صاحب میزان سے کہ مذاہب نو ہیں مذہب ابی حنیفہ و مالک و شافعی و احمد و نخعی و محمد بن حسن و سفیان ثوری بن عمر بن ادمو مکحول و اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں کہ صاحب میزان نے امام جعفر صادق و داؤد طائی وغیرہ بارہ آدمیوں تک شمار کئے ہیں۔ تو مخالف کہتے ہیں کہ اجماع کس طرح چار پر منحصر ہیں تو یہ قول مخدوش و مردود ہے کئی وجوہات سے۔

پہلا وجہ یہ ہے کہ اس نے محمد بن حسن کو اس میں شمار کیا ہے ائمہ کے اربعہ کے ساتھ حالانکہ وہ ان مجتہدین فی المذاہب سے ہیں جو دوسرے طبقہ میں ساتواں طبقات کے ہے اور یہ طحاوی میں تحریر ہے۔ اور یہاں ہم وہ ذکر کریں گے کہ یہ مذاہب اربعہ کی طرح شرح میں مجتہدین کے طبقہ میں سے نہیں ہے وہی طبقہ جو ساتوں میں پہلا طبقہ ہے اور ہمارا کلام مجتہدین فی الشرع کے متعلق ہے طحاوی میں ہے کہ

پہلا طبقہ مجتہدین فی الشرع کا ہے جیسا کہ صاحب مذاہب الاربعہ ہوئے یا ان جیسا کہ انہوں نے قواعد کی بنیاد رکھی اور احکام فروع ادلہ اربعہ سے نکالے اور یہ غیر مقلدین دوسرے طبقہ مجتہدین فی المذہب کا ہے جیسا کہ امام ابی یوسف و امام محمد ہوگئے کہ وہ ان دلائل سے احکام نکالتے ہیں جس کی بنیاد امام اعظم ابو حنیفہؒ نے رکھی ہے اگرچہ بعض نے اس میں خلاف کیا ہو اور اس پر وہ ممتاز ہیں مخالف سے جیسا کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ہوئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ داؤد طائی کو صاحب میزان نے منقول میں داخل کیا ہے اور وہ اس کے مذہب اور شاگردوں میں سے ہے تو وہ جدا مذہب کا صاحب نہیں ہو سکتا جیسا کہ درمختار میں اس کے تصریح موجود ہے اور امام استاذ ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے اور مذہب و طریقہ میں وہ مقدم ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے استاذ ابا علی دقاق سے سنا ہے وہ فرماتے کہ میں نے یہ طریقہ ابی القاسم فیروز آبادی سے لیا ہے۔ اور ابوالقاسم نے فرمایا کہ میں نے یہ طریقہ شبلی سے لیا ہے اور اس نے سری سقطی سے لیا ہے اور اس نے معروف کرخی سے اور اس نے داؤد طائی سے لیا ہے۔ اور اس نے علم و طریقہ امام اعظم ابی حنیفہ سے لیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ انحصار مذاہب اربعہ پر اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ ہم نے معتبر کتابوں سے نقل کیا ہے پس اس کے خلاف قول والا مذہب اہل سنت سے خارج ہے اور وہ اعتزال میں داخل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس کی مراد سلف ہیں کہ ان کا مذہب دوسروں سے الگ ہو اور ان کے تابع دار باقی نہ رہ گئے ہوں اور نہ کتابیں جو تدوین ہو چکی ہو۔ پس اجماع ان چار مذاہب پر منعقد ہوا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے مذاہب کی تقلید مقلد پر جائز نہیں ہے سوا ان چار مذاہب کے اور ان چار کے علاوہ مجتہدین کی تقلید کیا ہے جیسا کہ تم نے پہچانا تفسیر احمدی اور طحطاوی کے بیان سے کہ اجماع ان چار مذاہب کے انحصار پر ہے ان کے علاوہ جو ان چار اماموں کا مخالف ہو تو ان کی تقلید مقلد کے لئے اور ان کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ پس اس جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ سلف امور اضافت سے ہے اور یہ صحیح ہے کہ اطلاق کرے اس پر جو اس سے پہلے اس کو دیکھے اور تائید ہے جو ہم نے کہا وہ جو صاحب جامع الرموز نے کہا

ہے تو یہ اس میں بعد نہیں ہے کہ ذسلف شامل ہو مجتہدین میں تمام جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے کہ سلف شرع میں وہ ہے جس کے دین میں اس کے مذہب کی تقلید کی جاتی ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور صاحبہ و تابعین پس یہ تمام سلف ہیں جیسا کہ کنایہ میں نقل ہے۔ اصل میں سلف مصدر ہے یعنی گزر چکے ہوں اور کسی آدمی کا باپ گزر چکا ہو پس تمام اسلاف میں داخل ہیں مراد سلف سے علما کرام کا طبقہ ہے یعنی ائمہ اربعہ پس ہر جماعت جو پہلے گزر چکی ہو وہ سلف ہیں اور اس کے بعد وہ خلف ہیں پس ظاہر ہوا کہ اجماع مرکب اس پر منعقد ہوا کہ مزکور مذاہب اربعہ پر حصر ہوا۔ تلویح میں ہے یہ لغت میں ارادے کو کہا جاتا ہے فلاں نے اس پر ارادہ کیا ہے اور اتفاق بھی ہے پس کہا جاتا ہے کہ قوم نے اس پر اتفاق کیا۔ اور اصطلاح میں مجتہدین کے اتفاق کو کہا جاتا ہے جو حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی امت سے ہو ہر زمانہ میں حکم شرعی پر۔ پس مراد اتفاق علما سے یہ ہے کہ اعتقاد، قول، فعل تمام اس میں مشترک ہیں اور مجتہدین کا قید اس لئے لگایا گیا کہ عوام کی اتفاق کی کوئی اعتبار نہیں اور اس میں لام استغراق کے لئے ہے اس میں بعض مجتہدین زمانہ کی اتفاق سے احتراز کیا گیا ہے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سے بھی احتراز کیا کہ دوسرے سابقہ شریعتوں کے مجتہدین کے اتفاق کی اجماع مراد نہیں اور ہر زمانہ کے مجتہدین کا معنی یہ ہے کہ زمانہ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اور احتراز کا فائدہ یہ ہے کہ اس پر یہ رد ہے جس نے یہ قید ترک کیا کہ اجماع منعقد لازم نہیں آتا آخر زمانہ تک اور تمام مجتہدین کی اتفاق اس کے علاوہ نہیں ہے اور یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ جس نے ترک کیا اس نے وضاحت تک کیا۔ لیکن تصریح کی نسبت تعریفات پر ہے۔ چلپی میں ہے کہ دونوں معانوں میں فرق یہ ہے کہ اجماع پہلے معنی پر ایک سے متصور ہو سکتا ہے اور دوسرے معنی پر کہ متصور نہیں ہو سکتا۔ مگر کئی سے اس کی حاشیہ میں ہے دوسرا معنی اصطلاح میں زیادہ صحیح ہے حسامی میں ہے لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ کس سے اجماع منعقد ہو سکتا ہے پس بعض نے کہا کہ اجماع صرف صحابہ کی ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اجماع صرف اہل مدینہ کی ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اجماع حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی اولاد پر منعقد ہو سکتی ہے اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اجماع علماء ہر زمانہ کے اجتہاد و اہل عدالت کے قائم ہو سکتا ہے اور علماء کی

قلت کے لئے کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ ان کی زیادہ ہونے کی۔ اور نہ اس میں یہ شرط ہے کہ وہ مرنے تک اس پر قائم رہے اور نہ خواہشات والے کی مخالفت جس کی نسبت ہوا یعنی خواہشات کی طرف ہو جائے اور نہ ان کی مخالفت جن کی اس باب میں کوئی رائے نہ ہو مگر جو رائی سے بے پرواہ ہو مسلم الثبوت میں ہے۔ لوگوں کو ہمیشہ تک اس پر معمول ہے اور اس پر ان کی اتفاق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں کا ہمیشہ معمول چار مسالک پر عمل کرنا ہے اور اس طائفہ کے لئے کوئی اعتبار نہیں ہو ان چار کے مخالف ہو۔ اور جو منہ کی شرح میں ہے کہ مجتہدین کی تقلید جائز ہے ان کے ذکر اور جو ان کے عقائد میں مشابہ ہو کیونکہ تمام مذاہب حق ہیں تو یہ قول معتمد کتب کا مخالف ہے اور جامع الرموز میں ہے جس نے بے شمار مسالک میں حق ٹھہرایا جیسا کہ معتزلہ ہو گئے تو عام آدمی کے لئے اختیار ثابت ہے کہ ہر اس مذہب کو اختیار کریں جو اس کی خواہش کے مطابق ہو اور جس نے ایک مسلک کو ٹھہرایا جیسا کہ ہمارے ذعلماء ہوئے تو عامی کے لئے ایک امام ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ کشف میں ہے پس اگر کسی نے ہر مذہب سے جو اس میں مباح ہو اختیار کیا تو وہ پورا فاسق ہو جاتا ہے جیسا کہ شرح طحاوی فقیہہ ابن مسعود میں ہے تو اس کی اعتقاد حق و صواب ہے جیسا کہ جواہر میں نقل ہے پس قائل مذکور کے جواز کے تقلید والا اہل سنت و معتزلہ کے اقوال میں فرق نہیں کر سکے ہوں گے۔ اس وجہ سے وہ حیص بیص میں واقع ہو جاتا ہے اور جو مسلم الثبوت میں نقل ہے کہ واجب نہیں مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے واجب فرمایا ہے تو حکم اس کے لئے ہے اور کسی پر واجب نہیں کہ کوئی کسی آئمہ کے مذہب پر ہو تو یہ وارد نہیں حصر مزکور پر کیونکہ تقلید اجماع کے رو سے واجب ہے پس یہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہو اور اس مین کوئی شک نہیں کہ سلف کا اس پر اجماع ہے کہ انحصار ان چار مسالک پر ہے جیسا کہ دوبارہ تم نے اس کو پہچانا اشباہ وغیرہ سے پس ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کریں اگر ایسا نہ ہو تو حکم تلفیق سے ہے اور وہ اجماع سے باطل ہے۔

درمختار میں ہے کہ حکم اور فتویٰ مرجوع قول پر جھل ہے اور اجماع کو پھاڑنا ہے اور حکم ملفق اجماع سے باطل ہے اور عمل کے بعد تقلید سے رجوع کرنا باطل ہے اور یہ بات مذہب میں مختار ہے اور

قاضی مجتہد کے لئے اس میں خلاف ہے۔

اور جو مقلد ہے تو اس کا قضا مذہب کے خلاف ہرگز نافذ نہیں جیسا کہ تنبیہ میں ہے اور تفسیر احمدی میں ہے جب اس کے لئے تابعداری لازم ہوئی تو اس پر واجب ہے کہ اس مذہب کو لازم رکھے اور دوسرے مذہب کی طرف نہ جائے کیونکہ انتقال اس پر دال ہے کہ اس کو پہلے والے مذہب میں بطلان ظاہر ہوا حالانکہ ہر مذہب والے چار مذاہب کی حقیقت میں کہتے جاتے ہیں اور جس نے انکار کیا وہ اس کے خلاف واقع ہوا۔ اور جو عبدالعلی کا قول شرح المسلم میں ہے تو یہ اس کے خطاؤں میں سے ہے وہ کہتے ہیں کہ دلائل کو انہوں نے نہیں پیش کئے ہیں۔ اس کا یہ قول قابل قبول نہیں کیونکہ اجماع دلیل قطعی ہے تو کس طرح کہتا ہے کہ انہوں نے دلائل نہیں پیش کئے تو یہ اس کے ہوس پر اطلاق کرتا ہے اور اجماع کے خلاف پر جو انہوں نے دلائل پیش کئے ہیں یہ ان کی بے ادبی ہے۔ تفسیر احمدی میں ومن یشاقق الرسول کے ذیل لکھا ہے۔ یعنی ان کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستے کی تابعداری حرام ہے تو ان کے راستے کی تابعداری واجب ہے کیونکہ ان کے راستے کی تابعداری کو ترک کرنا جنہوں نے اس راستے کو پہچانا اور دوسرے راستے کی تابعداری کی وہ اس آیت میں داخل ہے۔ یہ اس کے الفاظ تھے پس جان لو! کہ مومنوں کے راستے کی تابعداری واجب ہے اور اسی کو اجماع سے تعبیر کیا گیا۔

پس اجماع حجت قاطعہ ہوا اس سے انکار کرنے والا ایسا کافر ہے جس طرح قرآن و احادیث متواترہ سے انکار کرنے والا تو یہ خبر مشہور یا خبر واحد سے مقدم ہوا جب کہ ہم کو ہر زمانہ سے منتقل ہوا اس کے نقل کرنے میں اور جب کہ ہم کو افراد سے منتقل ہوا خبر واحد کی طرح اور لابدی ہے اجماع سے آگے دعوت دینے سے اور وہ کبھی خبر واحد سے ہوتا ہے یا قیاس سے یعنی ضروری ہے کہ ثابت ہو جائے حکم پہلے خبر واحد یا قیاس سے پھر اس پر امت کی اجماع ہو اور عزیمت وہ ہے کہ ہر ایک کہے کہ ہم نے اس حکم پر اجماع کیا ہے یا ہر ایک نے اس کام کو جائز جانا ہے اور رخصت وہ ہے کہ اس میں بعض نے کلام کیا ہو یا بعض نے کیا ہو اور بعض نے کیا ہو اور جماع کے اہل وہ ہے جو مجتہد ہو خواہشات والا نہ ہو اور نہ اس میں فسق ہو اور کسی نے کہا ہے کہ اجماع بغیر صحابہ کے نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اہل مدینہ

اجماع کے اہل ہیں۔ یہاں ہم نے تحقیق کو ترک کیا طوالت کے ڈر سے کیونکہ یہی تک اس گمراہ مولف کے لئے کافی ہے طوالت اس کو فائدہ نہیں دیتا اگر تم اس پر تورات و انجیل کیوں نہ پڑھے۔

پانچویں بحث کا جواب

یہ قول کہ قرآن کے بعض سے انکار کرنا کفر نہیں پس یہ کفر ہے جیسا کہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں ہے کہ جس نے تمام قرآن مجید سے یا کسی سورت سے یا آیت مبارکہ سے انکار قرآن کا انکار کرنا ہے پس میں کہتا ہوں کہ اگر کسی نے ایک کلمہ سے بھی انکار کیا تو بھی کفر ہے یا قراۃ متواترہ سے یا گمان کیا کہ یہ کلام اللہ سے نہیں ہے۔ یہ قول کفر کا ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ جو قرآن مقدس میں لکھا ہوا ہے یہ کلام اللہ سے عبارت ہے یا حکایت ہے کلام اللہ کا۔ پس اس نے کتاب و سنت و سلف امت کے خلاف کیا۔

چھٹے بحث کا جواب

اللہ تعالیٰ کے لئے مثال کو ثابت کرنا جس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ سب سے پہلے اس سے دلیل لاتے ہیں اللہ نورا لسماوات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کی نور کی مثال ایسی ہے جس طرح طاق ہے اور اس میں چراغ ہے یا قول اللہ تعالیٰ کا وللہ مثل الاعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثال ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے لیس کمثلہ شیئی وھوالسمیع البصیر اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ تو یہ گمراہی اور زندقہ ہے کیونکہ اس نے مثل و مثال کو ایک جانا اس لئے اس نے اثبات میں استدلال کیا مثال سے جو دونوں آیتوں میں واقع اور ذکر ہیں۔ حالانکہ مثل مرادف ہے مثل کا پس کس طرح مثل کی نفی کرتا ہے اور مثال کو ثابت کرتا ہے حالانکہ قرآں میں مثالوں کو بیان کرنا اللہ کے لئے منع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے فلاتضربو اللہ الامثال بیضاوی اس کے تحت لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مثال کو ٹھہراؤ کہ اس سے تم شرک کرتے ہو یا اللہ

تعالیٰ پر قیاس کرتے ہو کیونکہ مثل کا بیان کرنا حال سے تشبیہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قول فلا تجعلو اللہ مثلا" کے تحت لکھا ہے مثلھم کمثل الذی استوقد نارا مثل اصل میں نظیر کے معنی میں ہے۔ کہا جاتا ہے مثل و مثیل و مثل کشبہ و شبیہ و شبہ پر کہا جاتا ہے کہ تمام مثالوں اپنے مورد پر بیان کئے جاتے ہیں۔ اور بیان نہیں کیا جاتا مگر جس میں غرابت ہو پس اس لئے تغیر سے اس کی حفاظت ہوئی پھر ہر حال میں یہ استعارہ کے لئے آتا ہے یا صفت کے لئے یا کہانی کے لئے اس کے لئے شان ہے اور اس میں غرابت ہے مثل یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے۔ مثل الجنتہ التی وعدا لمتقون یا قول اللہ تعالیٰ کا وللہ المثل الاعلیٰ۔ اور جو تکمیل الایمان میں زکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مثل نہیں ہے لیکن مثال ہے مثل دیگر کی طرح اور دیگر مثال مساوی تمام صفات میں کہا جاتا ہے اور مثال میں مساوات تمام صفات میں شرط نہیں ہے مثلا" عقل کو آفتاب تمام صفات میں مثل نہیں ہے اور باوجود اسی آفتاب کو عقل کے مثل لایا جاتا ہے اس کے مناسبت سے چنانچہ محسوسات نور آفتاب سے منکشف ہے اور انکشاف معقولات عقل کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ اندازہ مناسبت در مثال میں کفایت کرتا ہے چنانچہ بادشاہ کو تمثیل آفتاب دیتا ہے اور وزیر کو چاند کا۔

اگر کسی نے خواب میں آفتاب کو دیکھا اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ بادشاہی پائے گا اور اگر چاند کو دیکھا تو وہ وزیر بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کی نور کی مثال مشکوۃ کی طرح ہے اس میں چراغ ہے اور چراغ شیشہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ مصباح وزجاجہ و مشکوۃ و درخت اور تیل کی مثل ہو اور قرآن مجید کو رسی سے تعبیر کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ قرآں مجید کی طرح رسی نہیں ہے بلکہ یہ مثال اس سے ہے اور عالم خواب عالم مثال ہے اور نبی علیہ السلام کا دیکھنا بھی اسی قبیل سے ہے اور ان تمام باتوں کی تحقیق حجتہ الاسلام کے بعض رسائل میں ڈھونڈنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

پس مراد مثال سے استعارہ کی طریقہ سے یہ صفت ہے جیسا کہ تم نے دوبارہ بیضاوی کی تقریر سے پہچانا اور یہ تائید دیتا ہے جو زمخشری نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے وللہ المثل الاعظیٰ کے تحت لکھا ہے کہ وہ وجوب ذاتی ہے اور مطلق غنی ہے اور بڑا سخی ہے اور صفات مخلوق سے وہ پاک ہے نہ وہ معنی پر ہے جیسا

کہ بعض نے سمجھا ہے جو ذکر ہو چکا ہے وہ ایسی تشبیہ دیتے ہیں جو موجب کفر ہے اس کا قائل کے لئے ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا ہے قونوی کے شرح میں ہے نعیم ابن حماد نے کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کی کسی چیز سے تشبیہ دی پس وہ کافر ہوا۔ اور جو منکر ہو ان صفات سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کے لئے خاص کئے ہیں وہ بھی کافر ہوا۔ اسحاق ابن راہویہ نے کہا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے متصف کیا جو مخلوقات میں سے کسی کی ہو ان سے مشابہ کیا پس وہ کافر ہوا اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ بنانے سے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حاصل کلام یہ ہے اور اس مقصد کا لب لباب کہ واجب ممکن کے مشابہ نہیں ہوتے اور نہ ممکن واجب سے مشابہ ہے پس اللہ تعالیٰ کی صفات محدود بھی نہیں اور نہ گنتی میں آسکتی ہے اور نہ تصور میں آسکتی ہے اور نہ اس کا بعض ہے اور نہ مجزء ہے اور نہ مرکب ہے اور نہ متناہی ہے اور مائیہ چیز کے مشابہ ہے اور نہ ماہیہ چیزوں کی اور نہ کیفیت ہے رنگ و ذائقہ سے یا خوشبو سے اور نہ گرمی و سردی و خشکی سے وغیرہ جو صفات اجسام کی ہو اور نہ کسی مکان میں متمکن ہے نہ اونچے مکان میں اور نہ نیچے مکان میں اور نہ ان دونوں کے علاوہ اور نہ زمانہ اس پر حاوی ہو سکتا ہے جیسے کہ مشبہ و مجسمہ و حلولیہ نے سمجھے ہیں اور نہ حال ہے اور نہ محل ہے اور نہ اس پر فاضل مذکور کے قول سے رد کیا جاتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ میں ذکر ہوا ہے اس کی تشریح میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام سے وارد ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو احسن صورت میں دیکھا دوسری روایت میں ہے کہ میں نے ایک نوجوان کی شکل میں دیکھا امام رازی نے تاسیس التقدیس میں فرمایا ہے کہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا جائے مخلوق کی کسی صورت میں کیونکہ خواب یہ خیالات کے تصرفات سے ہیں اور وہ شکلیں خیالی شکلوں سے عالم مثال جدا نہیں ہے کیونکہ حدیث متشابہات سے ہے جیسا کہ فقہ اکبر میں کے قول میں لکھا ہے کہ اس کا ہاتھ ہے وجہہ و نفس، فخر الاسلام نے کہا ہے کہ ہاتھ اور وجہ کا اثبات حق ہے ہمارے نزدیک لیکن یہ معلوم ہے کہ یہ اس وصف سے متشابہ ہے اور اصل کے باطل کرنا جائز نہیں عجز سے صفات کے پہچاننے میں لیف سے۔ پھر چند سطور کے بعد لکھتا ہے جو احادیث میں وارد ہیں عبارات متشابہات سے جیسا کہ یہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے ایک مٹھی سے جس کو تمام رنگ زمین سے لیا اور مختلف پانی سے اس کو روند ڈالا اور برابر کیا اور اس میں روح ڈالا تو حیوان حساس بنا اگرچہ جماد تھا۔ اس باب میں جو کہا گیا ہے کیونکہ امام رازی کا قول تاسیس التقدیس کا مبنی ہے۔ خیالی تصورات سے اس کے قول سے دفع کیا گیا بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آخرت میں تجلیات صوری ہے اور اس سے بہت سی اشکالیں زائل ہوجاتی ہیں۔ پس یہ آواز دیتا ہے اونچی آواز سے کہ شکل سے دنیا میں دیکھنا جمہور کے خلاف تو اس کے قول ے لئے کوئی اعتبار نہیں اور جو ہم نے کہا یہ اس کی تائید ہے جو اس فاضل نے دوسری جگہ اس شرح میں نقل کیا ہے۔ ایک طائفہ تو اس طرح بھی گیا ہے کہ نیند میں جو دیکھنا ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بھی خیالی و مثالی ہے ان میں سے شیخ ابو منصور ماتریدی ہے اور کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس پر محققین بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور بعض ہمارے اصحاب نے اس کو جائز کہا ہے لیکن بغیر کیفیت و جہت ومقابلہ وخیال و مثال سے اور انہوں نے سلف سے حکایت نقل کرکے تمسک کیا ہے۔

تذکرۃ الابرار میں ہے تمہید میں ہے دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صورت نہیں ہے اور جس نے داؤد کے فتح سے پڑھا ہے اور اس نے قصدا" یہ پڑھا تو وہ کافر ہوجاتا ہے کیونکہ مصور مصور کا محتاج ہے تو وہ قدیم نہیں ہوسکتا۔ تو صحیح ہوا جو ہم نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا شکل نہیں اور نہ اس کا مثل ہے اور نہ مشابہ و نظیر یا ور نہ اس کا و شریک ہے اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ اور جو بعض کا قول شیئاللہ ہے اس سے کفر لازم ہوتا ہے اور وہ تمسک کرتے ہیں جو درمختار میں ہے۔ کسی نے قائل کو کفر سے تعبیر کیا ہے تو وہ اس اطلاق سے نہیں جیسا کہ ردالمختار شرح درمختار میں ہے وہ لکھتے ہیں کہ شاید اس کا وجہ یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز طلب کی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے مستغنی ہے اور ہر ایک اس کی طرف فقیر و محتاج ہے پس اس کے عدم تکفیر کو ترجیح دیا جاتا ہے کیونکہ ممکن ہو کہ وہ یہ کہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں طلب کرتا ہوں چیز کا اللہ تعالیٰ کے عزت کے واسطے۔ (شرح وہانیہ) پس میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے دور ہونا ضروری ہے اور اس کا خلاف گزر چکا۔ اس کو حکم دیا جاتا

ہے توبہ و استغفار سے اور نکاح کے تجدید سے لیکن یہ انکار اس وقت ہے جو بہ نہ جانے اگر اس کا ارادہ صحیح ہو تو ظاہر بات ہے کہ پھر کوئی بات نہیں۔

اور جو بعض کا قول ہے کہ خبر واحد پر عمل نہیں کرنا چاہئے تو یہ قول مردود ہے کیونکہ دین کے باب میں یہ معمول ہے قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے اور عیون میں ذکر ہے اگر کسی ایک آدمی نے کسی عورت کے شوہر کے مرنے کی خبر لائی یا اس کے مرتد ہونے کا یا طلاق کا تو اس عورت کے لئے حلال ہے کہ وہ نکاح کریں اگر ایک آدمی نے ان میں سے سنا تو اس کے لئے حلال ہے کہ وہ گواہی کریں کہا کہ بے شک یہ دین کا باب سے ہے تو یہ خبر واحد سے ثابت ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ یہ ضروری ہے کہ مسلمان کے تکفیر سے زبان کو روکا جائے اگر اس میں ایک وجہ سے کفر مانع ہو تو یہ مسلمان سے حسن ظن کے بنا پر تو پھر تم نے اس امور کے مرتکب پر کفر کا حکم لگایا حالانکہ وہ اسلام کے مدعی بھی ہو۔ تفسیر احمدی میں اس قول اللہ تعالیٰ کی ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا اس آیت سے مقصد یہ ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مومن سے صرف کلمہ شہادت پر اکتفا کیا جاتا ہے یہ اس کے دل کی اطلاع میں سے ہے۔ یہ احکام کے اجراء کی نشانی ہے۔ پس دل کی تصدیق ایمان میں رکن اصلی ہے بلکہ بعض کے نزدیک وہ ایمان ہے اور جو منافقین کی مذمت قرآن میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ جانتا ہے انسان سے جو وہ دوسرا نہیں جانتا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی خبر دی جس طرح تھا تو یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ایمان صرف زبان کا قبول نہیں جب کہ اس کا نفاق اور علامت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے ظاہر نہ ہو۔ فاضل علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں ایسے وجوہات ہوں جس سے کفر لازم اجائے اور ایسی وجہ بھی ہو جس سے کفر لازم نہیں آتا ہو پس مفتی کو چاہئے کہ مسلمان پر اچھے گمان کی وجہ سے تکفیر سے باز رہے اگر قائل کی نیت سے ایسا وجہ بھی ہو جس سے تکفیر نہ ہو پس وہ مسلمان ہے اگر اس کی نیت سے تکفیر لازم آجائے تو مفتی کا فتویٰ اس کو فائدہ نہیں دے سکتا اس کو توبہ کے لئے کہا جائے اور اس قول سے رجوع کے لئے اور اس کے بیوی کی نکاح کی تجدید کریں۔ اشباہ میں صغری سے نقل ہے کہ کفر بہت بڑی چیز ہے پس مومن کو کافر نہیں ٹھہرا سکتا۔

جب تک اس سے عدم کفر کی روایت پایا جائے۔ حموی نے کہا ہے عمادیہ میں کلام کے بعد کہا ہے کہ پس جان لو کہ اگر ایک مسئلہ میں کئی وجوہات تکفیر کا ہو اور ایک وجہ ایسا ہو جس سے کفر لازم نہیں آتا ہو پس مفتی اس کے نہ کافر ہونے کی طرف رجحان کریں سلمان پر اچھے گمان کی وجہ سے پس اگر اس کی نیت اس طرح ہو پس وہ مسلمان ہے اگر اس کی نیت ۔ کفر لازم آتا ہو تو مفتی کا اس کے کفر پر حمل نہ کرنا اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

اس کو توبہ کے لئے کہا جائے اور اس قول سے رجوع و تجدید نکاح کے لئے کہا جائے اسلام کے بعد پس اگر اس نے عادۃ کلمہ شہادت پڑھا اس کے لئے وہ کوئی نفع نہیں دے سکتا جب تک اس قول سے رجوع نہ کرے جو کہا ہو۔ کیونکہ کلمہ شہادت پڑھنا عادت سے کفر زائل نہیں ہوتا اور یہ قول مختار ہے جیسا کہ فتاویٰ ظہریہ میں ہے۔

اس کا یہ قول جہاں بھی روایت پایا جائے کہ وہ کافر نہیں ہو سکتا یعنی اگر وہ روایت ہمارے مذہب کے علاوہ ہو اور دلالت کرنے والی ہو ان شرطوں کے جو تمام کے تمام سے کفر لازم آتے ہو اور اس کی شرح میں بھی ایسا ہی باب البغاۃ میں لکھا ہے اہل مذہب کے کلام میں واقع ہوتا ہے زیادہ تکفیر لیکن کلام فقہا میں نہیں ہے وہ فقہا جو مجتہدین ہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی اور کوئی اعتبار نہیں فقہا کے علاوہ اس بات کو ابن ہمام نے نقل کیا ہے اور اس میں باب المرتدین میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے یعنی کسی مسلمان کی تکفیر پر فتویٰ نہ دیں اگر اس کلام کا محمل اچھی بھی ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ ضعیف روایت سے ہو اکثر الفاظ تکفیر کے جو کتب فتاویٰ میں موجود ہیں اس پر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ محقق ابن ہمام نے کہا ہے کہ میں نے اپنے اوپر یہ لازم کیا ہے کہ اس کے متعلق میں کوئی فتویٰ نہیں دوں گا۔ مصنف نے اس کی شرح میں ذکر کیا ہے اس باب میں کہا گیا ہے یہ وہ لفظ ہے اور فتح میں ہے جس نے کفر بکا و مرتو ہوا اس لئے کہ اس نے اہانت کی پس یہ کفر ہے عناد کی وجہ سے وہ الفاظ کو یہ جو کتب فقہا سے پہچانا جا سکتا ہے۔ پس یہ اور جو اس سے قبل ذکر ہوا صریح ہے کہ وہی الفاظ تکفیر جو فتاویٰ میں مشہور ہیں۔ حقیقت میں مرتد ہونے کو لازم ہے۔ بزازیہ میں ہے اور بعض سے حکایت

کیا جاتا ہے جس کے سلف نہ ہو وہ کہتے ہیں کہ جو فتاوی میں ذکر ہے اس سے کافر ہوتا ہے تو یہ ڈرانے کے لئے ہیں نہ کہ حقیقت میں کافر ہو جاتا ہے پس یہ بات باطل ہے۔ حق یہ ہے جو مجتہدین کے نزد صحیح ہو پس وہ حقیقت پر ہے اور جو دوسروں سے ثابت ہو تو مسئلہ تکفیر میں اس پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ یہ عبارت حموی شرابشاہ کا تھا جو نقل کیا گیا۔ فتاویٰ برھنہ میں ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں چند وجوہات موجب تکفیر ہو اور ایک مانع تکفیر ہو پس مفتی اس ایک مانع کی طرف میلان کر کے فتویٰ کفر پر نہ دیں۔ اگر قائل کی نیت ایسا ہو تو یہ بات مسلم ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مفتی کا فتویٰ فائدہ نہیں دے سکتا اور اس کو توبہ و تجدید نکاح کا حکم دیں اور اگر اس کی نیت کچھ نہ ہو تو مفتی مانع پر فتویٰ حمل کریں لیکن اس کو تجدید و توبہ کا حکم دیں۔ درمختار میں ہے جان لو کہ کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ نہ دیں اگر اس کا کلام اچھائی پر حمل ہو سکتا ہو یا اس کے کفر میں خلاف ہو اگرچہ وہ روایت ضعیف کیوں نہ ہو جیسا کہ بحر میں تحریر کیا گیا ہے اور ابشاہ میں بھی صغری سے نقل کیا گیا ہے۔ در وغیرہ میں ہے اگر مسئلہ میں چند ایسی وجوہات ہو جس سے کفر لازم آئے اور ایک وجہ ایسی ہو جس سے کفر مانع ہو تو مفتی کو چاہئے کہ وہ مانع والی توجیہ کی طرف میلان کریں اگر اس کی نیت ایسا ہو تو ٹھیک ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مفتی کا کفر پر حمل کرنا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ ردالمختار شرح درمختار میں ہے ظاہر یہی ہے کہ اس پر فتویٰ نہ دیں جس سے وہ قتل کا مستحق ہو اور نہ طلاق زوجہ پر حکم دیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مراد پہلا ہے کیونکہ تاویل اس کے کلام کے یہ ہے کہ مسلمان کے قتل سے اس کو دور لے جاتا ہے اگر اس کا ارادہ وہی تاویل ہو اور یہ معاملہ ظاہر کلام کے منافی نہیں جس میں بندہ کا حق ہو اور وہ بیوی کی طلاق ہے اور اس کی نفس کے مالک ہونا ہے دلیل سے اگر اس نے وضاحت کی کہ اس نے ارادہ کیا کہ وہ مباح بات کریں اور اس کے زبان پر کفری کلمہ بکا خطا سے بغیر ارادہ سے تو قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا اگرچہ وہ کافر نہ ہوگا جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہوگا۔ پس اس سے سوچنا چاہئے اور اس سے نقل کر کے تحریر کیا ہے اور میں نے اس سے زیادہ تصریح نہیں دیکھی ہے۔ اور بہت جلد شارح ذکر کرے گا اور اگر کفر اتفاق سے ہو تو اس کا عمل اور نکاح باطل ہوتا ہے اور اگر اس میں خلاف ہو تو اس کو استغفار و توبہ و تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم احتیاط سے ہے پھر ان کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مسلمان کو گالی دینے سے انسان کافر نہیں ہو سکتا یعنی اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا تاویل کے امکان سے پھر میں نے جامع فصولین میں دیکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کلام کے بعد میں کہتا ہوں کہ جاننا چاہئے کہ جج نے کسی مسلمان کے دین کو گالی دی وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن تاویل کا بھی امکان ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اس کے اخلاق رویہ ہو یا معاملہ قبیحہ ہو نہ کہ حقیقت میں اسلام مراد ہو۔ پس اس جگہ یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ واللہ علم۔

نورالعین میں قرار کیا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح کے فسخ پر حکم نہیں دیا جا سکتا اور اس میں بحث وہ ہے جو ہم نے کہا۔ اور جو نکاح کے تجدید کا حکم ہے تو احتیاط کی وجہ سے اس میں کوئی شک نہیں خصوصاً" رذیل اور بے وقوف لوگوں کے حق میں جو یہ کلمات بکتے ہیں کیونکہ وہ یہ معنی کا خیال بھی ہرگز نہیں کرتے۔ خیر میں سوال کیا گیا ہے کہ اگر کسی حاکم نے کسی آدمی کو کہا کہ تم شرع پر راضی ہو پس اگر اس نے کہا کہ میں راضی نہ ہوں اور اس کلمہ سے مفتی نے فتویٰ دیا کہ وہ کافر ہوا اور اس کی بیوی طلاق ہو گئی پس کیا اس کا کفر ثابت ہوتا ہے اس پر۔ اس نے جواب دیا کہ عالم کے لئے یہ نہیں چاہئے کہ وہ اہل اسلام کے تکفیر پر سبقت کریں آخر تک یہی بحث۔ بحر میں درج ہے کہ اس نے جواب دیا پہلے اس سے کہ اس کو تعزیر دینا ضروری ہے اور اس کو سزا دینا چاہئے اس کا یہ قول اگرچہ روایت ضعیفہ سے ہو۔ علامہ رملی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ روایت ہمارے مذہب، کے نہ ہو اور اس پر دلالت کرنے والا ہو کہ وہی شرطیں جس سے اتفاقاً" کفر لازم ہوتا ہے۔

اس کا یہ قول جیسا کہ۔ بحر میں درج ہے اس کی عبارت کو ہم نے پہلے درج کیا اس کے قول سے پہلے اور اس کے صحت کے شرائط سے۔

اس کا یہ قول وجوہات سے ای احتمالات سے جیسا کہ۔ بحر کی عبارت سے گزر چکا تاتارخانیہ سے کہ احتمال کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوتا۔ اس کا یہ قول اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر اس کی نیت ایسا نہ ہو جس سے کفر منع ہو جائے کہ اس سے ارادہ کفر کی وجہ ہو کفر کی۔ یا اس کی نیت کچھ نہ ہو۔ تو مفتی کو تاویل کے

اس کے کلام کا کوئی فائدہ نہیں دیتا وہ اس پر حمل کریں جس سے کفر لازم نہ آئے۔ اگر کسی نے مسلمان کو اس کے دین کی گالی دی اور مفتی نے اخلاق رد پر حمل کیا کہ اس سے اس کا قتل کرانا ہے کی نفی کریں تو یہ تاویل نفع نہیں دے سکتا۔ جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہو مگر اگر اس نے نیت کی ہو۔

ہمیں جاننا چاہئے ان روایات مذکورہ سے مسلمان کے کافر نہ ہونے کا۔ اگر اس کا کلام کو حسن ظن پر حمل کیا جائے تو پھر تم یہ کیوں جسارت کرتے ہو کہ جو ان امور کا کرنے والا ہو اس بات سے وہ کبائر ہو حالانکہ اس سے مومن ایمان سے نہیں نکلتا جیسا کہ کتب عقائد میں اس کی تصریح موجود ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اس وقت ہے کہ اس کی بدعت پھیلنے والی نہ ہو اور وہ لوگوں کو دعوت دینے والا نہ ہو اور اگر اس کی بدعت پھیلنے والی ہو اور لوگ اس کے اقتدا کرنے لگتے ہیں تو اس کی تکفیر کرنا جائز ہے۔ اور اس کا قتل کرنا جیسا کہ ردالمختار شرح درمختار میں ہے۔

نورالعین میں تمہید سے نقل کرتے ہیں کہ اہل ہوا سے جب ان کی بدعت ظاہر ہو جائے وہی بدعت جس سے کفر لازم آتا ہے تو ان تمام کا قتل مباح ہے جب کہ وہ رجوع نہ کریں اور توبہ نہ نکالیں اور اسلام نہ لائیں ان تمام کا توبہ قبول ہے سوائے اباحیہ و گالیہ و شیعہ یعنی سبایہ روافض میں سے قرامطہ و زنادقہ فلافسہ میں سے کسی حال میں ان کا توبہ قبول نہیں کیا جاتا اور توبہ کے بعد اس کو قتل کیا جائے اور توبہ سے قبل کیونکہ وہ صانع کا معتقد نہیں ہے یہاں تک کہ وہ توبہ نکالے اور اس سے رجوع کریں اور بعض نے کہا ہے اگر انہوں نے لینے واظہار سے پہلے توبہ کی تو ان کی توبہ قبول کی جاتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو پھر قبول نہیں کی جاتی۔ اور وہ امام ابی حنیفہ کے قول پر قیاس کیا جاتا ہے۔ اور وہ بہت اچھا ہے اور جو وہ بدعت جس سے کفر لازم نہ آجائے تو اس پر تعزیر واجب ہے جس وجہ سے جو ممکن ہو جو اس سے منع کریں کہ وہ جیل کے بغیر نہ ہو ان کا قید کرنا اور مارنا جائز ہے۔ اور اگر کوئی بغیر تلوار سے منع نہیں کیا جاتا اگر وہ ان کا رئیس ہو یا ان کا مقتدا ہو تو سیاستہ اس کا قتل جائز ہے۔ اور وہ مبتدع جو لوگوں کو۔ دعوت دیں بدعت کی طرف اور اس سے یہ وہم کیا جائے کہ بدعت اس سے پھیل جائے گا اگرچہ اس کے کفر پر حکم نہیں کیا جاتا لیکن بادشاہ کے لئے جائز ہے زجرا" و سیاستہ اس کو قتل کیا جائے کیونکہ

اس کا فساد اعلیٰ و عام ہو گا۔ یہاں تک کہ لوگ دین میں اس سے اثر قبول کرلیں گے۔ اور وہ بدعت جو کفر ہو تو اس کے عام دوستوں کو قتل کیا جائے گا اور اگر کفر نہ ہو تو اس کے سکھانے والے کو قتل کیا جائے گا زجر و منع کرنے کے لئے فتاویٰ برھنہ میں ہے کہ تمہید میں کہا گیا ہے کہ مبتدع کو جس کی بدعت گھر تک پہنچا ہوا ہو اس کا قتل کرنا مباح ہے مگر جب وہ توبہ کرے تو قبول کیا جائے گا۔ یہ اس وقت ہو گا جب کہ اس نے اظہار نہیں کیا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر ایسا نہ ہو گا اور امام صاحب کے قول پر قیاس ہے اور اگر بدعت کفر تک نہ پہنچا ہو تو پھر موجب کرنا جائز ہے زجر و سیاست کی وجہ سے۔ تذکرۃ الابرار و الاشرار میں ہے اگر بدعت اس کا کفر ہو تو ان عام کا قتل مباح ہے اور اگر بدعت فسق کا ہو تو ان تمام کو قتل نہ کیا جائے مگر اس کو قتل کیا جائے جو ان کا رئیس اور امام ہو یہ زجر اور منع کے لئے ہے۔ ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں ہے۔ پھر اس میں کوئی جھگڑہ نہیں کہ گناہ میں سے یہ بھی ہے کہ شارع تکذیب وہی کی نشانی ٹھہرائی ہو اور اس کی ماہیت دلائل شرعیہ سے جاننا جیسا کہ بت کو سجدہ ہونا اور قرآن شریف کو گندگی میں ڈالنا اور کفری لفظ کہنا وغیرہ جو دلائل سے ثابت ہو کہ یہ کفر ہے۔ اس عبارت سے وہ اعتراض دفع ہوتا ہے کہ جو کہتا ہے کہ ایمان جو تصدیق اور اقرار سے عبارت ہے پس نہیں ہو سکتا جو زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کفر کے اشیاء میں سے کسی چیز کا کریں اور یا الفاظ کر کے وہی کفری الفاظ جس سے تکذیب اور شک کی گنجائش نہ ہو۔

تکمیل الایمان میں ہے کہ گناہ اس کے ایمان پر غالب نہیں آیا ہو اور اس کے ایمان کے کاملیت کے لئے ضرر نہ دیں مگر جو اسی گناہ کو حلال جانے یا اس کی اہانت کرے یعنی حلال کو حرام جانے یا گناہ کو ہلکا جانے اور یہ خود کفر ہے اور تصدیق کی منافی ہے ولیکن اگر حرا کو حرام جانے اور گناہ کو گناہ کا عقیدہ رکھے اور بشریت وغلبہ شہوت سے پھسل جائے تو وہ کافر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ تصدیق دل سے منافات نہیں رکھتا اور تصدیق قلبی کہ حقیقت ایمان ہے اور اس نے دل سے ایمان لایا ہے اور مسلمان ہوا ہے لیکن اعضاء سے دل کی فرمان برداری سے نہیں جاتا خصوصاً" اس وقت جو خوف و عذاب سے ڈرنے والا ہو اور مغفرت کا بھی امید رکھتا ہو اور توبہ کی ارادہ بھی رکھتا ہو اور باوجود اس کے اس کو مغرور

نہیں ہونا چاہئے کہ گناہ کی خرابی اس کے دل کی صفائی اور تازگی کو اس طرح لے جائے گی کہ اس کا دل کالا ہوجاتا ہے اور سختی قلب لاتا ہے ایک درجہ کفر کو نزدیک ہوجاتا ہے اور اگر ہمیشہ عادت رکھے تو کفر کے گھاٹی میں واقع ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب گناہ بندہ سے سرزد ہوجائے تو ایک کالا داغ اس کے دل پر پڑ جاتا ہے اگر توبہ کرے تو وہ اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ سیاہی اس کے دل پر پھیل جاتی ہے اور تمام دل پر چھاجاتی ہے۔ اور اگر اس طرح سیاہی اور گناہ متواتر کرے تو گناہ اور برائی اس کو گھیرے لیتی ہے اور سیاہی سے اس کا دل کالا ہوجاتا ہے اور ایمان کے قبول اور حق بات کے سننے کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتا اور قرآن میں ختم یا طبع کے الفاظ کا مفہوم بھی یہی ہے کلا بل ران علی قلوبھم و ختم اللہ علی قلوبھم اشارہ اس طرف ہے۔ پس گناہ اگرچہ مومن کو ایمان سے نہیں نکالتا لیکن خوف ہے کہ اس کو آہستہ آہستہ کفر کی طرف لے جائے گا اور حد پر کھڑا ہونا سلامتی کے لئے ضرور ہے اور وہ تین چیزوں سے زیادہ نہیں ہے۔ نیت لقمہ کہ اس سے بھوک ختم ہوتا ہے و خرقہ کہ اس سے عورت پوشیدہ ہوجاتا ہے اور مکان کہ گرمی و سردی کو اس میں پناہ لیتا ہے اور ضروریات کی حد متوسط کی طرف مباحات لے جاتا ہے اور مباحات میں وسعت شبہات و مکروہات لے آتا ہے اور مکروہات میں واقع ہونے والا محرمات کے مرتکب ہوجاتا ہے اور اسی جگہ دارالاسلام کی سرحد تمام ہوجاتا ہے اور اس کے دوسری طرف دار کفر ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ تذکرۃ الابرار والا شرار میں ہے ردالبدع میں آیا ہے کہ بندہ گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا لیکن اس گناہ کو گناہ نہ سمجھنا کفر ہے اور گناہ نہ سمجھنا کہ بندہ جھوٹ بولے یا غیبت کرے اور یا مومن کو آزاد کرے اور دل میں اس کا کوئی خوف و پشیمان ہونے میں ترس نہ کرے اور بہت سے لوگوں سے ایمان چلاجاتا ہے اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ کبیرہ کو کبیرہ نہ جاننا اور اس کی تحقیر کفر ہے پس جس نے ارادہ کیا کہ وہ مسلمان ہو تمام طوائف اسلام میں سے تو اس کو چاہئے کہ تمام گناہوں سے وہ اپنے آپ کو بچائے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور گمراہ صوفیوں کے مجلسوں سے وہ احتراز کرے اور ان کے فاسد عقائدوں سے یہاں تک کہ وہ حیصہ بیصہ میں واقع نہ ہوجائے اور شریعت کے خلاف ہرگز عمل نہ کرے۔ ملا علی قاری نے کہا ہے جس نے کلمہ کفر کہا

اور دوسرا اس پر ہنسا وہ کافر ہوا اور اگر نصیحت کرنے والے نے بات کی اور قوم نے اس کو قبول کیا تو وہ تمام کافر ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر واعظ نے بات کی یا مدرس نے یا منصف نے اور قوم نے اس بات کی اعتقاد رکھی جس پر انہوں نے اطلاع پائی تو وہ کافر ہو گئے اور ان کے لئے کوئی عذر نہیں ہے اس میں ہاں اگر وہ کفر مختلف فیہ ہو اور کسی نے کہا ہے اگر قوم نصیحت کرنے والے کے پاس خاموش تھے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کفر کے کلمہ کے بعد وہ کافر ہوئے اور یہ محمول ہے کہ وہ یہ جانتا تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے اور اسی میں ہے کہ ہر ایک پر واجب ہے کہ کفریات کو اچھی طرح جانے اعتقادیات کے جانے سے زیادہ کیونکہ دوسرے میں ایمان اجمالی بھی کافی ہے برخلاف پہلے کے کہ اس میں علم تفصیلی معین کیا جاتا ہے اور ہمارے امام صاحب کے مذہب میں خواہ مخواہ اور اس لئے کہا گیا ہے کہ اسلام میں داخل ہونا آسان ہے اس کے مقاصد کے حصول میں اور احکام پر ثابت ہونا مشکل ہے تمام جہان میں اور اللہ تعالیٰ کا قول اس پر اشارہ کرتا ہے ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقامو الا یتہ (ترجمہ) بے شک وہی لوگ جو کہتے ہیں کہ اب ہمارا اللہ ہے اور پھر اس پر قائم رہے اور کسی نے کہا ہے کہ استقامت ہزار کرامات سے بہتر ہے۔ ایک طائفہ میں سے یہ بات مروی ہے کہ ان میں سے ایک نے ابی یزید کے ہمسایوں میں سے ایک سے کہا کہ اسلام لاؤ پس اس نے کہا کہ اگر اسلام ابی یزید کی طرح لاؤ تو میں اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ اپنے وعدہ سے نکلے اور اگر اسلام تمہارے اسلام کی طرح ہو تو مجھے تمہاری حالت احکام میں تعجب نہیں دیتا۔

پس جان لو کہ اگر تمام فرقوں کے نزدیک مسلمان ہو تو اس پر لازم ہے کہ تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں خواہ وہ اعمال ظاہرہ سے تعلق رکھتا ہو یا اخلاق باطنہ سے پھر اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کو اقوال و افعال و احوال جو اتداد میں واقع ہونے کو سے اپنے آپ کو بچائے۔ نعوذ باللہ معاذ اللہ کیونکہ یہ اعمال کو ختم کرتا ہے اور انجام خاتمہ اس پر برا ہوتا ہے اور اگر وہ اس پر قدرت رکھتا ہو اور اس سے ردت صادر ہو جائے تو وہ توبہ کریں اور کلمہ شہادت کی تجدید کریں کہ اس کو سعادت واپس ہو جائے۔ طریقہ محمدیہ میں ہے کہ پس ظاہر ہوا اس سے کہ جو بعض صوفیاء دعویٰ کرتے ہیں ہمارے زمانہ

میں کہ اگر وہ بعض امور شرع کے مخالفت پر اگر ان پر کوئی انکار کریں اور وہ حرمت علم ظاہر میں ہو اور اگر وہ اصحاب علم باطن کے ہو اور وہ اس کے لئے حلال ہو پس یہ قرآن پر عمل کروائے اور اگر ہم پر اس کا اشکال ہو جائے تو ہم اس سے پوچھیں گے اگر قناعت حاصل ہوا تو ٹھیک ہے اگر ایسا نہ ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہوں گے کہ ہم اس سے لیں گے اور اس طرح خلوت میں بھی اور شیخ کی ہمت سے کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ سے ملائے کہ ہم پر علوم منکشف ہو جائے پس ہم کتاب و مطالعہ و پڑھنے کی احتیاج نہ ہوں گے۔ استاد پر اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنا علم ظاہر و شرع کے بغیر نہیں اور اگر ہم باطل پر ہو تو ہمیں یہی حالت سینہ اور کرامات عالیہ اور مشاہدات انوار کے اور انبیاء علیہم السلام کے دیکھنا ہمیں کب حاصل ہو گا۔ اور اگر ہم سے مکروہ یا حرام صادر ہو جائے تو ہمیں خواب کے ذریعہ تنبیہہ ہو گا اور ہم اس کے حلال و حرام پہچانیں گے اور اگر ہم نے نہیں کیا جو تم نے کہا تھا کہ یہ حرام ہے اور خواب کے ذریعہ ہمیں منع نہ کیا گیا تو ہم جان گئے کہ یہ حلال ہے۔ اس طرح بکواسات تمام بے دینی اور زندقہ و گمراہی ہے اس لئے کہ اس سے شریعت حنفیہ اور کتاب و سنت بنویہ پر عدم اعتماد ہے اور کتاب و سنت میں بطلان کو جائز مانا (العیاذ باللہ) پس اس شخص جو یہ سنے اس پر لازم ہے کہ اس کے کہنے والے پر انکار کریں اور اس باطل قول پر بغیر شک و تردد و توقف زجر کریں اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ بھی اسی طرح ہے تو اس پر زندقہ کا حکم کیا جاتا ہے۔

جان لو کہ جو طائفہ وہابیہ نجدیہ کے معتقدات ہم نے ذکر کیا تو اس کے کفر پر کوئی شک نہیں جیسا کہ ہم نے معتبر روایات کے ذریعہ ثابت کیا جو معتبر کتب سے تھیں پس جس شخص میں یہ اقوال فاسدہ اور افعال باطلہ پایا جائے خواہ وہ اجتماع یا انفراد کے روایت سے ہو یا عادل گواہوں کے ذریعہ سے ہو۔ پس وہ کافر و زندیق ہے اس سے اجتناب ضروری ہے اور اس کے مجلس سے پس جو اس پر راضی ہوا یا یہ اعتقاد رکھا کہ وہ مسلمان ہے تو وہ بھی اسی طرح کافر ہے جو ہم نے آپ کو مفصل بتایا اور جو اس سے واقف نہ ہو اس کو بتانا ضروری ہے کہ وہ اس پر خبردار ہو جائے اور اس سے بچے اور اس پر رد نہیں کیا جاتا کہ یہ غائب پر حکم ہے اور اسی لئے جائز نہیں کہ یہ مذہب شافعیہ میں ہے ہم کہتے ہیں ہاں کہ میں نے حنفیہ سے

روایت کو پایا ہے تو جواز پایا گیا۔ جیسا کہ ردالمختار میں ہے اور جامع الفصولین میں ہے کہ اس میں مختلف رائیں اور بیان ہیں غائب کے متعلق مسائل پر حکم اور اس پر اور ان سے اصل قوی و ظاہر منقول نہیں کہ فروع پر بنا کیا جائے بغیر اضطراب کے اور بغیر اشکال کے۔ اور میرے نزدیک یہ ظاہر ہے کہ وقائع میں فکر کیا جائے اور احتیاط کیا جائے اور حرج و ضروریات کو ملاحظہ کیجئے۔ تو اس کے اندازہ کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا جواز و فساد کا مثلاً" اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ شہر سے غائب ہوا اور اس کا مکان معلوم نہ ہو سکتا تھا یا پہچانا جا سکتا تھا لیکن وہ حاضر ہونے سے عاجز تھا یا اس کی طرف سفر کریں وہ یا اس کا وکیل بعد کی وجہ سے یا کسی دوسرے مانع کی وجہ سے اور اسی طرح قرض دار غائب ہو اور اس کے پاس نقدیت تھا اپنے شہر میں وغیرہ تو اس میں غائب کے لئے رعایت ہے اور قاضی کا گمان اس پر ہو گا کہ یہ حق ہے اور اس پر تعزیر اور حیلہ نہیں ہے۔ تو چاہئے کہ اس پر حکم کریں اور اس کے لئے کریں اور اسی طرح مفتی کے لئے چاہئے کہ اس کے جواز پر فتویٰ دیں تو یہ حرج اور ضروریات کے دفع کرنے کے لئے ہے اور حقوق کے تحفظ کے لئے ہے کہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس بات کے ساتھ کہ وہ اس میں کوشش کرنے والا ہے اور آئمہ ثلاثہ تین اس طرف گئے ہیں اور اس مین دو روایت ہیں ہمارے اصحاب سے اور چاہئے کہ غائب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کیا جائے اور وہ اس غائب کی رعایت کریں اور اس کے حق میں کمی سے کام نہیں لیں گے اور نورالعین میں اس بات کا اقرار کیا گیا ہے میں کہتا ہوں کہ تائید کرتا ہے تو قریب ذکر ہو گا مسخر کے باب میں اور اسی طرح فتح میں باب مفقود میں ہے کہ غائب پر قضا جائز نہیں ہاں اگر قاضی اس میں مصلحت دیکھ لیں تو وہ نافذ کرے گا کیونکہ وہ اس میں کوشش کرنے والا ہو گا۔ میں کہتا ہوں کہ ظاہر بات ہے کہ اگر قاضی حنفی ہو گا اگرچہ ہمارے زمانہ میں ہو اور جو گزر گیا یہ اس کی منافی نہیں ہے کیونکہ یہ تجویز مصلحت اور ضروریات کے لئے ہے اور خواہرزادہ کا قول اس کے مقابل ہے کیونکہ اس نے فتویٰ جواز قضا غائب پر لگایا ہے۔

اور وہ عین قضا ہے غائب پر۔ بحرالرائق۔ ودالمختار کی عبارت بتدر حاجت ختم ہوا۔ جان لو کہ قاضی سے وہ قاضی مکروہ نہیں ہے جو بادشاہ وقت سے ملنے والا ہو۔ نہ ہو یہاں تک کہ وہ قضا نافذ نہیں کر سکتا

ہاں اگر تمام مسلمان متفق ہو جائیں اور انہوں نے ایک کو چن لیا تو وہ قاضی بنا تو وہ بھی اس طرح قضا نافذ کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ردالمختار میں ہے اور فتح میں ہے اور اگر بادشاہ نہ ہو اور نہ وہ شخص ہو جس کی مانی چاہئے جیسا کہ بعض مسلمانوں کی شہر میں ہے اور ان میں کفار غالب ہوں جیسا کہ قرطبہ ہوا تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک پر تمام متفق ہو جائیں اور وہ والی کو بنائے تو وہ قاضی بنائے لیکن وہی جو ان کے درمیان سے فیصلے دے سکتا ہو اور اسی طرح امام بھی ہو سکتا ہے جو جمع پڑھا سکتا ہو اور یہ وہی خطیب ہو گا کہ لوگوں کے نفوس اس پر مطمئن ہوں تو وہ یہ کام کرے گا۔ یہ رسالہ جمعرات کے دن رجب کے مہینہ میں ۱۲۸۱ اختتام پذیر ہوا۔

مہر کاتب

بروز جمع ۲۱ اپریل ۱۹۸۹ء بوقت نو بج کر دس منٹ پر اختتام پذیر ہوا۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وال واصحابہ اجمعین۔

اطیب البیان

رد

تقویت الایمان

علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ السلامیہ

۴۰۔ اردو بازار * لاہور

نام کتاب : اطیب البیان

مصنف : صدر الفاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات : 280

طابع : پیر بھائی پرنٹر

ناشر : مکتبہ اسلامیہ۔ ۴۰۔ اردو بازار، لاہور۔

کمپوزنگ : اتحاد کمپوزنگ سنٹر، اردو بازار، لاہور



مضمون	صفحہ
کفار جری کیوں ہوئے	17
وہابیوں سے میل جول رکھنے کا نتیجہ	18
وہابی دراصل خارجی ہیں	18
وہابیہ کے نزدیک تمام مسلمان مشرک ہیں	18
پیشوائے وہابیہ نے سرمیں ملک گیری کا سودا	19
تقویت الایمان کی بدولت فرقہ بندی و جنگ کی بنیاد پڑی	20
وہابیت کے دو اصول	21
روافض و خوارج نے بھی گمراہی پھیلانے کیلئے	
یہی اصول تجویز کئے جن پر وہابیہ عامل ہیں	22
قرآن شریف میں وہابیت کے اصول کا رد	24
صراط مستقیم کیا ہے	24
تقویت الایمان نے دین کا تمام نظام درہم برہم کر دیا	24
انبیاء صدیقین و شہداء و صالحین کی راہ صراط مستقیم ہے	25
وہابیت کا دوسرا اصول	26
تقویت الایمان کا قرآن پاک پر پہلا افترا	27
علم دین کیلئے عالم کی ضرورت سمجھنا	
صاحب تقویت الایمان کے نزدیک کفر ہے	28
تقویت الایمان کے حکم سے مولوی محمود حسن دیوبندی کافر	28
اسمعیلی اصولوں سے غیر مقلد وغیرہ بے دین پیدا ہوئے	31
حضرت علی مرتضیٰ نے واعظ بے علم کو مسجد سے نکلوادیا	32
توحید و شرک کا بیان	33

مضمون	صفحہ
توحید کے معنے	33
شرک کی تعریف	35
شرک وعدم شرک کا بین فرق	35
کسی کے کمال کا اعتقاد اگر اس کو مستقل بالذات جان کرنہ ہو شرک نہیں	36
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پرند بنانا مردے زندہ کرنا، بیماروں کو تندرست کرنا	38
شرک اصغر	39
مولوی اسمٰعیل کی بحث شرک اکبر میں ہے	39
مسلمانوں پر شرک کا حکم صاحب تقویت الایمان کا بہتان ہے	40
تقویت الایمان نے کروڑوں مسلمانوں کو بے دردی سے خارج از اسلام کردیا	41
صاحب تقویت الایمان کا دعوی خدائی	41
تقویت الایمان ہی کے حکم سے اس کے ماننے والے مشرک	41
بیٹا دینے روزی وسیع کرنے شفا بخشنے میں مومن و مشرک کے اعتقاد کا فرق	42
شاہ عبدالعزیز صاحب اسمعیلی شرک کی زد میں	42
اولیاء و صلحا کی ارواح سے نفع پانا اور انہیں ایصال ثواب کرنا	43
بزرگوں کو مصیبت کے وقت پکارنا اور ان سے توسل	43
یہود حضور کے نام پاک کے وسیلہ سے فتح و نصرت طلب کرتے اور پاتے تھے	44
ندا غیر اللہ کے شرک ہونے کا ابطال	44
قرآن کریم میں غیر اللہ کو ندائیں	45

مضمون	صفحہ
تقویت الایمان کے حکم سے ہر نمازی مشرک ہے اور شرک عبادت میں داخل ہے	46
حضور ﷺ مومنین کے پیش نظر ہیں بالخصوص عبادت کی حالت میں	47
حضور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود و حاضر ہیں	47
تقویت الایمان کی رو سے نمازوں میں شرک واجب ہے	47
صراط مستقیم میں اسمٰعیل کا یہ قول کہ نماز میں حضور کا خیال گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے	48
انبیاء کو ندا کرنا شریعت نے عبادت میں داخل کیا ہے	49
حضور کو ندا اور حضور کے وسیلہ سے مینا ہونے کی دعا	49
نابینا کا حضور کے وسیلہ سے دعا کرکے بینا ہو جانا	50
یا محمد پکارنا	50
صحابہ کا حضور علیہ السلام اور خلفائے راشدین کو ندا فرمانا مسجد میں داخل ہوتے وقت حضور کو ندا کرکے سلام عرض کرنا	51
امام صاحب نے قبر انور پر ندا کے ساتھ عرض سلام سنت فرمایا	51
ثبوت ندا و طلب حاجت میں فقہ کی عبارتیں	52
حضور پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کیلئے قاصد بھیجنا	53
روضہ مبارک کے حضور بشکل نماز کھڑا ہو کر صورت مبارکہ کا تصور کرنا	56
حضور کے دربار میں دوسروں کی طرف سے سلام عرض کرنا	56
دربار اقدس میں ادباً بہیئت نماز حاضر ہونا	59
مشکل کے وقت مقبولان بارگاہ کو پکارنا حدیث سے ثابت ہے	60
حدیث شریف سے ندا و طلب مدد کا ثبوت	62
وہابیہ کی خیانت ظفر جلیل کی عبارت میں قطع و برید	62
مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کیلئے کتابوں میں تحریف	63
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے سلام کا جواب	64
گمشدہ چیز پانے کے لئے فاتحہ پڑھ کر حضرت سید احمد بن علوان کو ندا کرنا	67
ہرنی کا حضور کو ندا کرنا	68
شجر و حجر اور کعبہ معظمہ کا حضور کو ندا کرکے سلام عرض کرنا	68
مولوی اسمٰعیل کے عقیدہ پر کعبہ بھی مشرک	69
اعرابی کا روضہ پاک پر بہ ندا سلام کرنا اور مژدہ مغفرت پانا	70
شاہ ولی اللہ صاحب کا حضور کو ندائیں کرنا	70
حضور سے مدد چاہنا آپ کو واہب اور دافع بلا و مصیبت اور شفیع و حاجت روا جاننا	71
بانی مدرسہ دیوبند کی ندائیں اور استمداد	72
یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کے وظیفہ پڑھنے کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ	72
تقویت الایمان کے حکم سے اس کے گھر والے بھی مشرک اور خود اسمٰعیل بھی اپنے شرک کے	

مضمون	صفحہ
پھندے میں	73
عبدالنبی علی بخش وغیرہ نام رکھنا	74
تقویت الایمان سے مولوی اسمٰعیل اور ان کے تمام ماننے والے مشرک	75
بزرگوں کے وسیلہ اور ان کی برکت سے بلاؤں اور مصیبتوں کا دفع ہونا	76
اللہ و رسول کا غنی فرمانا	77
خدا اور رسول کا فضل و عطا	77
حضرت مسیح علیہ السلام کا بحکم الٰہی اندھوں کو بینا بیماروں کو تندرست مردوں کو زندہ کرنا	77
ابدال کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور دشمنوں پر فتح ہوتی ہے۔ بلائیں ٹلتی ہیں	78
کائنات کی ہستی حضور کے طفیل سے ہے	78
تقویت الایمان کے حکم سے شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب مشرک	79
تسمیہ میں نقل شرط نہیں	80
لفظ عبد کے معنی اور اس کا اطلاق	80
امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے آپ کو حضور کا عبد و خادم کہنا	81
کسی کے نام کا جانور کرنا	81
حضرت مسیح کا پرند پیدا کرنا	84
استعانت بالغیر	84
اسماعیلی دین میں شاہ صاحب مشرک	85
حضور کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئیں تصرف	85
صاحب تقویت الایمان نے ایمانی و قرآنی عقیدوں پر مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا	86
جو آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی صاحب تقویت الایمان نے اس کو مسلمانوں پر ڈھالا	87
جو آیتیں کفار کے حق میں نازل ہوئیں انہیں مسلمانوں پر چسپاں کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے	87
وہابی خارجی ہیں	88
اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین اپنے شرک میں خود گرفتار	89
تقویت الایمان کی قرآن کے معنی میں تحریف	89
قرآن پاک نے بتوں پر جو حکم دیا تھا وہ تقویت الایمان میں انبیاء و اولیاء پر لگایا	90
تقویت الایمان کا قرآن پاک پر دوسرا افترا	91
محبوبان حق کی شفاعت	92
حضور کو شفاعت کا اذن مل چکا آپ ماذون و موعود ہیں	92
اسمٰعیل کا یہ قول کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں اللہ تعالیٰ پر افترا اور قرآن پاک پر بہتان ہے	93
انکار شفاعت کا عقیدہ وہابیہ نے معتزلہ سے لیا	93
تمام مفسرین کا اجماع کہ آیہ فما تنفعھم کفار کے حق میں ہے	93
قرآن پاک میں بتوں کے بالذات نافع و ضار ہونے کی نفی ہے	94
تقویت الایمان میں قرآن پاک پر افتراء اور تحریف کہ بت پرستوں کا حکم مسلمانوں پر لگا دیا	95
تقویت الایمان کا پیغمبروں پر افتراء اور ایمانیات بالخصوص انبیاء کو ماننے کا انکار	97
قرآن پاک میں مرسلین و قرآن اور کتب سابقہ	

مضمون	صفحہ
اور ملائکہ و قیامت کو ماننے کا حکم	97
تقویت الایمان کے ماننے والے خود اس کے حکم سے مشرک	98
قرآن پاک پر تقویت الایمان کا چوتھا افتراء	98
تقویت الایمان کا قرآن کریم پر پانچواں افتراء	98
تقویت الایمان کی قرآن پاک پر چھٹی تہمت	99
تقویت الایمان کا قرآن پاک پر ساتواں بہتان	100
اسمٰعیل کے قول سے صدہا آیتوں کا انکار اور بت پرستی کا شرک نہ ہونا لازم آتا ہے	100
تقویت الایمان کا قرآن پاک پر آٹھواں افتراء	100
تقویت الایمان کے حکم سے شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی محمد قاسم نانوتوی اور تمام نمازی ابوجہل کے برابر مشرک ہیں	101
نیاز امامین و فاتحہ	101
فاتحہ اور چڑھاوا	103
فاتحہ کا کھانا مالداروں کیلئے بھی جائز ہے	103
صاحب تقویت الایمان کی صراط مستقیم سے فاتحہ کا ثبوت	104
مولوی اسمٰعیل صراط مستقیم میں نذر و نیاز فاتحہ و عرس جائز بتا کر خود اپنے قول سے ابوجہل کی برابر مشرک بنے	104
صراط مستقیم میں فاتحہ کے لئے نماز کی طرح بیٹھنا	104
اور بزرگوں کے توسل سے حاجت براری چاہنا	
مولوی اسمٰعیل کا اپنے قول سے بدعتی ہونا	105
تقویت الایمان کی رو سے مقربان بارگاہ اور باپ دادا سب کی نافرمانی کرنا فرض ہے جو نافرمانی نہ کرے وہ امام الوہابیہ کے نزدیک مشرک ہے	105
صاحب تقویت الایمان کے نزدیک پیغمبر علیہ السلام کا حکم ماننا شرک ہے	105
ہے کوئی وہابی جو اسمٰعیل دہلوی کو شرک سے بری ثابت کر سکے	106
اسمٰعیل دہلوی اپنے حکم سے خود مشرک مسلہ	107
نذر و نیاز کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا فتوی	108
نذر کا ثبوت حدیث شریف سے	108
نذر کا کسی خاص مقام خانقاہ یا درگاہ یا آستانہ میں ادا کرنا اموات کو ثواب پہنچانا	108
مولوی اسمٰعیل کے افترا سے فاتحہ گیارہویں تیجہ چالیسواں عرس نذر و نیاز جائز ہیں	109
تقویت الایمان کی عینک سے سارا اسلام شرک نظر آئے گا	111
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا فتوی	111
اہل قبور سے استمداد اور بت پرستی میں فرق	115
مدد اور پرستش میں فرق	115
مدد کی دو صورتیں	116
سجدے اور طواف کا حکم	
بت پرست شفاعت کے معنی نہیں جانتے	117
طواف قبر	104
تقویت الایمان میں شرک کے معنی	119
سجدے کی دو قسمیں اور ان کے احکام	119
صاحب تقویت الایمان کے شرک سے سوائے شیطان کے کوئی بھی نہ بچا	121
کسی کے نام کا جانور کرنا	121

مضمون	صفحہ
کسی کی منت ماننی	122
مشکل کے وقت کسی کو پکارنا	122
تقویت الایمان کا شرک وہابیوں کو پڑوائے گا	122
ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا	123
وہابیوں کا فرضی خدا علم و قدرت ذاتی نہیں رکھتا	123
وہابیوں کے ذمہ کروڑوں شرک	124
ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا	124
سارا عالم حبیب خدا ﷺ کے پیش نظر ہے	124
حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرے ذرے میں سرایت کئے ہوئے ہے	125
روح پاک کا تشریف لانا قبر مبارک میں زندہ ہونا	126
تمام جہان میں باذنہ تعالیٰ حسب مرضی تصرف کرنا وہابیہ کے اقرار سے ثابت	
تقویت الایمان کے حکم سے دیوبندی مشرک	127
بکرمہ تعالیٰ تمام عالم کا حضور کے تحت تصرف ہونا	
انبیاء علیہم السلام کی جناب میں تقویت الایمان کی گستاخی و بے ادبی	127
اللہ تعالیٰ کے نام کا ختم بدعت کیوں نہیں	132
کسی کی صورت کا تصور باندھنا	132
وہابیہ کا خدا کے لئے صورت تجویز کرنا	133
اسمٰعیل کے قول سے شاہ ولی اللہ صاحب اور تمام زمانہ مشرک	134
اشراک فی العلم کے معنی	136
وہابیہ کے نزدیک غیر خدا کے لئے علم عطائی ماننا بھی شرک	136
اسمٰعیل کے قول سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم عطائی اور غیر سے مکتسب ہے	137
اسمٰعیلی شرکیات کا دوسرا حصہ اشراک فی التصرف	137
مقبولان بارگاہ میں تصرف	138
تقویت الایمان میں کسی کو خدا کی عطا کی ہوئی قدرت سے متصرف سمجھنا بھی شرک بتایا	139
وہابی ناشکری نہ کرے تو مشرک ہو جائے	139
خلیفہ اللہ کا ساکنان آسمان اور موکلان کواکب پر حکمرانی کرنا	139
آسمان و زمین میں تصرف کی قدرت	140
تقویت الایمان کے حکم سے شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے والد دونوں مشرک	141
تصرف کے متعلق صاحب تقویت الایمان کے اعتقاد	141
وہابیہ تصرف۔عطائے الٰہی کو شرک کہتے ہیں	142
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پرند بنانا' بیماروں کو تندرست' مردوں کو باذن اللہ زندہ کرنا	143
تقویت الایمان کے قول سے آیات قرآن معجزات انبیاء کا انکار لازم آتا ہے	143
انبیاء علیہم السلام کے تصرفات کا بیان قرآن میں	143
ذوالقرنین کے لئے زمین میں تصرف کی قدرت	
حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑ مسخر کئے گئے' پرند مطیع بنائے گئے لوہا نرم کیا گیا' زبردست سلطنت عطا ہوئی	144
ہوا اور جنات پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا تصرف و اختیار	145
ملائکہ کا ابر پر تصرف	147
تدابیر عالم میں ملائکہ کا دخل و تصرف	147

مضمون	صفحہ
تقویت الایمان کے حکم سے مولوی اشرف علی مشرک	147
اور ان کے ترجمہ قرآن میں شرک	147
زمین کے خزائن کی کنجیاں حضورؐ کے دست اقدس میں	148
حضور کو دونوں خزانے سرخ و سفید عطا فرمادیئے گئے	149
خزائن آخرت کی کنجیاں بھی حضورؐ کو عطا ہوئیں	149
حضور چاہیں تو سونے کے پہاڑ ساتھ چلیں جنت کے دروازے حضور کے حکم سے کھلیں گے	149
تمام انبیاء حضور کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے	150
حضورؐ نے ایک مشت خاک سے لشکر گراں کو ہزیمت دی	151
حضور نے دست مبارک پھیر کر ٹوٹی پنڈلی جوڑ دی	151
حضور کا ٹھوکر سے بیمار کو تندرست فرمانا	153
انگشت مبارک سے پانی کے چشمے	153
درخت کا خدمت اقدس میں حاضر ہو کر رسالت کی شہادت دینا	154
خوشہ خرما کا رسالت کی گواہی دینا	154
پہاڑوں اور درختوں کا عرض سلام	155
درندے حضور کے غلاموں کی حفاظت و اطاعت کرتے ہیں	155
قبر اطہر سے حاجت روائی	156
حضور کے کمالات کا احاطہ ناممکن ہے	156
غلامان مصطفیٰ کے تصرف	157
فقراء امت کی قسم اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے	157
چہل ابدال کی برکت سے ابر و بارش اور اعداء پر فتح و غلبہ اور دفع بلیات	157
ابدال کی برکت سے روزی کی کشائش فتح و ظفر و دفع بلا	157
حضرت خلیل علیہ السلام سے شیخ ابو عبداللہ کی ملاقات اور حضرت کی دعا سے دفع قحط	159
حضرت انبیاء کی حیات اور ان کا ماذون فی التصرف ہونا اور بیک وقت چند مقامات پر ان کی زیارت	159
تقویت الایمان کا اشراک فی العبادت	161
بعض کام دو جہتیں رکھتے ہیں اور ہر جہت کا حکم علیحدہ ہوتا ہے	161
جو کام ایک جہت سے عبادت ہو ضروری نہیں کہ دوسری جہت سے غیر کے لئے کیا جائے تو شرک ہو جائے	162
افعال نماز بھی اگر بروجہ عبادت نہ ہوں تو غیر کے لئے کرنے سے شرک لازم نہیں آتا	162
حضرت جبریل حضور کی خدمت میں بہیئت نماز دوزانو بیٹھے	162
صاحب تقویت الایمان اپنے حکم سے خود مشرک	163
تقویت الایمان والے کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے شرک کا حکم کیا اور انبیاء نے شرک کیا معاذ اللہ	163
اسمٰعیل کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور حضرت آدمؑ اور حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ اور تمام فرشتے مشرک ہیں معاذ اللہ	163
کسی کے نام کا روزہ	164
اسمٰعیل کا اپنے اوپر شرک کا حکم	164

مضمون	صفحہ
کسی کے گھر کی طرف قصد کر کے سفر کرنا	164
اسمٰعیل کے حکم سے نجدی مشرک	165
احادیث سے حضور کی زیارت کے لئے قصد کر کے حاضر ہونے کا بیان	165
مدینہ شریف کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب وہاں شکار نہ کرنا گھاس نہ کاٹنا	166
روضہ طاہرہ کعبہ شریف اور عرش سے افضل ہے	167
قرآن پاک میں اسماعیلی شرک	168
حضرت امام اعظم کی قبر پر حصول مراد کیلئے دعا	168
راہ میں کسی کے نام کا ورد کرنا	169
قبر شریف پر رخسار رکھنا	169
قبر کا بوسہ	170
بزرگوں سے نسبت رکھنے والے پانی کو بامید شفا بطریق تبرک لے جانا	171
بیماروں کو شفا کے لئے جبہ شریف کا پانی	171
تقویت الایمان کے مضحکہ انگیز شرکیات	172
وہابی دین میں وہ کام بھی شرک ہے جس سے عبادت الٰہی پر اعانت ہو	172
ہر وہابی پر جھاڑو نہ پھرنا فرض ہے ایسا نہ کرے تو مشرک ہو جائے	173
اسماعیلی شرکیات کا چوتھا حصہ	173
تقویت الایمان میں حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے سات مسانی اور کالی کا ذکر	173
تقویت الایمان نے قرآن پاک کے معنی میں تحریف کی، بتوں کے حق میں جو آیت تھی وہ اہل بیت رسالت پر چسپاں کی	174
تقویت الایمان کی تحریف قرآن پر مولوی اشرف علی کی شہادت	174
حضرت بی بی صاحبہ کی صحنک اور شاہ عبدالحق صاحب کا توشہ	174
صحنک کا صرف عورتوں کو کھلایا جانا اور توشہ کا حقہ نہ پینے والوں کو	175
ایصال ثواب کے لئے ذبح اور صدقہ کا میت کے علاقہ داروں کے پاس پہنچانا	175
بزرگوں کی بددعا اور پھٹکار کا اثر	176
بزرگوں کے نوازنے سے فتح و اقبال کا ملنا	177
صاحب تقویت الایمان کے نزدیک یہ کہنا شرک ہے، کہ اللہ و رسول چاہے گا تو یہ بات ہو جائیگی، اور اس کا جواب	178
صاحب تقویت الایمان کا یہ قول کہ اللہ کے ساتھ کسی کو نہ ملائے اور اس کا جواب	179
صاحب تقویت کو شرک گوارا ہے	179
اللہ و رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا	180
اللہ و رسول نے ان کو دیا	180
اللہ و رسول اپنے فضل سے دے گا	180
اللہ و رسول کا غنی کرنا	181
صاحب تقویت الایمان کا قول کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا	181
اسمٰعیل نے قطبیت و غوثیت دینا حضرت علی مرتضیٰ کے اختیار میں بتایا	182
اسمٰعیل اولیاء اللہ کا تصرف تام و اختیار کامل مان کر اپنے قول سے خود مشرک ہو گیا	183
تقویت الایمان والے کے قول سے اس کا بطلان	

مضمون	صفحہ
شہداء کو مدبر الامر میں داخل اور متصرف ماننا	183
مخلوق کو شہنشاہ کہنا	183
تقویت والے کا حضور پر افتراء	183
صاحب تقویت کے قول پر قرآن میں شرک	184
اسمٰعیل کا غیر خدا کو سارے جہان کا مالک مان کر اپنے قول سے مشرک ہونا	184
علم غیب	185
حضور کے لئے تمام زمین کا علم	185
زمین و آسمان کا علم اور غیب کے دروازے کھل جانا	186
حضور کے لئے تمام علم جزوی و کلی کا احاطہ	187
جمیع اشیاء کا علم	187
غیبی علوم پر اختیار	188
کسی مخلوق کو ایک ذرہ بھی علم ذاتی نہیں	189
آیہ وعندہ مفاتح الغیب کا بیان	190
غیب پر اسمٰعیلی چیلوں کا اختیار	190
علم الٰہی کی نسبت اسمٰعیل کی بے ادبی	190
علم الٰہی کے متعلق تقویت کے کفریات	1981
صاحب تقویت کے نزدیک ہر چیز کی خبر نہ رکھنا شرک ہے	191
صاحب تقویت کا قرآن کریم پر افتراء	191
افک صدیقہ سے وہابیہ کا استدلال اور اس کا ابطال	191
صاحب تقویت کا حضور پر افتراء	191
آیہ قل لا یعلم سے وہابیہ کا استدلال اور اس کا جواب	191
آیہ عندہ علم الساعہ کا بیان	192
امور خمسہ کا بیان	192
پیدا ہونے والوں کی خبریں قرآن کریم میں	193
استخارہ و کشف	194
صاحب تقویت الایمان اپنے حکم سے جھوٹا دغاباز	194
تقویت الایمان کی قرآن شریف میں تحریفیں	195
اسمٰعیل کا اللہ تعالیٰ اور قرآن شریف پر افتراء	195
تقویت الایمانی دین میں ساری مخلوق بہری ہے	196
آیہ قل لا املک لنفس و آیہ لو کنت کا بیان	196
تقویت الایمان میں آیت سے استثناء چھوڑ دیا اور کچھ اپنی طرف سے بڑھا دیا	197
کل کی بات کا علم	198
تقویت الایمان میں مرثیہ اور عورتوں کے گانے کا جواز	198
امور خمسہ کے متعلق حدیث صدیقہ کے معنی	199
صاحب تقویت کے نزدیک غیب پانچ چیزوں میں منحصر ہے	200
تقویت الایمان والے کے نزدیک انبیاء کو اپنے خاتمہ تک کی خبر نہیں نہ اپنی نجات کا علم، معاذ اللہ	200
تقویت الایمان والے نے منسوخ کو حجت بنایا	201
صاحب تقویت مشرکین کا مقلد ہے	201
اسمٰعیل نے مشرکین کی قے چاٹی	202
اسمٰعیل کے پیر کی خدا کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ملاقات اور تمام مریدوں کی مغفرت کا وعدہ لینا	202
اسمٰعیل تقویت الایمان کے حکم سے باقرار خود کافر	204
اسمٰعیل کی پیر پرستی اور اس کا حکم شفاعت کا بیان	205

مضمون	صفحہ
انبیاء و اولیاء علماء و شہداء کی شفاعت	207
مسئلہ شفاعت قطعی ہے	207
وہابیہ انکار شفاعت میں خوارج و معتزلہ سے بھی بڑھ گئے	207
وہابیہ نے خوارج و معتزلہ کا فضلہ کھایا	208
مسئلہ شفاعت کے متعلق تقویت الایمان کے چند اقوال	208
اسمٰعیل اپنے حکم کفر و شرک کا اتم مصداق خود ہے۔	210
شفاعت کے بیان میں بارہ آیتیں	211
حضور اپنا ایک امتی بھی دوزخ میں نہ چھوڑیں گے	217
شفاعت کے بیان میں ۳۳ حدیثیں	218
شفاعت کا منکر شفاعت سے محروم رہے گا	221
مسئلہ شفاعت پر زمانہ حضرت آدم سے قیامت تک تمام ایمانداروں کا اجماع۔	222
شفاعت بالوجاہت	223
شفاعت بالمحبۃ	223
تمام مومنین بالہام الٰہی طالب شفاعت ہوں گے۔	223
آخرت میں وہی طالب شفاعت ہوں گے جو دنیا میں انبیاء سے اپنی حاجات میں توسل کیا کرتے ہیں۔	224
طلب شفاعت کے لئے تمام انبیاء حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔	225
حضور کسی مومن کو جہنم میں نہ چھوڑیں گے۔	226
تقویت الایمان کی حدیث سے مخالفت	227
حضور کا عرش و کرسی پر جلوس	230
وجاہت و محبوبیت	230
دروازہ جنت خاص حضور کے لئے کھولا جائے گا پیام الٰہی کہ اہم آپ کو امت کے باب میں راضی کریں گے۔	230
تمام بنی آدم آپ کے جھنڈے کے نیچے	235
حضور کے غلاموں کے شفاعتیں۔	236
شفاعت میں مبالغہ اور شدت طلب۔	236
حضور کے غلاموں کو شفاعت بالوجاہت کا مرتبہ	236
بارگاہ الٰہی میں حاصل ہے۔	236
وہابیہ کے نزدیک شفاعت کی قسمیں۔	236
شفاعت کے معنی	236
امام الوہابیہ شفاعت کے معنے سے جاہل ہے۔	237
شفاعت کی معنی میں امام الوہابیہ کی فریب کاری	238
مولوی اشرف علی نے شفاعت بالوجاہت کا اقرار کیا	238
تقویت الایمان سے مولوی اشرف علی اور ان کے معتقدین مشرک ہیں	239
شفاعت بالاذن	239
وہابیہ کے خدا کو اندیشہ	239
وہابیہ کے خدا کا ظاہر باطن یکساں نہیں	239
اہل اللہ کے ساتھ ادنی تعلق ہو گا تو کام آئے گا اور ذریعہ شفاعت ہو گا	240
تقویت الایمان میں شافع کو چور اور چور کا تھانگی کہا	240
شفاعت۔ علاقہ قرابت	241
وہابیہ کے نزدیک حضور کا خاتون جنت تک کے	

مضمون	صفحہ
کام نہ آنا اور ہر بزرگ کی قرابت بے فائدہ ہونا۔	241
صاحب تقویت الایمان نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا۔	242
حضور کی قرابت دنیا و آخرت میں نافع ہے۔	242
حضور اپنے مولیٰ کے مالک بنانے سے نفع و ضرر کے مالک ہیں۔	244
حضرت خاتون جنت پر دوزخ کی آگ حرام ہوئی۔	245
اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کو عطائی ٹھہرانا	246
تقویت الایمان میں اللہ کی شان میں مکر کا لفظ	247
تقویت الایمان میں اللہ تعالیٰ پر ترس آئے	248
قانون کی بے قدری ڈر دکھاوے کی سفارش کرنے کے عیب لگائے۔	248
وہابیہ کے خدا کی قبر اور اس پر مور چھل اور شامیانہ۔	248
تقویت الایمانی شرک سے صرف چالیس روز کی عبادت کا نقصان	248
مدینہ طیبہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثنائے خطبہ میں لشکر نہاوند کی خبر گیری فرمانا۔	249
تقویت الایمان میں قرآن پاک کے کتاب الٰہی ہونے پر حملہ	250
تقویت الایمان آریہ عیسائی وغیرہ کفار کے حوصلے بڑھاتی ہے۔	250
خوارج کی طرح وہابیہ کے نزدیک بھی ایمان مرکب ہے اور عمل داخل ایمان ہے	251
وہابیہ کا سا ایمان یہود و نصاریٰ بھی رکھتے تھے۔	253
وہابیہ کے نزدیک دنیا میں ایماندار کا نام و نشان نہ رہا۔ جو کوئی بھی ہے بے ایمان ہی ہے۔	254
تقویت الایمان کے حکم سے تمام وہابی کافر۔	254
حدیث کا مضمون پیش کرنے میں صاحب تقویت الایمان کی فریب کاری۔	254
تقویت الایمان والے نے انبیاء اولیاء اور جن و شیطان کو ملا دیا اور فرق اٹھا دیا۔	255
اعلیٰ کو ادنیٰ کے ساتھ ملانا بے ادبی ہے۔	255
صاحب تقویت الایمان نے سب نیک و بد برابر کر دیئے اور فرق مراتب مٹا ڈالا۔	256
حضرت خلیل کی خلت کے انکار پر جعد بن ادہم کا قتل۔	257
تقویت الایمان کا رسالت کے سوا حضور کے باقی تمام کمالات سے انکار۔	258
تقویت والے نے رسولوں کو ایک ملا کے برابر کر دیا۔	258
تقویت الایمان میں کھانے پہننے میں انبیاء کی اطاعت کو شرک بتایا۔	258
تقویت الایمان مین انبیاء اولیاء کی خداداد طاقت کا انکار۔	259
تقویت الایمان والے نے انبیاء کو عوام کے برابر کر دیا۔	259
انبیاء علیہم السلام کو بھائی کہنا	259
وہابی انبیاء کو بھائی کہے گا تو باپ کو کس کو بتائے گا۔	260
علماء کی اہانت کفر	261
وہابیہ کا دین میں احداث	261

مضمون	صفحہ
وہابیہ نے نبی کا مرتبہ استاد، باپ اور عالم کے برابر بھی نہ سمجھا۔	262
دیو بندیوں کے فتوے سے صاحب تقویت الایمان کا کفر۔	263
وہابیہ کی انبیاء کی اتنی تعریف بھی گوارا نہیں جتنی ہر بشر کی ہو سکتی ہے۔	263
وہابیہ کا بزرگوں کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہنا۔	275
تقویت الایمان کا قبروں کو بت کہنا۔	279
تقویت الایمان میں گناہوں کی ترغیب۔	279
صاحب تقویت کا کفر	280

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُتَوَحِّدِ بِجَلَالِ ذَاتِہٖ وَکَمَالِ صِفَاتِہٖ اَلْمُنَزَّہِ عَنْ شَوَائِبِ النَّقْصِ وَسِمَاتِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ خَاتَمِ النَّبِیِّنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۵

آج مسلمانوں کی جو دردناک حالت ہے اس نے درد مندان اسلام کو بے چین کر دیا ہے۔ سرد آہیں کھینچ کھینچ کر رہ جاتے ہیں۔

سینہ تھام تھام لیتے اور رو رو پڑتے ہیں۔ دشمنان دین کی جراتیں اور بیباکیاں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں انہیں اسلام کے دعویداروں میں سے اپنے موئد پر حامی مل جاتے ہیں جو کفار کی خوشنودی کے لئے ایسے ایسے حرکات کر گزرتے ہیں جن کی جرات یک بیک کفار کو ہرگز نہ ہو سکتی۔

موجودہ صدی سے قبل مسلمان ہر حیثیت میں اعلی نظر آتے تھے ان میں دین داری بھی تھی غیرت اسلامی بھی۔ دنیا میں ان کا وقار بھی تھا۔ اعتبار بھی، رعب و ہیبت بھی، قوت و شوکت بھی، کفاران کے خوف سے کانپتے تھے۔ کسی کی کیا مجال تھی کہ شریعت طاہرہ یا نبی کریم ﷺ کی شان میں زبان کھول سکتا یا کوئی ناقص بات بول سکتا۔

مگر آج کفار کی دریدہ دہنی اور بد زبانی انتہا کو پہنچ گئی ہے وہ شرع مطہر اور بزرگان دین و اکابر اسلام پر سخت ناپاک حملے کرنے اور افتراء و بہتان اٹھانے کے عادی و خوگر ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کی دل آزاری اسلام کی توہین ان کا شیوہ و پیشہ ہو گیا ہے۔

یہ کیوں اور اس کا باعث کیا:

اس کا سبب صرف یہ ہے کہ خود مسلمانوں میں سے ایسے فرقے پیدا ہو گئے جنہوں نے حرمت اسلام پر ہاتھ صاف کئے۔ بزرگان دین، اولیاء کرام بلکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے حق میں بے ادبی اور گستاخی ان کا شغل ہو گیا۔

مسلمانوں نے ان سے نفرت و بے زاری ظاہر کرنے میں بہت کوتاہی کی۔ ان کے ساتھ میل جول ربط ضبط جاری رکھا۔ اس لئے ان کی جراتیں بھی بڑھیں اور بزرگان اسلام پر علی الاعلان بے خوف و خطر تبرا کرنے لگے۔ ناقص سے ناقص کلمات چھاپ چھاپ کر شائع کرنے لگے۔

اول اول تو کفاران کی کتابوں کو بخوشی دیکھتے تھے مگر مسلمانوں سے چھپ کر پھران کی دلیری اور مسلمانوں کا اس سے متاثر نہ ہونا دیکھ کر ان میں بھی دلیری پیدا ہوئی اور وہ مسلمانوں کو ان لوگوں کے کلمات سناتے اور کبھی کبھی ان پر اظہار افسوس بھی کر دیتے لیکن جب انہوں نے تجربہ کر لیا کہ مسلمان اس گالی گلوچ سے کچھ اثر نہیں لیتے اور بزرگان اسلام کے بدگویوں کے ساتھ ان کے میل جول میں کوئی فرق نہیں آتا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اسلامی غیرت و حمیت مرچکی اب انہوں نے بھی زبان کھول دی۔ طوفان برپا کر ڈالے اور جب تک مسلمان اپنی غیرت و حمیت کا ثبوت نہ دیں اور شریعت کے مخالف اور انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کے بدگویوں کے ساتھ مخالطت و مصاحبت میل جول ترک نہ کریں یہ فتنہ جاری رہے گا۔

اگر مسلمانوں میں حمیت اسلام اور غیرت دین کی کوئی رمق باقی ہے تو وہ جلد از جلد تمام گمراہ بیدین گستاخ فرقوں سے متارکت اور یک لخت علیحدگی کریں۔

وہ فرقہ جو انبیاء علیہم السلام کی جناب میں گستاخیوں کی جرات پیدا کرنے کا سب سے زیادہ باعث ہوا وہ وہابیہ ہے۔

وہابی دراصل خارجی ہیں جو ابن عبدالوہاب نجدی کا اتباع کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں تمام عالم مشرک مباح الدم ہے اور بزرگان دین و مقبولین بارگاہ رب العالمین کی توہین انکا دین و ایمان ہے۔

(رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۱۹)

كَمَا وَقَعَ فِيْ زَمَانِنَا فِيْ اَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوْا عَلَى

الْحَرَمَيْنِ وَ كَانُوْا يَنْتَحِلُوْنَ مَذْهَبَ الْحَنَابِلَةِ لٰكِنَّهُمْ اِعْتَقَدُوْا اَنَّهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَنَّ مَنْ خَالَفَ اِعْتِقَادَهُمْ مُشْرِكُوْنَ وَاسْتَبَاحُوْا بِذٰلِكَ قَتْلَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَقَتْلَ عُلَمَائِهِمْ حَتّٰى كَسَرَ اللّٰهُ شَوْكَتَهُمْ وَخَرَّبَ بِلَادَهُمْ وَظَفَّرَ بِهِمْ عَسَاكِرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَ ثَلٰثٍ وَ ثَلٰثِيْنَ وَمِائَتَيْنِ وَاَلْفٍ۔

یعنی جیسا ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے متبعین میں واقع ہوا جو نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے اور اپنے آپ کو حنبلی مذہب ظاہر کرتے تھے لیکن دراصل ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں باقی سب مشرک ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کا قتل مباح سمجھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑی اور ان کے شہر ویران کئے اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی ۱۲۳۳ ہجری میں فرقہ وہابیہ نے گمراہی کے عجیب و غریب اصول بنائے قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کو مغالطہ دینا گمراہی میں گرفتار کرنا ان کا دستور ہے جس طرح ہندوستان میں فرقہ آریہ مذہب کی آڑ میں سیاسی اغراض کا شکار کھیلتا ہے اسی طرح وہابیہ مذہب کے پردہ میں ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

عبدالوہاب نجدی کا مقصد اس مذہب کی ایجاد اور مسلمانان عالم کو مشرک و کافر قرار دینے سے یہی تھا کہ ان پر جہاد جائز کیا جائے اور اپنے معتقدین کو اسلامی ممالک پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو تہ تیغ کر ڈالنے پر آمادہ کیا جائے تاکہ اسلامی ممالک قبضہ میں آئیں۔ چنانچہ اس نے پہلی مرتبہ اور اس کے جانشین ابن سعود نجدی نے اب دوسری مرتبہ اس ذریعہ سے حجاز کی سلطنت حاصل کی۔ اگر اس نے گمراہی کے اصول بنا کر مسلمانوں کا مشرک ہونا اپنے معتقدین کے ذہن نشین نہ کیا ہوتا تو وہ ہرگز مسلمانوں پر تلوار اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوتے اور وہابیوں کو سلطنت ہاتھ نہ آتی۔ اس گروہ نے ملک و مال کی طمع میں دین وملت کو برباد کیا۔

ہندوستان میں بھی مولوی اسمٰعیل دہلوی کے سر میں ملک گیری کا سودا تھا اور ابن

عبدالوہاب کی طرح وہ بھی پیر زادہ تھے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کا ہندوستان کے طول و عرض میں کافی اثر تھا بکثرت مسلمان اس خاندان کے ارادت مند معتقد تھے۔ اس سروسامان کو دیکھ کر مولوی اسمٰعیل صاحب کو خیال پیدا ہوا کہ عبدالوہاب نجدی کی پالیسی پر عمل کر کے وہ اپنے معتقدین کا ایک عظیم لشکر تیار کرسکتے ہیں۔ جس سے ہندوستان کے تاج و تخت پر ان کو قبہ مل سکے گا۔

اس تخیل پر وہ چل پڑے اور شیخ نجدی کی پیروی کو انہوں نے ذریعہ کامیابی سمجھا اسی کی کتاب التوحید کا چربہ اتارا اور اسی کے مذہب کی ترویج کے درپے ہو گئے۔ اس مدعا کے لئے انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں سے تقویت الایمان بہت زیادہ مشہور ہے اور اس کی بکثرت اشاعت کی گئی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی اور ہزار ہا بندگان خدا اس کتاب سے گمراہ ہو گئے۔ مولوی اسمٰعیل کے مقدر نے یاوری نہ کی اور انہیں ہندوستان کی فرماں روائی نصیب نہ ہوئی۔ لیکن اس کے پروپیگنڈے سے ہزارہا بلکہ لاکھوں آدمی بے دین اور بزرگان دین و اکابر اسلام حتی کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی جناب میں گستاخ ہو گئے جس سے ہند کے کفار کو ہمت ہوئی اور آئے دن وہ اسلام و پیشوایان اسلام کی شان میں گستاخانہ لب کشائی کرنے لگے۔

اس تقویت الایمان کی بدولت ہندوستان کے مسلم حصہ میں ایک خطرناک جنگ چھڑ گئی۔ اور ہر ایک گھر مولوی اسمٰعیل صاحب کی بدولت معرکہ جنگ بن گیا۔ مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم ہوا۔ ان کے پہلوؤں میں ان کے خونخوار دشمن پیدا ہوئے جو انہیں مشرک جانتے اور رات دن ان سے لڑتے رہتے ہیں۔ اور جس قدر اس کتاب کی اشاعت زیادہ ہوتی جاتی ہے اسی قدر یہ جنگ وسیع ہوتی ہے۔

علمائے اسلام نے اس کتاب کے متعدد رد لکھے۔ تحریر و تقریر سے اس کے مفاسد کا اظہار فرمایا اور یہ ان کا فرض تھا لیکن نہ معلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ نہ سکے۔ اور قلمی

کتاب کی اشاعت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ زمانہ گزرنے سے وہ نایاب ہو گئے۔ بعض چھپے بھی مگر بہت مختصر تھے اور اب میسر بھی نہیں آتے۔

اب دو چار سال سے تقویت الایمان کی اشاعت میں حد سے زیادہ اہتمام کیا گیا اور ملک کے ہر حصہ میں وہ مفت تقسیم کی گئی تو ہر طرف سے میرے پاس اس کے رد و جواب کی طلب میں خطوط آنے شروع ہوئے۔ ناچار میں نے اس کے رد کا قصد کیا۔ اللہ سبحانہ اس کے اتمام کی توفیق دے اور حق کی حمایت میں مستقل رکھے۔ نفس و شیطان کے شر سے بچائے۔ آمین!

حقیقت کا اظہار میرا فرض ہے میں اس کے درپے رہوں گا۔ اور بتوفیقہ تعالیٰ ضد و نفسانیت سے بالکل اجتناب کروں گا۔ واللہ المستعان و علیہ التکلان

صاحب تقویت الایمان نے اپنی کتاب کا پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں لکھا ہے لیکن اس بحث کو شروع کرنے سے قبل انہوں نے دو اصول لکھے ہیں اور ان پر بہت زور دیا ہے ان کے لئے یہ دونوں اصول نہایت اہم اور بہت ضروری ہیں اگر وہ یہ اصول نہ بناتے تو انہیں مسلمانوں کو راہ راست سے منحرف کرنے میں بہت زیادہ دشواریاں پیش آتیں۔

یہ اصول جیسے وہابیہ کے لئے ضروری ہیں اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ مسلمانوں کے لئے خطرناک ہیں ان سے گمراہیوں کی بے انتہا شاخیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور دین کا محکم و استوار نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

وہابیت کے دو اصول

ان دو اصولوں میں سے (۱) یہ ہے کہ اسلاف کرام اور بزرگوں کا اتباع نہ کرنا چاہیے۔ اور متقدمین کی پیروی درست نہیں۔

(۲) یہ کہ علمائے دین اور آئمہ مجتہدین کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔ ہر شخص قرآن و حدیث سمجھتا ہے اس کے لئے بڑا علم درکار نہیں۔

یہ دونوں اصول جس طرح وہابیت کو رواج دینے کے لئے ضروری ہیں ایسے ہی ہر

بدمذہبی کے لئے لازم ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ جب تک آدمی اپنے بزرگوں کے طریقے اور متقدین کی روش کو نہ چھوڑے ان کا اتباع لازم سمجھے اس وقت تک کوئی خود غرض گمراہ کنندہ اس کو اپنا طریقہ و مذہب قبول کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب وہ اس کو اپنی کوئی بات بتائے گا وہ فورا انکار کرے گا اور کہے گا جناب میں اس کے ماننے سے مجبور ہوں۔ یہ میرے بزرگوں کے خلاف ہے۔

جب اس سے اس کے دین کی کوئی بات چھڑانے کی کوشش کی جائے گی جبھی وہ چمک اٹھے گا اور راضی نہ ہو گا اور اس کا یہ جواب بالکل مسکت ہو گا کہ میں اپنے بزرگوں کا طریقہ نہیں چھوڑ سکتا بلکہ وہ اس طریقہ کے خلاف کسی بات کا سننا گوارا نہ کرے گا اور گمراہ کنندہ ناکام نامراد رہ جائے گا۔

اب اگر وہ مضل دوسرے طریقے سے بہکائے اور یہ کہے کہ تم جو یہ عمل کرتے ہو نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے دین اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے یا یہ جو نہیں کرتے ہو کرو کہ قرآن و حدیث میں اس کا حکم ہے تو اس کا وہ یہ جواب دے گا کہ قرآن و حدیث پر تو میرا ایمان ہے لیکن یہ بات میں اپنے علماء سے دریافت کر لوں اگر وہ بتا دیں گے کہ قرآن و حدیث میں ایسا ہے تو میں سر جھکا کر تسلیم کروں گا۔ اور اگر انہوں نے فرمایا کہ قرآن و حدیث میں ایسا نہیں ہے تو ان کے مقابل میں آپ کی بات باور کرنے اور مان لینے کے لئے تیار نہیں۔

یہ جواب سنتے ہی بے دین گمراہ کنندہ کی ہمت ٹوٹ جائے گی اور مایوسی اس پر چھا جائے گی۔ وہ جانتا ہے کہ قرآن و حدیث کا نام لے کر جاہل کو بہکایا جا سکتا ہے۔ مگر وہ عالم کے پاس گیا تو وہ اس پر حقیقت حال ظاہر کر دے گا۔ اور اس کا فریب کسی طرح نہ چل سکے گا۔ اس لئے وہ ضروری سمجھتا ہے کہ پہلے علماء کی طرف سے بدظن کرے اور ان کے ساتھ تعلق قطع کرائے جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے گا تمام گمراہ فرقے ان اصولوں پر کاربند ہونے کے لئے مجبور ہیں۔ سب سے پہلے روافض و خوارج نے یہ طریقہ

اختیار کیا اور مسلمانوں کو ان کے بزرگوں اور رسول کریم ﷺ کے اصحاب سے بدگمان کرنے میں انتہائی کوششیں کیں اور جن لوگوں کو انہوں نے صحابہ کرام سے بدگمان کر لیا اور جن پر ان کا یہ جادو چل گیا انہیں کو وہ دین سے منحرف کر کے گمراہ کر لینے میں کامیاب ہوئے اور جنہوں نے اپنے بزرگوں کا دامن نہ چھوڑا وہ ان کے مکائد سے امن میں رہے۔

ہر فرقہ اسی بات کا مدعی ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق خاص اسی کا مذہب ہے۔' رافضی' خارجی' وہابی' مرزائی وغیرہ کون اس کا دعوی نہیں کرتا ہر ایک اپنے مدعائے باطل کی تائید میں آیات و احادیث پیش کرنے میں جری ہے۔

مگر علمائے اسلام ان کا ملمع کھول دیتے ہیں اور آیات و احادیث کے پیش کرنے میں گمراہ لوگ جواب دھوکا دیتے ہیں علماء سے تعلق چھوڑیں تاکہ وہ انہیں بہکا سکے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویت الایمان میں اپنے مدعا کو شروع کرنے سے پہلے انہیں دو اصولوں کو بیان کیا۔ اور ان پر بہت زور دیا ان کی عبارت ملاحظہ کیجئے:

> اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔ کتنے پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں کتنے قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کتنے اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں۔

(تقویت الایمان مطبوعہ مرکنٹائل دہلی ص ۲)

یہ وہابیت کا پہلا اصول ہے جس میں متقدمین کے طریق' بزرگوں کے حالات علماء کے ارشاد اور عقل کے فیصلے سب سے روکا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر طرح آنکھ میچ کر مولوی اسمٰعیل صاحب کے حکم کو مان لو۔ اگر وہ متقدمین کے خلاف ہو تو انہیں بھی چھوڑو۔ اگر بزرگوں کے حالات اور سلف صالح کی روش کے مخالف ہوں تو ان کو بھی ترک کرو۔ اگر علماء دین اور ائمہ متقین کی تعلیم و ہدایت کے برعکس ہو تو ان سے بھی ہاتھ اٹھاؤ۔ اگر اس سب کے باوجود خود تمہاری عقل میں نہ آئے تو اس سے بھی درگزرو اور

صم بکم ہو کر اسمٰعیل کا کہا مان لو۔ متقدمین اور اسلاف صالحین اور علماء دین اور عقل سب سے قطع تعلق کر کے تفویت الایمان کے متبع ہو جاؤ۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی بدعات و اختراعات منوانے کا اصول تو ایجاد کیا مگر قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس گمراہی کے اصول کا پہلے ہی قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

قرآن شریف کی پہلی سورۃ میں اللہ تعالیٰ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ (سورۃ الفاتحہ)

"ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا"

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے رستے کو اپنا سیدھا رستہ فرماتا ہے اور اس کی طرف ہدایت کی دعا تلقین فرماتا ہے اور مولوی اسمٰعیل صاحب اس کے خلاف پہلوں کی رسموں بزرگون کے حالات' علماء دین کی تدقیق' عقل کے ارشاد سب کے چھوڑنے کو کہتے اور قرآن پاک کی مخالفت کرتے ہیں۔

عجیب بات یہ کہ پہلوں کی رسمیں بزرگوں کے حالات علماء کے ارشاد عقل کا حکم تو ماننے کے قابل نہ ہو مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کا حکم ماننے کے قابل ہو جائے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور قرآن کی آیات کے خلاف ہو۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ جس کو مولوی اسمٰعیل صاحب بزرگوں کی رسمیں کہتے ہیں۔ قرآن پاک اسی کو صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرماتا ہے۔ **(فاعتبروا یا اولی الابصار)**

پہلوں' بزرگوں' عالموں میں آئمہ' علماء' صلحاء' اولیاء' غوث' قطب' تبع تابعین' تابعین' صحابہ' خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سب ہی آ گئے۔

ظالم نے دین کا سارا نظام درہم برہم کر ڈالا۔

حضرت امام علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن نسفی اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں آیت مذکورہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

وَالْاِشْعَارُ بِاَنَّ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تَفْسِيْرُهٗ صِرَاطُ الْمُسْلِمِيْنَ لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ

شَهَادَةً لِصِرَاطِ الْمُسْلِمِيْنَ بِالْاِسْتِقَامَةِ عَلٰى اَبْلَغِ وَجْهٍ وَّآكَدِهٖ ○

(تفسیر مدارک جلد ا ص ۱۹)

ترجمہ: اور اس بات کا اشعار کہ صراط مستقیم کی تفسیر صراط المسلمین یعنی مسلمانوں کی راہ ہے۔ اس لئے ہے تاکہ یہ مسلمانوں کی راہ کی استقامت کی ابلغ وجہ پر شہادت ہو۔

امام محی السنہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی معروف بہ خازن اپنی تفسیر لباب التاویل میں فرماتے ہیں:

هٰذَا بَدَلٌ مِنَ الْاَوَّلِ اَیْ اَلَّذِيْنَ مَنَنْتَ عَلَيْهِمْ بِالْهِدَايَةِ وَالتَّوْفِيْقِ وَهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ○

(تفسیر لباب التاویل معروف بہ خازن جلد ا ص ۱۹)

ترجمہ: یہ اول کا بدل ہے یعنی صراط مستقیم ان لوگوں کا رستہ ہے جن پر تو نے ہدایت و توفیق دے کر احسان فرمایا اور وہ انبیاء مومنین ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا۔ اولئک مع الذین (الایہ) وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی راہ صراط مستقیم ہے اور اسی کی طرف ہدایت کی دعاء اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سب سے پہلی سورت میں تعلیم فرمائی۔ لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب اس کے مخالف ہیں۔ وہ پہلوں کی رسموں' بزرگوں کے قصوں' علماء کی تدقیق سب سے مسلمانوں کا علاقہ قطع کر دینا چاہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○

(پارہ ۵ سورہ النساء رکوع ۱۶)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا۔ اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اس دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں مومنین کی راہ چھوڑنے پر جہنم کی سزامقرر فرمائی۔ یہ وہی مومنین کی راہ ہے جس کو مولوی اسمٰعیل صاحب تقویت الایمان میں پہلوں کی رسمیں بزرگوں کے قصے' مولویوں کی باتیں بتا کر چھٹانا چاہتے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ اصول قرآن پاک کی مخالفت پر مبنی ہے اور قرآن پاک کا یہ کمال ہے کہ مدتوں کے بعد پیدا ہونے والے گمراہ خلق کو بہکانے کے لئے جو اصول بناتے ہیں اس کتاب ہدایت میں پہلے ہی اس کا رد فرما دیا گیا۔ والحمد اللہ اس مدعا پر صدہا آیات و احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر نظر بر اختصار دو ہی آیتوں پر اکتفا کیا گیا اب مولوی اسمٰعیل صاحب کا دوسرا اصول بھی ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے۔ تقویت الایمان میں لکھتے ہیں:

اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہیے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں ان کا سمجھنا مشکل نہیں۔

(تقویت الایمان مطبوعہ مرکنٹائل صفحہ ۲ و ۳)

مولوی اسمٰعیل صاحب کی یہ گفتگو عوام الناس کے حق میں ہے جو بے چارے صاف اردو کی عبارتوں کے سمجھنے میں بھی قاصر ہوتے ہیں آپ ان کو فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ خیال کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا مشکل ہے اور اس کے لئے بڑا علم چاہئے غلط ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر جاہل قرآن پاک اور حدیث شریف سمجھ سکتا ہے اس کے لئے علم

درکار نہیں۔ جہلا کو جرات دلائی جاتی ہے کہ وہ بے علمی سے قرآن و حدیث میں رائے زنی کر کے علماء سے الجھیں اور گمراہی میں پڑیں۔ اسی اصول کی بدولت غیر مقلد پیدا ہوئے۔ ہر جاہل اپنے آپ کو ائمہ دین سے افضل و بہتر سمجھنے لگا۔ اور قرآن و حدیث ہاتھ میں لے کر مسلمانوں سے درپے جنگ و جدل ہوا۔ آج جو بہت سے فرقے مصروف جنگ نظر آ رہے ہیں وہ اسی اصول ضلالت کا نتیجہ ہیں ستم یہ کہ مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے اس گمراہ کن اصول کو قرآن پاک کی طرف نسبت کر کے اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں۔ حاشا کہ یہ ناپاک مضمون قرآن پاک میں ہو۔ اس جرات کی کیا انتہا کہ اپنے دل سے ایک گمراہی کی بات نکالی اور اس کو قرآن پاک کی طرف نسبت کر دیا اور ثبوت میں آیت شریف بھی لکھ ڈالی اور یہ لکھ دیا کہ:

اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں ان کا سمجھنا مشکل نہیں۔ (تقویت الایمان ص ۳)

یہ اللہ تعالیٰ پر افترا ہے۔ قرآن کریم پر بہتان ہے اس میں کہیں یہ نہیں فرمایا کہ قرآن شریف کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں اور عوام کو یہ جرات نہیں دلائی۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کی یہ عبارت کسی آیت کا ترجمہ نہیں۔ اس کے بعد جو آیت انہوں نے پیش کی ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمایئے کہ یہ مضمون اس سے ثابت نہیں مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں:

چنانچہ سورۂ بقر میں فرمایا ہے:

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ○ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ○ (القرآن تقویت الایمان ص ۳)

ترجمہ: یعنی اور بیشک اتاریں ہم نے طرف تیری باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں۔

ف:۔ یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں یہ فائدہ بے فائدہ جناب اپنی طرف سے بڑھا

کر کچھ آگے فرماتے ہیں۔

(تقویت الایمان صفحہ ۳)

اور اللہ رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر تو نادانوں علم سکھانے کو آئے تھے۔

قطع نظر اس کے کہ کلام شان ادب سے دور ہے یہ دعوے کہ اللہ و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے یعنی ہر جاہل سمجھ سکتا ہے بالکل باطل اور نہایت فتنہ انگیزی ہے آیات کا بینات کے ساتھ موصوف ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ قرآن پاک سیکھنے اور علماء سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

مولوی اسمٰعیل صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں۔

جو کوئی یہ آیت سن کر پھر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا سو اس نے اس آیت کا انکار کیا۔

(تقویت الایمان صفحہ ۳)

عوام کا تعلق علماء سے قطع کرانے میں مولوی اسمٰعیل صاحب کتنی کوشش بلیغ کر رہے ہیں یہاں تک کہہ گئے کہ جو یہ کہے کہ پیغمبر (علیہ الصلوۃ والسلام) کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ اس نے اس آیت کا انکار کیا اور آیت کا انکار یقیناً کفر ہے تو دین کے سمجھنے کے لئے عالم کی ضرورت بتانے والا مولوی اسمٰعیل صاحب کے نزدیک کافر خارج از اسلام ہے پہلے تو مولوی محمود حسن صاحب دیو بندی کے قصیدہ کے ۰ پڑھے جو انہوں نے مولوی رشید صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب کی تعریف میں لکھا ہے اور اس کے بعد غور کیجئے کہ تقویت الایمان کے حکم سے مولوی محمود حسن صاحب کافر خارج از اسلام منکر قرآن ہو گئے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لئے عالم کو ضروری سمجھا لکھتے ہیں۔

پر نہ ہوں سائق و قائد جو رشید و قاسم ہم کو کیونکر ملیں یہ نعمت یزداں دونوں

کون سمجھائے ہمیں مطلب اللہ و رسول کون سکھلائے ہمیں سنت و قرآن دونوں

مولوی اسمٰعیل صاحب کا فتوی گھر میں ہی کام آگیا اور مولوی محمود حسن صاحب دیو بندی ان کی چھری سے ذبح ہو گئے۔ اب اس مسئلہ کے متعلق آیات و احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔ (پارہ ۱ سورہ بقر)

ترجمہ: اے ہمارے رب ان میں انہیں میں سے ایسا رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک کرے اسی طرح دوسرے پارہ میں ارشاد فرمایا۔

يُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اسی طرح سورۂ جمعہ میں فرمایا: يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔

ان تمام آیات میں قرآن پاک کی تعلیم کا بیان ہے اور حضورؐ کی اس صفت کا ذکر ہے آپ اپنی امت کو قرآن پاک کی تعلیم فرماتے ہیں تو اگر قرآن پاک کو ہر جاہل اور بے علم بھی سمجھتا اور اسے سیکھنے اور دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو حضور کا تعلیم فرمانا اور سکھانا بیکار ہوتا۔ اور قرآن پاک میں یہ حضور کی صفت نہ قرار دیا جاتا۔ بیسویں پارہ میں ارشاد فرمایا:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ۔

ترجمہ: یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کیلئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر عالم۔ اب تو ثابت ہو گیا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ دعوی کہ قرآن پاک کے سمجھنے کیلئے علماء کی ضرورت نہیں۔ قرآن پاک کے بالکل خلاف ہے۔ اس مدعا پر بکثرت آیات

پیش کی جاسکتی ہیں مگر بے خیال اختصار اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔

اب حدیث ملاحظہ کیجئے۔

ترمذی شرف میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

حضور نے فرمایا:

حدیث:
مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَائِہٖ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَّنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

(مشکوۃ شریف، صفحہ ۳۵)

یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے معنی بیان کرے اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے قرآن کے معنی بغیر علم کے بیان کئے اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے اور انہیں امام ترمذی نے حضرت جندب سے روایت کیا۔

حدیث: مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَائِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَا

(مشکوۃ شریف ص ۳۵)

یعنی حضور نے فرمایا جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور اتفاقیہ وہ قول صحیح بھی ہوا جب بھی وہ خطاکار ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام ترمذی نے روایت کی۔

حدیث: قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوْا النَّاسَ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۵)

حضور نے فرمایا فرائض اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والتسلیمات نے قرآن پاک کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم فرمایا۔ اور بغیر علم کے قرآن پاک کے معنی بیان کرنے والے کو یہ فرمایا کہ جہنم میں اپنا

ٹھکانا بنالے لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب قرآن اور حدیث کے خلاف خدا و رسول کے مخالف یہ اصول بنا رہے ہیں کہ قرآن پاک سمجھنے کے لئے علماء کی ضرورت ہی نہیں ہے اور ہر جاہل کو قرآن پاک میں دخل دینے کی جرات دلاتے ہیں یہ گمراہی کے دو اصول ہیں اور انہیں سے غیر مقلد وغیرہ بے دین پیدا ہوئے۔ اس اصول سازی سے پیشہ ہائے وہابیہ کا مقصود یہ ہے کہ علماء مفسرین و محدثین وائمہ مجتہدین و متکلمین کسی کا اتباع نہ کرنا پڑے آیات و احادیث لکھ کر جو چاہے مطلب بیان کرے اور بے قیدی کے مزے اڑائے چنانچہ اس کتاب میں مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہی دستور ہے کہ آیتیں اور حدیثیں لکھ کر جو چاہا مطلب بنا دیا یہ پہلے ہی سمجھا چکے کہ کسی عالم سے قرآن سمجھنے کی ضرورت نہیں تو کسی محدث، مفسر، مجتہد کی انہیں کیا پرواہ، تمام اکابر اسلام سے ان کا علاقہ قطع اور تمام کتب دینیہ سے ترک تعلق، اس لئے اس کتاب میں کسی تفسیر کا حدیث کی شرح کا فقہ اصول عقائد وغیرہ کسی کتاب کا کہیں حوالہ نہیں۔ گمراہی کا راز تو یہی ہے کہ علماء سے قطع تعلق کرائے کیونکہ جس قوم کا علماء سے تعلق باقی رہے گا وہ کسی گمراہ کرنے والے کے فریب میں نہ آئے گی۔ ہر بات علماء سے دریافت کرے گی اور وہ ظاہر کرکے اہل باطل کا پردہ فاش کردیں گے۔ اسی لئے فرمایا حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا

(مشکوۃ شریف صفحہ ۳۴)

یعنی ایک فقیہ عالم) شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ سخت ہے اور فرمایا حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام نے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا یَّنْتَزِعُہٗ مِنْ عِبَادِہٖ وَلٰکِنْ یَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُھَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۳)

یعنی اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح قبض نہ کرے گا کہ اس کو اپنے بندوں میں سے اٹھا لے لیکن علم کو علماء کے اٹھانے کے ساتھ قبض فرمائے گا یہاں تک کہ جب عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے اور ان سے مسئلہ پوچھا جائے گا وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ شیطان کے بہکانے کا موقع جب ہی پورا ہوتا ہے جبکہ عوام علماء کے فیض سے محروم ہو جائیں اور بے علم کا فتوی باعث گمراہی ہوتا ہے اسی لئے حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے مسجد کوفہ سے اس واعظ کو نکلوا دیا جس کو ناسخ منسوخ کا علم نہ تھا۔

ولہذا ابو جعفر نحاس از حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ روایت نمودہ کہ ایشاں روزے در مسجد کوفہ داخل شدند' دید ند کہ شخصے وعظ می گوید پر سیدند کہ ایں کیست مردم عرض کردند کہ ایں واعظ است کہ مردم راز خدا می ترساند و از گناہان منع می کند فرمودند کہ غرض ایں شخص آنست کہ خود را انگشت نمائے مردم ساز داز و بہ پرسید کہ ناسخ از منسوخ جدا میداند یا نہ او گفت کہ ایں علم خود ندارم فرمودند کہ ایں را از مسجد بر آرید

دیکھئے حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ناسخ و منسوخ کا علم نہ رکھنے والے کو مسئلہ بتانے اور وعظ کہنے کی اجازت نہیں دیتے مگر مولوی اسمٰعیل صاحب نے قرآن و حدیث کے خلاف یہ اصول تراشا کہ ہر کس و ناکس کو قرآن پاک میں دخل دینا چاہئے علمائے متبحرین کانپتے ہیں اور عرفائے واصلین تھراتے ہیں۔ اسی لئے تفسیروں میں نقل معتبر ہے۔ قرآن پاک میں اپنی رائے لگانا شریعت نے جائز نہیں کیا۔

فساد کے یہ اصول بیان کرنے کے بعد مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنا مقصود شروع فرمایا کہ جس کا عنوان یہ ہے:

پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں:

(تقویت الایمان صفحہ ۵)

مولوی صاحب کو چاہیے تھا کہ اس عنوان کے بعد توحید اور شرک کے صاف صاف معنی لکھ دیتے تاکہ آئندہ جو آیتیں اور حدیثیں بیان کی جاتیں ہر شخص ان کے مطلب کو بہ آسانی سمجھ لیتا۔ لیکن درحقیقت مصنف تقویت الایمان کا یہ مقصد ہی نہیں ہے بلکہ ان کا مدعا یہ ہے کہ لوگوں کو مغالطہ دے کر تمام اہل اسلام کا مشرک ہونا باور کرایا جائے۔ اس لئے انہوں نے ایسا نہ کیا اور ابتداء اس کلام سے کی۔

اول سننا چاہئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان کا دعوی رکھتے ہیں۔ حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے شرک کو عام بھی کہا توحید کو نایاب بھی اور یہ بھی کہا کہ ایمان کا دعوی رکھنے والے معاذ اللہ شرک میں گرفتار ہیں لیکن توحید اور شرک کے صاف صریح معنی نہ بتائے تاکہ لوگ خود اندازہ کرسکتے کہ توحید یہ ہے اور آج وہ دنیا میں کس قدر پائی جاتی ہے اور شرک کے عام ہونے کا دعوی کہاں تک صحیح ہے۔

اب میں توحید اور شرک کے معنی بیان کردوں تاکہ مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی دقت واقع نہ ہو۔

توحید کے معنی: توحید وہی ہے جس کا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ میں کامل طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ سچا معبود اللہ کے سوا کوئی نہیں مطلب یہ ہوا کہ سچا معبود اکیلا اللہ ہے اور بس اس کا زبان سے اقرار کرنا دل سے یقین جاننا توحید کہلاتا ہے۔ علامہ علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں فرماتے ہیں:

(لَا اِلٰهَ) [1] لَا هِیَ النافیه للجنس عَلٰی سَبِیْلِ التَّنْصِیْصِ عَلٰی نَفْیِ کُلِّ فَرْدٍ مِنْ اَفْرَادِہٖ (اِلَّا اللّٰهُ) قِیْلَ خَبَرُ لَا وَالْحَقُّ اَنَّهٗ مَحْذُوْفٌ وَالْاَحْسَنُ فِیْهِ لَا اِلٰهَ مَعْبُوْدٌ بِالْحَقِّ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰهُ وَلکَوْنِ الْجَلَالَةِ اِسْمًا لِلذَّاتِ الْمُسْتَجْمِعِ لِکَمَالِ الصِّفَاتِ وَعَلَمًا لِلْمَعْبُوْدِ بِالْحَقِّ قِیْلَ لَوْ بُدِّلَ بِالرَّحْمٰنِ لَایَصِحُّ بِهِ التَّوْحِیْدُ الْمُطْلَقُ ثُمَّ قِیْلَ التَّوْحِیْدُ هُوَ الْحُکْمُ بِوَحْدَانِیَتِهٖ مَنْعُوْتًا بِالتَّنَزُّهِ عَمَّا یُشَابِهُ اِعْتِقَادًا فَقَوْلًا وَعَمَلًا فَیَقِیْنًا وَعِرْفَانًا فَمُشَاهَدَةً وَعَیَانًا فَثُبُوْتًا وَدَوَامًا۔

(مرقات جلد اول صفحہ ۴۶)

---

[1] یعنی لا الہ میں لا نفی جنس کا ہے جو ہر فرد الہ کی نفی پر نص ہے اور لا اللہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ لا کی خبر ہے اور حق یہ ہے کہ خبر محذوف ہے اور احسن تقدیر یہ ہے کہ ہستی میں کوئی الہ معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے کیونکہ اسم پاک اللہ ذات مستجمع صفات کمال کا اسم اور معبود برحق کا علم ہے کہا گیا کہ اگر اس کی جگہ الرحمٰن لایا جائے تو توحید مطلق اس سے صحیح نہ ہو۔ پھر کہا گیا کہ توحید کسی شے کی وحدانیت کا حکم کرنا اور اس کو جاننا ہے اور اصطلاح میں توحید اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کی وحدانیت کے ساتھ مشابہ سے منزہ ثابت کرنا اعتقاداً" پھر قولاً" و عملاً پھر یقیناً و عرفاناً پھر مشاہدہ" و عیاناً پھر ثبوتاً و دواماً ۱۲

شرک کی تعریف:

شرک وہی ہے جس کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ نے باطل کیا۔ یعنی اللہ کے سوا کسی اور کو معبود ٹھہرانا تفسیر خازن میں فرماتے ہیں۔

مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ یعنی یَجْعَلُ مَعَهٗ شَرِیْکًا غَیْرَهٗ۔

(تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۲۴)

یعنی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ اس کے غیر کو شریک ٹھہرائے شرح عقائد میں فرمایا:

اَلْاِشْرَاکُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِیْکِ فِی الْاُلُوْهِیَّةِ یَعْنِیْ وُجُوْبَ الْوُجُوْدِ کَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰی اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ کَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ۔

(شرح عقائد ص ۱۶)

یعنی شرک ثابت کرنا ہے شریک کا الوہیت بمعنی وجوب وجود میں جیسا مجوس کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق عبادت میں جیسا بت پرست کرتے ہیں۔ کذافی شرح الفقه الاکبر للملا علی القاری

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں:

بالجملہ شرک سہ قسم است در وجود و در خالقیت و در عبادت

(اشعۃ اللمعات جلد اول، صفحہ ۶۱)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ شرک تین طرح پر ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو واجب الوجود ٹھہرائے دوسرے یہ کہ کسی اور کو اس کے سوا حقیقتاً خالق جانے یا کہے تیسرے عبادت میں کہ غیر خدا کی عبادت کرے یا اس کو مستحق عبادت سمجھے۔ ان عبادات کا خلاصہ یہ ہوا کہ واجب الوجود یعنی اپنی ذات و کمالات میں دوسرے سے بے نیاز

اور غنی بالذات فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرا کوئی نہیں اور فقط وہی عبادت کا مستحق ہے تو اگر کوئی کسی دوسرے کو اس کی ذات یا کمالات میں غنی بالذات مانے یا مستحق عبادت ٹھہرائے وہ مشرک ہے تو جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کو قدیم یعنی اس کو اپنی ذات میں غیر سے بے نیاز مانے وہ مشرک ہے جیسے ہمارے ملک کے آریہ جو اللہ کے سوا روح اور مادہ کو بھی قدیم اور واجب الوجود مانتے ہیں اور ان کی ذات کو بنانے والے سے بے نیاز جانتے ہیں۔ مشرک ہیں اسی طرح اگر کوئی کسی کے کمالات کو ذاتی مانے اور اس کمال میں اس کو دوسرے سے غنی اور بے نیاز سمجھے تو مشرک ہے خواہ وہ کمال علم ہو یا قدرت یا حیات یا سمع یا بصر جیسا ستارہ پرستوں کا خیال ہے کہ عالم کے تغیرات کواکب کے تاثیرات سے ہیں اور کواکب ان تاثیرات میں غنی بالذت ہیں کسی کے محتاج نہیں یہ عقیدہ بھی شرک ہے۔ اور ایسے اعتقاد رکھنے والے مشرک۔ اسی طرح اگر کوئی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندی میں پوجا اور فارسی میں پرستش کہتے ہیں۔ وہ بھی مشرک ہے۔ جیسے برت پرست جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کو پرستش کا مستحق جانتے ہیں یہ بھی مشرک ہیں لیکن جو لوگ اللہ کے عطا کئے ہوئے کمالات اس کے بندوں کے لئے ثابت کرتے ہیں اور کمالات کو عطائے الٰہی جانتے ہیں وہ مشرک نہیں مثلاً کوئی شخص آدمی کو سمیع و بصیر کہے اوز اعتقاد یہ رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سمع و بصر عطا فرمائی تو وہ مومن ہے موحد ہے مشرک نہیں مشرک جب ہوتا جبکہ یہ اعتقاد کرتا کہ انسان کے لئے سمع بصر ذاتی ہے اور وہ اس میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ فجعلناہ سمیعا بصیرا○ (یعنی ہم نے انسان کو صاحب سمع و بصر کیا۔

باوجود یکہ قرآن پاک ہی میں سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کی صفات میں وارد ہے لیکن پھر بھی انسان کو سمیع و بصیر فرمایا یہ شریک نہیں ہوا کیونکہ انسان کے لئے جو سمع و بصر ثابت کی گئی ہے وہ عطائے الٰہی سے ہے تو وہ بے نیاز نہ ہوا۔ لہٰذا شرک نہیں یہ بات خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لئے کسی ایک ذرہ پر قدرت یا اختیار یا علم ثابت کرنا اگر بالذات ہو تو شرک ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے ماننا شرک نہیں حقیقت

یہ ہے کہ کافر آثار کو اسباب کی طرف منسوب کرتا ہے اور انہیں مستقل بالذات موثر جانتا ہے جیسے کواکب پرست اجرام سماویہ کی تاثیرات پر اعتقاد رکھتا ہے اور انہیں تاثیر میں مستقل بالذات سمجھتا ہے، مگر مسلمان اسباب کو وسائل جانتا ہے اور قادر مطلق کے دست قدرت کو ان وسائل کے حجابات میں دیکھتا ہے۔ قدرت و اختیار بالذات اسی کا سمجھتا ہے یہ فرق اگر نہ ہو تو پھر انسان ہر بات میں مشرک ہو جائے۔ یہ کہئے کہ میں دیکھتا ہوں تو مشرک میں سنتا ہوں تو مشرک میں زندہ ہوں تو مشرک میں موجود ہوں تو مشرک میں سچا ہوں تو مشرک کوئی بات شرک سے خالی نہ ہو۔ غذا نے قوت دی، پانی نے سیراب کیا۔ دوا نافع ہوئی۔ سردی نے ضرر کیا۔ یہ سب باتیں شرک ہو جائیں اور ایمان کی کوئی راہ ہی نہ رہے۔ مگر ایسا نہیں شرک جبھی ہوگا کہ جب کسی کو کسی کمال میں مستقل بالذات سمجھے اور اگر مستقل بالذات نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کا محتاج جانتا ہے اس کی عطا سے یہ کمال اس میں حاصل مانتا ہے۔ یہ تو کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں مگر اعتقاد یہ ہے کہ دیکھنے میں اللہ تعالیٰ کے کرم کا محتاج ہوں وہ دیکھنے کی قوت عطا نہ فرمائے تو کچھ نہ دیکھ سکوں تو وہ بیشک موحد ہے۔ مشرک نہیں۔ اس کو مشرک لکھنے والا جاہل بد عقل گمراہ ہے کیونکہ اس کو مشرک کہنے کے یہ معنی ہوں گے کہ بینائی کا کمال عطائی شرک ہے یعنی معاذ اللہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے دوسرے کو اس میں شریک کر دینا شرک ہوا۔ یہ سراسر باطل اور گمراہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کمال عطائی اور غیر سے حاصل کیا ہوا نہیں۔ ہر کمال اس کا ذاتی اور غیر مکتسب ہے تو ظاہر ہو گیا کہ عطائی کمال کسی کے لئے ثابت کرنا ہرگز شرک نہیں ہو سکتا مگر وہابیہ اب تک اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے جاہل ہیں انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ اللہ سبحانہ کے تمام کمال ذاتی ہیں کسی سے حاصل کئے ہوئے نہیں کسی کے لئے کمال عطائی ماننے سے شرک لازم نہیں آسکتا۔

اِنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اِنِّي اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِي الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

مُؤْمِنِیْنَ ○

ترجمہ: میں تمہارے پاس ایک نشان لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فورا پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور اچھا کرتا ہوں اندھے اور برص والے کو اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوت والتسلیمات نے خلق (پیدا کرنے) اندھے اور برص والے کو اچھا کرنے مردہ کو زندہ کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور فرمایا کہ جو تم کھاتے ہو اور جو تم گھروں میں جمع کر رکھتے ہو اس کی میں خبر دیتا ہوں اور یہ فرمایا اگر تم مومن ہو تو اس میں تمہارے لیے نشانی ہے آیت ہے۔ یہ توحید کے علم بردار اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا کلام ہدایت نظام ہے جس کو قرآن پاک نے نقل فرمایا۔ اس سے صریح اور یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خلق اور احیاء و ابراء یعنی پیدا کرنے تندرست کرنے کی نسبت غیر خدا کی طرف اگر اس اعتقاد کے ساتھ ہو کہ یہ بات اس کو اللہ کی عطا سے حاصل ہے تو یہ شرک نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ شرک یہ ہے کہ دو معبود یا زیادہ قرار دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (پارہ ۱۴ سورۂ نحل)

یعنی دو معبود نہ بناؤ سوائے اس کے نہیں کہ مستحق عبادت وہ ایک ہی ہے اللہ اور جو اللہ تعالیٰ کے صفات ذات یا صفات افعال میں کسی کو اس کا مشابہ ٹھہرائے یہ بھی شرک ہے۔ جیسا کہ سمع بصر کلام خلق رزق احیاء اماتت نفع ضرر تو جو شخص جو یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کے سوا دوسرا اور معبود بھی جو اپنی ذات میں مستقل ہے یا صفات میں اس کے مشابہ ہے یا افعال میں اس کا شریک ہے کہ پیدا کرتا ہے اور روزی دیتا ہے اور جلاتا ہے اور مارتا

ہے اور ضرر دیتا ہے اور نفع دیتا ہے ان باتوں میں مستقل بالذات ہے۔ اللہ کے اذن و عطا کا محتاج نہیں تو ایسا اعتقاد رکھنے والا یقیناً مشرک خارج از ایمان مخلد فی النار ابدی جہنمی ہے اسی کو شرک اکبر کہتے ہیں۔ یہی توحید کا منافی اور اس کا مقابل ہے اسی کے حق میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا اس کو کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ اور بخشے گا ماسوا اس کے جس کو چاہے اسی کو شرک اکبر کہتے ہیں اور اطلاقات شرعیہ میں جب مطلقاً شرک بولا جاتا ہے تو اس سے اکثر یہی مراد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شرک کا اطلاق کبھی ایک اور معنی پر بھی ہوتا ہے اس کو شرک اصغر کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ بندہ عبادت میں اخلاص نہ کرے بلکہ ریاکاری کرے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا۔

(اَلرِّيَاءُ شِرْكٌ خَفِيٌّ)

ترجمہ: یعنی ریاکاری چھپا شرک ہے۔

اب توحید و شرک کے معنی سمجھ لینے کے بعد تقویت الایمان کی عبارت کی طرف ذرا توجہ فرمایئے اول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شرک سے شرک اکبر مراد لے رہے ہیں۔ چنانچہ اس کو انہوں نے توحید کا مقابل قرار دیا ہے اور یہ لکھا ہے۔

(شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب)

(تقویت الایمان صفحہ ۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام شرک اکبر میں ہے جس سے آدمی ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جاتا ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے اس سے آگے جو آیتیں پیش کی ہیں وہ بھی وہی ہیں جو شرک اکبر کے حق میں اب یہ غور کرلینا ہے ان کا یہ دعوی۔

کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب لیکن اکثر لوگ توحید کے

معنی نہیں سمجھتے اور ایمان کا دعوی رکھتے ہیں۔ حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔ (تقویت الایمان صفحہ ۵)

کہاں تک صحیح ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب اکثر مسلمانوں کو شرک میں گرفتار بتاتے ہیں اور توحید کو نایاب کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں توحید شاید انہیں کے چند مریدوں معتقدوں میں رہ گئی ہوگی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ دعوی کتنی اصل رکھتا ہے۔ اکثر کو چھوڑیئے کیا۔ اقل مسلمان بھی ایسے ہیں جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود برحق جانتے ہوں۔ یا اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال میں اس کا مشابہ و شریک سمجھتے ہوں یا غیر خدا کی عبادت اور پرستش کرتے ہوں اور جب ایسا نہیں ہے تو شرک کا حکم ان پر افترا ہے بہتان ہے۔ والعیاذ باللہ تعالے اب یہ جرنیلی حکم کیوں ہوا۔ کس خطا میں کس قصور میں۔ انہیں دین واسلام سے خارج کر کے مشرک کیوں بنایا گیا وہ قصور یہ ہے۔ ملاحظہ ہو:

سننا چاہیے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں کو اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برآئی کے لئے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش، حسین بخش کوئی پیر بخش کوئی مدار بخش، کوئی سالار بخش کوئی غلام محی الدین، کوئی غلام معین الدین اور ان کے جینے کے لئے کوئی کسی کے نام کپڑے پہناتا ہے کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے۔ کوئی مشکل کے وقت دہائی دیتا ہے۔ کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے غرضیکہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ جھوٹے مسلمان انباء اور اولیاء سے اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں اور دعوے مسلمانی کئے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعوے۔ (تقویت الایمان ص۵)

اس ظلم و ستم کی کچھ نہایت ہے کہ پیروں، پیغمبروں، اماموں، شہیدوں اور فرشتوں کو

مشکل کے وقت پکارنا ان کے ایصال ثواب کی منتیں ماننی حاجت روائی کے لئے ان کی روح کو ایصال ثواب کرنا برکت کے لئے اپنی اولادوں کے نام ان کے ناموں پر رکھنا یہ سب شرک قرار دے دیا اور کروڑوں مسلمانوں کو بے دردی کے ساتھ اسلام سے خارج کر دیا۔ پھر لطف یہ کہ اس دعوے پر نہ دلیل ہے نہ برہان نہ حدیث نہ قرآن، نہ ثبوت نہ شہادت نہ کوئی حوالہ، نہ کسی کتاب کی عبارت، نئی شریعت بنا ڈالی اور مسلمانوں کو بے وجہ مشرک کہہ دیا۔ کوئی اس ظالم سے پوچھے شریعت کے معاملہ میں اپنی رائے کو دخل دینا اور جس امر کو چاہنا شرک کہہ جانا یہ کس سے سیکھا ہے۔ یہ نئی شریعت بنانا کیا دعوے خدائی کا نہیں ہے اور جو لوگ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر ان بے اصل باتوں کو مانتے ہیں۔ اور تقویت الایمان کے کلمہ پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ خود اسی کے حکم سے مشرک ہیں۔ چنانچہ تقویت الایمان میں لکھا ہے:

یعنی اللہ کو بڑا مالک سمجھتے ہیں اور اس سے چھوٹے اور مالک ٹھہراتے ہیں۔ مولویوں اور درویشوں کو تو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا۔ اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویت الایمان ص۹)

جن لوگوں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی تقلید پر کمر باندھ لی ہے اور آنکھیں میچ کر ان کی ہاں میں ہاں ملائے چلے جاتے ہیں۔ اور تقویت الایمان کی ہر بات پر ایمان رکھتے ہیں وہ تقویت الایمان کی اس عبارت کو غور سے پڑھ کر سمجھیں کہ اسی کتاب سے وہ مشرک خارج از ایمان ہو گئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی سورۂ بقر میں فرماتے ہیں:

افعال عادی الٰہی را مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض وامثال ذلک را مشرکاں نسبت بارواح خبیثہ واصنام می نمایند و کافر می شوند و موحدان از تاثیر اسماء الٰہی یا خواص مخلوقات او میدانند از ادویہ و عقاقیر یا دعائے صلحاء بندگان او کہ ہم از جناب او درخواستہ مطالب میکنانند می فہمند و در ایمان ایشان خلل نمی افتد۔

یعنی اللہ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے رزق وسیع کرنے بیمار کو شفاء دینے وغیرہ کو مشرکین ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں اور اہل توحید اللہ کے ناموں کی تاثیر یا اس کی مخلوقات ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعا کی تاثیر سمجھتے ہیں۔ جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں۔ اس اعتقاد سے ان کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کے خود ساختہ شرک سے تو شاہ صاحب بھی نہیں بچتے وہ بزرگوں کی دعا سے بیٹا ملنا رزق وسیع ہونا بیمار کا تندرست رہنا اور خلق کی حاجت روائی اس سب کے قائل ہیں اور یہ فرق کرتے ہیں کہ موحد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کو ایمان میں کچھ خلل نہیں۔ کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے اور مشرک ارواح خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کو نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں وغیرہ کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔ یہ شاہ صاحب کا منصفانہ اور ایماندارانہ فیصلہ ہے وہ مشرک و مومن میں فرق کرتے ہیں لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب ایمانداروں کو ہنود کی مثل ٹھہرا کر ایمان سے خارج کر کے مشرک بنا رہے ہیں اسی تفسیر میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

واصلاح قسم سوم تحصیل ربط بارواح طیبہ صلحا واولیاست کہ اکثر اویسی مشربان بعمل می آرند و در حوائج خود و دیگر خلق باں متنفع می شوند و در طریق تحصیل آں نیز طہارت و تلاوت و ارسال ثواب صدقات برائے آن ارواح منظور مے دارند و اصلاح قسم پنجم عقد ہمت ست کہ از مشائخ کبار و اولیائے ابرار برائے حل مشکلات بوقوع آمدہ و آن تعلیق ہم متکیف بکیفیت عظمٰی است کہ بسبب استغراق در ملاحظہ اسمی از اسماء الٰہی دست دادہ کہ سراسر مبنی بر نزاہت روح و ترقی آن از عالم ادناس والواس است۔

یعنی تیسرے طریقہ کی اصلاح:

اولیاء اور صلحا کی پاک روحوں کے ساتھ ربط حاصل کرنا ہے جو اکثر اویسی مشرب لوگ عمل میں لاتے ہیں اور اپنی اور دوسری مخلوق کی حاجتوں میں اس سے نفع پاتے ہیں۔ اس کے طریقہ تحصیل میں بھی طہارت اور تلاوت اور صدقات کا ثواب اور ان روحوں کو پہنچانا منظور رکھتے ہیں۔

پانچویں قسم کی اصلاح عقد ہمت ہے کہ مشائخ کبار اور اولیاء ابرار سے حل مشکلات کے لئے وقوع میں آتا ہے اور وہ تعلیق بھی ایک کیفیت عظمٰی کے ساتھ متکیف ہے جو اسماء آلٰہی میں سے کسی اسم کے ملاحظہ میں استغراق کے سبب سے حاصل ہوئی کہ وہ سراسر روح کی پاکیزگی اور اس کے عالم ادناس والواث سے ترقی کرنے پر مبنی ہے۔

اب دیکھئے شاہ صاحب نے فاتحہ بھی بتا دی صلحاء اور اولیاء کی ارواح کے لئے نذر و نیاز کی بھی تعلیم و تلقین کر دی ان کی ارواح طیبہ سے خلق کی حاجت روائی بھی بتائی اور اولیاء ابرار سے حل مشکلات کا بھی امیدوار کیا۔

پوچھو مولوی اسمٰعیل صاحب سے دیکھو تو تفویت الایمان میں شاہ صاحب کے ایمان کی بھی کوئی سبیل باقی رہی۔ ظالم نے ان کو بھی مشرک کر ڈالا۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اب ایک ایک چیز کو جانچئے انبیاء و اولیاء اور صالحین و شہدا کو مشکل کے وقت پکارنا آیا شریعت اسلامیہ میں جائز ہے یا نہیں۔ اور اس سے کچھ فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں اور ان کا توسل مشکلات میں کچھ کام آتا ہے یا نہیں یہ مسئلہ اس قدر کھلا ہوا تھا جس میں کوئی شک و شبہ کا موقعہ نہ تھا۔ کسی کو پکارنا شرک ہو یہ بات تو بداہتہً باطل ہے کیونکہ مسلمان خدا کے سوا کسی دوسرے کو نہ واجب الوجود جانتا ہے نہ اس کے کمالات کو ذاتی سمجھتا ہے نہ غیر خدا کی عبادت کو جائز جانتا ہے۔ نہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کا ارادہ کرتا ہے۔ ہاں بزرگان دین کو انبیاء و اولیاء کو وسیلہ جانتا ہے اور ان کی وساطت سے بارگاہ الٰہی میں اپنی حاجت عرض کرتا ہے اور ان کی برکت سے حل مشکلات چاہتا ہے یہ کسی

طرح شرک نہیں ہو سکتا اوپر شرک کے معنی بیان ہو چکے ہیں ان پر نظر کر کے ہر عاقل یہ فاصلہ کر سکتا ہے کہ مسلمانوں پر انبیاء اور اولیاء سے توسل و استعانت کرنے کی بنا پر شرک کا حکم دینا محض باطل اور مسلمانوں کی بے سبب تکفیر ہے اب رہے یہ امور جن کی بنا پر مولوی اسمٰعیل صاحب نے مسلمانوں کو مشرک بنا ڈالا' ان کی نسبت قرآن و حدیث سے معلوم کیجئے کہ وہ ناجائز ہیں یا جائز' اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (پارہ ۱)

یعنی حضور کے رونق افروز ہونے سے پہلے یہودی حضور کے نام مبارک کے وسیلہ سے کافروں پر فتح و نصرت طلب کرتے تھے اور حضور کے نام مبارک کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں ان کے مہمات میں کامیاب اور اعدا پر مظفر و منصور فرماتا تھا۔ تفسیر خازن میں ہے:

وَكَانُوْا يعنى الْيَهُوْدُ (مِنْ قَبْلُ) اَىْ قَبْلَ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُوْنَ اَىْ يَسْتَنْصِرُوْنَ بِهٖ (عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) يَعْنِىْ مُشْرِكِىْ الْعَرَبِ وَذٰلِكَ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا اَحْزَنَهُمْ اَمْرٌ وَ دَسَّهُمْ عَدُوٌّ يَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِىْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِىْ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِى التَّوْرَاةِ فَكَانُوْا يُنْصَرُوْنَ۔

یعنی یہود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل آپ کی برکت اور آپ کے وسیلہ سے کفار یعنی مشرکین عرب پر فتح و نصرت مانگتے تھے۔ جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی یا غنیم چڑھائی کرتا تو یہ دعا کرتے یارب ہماری مدد فرما اس نبی کا صدقہ جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے جن کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں یہ دعا مانگتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے۔ کذا فی المدارک وروح البیان وغیرہا من التفاسیر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:

یعنی و بودند ایں یہودیاں قبل از نزول ایں کتاب معترف و مقر نبوت ایں شخص و بزرگی برجمیع انبیا زیرا کہ در وقت جنگ وخوف شکست برخود یستفتحون یعنی طلب فتح و نصرت

می کردند از جناب آلٰہی و میدانستند کہ نام او ایں قدر برکت دارد کہ بسبب ذکر آں و توسل باں فتح و نصرت حاصل می شود۔

ترجمہ: یہودی قرآن پاک کے نازل ہونے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور تمام انبیاء پر آپ کی فضیلت کے معترف و مقر تھے اس لئے جنگ اور اپنی شکست کے خوف کے وقت جناب الٰہی سے حضور کے نام کے ساتھ فتح و نصرت طلب کرتے تھے اور جانتے تھے کہ آپ کا نام پاک اس قدر برکت رکھتا ہے کہ اس کے ذکر و توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

یہ ہے قرآن پاک کا بیان انبیاء کے پکارنے کی برکت اور مشکلوں میں ان کے توسل سے حاجت براری کا ثبوت جس کو مولوی اسمٰعیل صاحب شرک کہتے ہیں۔ اور قرآن پاک کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک انبیاء و اولیاء کو پکارنا شرک ہے۔ اور یہ مسئلہ جناب کا طبع زاد ہے یا نجدی گمراہوں کی تقلید شریعت نے اس کو شرک نہیں بتایا ناجائز نہیں فرمایا۔ بلکہ ثابت کیا ہے جیسا کہ قرآن پاک کی آیت سے ابھی ثابت ہوا۔ قرآن پاک کی تعلیم کو شرک کہنا کتنا بڑا ستم ہے اس پر بھی عقل کے اندھے اس تقویت الایمان پر جان دیتے اور گمراہ ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو پکارنا شرک ہو تو دنیا میں کوئی شخص شرک سے نہ بچے۔ ماں باپ کو پکارا اور مشرک نوکر اور خادم کو پکارا اور مشرک۔ نماز پڑھی اگر اس میں کوئی ایسی آیت آگئی جس میں غیر خدا کو ندا ہے۔ جیسے:

يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ الاٰية يَاعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ الاٰيه يَابَنِىْ اٰدَمَ الاٰيه يَا بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ الاٰيه يَا اَهْلَ الْكِتٰبِ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ الاٰيه

ان آیات میں غیر اللہ کو ندائیں ہیں اگر کسی نے نماز میں آیات پڑھیں تو نماز کہاں تقویت الایمان کے حکم سے ایمان ہی رخصت ہوا۔ یہ عجب قسم کی کتاب ہے جس کے

حکم سے قرآن کا پڑھنے والا تو مومن رہ ہی نہیں سکتا اور جو نماز میں چھانٹ کر ایسی آیتیں پڑھیں جن میں کہیں کوئی ندا نہ ہو تو آخر نماز میں جب قعدہ کے لئے بیٹھا اور تشہد میں پڑھا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَتُه اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور حضور کے نام نامی کو پکارا اور حاضر کے صیغہ سے خطاب کر کے اللہ کی عبادت نماز کے حریم میں صلوٰۃ و سلام عرض کیا تو اب پوچھو مولوی اسمٰعیل صاحب سے کیسا ڈبل شرک ہوا۔ ایک تو غیر خدا کا پکارنا اور وہ بھی نماز میں تو تقویت الایمان کے حساب سے ہر نمازی مشرک اور شرک عبادت میں داخل لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِي الْعَظِيْمِ پھر یہ ندا بھی محض حکایۃ" نہیں بلکہ انشاء ہے۔ اس میں حضور پر سلام مقصود ہے۔

درمختار میں ہے:

ويقصد بِاَلْفاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيَهَا مُرَادَةً لَهٗ عَلٰى وَجْهِ اِنْشَاءٍ كَاَنَّهٗ يُحَيِّيُ اللّٰهَ وَيُسَلِّمُ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَعَلٰى نَفْسِهٖ وَ اَوْلِيَائِهٖ لَا الْاِخْبَارَ عَنْ ذٰلِكَ ذَكَرَهٗ فِي الْمُجْتَبٰى

(درمختار جلد اول صفحہ ۲۵۴)

یعنی تشہد کے الفاظ سے اس کے معانی اپنی مراد ہونے کا ارادہ کرے انشاء کے طور پر گویا کہ نمازی اللہ کی تحیت کرتا ہے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کے اولیاء پر اور اپنے اوپر سلام پیش کرتا ہے اخبار کا ارادہ نہ کرے۔ اس پر علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔

اَیْ لَایَقْصِدُ الاخْبَارَ وَالْحِكَايَةَ عَمَّا وَقَعَ فِي الْمِعْرَاجِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ وَمِنَ الْمَلٰئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

(ردالمحتار جلد ا ص ۳۵۷)

یعنی التحیات میں السلام علیک ایہا النبی میں واقعہ معراج کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ کرے حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں السلام علیک ایہا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان و قرۃ العین عابد انست در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت و آخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر و قوی ترست و بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ ست در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود و حاضر ست پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت متنور فائز گردد

(اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۱۲) خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ایمانداروں کے پیش نظر اور عبادت کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام احوال و اوقات میں خاص کر حالت عبادت میں اور اس کے اخیر میں نورانیت وانکشاف زیادہ اور قوی تر ہوتا ہے۔ بعض عرفاء نے فرمایا ہے احا النبی کا خطاب اس جہت سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں اور ممکنات کے افراد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہیے کہ اس سے باخبر رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہو تاکہ انوار قرب اور اسرار معرفت کے ساتھ متنور اور فائز ہو اکابر علماء محدثین اور عرفاء کاملین تو حدیث کی شرح میں یہ فرماتے ہیں۔ نماز میں حضور کو ندا کرتے ہیں اور حضور کو موجود و حاضر سمجھتے ہیں کائنات کے ذرہ ذرہ میں حقیقت محمدیہ کو ساری جانتے ہیں اب پوچھو تقویت الایمان والے سے جو شرک کے سمندر میں غوطے کھا رہا ہے کس تحت الثرے میں پہنچا تشہد نماز میں واجب ہے۔ اور تشہد میں حضور کی ندا اور یہ وہابی عقیدہ میں شرک تو روزانہ پانچوں وقت نمازوں میں تقویت الایمان والے کا شرک واجب ہوتا ہے تف اس بے دینی ہو۔

احیاء العلوم میں محی السنہ حضرت امام حجتہ الاسلام محمد غزالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَاَحْضِرْ فِي قَلْبِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَهُ الْكَرِيْمَ وَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَلْيُصَدِّقْ اَمَلَكَ فِيْ اِنَّه يَبْلُغُهٗ وَيَرُدُّ

عَلَيْكَ مَا هُوَ اَدْنٰى مِنْهُ (احیاء العلوم جلد ا ص ۱۰۷)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جب التحیات پڑھنے بیٹھے تو اپنے دل میں حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی صورت مبارکہ کو حاضر کرے اور حضور کا تصور دل جما کر السلام علیک ایھا النبی عرض کرے اور یقین جانے کہ یہ سلام حضور کو پہنچتا ہے اور حضور اس کا جواب وافی (اپنی شان کرم کے لائق عطا فرماتے ہیں۔ یہ میں آئمہ دین اور مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی تو ان عبارتوں سے پھنک جاتے ہیں انہیں تو تمام دنیا میں شرک ہی نظر آتا ہے ان کے مخالف قرآن و احادیث عقیدہ پر تو نماز بھی شرک اور سارے نمازی مشرک' اس عقیدہ ناپاک پر لعنت اسی جلن میں تو مولوی اسمٰعیل صاحب نے صراط المستقیم میں کفری قول لکھا جس سے مومن کا رواں رواں کانپ جاتا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو کہ جناب رسالت ماب باشند پچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں باتعظیم و اجلال' بسوید اے دل انسان مے چسپد بخلاف خیال گاؤ خر (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)

(صراط مستقیم مطبوعہ ضیائی صفحہ ۹۵)

ایماندار کی زبان و قلم سے ایسے گستاخانہ کلمے کس طرح نکل سکتے ہیں جنہیں سن کر دل کانپ جاتا ہے نماز میں حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف خیال لے جانے کو اس ناپاک نے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر بتایا ہے۔ اس بے دین کو نہ سوجھا کہ خیال کیسے نہ آئے گا۔ تشہد میں تو حضور پرنور پر عرض سلام کی تعلیم ہے اور تشہد واجب شریعت میں تو حضور پر سلام عرض کرنے سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔ عبادت اپنے کمال کو پہنچی ہے۔ عظمت مصطفیٰ ﷺ سے تو دشمنی تو بے دین نماز چھوڑے اور نماز کیا اس نے دین ہی ترک کر دیا۔ دین دار اور بد دین میں یہ فرق ہے جو مولوی اسمٰعیل صاحب کی عبارت اور امام حجۃ الاسلام غزالی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی

رحمتہ اللہ علیہما کی عبارتوں میں ظاہر ہے۔ آپ کو صاحب تقویت الایمان کی شقاوت وسیہ باطنی کا تو پتہ چلا اب پھر اصل مسئلہ کی طرف رجوع کیجئے۔ کہ انبیاء کو پکارنا' ندا کرنا جس کو تقویت الایمان میں شرک بتایا ہے۔ شریعت نے اس کو عبادت میں داخل کیا ہے یہ حقیقت ہے ان چیزوں کی جن کو مولوی اسمٰعیل صاحب شرک بتاتے ہیں۔ ترمذی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ ایک نابینا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ بارگاہ الٰہی میں دعا فرمایئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میری آنکھوں کھول دے۔ فرمایا جاوضو کر پھر دو رکعت پڑھ۔ پھر یہ دعا کر:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِیِّ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ اَنْ يَّكْشِفَ عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ قَالَ فَرَجَعَ وَقَدْ كَشَفَ اللّٰهُ عَنْ بَصَرِهٖ

(کذا فی کنز العمال ج ا ص ۱۸۳)

(شفائے قاضی عیاض جلد ا ص ۲۷۳)

شیخ السنۃ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ مناہل الصفافی تخریج احادیث الشفاء میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

عَزَاهُ الْمُصَنِّفُ اِلَى النَّسَائِیْ وَاَخْرَجَهٗ اَيْضًا التِّرْمِذِیُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِیُّ وَصَحَّحَاهُ (مناہل الصفا صف ۴۴)

یعنی مصنف نے اس حدیث کی نسبت صرف نسائی کی طرف کی ہے اور اس کو ترمذی و حاکم و بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور حاکم و بیہقی نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے اور حصن حصین میں بھی یہ حدیث ترمذی و ابن ماجہ و نسائی سے روایت کی ہے۔

غرضیکہ حدیث صحیح ہے محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے صحاح کی تین کتابوں میں مروی ہے۔

ترجمہ: الفاظ حدیث کا یہ ہے کہ حضور نے اس نابینا کو حکم فرمایا کہ اس طرح دعا کرے۔ یارب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے جو نبی رحمتہ ہیں متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری آنکھیں کھول دے اس حدیث کی شرح میں علامہ شیخ حسن عدوی حمراوی المدد الفیاض میں فرماتے ہیں۔

قَوْلُهٗ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّ مُحَمَّدٍ اَیْ مُلْتَجِيًا وَمُتَوَسِّلًا بِنَبِيِّ۔

(المدد الفیاض ص ۲۷۳)

تقویت الایمان میں پیغمبروں کے پکارنے کو شرک بتایا ہے۔ حدیث شریف میں آپ نے دیکھا کہ شرک کے مٹانے والے حضور پرنور سید انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے یا محمد پکارنا اور اپنے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرنا تلقین فرمایا اور وہ ایسا کام آیا کہ نابینا کو حضور کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بینا کر دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی آپ کا پائے مبارک سو گیا تو کسی نے آپ سے کہا کہ آپ نے اپنے سب سے پیارے کا نام لیجئے تو یہ کیفیت دور ہو جائے گی۔ یہ سن کر انہوں نے ایک نعرہ مارا (یا محمداہ) اور پاؤں اچھا ہو گیا۔

حدیث یہ ہے:

رُوِیَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ حَدَرَتْ رِجْلُهٗ فَقِيْلَ لَهٗ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ يَزُلْ عَنْكَ فَصَاحَ يَا مُحَمَّدَاهْ فَانْتَشَرَتْ (شفائے قاضی عیاض جلد ۲ ص ۲۰)

علامہ شیخ جلال الدین سیوطی نے مناہل الصفا صفحہ ۶۳ میں فرمایا کہ اس حدیث کو ابن سنی نے عمل الیوم واللیلہ میں روایت کیا دیکھئے برابر احادیث سے ندا کا ثبوت مل رہا ہے۔ امام عبداللہ سمہودی خلاصۃ الوفاء میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

صَحَّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَتٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلصِّدِّيْقُ اَلسَّلَامُ

عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ۔

یعنی صحت ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب سفر سے آتے تو حضور انور ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر عرض کرتے السلام علیک یارسول اللہ السلام علیک یا ابوبکر الصدیق السلام علیک یاابتاہ یعنی اے والد۔ اس میں حضور کو بھی ندا ہے، حضرت صدیق اکبر کو بھی ندا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ندا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں اور ندائیں کر رہے ہیں۔ شفا شریف میں ہے۔

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

(شفائے قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۶۵)

حضرت علقمہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں السلام علیک ایھا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مسند امام اعظم میں حضرت امام عالی مقام امام الائمہ سراج الدنیا حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَاْتِيَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَتَجْعَلَ ظَهْرَكَ اِلَى الْقِبْلَةِ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْهِكَ ثُمَّ تَقُوْلَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

یعنی حضرت امام ابو حنیفہؒ نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ تو حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر قبلہ کی طرف سے حاضر ہو اور قبلہ کو پشت کر کے قبر مبارک کی طرف منہ کر کے عرض کر السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (فتح القدیر میں ہے) (مسند امام اعظم ص ۳۶)

ثُمَّ يَقُوْلُ فِيْ مَوْقِفِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ مِنْ

جمیع خلقه السلام علیك یا حبیب اللّٰه السلام علیك یا حبیب اللّٰه السلام علیك یا سید ولد ادم السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته یارسول اللّٰه انی اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له وانك عبده ورسوله اشهد یارسول اللّٰه انك بلغت الرسالة وادیت الامانة ونصحت الامة وکشفت الغمة (فتح القدیر جلد ۱ ص ۵۹۰) اس سے آگے چل کر فرماتے ہیں: ویسئل اللّٰه تعالٰی حاجته متوسلا فی حضرة نبیه علیه الصلوة والسلام پھر فرماتے ہیں: ثم یسئل النبی الشفاعة فیقول یارسول اللّٰه اسئلك الشفاعة یارسول اللّٰه اسئلك الشفاء واتوسل بك الی اللّٰه فی ان اموت مسلما علی ملتك وسنتك

یعنی زائر حضور کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو پھر عرض کرے۔ سلام آپ پر یارسول اللہ سلام آپ پر اے بہترین خلق خدا سلام آپ پر اے برگزیدہ مخلوق الٰہی سلام آپ پر اے اللہ کے حبیب سلام آپ پر اے اولاد آدم کے سردار سلام آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں یارسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں وہ یکتا ہے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یارسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت کی تبلیغ فرمائی۔ امانت کی امت کی نصیحت و خیرخواہی کی شک و شبہہ کی اندوہناک پوشیدگیوں کو کھولا۔

اور زائر اللہ تعالٰی سے اپنی حاجت حضور کی درگاہ میں متوسل ہو کر مانگے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے اور عرض کرے یارسول اللہ میں آپ کے ساتھ اللہ کی طرف توسل کرتا ہوں کہ مسلمان مروں آپ کی ملت و سنت پر۔

دیکھئے شرع میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ مرتبہ ہے ائمہ دین مزار پرانوار پر با ادب کھڑے ہوں بار بار آپ کے اوصاف کے ساتھ ندائیں کر کے سلام عرض کرنے توسل کرنے حاجتیں مانگنے۔ شفاعت چاہنے' شفا طلب کرنے' اسلام پر قائم رہنے کی دعا آپ کے وسیلہ سے مانگنے کی تلقین و تعلیم فرما رہے ہیں۔

صاحب تقویت الایمان نے ان سب امور کو شرک ٹھہرا کر تمام ائمہ دین اور صحابہ و تابعین اور کافہ مسلمین بلکہ خود شرع مبین کو معاذ اللہ مشرک گر قرار دے دیا اللہ تعالٰی اس کے شر سے اپنے بندوں کو محفوظ رکھے۔ اسی فتح القدیر میں ابوفدیک سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ جن حضرات کو پایا ان میں سے بعض سے سنا کہ فرماتے ہیں:

من وقف عند قبر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فتلی هذه الایه ان اللّٰه وملائکته یصلون علی النبی الایه ثم قال صلی اللّٰه علیك وسلم یامحمد سبعین مرة ناداه ملك صلی اللّٰه علیه وسلم وعلیك یافلان ولم تسقط له حاجة۔

یعنی جو شخص حضورانور ﷺ کی قبرانور پر حاضر ہو کر یہ آیت پڑھے۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی پھر ستر مرتبہ کہے صلی اللہ علیك یامحمد فرشتہ اس کو ندا کرتا ہے کہ حضور پر اللہ کا درود و سلام اور تجھ پر اے فلاں۔ اور جو لوگ حاضر آستانہ نہ ہو سکیں اور دوسروں کے ذریعہ درود و سلام عرض کرائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ملک شام سے حضور پر صلاۃ و سلام عرض کرنے کے لئے قاصد بھیجتے تھے کما فی فتح القدیر وخلاصته الوفا و کثیر من کتب الفقه والسیر پھر اتنا ہی نہیں کہ خاص حضور ہی کو ندا کرنا شرع میں ثابت ہو بلکہ صحابہ کبار پر ندا کے ساتھ عرض سلام کتب دینیہ میں بکثرت مذکور ہے اور اوپر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں خلاصتہ الوفاء سے نقل ہو چکا۔ اور فتح القدیر میں شیخین جلیلین حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر کسی قدر پیچھے ہٹ کر سلام عرض کرنے کی اس طرح تلقین فرمائی۔

فیقول السلام علیك یا خلیفة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وثانیه فی الغار ابابکر الصدیق جزاك اللّٰه عن امة محمد خیرا ثم یتاخر کذالك قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللّٰه عنه لانه راسه من الصدیق کراس الصدیق من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیقول السلام علیك یا امیر المؤمنین عمر الفاروق الذی اعز اللّٰه به الاسلام جزاك اللّٰه عن امة محمد صلی اللّٰه علیه

وَسَلَّمَ خَيْرًا

(فتح القدیر جلد اول صفحہ ۵۹۰)

یعنی زائر کہے آپ پر سلام اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور ثانی اثنین فی الغار ابوبکر صدیق اللہ تعالیٰ آپ کو امت محمدؐ کی طرف سے جزاء عطا فرمائے۔ پھر ایک گزہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام عرض کرے اور کہے تم پر سلام اے امیر المومنین عمر فاروق اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو حضور کی امت کی طرف سے جزائے خیر مرحمت فرمائے اور فتاوے قاضی خاں میں ہے:

ثُمَّ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَجَاهَدْتَّ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ حَتّٰى قَبَضَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَمِيْدًا مَّحْمُوْدًا فَجَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ صَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا خَيْرَ الْجَزَاءِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ اَفْضَلَ الصَّلَاةِ وَاَزْكَاهَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَبِيَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَقْرَبَ النَّبِيِّيْنَ وَاَعْطِهِ الدَّرَجَةَ وَالْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاَسْقِنَا بِكَاسِهٖ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ وَاجْعَلْنَا مِنْ رُفَقَائِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ قَبْرِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَارْزُقْنَا الْعَوْدَ اِلَيْهِ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَيَدْعُوْ لِصَاحِبَيْهِ اَبَابَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا وَيَسْئَلُ حَاجَتَهٗ وَيُكْثِرُ الصَّلَاةَ۔

(قاضی خاں جلد اول صفحہ ۲۷۰)

اس میں بھی حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر عمر رضی اللہ عنہ پر ندا کے ساتھ عرض سلام اور درخواست شفاعت و طلب حاجت ہے فتاوی عالمگیری میں ہے۔

ثُمَّ يَنْهَضُ فَيَتَوَجَّهُ اِلٰى قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقِفُ عِنْدَ رَاْسِهٖ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ يَدْنُوْ مِنْهُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى جِدَارِ التُّرْبَةِ فَهُوَ اَهْيَبُ وَاَعْظَمُ لِلْحُرْمَةِ وَيَقِفُ فِي الصَّلٰوةِ وَيُمَثِّلُ صُوْرَتَهُ الْكَرِيْمَةَ الْبَهِيَّةَ كَاَنَّهٗ نَائِمٌ فِيْ

لَحْدِهٖ عَالِمٌ بِهٖ يَسْمَعُ كَلَامَهٗ كَذَافِي الْاِخْتِيَارِ شَرْحِ الْمُخْتَارِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَجَاهَدْتَّ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ حَتّٰى قُبِضَ رُوْحُكَ حَمِيْدًا مَحْمُوْدًا فَجَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ صَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا خَيْرَ الْجَزَاءِ وَصَلّٰى عَلَيْكَ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ وَاَزْكَاهَا وَاَتَمَّ التَّحِيَّةِ وَاَنْمَاهَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَبِيَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَقْرَبَ النَّبِيِّيْنَ وَ اَسْقِنَا مِنْ كَاسِهٖ وَارْزُقْنَا مِنْ شَفَاعَتِهٖ وَاجْعَلْنَا مِنْ رُفَقَائِهٖ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ بِقَبْرِ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَارْزُقْنَا الْعَوْدَ اِلَيْهِ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ كَذَافِي الْمُحِيْطِ فِيْ اٰخِرِ فَصْلِ تَعْلِيْمِ اَعْمَالِ الْحَجِّ وَلَا يَرْفَعُ صَوْتَهٗ وَلَا يَقْتَصِدُ كَذَافِيْ غَايَةِ السُّرُوْجِيْ شَرْحِ الْهِدَايَةِ وَيُبَلِّغُهٗ سَلَامَ مَنْ اَوْصَاهُ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَ لِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ وَجْهِهٖ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَاشَآءَ وَيَتَحَوَّلُ قَدْرَ ذِرَاعٍ حَتّٰى يُحَاذِيَ رَاْسَ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ السلام علیک یا صاحب رسول اللّٰہ فی الغار السلام علیک یا رفیقه فی الاسفار اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْنَهٗ عَلَى الْاَسْرَارِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَاجَزٰى اِمَامًا عَنْ اُمَّةِ نَبِيِّهٖ وَلَقَدْ خَلَفْتَهٗ بِاَحْسَنِ خَلْفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيْقَهٗ وَمِنْهَاجَهٗ خَيْرَ مَسْلَكٍ وَقَاتَلْتَ اَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْاِسْلَامَ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَلَمْ تَزَلْ قَائِلًا لِلْحَقِّ نَاصِرًا لِاَهْلِهٖ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَللّٰهُمَّ اَمِتْنَا عَلٰى حُبِّهٖ وَلَا مُحَيِّبَ سَعْيَنَا فِيْ زِيَارَتِهٖ بِرَحْمَتِكَ يَا كَرِيْمُ ثُمَّ يَتَحَوَّلُ حَتّٰى يُحَاذِيَ قَبْرَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْاِسْلَامِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا افضل الجزاء وَرضی عمن استخلفک فقد نظر الاسلام وَالْمُسْلِمِيْنَ حَيًّا وَمَيِّتًا فَكَفَلْتَ الْاَيْتَامَ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَقَوِيَ بِكَ الْاِسْلَامُ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِيْنَ اِمَامًا مَرْضِيًّا

وھادیا مھدیا جمعت تسلھم واغنیت فقیر ھم وجبرت کسیر ھم والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ثم یرجع قدر نصف ذراع فیقول السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورفیقیہ وزیریہ و مشیریہ والمعاونین لہ علی الصمام فی الدین والقائمین بعدہ بمصالح المسلمین جزا کما اللہ تعالی احسن الجزاء جنا کما نتوسل بکما الی رسول اللہ لیشفع لنا الخ

یعنی زائر حضور انور ﷺ کی قبر انور کی طرف متوجہ ہو کر سر مبارکہ کے مقابل قبلہ رو کھڑا ہو بقدر تین یا چار گز فاصلہ کے اس سے زیادہ قریب نہ ہو اپنا ہاتھ بنظر ادب و احترام تربت مبارک کی دیوار پر نہ رکھے اس طرح کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارکہ کا تصور کرے کہ آپ قبر شریف میں آرام فرما ہیں زائر کو جانتے اور اس کے کلام کو سنتے ہیں پھر عرض کرے یا نبی اللہ آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے رسالت کی تبلیغ فرمائی امانت ادا کی۔ امت کو درست کیا۔ آخر تک راہ خدا میں مجاہدہ فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے چھوٹے بڑے سب کی طرف سے بہتر جزا دے اور آپ پر بہترین صلوۃ و سلام اور کامل ترین تحیت نازل فرمائے یارب روز قیامت ہمارے نبی کو تمام انبیاء سے اقرب کر اور ہمیں ان کے جام سے سیراب فرما اور ان کی شفاعت نصیب فرما۔ اور روز قیامت ہمیں حضور کے رفقاء میں قبول کر۔ یارب یہ زیارت روضہ پاک کی آخری زیارت نہ ہو ہمیں پھر حاضری نصیب کر اور زائر کو چاہئے کہ جن لوگوں نے اس سے کہہ دیا ہو ان کا سلام اس طرح عرض کرے یارسول اللہ آپ پر فلاں شخص کی طرف سے سلام وہ حضور کے رب کی جناب میں حضور کی شفاعت چاہتا ہے حضور اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں۔

پھر حضور کے چہرہ مبارک کے قریب قبلہ کو پشت کر کے کھڑا ہو اور جس قدر ہو سکے

حضور پر درود و سلام بھیجے پھر بقدر ایک گز کے ہٹ کر حضرت صدیق اکبر کے سر مبارک کے سامنے کھڑا ہو کر اس طرح سلام عرض کرے آپ پر سلام اے رسول اللہ کے خلیفہ آپ پر سلام۔ اے رسول اللہ کے رفیق غار آپ پر سلام اے رسول اللہ کے مرافق سفر آپ پر سلام۔ اے رسول اللہ کے راز دار آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اس سے بہتر جزائیں دے جو کسی امام کو اس کے نبی کی امت کی طرف سے عطا فرمائی ہوں اور بیشک آپ نے نبی کریم ﷺ کی خلافت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دی اور آپ حضور کے طریقہ کی بہتر راہ چلے۔ آپ نے مرتدین و اہل بدعت سے قتال کیا اور اسلام کی خوب خدمت کی اور صلہ رحمی فرمائی اور امر حق کے قائل اور اہل حق کے مدد گار رہے اور آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں۔ یارب ہمیں ان کی محبت میں مار اور ان کی زیارت کی سعی سے ہم کو نامراد نہ کر اپنی رحمت کا صدقہ یا کریم۔ پھر ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرے آپ پر سلام اے امیر المومنین آپ پر سلام اے اسلام کے مدد گار۔ آپ پر سلام اے بت شکن اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہتر جزا دے اور اس سے راضی ہو جس نے آپ کو خلیفہ بنا کر اسلام اور مسلمین پر شفقت فرمائی۔ آپ نے یتیموں کی پرورش کی صلہ رحمی فرمائی۔ اسلام کو آپ سے قوتیں پہنچیں آپ مسلمانوں کے پسندیدہ امام اور راہ یاب رہنما ہیں آپ نے ان کی جماعت کو جمع کیا اور ان کے ناداروں کو غنی کیا اور شکستہ حالوں کی خبر گیری فرمائی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں پھر بقدر نصف گز کے عرض کرے۔ تم دونوں پر سلام اے رسول خدا ﷺ کے روضہ پاک میں آرام کرنے والو اور اے آپ کے رفیقو اور وزیرو اور مشیرو اور قیام فی الدین پر آپ کی مدد کرنے والو اور بعد آپ کے مسلمانوں کے مصالح میں سرگرمی سے مستعد رہنے والو اللہ تعالیٰ تم دونوں کو بہتر جزا عطا فرمائے۔ ہم تم دونوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ تم دونوں کو بارگاہ رسالت میں وسیلہ بنائیں کہ حضور ہماری شفاعت کریں اور ہمارے رب سے دعا کریں پھر وہ ہماری سعی قبول فرمائے اور ہمیں آپ کی ملت پر زندہ رکھے اسی پر مارے اور آپ کے زمرہ میں ہمارا حشر فرمائے۔ اسی

طرح قاضی خاں جلد اول میں ہے:

ثُمَّ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَجَاهَدْتَّ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ حَتّٰى قَبَضَكَ اللّٰهُ (اِلٰى اَنْ قَالَ) وَيَدْعُوْا لِصَاحِبَيْهِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا وَيَسْاَلُ حَاجَتَهٗ۔

(فتاوی قاضی خاں جلد اول صفحہ ۲۷۰)

اسی طرح مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے۔

وَتَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْاُمَّةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُزَّمِّلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُدَّثِّرُ (اِلٰى اَنْ قَالَ) ثُمَّ تَتَحَوَّلُ قَدْرَ ذِرَاعٍ حَتّٰى تُحَاذِيَ رَاْسَ الصِّدِّيْقِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَتَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنِيْسَهٗ فِي الْغَارِ وَ رَفِيْقَهٗ فِي الْاَسْفَارِ (اِلٰى اَنْ قَالَ) ثُمَّ تَتَحَوَّلُ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى تُحَاذِيَ رَاْسَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بن الخطاب رَضِيَ اللّٰه عنه فَتَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْاِسْلَامِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ۔

(سراقی الفلاح ص ۴۳۲)

محی السنہ امام محمد غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔

وَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْنَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخِيَرَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَحْمَدُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَاحِيْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاعَاقِبُ اَلسَّلَامُ

عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَشِيْرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَانَذِيْرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا طَاهِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَكْرَمَ وُلْدِ اٰدَمَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ (اِلٰى اَنْ قَالَ) وَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُعَاوِنَيْنِ لَهٗ عَلَى الْقِيَامِ بِالدِّيْنِ۔

(احیاء العلوم جلد اول صفحہ ۱۶۱)

ان عبارات میں نداؤں کا سلسلہ باندھ دیا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضور کے اوصاف کے ساتھ بار بار ندائیں حضور کے اصحاب کبار حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ندائیں ان کے اوصاف کے تذکرے۔ خوبیوں کے بیان ان کے ساتھ توسل استمداد طلب حاجت' طلب شفاعت نماز کی ہیت سے با ادب دربار میں حاضر ہونا صورت مبارکہ کا تصور کرنا اور یہ جاننا کہ حضور کو ہماری حاضری کا علم ہے اور حضور ہماری التجائیں سنتے ہیں۔ وہ امور جن کو مولوی اسمٰعیل صاحب شرک کہتے ہیں۔ محدثین فقہا آئمہ دین نے کس شد و مد کے ساتھ بیان فرمائے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس ندا کا سنت ہونا نقل فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور کو ندا کرنا اور حضور کا خود ندا توسل کی تعلیم فرمانا اوپر حدیث سے مذکور ہو چکا اور پہلی امتوں کا اپنی حاجت و ضرورت کے وقت علیہ الصلوٰۃ کے نام پاک کی برکت اور حضور کے توسل سے حاجت روائی چاہنا قرآن پاک کی آیت اور تفاسیر سے اسی کتاب کے صفحہ ۳۶ و ۳۷ میں گزر چکا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کے قول سے تو قرآن پاک' تفاسیر احادیث' کتب فقہ سب شرک کی تعلیم سے لبریز ہیں۔ معاذ اللہ ولا حول ولا قوہ الا باللہ کیسا ناپاک عقیدہ اور کیسی گمراہی کی تعلیم ہے۔ وہابی صاحبو! ہوش میں آؤ؟ خدا و رسول کی راہ اختیار کرو۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کی محبت و طرف داری میں گمراہ نہ ہو۔ حصن حصین میں یہ حدیث مذکور ہے۔

وَاِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّتُهٗ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ مومص

(ظفر جلیل میں نواب قطب الدین خاں صاحب نے اس کا ترجمہ و شرح اس طرح لکھی ہے) اور جب بھاگ جاوے جانور کسی کا پس چاہیے کہ پکارے مدد کرو میری اے بندوں خدا کے نقل کی یہ بزار نے ابن عباس سے اور ابن ابی شیبہ نے اس کے ساتھ لفظ رحمکم اللہ کا بھی زیادہ نقل کی ہے۔ لیکن موقوفا یعنی یہ قول ابن عباس کا ہے۔

ف: مراد بندوں خدا سے رجال الغیب ہیں یعنی ابدال یا ملائکہ یا مسلمان جنات ابن مسعود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب بھاگ جاوے جانور کسی کا جنگل میں پس چاہیے کہ کہے۔

يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا

(ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین مطبوعہ عبدالغفور شاہجہان آبدی ص ۲۰۱)

یعنی اے بندگان خدا روکو اس کو پس تحقیق اللہ کے بندے زمین میں ہیں کہ روکتے ہیں ان کو پس ایک بزرگ سے منقول ہے کہ جانور ان کا بھاگ گیا اور وہ یہ حدیث جانتے ہیں انہوں نے یہ کلمے کہے فی الحال اللہ تعالیٰ جانور ان کا پھیر لایا۔

دیکھئے یہاں ندا بھی ہے استمداد بھی مشکل کے وقت اللہ کے مقبول بندوں کو پکارنا بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی اور خود حضور سے بھی کہاں تک وہابی انکار کریں گے اور اپنی بے سند و بے دلیل غلط بات پر جمے رہیں گے۔ پھر اسی حصن حصین میں اس کے بعد ایک اور حدیث مذکور ہے جس کو نواب قطب الدین صاحب کی شرح و ترجمہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

وَاِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَاللّٰهِ اعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَاللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ ○

(ظفر جلیل شرح حصن حصین ص ۲۰۲)

اور جو چاہے مدد یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی امر میں پس چاہیے کہ کہے اے بندو خدا کے مدد کرو میری۔ اے بندو خدا کے مدد کرو میری نقل کی یہ طبرانی نے۔ ف: یہ

قول راوی کا ہے [1] میرک شاہ نے بعض علماء ثقات سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور محتاج ہیں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ

---

[1] ظفر جلیل کی یہ عبارت میں نے اس قدیم اصلی نسخہ سے نقل کی ہے جس کو نواب قطب الدین خاں صاحب مصنف نے ۱۲۵۴ء میں عبدالغفور شاہجہاں آبادی کے مطبع میں چھپوایا ہے۔ وہابیہ کی خیانت اور شرمناک چالاکی اور قابل عبرت فریب یہ ہے کہ اس کے بعد کے نسخوں میں سے انہوں نے میرک شاہ کی عبارت بالکل اڑا دی جس میں حدیث کو حسن بتایا تھا اور اس پر مشائخ کا تجربہ نقل کیا تھا اور بجائے اس کے ایک جعلی عبارت جس کا اصل کتاب میں نام و نشان نہیں اپنی طرف سے بڑھا دی اس میں اس حدیث کو ضعیف بھی کہا اور یہ بھی کہا کہ عباد اللہ سے ملائکہ مراد ہیں۔ اور نادانوں کو یہ نہ سوجھا کہ ابھی چند سطر اوپر اسی ظفر جلیل میں یہ لکھا ہے کہ مراد بندوں خدا سے رجال الغیب ہیں یعنی ابدال یا ملائکہ یا مسلمان جنات۔ پھر چار سطر بعد اس کے خلاف کیسے لکھ دیں۔ قطع برید کی ہی تھی تو اس عبارت کو بھی نکال دیا ہوتا۔ مگر خدا نے عقل مار دی اور جھوٹے کا پردہ فاش کرنے کے لئے یہ عبارت رہ گئی اس چالاکی اور بددیانتی کو دیکھئے کہ اپنے مطلب کے خلاف دیکھا تو کتاب کی قطع برید کر دی۔ اور جھوٹے یہ نہ کریں تو کیا کریں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے مکر سے بچائے

خلق خدا اس کتاب کو دیکھ کر نواب قطب الدین خاں صاحب سے بدگمان ہو گی جن کے پاس اصل کتاب موجود ہے انہیں مقابلہ کرنے سے اس عیاری کا پتہ چل جائے گا دوسرے غریب کیا جانیں۔ علامہ علی قاری رحمہ الباری اس حدیث کے تحت اپنی شرح میں فرماتے ہیں۔

رَوَاهُ الطَّبْرَانِيْ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا ضَلَّ اَحَدُكُمْ شَيْئًا اَوْ اَرَادَ عَوْنًا وَّهُوَ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَّا نَرَاهُمْ وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ اَيْ ذٰلِكَ مُجَرَّبٌ مُحَقَّقٌ ۱ اَيْ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيْ مِنْ حَدِيْثِ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ اَيْضًا قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الثِّقَاتُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ الْمُسَافِرُوْنَ وَرُوِيَ عَنِ الْمَشَائِخِ اَنَّهٗ مُجَرَّبٌ قُرِنَ بِهَا انْجَاحُ ذَكَرَهُ مِيْرَك یعنی اس حدیث کو طبرانی نے زید بن علی سے انہوں نے عتبہ بن غزوان سے روایت کیا کہ حضور انور ﷺ سے مروی ہے کہ فرمایا جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو اور وہ مدد چاہے اور ہو ایسی سرزمین میں جہاں اس کا کوئی ہمدرد نہیں تو چاہئے کہ پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو بیشک اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے اور یہ عمل تجربہ کیا ہوا ہے اور اس کو بھی طبرانی نے عتبہ بن غزوان ہی کی حدیث سے روایت کیا بعض علمائے ثقات نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ مسافروں کو اس کی بہت حاجت ہے اور مشائخ

مجرب ہے اس مقدمہ میں اور نزدیک ہے ساتھ اس کے فتح مقصود پر کذا ذکر الفخرو العلی

حصن حصین میں یہ دو حدیثیں ذکر کیں جن میں ندا واستعانت کی تعلیم و تلقین ہے۔ پہلی حدیث اَعِیْنُوْا عِبَادَاللّٰہِ مرفوع ہے جس کو بزار سے نقل کیا ہے اس کے بعد لفظ حکم اللہ ابن ابی شیبہ سے موقوفا روایت کیا۔ دوسری حدیث طبرانی کی نقل کر کے فرمایا۔ وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ یعنی یہ تجربہ کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی صحت پر اعتماد ہے اور اسی وجہ سے اسلاف کرام کا اس پر عمل رہا ہے۔ جو محدث اس حدیث کو روایت کرتا ہے وہی تجربہ کی بھی خبر دیتا ہے۔ میں نے اس حدیث کا ترجمہ ظفر جلیل شرح حصن حصین سے نقل کیا جس کے مصنف نواب قطب الدین خاں صاحب دہلوی ہیں۔ یہ وہابیہ کے معتمد ہیں انہوں نے میرک شاہ کے حوالہ سے نقل کیا کہ علماء ثقات نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور اس کے موئد ایک اور حدیث کا مضمون فائدہ میں بیان کیا اور پہلی حدیث کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اسی کی تائید میں بیان کی جس میں یَا عِبَادَ اللّٰہِ اِحْبِسُوْا وارد ہے اور پھر ایک بزرگ کا تجربہ بھی نقل کیا تو اب یہ چار حدیثیں ہوئیں دو تو امام جزری صاحب حصن حصین نے بیان کیں اور ان کو مجرب بتایا اور دو شاہ محمد اسحق صاحب دہلوی کے شاگرد اور وہابیہ کے معتمد نواب قطب الدین خاں

سے مروی ہے کہ یہ مجرب ہے اس سے حاجت روائی ہوتی ہے۔ اس کو میرک شاہ نے ذکر کیا اب دیکھئے کہ شراح محققین اور علمائے محدثین تو اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں مگر مجہول وہابی اس کو ضعیف ٹھہرانے کے لئے کتاب کی عبارت بدلتا ہے اور ذرا خدا کا خوف نہیں کرتا فرض کرو کہ حدیث ضعیف ہوتی تو بھی باب فضائل میں مقبول اور قابل عمل تھی۔ جبکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ مشکوۃ شریف میں اور دوسرے علماء نے اپنی تصانیف میں فرمایا ہے۔ اَلْحَدِیْثُ مَحْکُوْمٌ عَلَیْہِ بِالضُّعْفِ وَمَعْمُوْلٌ بِہٖ فِی فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ نہ یہ کہ حدیث میں شرک کا اثبات اور اس کی تعلیم ہو اور پھر ائمہ دین اس کو اپنی تصانیف میں نقل کریں اس کو حسن بتائیں' اس پر عمل کی ترغیب دیں' اس عمل کو بزرگوں کا مجرب بتائیں' یہ کوئی وہابی ہی سمجھ سکتا ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (حاشیہ ۵۶ ختم ہوا)

صاحب دہلوی مصنف ظفر جلیل نے مولانا فخرالدین اور علامہ علی قاری کے حوالہ سے نقل کیں تو اگر وہابیہ امام جزری کی حدیثوں کو نہ مانیں تو اپنے نواب کی نقل کی ہوئی حدیثیں تو مانیں۔ اور نہ ماننے کی تو ان کے بھی کوئی وجہ نہیں کیونکہ نواب صاحب نے میرک شاہ صاحب سے اس حدیث کا حسن ہونا نقل کیا اور شاہ اسحق صاحب نے کتاب ظفر جلیل کا حرف حرف دیکھا ہے اور شاہ اسحق صاحب تمام وہابیہ کے استاذ الاساتذہ ہیں جب وہ ملاحظہ کر چکے اور انہوں نے حدیث کے حسن ہونے پر اور تائیدی حدیثوں اور ان کے تجربوں پر کوئی اعتراض نہ کیا تو اب کس کو اعتراض ہو سکتا ہے۔

وہابیہ کے لئے تو رجسٹری ہو گئی کہ ان حدیثوں کو دیکھ کر شاہ اسحق صاحب نے کوئی نوٹ نہ لکھا کہ اس پر عمل نہ کرنا ایمان جاتا رہے گا۔ یہ تو کھلا شرک ہے بلکہ اس کی تائید میں جو اور دو حدیثیں نواب صاحب نے نقل کر دی تھیں ان پر بھی قلم نہ پھیرا اس سے وہابیہ پریشان ہوئے۔ اور بجز اس کے کوئی اور ترکیب ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ انہوں نے کتاب ہی پر ہاتھ صاف کیا ظفر جلیل کی عبارتیں نکال ڈالیں اور اپنی طبعزاد داخل کر دیں۔ چنانچہ نواب صاحب کے بعد کی چھپی ہوئی ظفر جلیل میں یہ تحریف موجود ہے۔

اہل انصاف غور فرمائیں کتنا بڑا ظلم ہے مسلمانوں کو مشرک بنانے کے شوق میں کتابیں محرف کی جا رہی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ایسی ضدی قوم کی اصلاح کی کیا امید کی جائے۔

جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْہِمْ بِوَجْہِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قبروں پر گزر فرمایا تو اپنے روئے انور سے اہل قبور کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم پر سلام اے قبر والو اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے۔ دیکھئے یہ حدیث ہے حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام اہل قبور کو ندا فرما رہے ہیں۔ وہابیہ کہاں تک آیات واحادیث کا انکار کرتے رہیں گے۔ امام المحدثین خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں بروایت بیہقی فاطمہ خزاعیہ سے نقل کرتے ہیں۔

وَقَفْنَا عَلٰی قَبْرِہٖ فَقُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاعَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَسَمِعْنَا كَلَامًا رُدَّ عَلَیْنَا وَعَلَیْكُمُ اَلسَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَمَا قُرْبَنَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ (شرح الصدور ص ۸۷)

یعنی ہم حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر ٹھہرے اور ہم نے عرض کیا آپ پر سلام اے عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہم نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ سنا اور ہمارے قریب کوئی آدمی نہ تھا۔ یعنی قبر شریف سے جواب ملا۔

اسی شرح الصدور میں بحوالہ ابن جوزی نقل فرمایا۔

اِنَّ ثَلَاثَةَ اِخْوَةٍ مِّنَ الشَّامِ كَانُوْا یَغْزُوْنَ وَكَانُوْا فُرْسَانًا شُجْعَانًا فَاَسَرَهُمُ الرُّوْمُ مَرَّةً فَقَالَ لَهُمُ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَجْعَلُ فِیْكُمُ الْمُلْكَ وَاُزَوِّجُكُمْ بَنَاتِیْ وَتَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ النَّصْرَانِیَّةِ فَاَبَوْا وَقَالُوْا یَامُحَمَّدَاهْ فَاَمَرَ الْمَلِكُ بِثَلَاثَةِ قُدُوْرٍ فَصُبَّ فِیْهَا الزَّیْتُ ثُمَّ اُوْقِدَ تَحْتَهَا ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ یُعْرِضُوْنَ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ عَلٰی تِلْكَ الْقُدُوْرِ یَدْعُوْنَ اِلٰی دِیْنِ النَّصْرَانِیَّةِ فَیَاْبَوْنَ فَاُلْقِیَ الْاَكْبَرُ فِی الْقِدْرِ ثُمَّ اُدْنِیَ الْاَصْغَرُ فَجَعَلَ یَفْتِنُهٗ عَنْ دِیْنِهٖ بِكُلِّ اَمْرٍ فَقَامَ اِلَیْهِ عِلْجٌ فَقَالَ اَیُّهَا الْمَلِكُ اَنَا اَفْتِنُهٗ عَنْ دِیْنِهٖ قَالَ بِمَا ذَا قَالَ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ الْعَرَبَ اَسْرَعُ شَیْءٍ اِلَی النِّسَاءِ وَلَیْسَ فِی الرُّوْمِ اَجْمَلُ مِنْ اِبْنَتِیْ فَاَدْفَعُهٗ اِلَیَّ حَتّٰی اُخَلِّیَهٗ مَعَهَا فَاِنَّهَا سَتَفْتِنُهٗ فَضَرَبَ لَهٗ اَجَلًا اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا وَدَفَعَهٗ اِلَیْهِ فَجَاءَ بِهٖ فَاَدْخَلَهٗ مَعَ ابْنَتِهٖ وَاَخْبَرَهَا بِالْاَمْرِ فَقَالَتْ لَهٗ دَعْهُ فَقَدْ كَفَیْتُكَ اَمْرَهٗ فَقَامَ مَعَهَا نَهَارَهٗ صَائِمٌ وَلَیْلَهٗ قَائِمٌ حَتّٰی مَضَی اَكْثَرُ الْاَجَلِ فَقَالَ الْعِلْجُ لِابْنَتِهٖ مَا صَنَعْتِ قَالَتْ مَا صَنَعْتُ شَیْئًا هٰذَا رَجُلٌ فَقَدَا اَخَوَیْهِ فِیْ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ فَاَخَافُ اَنْ یَّكُوْنَ امْتِنَاعُهٗ مِنْ اَجْلِهِمَا كُلَّمَا رَاٰی اٰثَارَهُمَا وَلٰكِنِ اسْتَنْزِلِ الْمَلِكَ فِی الْاَجَلِ وَالْقُلْنِیْ وَاِیَّاهُ اِلٰی بَلَدٍ غَیْرِ هٰذَا فَزَادَهٗ اَیَّامًا

فَاَخْرَجَهُمَا اِلٰی قَرْیَةٍ اُخْرٰی فَمَكَثَ عَلٰی ذٰلِكَ اَیَّامًا صَائِمَ النَّهَارِ قَائِمَ اللَّیْلِ حَتّٰی اِذَا بَقِیَ مِنَ الْاَجَلِ اَیَّامٌ قَالَتْ لَهُ الْجَارِیَةُ لَیْلَةً یَا هٰذَا اِنِّیْ اَرَاكَ تُقَدِّسُ رَبًّا عَظِیْمًا وَاِنِّیْ قَدْ دَخَلْتُ مَعَكَ فِیْ دِیْنِكَ وَتَرَكْتُ دِیْنَ اٰبَائِیْ قَالَ لَهَا فَكَیْفَ الْحِیْلَةُ فِی الْهَرَبِ قَالَتْ اَنَا اَحْتَالُكَ وَجَائَتْهُ بِدَابَّةٍ فَرَكِبَاهَا فَكَانَا یَسِیْرَانِ بِاللَّیْلِ وَیَكْمُنَانِ بِالنَّهَارِ فَبَیْنَمَا هُمَا یَسِیْرَانِ لَیْلَةً اِذْ سَمِعَا وَقْعَ الْخَیْلِ فَاِذَا هُوَ بِاَخَوَیْهِ وَمَعَهُمَا مَلَائِكَةٌ رُسُلٌ اِلَیْهِ فَسَلَّمَ عَلَیْهِمَا وَسَاَلَهُمَا عَنْ حَالِهِمَا فَقَالَا مَا كَانَتْ اِلَّا الْغَطْسَةَ الَّتِیْ رَاَیْتَ حَتّٰی خَرَجْنَا فِی الْفِرْدَوْسِ وَاِنَّ اللّٰہَ اَرْسَلَنَا اِلَیْكَ لِنَشْهَدَ تَزْوِیْجَكَ بِهٰذِهِ الْفَتَاةِ فَزَوَّجُوْهُ اِیَّاهَا وَرَجَعُوْا۔

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ ملک شام کے تین بھائی بہادر سوار جہاد کیا کرتے تھے ایک مرتبہ رومیوں نے انہیں گرفتار کر لیا ان سے بادشاہ نے کہا کہ میں تمہیں ملک دوں گا اپنی بیٹیوں سے شادی کر دوں گا۔ تم نصرانی ہو جاؤ انہوں نے انکار کیا اور پکارا یامحمداہ بادشاہ کے حکم سے تین دیگیں آگ پر رکھ دی گئیں۔ اور ان میں روغن زیتون جوش کیا گیا۔ تین دن تک وہ تیل کھولتا رہا۔ روزانہیں وہ دکھایا جاتا۔ اور نصرانیت کی دعوت دی جاتی اور وہ انکار کرتے اس پر پہلے بڑا بھائی اس کھولتے تیل میں ڈالا گیا۔ پھر دوسرا، پھر چھوٹا قریب لایا گیا اس کو بادشاہ نے دین سے منحرف کرنے کی ہر طرح کوشش کی اس میں ایک درباری نے عرض کیا کہ اے بادشاہ اس کو میں اپنی تدبیر کے ساتھ دین سے منحرف کرلوں گا۔ بادشاہ نے پوچھا کس طرح۔ کہا میں جانتا ہوں کہ عرب عورتوں کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں اور روم میں میری بیٹی سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ہے اس کو میرے حوالے کیجئے تاکہ میں اس کو اس کے ساتھ چھوڑ دوں وہ اس کو بہکا لے گی۔ چالیس روز کی معیاد مقرر کر کے بادشاہ نے اس کو اس درباری کے سپرد کیا وہ اپنے مکان پر لایا اور اپنی بیٹی کے ساتھ رکھا اور اس کو واقعہ کی اطلاع دی۔ لڑکی نے کہا تم بے فکر رہو یہ میرا کام ہے اب یہ شامی دن بھر روزہ دار رہتا تمام شب عبادت میں گزارتا یہاں تک

کہ میعاد آخر ہوئی تو اس درباری نے اپنی بیٹی سے دریافت کیا تو نے کیا کیا۔ اس نے کہا میں نے کچھ نہیں کیا اس شخص کے دو بھائی اس شہر میں مارے گئے مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ان کی وجہ سے باز رہے اس لئے مناسب ہے کہ بادشاہ سے میعاد میں توسیع کرائی جائے اور مجھے اور اس شخص کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن شامی کی حالت وہاں بھی یہی رہی وہی روزانہ کا روزہ اور ہر شب کی شب بیداری یہاں تک کہ یہ دوسری میعاد بھی ختم کے قریب پہنچی تو ایک شب اس لڑکی نے کہا کہ اے شخص میں تجھے رب عظیم کے تقدس وطاعت میں مشغول دیکھتی ہوں اس سے میرے دل پر یہ اثر ہوا ہے کہ میں نے اپنا آبائی دین ترک کرکے تیرا دین اختیار کرلیا۔ اب دونوں مشورہ کرکے وہاں سے ایک سواری پر اس طرح بھاگ نکلے کہ رات میں چلتے اور دن میں کہیں چھپ رہتے ایک شب یہ دونوں جا رہے تھے کہ گھوڑوں کے آنے کی آواز آئی۔ دیکھا تو وہ شامی کے دونوں بھائی تھے ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت تھی۔ شامی نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا کہنے لگے کہ وہ ایک غوطہ ہی تھا جو تم نے دیکھا کہ ہم نے کھولتے تیل میں مارا اور ہم جنت فردوس میں جا نکلے اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ اس صالحہ لڑکی کے ساتھ تمہاری شادی میں ہم شرکت کریں۔ چنانچہ شادی کرکے واپس ہو گئے اس عبارت سے بھی مشکل کے وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو پکارنا اور نداکرنا ثابت ہوا فقہ کی معتبر و متداول کی کتاب ردالمحتار میں علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمتہ نے افادہ فرمایا۔

قَرَّرَ الزِّيَادِيُّ اَنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا ضَاعَ لَهٗ شَيْءٌ وَّاَرَادَ اَنْ يَرُدَّهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلَيْهِ فَلْيَقِفْ عَلٰى مَكَانٍ عَالٍ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَيَقْرَاءُ الْفَاتِحَةَ وَيُهْدِيْ ثَوَابَهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُهْدِيْ ثَوَابَ ذٰلِكَ لِسَيِّدِيْ اَحْمَدَ بْنِ عَلْوَانَ وَيَقُوْلُ يَاسَيِّدِيْ اَحْمَدْ يَا ابْنَ عَلْوَانَ اِنْ تَرُدَّ عَلَيَّ ضَالَّتِيْ وَاِلَّا نَزَعْتُكَ مِنْ دِيْوَانِ الْاَوْلِيَاءِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرُدُّ عَلٰى مَنْ قَالَ ذٰلِكَ ضَالَّتَهٗ بِبَرَكَتِهٖ اَجْهُوْرِيْ مَعَ

زِيَادَةٍ كَذَا فِيْ حَاشِيَةِ شَرْحِ الْمَنْهَجِ لِلدَّاوِدِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ اھ مِنْهُ۔

(ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۳۴)

یعنی زیادی نے بیان کیا کہ جب آدمی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ خدا اس کو واپس دلا دے تو ایک بلند جگہ پر قبلہ رو کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور نبی کریم ﷺ کو ہدیہ کرکے سید احمد بن علوان رضی اللہ عنہ کو پہنچائے اور کہے اے سید احمد اے ابن علوان اگر میری گمی چیز تم نے واپس دلا دی تو خیر ورنہ میں تمہارا نام دفتر اولیاء سے کٹوا دوں گا اس عمل سے برکت ان ولی کی اللہ وہ گمی چیز واپس دلا دے گا۔

اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں: (۱) مشکل کے وقت اہل اللہ کو پکارنا اور ان سے مدد چاہنا۔ (۲) انہیں فاتحہ کا ثواب پہنچانا۔ (۳) کسی کو فاتحہ کا ثواب پہنچانا ہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ پہلے حضور انور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ کرے پھر جسے چاہتا ہے ثواب پہنچائے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں حضرت شیخ ابو العباس احمد زروق علیہ الرحمتہ کے یہ شعر نقل کئے ہیں۔

اَنَا لِمُرِيْدِيْ جَامِعٌ لِشَتَاتِهٖ اِذَا مَا سَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَكْبَةٍ

میں اپنے مرید کا اسکی پراگندیوں میں جامع ہوں جبکہ جور زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے

وَاِنْ كُنْتَ فِيْ ضِيْقٍ وَكَرْبٍ وَ وَحْشَةٍ فَنَادِ يَارَزُوْقُ اَتٍ بِسُرْعَةٍ

اور اگر تنگی و سختی و وحشت میں ہو تو یا رزوق کہہ کر پکار میں جلد آؤں گا

(بستان المحدثین صفحہ ۱۲۱)

یہ مسئلہ نادان انسان نہ سمجھیں تو تعجب حیوان و نباتات بھی جانتے ہیں قاضی عیاض رحمتہ تعالیٰ علیہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَحْرَاءَ فَنَادَتْهُ ظَبْيَةٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا حَاجَتُكِ قَالَتْ صَادَنِيْ هٰذَا الْاَعْرَابِيُّ وَلِيْ خِشْفَانِ فِيْ ذٰلِكَ الْجَبَلِ

فاطلقنی حتی اذھب فارضعھما وارجع قال او تفعلین قالت نعم فاطلقھا فذھبت ورجعت فاوثقھا فانتبہ الاعرابی وقال رسول اللہ لک حاجۃ قال تطلق ھذہ الظبیۃ فاطلقھا فخرجت تعدو فی الصحراء وتقول اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ۔ (شفا شریف جلد ا ص ۲۶۵)

یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحرا میں تھے ایک ہرنی نے ندا کی یارسول اللہ فرمایا کیا حاجت ہے عرض کیا مجھے اس اعرابی نے پکڑ لیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا آؤں فرمایا تو ایسا کرے گی۔ عرض کیا ضرور۔ حضور نے اس کو کھول دیا۔ وہ گئی اور دودھ پلا کر واپس آ گئی پھر اس کو باندھ دیا اب اعرابی بیدار ہوا۔ عرض کرنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ حکم ہے فرمایا اس ہرنی کو چھوڑ دے۔ اس نے ہرنی کو کھول دیا۔ وہ اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمدا رسول اللہ کہتی ہوئی جنگل میں دوڑ گئی۔

ہرن نے بھی مشکل کے وقت حضور کو ندا کی اور اس کو کامیابی ہوئی اسی شفا شریف میں ہے۔

ما استقبلہ شجر ولا جبل الا قال لہ السلام علیک یارسول اللہ

(شفاء شریف جلد ا صفحہ ۲۵۹)

جو درخت یا پہاڑ حضور کے سامنے آتا السلام علیک یارسول اللہ عرض کرتا۔ یہ تو شجرو حجر ہیں کعبہ معظمہ جو تمام عالم کے مسلمانوں کا قبلہ عبادت ہے جس کی طرف ہم سب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں وہ خود روضہ طاہرہ پر حاضر ہو کر بہ ندا سلام عرض کرے گا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:

ابن مردویہ و اصبہانی در ترغیب و ترہیب و دیلمی بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آوردہ اند کہ آنحضرت فرمودند کہ چوں روز قیامت شود کعبہ را فرشتہا مانند عروس بزیب

وزینت آراستہ بحشر گاہ برند۔ دراثنائے راہ بر قبر من گزار افتد پس کعبہ بزبان فصیح بگوید کہ السلام علیک یامحمد در جواب بگویم کہ وعلیک السلام یابیت اللہ باتو امت من چہ سلوک کردد تو باانچہ سلوک خواہی کرد کعبہ بگوید کہ یامحمد ہر کہ از امت تو بزیارت من آمد پس من اورا کفایت کنم و شفیع او خواہم شد از طرف او خاطر خود را فارغ دار، وہر کہ بزیارت من نرسید بس تواورا کفایت کن و شفیع اوشو۔

(تفسیر فتح العزیز پارہ الم ص ۵۷۴)

یعنی ابن مردویہ و اصبہانی ترغیب و ترہیب میں اور دیلمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا کہ جب روز قیامت ہو فرشتے کعبہ معظمہ کو دلہن کی طرح زیب و زینت سے سجاکر محشر میں لے جائیں۔ اثنائے راہ میں میری قبر مبارک پر گزر ہو تو کعبہ زبان فصیح سے عرض کرے السلام علیک یامحمد میں جواب میں فرماؤں وعلیک السلام یا بیت اللہ تیرے ساتھ میری امت نے کیا سلوک کیا اور تو ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا کعبہ عرض کرنے گا یامحمد آپ کا جو امتی میری زیارت کے لئے آیا میں اس کے لئے کفایت کروں گا۔ اور اس کا شفیع ہوں گا۔ آپ اس کی طرف سے خاطر جمع رکھیں اور جو میری زیارت کو نہ پہنچا حضور اس کے لئے کفایت کریں اور اس کے شفیع ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روضہ طاہر پر عرض سلام بہ ندا شرک نہیں ورنہ مولوی اسمٰعیل کے عقیدہ پر کعبہ بھی مشرک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ یہ بھی معلوم ہوا کہ کعبہ بھی شفاعت کرے گا اور حضور بھی شفاعت فرمائیں گے اور وہ شفاعت عاصیوں کی مغفرت کا ذریعہ ہوگی۔ والحمد اللہ

امام علامہ سمہودی علیہ الرحمۃ خلاصۃ الوفاء میں فرماتے ہیں:

حکاہ اصحابنا عن العتبی مستحسنین لہ کنت جالسا عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاء اعرابی فقال السلام علیک یارسول اللہ سمعت اللہ

تَعَالٰی یَقُوْلُ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ الاٰیه وَقَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِّنْ ذَنْبِیْ مُسْتَشْفِعًا بِكَ اِلٰی رَبِّیْ ثُمَّ اَنْشَاءَ یَقُوْلُ۔

(خلاصۃ الوفاء صفحہ ۵۸)

یَاخَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهٗ فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

نَفْسِیْ الْفِدَاءُ لَقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ فِیْهِ الْعَفَافُ وَفِیْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

(خلاصۃ الوفاء ص ۵۸)

قَالَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَغَلَبَتْنِیْ عَیْنَایَ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ فَقَالَ یَا عُتْبِیْ اَلْحِقِ الْاَعْرَابِیَ فَبَشِّرْهُ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَهٗ۔

یعنی ہمارے اصحاب نے مستحسن جان کر عتبی سے نقل کیا کہ میں حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام کے روضہ طاہرہ میں حاضر تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا السلام علیک یارسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ الاٰیه تو اے حضور میں آپ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی مغفرت چاہنے اور پروردگار عالم کے حضور آپ کی شفاعت طلب کرنے حاضر ہوا ہوں۔

پھر وہ اعرابی یہ اشعار پڑھنے لگا۔

اے بہتر ان سب سے جو زیر زمین مدفون ہوں ہو معطر ان کی خوشبویوں سے گورستان کی خاک

میری جاں اس قبر پر قربان کہ جس میں آپ ہیں اس میں ہے جو دو عفاف و مروت اے جان پاک

اعرابی تو یہ عرض و معروض کرکے روانہ ہوا اور مجھے نیند آئی حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا ارشاد فرمایا کہ اے عتبی اس اعرابی سے مل کر اس کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمائی۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمتہ قصیدہ اطیب النعم میں فرماتے ہیں۔

وَصَلَّی عَلَیْكَ اللّٰهُ یَاخَیْرَ خَلْقِهٖ وَیَا خَیْرَ مَا مُوْلٍ وَّیَاخَیْرَ وَاهِبٍ

تم پر درود کبریا اے بہترین کائنات اے بہترین امید گہ اے بہترین صاحب عطا

وَیَاخَیْرَ مَنْ یُّرْجٰی لِكَشْفِ رَزِیَّةٍ وَمَنْ جُوْدُهٗ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبِ

اے بہتر ان جن سے دفع مصیبت کی امید فائق ہے جو دابر سے سرکار کی جود و سخا

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ رَاحِمُ خَلْقِهٖ وَاَنَّكَ مِفْتَاحٌ لِكَنْزِ الْمَوَاهِبِ

شاید ہوں میں اس پر کہ حق راحم ہے اپنے خلق پر اور ذات عالی آپ کی مفتاح گنج ہر عطا

وَاَنَّكَ اَعْلَی الْمُرْسَلِیْنَ مَكَانَةً وَاَنْتَ لَهُمْ شَمْسٌ هُمْ كَالثَّوَاقِبِ

سب مرسلوں میں آپ کا اعلیٰ ہے بیشک مرتبہ مہر درخشاں آپ ہیں مثل کواکب انبیاء

وَاَنْتَ شَفِیْعٌ یَّوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ بِمُغْنٍ كَمَا اثْنٰی سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ

اس روز شافع آپ ہیں جس دن کوئی شافع نہیں حاجت روا جیسا سواد ابن قارب نے کہا

وَاَنْتَ مُجِیْرٌ مِّنْ هُجُوْمٍ مُلِمَّةٍ اِذَا اَنْشَبَ فِی الْقَلْبِ شَرُّ الْمَخَالِبِ

سختی کے حملوں سے تمہیں دوگے پناہ اے شاہ دیں جب دل میں پنجے ڈال دے بدتر مصیبت کی بلا

فَمَا اَنَا اَخْشٰی اَذِمَّةَ مُدْ لِهَمَّةٍ وَلَا اَنَا مِنْ رَیْبِ الزَّمَانِ بِرَاهِبِ

اندیشہ پھر کیا ہو مجھے غم کے چہ تاریک سے اور کیسے خائف کرسکے ریب زمان بے وفا

فَاِنِّیْ مِنْكُمْ فِیْ قِلَاعٍ حَصِیْنَةٍ وَحَدٍّ حَدِیْدٍ مِنْ سُیُوْفِ الْمُحَارِبِ

ہوں میں پنہ گیر آپکے محفوظ قلعوں میں شہا کیا کرسکے گی پھر مرائچ یل جنگ آزما

شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس قصیدہ میں ندائیں بھی کیں حضور سے مدد بھی چاہی آپ کو واہب اور دافع بلا و مصیبت بھی مانا آپ کو شفیع و حاجت روا بھی کہا آپ کی ذات پر بھروسہ بھی کیا۔ عطاؤں کی کنجیاں بھی آپ ہی کے ہاتھ میں بتائیں دیکھئے مولوی اسمٰعیل کے ماننے والے شاہ صاحب پر بھی حکم شرک کرتے ہیں یا یہ حربہ دوسروں ہی کے لئے کام میں لایا جاتا ہے اور اپنوں کا کوئی فعل قابل گرفت نہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

اے محمد گر قیامت را برآری سر زخاک سر بر آورد دیں قیامت درمیان خلق بیں

مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

زمجوری برآمد جان عالم تَرَحَّمْ یا نَبِیَّ اللّٰہ تَرَحَّمْ

اولیاء کرام اور علمائے دین نے جو ندائیں عرض کی ہیں ان سے دفتر کے دفتر بھرے ہوئے ہیں۔ کہاں تک نقل کی جائیں وہابیہ کے پیشوا مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنے قصیدہ میں لکھتے ہیں۔

جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار
کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام کرے گا یا نبی اللہ کیا یہ میری پکار
مدد کرائے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

اب آخر میں یَاشَیْخ عَبْدُالْقَادِرْ جِیْلَانِیْ شَیْئًا لِلّٰہِ پڑھنے کے متعلق مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا ایک فتوی ملاحظہ کیجئے۔

فتوی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

اس کا پڑھنا شرک اس وقت ہے کہ شیخ کو عالم غیب و متصرف مستقل جانے اور جو اس لفظ میں برکت و اثر جان کر پڑھے تو بعض مشائخ قادریہ کا معمول ہے ایسے پڑھنے پر نہ تکفیر ہوسکے اور نہ تفسیق اگرچہ ایسے وظیفہ کا پڑھنا اولیٰ بھی نہیں اور کسی مسلمان پر گمان کفر و شرک فسق کا کرنا جب تک تاویل اس کے قول کی حسن ہو سکے درست نہیں ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ میری مراد معنی کفر کے ہیں تو مضائقہ نہیں اور جب تک کہ وہ اقرار کچھ نہ کرے تو تاویل کر کے مسلمان بتاوے اور جو تاویل اچھی بیان کرے تو پھر اس پر گمان بد کرنا خود معصیت ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِ اِثْمٌ لہٰذا ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے اور پہلی صلوۃ بھی درست ہے اور باہم اتفاق واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

(رشید احمد)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے اس فتوی میں صاف اقرار کیا کہ اگر شیخ کو عالم غیب اور متصرف مستقل جانے تو شرک ہے اور اگر مستقل نہ جانے تو شرک نہیں ایسے شخص کو کافر فاسق کچھ نہ کہا جائے اس کی امامت درست اور جو اس پر گمان بد کرے وہ گنہگار۔

لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی تفویت الایمان میں کوئی عذر نہیں سنتے مسلمانوں پر شرک کا حکم لگانے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے وہ اس پر بھی شرک کا بے دریغ حکم دیتے ہیں جو یہ کہتا ہے کہ میں ان بزرگوں کو اللہ کا بندہ اور اسی کی مخلوق جانتا ہوں اور یہ قدرت تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ (تفویت الایمان صفحہ ۶)

دوسری جگہ لکھا ہے:

تو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تفویت الایمان صفحہ ۸)

اس کے بعد پھر لکھتے ہیں:

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تفویت الایمان صفحہ ۱۰)

اس کے بعد پھر لکھتے ہیں:

پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تفویت الایمان صفحہ ۱۱)

مولوی اسمٰعیل صاحب اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی کسی کے لئے علم و تصرف ماننے والے کو بڑے زور شور سے مشرک اور ابوجہل کی برابر کہہ رہی ہے۔ یہ جملہ تمام امت اور اکابر دین پر تو ہوا ہی مگر خود ان کے اپنے گھر والے بھی نہ بچے شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب سب اس حکم سے

مشرک ٹھہرتے ہیں۔ اب وہابی صاحبان غور کریں کہ آیا ان کے تمام پیشوا مشرک ہیں یا مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے اس حکم شرک سے خود بھی نہیں بچتے۔ ملاحظہ کیجئے صراط مستقیم۔

برائے کشف ارواح و ملائکہ و مقامات آنہا و سیرا کمنہ زمین و آسمان و جنت و نار و اطلاع بر لوح محفوظ شغل دورہ کند۔

(صراط مستقیم مطبع ضیائی صفحہ ۱۲۸)

اس عبارت میں مولوی اسمٰعیل صاحب ارواح و ملائکہ اور ان کے مقامات کے کشف اور زمین و آسمان و جنت دوزخ تمام امکنہ کی سیر اور لوح محفوظ پر مطلع ہونے کے لئے دورہ کا شغل بتا رہے ہیں۔ دورہ کے شغل سے جو ان غیوب کے علوم حاصل ہوں گے وہ صاحب شغل کے لئے یا ذاتی ہوں گے یا عطائے الٰہی اور تقویت الایمان میں دونوں طرح ماننا شرک بتایا ہے اب یہ جناب اپنے ہی قول سے خود مشرک بلکہ مشرک گر ہوئے یہ حالت ہے مولوی اسمٰعیل صاحب اور ان کی تقویت الایمان کی اس پر بھی لوگ اس کو مانیں تو ان کی عقلوں پر افسوس مولوی اسمٰعیل صاحب نے بیٹوں کو بزرگوں کی طرف نسبت کرنے اور ان کے نام عبدالنبی، علی بخش، غلام محی الدین وغیرہ رکھنے کو بھی تقویت الایمان کے صفحہ ۵ میں شرک فرمایا ہے۔ عبارت ان کی اس کتاب کے صفحہ ۲۹ پر نقل ہو چکی ہے۔

یہ مسئلہ بھی غلط اور باطل ہے اور اس کو مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنے دل سے تراشا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے شرک ہونا ثابت نہیں۔ مولوی صاحب تقویت الایمان کے صفحہ ۹ میں مولویوں اور درویشوں کی بات ماننے کو شرک بتا چکے ہیں جیسا کہ ہم اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹ میں نقل کر چکے ہیں لہٰذا مولوی اسمٰعیل صاحب صاحب کا بیٹوں کو بزرگوں کی طرف نسبت کرنے اور عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے کو بے حکم خدا اور رسول اپنی طرف سے شرک بتانا اور معتقدین کا اس کو ماننا بحکم تقویت الایمان صفحہ ۹ شرک ہوا یہ تو مولوی اسمٰعیل صاحب کا اپنا حکم ہے جو ان پر اور ان

کے معتقدین پر عائد ہو اور تقویت الایمان کی رو سے مولوی اسمٰعیل صاحب اور ان کے تمام ماننے والے مشرک اور خارج از ایمان ہو گئے تو وہ اپنا انجام سوچیں۔

مسئلہ کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ بلا کے ٹلنے کے لئے بیٹوں کی نسبت بزرگوں کی طرف کرنا یا عبدالنبی، علی بخش، حسین بخش، پیر بخش، مدار بخش، سالار بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین نام رکھنا شرک نہیں۔ یہ تو ایک خاص خام ہے کہ غلام محی الدین نام مسلمان اس لئے رکھتے ہیں کہ بلائیں ٹلیں بچہ بیمار نہ ہو۔ اس کو کوئی آسیب نہ پہنچے بلکہ مدعا یہ ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی یاد رہے اور بچہ سن شعور کو پہنچ کر اپنے نام سے ایک عمدہ نصیحت اور پند پاتا رہے اور سمجھے کہ ان بزرگوں کی پیروی میرے حق میں بہتر ہے۔ میرے والدین نے میرا یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ میں ان مقدس بزرگوں کا اتباع کروں اور جو گمراہ ان مقبولان بارگاہ کے خلاف راہ چلتے ہیں ان سے دور رہوں۔ اور اگر وہ بچہ اپنے عالم ہوش میں والدین کو نہ پائے تو اس کو اپنے نام سے ان کے طریقہ و مشرب کا پتہ چل جائے۔

اگر یہ کہا جائے کہ گمراہی تو بڑی بلا ہے اس سے بچنے کا فائدہ ملحوظ رکھ کر نام رکھا گیا تو بھی بلا ٹلنے کے لئے ہوا تو ہم تسلیم کر لیں گے کہ اس بلا کا ٹلنا ملحوظ ہونا ہی چاہئے اور ضرور بزرگوں کا اتباع ایسی بلاؤں سے بچنے میں کار آمد ہوتا ہے اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ صراط الذین انعمت علیھم اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ رواہ رزین عن عمر رضی اللہ عنہ

(مشکوۃ شریف صفحہ ۵۵۴)

یعنی میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں جس کا اتباع کرو گے راہ یاب ہو گے بکثرت آیات و احادیث سے یہ مضمون ثابت ہے اور انبیاء اسی لئے مبعوث فرمائے جاتے ہیں کہ ان کی فرمانبرداری و اطاعت کی برکت سے آدمی گمراہی اور غضب الٰہی سے محفوظ رہے تو اس لئے بزرگوں کی طرف نسبت کس طرح شرک ہو گی اور اگر یہی فرض کیا جائے کہ

کوئی شخص بزرگوں کے ناموں پر اس لئے نام رکھتا ہے۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ بہت سی ارض و سماوی بلاؤں۔ بیماریوں' آسیبوں وغیرہ کو دور فرمائے تو یہ بھی شرک نہیں کیونکہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک تو نسبت اور ایک یہ امید کہ اللہ تعالیٰ ان مقبولوں کی برکت سے مصیبت کو دفع فرمائے۔ تو محض نسبت تو شرک نہیں ورنہ حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' چشتی' قادری' نقشبندی' سہروردی' رفاعی' شاذلی' صدیقی' فاروقی' عثمانی' انصاری' قریشی' ہاشمی' مکی' مدنی' عربی' عجمی' بخاری' قشیری' ترمذی' سجستانی' نسائی' قزوینی' دارمی' دار قطنی' بیہقی' ہندی' دہلوی وغیرہ سب نسبتیں ہیں اور بے شمار نسبتیں شب و روز علماء' صلحاء' اتقیاء کی زبانوں پر آتی ہیں۔ نسبت محض شرک ہو تو ساری دنیا ہی مشرک ٹھہر جائے معاذ اللہ یہ تو بداہتہ" باطل ہے اور یہ شاید کوئی وہابی بھی یہ نہ کہہ سکے گا کہ محض نسبت ہی شرک ہے۔

اب رہا یہ خیال کہ بزرگوں کے وسیلہ اور ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ مصیبتیں اور بلائیں دفع فرماتا ہے اس کو شرک بتانا قطعاً گمراہی اور شریعت مطہرہ کی مخالفت ہے ہم اسی کتاب کے صفحے ۳۴ پر آیہ مبارکہ فَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا نقل کر چکے ہیں جس میں بیان ہے کہ حضور کی بعثت مبارکہ سے قبل یہودی اپنی حوائج و مشکلات اور خوف دشمن و اندیشہ شکست کے وقت حضور کے نام پاک کی برکت و توسل سے اپنی مراد طلب کرتے اور پاتے تھے اور اپنے اعدا پر مظفر و منصور ہوتے تھے اور ہولناک مصیبت سے امن میں رہتے تھے۔ نیز صفحہ پر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و ارشاد سے ایک نابینا نے بتوسل حضور دعا کی اور نابینائی کی بلا سے نجات پائی۔

قرآن پاک میں اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ

(سورہ توبہ پارہ ۱۰)

اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ غنی کرنے کی نسبت صاف حضور کی طرف فرماتا ہے۔

دوسری آیت مطالعہ کیجئے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ○

(سورہ توبہ پارہ ۱۰)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

سورۂ احزاب میں فرمایا:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ

(سورۂ احزاب پارہ ۲۲)

اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی۔ دیکھئے قرآن پاک میں حضور کا غنی کر دینا عطا فرمانا فضل فرمانا۔ نعمت دینا بیان کیا گیا ہے۔ وہابی قرآن پاک کے خلف اس کو کس کے حکم سے شرک قرار دیتے ہیں۔ یہ کیسا شرک ہے جو جابجا قرآن و حدیث میں موجود ہے۔

حضرت مسیح علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ قرآن پاک میں ہے:

اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ

(سورہ آل عمران' پارہ ۳)

میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے کیا بیمار کو تندرست کرنا مردے کو جلانا دفع بلا نہیں ہے پھر اگر کوئی مسلمان بزرگوں کی نسبت سے یہ امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے بلا کو دفع فرمائے گا یہ

کہ مقبولان بارگاہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے کوئی بلا دفع فرمادیں تو یہ شرک کیسے ہوگیا۔ اس مضمون سے تو قرآن و حدیث مالا مال ہیں۔ کیا وہابیہ قرآن و حدیث پر بھی شرک کا الزام لگائیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

حدیث شریف میں ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

اَلْاَبْدَالُ یَکُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلاً یُسْقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ وَیُنْتَصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمُ الْعَذَابُ

(مشکوۃ شریف صفحہ ۵۸۳)

یعنی ابدال شام میں ہوتے ہیں وہ چالیس مرد ہیں جب ان سے کسی کا انتقال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک قائم مقام کر دیتا ہے انہیں کی وجہ سے ابر لائے جاتے ہیں۔ انہیں کی بدولت دشمنوں پر نصرت دی جاتی ہے۔ انہیں کی برکت سے اہل شام سے عذاب دفع کئے جاتے ہیں۔

علامہ علی قاری رحمہ الباری نے مرقاۃ المفاتیح میں ایک حدیث ابن عساکر سے بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کی ہے۔ اس میں ہے بِھِمْ یُدْفَعُ الْبَلَاءُ عَنْ ھٰذِہِ الاُمَّۃِ کہ ان کی برکت سے اس امت سے بلا دفع کی جاتی ہے اسی کو مولوی اسمٰعیل صاحب تقویت الایمان میں شرک بتاتے ہیں۔ شرم، شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار اوپر گزرے جن میں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مصیبتوں اور بلاؤں سے پناہ دینے والا فرماتے ہیں۔

وَاَنْتَ مُجِیْرٌ مِنْ ھُجُوْمِ مُلِمَّۃٍ اِذَانْشَبَ فِی الْقَلْبِ شَرُّ الْمَخَالِبِ

شاہ صاحب نے تو یہی فرمایا کہ بلاؤں کے ہجوم سے آپ پناہ دینے والے ہیں اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تو تمام کائنات کی ہستی کو آپ کا طفیل بتاتے ہیں۔

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی بجا ہے کہئے اگر تم کو مبد الاثار

عجب نہیں تری خاطر سے تیری امت کے گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار
دیکھیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم یہ ہوں گی نثار

(قصائد قاسمی)

تقویت الایمان کے حکم سے مولوی قاسم صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب بھی مشرک اور تمام علماء وائمہ دین اور کل مومنین بھی مشرک۔ اس بدلگامی کی کچھ انتہا ہے اس پر بھی نادان اس باطل کتاب کو نہیں چھوڑتے اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

بہرحال قرآن پاک کی آیات سے حدیث شریف سے اور خود پیشوایان وہابیہ کے کلام سے ثابت ہوگیا کہ محبوبان خدا باذن اللہ تعالیٰ اہل حاجت کو غنی کرتے ہیں فضل فرماتے ہیں نعمتیں دیتے ہیں بیماروں کو تندرست کرتے ہیں اندھوں کو بینا کرتے ہیں مردوں کو زندہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مینہ برساتا ہے مقابلہ اعداء میں نصرت عطا فرماتا ہے۔ عذاب دفع کرتا ہے۔ وہ بلاؤں کے ہجوم سے پناہ دیتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر سے امت کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں آپ کے طفیل میں کائنات کو ہستی ملی۔ جب ایسا ہے تو اگر کسی نے غلام محی الدین، غلام معین الدین یا عبدالنبی، عبدالرسول نام رکھ لیا اور یہ امید کی کہ ان مقبولان بارگاہ الٰہی کے ناموں کی برکت سے اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا۔ اور بچوں کو بلاؤں آسیبوں سے محفوظ رکھے گا تو یہ بالکل آیات و احادیث کے مطابق ہے۔ اس کو شرک بتانا شرع مطہر سے انحراف اور مسلمانوں پر ظلم عظیم ہے۔

ناموں میں منقول ہونا تو بالاتفاق شرط نہیں کہ جو نام زمانہ اقدس یا زمانہ صحابہ میں مسلمانوں کے رکھے گئے وہ تو رکھے جائیں اور نیا کوئی نام نہ رکھا جائے ایسا ہو تو رشید احمد، خلیل احمد، اشرف علی، محمود حسن، احمد حسن، حسین احمد، مرتضیٰ وغیرہ یہ سب نام ناجائز ہو جائیں کہ زمانہ اقدس و زمانہ صحابہ میں ایسے نام نہیں پائے جاتے۔ اب اگر کوئی نام ناجائز ہوگا تو فساد معنی کی وجہ سے یعنی اس کے معنی ایسے ہوں جو شرعاً جائز نہیں تو یہ اچھی طرح

ثابت ہو چکا کہ عبدالنبی، عبدالرسول، نبی بخش، غلام محی الدین وغیرہ ناموں میں کوئی ایسا نام نہیں جس کے معنی شرعاً درست نہ ہوں۔ بزرگوں کا باذنہ تعالیٰ نفع پہنچانا تندرستی دینا، شفا بخشنا، نعمتیں دینا، غنی کرنا وغیرہ خود قرآن و حدیث سے ثابت ہو چکا تو اب کسی نام کے جواز میں کچھ شبہ نہ رہا۔ البتہ عبدالنبی وغیرہ ناموں میں ممکن ہے کہ کوئی وہابی لفظ عبد کا دھوکہ دے اس لئے معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ عبد کا استعمال غلام خادم اور مطیع کے معنی میں بکثرت ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ سبحانہ فرماتا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ اگر عبد کا لفظ شرک ہوتا تو قرآن پاک میں کس طرح وارد ہو سکتا تھا۔ حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ یعنی مسلمان پر اپنے عبد اور اپنے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ اس حدیث میں مسلمانوں کے غلام کو ان کا عبد فرمایا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منبر رسول اللہ ﷺ پر خطبہ فرماتے ہوئے اپنے آپ کو حضور اقدس ﷺ کا عبد و خادم فرمایا۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ لَمَّا وُلِّيَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ عَلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تُوْنِسُوْنَ مِنِّيْ شِدَّةً وَغِلْظَةً وَ ذٰلِكَ اِنِّيْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَ خَادِمَهٗ وَكَانَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے آپ نے منبر رسول اللہ ﷺ پر خطبہ فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حاضرین سے خطاب کر کے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے شدت و غلظت پاتے تھے۔ اس کا باعث یہ

تھا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا اور آپ کا عبد و خادم تھا اور آپ حسب ارشاد الٰہی مومنین پر رؤف و رحیم۔

اب قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ لفظ عبد بمعنی خادم و مملوک شرع میں بکثرت مستعمل ہے اور اس لفظ کی اضافت بندگان خدا کی طرف قرآن و حدیث میں آئی ہے پھر اس کو شرک کہنا کس قدر ظلم ہے۔ ہاں اگر کوئی اپنے آپ کو حقیقتاً بندہ کا مملوک اور اس کو مالک حقیقی سمجھے تو بغیر عبدالرسول وغیرہ نام رکھے ہی مشرک ہے کہ یہ اعتقاد ہی سرے سے باطل و شرک۔ مگر مسلمان کے وہم میں بھی کبھی یہ وسوسہ نہیں گزرتا تاکہ خداوند عالم کے سوا کوئی اور مالک مستقل یا متصرف بالذات ہے مسلمانوں پر یہ اتہام نہایت قبیح ہے تو یہ ثابت ہوا کہ عبدالنبی، علی بخش، حسین بخش، پیر بخش، سالار بخش غلام محی الدین، غلام معین الدین وغیرہ نام رکھنا شرک نہیں۔ اسی سلسلہ میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے کسی کے نام کا جانور کرنا بھی شرک میں داخل کیا ہے اگر اس سے یہ مراد ہو کہ وقت ذبح جائے بسم اللہ اللہ اکبر کے غیر خدا کا نام لیا جائے تو یقیناً وہ ذبح ناجائز و حرام مگر مسلمانوں میں کہیں یہ دستور نہیں اور کوئی مسلمان ذبح کے وقت سوائے بسم اللہ اللہ اکبر کے اور کچھ نہیں کہتا اور کسی کا نام نہیں لیتا یہ مسلمانوں پر افتراء و بہتان ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ اور اگر یہ مراد ہے کہ لڑکے کے عقیقہ یا دوست کی ضیافت یا کسی بزرگ کے ایصال ثواب کے لئے کوئی جانور خریدا اور اس کو یہ کہا گیا کہ فلاں کے عقیقہ یا ضیافت یا فلاں بزرگ کے ثواب کے لئے اور اس کو بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا گیا۔ وقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام نہ لیا جب بھی شرک ہے تو یہ حکم شرک غلط و باطل ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے:

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ مَعْنَاهُ ذُبِحَ بِهٖ لِاسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ مِثْلِ لَاتٍ وَعُزّٰى وَاَسْمَاءِ الْاَنْبِيَاءِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ فَاِنْ اَفْرَدَ بِاسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ اَوْ ذَكَرَ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ عَطْفًا بِاَنْ يَقُوْلَ بِاسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِالْجَرِّ حُرِّمَ الذَّبِيْحَةُ وَاِنْ ذَكَرَ مَعَهٗ لَا

مَعطُوْفًا بِاَنْ يَّقُوْلَ بِاسْمِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ كُرِهَ وَلَا يُحَرَّمُ وَاِنْ ذَكَرَ مَفْصُوْلًا بِاَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ التَّسْمِيَتِهِ وَقَبْلَ اَنْ يُّضْجَعَ الذَّبِيْحَةُ وَبَعْدَهٗ لَابَاسَ بِهٖ هٰكَذَا فِى الْهِدَايَةِ وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِىْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ لِاَنَّهٗ لَمْ يُذْكَرْ اِسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ عَلَيْهَا وَقْتَ الذَّبْحِ وَاِنْ كَانُوْا يَنْذِرُوْنَهَا لَهٗ۔

یعنی مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے معنی یہ ہیں کہ جانور غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے مثلاً لات اور عزی بتوں کے نام پر یا انبیاء علیہم السلام کے نام پر تو اگر تنہا غیر خدا کا نام لیا گیا یا غیر خدا کا نام خدا کے نام کے ساتھ عطف کرکے لیا گیا۔ مثلاً یہ کہہ کر بسم اللہ و محمد رسول اللہ جر کے ساتھ تو ذبیحہ حرام ہے اور اگر خدا کے نام کے ساتھ غیر کا نام ملا کر بے عطف لیا مثلاً ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا۔ اور اس سے پہلے یا جانور کو لٹانے سے پہلے یا ذبح کے بعد غیر کا نام لیا تو کچھ مضائقہ نہیں ایسا ہی ہدایہ میں ہے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ جو گائے اولیاء کے لئے نذر کی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے وہ حلال طیب ہے۔ کیونکہ اس پر وقت ذبح غیر خدا کا نام نہ لیا گیا خواہ وہ اس کی ان کے لئے نذر کرتے ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔

ترجمہ: اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر شرک کرتے ہیں یعنی اکثر لوگ دعوی ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں پھر آکر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعوی ایمان کا رکھتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔ شرک جب ہوتا کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے سو یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں اور اسی کا مخلوق اور یہ قدرت تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں

اور ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے اور وہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور وکیل، ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے اور ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جتنا ہم ان کو مانتے ہیں اتنا اللہ سے ہم نزدیک ہوتے ہیں اور اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں۔

(تقویت الایمان طبع مرکنٹائل پریس دہلی ص ۶۰۵)

مولوی اسمٰعیل صاحب اس عبارت میں مسلمانوں کو مشرک بتا رہے ہیں وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ کے تحت میں داخل کرتے ہیں۔ اور کوئی عذر نہیں سنتے سب کو خرافات بتاتے ہیں اور ان کی اس بات کو بھی نہیں مانتے کہ شرک جب ہوتا کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے تو یوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ جانتے ہیں۔ اور اسی کی مخلوق یعنی یہ اعتقاد بھی انہیں شرک سے نہیں بچاتا وہ ہر طرح مولوی اسمٰعیل کے نزدیک مشرک ہیں اور ان کے مذکورہ بالا تمام اعتقاد شرک معاذ اللہ۔

انصاف کیجئے کہ جو مسلمان یہ کہہ رہا ہے کہ ہم انبیاء و اولیاء کو پیروں، شہیدوں کو اللہ کی برابر نہیں سمجھتے بلکہ اس کا بندہ اور اسی کی مخلوق جانتے ہیں وہ کیسے مشرک ہو گیا اس کا یہ اعتقاد تو بالکل قرآن و حدیث کے مطابق اور توحید کا اعلیٰ اعلان ہے۔ رد شرک کا یہ بہتر طریقہ ہے چنانچہ اسی لئے حضرت مسیح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتَانِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا (سورۂ مریم)

کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی کیا اسی طرح مسلمان کا یہ اعتقاد کہ انبیاء و اولیاء و شہداء کو قدرت تصرف اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں بالکل حق ہے۔ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد موجود ہے:

اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِیُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ۔

"یہ تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فورا پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔" دیکھو یہ قدرت تصرف اللہ نے بخشی قرآن نے بتائی حضرت مسیح نے ظاہر فرمائی اسی کے ماننے والے کو مولوی اسمٰعیل مشرک کہتے ہیں۔ کیا تمام عالم کے وہابی مل کر اس کو مشرک ثابت کر سکتے ہیں ہاں قرآن پاک کی تعلیم کو شرک کہنے کی جرات کر جائیں جب تو اس اسمعیلی شرک کی حمایت کر سکتے ہیں ورنہ کسی طرح ممکن نہیں۔

ایسے ہی مسلمان کا یہ اعتقاد کہ اہل اللہ کو پکارنا عین اللہ ہی کو پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے۔ بالکل صحیح اور شرع اسلام کے مطابق ہے اسی لئے نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کے ساتھ حضور کو ندا کرنا تعلیم کیا گیا۔ عثمان بن حنیف کی حدیث ہم اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۴۱ میں اور حضرت ابن عمر اور حضرت علقمہ کی حدیثیں صفحہ ۴۳ میں نقل کر چکے ہیں اور بکثرت روایات نقل کی جا چکی ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمتہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

اگر التفات محض بجانب حق ست واو درایکے از مظاہر عون دانستہ و نظر بکار خانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و رواست و انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق ست نہ از غیر۔

یعنی اگر التفات خاص حق تعالیٰ کی طرف ہو اور بندہ مقرب کو مدد الٰہی کا مظہر جان کر

اور اللہ تعالیٰ کے کارخانہ اسباب و حکمت پر نظر کر کے ظاہرا غیر سے استعانت کرے تو یہ عرفان سے دور نہ ہوگا اور شرع میں جائز و روا ہے اور انبیاء و اولیاء نے غیر سے اس طرح کی استعانت کی ہے اور درحقیقت اس طرح مدد مانگنا غیر سے نہیں بلکہ خدا ہی سے مدد مانگنا ہے۔ اب کہئے اسمعیلی دین میں شاہ صاحب بھی مشرک ہوئے ان کی بات بھی خرافات ہوئی لا حول ولا قوۃ الا باللہ علی ہذا مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ انبیاء و اولیاء اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں سو کریں۔ اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں ان کے ملنے سے خدا ملتا ہے ان کے پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا ہم ان کو مانتے ہیں اتنا اللہ سے نزدیک ہوتے ہیں۔ یہ سب اسلامی عقائد اور قرآن و حدیث کے مطابق ہیں اللہ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی فرمانبرداری و غلامی کرنے والے اللہ کے پیارے اور محبوب ہیں۔

قرآن پاک میں فرمایا: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ فرما دیجئے کہ اگر اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو تمہیں اللہ محبوب رکھے گا۔ پھر محبوبان خدا کے اختیارات جو بارگاہ الٰہی سے انہیں عطا ہوئے ان کی شمار کون کر سکے۔ حضور اقدس سید المحبوبین ﷺ نے فرمایا: قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئیں۔ رواہ البخاری والمسلم عن عقبۃ ابن عامر (کذا فی المشکوٰۃ صفحہ ۵۴۷) تفسیر بیضاوی میں فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کی تفسیر میں فرمایا: اَوْصَافُ النُّفُوْسِ الْفَاصِلَۃِ حَالَ الْمُفَارَقَۃِ فَاِنَّھَا تُنْزَعُ عَنِ الْاَبْدَانِ غَرْقًا اَیْ نَزْعًا شَدِیْدًا مِنْ اَغْرَقَ النَّازِعُ فِی الْقَوْسِ تَنْشَطُ اِلٰی عَالَمِ الْمَلَکُوْتِ وَتَسْبَحُ فِیْہِ فَتَسْبِقُ اِلَی حَضَائِرِ الْقُدْسِ فَتَصِیْرُ لِشَرَفِھَا وَقُوَّتِھَا مِنَ الْمُدَبِّرَاتِ خلاصہ: یہ کہ یہ نفوس فاضلہ کی صفات ہیں جب وہ بدن سے جدا ہوتے ہیں اور عالم الملکوت کی طرف نکلتے اور اس میں شناوری کر کے حضائر قدس تک فائز ہو کر اپنے شرف و قوت سے مدبرات میں سے جاتے ہیں۔ تفسیر روح البیان میں اسی مضمون کو ایک عمدہ پیرایہ میں بیان کر کے فرماتے ہیں:

فَتَدَبَّرْ بِالْوُجُوْعِ اِلَی الْکَثْرَۃِ اَمْرَ الدَّعْوَۃِ اِلَی الْحَقِّ وَالْھِدَایَۃِ وَاَمْرَ النِّظَامِ فِیْ مَقَامِ التَّفْصِیْلِ بَعْدَ الْجَمْعِ اِنْتَھٰی ثُمَّ اِنَّ النُّفُوْسَ الشَّرِیْفَۃَ لَایَبْعُدُ اَنْ یَّظْھَرَ مِنْھَا اٰثَارٌ فِیْ ھٰذَا الْعَالَمِ سَوَاءٌ کَانَتْ مُفَارِقَۃً عَنِ الْاَبْدَانِ اَوْلَا فَتَکُوْنَ مُدَبِّرَاتٍ

یعنی نفوس فاضلہ علائق بدنیہ سے مفارقت کے بعد بحار صفات میں شناوری کر کے مقام فنافی الوحدۃ میں سابق ہوتے ہیں پھر کثرت کی طرف رجوع کر کے امر دعوت الی الحق و ہدایت اور مقام تفصیل میں امر نظام کی تدبیر کرتے ہیں اب سمجھئے ان کے اختیارات عالم کی تدبیران سے متعلق ہے پھر شفاعت میں تو صدہا حدیثیں وارد ہیں اور اس مسئلہ کا بیان کسی قدر تفصیل سے انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے رہا یہ کہ ان محبوبان خدا کے ملنے سے خدا ملتا ہے یہ آیہ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ سے اور بکثرت آیات و احادیث سے ثابت اور ہر مومن کے نزدیک یقینی انبیاء و اولیاء کے پکارنے سے قرب حاصل ہونا اس کے متعلق مسئلہ نداء میں بکثرت نصوص ذکر کئے جاچکے ہیں ان انبیاء واولیاء کے ماننے سے اللہ سے نزدیکی حاصل ہوتی ہے یہ مومن کا ایمان ہے مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا قرآن پاک میں ارشاد ہے جو رسول تمہارے پاس لائیں اس کو لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر کہئے یہ ماننا ہوا یا کچھ اور ایک آیت میں ارشاد ہے: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ رسول پر ایمان لانا۔ فرض ایمان نہ لائے تو کافر، مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کو اس پر بھی اعتراض ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شخص کا کیا مطلب ہے کیا لوگ رسول کو ماننا چھوڑ دیں ان سے ملنا ترک کریں یہ باتیں کس طرح شرک ہیں اور مسلمان ان عقیدوں سے کیسے مشرک ہو جاتا ہے قرآن و حدیث چھوڑ کر اپنے دل سے ایک نیا شرک گھڑ کر تمام مسلمانوں کو مشرک بنا ڈالا اور وہابیہ نے آنکھ میچ کر تقلید شروع کر دی۔

اس غضب کو تو دیکھئے کہ ان تمام ایمانی و قرآنی عقیدوں پر مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا اور دھوکہ دینے کے لئے قرآن پاک کی آیت وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ الآیہ لکھ دی جو مشرکین اور بت پرستوں یا یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار کے حق میں نازل ہوئی آیت کا ترجمہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور تفاسیر میں بھی یہی بتایا گیا۔

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ فِیْ اِقْرَارِہٖ بِاللّٰہِ وَبِاَنَّہٗ خَلَقَہٗ وَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اِلَّا وَھُوَ مُشْرِکٌ بِعِبَادَۃِ الْوَثَنِ اَلْجُمْھُوْرُ عَلٰی اَنَّھَا نَزَلَتْ فِی الْمُشْرِکِیْنَ لِاَنَّھُمْ مُقِرُّوْنَ بِاَنَّ اللّٰہَ خَالِقُھُمْ وَرَازِقُھُمْ وَاِذَا حَزَّبَھُمْ اَمْرٌ شَدِیْدٌ دَعَوُا اللّٰہَ وَمَعَ ذٰلِکَ یُشْرِکُوْنَ بِہٖ غَیْرَہٗ۔ (مدارک جلد ثالث ص ۴۹)

خلاصہ یہ کہ وہ (مشرکین) اللہ تعالیٰ اور اس کی خالقیت اور اس کے آسمان و زمین پیدا کرنے کے اقرار سے مومن نہیں ہو گئے وہ بت پرستی کی وجہ سے مشرک ہیں۔ جمہور اس پر ہے کہ یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ اور اس کی خالقیت و رازقیت کے مقر ہیں اور مصیبت کے وقت اس کو پکارتے بھی ہیں مگر باوجود اس کے غیروں کو اس کا شریک کرتے ہیں۔

تفسیر میں صاف بتا دیا گیا کہ آیت مشرکین کے حق میں ہے کس قدر ظلم ہے کہ مولوی اسمٰعیل نے اس آیت کا مصداق مسلمانوں کو ٹھہرایا اور جو حکم قرآن پاک نے مشرکین کے حق میں فرمایا تھا وہ مسلمانوں پر لگایا یہ خوارج کا طریقہ ہے۔

بخاری شریف میں ہے:

کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَرَا ھُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰہِ وَقَالَ اِنَّھُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰی اٰیَاتٍ نَزَلَتْ فِی الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْھَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (بخاری شریف مطبوعہ احمدی ص ۱۰۲۴)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ خارجیوں کو بدترین خلق جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو آیتیں کفار کے حق میں نازل ہوئیں یہ ان کو مسلمانوں پر چسپاں کرنے لگے۔

مولوی اسمٰعیل نے اپنی تمام کتاب میں خوارج کے اس طریقہ پر عمل کیا ہے اور وہابیہ کا یہ شیوہ ہی ہو گیا ہے۔ درحقیقت وہابیہ خوارج کی ایک شاخ ہیں۔ جیسا علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ردالمحتار میں فرمایا۔

كما وقع في زماننا في اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله تعالى شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلث وثلاثين ومائتين والف (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۱۹)

یعنی جیسا ہمارے زمانہ میں واقع ہوا عبدالوہاب کے متبعین میں جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین طیبین تغلب کیا اور وہ حنبلی مذہب بنتے تھے۔ لیکن درحقیقت ان کا اعتقاد یہ تھا کہ فقط وہی مسلمان ہیں اور جو کوئی بھی ان کے اعتقاد کا مخالف ہے وہ مشرک ہے اسی وجہ سے انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل کو مباح کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑی اور ان کے شہر ویران کئے اور مسلمانوں کے لشکروں کو ۱۲۳۳ھ میں ان پر فتح یاب فرمایا۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی' ہندوستان میں نجدی دین کے مبلغین کے سرخیل اور میر لشکر ہیں انہوں نے بھی شیخ نجدی کے اتباع میں یہی کوشش کی ہے کہ تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک قرار دے ڈالیں۔ تاکہ مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے اموال کو لوٹنے کا حیلہ مل جائے۔

مولوی اسمٰعیل تو یہ تک بھی کر چکے ہیں اور جہاد کے نام سے مسلمانوں کے قتل و غارت کے لئے انہوں نے ہنگامہ آرائی کی مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کیا۔

اس عالم سے کوئی پوچھے کہ انبیاء کے شفیع جاننے والے کو تو مشرک و بت پرست کہتا ہے تو بے دین بت کس کو بتاتا ہے سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَكَ خدا کا غضب کہ یہ بے دین اپنے جوش تعصب میں مسلمانوں کو انبیاء و اولیاء کے ماننے سے مشرک ٹھہراتا ہے تو کیا خود انبیاء کو نہیں مانتا۔ اگر ایسا ہے تو کافر ہوا کہ انبیاء کا ماننا مومن ہونے کے لئے ضرور حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جواب میں فرمایا جبکہ انہوں نے دریافت کیا تھا کہ ایمان کیا ہے۔

اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱)

یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اللہ کو مانے اس کے ملائکہ کو مانے اس کی کتابوں کو مانے اس کے رسولوں کو مانے روز آخر یعنی قیامت کو مانے اور برے بھلے کو تقدیر سے مانے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسولوں کو ماننا تو مومن ہونے کے لئے ضروری ہے جو نہ مانے وہ مومن نہیں لہٰذا اگر اسمٰعیل انبیاء کو نہ مانے تو کافر اور مانے تو اپنی تحریر سے مشرک یہ وہ شرک ہے جس سے اسمٰعیل بھی نہ بچا اور اس کے تمام معتقدین کا بھی یہی حال ہوا قرآن پاک کی آیات کو خلاف محل لکھنے کا یہی انجام ہونا چاہیے اسی مدعائے باطل کے لئے مولوی اسمٰعیل صاحب نے دوسری آیت لکھی اور اس کا غلط مطلب بیان کر کے دنیا کو دھوکہ دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو:)

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ الخ۔ اور پوجتے ہیں ورے اللہ کے ایسی چیز کو کہ نہ کچھ فائدہ دیوے ان کو نہ کچھ نقصان اور کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس الخ (اس ترجمہ کے بعد (ف) لکھ کر مطلب یہ بتایا ہے) یعنی جن[1] کو لوگ پکارتے ہیں ان کو اللہ نے کچھ قدرت نہیں دی نہ

[1] لفظ جن کو تقویت الایمان مطبوعہ فاروقی دہلی سے نقل کیا گیا مرکشائل پریس کی چھپی ہوئی تقویت الایمان میں اس کی جگہ لفظ جو غلطی کاتب سے چھپ گیا ہے لہٰذا وہ نہ لیا گیا۔ (حاشیہ صفحہ نمبر)

فائدہ پہنچانے کی نہ نقصان کر دینے کی اور یہ جو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس سو یہ بات اللہ نے تو نہیں بتائی پھر کیا تم اللہ سے زیادہ خبردار ہو سو اس کو بتاتے ہو جو وہ نہیں جانتا اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو مانے اور اس کو پکارے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے۔

قرآن پاک کی آیت لکھ کر صاحب تقویت الایمان نے مطلب غلط بیان کیا کہ یعنی جن کو لوگ پکارتے ہیں۔ آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے آیت میں۔

وَیَعْبُدُوْنَ ہے وَیُنَادُوْنَ نہیں ہے خود ترجمہ میں لکھا (اور پوجتے ہیں) اور مطلب میں پوجنے کا پکارنا بنا دیا۔ کیا چالاکی ہے' کیسی تحریف ہے بات یہ ہے کہ اگر پوجنے کو پکارنے سے بدلتا۔ تو مسلمانوں کو مشرک کہنے کا موقع نہ ملتا صاف آیت کا ترجمہ بتا رہا تھا کہ یہ آیت مشرکین کے حق میں ہے جو خدا کے سوا مخلوق کو پوجتے ہیں وہ انہیں نہ نفع دے سکتے ہیں۔ نہ ضرر اور وہ ان کے خدا کے یہاں شفیع بھی نہیں تو پوجنا ہر طرح باطل ہے۔ اس آیت میں بت پرستی کا حماقت ہونا اور بتوں کا محض بے نفع و ضرر ہونا بیان کیا گیا ہے یہ مسلمانوں پر اور انبیاء و اولیاء پر کسی طرح چسپاں ہو ہی نہیں سکتی تھی اس لئے صاحب تقویت الایمان نے آیت کے معنی کو بگاڑا اور پوجنے کو پکارنا بنایا تاکہ مسلمانوں پر شرک کا حکم لگائے اور مقربان بارگاہ الٰہی کی شفاعت اور خدا داد اختیارات کا انکار کرے باوجودیکہ اہل اللہ کو پکارنا ندا کرنا اور ان کا باذن الٰہی امداد فرمانا نفع پہنچانا اور بارگاہ الٰہی میں شفیع ہونا آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ مسئلہ ندا ہم بہ تفصیل ذکر کر چکے ہیں۔ اور اہل اللہ کے خدا داد اختیارات بھی قرآن و حدیث سے ثابت کئے گئے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باذنہ تعالیٰ مردے جلانا بیماروں کو تندرست کرنا۔ اندھوں کو بینا کر دینا۔ یہود کا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے اپنے اعدا پر فتح و ظفر طلب کرنا اور کامیاب ہونا یہ سب قرآن پاک سے ثابت ہو چکا ہے چہل ابدال کے صدقہ میں بارشیں ہونا روزی دیا جانا۔ اعدا پر مظفر کیا جانا۔ کوئی چیز گم جائے یا کوئی مدد درکار ہو تو اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَاللّٰہِ کہہ کر بندگان خدا کو ندا کرنا اور ان سے مدد چاہنا اور ان کا حاجت روائی کرنا اور

نفع پہنچانا سب احادیث سے ذکر کیا جا چکا۔ اس سب کا انکار کرنے کے لئے مولوی اسمٰعیل نے آیت کے معنی کو بدلا آیت شریفہ میں یہ بتایا گیا کہ بت محض بے اختیار ہیں وہ کوئی نفع ضرر نہیں پہنچا سکتے اور بارگاہ الٰہی میں شافع بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ شافع تو محبوب ہو سکتے ہیں نہ مغضوب اور بت تو مغضوب ہیں قرآن پاک میں فرمایا گیا: اَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ [1] یعنی اے بت پرستو تم اور وہ چیزیں جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں۔ تو جو جہنم کا ایندھن ہے وہ شفاعت کیا کرے گا اس کو شفیع جاننا یقیناً باطل۔ مگر مولوی اسمٰعیل صاحب نے یہ غضب کیا کہ قرآن پاک نے بتوں اور مغضوبوں اور جہنمیوں پر جو حکم دیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں مقربوں اولیاء و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر لگایا اور یہ کہہ دیا کہ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان اور زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں کہ اس کو مانے اور اس کو پکارے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے۔

اب انصاف کیجئے کہ یہ تعمیم قرآن پاک کے کون سے لفظ سے مستفاد ہوئی ہے کہ کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے اس آیت کے معنی میں یہ دوسری تحریف ہے آیت میں تو بتوں کی شفاعت کا انکار ہے۔ خود تقویت الایمان میں جو ترجمہ کیا گیا ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہے چنانچہ لکھا ہے کہ (یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں) اس میں یہ کہاں ہے کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں یہ قرآن پاک پر افترا ہے خدا پر بہتان ہے ہے۔ کتاب الٰہی کی مخالفت ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ وہ کون ہے جو اس کو یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے اس آیت میں بتوں کی شفاعت کا انکار اور محبوبان خدا کی شفاعت کا اثبات ہے۔

---

[1] جس طرح مذکورۂ بالا آیات میں جہاں بتوں کا ذکر ہے اس سے وہابیہ نے انبیاء و اولیاء علیہم السلام مراد لئے خیر گزری کہ اس آیت میں وما تعبدون سے انبیاء علیہم السلام مواد نہ لئے ورنہ اس بے قیدی کے زمانہ میں کوئی ان کا کیا کر لیتا۔

تفسیر خازن میں ہے:

وَالْمَعْنٰی لَایَشْفَعُ عِنْدَهٗ اَحَدٌ اِلَّا بِاَمْرِهٖ وَارَادَتِهٖ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْمُشْرِكِیْنَ زَعَمُوْا اَنَّ الْاَصْنَامَ تَشْفَعُ لَهُمْ فَاَخْبَرَ اَنَّهٗ لَا شَفَاعَةَ لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ اِلَّا مَا اسْتَثْنَاهُ بِقَوْلِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یُرِیْدُ بِذٰلِكَ شَفَاعَةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشَفَاعَةَ بَعْضِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمَلَائِكَةِ وَ شَفَاعَةَ الْمُؤْمِنِیْنَ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ۔ (تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۳۱)

یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں بغیر اس کے امر و ارادہ کے کوئی شفاعت نہ کرے گا یہ اس لئے کہ مشرکین کا گمان تھا کہ بت ان کی شفاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی کی شفاعت نہیں سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اِلَّا بِاِذْنِہٖ کے ساتھ مستثنیٰ فرمایا او اس سے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور مومنین کی شفاعت مراد ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

فِی التَّاوِیْلَاتِ النَّجْمِیَّةِ هٰذَا الْاِسْتِثْنَاءُ رَاجِعٌ اِلَی النَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ وَعَدَهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ وَهُوَ الشَّفَاعَةُ فَالْمَعْنٰی مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا عَبْدُهٗ مُحَمَّدٌ فَاِنَّهٗ مَاْذُوْنٌ مَوْعُوْدٌ یُعِیْنُهُ الْاَنْبِیَاءُ بِالشَّفَاعَةِ۔

(تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۲۷۲)

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ استثناء حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے مقام محمود کا وعدہ فرمایا اور وہ شفاعت ہے تو معنی یہ ہیں کہ کون ہے کہ روز قیامت اللہ کے حضور شفاعت کرے سوائے اس کے پیارے بندے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ آپ ماذون ہیں آپ کو اذن دیا گیا ہے آپ سے وعدہ کیا گیا ہے اور انبیاء شفاعت میں آپ کے معین ہوں گے قرآن پاک میں بتوں کی شفاعت کا ابطال اور محبوبان خدا کی شفاعت کا اثبات ہے اور صد ہا احادیث اس مضمون میں وارد ہیں مگر صاحب تقویت الایمان سب کو چھوڑ کر انبیاء کی شفاعت کے انکار پر اڑا

ہوا ہے اور شفاعت انبیاء کو بے فائدہ بتاتا ہے۔ قرآن و حدیث سے اس کو کس قدر مخالفت اور کتنی ضد ہے پھر جو آیت مشرکین اور بتوں کے حق میں تھی اس کو مومنین اور محبوبان خدا پر ڈھالنا بھی خارجیوں کا طریقہ ہے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ قول "کہ تمام زمین و آسمان میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو مانے اور اس کو پکارے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے۔ یہ قرآن پاک پر بہتان ہے اللہ تعالیٰ پر افترا ہے۔ قرآن و حدیث میں یہ کہیں نہیں فرمایا گیا۔ اس جرات و دلیری کو دیکھئے کہ قرآن شریف پر بہتان اٹھا دیا۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۱۹۴ میں ہے لَیْسَ شَیْءٌ مِنَ الْعِصْیَانِ اَعْظَمَ مِنَ الْبُهْتَانِ کہ کوئی گناہ بہتان سے بڑھ کر نہیں ہے اور بہتان بھی خدا پر العیاذ باللہ تعالیٰ انکار شفاعت کا عقیدہ فاسدہ وہابیہ نے فرقہ ضالہ معتزلہ سے لیا ہے چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۹۰ میں فرماتے ہیں۔

وَتَقْیِیْدُ الْمُعْتَزِلَةِ تِلْكَ الشَّفَاعَةَ بِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ یَاْبٰی تَخْصِیْصَهٗ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ وَعِنْدَهُمْ لَمَّا امْتَنَعَ الْعَفْوُ فَلَا فَائِدَةَ فِی الشَّفَاعَةِ وَاسْتَدَلُّوْا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِیْنَ مَعَ اَنَّ الْاٰیَةَ فِی الْكُفَّارِ بِاِجْمَاعِ الْمُفَسِّرِیْنَ عَلٰی اَنَّ اَصْحَابَنَا اسْتَدَلُّوْا بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ عَلٰی ثُبُوْتِ الشَّفَاعَةِ لِلْمُؤْمِنِیْنَ لِاَنَّهٗ ذَكَرَ ذٰلِكَ فِیْ مَعْرِضِ التَّهْدِیْدِ لِلْكُفَّارِ وَلَوْ كَانَ لَاشَفَاعَةَ لِغَیْرِ الْكُفَّارِ اَیْضًا لَمْ یَكُنْ لِتَخْصِیْصِ الْكُفَّارِ بِالذِّكْرِ فِیْ حَالِ تَقْبِیْحِ اَمْرِهِمْ مَعْنًی یعنی معتزلہ کا اس شفاعت میں رفع درجات کی قید لگانا اہل کبائر کی تخصیص کے خلاف ہے اور معتزلہ کے خیال میں چونکہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف نہیں کر سکتا اس لئے شفاعت بے فائدہ ہے وہ آیہ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِیْنَ کو اپنی دلیل بناتے ہیں اور باوجودیکہ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کفار کے حق میں ہے علاوہ بریں ہمارے حضرات نے اسی آیت سے مومنین کے لئے شفاعت کے ثابت ہونے پر استدلال فرمایا ہے کیونکہ یہ تہدید کفار کا مقام ہے اگر غیر کفار کی بھی شفاعت نہ ہو تو کفار کی تخصیص کوئی معنی نہ رکھے گی۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صاحب تقویت الایمان نے گمراہی کا یہ سبق فرقہ

معتزلہ سے سیکھا اور جس طرح انہوں نے وہ آیت جو کفار کے حق میں نازل ہے مومنین پر چپکائی اسی طرح انہوں نے وہ آیتیں جن میں کفار کی بد نصیبی کا ذکر ہے مسلمانوں پر چسپاں کیں۔ البتہ معتزلہ سے اتنے اور آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے صرف اہل کبائر کے عفو جرم کی نفی کے لئے شفاعت کا انکار کیا تھا اور رفع درجات کے حق میں شفاعت کے قائل تھے انہوں نے اتنا بھی گوارا نہ کیا اور مطلقاً شفاعت کے لئے کوئی گنجائش نہ رکھی۔ صاف کہہ دیا کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو مانے اور اس کو پکارے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے۔ ان کا نمبر گواہی میں معتزلہ سے بڑھا دیا۔

یہاں تو صرف یہ دکھانا ہے کہ صاحب تقویت الایمان مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لئے قرآن پاک کے معانی میں کیسی کیسی تحریفیں کر رہا ہے اور خدائے تعالیٰ پر کیسے کیسے افتراء اٹھا رہا ہے شفاعت کا مسئلہ تو انشاء اللہ العزیز آئندہ شرح و بسط سے ذکر کیا جائے گا۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے اس آیت کے مطلب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ نے ان کو کچھ قدرت نہیں دی باوجودیکہ آیت میں لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ ہے جس کے معنی ہیں کہ ون کو نہ نقصان پہنچائیں نہ نفع یعنی بت بالذات نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور جو بالذات نفع نقصان نہ پہنچا سکے۔ وہ ہرگز معبودو مستحق عبادت نہیں ہو سکتا اس کے یہ معنی نہیں کہ کسی طرح ان سے نفع و نقصان متصور ہی نہیں۔ کیونکہ اگر کسی سے نفع یا نقصان پہنچے مگر وہ بالذات نہ پہنچا سکے بلکہ اس میں وہ حضرت قادر مطلق کا محتاج ہو تو وہ معبود نہیں ہو سکتا اس لئے نفی نفع و ضرر بالذات کی ہے ورنہ نفع و ضرر باعتبار سببیت تو خود قرآن کریم نے بتوں کے لئے ثابت فرمایا ہے۔ یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّہٗ اَقْرَبُ مِنْ نَفْعِہٖ چنانچہ جمل حاشیہ جلالین میں ہے:

وَنَفْیُ الضَّرِّ وَالنَّفْعِ ھُنَا عَنِ الْاَصْنَامِ بِاِعْتِبَارِ الذَّاتِ وَاِثْبَاتُھُمَا لَھَا فِی الْحَجِّ فِیْ قَوْلِہٖ یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّہٗ اَقْرَبُ مِنْ نَفْعِہٖ بِاِعْتِبَارِ السَّبَبِ۔ (جمل جلد ۲ صفحہ ۴۰۲)

غرض کہ صاحب تقویت الایمان نے آیت کے معنی میں طرح طرح کی غلطیاں کی

ہیں۔

اس آیت کے ترجمہ اور مطلب میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے اور بھی کئی غلطیاں کی ہیں کہاں تک شمار کرائی جائیں اس کے بعد آیہ کریمہ نقل کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ مَانَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَاھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کَاذِبٌ کَفَّارٌ۔

تقویت الایمان صفحہ ۷)

ترجمہ: اور جو لوگ ٹھہراتے ہیں ورے اللہ کے اور حمایتی کہتے ہیں پوجتے ہیں ہم ان کو سو اسی لئے کہ نزدیک کر دیں ہم کو اللہ کی طرف مرتبہ میں بیشک اللہ حکم کرے گا ان میں اس چیز میں کہ اختلاف ڈالتے ہیں۔ بیشک اللہ راہ نہیں دیتا جھوٹے ناشکر کو۔

یہ آیت کریمہ بھی کفار کے حق میں نازل ہوئی اور بتوں کی پرستش میں جو ان کے باطل عذر تھے اس میں ان کا ابطال کیا گیا اس کو مسلمانوں پر ڈھالنا اور بتوں کی بجائے بزرگان اسلام کے ساتھ توسل و شفاعت کو شرک قرار دینا قرآن پاک کی تحریف اور اللہ تعالیٰ پر افتراء اور خارجیوں کی تقلید ہے صاحب تقویت الایمان اس کا عادی ہو گیا وہ ہر جگہ یہی فریب کاری کر کے مسلمانوں کو مشرک بناتا ہے تمام تفاسیر میں اس آیت کو کفار کے حق میں نازل بتایا ہے۔ جلالین میں ہے۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ (اَلْاَصْنَامَ) اَوْلِیَاءَ وَھُمْ کُفَّارُ مَکَّۃَ۔

وہابیہ کے سردار مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے ترجمہ میں اس آیت کے شان نزول میں لکھا ہے۔

جبیر ابن عباس سے اس آیت کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت تین قبیلوں عامر اور کنانہ اور بنی سلمہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جو بتوں کو پوجتے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔

(ترجمہ اشرف علی ص ۵۰۳)

اس غضب کا کیا ٹھکانا کہ جو آیت بت پوجنے والوں کے حق میں نازل ہو وہ مومنین پر چپکائی جائے اس کے بعد تقویت الایمان میں ایک اور آیت لکھی ہے۔
جو مع ترجمہ نقل کی جاتی ہے۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۔ (تقویت الایمان صفحہ ۸)

ترجمہ: کہہ کون ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں کر سکتا جو تم جانتے ہو سو وہی کہہ دیں گے کہ اللہ ہے کہ پھر کہاں سے خبطی ہو جاتے ہیں۔ (تقویت الایمان ص۸)

صاحب تقویت الایمان کا خود اپنا ترجمہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہر چیز کا تصرف اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں اس قادر حکیم کے سوا کوئی بالذات متصرف نہیں وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں کر سکتا یعنی جسے وہ ذلیل و خوار کرے اس کو کوئی عزت و آسائش نہیں دے سکتا اب یہ دیکھنا ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے خود اپنے ترجمہ کا کہاں تک لحاظ کیا اور اس آیت سے جو نتیجے انہوں نے نکالے۔ ترجمہ ان کی کہاں تک تائید کرتا ہے اب وہ نتیجے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔

(۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کی برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے۔

(۴) یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔

(۵) جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل

اور وہ شرک میں برابر ہے۔

اب اس کے متعلق آپ غور کیجئے۔ (۱) اوروں کا ماننا محض خبط ہے۔ اس جملہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انبیاء و مرسلین و اولیاء و صحابہ تابعین و غیرہم سب سے قطع تعلق کر دے چنانچہ تقویت الایمان صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے کہ جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے۔ اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔

اسمٰعیل صاحب کے کلاموں کا حاصل یہ ہے کہ نہ انبیاء کو مانو نہ مرسلین کو نہ فرشتوں کو نہ جنت دوزخ کو تمام ایمانیات ہی سے منکر ہو بیٹھو۔ پھر غضب یہ کہ پیغمبروں پر افتراء کر دیا کہ جتنے پیغمبر آئے۔ وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ باوجودیکہ قرآن کریم میں صاف ارشاد ہو رہا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ط (والمحصنت ربع آخر)

ترجمہ: اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو پہلے نازل فرمائی اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔
اس آیت کریمہ میں اللہ کو اور رسولوں کو اور کتابوں کو اور قیامت کو ماننے کا حکم دیا اور جو نہ مانے اس کو انتہا کا گمراہ (کافر) فرمایا۔ مگر مولوی اسمٰعیل صاحب قرآن پاک کے خلاف کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانو۔ اور پھر یہ طوفان بکنا کہ ہر رسول یہی حکم لایا۔ وہابیوں میں کوئی ہے جو بتائے کہ کون رسول یہ حکم لائے۔ جو شخص خدا و رسول پر بہتان اٹھائے اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔ پھر خود اس نے یہ کتاب تقویت الایمان کیوں تحریر کی اس کو کون مانے گا جب خدا کے سوا اور کا ماننا شرک ہے تو اسمٰعیل اور تقویت الایمان

کا ماننا کب جائز یہ بھی تو شرک ہو گا۔ جو لوگ مولوی اسمٰعیل اور تقویت الایمان کو مانتے ہیں اور ایمان کی درستی کے لئے اکسیر اعظم جانتے ہیں وہ سب تقویت الایمان کے اس حکم سے مشرک ہوئے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خدا کے سوا اور کسی کو نہ ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اور کسی کو قادر متصرف بالذات نہ مانے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو عبارت میں اس پر دلالت نہیں علاوہ بریں یہ خود تقویت الایمان کی تصریح کے خلاف ہے چنانچہ اس میں ہے:

پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قوت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویت الایمان ص۱۱)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی اگر انبیاء اولیاء کے لئے قدرت تصرف مانے جب بھی شرک تو یہ توجیہ بھی درست نہیں بیٹھتی اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ مانے تو یہ بات بھی تقویت الایمان کی عبارت سے نہیں سمجھی جاتی بلکہ اس سے اس کے خلاف ثابت ہے ملاحظہ ہو تقویت الایمان۔

سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کا اللہ کا بندہ مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویت ایمان ص۸)

اس عبارت نے واضح کر دیا کہ صاحب تقویت الایمان کے نزدیک مشرک ہونے کے لئے کسی کو خدایا معبود ماننا بھی ضرور نہیں بلکہ اللہ کا عابد بندہ اور مخلوق جانے جب بھی ابوجہل کی برابر مشرک ہو جاتا ہے۔

یہ توجیہہ بھی بیکار گئی اور نتیجہ وہی رہا کہ خدا کے سوا کسی کو ماننا صاحب تقویت الایمان کے نزدیک درست نہیں خواہ اس کو معبود نہ جانے بہرحال تقویت الایمان کا یہ قول کہ اوروں کو ماننا محض خبط ہے بالکل باطل اور خلاف شرع ہے۔

(۲) علی ہذا القیاس مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ دعوی کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں

کر سکتا۔ بالکل غلط اور قرآن کریم پر افترا ہے آیت کریمہ میں یہ کہیں بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اسی آیات میں کیا تمام قرآن پاک کی کسی آیت میں نہیں کسی حدیث میں نہیں بلکہ یہ باطل مضمون بکثرت آیات و احادیث کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ہم اپنی اس کتاب کے اول میں مشرح ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرح مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ دعوی کہاور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ ان کی پیش کی ہوئی آیت سورۂ مومنون سے ثابت نہیں قرآن پاک پر افتراء کرنے کی اس شخص کو بڑی جرات ہے اور لوگ اسی دھوکہ میں گمراہ ہوتے ہیں کہ آیت لکھ کر اپنے تراشیدہ غلط وباطل مدعا کو اس کی طرف نسبت کر دیتا ہے۔ عوام بے چارے سمجھتے ہیں کہ یہ قرآن کا حکم ہے انہیں کیا خبر کہ مفتری نے دل سے گھڑا اور فریب کاری سے قرآن شریف کی طرف نسبت کر دیا۔ لطف یہ ہے کہ اس کا یہ مضمون خود اس کے اپنے ترجمہ سے بھی تو مستفاد نہیں ہوتا۔ ترجمہ میں تو لکھا اس کے مقابل کوئی حمایت نہیں کر سکتا۔ جس سے ظاہر کہ اس کی مرضی کے خلاف اس کے مقابل ہو کر کوئی حمایت نہیں کر سکتا اور یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی حال میں بھی نہیں کر سکتا نہ خدا کی مرضی نہ اس کے قدرت دینے سے دیکھئے یہ کیسا دھوکہ ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان فریب کاریوں سے بچائے آمین۔ وہابیہ ان تحریفات سے بھی نہیں شرماتے افسوس۔

(۳) مولوی اسمٰعیل صاحب نے سورۂ مومنون کی اس آیت سے ایک یہ بھی نتیجہ نکالا ہے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کی برابر نہیں جانتے تھے۔ بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے۔ (تقویت الایمان صفحہ ۸)

سورۂ مومنون کی آیت اور خود مولوی اسمٰعیل کا لکھا ہوا ترجمہ خوب غور سے پڑھ لیجئے اس میں کہیں بھی یہ مضمون نہیں ہے جو مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنے دل سے تراش کر بے دریغ قرآن پاک کی طرف نسبت کر دیا اب رہی یہ بات کہ یہ مضمون صحیح ہے یا غلط اس کی نسبت اتنا عرض کرنا کافی ہے کہ تمام اہل علم جانتے ہیں کہ کفار میں وہ بھی

تھے جو اپنے معبودان باطل کو معبود تو جانتے تھے مگر اللہ تعالیٰ سے رتبہ میں کم سمجھتے تھے اور وہ بھی تھے جو اپنے مزعوم شرکاء کو خدا کی برابر مانتے تھے قرآن پاک میں ہر قسم کے مشرکین کا ابطال فرمایا گیا۔

(۴) تقویت الایمان میں اسی آیت سورۂ مومنون کے فوائد میں یہ بھی درج کیا ہے کہ یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا۔ (تقویت الایمان صفحہ ۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے نزدیک کفار بت پرستی تو کرتے نہ تھے بلکہ فقط بتوں کو پکارنا ان کی منتیں ماننی نذر و نیاز کی کرنی ان کو وکیل و سفارشی سمجھنا فقط اتنی ہی باتوں پر قرآن پاک نے کفر و شرک کا حکم دیا اب کوئی اسمٰعیل پرست بتائے کہ آیہ سورۂ مومنوں میں یہ مضمون کہاں ہے اور اگر اس آیت میں نہیں ہے تو قرآن پاک کی اور کسی آیت میں دکھائے۔ قرآن پاک پر افتراء کر کے تو اس شخص نے مذہب ہی بنایا ہے ورنہ یہ بے دینی کس طرح چلتی باوجودیکہ اس آیت سے اوپر خود ہی سورۂ زمر کی آیت مانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى لکھ کر اس کا ترجمہ لکھا۔ کہتے ہیں پوجتے ہیں ہم ان کو سو اس لئے کہ نزدیک کر دیں ہم کو اللہ کی طرف مرتبہ میں۔ اس آیت میں ان کا اصل شرک بتوں کا پوجنا ذکر فرمایا گیا اور اس کے ساتھ بت پرستی کا یہ عذر باطل کہ حصول قرب کی نیت سے بت پرستی کرتے ہیں اس میں اسمٰعیل نے وَيَعْبُدُوْنَ سے آنکھیں میچ کر یہ حکم کر دیا کہ وکیل و سفارشی جاننا بھی ان کا کفر و شرک تھا تو کیا بتوں کی عبادت کرنا اسمٰعیل کے نزدیک کفر و شرک نہیں۔ اس میں جہاں سورۂ مومنون کی آیت پر افترا ہے اور اپنے تراشیدہ مضمون کو خداوند عالم عز وعلا کی طرف غلط نسبت کیا ہے وہاں قرآن پاک کی صدہا آیتوں کا انکار بھی ہے جن میں مشرکین وکفار کے کفر و شرک بت پرستی متعدد الہ ماننے وغیرہ قبائح کا بیان ہے۔

(۵) مولوی اسمٰعیل کا یہ قول کہ جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں۔ یہ ایک دعوی ہے اور قرآن

پاک کی طرف اس کو نسبت کرنا خدائے پاک پر افترا ہے نہ سورۂ مومنون کی آیت میں یہ مضمون نہ قرآن پاک کی کسی اور آیت میں نہ کسی حدیث میں نہ ائمہ دین کے کسی قول میں۔ مولوی اسمٰعیل کے اس قول سے اہل اللہ کو پکارنے والا منتیں ماننے والا نذر و نیاز کرنے والا' اولیاء' انبیاء کو شفیع سمجھنے والا' اور اس کے ساتھ ہی یہ اعتقاد کرنے والا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں' معاذ اللہ ابوجہل کی برابر مشرک ہے تو ایک اس کے اعتقاد میں ابوجہل انبیاء کو شفیع مانتا تھا۔ یا اہل اللہ کو پکارتا تھا یا خاصان خدا کی نذر و نیاز کرتا تھا۔ کس طریقہ پر نذر و نیاز کرنے والے مسلمان ابوجہل کی برابر مشرک ہو گئے۔ دنیا بھر میں کوئی اسمٰعیلی وہابی بتائے تو کہ اس کے امام کا یہ کلام کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ ندا کی بحث اور تفصیل گزر چکی اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہو گیا کہ اہل باللہ کو ندا کرنا شریعت نے جائز رکھا بلکہ بہت سے مقامات پر اس کا حکم کیا ہے خود نماز میں حضور پر عرض سلام ندا کے ساتھ ہے السلام علیک ایھا النبی تو اسمٰعیل کے عقیدے میں ہر نمازی مشرک ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی محمد قاسم نانوتوی کے اشعار ندائیہ نقل ہو چکے تقویت الایمان کے اس اندھا دھند حکم سے وہ سب لوگ ابوجہل کی برابر مشرک ٹھہرتے ہیں۔ ان جناب کا یہ خود ساختہ حکم نہ قرآن سے ثابت نہ حدیث سے نہ کتب دینیہ سے بالکل سب کے مخالف شریعت طاہرہ کی تصریحات اور تمام علمائے دین کے کلام اور خود مولوی اسمٰعیل صاحب کے خاندانی بزرگوں کے کلام ان کے بطلان پر ناطق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں۔

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند برآں فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک مے شود خوردن بسیار خوب ست۔ (فتاوی عزیزیہ صفحہ ۷۵ مطبع مجتبائی دہلی)

امامین کی نیاز کا کھانا اور اس پر فاتحہ قل درود پڑھنا شاہ صاحب متبرک اور بہت خوب بتاتے ہیں یہ وہی نیاز ہے جس کو مولوی اسمٰعیل کہتے ہیں کہ یہی حضرت کے زمانہ کے کفار کا کفر و شرک تھا اور جو کوئی یہ معاملہ کرے وہ ابوجہل کی برابر مشرک ہے اسمٰعیل کے اعتقاد میں شاہ صاحب بھی ابوجہل کی برابر مشرک ہیں۔ پوچھو اسمٰعیل کے ماننے والوں سے

کہ شاہ صاحب کو کیسا سمجھتے ہیں ابھی تک اسمٰعیل ہی کی طرف داری کئے جائیں گے یا شاہ صاحب کے کلام کو حق مان کر اس باطل کارد اور اس کی کتابوں سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ اسی فتوے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

اگر گفتہ شود یا الٰہی نذر کردم برائے تو اگر شفا دہی مریض رایا مانند آں طعام بخو اہم داد فقراء را کہ بردروازہ سید نفیس اندیا مانند آں یا خرید خواہم کرد بوریا ہائے مسجد یا روغن زیت برائے روشنی آں مسجد یا دراہم خواہم داد برائے کسی کہ شعائر مسجد می کند از قسمیکہ در آں نفع فقراء باشد ونذر برائے خدا و ذکر نمودن شیخ جزایں نیست کہ محل صرف نذر ست برائے مستحقان نذر جائز ست۔ (فتاوی عزیزیہ ص ۹۵ مطبع مجتبائی)

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ یا الٰہی میں نے تیرے لئے نذر کی اگر تو مریض کو تندرست کرے یا اس کی مثل تو میں ان فقراء کو کھانا کھلاؤں گا جو سید نفیس کے آستانہ پر رہتے ہیں یا مسجد کے لئے بوریا خریدوں گا یا اس مسجد کی روشنی کے لئے تیل یا اس کو روپے دوں گا جو مسجد کی خدمت کرے نذر خدا کے لئے اور شیخ کا ذکر صرف اس لئے ہے کہ وہ مستحقوں پر نذر کے خرچ کرنے کا محل ہے نذر جائز ہے۔ اولیاء کے آستانوں کے خدام کو نذریں دینا اور ان کو مصرف نذر ٹھہرانا اور ایسی نذر جائز ہونا شاہ صاحب نے بیان فرمایا یہی وہ چیز ہے جس کو مولوی اسمٰعیل کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ اقدس کے کفار کا یہی کفر شرک تھا اور ایسا معاملہ کسی کے ساتھ بھی کرے تو آدمی ابوجہل کی برابر کافر و مشرک ہو جاتا ہے۔ یہی ہے وہ نذر و منت جس کو تقویت الایمان میں شرک بتایا ہے اور شاہ صاحب جائز بتا رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے یہ اپنی طرف سے نہیں فرمایا بلکہ فقہا کا ارشاد ہے جو شاہ صاحب نے زبان فارسی میں ادا فرمایا۔ بحر رائق اور طحطاوی و شامی وغیرہ کتب معتبرہ ہے۔

اِنْ قَالَ یَااللّٰہُ اِنی نَذَرْتُ لَکَ اِنْ شَفَیْتَ مَرِیْضِیْ اَوْ رَدَدْتَ غَائِبِیْ اَوْ قَضَیْتَ حَاجَتِیْ اَنْ اُطْعِمَ الْفُقَرَاءَ الَّذِیْنَ بِبَابِ السَّیِّدَةِ نَفِیْسَةَ اَوِالْفُقَرَاءَ الَّذِیْنَ بِبَابِ الشَّافِعِیْ اَوِالْاِمَامِ اللَّیْثِ اَوْاَشْتَرِیَ حَصِیْراً لِمَسَاجِدِھِمْ اَوْزَیْتًا لِوَقُوْدِھَا اَوْدَرَاھِمَ لِمَنْ یَّقُوْمُ بِشَعَائِرِھَا اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ فَمَا یَکُوْنُ فِیْہِ نَفْعٌ لِلْفُقَرَاءِ وَالنَّذْرُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَ ذِکْرُ الشَّیْخِ اِنَّمَا ھُوَ

محلٌ لصرف النَّذرِ لِمُستحقیہِ القَائمینَ بِرِباطہ اَو مسجدہ اَوجَامعہ فیَجُوزُ بِھٰذا الاعتبارِ۔

تیسری جگہ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

اگر مالیدہ و شیر برائے فاتحہ بزرگے .بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورند جائز ست مضائقہ نیست۔ (فتاوی عزیزیہ صفحہ ۴۱)

یعنی اگر مالیدہ اور دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی روح کے ایصال ثواب کے ارادے سے پکا کر کھلائیں کچھ مضائقہ نہیں ہے جائز ہے اسی کو چڑھاوا کہتے ہیں۔ یہی اسمٰعیلی عقیدہ میں شرک ہے۔

پھر سنو شاہ صاحب فرماتے ہیں:

اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیار اہم خوردن ازاں جائز ست واللہ اعلم

(فتاوی عزیزیہ ص ۴۱)

یعنی اگر کسی بزرگ کے نام پر فاتحہ دی تو مال داروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے پوچھو اسمٰعیل سے بزرگوں کے نام کی فاتحہ آپ کے شرکی عقائد میں کیا حکم رکھتی ہے پھر شاہ صاحب کے لئے کیا تمغہ تیار کیا ہے یہ تو شاہ صاحب ہیں' ان کا کلام تو میں آپ کو اور بھی سناؤں گا اب ایک عبارت مولوی اسمٰعیل کی بھی تو ملاحظہ فرمایئے جو صراط مستقیم میں لکھی ہے۔

پندار ند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل۔ (صراط مستقیم صفحہ ۷۳)

یعنی یہ نہ سمجھے کہ مردوں کو کھانا کھلانا اور فاتحہ خوانی کے ذریعہ سے نفع پہنچانا اچھا نہیں ہے کیونکہ یہ معنی بہتر اور افضل ہیں اب تو اسمٰعیلی فاتحہ کے لئے بیکار جنگ نہ کریں گے ان کے امام نے بھی اس کو بہتر و افضل مان لیا۔ مگر دریافت کرنا تو یہ ہے کہ اموات کے ساتھ یہ معاملہ کرنا جائز سمجھ کر مولوی اسمٰعیل اپنی تقویت الایمان کے حکم سے شرک

کے کس طبقہ میں پہنچے کوئی صاحب یہ عذر نہ کریں کہ یہاں صرف فاتحہ کا ذکر کیا نذر و نیاز کا نہیں اور شرک تو انہوں نے نذر و نیاز کو بتایا ہے کیونکہ یہ معاملہ خود مولوی اسمٰعیل نے اسی صراط مستقیم میں طے کر دیا ہے لکھتے ہیں:

پس در خوبی ایں قدر امراز امور مرسومہ فاتحہ باو اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست۔ صراط مستقیم صفحہ ۶۳)

یہاں تو صاف نذر و نیاز اموات کا ذکر ہے جس کو تقویت الایمان میں شرک بتایا ہے اور اس کے کرنے والے کو ابوجہل کی برابر مشرک ٹھہرایا ہے یہاں مولوی اسمٰعیل اس کی خوبی میں شک و شبہ نہیں بتاتے تو فرمایئے اپنے حکم سے مومن رہے یا مشرک اور مشرک ہوئے تو فقط ابوجہل کی برابر یا فرعون وہامان بلکہ ابلیس کی برابر کیونکہ فقط نذر و نیاز کرنے سے ابوجہل کی برابر مشرک بتا چکے ہیں اور یہاں تو نذر و نیاز کی ترغیب دے رہے ہیں اور اس کو خوب بتا رہے ہیں اور خوبی میں شک و شبہ لانے سے منع کر رہے ہیں تو تقویت الایمان کے لحاظ سے ابوجہل سے کئی درجے اور بڑھ گئے ابھی کیا ہے صراط مستقیم کی فصل دوم میں طریقہ چشتیہ کا بیان ملاحظہ کیجئے جہاں لکھتے ہیں:

اول طالب را باید کہ باوضو دو زانو بطور نماز بنشیند و فاتحہ بنام اکابر ایں طریق یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و غیرہما خواندہ التجا بجناب ایزد پاک بتوسط ایں بزرگاں نماید و بنیاز تمام وزاری بسیار از بسیار دعائے کشود کار خود کردہ ذکر دو ضربی شروع نماید۔ (صراط مستقیم صفحہ ۱۲۲ مطبع ضیائی)

یعنی پہلے طالب کو چاہئے کہ باوضو دوزانو نماز کے طریقہ پر بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ بختیار کاکی و غیرہما کے نام کی فاتحہ پڑھ کر درگاہ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع و زاری کے ساتھ اپنے حل مشکل کی دعا کرکے دو ضربی ذکر شروع کرے۔

اب اس تعلیم میں دیکھئے کہ کتنی خوبیاں ہیں:

نمبرا قرآن حدیث صحابہ تابعین تبع تابعین سے یہ طریقہ ان ہیات و تخصیصات کے

ساتھ کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ وہابیہ کے مذہب کی بنا پر بدعت ہوا اور مولوی اسمٰعیل بدعتی ضال۔

نمبر۲ مولوی اسمٰعیل نے خود لکھا ہے۔

کتنے پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں کتنے بزرگوں کے قصوں کو دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں۔ سند پکڑتے ہیں۔

(تقویت الایمان ص ۲)

رسول سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی راہ نہ پکڑے۔ (تقویت الایمان ص ۴)

لہٰذا اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ (تقویت الایمان ص ۸

اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (تقویت الایمان ص ۲۰)

کسی کی رسم و راہ کو ماننا اور اس کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ انہیں باتوں میں سے ہے جو خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں۔ پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویت الایمان ص ۴۷)

تقویت الایمان کی ان عبارات میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ علماء مشائخ بزرگان دین کسی کو نہ ماننا چاہیے اور کسی کے حکم کو سند سمجھنا شرک ہے۔ اب اس میں خواہ امام ہوں یا مجتہد یا غوث یا قطب یا باپ دادا تقویت الایمان کے حکم سے سب کی نافرمانی فرض ہے اور فرض بھی ایسی کہ نہ کرے تو مشرک ایمان سے خارج۔ اس پر یہاں تک زور دیا ہے کہ خود رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کو بھی احکام نبی سمجھ کر ماننا شرک بتایا ہے چنانچہ لکھا ہے۔ یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات ان کی امت پر لازم ہو جاتی تھی سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویت الایمان ص ۴۷) جب رسول کی بات بھی اسمٰعیل کے نزدیک ماننے کی قابل نہیں اور اس کو ماننے والا بھی مشرک ہو جاتا ہے تو اسمٰعیل کا یہ طریقہ چشتیہ نکالا ہوا کیوں شرک نہ ہوگا اور اس کو منوانے کے لئے کتاب لکھنے والا مشرک

گر یہ وہ احکام شرک ہیں جو خود اسمٰعیل نے بڑے زوروں سے تقویت الایمان میں لکھے ہیں اور صراط مستقیم کی عبارت سے خود اس کے اوپر جاری ہو گئے اور وہ اپنے ہی مقرر کردہ حکموں سے مشرک ہوا۔ ہے کوئی جو اس کی حمایت کرے اور اس شرک سے اس کو بری ثابت کرسکے نہیں ہرگز نہیں ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

صراط مستقیم کی عبارت میں چشتی بزرگوں کے نام کی فاتحہ اور اس میں باوضو دوزانو بیٹھنے کا حکم اتنے ہی پر اکتفا نہیں بلکہ یہ بھی تصریح کہ نماز کے طریقہ پر بیٹھے۔ پوچھو تقویت الایمان سے کتنا ڈبل شرک ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

آداب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اور اس کا نام جپنا انہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لئے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔ (تقویت الایمان ص ۴۴) جہاں ادب سے کھڑا ہونا شرک ہو وہاں باادب دوزانو اور وہ بھی نماز کی طرح بیٹھنا کس طرح شرک نہ ہوگا۔

نمبر۴ مولوی اسمٰعیل نے فاتحہ کا حکم دے کر تو وہابیہ کی شیخی کر کری کی ہی تھی اس سے بڑھ کر یہ ستم ڈھایا کہ کشود کار کی دعا میں نہایت گریہ وزاری اور عجز و نیاز کے ساتھ بزرگان چشت کا وسیلہ بنانے کا حکم دیا یہ اس کے عقیدہ کا وہی شرک ہے جس کو (صفحہ ۸) والی عبارت میں لکھا ہے کہ کسی اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا ہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ اب تو خواجگان چشت کو صراط مستقیم میں اپنا وکیل و سفارشی مان کر اسمٰعیل اپنے ہی حکم سے ابوجہل کی برابر مشرک ہوا مسلمانوں پر شرک کے جھوٹے حکم لگانے کا یہ وبال ہے۔ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ان الفاظ پر تو غور فرمایئے کہ جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے یعنی خواہ وہ مسلمان انبیاء و اولیاء کو شفیع و سفارشی سمجھے تو بھی اسمٰعیل کے نزدیک ابوجہل کی برابر مشرک۔

اس دشمن ایمان کو یہ تو نظر نہ آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں انبیاء اولیاء کو شفیع سمجھنا کس نے بتایا اور اس کا یہ حکم شرک کہاں تک پہنچا لیکن یہ یاد نہ رہا کہ صراط مستقیم میں خود بھی اولیاء کو وکیل و سفارشی بنا چکا ہے۔ اور تقویت الایمان میں یہ حکم اپنے ہی اوپر دے چکا ہے اب یہ بات خوب اچھی طرح ثابت ہو گئی کہ اولیاء کی نذر و نیاز کرنا اور ان کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا جس کو اسمٰعیل نے تقویت الایمان میں کفر و شرک کہا ہے۔ خود اسمٰعیل اور اس کے بزرگوں کے قول سے بھی ثابت ہے اور اس کا یہ حکم شرک بے دلیل و باطل اب مسائل نذر و نیاز وغیرہ کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث رحمتہ اللہ علیہ کی چند عبارتیں نقل کر دی جاتی ہیں تاکہ اسمٰعیل کی فریب کاری خوب واضح ہو جائے۔

شاہ صاحب فتاوے میں فرماتے ہیں:

حقیقت ایں نذر آنست کہ اہدائے ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امریست مسنون و ازروئے احادیث صحیحہ ثابت است مثل ماورد فی الصحیحین من حال ام سعد وغیرہ ایں نذر مستلزم می شود پس حاصل ایں نذر آنست کہ آن نسبت مثلاً اہداء ثواب ہذا القدر الی روح فلاں و ذکر ولی برائے تعین عمل منذور ست نہ برائے مصرف و مصرف ایشاں متوسلان آں ولی می باشند از اقارب و خدمہ وہم طریقاں وامثال ذلک و ہمیں است مقصود نذر کنندگان بلاشبہ وحکمہ انہ صحیح یجب الوفاء بہ لانہ قربتہ معتبرہ فی الشرع اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ نذر کی حقیقت کھانے اور مال خرچ کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا ہے اور یہ امر سنت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام سعد وغیرہ کی حدیث سے ثابت تو اس نذر کا حاصل طعام وغیرہ کی ایک مقدار معین کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو پہنچانا ہے اور ولی کا ذکر عمل منذور کی تعین کے لئے ہے نہ مصرف کے لئے، مصرف اس نذر کرنے والوں کے نزدیک اس ولی کے اقارب اور خدام اور ان کے طریقے والے اور متوسلین ہیں اور بلاشبہ نذر کرنے والوں کا یہی مقصود ہے اور اس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ

نذر صحیح ہے اس کی ادا واجب ہے' اس لئے کہ وہ شریعت میں قربت معتبرہ ہے۔

شاہ صاحب نے مسئلہ کو خوب حل فرمایا اور احادیث صحیحہ سے ثابت اور مسنون بتایا میاں اسمٰعیل یہ کہہ رہے ہیں کہ کفار کا یہی شرک تھا اور جو کوئی ایسا کرے وہ ابوجہل کی برابر مشرک ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کی یہ تحقیق بالکل درست اور احادیث و فقہ کے بالکل مطابق ہے مسلمان نذر اللہ تعالیٰ کی مانتے ہیں ثواب اس کا کسی بزرگ کو پہنچاتے ہیں اور جس چیز کی نذر کی ہے اس کو اس بزرگ کے خدام یا اعزہ یا متوسلین یا متبعین یا ان کے طریقہ کے لوگوں پر خرچ کرتے ہیں۔ یہ سب شرع میں جائز اور اس کو شرک بتانا دین پر افتراء اور مسلمانوں کی تکفیر ہے' اب اس کے ثبوت ملاحظہ فرمایئے ابوداؤد شریف کی حدیث ہے:

عَنْ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاكٍ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيْهِ وَثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيْهِ عِيْدٌ مِنْ اَعْيَادِهِمْ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۹۸)

خلاصہ مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے مقام بوانہ میں ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا وہاں مشرکین کا کوئی بت ہے جس کی پرستش کی جاتی ہو یا کفار کا کوئی میلہ لگتا ہے عرض کیا نہیں فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نذر جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی مکان مخصوص یا خانقاہ یا درگاہ یا کسی آستانہ میں اس کو ادا کرے کیونکہ نہ وہاں بت ہوتا ہے جس کی پوجا کی جاتی ہو نہ کفار کا میلہ۔

اب رہی یہ بات کہ اس عمل کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچانا بھی شرع میں درست ہے یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک درست ہے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے حضرت ام سعد کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے ثابت ہے اور اس حدیث کو خود مولوی اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں نقل کیا ہے۔ اور تمام عبادات کے ثواب پہنچنے کو تسلیم کیا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت رسالت پناہ سعد بن معاذ رابد التماس ایشاں کہ مادرم ناگاہ فوت شدہ ویا رائے گفتن نیافت واگر می یافت وصیتی میکرد پس برائے وی اگر چیزے بکنم نفع بوی خواہد رسید فرمود چاہ بکن و بگو کہ ای برائے مادر سعد ست۔

(صراط مستقیم ص ۶۳)

یعنی حضرت سعد بن معاذ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے وفات پائی تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ کو کچھ کہنے کا موقع نہ ملا اگر ملتا تو وہ وصیت کرتیں اگر میں ان کی طرف سے کچھ کروں تو کیا انہیں نفع پہنچے گا۔ حضور نے فرمایا کنواں بناؤ اور کہو کہ یہ سعد کی والدہ کے لئے ہے۔ اس کے بعد پھر مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا از طرف برادر خود عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بعد وفاتش بروبا آزاد کرد ندو بر ہمیں قیاس باید کرد سائر عبادات راہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود ثواب آں بروح کسے از گزشتگاں برساند و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی ست پس ایں خود البتہ بہتر و مستحسن ست۔

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی وفات کے بعد ان کی طرف سے غلام آزاد کئے اور اس پر تمام عبادات کو قیاس کرنا چاہیے۔ پس جو عبادت مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب گزرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی روح کو پہنچائے تو یہ ضرور بہتر اور مستحسن ہے اور ثواب پہنچانے کا طریقہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کی اس عبارت نے فاتحہ گیارہویں۔ تیجہ' چالیسواں' عرس' نذر' نیاز سب

کو جائز کر دیا۔ جب ہر عبادت کا ایصال ثواب حدیث شریف سے ثابت ہے تو ذکر تلاوت صدقہ سب کا ایصال ثواب حدیث کے مطابق ہو اس کو بدعت کہنا ایک امر ثابت بالسنۃ کو بدعت بتانا اور اسمٰعیل کو بدعتی ٹھہرانا ہے اور اسمٰعیل ان امور کو بدعت و شرک کہے تو وہ اپنے قول سے خود ملزم ہے۔

الحاصل نذر و نیاز منت کا جواز بدلائل واضحہ ثابت ہوا اور مخالف کو اس میں کوئی جائے گفتگو باقی نہ رہی۔

اگر کوئی وہابی یہ کہے کہ نذر اللہ کے لئے ہو اور ایصال ثواب بزرگوں کی روح کو کیا جائے یہ تو درست ہے۔ دلائل سے ثابت ہے اس میں کوئی جائے اعتراض نہیں ہے مگر نذر عبادت ہے اولیاء کی طرف اس کو نسبت کرنا شرک ہے۔ کیونکہ اس عبادت کی نسبت غیر خدا کی طرف ہوتی ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ حضور غوث اعظم کی گیارہویں شیخ عبدالحق کا توشہ بی بی صاحبہ کی صحنک خواجہ صاحب کی دیگ شاہ بوعلی قلندر کی سہ منی اماموں کی نیاز کھچڑا' شربت اس قسم کی نسبتوں کو مولوی اسمٰعیل نے شرک کہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کہنے پر شرک کا حکم دینا غلط خلاف شرع اور مسلمانوں کو بے وجہ مشرک بنانا ہے۔ یہ تو کسی مسلمان کے وہم و خیال میں بھی نہیں آتا کہ ہم ان بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں یا اس نذر سے ان کا تقرب چاہتے ہیں نہ کوئی مسلمان اس خیال کو گوارا کر سکتا ہے عوام اور جہال کے ذہن میں تو یہ معنی آتے بھی نہیں وہابی کوشش کرکے سکھائیں تب شاید کوئی اس شرکی معنی کو سمجھے۔ ہر مسلمان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ ایصال ثواب ان بزرگوں کے لئے ہے اور اسی مناسبت سے وہ نسبت کر دیتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے اس کی تفصیل فرما دی جو اوپر مذکور ہو چکی اب رہی یہ بات کہ ایصال ثواب کے لحاظ سے کسی چیز کو غیر خدا کی طرف نسبت کرنا شرک ہو یہ بالکل غلط اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے ام سعد کی حدیث جو خود اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں نقل کی اور یہاں بھی ذکر کی گئی ہے خود اس میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنویں کی نسبت ام سعد کی طرف فرمائی جس کو مولوی

اسمٰعیل صاحب نے ان لفظوں میں ذکر کیا ہے۔ چاہ بکن وبگولہ کہ ایں برائے مادر سعد ست۔ یہ نسبت شرک ہوتی تو حدیث میں کیسے آتی۔ مولوی اسمٰعیل صراط مستقیم میں تو لکھ گئے اس وقت انہیں نظر نہ آیا کہ میں یہ کیا لکھتا ہوں یہ تو شرک ہے اور تفویت الایمان میں اسی کو ابوجہل کا سا شرک بتایا ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشند۔ ایک ہی چیز کو ایک جگہ شرک بتانا دوسری جگہ حدیث سے ثابت کہنا کیسی حیاداری ہے پھر کہاں تک کوئی شرک کہے گا ایسی نسبت خود قرآن کریم میں موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ الْاٰیہ کہ صدقات فقراء و مساکین وغیرہ کے لئے ہیں یہاں صدقات کی فقراء و مساکین کی طرف نسبت ہو رہی ہے۔ کہو اسمٰعیل سے لائے تو اپنی تفویت الایمان ہے کچھ غیرت اس سے اور بڑھ کر سنیئے۔ حج خاص عبادت ہے۔ قرآن پاک میں حج کی نسبت بیت خانہ کعبہ کی طرف کی گئی ہے۔ مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ الایہ اور نماز جمعہ' نماز عیدین' نماز جنازہ' نماز خسوف' نماز ظہر' نماز عصر' نماز مغرب' نماز عشاء' نماز فجر وغیرہ میں نماز کی نسبتیں غیر خدا کی طرف ہیں تو کیا یہ سب نمازیں شرک ہو گئیں۔ روزے رمضان کے' زکوٰۃ سونے کی' زکوٰۃ چاندی کی' زکوٰۃ مال کی' زکوٰۃ گایوں کی' زکوٰۃ بکریوں کی' ان تمام عبادتوں کی نسبتیں بھی غیر خدا کی طرف ہیں اور صرف ہماری ہی بول چال میں نہیں بلکہ بکثرت احادیث میں تو کیا یہ سب شرک' اسمٰعیلی تفویت الایمان کی عینک سے تو سارا اسلام شرک ہی نظر آئے گا۔ الحمدللہ کہ اب خوب واضح ہو گیا کہ مسلمان جو نذریں نیازیں کرکے بزرگوں کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں وہ بے شبہ جائز و درست اور احادیث و آیات سے اس کا جواز ثابت اس کو شرک بتانے والا گمراہ۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے زمانے میں میاں اسمٰعیل خفیہ خفیہ لوگوں میں اپنے خیالات پھیلاتے رہتے تھے۔ چنانچہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق شاہ صاحب کی خدمت میں سوال پیش کیا گیا اور بت پرست اور عالم کے ایک مکالمہ کی شکل میں میاں اسمٰعیل صاحب کے یہ خیالات شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کئے گئے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس کا نہایت نفیس جواب دیا جو ان کے فتاوے میں درج ہے

چونکہ شاہ صاحب کے جواب سے مولوی اسمٰعیل کی دھوکہ دہی کی پوری قلعی کھل جاتی ہے اس لئے وہ سوال جواب یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ایک فتوی

سوال: بت پرست مدد از بت میخواست عالمے منع کرد کہ شرک مکن بت پرست گفت کہ اگر شریک خدا دانستہ پرستش کنم البتہ شرک است و اگر مخلوق فہمیدہ پرستش نمایم چگونہ شرک باشد۔ عالم گفت کہ در کلام مجید متواتر آمدہ کہ از غیر خدا مدد مجوئید بت پرست گفت کہ بنی نوع انسان از یکدیگر چرا سوال منع نیست و بتاں تو مثل کنہیا و کالکا وغیرہ مردہ اند قدرت بر ہیچ چیز ندارند' بت پرست گفت شما کہ از اہل قبور مدد و شفاعت مے طلبید باید کہ بر شما ہم شرک عاید شود۔ القصہ ہرچہ مقصد و مراد شما از اہل قبور است ہماں قسم مقصود من ہم از صورت کنہیا و کالکا است بحسب ظاہر نہ قوت اہل قبور دارد نہ بت واگر میگوئی کہ بقوت باطن اہل قبور کشائش حالات می نمایند بسا جا از بتاں ہم روائے حاجات مے شود۔ و اگر می گوئید کہ بایشاں مے گویم کہ از خدا برائے ماشفاعت بخواہید من ہم از بتان ہمیں استدعا دارم پس ہر گاہ کہ جواز استمداد از اہل قبور ثابت شد بعض مسلمین ضعیف الاعتقاد از پرستش ستیلا و مسانی و غیرہ چگونہ باز خواہد آمد۔

جواب: دریں سوال چند جا اشتباہ واقع شدہ۔ آں چند جارا خبردار باید شد آنگاہ بفضل الٰہی سوال جواب بخوبی واضح خواہد شد' اول آنکہ مدد خواستن چیز دیگر است و پرستش چیز دیگر است عوام مسلمین بر خلاف حکم شرع از اہل قبور مدد میخواہند و پرستش نمے کنند وبت پرستاں مدد ہم می خواہند و پرستش ہم میکنند پرستش آنست کہ سجدہ کند یا طواف نماید یا نام اور ابطریق تقرب و روساز دیا ذبح جانور بنام اوکند یاخود رابندہ فلانے بگوید و ہر کہ از مسلمانان جاہل باہل قبور ایں چیز ہابعمل آرد فی الفور کافر میگردد واز مسلمانی مے برآید دوم

آنکہ مدد خواستن دو طور مے باشد مدد خواستن مخلوقے از مخلوقے مثل آنکہ از امیر و بادشاہ نوکر و گدا در مہمات خود مدد می جویند و عوام الناس از اولیاء میخواہند کہ از جناب الٰہی فلاں مطلب مارا درخواست نمائید ایں نوع مدد خواستن در شرع از زندہ مردہ جائز است و دوم آنکہ دعا و سوال از جناب الٰہی درنیت منظور باشد از مخلوقے درخواست نمایند ایں نوع حرام مطلق بلکہ کفر است واگر از مسلمانان کسے از اولیائے مذہب خود خواہ زندہ باشند یا مردہ ایں نوع مدد خواہد از دائرہ مسلمانان خارج مے شود بخلاف بت پرستاں کہ ہمیں نوع مدد را از معبودان باطل خود می خواہند و آنرا جائز مے شمارند و آنچہ بت پرست گفت کہ من ہم از بتاں خود شفاعت می خواہم چنانچہ شماہم از پیغمبراں و اولیاء شفاعت می خواہید پس دریں کلام ہم دغل و تلبیس است زیرا کہ بت پرستاں ہرگز شفاعت نمی خواہند بلکہ معنی شفاعت را نمے دانند و نہ در دل خود تصور مے کنند معنے شفاعت سفارش است و سفارش آنست کہ کسے مطلب کسے را از غیر خود بعرض و معروض ادا ساز دو بت پرستان در وقت درخواست مطالب خود از بتاں نمے فہمند و نمے گویند کہ سفارش ما بحضور پروردگار جل و علا نمائید و مطلب مارا از جناب او تعالیٰ بر آرید بلکہ از بتان خود درخواست مطلب خود مے کنند و آنچہ گفتہ است کہ ہرچہ مقصد شما از اہل قبور است ہماں قسم مقصود من ہم از صورت کنہیا و کالکا است نیز خطا در خطا است زیرا کہ ارواح را تعلق بہ بدن خود کو در قبر مدفون است البتہ مے باشد زیرا کہ مدت در از دریں بدن بودہ اند و ازنہا قبور معبودان خود را تعظیم نمی کنند بلکہ از طرف خود صورتہا و سنگہا و درختاں و دریاہا را قرار مے دہند کہ صورت فلانے است بے آنکہ آں چیز را تعلق باں ارواح باشد بدن آنہا در انجا سوختہ گردد وایں قرار داد افترائی راہیچ اثر نیست آرے حاجت روائے بندگان خالق اکبر از راہ رحمانیت خود مے فرماید آنہامی فہمند کہ از طرف بتاں ایں فائدہ حاصل شد حق تعالیٰ کہ عالم الغیب و الخفیات است حالات بندگان خود رامی داند و در زندگانی آنہا حاجت روائی منظور است از ہر طرف کہ مطلب خود خواہند مطلب ایشاں را بایشاں مے دہد چنانچہ پدر مشفق حاجت پسر خود را کہ صغیر السن است می داند و در وقتیکہ از خدمتگار و دایہ خود چیزے مے طلبد باو میدہد

حالانکہ خدمتگار و دایہ مقدور ندارد ہمچیں است حال بتاں بلکہ حال اہل قبور نیز موافق قاعدہ اہل اسلام وانچہ مرقوم شدہ کہ پس ہرگاہ کہ جواز استمداد از اہل قبور ثابت شد بعض مسلمین ضعیف الاعتقاد از پرستش سیتلا و مسانی وغیرہ چگونہ باز خواہند آمد پس فرق درمیان استمداد از اہل قبور و پرستش سیتلا ومسانی بچند وجہ ست اول آنکہ اہل قبور معلوم الذکر صلحا و بزرگان بودہ اند و سیتلا مسانی موہوم محض اند و جود آنہا معلوم نیست بلکہ ظاہرا خیال بندی ایں مردم است و دوم آنکہ سیتلا مسانی بر تقدیر وجود انہا از قبیل ارواح خبیثہ شیاطین اند کہ کمر بر ایذائے خلق بستہ اند ا۔لنہا را با رواح طیبہ انبیاء و اولیاء چہ مناسبت سوم آنکہ استمداد از اہل قبور بطریق دعا است کہ از جناب الٰہی عرض کردہ مطلب ما بر آرند و پرستش ایں چیزہا بنا بر اعتقاد و استقلال قدرت است کہ کفر محض است۔

ترجمہ سوال

ایک بت پرست بت سے مدد مانگ رہا تھا ایک عالم نے منع کیا کہ شرک مت کر بت پرست نے کہا کہ اگر خدا کا شریک جان کر پوجوں تو ضرور شرک ہے اور مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیسے شرک ہوگا۔[1] عالم نے کہا قرآن شریف میں متواتر آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد مت مانگو[2] بت پرست نے کہا انسان ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں۔ عالم نے کہا انسان زندہ ہیں اور تیرے بت مثل کنہیا کالکا وغیرہ کے مردہ ہیں۔ کسی چیز

---

[1] یہ گفتگو پرستش میں ہے اور پرستش ہر طرح شرک ہے پرستش کے لئے مخلوق جاننے کا عذر محض باطل و بیکار۔

[2] عالم وہابی کا یہ قول بھی غلط ہے۔ غیر خدا سے مطلق مدد چاہنے کی ممانعت متواتر تو کیا قرآن شریف میں کہیں ایک جگہ بھی نہیں آئی۔

پر قدرت نہیں[1] رکھتے۔ بت پرست نے کہا تم قبر والوں سے مدد اور شفاعت طلب کرتے ہو چاہیے کہ تم پر بھی شرک عائد ہو۔

خلاصہ یہ کہ اہل قبور سے جو تمہارا مقصود و مراد ہے ویسا ہی کالکا اور کنہیا کی تصویروں سے ہمارا ہے ظاہری طور پر نہ قبر والے طاقت رکھتے ہیں نہ بت اگر کہو کہ قبر والے قوت باطن سے کشائش حالات کرتے ہیں تو بہت جگہ بتوں سے بھی حاجت روائی ہوتی ہے اور اگر تم یہ کہو کہ ہم اہل قبور سے کہتے ہیں کہ خدا سے ہمارے لئے شفاعت کیجئے تو ہم بھی بتوں سے ایسی استدعا کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اگر اہل قبور سے استمداد کا جواز ثابت ہو تو بعضے ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی کے پوجنے سے کیسے باز آئیں گے۔

جواب: اس سوال میں چند جگہ اشتباہ واقع ہوا اس سے خبردار رہنا چاہیے۔ تاکہ اللہ کے فضل سے سوال کا جواب اچھی طرح سمجھ میں آئے۔ (۱) مدد چاہنا اور چیز ہے اور پرستش دوسری چیز۔ عام مسلمان خلاف شرع اہل قبور سے مدد[2] چاہتے ہیں اور پرستش نہیں کرتے۔ بت پرست[1] مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں۔ پرستش یہ

---

[1] وہابی عالم کا یہ قول بھی غلط نہ زندہ خدا کا شریک ہو سکتا ہے نہ مردہ مستقل بالذات سمجھ کر مدد مانگنا دونوں سے ناجائز اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے متصرف سمجھنا کسی کو بھی شرک نہیں۔ اگرچہ جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت نہیں دی ہے اس کی نسبت ایسا گمان کرے تو غلط ہوگا۔

[2] اہل قبور سے مدد چاہنے کے دو طریقے ہیں ایک جائز ایک ناجائز' شاہ صاحب نے تفسیر عزیزی میں ان کی تفصیل کی ہے اور ہم اول کتاب میں اس کی نقل کر چکے ہیں۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زندہ یا مردے کسی کو بھی اللہ کے سوا قادر بالذات یا متصرف مستقل سمجھ کر مدد مانگے تو یہ ناجائز ممنوع اور اگر مدد الٰہی کا مظہر اور اس کا پیارا سمجھ کر مدد چاہے تو جائز۔ تفصیل کے لئے دیکھو ہماری اسی کتاب کا صفحہ تا صفحہ ۔

[1] بت پرست بتوں کو معبود اور متصرف بالذات جان کر مدد طلب کرتے ہیں اس لئے یہ شرک ہے اور مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود اور متصرف بالذات نہیں جانتے۔ بلکہ وہ تمام مخلوق کو اللہ کا بندہ اور اس کا محتاج سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری حاجت عرض کر کے کار برآری کراتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی کام کی طاقت دی ہے وہ کر دیتے ہیں

ہے کہ سجدہ [۲] کرے یا طواف کرے یا اس کے نام کو بطریق تقرب ورد کرے یا اس کے نام پر جانور ذبح کرے یا اپنے آپ کو اس کا پجاری کہے۔ اگر کوئی جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ بھی ایسا کرے تو وہ فورا کافر ہو جائے گا۔ دوسرے مدد چاہنا دو طور پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ایک مخلوق دوسری مخلوق سے مدد چاہے۔ جیسے امراء و بادشاہ سے نوکر اور فقراء بھی مدد چاہتے ہیں اور عوام الناس اولیاء سے چاہتے ہیں کہ جناب الٰہی میں ہماری حاجت عرض کیجئے۔ اس طرح کی مدد شرع میں زندہ اور مردہ دونوں سے جائز ہے۔ دوسرا طریقہ مدد چاہنے کا یہ ہے کہ جو چیزیں بالاستقلال جناب الٰہی کے ساتھ خاص ہیں جیسے بیٹا دنیا یا مینھ برسانا۔ یا بیماری دور کرنا یا عمر دراز کرنا وغیرہ کسی مخلوق سے چاہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا و سوال کرنا نیت میں نہ ہو (یعنی یہ سمجھے کہ یہ چیزیں یہ بزرگ خود دے دیں گے) اس

بقیہ حاشیہ صفحہ) یہ اعتماد ہرگز شرک نہیں چنانچہ شاہ صاحب عنقریب مدد جائز وناجائز کی تفصیل فرما رہے ہیں۔

۲؎ سجدہ اور طواف وغیرہ مطلقاً پرستش نہیں ہے بلکہ بنظر عبادت ہو تب تو شرک ہے چنانچہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ تفسیر عزیزی صفحہ ۲۲۴ سورۂ بقر میں فرماتے ہیں۔ پیشانی بر زمین رسانیدن بدو طریق واقع می شود یکے آنکہ برائے ادائے حق عبودیت باشد و ایں قسم در جمیع ادیان و ملل برائے غیر خدا حرام و ممنوع ست و ہیچ گاہ جائز شدہ (الیٰ قولہ) دوم آنکہ برائے تکریم و تحیتہ باشد مانند سلام و سرخم کردن وایں معنی باختلاف رسوم عادات و مبدل از منہ مختلف است گاہے جائز است و گاہے حرام در قصہ حضرت یوسف و اخوان ایشان واقع شدہ خروا لہ سجدا و در شریعت ما ایں طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام و ممنوع است۔ اس سے معلوم ہوا کہ سجدۂ عبادت شرک ہے کبھی کسی شریعت میں غیر خدا کے لئے جائز نہیں ہوا اور سجدہ تحیت و تکریم شرک نہیں اس لئے پہلی شریعتوں میں جائز ہوا۔ ہماری شریعت میں وہ بھی حرام ہے طواف کی نسبت شاہ صاحب کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرمایا بعدہ ہفت کرت طواف کند دراں تکبیر بخواند و آغاز از راست بکند بعدہ طرف پایاں رخسارہ نہد و بیاید نزدیک روئے میت بنشیند بگوید یارب بست یکبار (انتباہ صفحہ) یہاں شاہ صاحب کشف قبور قبر کا طواف کرنے اور میت کے پانوں کی طرف رخسارہ رکھنے کے لئے تعلیم دے رہے ہیں اب وہابی بتائیں کہ تقویت الایمان کے حکم سے شاہ صاحب کو مشرک مانیں گے یا تقویت الایمان کو باطل۔

طرح کہ مدد چاہنا حرام مطلق بلکہ کفر ہے اور اگر کوئی مسلمان کسی زندہ یا مردہ سے اس قسم کی مدد چاہے تو اسلام سے خارج ہو جائے بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اسی قسم کی مدد اپنے معبودان باطل سے چاہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں [۱] اور یہ بات جو بت پرست نے کہی کہ میں بھی اپنے بتوں سے شفاعت [۲] چاہتا ہوں یہ بڑے دھوکے اور فریب کی بات ہے اس لئے کہ بت پرست ہرگز شفاعت [۳] نہیں چاہتے بلکہ شفاعت کے معنی تک نہیں جانتے ان کے دلوں میں شفاعت کا تصور تک نہیں ہوتا۔ شفاعت کے معنی سفارش ہیں اور سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے مطلب کو کسی اور کی خدمت میں عرض کرے۔ اور بت پرست اپنے مطالب کی درخواست کے وقت نہ یہ سمجھتے ہیں کہ تم پروردگار کے حضور میں ہماری سفارش کر دو اور ہماری مراد اس سے پوری کرا دو بلکہ خاص اپنے بتوں سے مطلب کی درخواست کرتے ہیں۔ اور بت پرست کا یہ کہنا اہل قبور سے جو تمہارا مقصد ہے وہی ہمارا کالکا اور کنہیا کی تصویروں سے ہے۔ یہ بات بھی غلط در غلط ہے اسلئے کہ جو جسم قبروں میں دفن ہیں ان کی ارواح کو ان کیساتھ ضرور تعلق رہتا ہے اسلئے کہ وہ روحیں مدت دراز تک ان جسموں میں رہی ہیں اور بت پرست اپنے معبودوں کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے تصویریں اور پتھر اور درخت اور دریا قرار دیتے ہیں کہ فلاں کے صورت ہے بغیر اس کے کہ ان چیزوں کو ان روحوں کیساتھ کچھ بھی تعلق ہو یا ان کے بدن وہاں جلے ہو اس افترائی قرار داد میں کچھ اثر نہیں۔ ہاں بندوں کا حاجت روا خالق اکبر ہے جو اپنی رحمانیت سے ان کی مرادیں پوری کرتا ہے۔ اور بت پرست نادان سمجھتے ہیں کہ یہ تمام فائدے بتوں نے پہنچائے۔

۱؎ اور مسلمان پہلی قسم کی مدد چاہتے ہیں جو جائز ہے اور شرک نہیں تو بت پرستوں اور مسلمانوں میں بڑا فرق ہے۔

۲؎ یہی بت پرست والی بات مولوی اسمٰعیل بھی تقویت الایمان میں لکھتے ہیں۔

۳؎ تو مولوی اسمٰعیل کا یہ قول بالکل غلط اور فریب کاری ہوا جو انہوں نے لکھا ہے کہ کفار کا یہی کفر و شرک تھا کہ وہ بتوں کو اپنا وکیل و سفارشی جانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ عالم الغیب اپنے بندوں کے حالات جانتا ہے' اس کو ان کی اس زندگی میں ان کی حاجت روائی منظور ہے۔ چاہے یہ اپنا مطلب کسی سے مانگیں مگر وہ دیتا ہے جیسے مشفق باپ اپنے چھوٹے بچے کی حاجت کو جانتا ہے۔ اور جب وہ بچہ خدمت گار یا دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو وہ چیز باپ دے دیتا ہے۔ ایسا ہی بتوں کا حال ہے بلکہ اہل اسلام کے قاعدہ کے مطابق اہل قبور سے مانگنے والے کو بھی اللہ ہی دیتا ہے اور سائل نے یہ جو لکھا ہے کہ جب اہل قبور سے مدد چاہنی جائز ثابت ہوئی تو ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی کے پوجنے سے کیسے باز آئیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور سے مدد چاہنے اور سیتلا و مسانی کے پوجنے میں کئی وجہ سے فرق ہے۔ اول یہ کہ اہل قبور صالحین اور بزرگ لوگ ہیں۔ جن کے حالات خوب معلوم ہیں۔ اور سیتلا اور مسانی محض وہمی جن کی نسبت یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کبھی تھے بلکہ ظاہرا معلوم ہے کہ یہ سب ان لوگوں کی خیال بندی ہے۔ دوسری بات یہ کہ ستیلا اور مسانی کو اگر فرض بھی کیا جائے کہ وہ کبھی تھے تو وہ خبیث ارواح اور شیطانی وجود ہوں گے جنہوں نے خلق خدا کی ایذاء پر کمر باندھ رکھی ہے (جیسا کہ ہندوؤں کے اعتقاد سے ظاہر ہے) ان کو انبیاء اولیاء کی پاک روحوں سے کیا مناسبت[1]

تیسری بات یہ ہے کہ اہل قبور سے مدد چاہنا بطریق دعا کے ہے کہ جناب الٰہی میں عرض کر کے ہماری حاجت روائی کرا دیجئے اور بتوں وغیرہ کی پرستش اس اعتقاد کی بنا پر ہے کہ وہ قادر مستقل ہیں اور یہ اعتقاد کفر خالص ہے اب بحمد اللہ تعالیٰ مولوی اسمٰعیل کے قول کا بطلان بخوبی واضح ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ نذروں نیازوں منتوں کا ثواب بزرگان دین کو پہنچانا اور انہیں بارگاہ حق میں اپنا شفیع جاننا بالکل حق اور موافق شرع ہے مولوی اسمٰعیل کا اس کو شرک بتانا باطل اور گمراہی ہے۔

شرک کے معنی: مولوی اسمٰعیل صاحب شرک کے معنی لکھتے ہیں

---

[1] یہ تو حضرت شاہ صاحب کا ادب ہے' اور تقویت الایمان والے نے تو ہر جگہ پاک بزرگوں کے ساتھ ان ناپاکوں ہی کا ذکر کیا ہے۔

"شرک کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی ٹھہرائی ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ[1] کرنا اور اس کے نام کا جانور[2] کرنا اور اس کی منت[3] ماننی اور مشکل[4] کے وقت پکارنا۔ اور ہر جگہ حاضر و ناظر[5] سمجھنا اور قدرت[6] تصرف کی ثابت کرنی۔ ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے"۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے شرک کے معنی یہ قرار دیئے ہیں کہ ایسی چیزوں کا غیر خدا کے لئے کرنا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کی ہوں اور اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرائی ہوں تو جس میں یہ دونوں باتیں یا ان میں سے ایک بات نہ ہو وہ شرک نہ ہو گا اور ہر چیز کے شرک ہونے کے لئے ضروری ہو گا کہ اس کو خدا تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہو اور اپنے بندوں کے حق میں نشان بندگی ٹھہرایا ہو اب یہ دیکھنا ہے کہ مولوی مذکور نے جو مثالیں شرک کی لکھی ہیں ان میں خود اس کے اپنے بیان کئے ہوئے معنی بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ یہاں مثال میں چھ چیزیں ذکر کی ہیں ایک سجدہ جس کو مطلقاً شرک قرار دیا ہے۔ باوجودیکہ سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک سجدہ عبادت جو خدا کے سوا کسی کے لئے کبھی کسی شریعت میں حلال نہیں ہوا یہ سجدہ تو غیر خدا کے لئے شرک و کفر ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

لِاَنَّ سُجُوْدَ الْعِبَادَةِ لِغَيْرِ اللّٰهِ كُفْرٌ وَالْاَمْرُ لَا يَرِدُ بِالْكُفْرِ۔ (تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۴۲۶)

یعنی سجدہ عبادت تو غیر خدا کے لئے کفر ہے اور کفر ہرگز مامور بہ نہیں ہوتا۔ خداوند عالم اس کا حکم نہیں فرماتا اللہ کے سوا جو شخص کسی کو بقصد عبادت سجدہ کرے۔ وہ مشرک ہے۔ دوسرا سجدہ تحیت و تعظیم' یہ سجدہ بھی ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے جائز نہیں حرام ہے لیکن شرک و کفر نہیں اسی لئے پہلی شریعتوں میں جائز تھا اگر کفر ہوتا تو کبھی جائز نہ ہو سکتا۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا سجدہ جو قرآن پاک میں مذکور ہے: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ ○

یعنی یاد کرو۔ جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے بھائیوں کے سجدہ کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے سجدہ میں گر گئے۔ یہ سجدے تعظیمی ہیں۔

تفسیر لباب التاویل میں ہے:

وَکَانَ سُجُوْدَ تَحِیَّةٍ وَّ تَعْظِیْمٍ لَا سُجُوْدَ عِبَادَةٍ کَسُجُوْدِ اِخْوَةِ یُوْسُفَ۔ (تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۸۷)

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے لئے فرشتوں کا سجدہ سجدہ تعظیم و تحیت تھا۔ سجدہ عبادت نہ تھا جیسا کہ برادران یوسف علیہ السلام کا سجدہ سجدہ تعظیم تھا۔ عبادت نہ تھا۔

تفسیر کبیر میں ہے:

قَالَ قَتَادَةُ فِیْ قَوْلِهٖ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا کَانَتْ تَحِیَّةُ النَّاسِ یَوْمَئِذٍ سُجُوْدَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَعَنْ صُهَیْبٍ اَنَّ مَعَاذًا لَمَّا قَدِمَ مِنَ الْیَمَنِ سَجَدَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مَعَاذُ مَا هٰذَا قَالَ اِنَّ الْیَهُوْدَ تَسْجُدُ لِعُظَمَائِهَا وَعُلَمَائِهَا وَرَاَیْتُ النَّصَارٰی تَسْجُدُ لِقَسِّیْسِهَا وَ بِطَارِقَتِهَا قُلْتُ مَا هٰذَا قَالُوْا تَحِیَّةُ الْاَنْبِیَاءِ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَذِبُوْا عَلٰی اَنْبِیَائِهِمْ۔

یعنی قتادہ نے وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس زمانہ میں سجدہ کرنا لوگوں کے درمیان ایک تحیت و تعظیم تھی۔ اور صہیب سے مروی ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے آئے انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو سجدہ کیا حضور نے فرمایا اے معاذ یہ کیا عرض کیا کہ یہود اپنے عالموں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی تحیت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا کہ انہوں نے اپنے انبیاء پر جھوٹ بولا۔ یعنی سجدہ انبیاء علیہم السلام کی تحیت معہودہ مستمرہ نہیں ہے یہود و نصاریٰ جھوٹے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہ فرمایا کہ یہ شرک ہے نہ یہ فرمایا کہ تم نے سجدہ کیا یہ شرک ہوا از سرِ نو اسلام لاؤ۔

مولوی اسمٰعیل کے نزدیک مطلقاً سجدہ شرک ہے ان کے طور پر تمام ملائکہ مشرک برادران یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام مشرک اور خداوند عالم نے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا معاذ اللہ اس نے بھی شرک کا حکم دیا موحد ہے تو اسمٰعیل کے نزدیک شیطان ہے جس نے خدا کے حکم سے بھی ملائکہ کو سجدہ نہ کیا اللہ تعالیٰ اس شیطانی توحید سے پناہ میں رکھے۔ آمین

اب اسمٰعیل اور اسمٰعیلیوں سے دریافت کیجئے کہ وہ کونسی دلیل ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ سجدہ تعظیمی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا اور اپنے بندوں سے حق میں نشان بندگی ٹھہرایا اور جب کوئی دلیل نہیں تو شرک کس طرح ہوا۔ محض تمہارے کہہ دینے سے کوئی چیز شرک نہیں ہو سکتی بلکہ بے دلیل تمہاری بات کا ماننا تقویت الایمان کے حکم سے خود شرک ہے۔ تقویت الایمان صفحہ ۹ میں لکھا ہے۔ اور مالک ٹھہراتے ہیں مولویوں اور درویشوں کو سو اس بات کا ان کو حکم نہیں ہوا۔ اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے۔

(۲) مولوی اسمٰعیل نے شرک کی دوسری مثال یہ لکھی ہے اور اس کے نام کا جانور کرنا۔ اس پر بھی دلیل قائم کرنا تھی۔ کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا۔ اور اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا۔ مگر کوئی دلیل نہیں ہے۔ محض اپنی رائے اور اپنا حکم اور وہ تقویت الایمان صفحہ ۹ کے حکم سے شرک۔ مسئلہ بعونہ تعالیٰ ہم اپنی اسی کتاب کے صفحہ اور میں بیان کر آئے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر کے نام کا جانور کرنے سے اگر یہ مراد ہے کہ جانور کو وقت ذبح کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنا اور یہ کہہ دینا کہ یہ گائے زید کی ہے یا عتیقہ کی ہے۔ یا فلانے کی دعوت کی ہے۔ یہ سب شرک ہے تو یہ حکم غلط اور باطل خلاف شرع اور گائے یا جانور جائز حلال طیب۔ اور اس طرح مولوی اسمٰعیل کے نزدیک تمام دنیا مشرک ہی مشرک ہوگی۔

(۳) اس کی منت ماننی یہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے شرک کی تیسری مثال لکھی ہے۔ اس سے اگر یہ مراد ہو کہ نذر سے غیر اللہ کی طرف تقرب منظور ہو تو ایسا دنیا میں کوئی مسلمان نہیں سمجھتا بلکہ کسی مومن کے دل میں اس کا خطرہ بھی نہیں ہوتا یہ مسلمانوں پر افترا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ شے منذور کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو پہنچانا شرک ہے تو یہ غلط۔ بتاؤ اس کو کب اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کیا۔ اور اپنے بندوں کے حق میں کہاں نشان بندگی ٹھہرایا۔

اس مسئلہ کی تفصیل قریب ہی گزر چکی ہے۔

(۴) مشکل کے وقت پکارنا۔ تقویت الایمان میں شرک کی چوتھی مثال یہ لکھی ہے ہم اس مسئلہ کو بوضاحت تمام اپنی اسی کتاب کے صفحہ سے صفحہ تک لکھ آئے ہیں وہاں ملاحظہ کیجئے۔ مگر وہابی یہ یاد رکھیں کہ نذر و نیاز وغیرہ کو شرک بتا دینا تو سہل تھا اس میں دین کے سوا اور کسی چیز کا نقصان نہ تھا۔ مگر مشکل کے وقت پکارنے کو شرک بتانے سے سخت مشکل پیش آئے گی۔ کسی نے پکڑ کر پیٹنا شروع کیا آپ پولیس کو یا اور کسی اپنے رفیق یا معاون کو پکاریں تو شرک ہو جائے۔ چپ چاپ پٹتے رہئے؟ کیسے جاہلانہ خیال ہیں۔ رات دن اپنے حاجات و ضروریات کے لئے آدمی اپنے متعلقین و خدام کو پکارتا ہے۔ تو اسمٰعیلی دین میں ساری دنیا ہی مشرک ہوئی۔ اگر یہ کہے کہ زندوں کو پکارتے ہیں یہ شرک نہیں تو یہ سراسر باطل ہے۔ جو بات اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کی ہو اور اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرائی ہو وہ سب کے لئے شرک ہے زندہ کے لئے نہ ہو۔ یہ کہاں کا دین ہے۔ اور مقبولان بارگاہ کو مردہ کون کہتا ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ راہ خدا میں جان دینے والوں کو قرآن پاک زندہ کہتا ہے۔ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ اور راہ خدا میں جان دینے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں تو کیا اب مولوی اسمٰعیل اور ان کے متبعین شہداء کو مشکل کے وقت پکارنے کی اجازت دیں گے جن کی حیات قرآن پاک سے ثابت ہے اگر نہ دیں گے تو پھر اور کسی زندہ کا پکارنا کسی دلیل سے جائز سمجھتے ہیں۔

(۵) ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا۔ (۶) اور قدرت تصرف ثابت کرنی۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے شرک کی پانچویں اور چھٹی مثالیں یہ دی ہیں اور اپنے حسب عادت محض اپنی رائے سے اس کو شرک بتا دیا ہے نہ اس پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل ہے نہ خود ان کی اپنی بیان کی ہوئی تعریف شرک اس پر صادق آتی ہے کیونکہ کسی نبی یا ولی یا فرشتہ کو کوئی مسلمان ہر جگہ ناظر اور متصرف بالذات نہیں جانتا لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب باوجود اس کے بھی مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا رہے ہیں۔ کیونکہ اولیاء انبیاء علیہم السلام کے علم و تصرف۔ عطائے الٰہی کے تمام مسلمان معتقد ہیں اور مولوی اسمٰعیل صاحب حکم شرک کو علم و تصرف ذاتی کے ساتھ خاص نہیں کرتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں۔

"پھر خواہ یوں سمجھئے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے"۔ (تقویت الایمان ص ۱۰)

اس عبارت میں علم و قدرت عطائی کے اثبات کو بے دریغ شرک بتایا ہے تو ضرور مولوی اسمٰعیل کے نزدیک شرک کی تعریف اس پر صادق آتی ہوگی۔ اور شرک کی تعریف میں وہ کہتے ہیں کہ اس چیز کو اللہ نے اپنے لئے خاص کیا ہو اور اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا ہو تو ان کے نزدیک غیر کی تعلیم سے عالم ہونا اور غیر کے قدرت دینے سے متصرف ہونا ایسی چیزیں ہیں جو اللہ نے اپنے لئے خاص کی ہیں اور معاذ اللہ ان کا مفروض خدا علم ذاتی نہیں رکھتا دوسرے سے سیکھا ہوا ہے اور قدرت ذاتی نہیں رکھتا بندوں کی طرح دوسروں کے قدرت دینے سے تصرف کر سکتا ہے تو پوچھو وہابیوں سے کہ تمہارے اعتقاد میں وہ دوسرا کون ہے جو خدا کو سکھاتا اور اس کو قدرت دیتا ہے۔ کیا خدا کے لئے اور کوئی خدا تجویز کر لیا۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ یہ ہے ان بے دینوں کی سڑی ہوئی توحید یہ لوگ خدا کے بھی قائل نہیں اس کو بھی عالم بالذات اور متصرف بالذات نہیں جانتے اور اپنے اس ناپاک اعتقاد پر مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں۔ تف اس بے دینی پر پھر کسی کے لئے قدرت تصرف ثابت کرنا اگر شرک ہو تو کوئی وہابی شرک سے نہ بچے کہ حکومت

و سلطنت کے تصرفات مانتا ہے۔ کفار و فساق کے تصرفات کا قائل ہے۔ شیطان تک کے تصرفات کا معتقد ہے۔ قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں بے شمار مخلوق کے تصرفات کا بیان ہے شریعت طاہرہ نے جزا کا مدار ہی تصرف پر رکھا ہے بندہ اپنے خدا داد قدرت و اختیار سے جو تصرف کرتا ہے اسی پر اس کو جزا دی جاتی ہے اور جو کام اس کی قدرت میں نہ ہو اور اختیار سے صادر نہ ہو اس پر کوئی گرفت نہیں ان تمام تصرفات کو مان کر ایک ایک وہابی کے ذمہ کروڑوں بلکہ بے شمار شرک نکلیں گے۔

اب رہی یہ بات کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا یعنی ہر جگہ اور ہر مقام کا علم رکھنا یہ شرع میں کسی کے لئے ثابت ہے یا نہیں اس کو ملاحظہ فرمایئے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ط ایسے ہی دکھائے ہم نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملک۔ تاکہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائیں۔ قرآن حکیم کے بیان سے تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملک حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر اور ان کے رو برو حاضر ہیں اور وہ ہر جگہ کا معائنہ فرما رہے ہیں۔ اسی کو تفویت الایمان والے نے شرک بتایا تھا۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ حدیث فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی شرح میں حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمین بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں"

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ تمام جزوی و کلی عام حضور کو حاصل ہو گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کا احاطہ فرمالیا۔ حضرت شیخ نے اسی حدیث کی شرح کے آخر میں فرمایا پس ازاں دانست عالم را و حقائق آنرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم اور عالم کے تمام حقائق کو جانا۔ اب پوچھو

اسمٰعیل سے سارا جہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہے۔ ذرہ ذرہ علم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہے۔ تفویت الایمان شرک کا منہ کالا ہو جو آیات و احادیث کی ایسی بے دریغ مخالفت کرتا ہے اسی اشعۃ اللمعات میں ہے:

"و نیز آنحضرت ﷺ ہمیشہ نصب العین مومنان و قرۃ العین عابدان ست در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت و آخر آن کہ جود نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر و قوی ترست و بعضے از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ ست در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائز گردد"۔

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ حضور انور ﷺ ہمیشہ مومنین کے پیش نظر اور عابدوں کے نور دیدہ ہیں۔ تمام حالات اور جملہ اوقات میں خاص کر حالت عبادت میں اور اس کے آخر میں انکشاف و نورایت کا وجود اس حالت میں بیشتر اور قوی تر ہوتا ہے اور بعض عرفا نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہیں۔ پس چاہیے کہ نمازی اس سے باخبر اور آگاہ رہے تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے فیض یاب ہو۔

حضرت شیخ محقق قدس سرہ کی اس تحقیق و تصریح سے ثابت ہوا کہ عرفا کے نزدیک حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں موجود ہے تو اب کہئے ہر جگہ موجود ہونا اور کس کو کہتے ہیں مگر ہر ذرہ میں یہ جلوہ گری اللہ تعالیٰ کی عطا اور اسی کی مرضی سے ہے اور در حقیقت قدرت الٰہی کا ایک ظہور شان ہے جس طرح آفتاب کی روشنی مشرق سے مغرب تک شہروں قصبوں قریوں آبادیوں ویرانوں جنگلوں، پہاڑوں،

دریاؤں، سمندروں میں ہر مقام پر موجود ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت ہے ناظر عاقل اس سے سبق معرفت حاصل کرتا ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کرد گار

مگر حضرت شیخ نے اپنی اس عبارت کے اول میں فرمایا کہ آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان است اس عبارت سے جیسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دولت مدار سید عالم ﷺ ہمیشہ مومنین کی نظر کے سامنے ہیں اور اہل ایمان کو یہ دولت ہمیشہ میسر ہے ایسے ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ دیدار اور حضور سے استفاضہ اور حصول برکت مومنین کا حصہ ہے بے دین کور باطن خفاش کی طرح آفتاب نبوت کے انوار سے محروم ہیں۔ اس لئے اگر کوئی تاریک باطن انکار کرے تو وہ اپنی نابینائی کی شہادت دیتا ہے۔ اس مسئلہ پر اور مزید دلائل و عبادات پیش کرنے کی حاجت نہیں اہل ایمان کے اطمینان کے لئے انشاء اللہ العزیز اس قدر کافی ہے۔ اب ایک عبارت زمانہ موجودہ کے وہابیہ کی یہ مایہ ناز کتاب المہند کی بھی پیش کر دی جائے تاکہ دیو بندی صاحبوں کو معلوم ہو جائے کہ تقویت الایمان کے حکم سے وہ کیسے پکے مشرک ہیں۔ ملاحظہ ہو شیخ احمد مالکی جن کا نام مہند میں القاب و اداب اور تعریف و توصیف کے ساتھ چھ سطروں میں لکھا ہے وہ اپنی تقریظ میں فرماتے ہیں۔ جو اسی المہند میں چھپی ہے۔

اَمَّا قُدُوْمُ رُوْحِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي بَعْضِ الْاَحْيَانِ لِبَعْضِ الْخَوَاصِ اَمْرٌ غَيْرُ مُسْتَبْعَدٍ وَ مُعْتَقَدُ هٰذَاالْقَدْرِ لَا يُعَدُّ مُخْطِئًا لِكَوْنِهٖ اَمْرًا مُمْكِنًا فَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ يَتَصَرَّفُ فِي الْكَوْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ كَيْفَ يَشَاءُ۔

(المہند مطبوعہ عزیز المطابع میرٹھ ص ۶۲)

"اور اس کا ترجمہ بھی اسی میں اس طرح لکھا ہے) پس کبھی خواص میں سے کسی بزرگ کے لئے کسی خاص وقت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی روح پر فتوح کے تشریف لانے میں کچھ استبعاد نہیں کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے اور اتنی بات کا عقیدہ رکھنے والا برسر غلطی نہ

سمجھا جائے گا کیونکہ حضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون (جہان) میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں"۔

اس عبارت میں حضور کی روح پاک کا تشریف لانا قبر مبارک میں زندہ ہونا تمام جہان میں باذنہ تعالیٰ اپنے حسب مرضی و خواہش تصرف کرنا ثابت کیا گیا ہے۔ دیوبندی صاحبوں نے اس کو سند کے طور پر اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ یہ تمام باتیں تقویت الایمان کے خلاف ہیں اور تصرف پر تو اس میں شدومد کے ساتھ شرک کا حکم دیا ہے۔ اب دیوبندی بتائیں کہ وہ تقویت الایمان کو مان کر مشرک ہونا قبول کریں گے یا تقویت الایمان کو باطل و ضلالت بتائیں گے اگرچہ تصرف کا مسئلہ خود مخالفین کی نقل کی ہوئی عبارت سے بخوبی ثابت ہو گیا مگر مسلمانوں کے اطمینان کے لئے اس موقع پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں جو اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:

"و ملک وملکوت جن و انس و تمامہ عوالم بتقدیر و تصرف الٰہی عز و علا در حیطہ قدرت و تصرف وے بود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۳۷)

اس عبارت سے جن و انسان کے تمام ملک اور کل جہان کا بفضل الٰہی حضور کے قدرت و تصرف میں ہونا معلوم ہوا۔ اسی کو تقویت الایمان میں شرک بتایا تھا۔

مولوی اسمٰعیل نے شرک کے معنی کی توضیح میں جو چھ مثالیں پیش کی تھیں ان کا تو حال معلوم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد مولوی مذکور نے انبیاء و اولیاء (علیہم السلام) کی شان عالی میں یہ گستاخانہ کلمہ لکھا ہے۔

"اور اس بات میں اولیاء انبیاء اور جن و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں"۔ (تقویت الایمان ص ۸)

اولیاء وانبیاء کا ذکر اور ذلیل ترین مخلوق مقہور بارگاہ الٰہی شیطان اور بھوت کے ساتھ اس بے ادبی سے مسلمانوں کے تو دل لرزتے ہیں۔ مگر وہابیہ ایسی بے ادبیوں اور گستاخیوں کے عادی ہو گئے ہیں۔ اگر ان کی نسبت کہہ دیا جائے کہ مولوی اسمٰعیل اور شیطان و

بھوت میں اس بات میں کچھ فرق نہیں تو آپے سے باہر ہو جائیں۔ لیکن انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی شان میں کچھ پرواہ نہیں۔ یہ کیا دین ہے۔ وہابیہ تو حضرات انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے فضائل و کمالات کا انکار اور مسلمانوں کو حضرت انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر کی بناء پر مشرک بتائیں اور اس مقصد کے لئے قرآن و حدیث اور ان کے معانی میں تحریف و تبدیل کریں اور اپنی فرضی واختراعی توحید کے حیلہ سے مقبولان بارگاہ کی شان میں بے ادبی کے کلمے لکھیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ جو سب کا خالق و رازق مالک و مولیٰ ہے وہ جب مسیح پرست کار رد فرمائے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ خدا کا بیٹا کہیں الٰہ جانیں ان کی پرستش کریں تو وہ مالک الملک ان کے کفار کے رد میں بھی کہیں کوئی ایسا کلمہ نہ فرمائے جو ذرا بھی شان انبیاء علیہم السلام کے لئے ہلکا ہو اپنی توحید کا بیان فرمائے نصاری کے بطلان کا اظہار کرے مگر حضرت مسیح علیہ السلام کی عظمت کے خلاف کوئی لفظ نہ ارشاد کرے وہ فرماتا تو حق تھا وہ ان کا مالک و مولیٰ ہے مگر اسی نے تو انہیں عزت دی جس سے بے دین جلتے ہیں۔ تقویت الایمان کی طرح کہیں یہ نہ فرمایا کہ اے نصاری پوجنا سب کا شرک ہے۔ اس بات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بت برابر ہیں۔ (معاذ اللہ) یہ طرز اور یہ انداز گفتگو اپنے مقبولوں کے حق میں اللہ سبحانہ نے گوارا نہ فرمایا جو ان کا خالق ومالک ہے تو اسمٰعیل کا کیا منہ ہے کہ اس طرح بے ادبانہ زبان کھولتا ہے اور ان کے قلوب کیسے سیاہ ہو گئے ہیں جو یہ سب باتیں دیکھ کر اس کی حمایت کئے جاتے ہیں۔

اس کے بعد مولوی اسمٰعیل صاحب نے ان چیزوں کی شمار کی ہے جو ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لی ہیں اور ان میں سے کسی چیز کو دوسرے کے لئے ثابت کرنا ان کے نزدیک شرک ہے اب میں اختصار کی غرض سے انہیں ایک جدول میں لکھ کر اس کے مقابل مختصر جواب درج کرتا ہوں۔

فہرست شرکیات وہابیہ مع جواب

نمبر شمار	وہ امور جو مولوی اسمٰعیل کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لئے ہیں اور غیر کیلئے ان کا ثابت کرنا شرک ہے۔	مختصر جواب
۱۔	ہر جگہ حاضر ناظر رہنا۔ (تقویت الایمان ص ۱۰)	اس کا جواب بالتفصیل گزر چکا ہے ملاحظہ فرمایئے۔ صفحہ تا صفحہ
۲۔	ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی۔ (تقویت الایمان ص ۱۰)	علم بالذات تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کو کوئی کسی دوسرے کے لئے ثابت نہیں کرتا۔ رہا علم عطائی وہ۔ عطائے الٰہی اس کے خاص بندوں کے لئے ثابت ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص بتانا علم الٰہی کی توہین و تنقیص اور اس کو غیر سے مُکتَسَب کہنا ہے اور یہ کفر ہے۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا کبیرًا حدیث ترمذی میں ہے حضور نے فرمایا: فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ میرے لئے ہر چیز ظاہر ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔ اس کو شرک بتانا کھلی بے دینی و گمراہی ہے۔
۳۔	کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لینا۔ (تقویت الایمان صفحہ ۱۰)	یہ کون سی آیات یا حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے اور بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا ہے جس چیز کو دل میں آیا منہ اٹھا کر شرک کہہ دیا۔ دلیل کی ضرورت نہ ثبوت کی حاجت۔ ماں باپ رات دن اولاد کا نام اٹھتے بیٹھتے یعنی بکثرت لیا کرتے ہیں۔ آقا نوکروں کو ہر وقت پکارتے ہیں۔ دوست اپنے دوستوں کو ہر لحظہ یاد کرتے ہیں۔ اسمٰعیل کے نزدیک یہ سب شرک ہے۔ اولاد اپنے باپ دادا کا ذکر کرتی اور نام لیتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ تم اللہ

نمبر شمار	وہ امور جو مولوی اسمٰعیل کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لئے ہیں اور غیر کیلئے ان کا ثابت کرنا شرک ہے۔	مختصر جواب
		تعالیٰ کا ایسا ذکر کرو جیسا اپنے باپ دادا کا کیا کرتے ہو یعنی بکثرت اٹھتے بیٹھتے تو کیا تقویت الایمان والا قرآن کے اس حکم کو بھی شرک کہے گا یہ ہے اس کا شرک جس سے کوئی نہیں بچ سکتا نہ مخلوق نہ خالق جل وعلا۔
۴۔	دور نزدیک سے پکارنا۔ (تقویت الایمان ص ۱۰)	یہ بھی شرک نہیں نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کیا نہ اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا بلکہ شرع مطہر نے ہر نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارنے کی تعلیم دی چاہے نمازی چین میں ہو یا جاپان میں روم میں ہو یا ایران میں اور اس مسئلہ کی تحقیق اول کتاب میں گزر چکی۔
۵۔	بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دینی دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرنا۔ (تقویت الایمان ص ۱۰)	یہ بھی شرک نہیں نہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کیا نہ بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا۔ بے دین خدا پر افترا کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی اول کتاب میں بوضاحت تمام آ چکا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یہود حضرت سید عالم ﷺ کے رونق افروز عالم ہونے سے پہلے آپ کے نام مبارک کے وسیلہ سے کافروں پر فتح و نصرت طلب کرتے تھے۔ قرآن پاک کا یہ مضمون تقویت الایمان والا شرک بتا رہا ہے اور وہابی سب اس کی غلامی کرتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ
۶۔	اس کے نام کا ختم پڑھے، (تقویت الایمان ص ۱۰)	کس آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ نام کا ختم پڑھنا اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا اور بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا۔ ختم اسی کو تو

نمبر شمار	وہ امور جو مولوی اسمٰعیل کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لئے ہیں اور غیر کیلئے ان کا ثابت کرنا شرک ہے۔	مختصر جواب
		کہتے ہیں کہ مشکل کے وقت کسی کے نام کا ورد کرے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے وہ مشکل رفع فرمائے یہ خود حدیث میں وارد ہے۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَسُرَتْ عَلَيْهِ حَاجَةٌ فَلْيُكْثِرْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيَّ فَاِنَّهَا تَكْشِفُ الْهُمُوْمَ وَالْغُمُوْمَ وَالْكُرُوْبَ وَتُكْثِرُ الْاَرْزَاقَ وَتَقْضِي الْحَوَائِجَ (دلائل الخیرات مطبوعہ مطبع رزاقی کانپور صفحہ ۲۷) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر کوئی حاجت دشوار ہو اس کو چاہئے کہ مجھ پر درود و شریف کی کثرت کرے۔ کیونکہ درود شریف غموں فکروں اور کربتوں کو دور کرتا ہے۔ اور رزق زیادہ کرتا ہے اور حاجت روا کرتا ہے۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر پاک کا ختم ہے جو حدیث شریف میں تعلیم کیا گیا پھر ختم میں تو ایک محدود تعداد میں ذکر ہوتا ہے حضور کے ذکر کی کثرت تو اس سے بھی بدرجہا زیادہ مقتضائے ایمان ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ متفق علیہ (مشکوۃ شریف ص ۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام دنیا سے زیادہ حضور کی محبت مقتضائے ایمان ہے اور کثرت ذکر مقتضائے محبت کی حدیث شریف میں وارد ہے: لا يُؤْمِنُ احدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (مشکوۃ شریف ص ۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام دنیا سے زیادہ حضور کی محبت مقتضائے ایمان ہے اور کثرت ذکر مقتضائے محبت کہ حدیث شریف میں وارد ہے: مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ

نمبر شمار	وہ امور جو مولوی اسمٰعیل کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لئے ہیں اور غیر کیلئے ان کا ثابت کرنا شرک ہے۔	مختصر جواب
		جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے اسی کا ذکر زیادہ کرتا ہے تو جو ایمان کامل رکھتا ہے وہ حضور کی محبت سب سے زیادہ رکھتا ہے وہ حضور کا ذکر بہت کثرت سے کرتا ہے جلنے والے جلا کریں۔ ایماندار حضور ہی کے ذکر میں رہتے ہیں اور رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ شرک بتانے والوں کا منہ تو اللہ تعالیٰ نے کالا کر دیا یہ کثرت ذکر ہی سے جلتے ہیں۔ ختم ہی کو روتے ہیں وہاں اس نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر عبادتوں میں داخل کر دیا اذان ہے تو اس میں حضور کا ذکر تکبیر ہے تو اس میں حضور کا ذکر نماز ہے تو اس میں حضور کا ذکر حضور پر عرض سلام حضور پر درود و شریف اب دشمنان ایمان نماز تکبیر اذان سب کو چھوڑیں ان کا فرضی شرک سب جگہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ اب وہابیوں سے ایک اور بات دریافت طلب ہے۔ وہ یہ کہ کبھی حضور اقدس نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے اللہ تعالیٰ کے نام کا ختم پڑھا ہے ایسا ہو تو کوئی حدیث پیش کرو اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو کیا تمام صحابہ میں سے کسی میں بھی یہ نشان بندگی پایا نہیں گیا اور اگر یہ نشان بندگی نہیں تو غیر کے لئے ایسا کرنا شرک کیسے ہو گیا۔ پڑھو تقویت الایمان کی تعریف شرک۔
۷۔	اس کی صورت کا تصور باندھنا۔ (تقویت الایمان ص ۱۰)	کیا یہ بھی خدا نے اپنے ساتھ خاص کیا اور اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا۔ پوچھو وہابیوں سے کہ تم میں نشان بندگی پایا جاتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو تم کیسے بندے ہو کہ نشان بندگی سے بھی محروم ہو اور اگر پایا جاتا ہے تو خدا کی صورت کا تصور کیا کرتے ہو اس کے لئے صورت بھی گھڑ رکھی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا

نمبر شمار	وہ امور جو مولوی اسمٰعیل کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لئے ہیں اور غیر کیلئے ان کا ثابت کرنا شرک ہے۔	مختصر جواب
		یَصِفُوْنَ ۵ اللہ تعالیٰ صورت سے پاک ہے اس کے لئے صورت ماننا کفر و بے دینی ہے۔ شرح عقائد میں ہے: وَلَا مُصَوِّرٌ اَیْ ذِیْ صُوْرَۃٍ وَ شَکْلٍ مِثْلَ صُوْرَۃِ الْاِنْسَانِ وَالْفَرَسِ لِاَنَّ تِلْکَ مِنْ خَوَاصِ الْاَجْسَامِ یَحْصُلُ لَھَا بِوَاسِطَۃِ الْکَمِّیَاتِ وَالْکَیْفِیَاتِ وَاِحَاطَۃِ الْحُدُوْدِ وَالنِّھَایَاتِ (شرح عقائد نسفی مطبع محمدی ص ۲۷) یعنی اللہ تعالیٰ شکل و صورت نہیں رکھتا جیسے کہ انسان یا فرس رکھتے ہیں کیونکہ ذی صورت ہونا اجسام کے خواص میں سے ہے جو ان کو بواسطہ کمیات و کیفیات واحاطہ حدود و نہایات کے حاصل ہوتا ہے۔ شفا قاضی عیاض میں ہے۔ وَکَذٰلِکَ مَنِ اعْتَرَفَ بِالْاِلٰھِیَّۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ وَحْدَانِیَّۃٍ وَلٰکِنَّہٗ اِعْتَقَدَ اَنَّہٗ غَیْرُ حَیٍّ اَوْ غَیْرُ قَدِیْمٍ اَوْ اَنَّہٗ مُحْدَثٌ اَوْ مُصَوِّرٌ یعنی ایسے ہی وہ شخص کافر ہے جو اللہ تعالیٰ کے الٰہ ہونے اور اس کے واحد ہونے کا تو مقر ہو لیکن یہ اعتقاد رکھے کہ وہ حی و قدیم نہیں ہے یا محدث یا صورت والا ہے (شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۴۱۴) کتب معتبرہ کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صورت ماننا کفر ہے تو صورت کا تصور کرنا اس کے ساتھ کیسے خاص ہو سکتا ہے اور جو اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کہے وہ کفر سے کیسے بچ سکتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کسی کی صورت کے تصور باندھنے کو شرک بتانے سے اس شرک بتانے والے کا کفر لازم آتا ہے کہ اس نے خدا کے لئے کبھی صورت تجویز کر دی معاذ اللہ یہ تو ہندوؤں کا طریقہ ہے کہ وہ خدا کے لئے صورتیں تجویز کرتے ہیں اسلام اس کو روا نہیں رکھتا مگر جاہل

نمبر شمار	وہ امور جو مولوی اسمٰعیل کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لئے ہیں اور غیر کیلئے ان کا ثابت کرنا شرک ہے۔	مختصر جواب
		وہابی تعصب سے مسلمانوں کو مشرک بنانے کے شوق میں ایسے آپ سے باہر ہیں کہ انہیں یہ بھی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صورت کا ثابت کرنا کفر ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ اب ثابت ہوا کہ اسمٰعیل کا یہ قول کہ کسی کی صورت کا تصور باندھنا شرک ہے مستلزم کفر ہے۔ اب دوسرے پہلو سے نظر ڈالئے وہابیہ کے طور پر اسمٰعیل صاحب کے اس حکم سے کون کون مشرک ہوا۔ دنیا میں ایسا کوئی شخص ہے جس نے عمر بھر کسی کا تصور نہ کیا ہو نہ باپ کا نہ بیٹے کا نہ عزیز و اقارب کا نہ دوست احباب کا نہ دشمن کا نہ کسی شہر یا مکان یا باغ کا تو دنیا کا کوئی شخص کوئی فرد بشر اسمٰعیلی شرک سے نہیں بچ سکتا سارا عالم مشرک بنا ڈالا۔ مثل مشہور ہے ساون کے اندھے کو سب ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے اسمٰعیل کو سارا جہان مشرک ہی مشرک معلوم ہوتا ہے اب یہ بھی دیکھئے کہ اسمٰعیل صاحب کے خاندان کے قبلہ و کعبہ خاص طور پر اسی جنگی حکم شرک کی زد میں آ گئے۔ اور تقویت الایمان نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کو مشرک بنا ڈالا۔ شاہ صاحب قول جمیل میں فرماتے ہیں: وَاِذَ غَابَ الشَّیْخُ عَنْهُ یُخَیِّلُ صُوْرَتَهٗ بَیْنَ عَیْنَیْهِ بِوَصْفِ الْمَحَبَّةِ وَالتَّعْظِیْمِ فَتُفِیْدُ صُوْرَتُهٗ مَاتُفِیْدُ صُحْبَتُهٗ ۔ قول جمیل مطبع محمدی ص ۵۵ فصل اشغال نقشبندیہ۔ ترجمہ: اور جب مرشد اس کے پاس نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے طریق محبت اور تعظیم کے تو اس کی خیالی صورت وہ فائدہ دے گی جو اس کی

نمبر شمار	وہ امور جو مولوی اسمٰعیل کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لئے ہیں اور غیر کیلئے ان کا ثابت کرنا شرک ہے۔	مختصر جواب
		صحبت فائدہ دیتی تھی۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے تصور شیخ کا طریقہ بتایا اور اس کو مفید ارشاد کیا تقویت الایمان کے حکم سے یہ شرک ہے اور صراط مستقیم مطبوعہ مطبع ضیائی ص ۴ میں مولوی اسمٰعیل نے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علی کو قطب المحققین فخر العلماء المسلمین اعلمہم باللہ لکھا ہے مشرک کو ایسا کہہ کر وہ آپ کیا ہوا ذرا وہابی سوچیں اگر کوئی وہابی یہ کہے کہ محض کسی صورت کا تصور تو شرک نہیں بلکہ شرک جب ہے جبکہ اس کے ساتھ یہ اعتقاد ہو کہ تصور کرتے ہی اس کو خبر ہو جاتی ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ پھر تصور کا ذکر بیکار تھا۔ ایسی حالت میں اس اعتقاد پر حکم کرنا تھا اور اس اعتقاد پر بھی شرک کا حکم صحیح نہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کشف کر دے تو کیا محال ہے بلکہ بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ گزر چکا۔ اور آئندہ بھی ذکر کیا جائے گا۔ ہاں یہ اعتقاد بیشک شرک ہے۔ کہ فلاں شخص بالذات عالم ہے۔ اور بے عطائے الٰہی خود بخود جانتا ہے اس طرح کسی کے لئے ایک ذرہ کا علم ثابت کرنا بھی شرک ہے مگر کسی مسلمان کا یہ خیال نہیں مسلمانوں کی نسبت یہ کہنا ان پر افتراء اور بہتان ہے۔

تقویت الایمان میں شرکیات کی یہ فہرست تین حصوں میں بیان کی ہے۔ یہ پہلا حصہ تھا اس میں جس قدر شرکیات بیان کئے ہیں ہم نے سب نقل کئے۔ اور ان کا حال ظاہر کر دیا۔ البتہ جس بات کو انہوں نے مختلف عبارتوں میں بار بار مکرر کہا ہے اس کو ہم نے ایک

ہی مرتبہ لکھا اور بے فائدہ تکرار سے پرہیز کیا جیسے ایک مرتبہ انہوں نے لکھا ہے کہ ہر چیز کی ہر وقت خبر برابر رکھنی اور اس کو شرک قرار دیا۔ پھر اسی کو دوسری مرتبہ اس طرح لکھا کہ اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اس کو شرک بتایا یہ دو عبارتیں ہیں اور مضمون ایک ہے۔ اس کو ہم نے ایک ہی مرتبہ لکھا ہے اور اس کے ساتھ ہی جواب لکھ دیا ہے اتنے شرک لکھ کر مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں۔

"سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں شرک ہیں اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے سے خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے"۔

(تقویت الایمان ص ۱۰)

اس عبارت میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے بتایا کہ اوپر لکھی ہوئی باتیں (جو فہرست شرکیات میں نمبروار لکھی گئی) سب شرک ہیں اور اشراک فی العلم میں داخل ہیں۔ اور اشراک فی العلم کے معنی یہ بیان کئے کہ اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا اور آخر میں یہ تصریح کر دی کہ یہ علم کسی کے لئے بالذات مانے یا اللہ تعالیٰ کی عطا سے مانے ہر طرح شرک ہے اب غور فرمایئے کہ علم ذاتی کا اثبات غیر خدا کے لئے بیشک شرک ہے اور اس میں یہ شرط نہیں کہ تمام چیزوں کا علم اس کے لئے ثابت کرے یا غائب کا جبھی شرک ہو بلکہ اگر کوئی شخص کسی کے لئے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی ثابت کرے تو بھی مشرک پھر خواہ وہ ذرہ سامنے ہی رکھا ہوا۔ الحمد اللہ دنیا میں کوئی مسلمان کسی مخلوق کے لئے ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی نہیں مانتا۔ لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب حکم شرک کو علم ذاتی کے اعتقاد تک محدود نہیں رکھتے بلکہ علم عطائی کے اعتقاد پر بھی شرک کا حکم دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویت الایمان ص ۱۰) جب کسی کے لئے علم

عطائی یعنی غیر کا عطا کیا ہوا علم ثابت کرنا شرک ہوا اور اشراک فی العلم کے معنی خود مولوی اسمٰعیل صاحب نے اسی صفحہ میں یہ لکھے ہیں کہ اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا تو ان کے نزدیک ضرور خدا کا علم بھی عطائی اور غیر سے حاصل کیا ہوا ہوگا او یہ بیشک کفر ہے۔ مسلمانوں کو مشرک بنانے کے شوق میں اللہ تعالیٰ کا علم بھی مُکتَسَب اور غیر سے حاصل کیا ہوا قرار دے دیا اور خداوند عالم کو اس کے کمالات میں غیر کا محتاج ٹھہرا دیا۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا یقیناً اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کے تمام کمالات ذاتی ہیں وہ غنی بالذات ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں وَاللّٰہُ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو کتنے وسیع علم عطا فرمائے اس کا بیان انشاء اللہ العزیز عنقریب آتا ہے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنے اس سلسلہ شرکیات میں دوسرا حصہ اشراک فی التصرف کے نام سے موسوم کیا ہے اس کے متعلق کہتے ہیں۔

"دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا اور روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کرنا۔ فتح و شکست دینی اقبال اور ادبار دینا' مرادیں پوری کرنی' حاجتیں برلانی بلائیں ٹالنی' مشکل میں دستگیری کرنی' برے وقت میں پہنچنا' یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی اور پیر و شہید کی' بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کوئی کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے"۔

(تقویت الایمان ص ۱۰'۱۱)

نذر و نیاز کا مسئلہ تو ہم بیان کر چکے ہیں صاحب تقویت الایمان نیاز و نذر کا ایسا دشمن ہے کہ بے موقع اس کا ذکر لے آتا ہے یہاں کوئی موقع اس کا نہ تھا تصرف سے بحث تھی مگر خوئے اور را بہانہ درکار اس کے علاوہ مسئلہ صرف اتنا تھا کہ غیر خدا کے لئے تصرف ثابت کرنا کیسا ہے اس کو اتنا طول دیا اور مارنا' جلانا' روزی دینا' کشائش اور تنگی کرنا' تندرست اور بیمار کرنا' فتح و شکست دینا' اقبال و ادبار دینا' مرادیں پوری کرنا' حاجتیں برلانا' بلائیں ٹالنا' مشکل میں دستگیری کرنا' برے وقت میں پہنچنا' اتنی باتیں علیحدہ علیحدہ ذکر کیں یہ سب تصرف میں آگئی تھیں ان کا جداگانہ ذکر بیکار ہے۔ اب رہا ان کا شرک ہونا نہ ہونا اس کی حقیقت یہ ہے کہ تصرف (جس میں یہ سب باتیں آگئیں) وہ دو طرح پر ہے ایک تصرف بالذات اور بالاستقلال وہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ایک ذرہ کو بے اس کے حکم کے کوئی جنبش نہیں دے سکتا لہٰذا غیر کو متصرف بالذات سمجھنا یقیناً شرک ہے۔ دوسری قسم تصرف .عطائے الٰہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے قدرت دینے سے تصرف کرنا اس قسم کا تصرف خود ہمیں حاصل ہے رات دن ہم دنیا میں تصرف کرتے رہتے ہیں کسی کو تکلیف دیتے ہیں۔ کسی کو آرام پہنچاتے ہیں۔ کسی کو مارتے ہیں' کسی کو باندھتے ہیں' کسی پر سواری کرتے ہیں' کسی کو شکار کرتے ہیں' کسی کو کھا جاتے ہیں' یہ تمام تصرفات ہی تو ہیں ان کا انکار دیوانہ بھی تو نہ کرے گا۔ تو تمام عالم ہی اسمٰعیل کے نزدیک مشرک ہوا کیونکہ اس نے تقویت الایمان میں لکھ دیا کہ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ یعنی متصرف بالذات نہ جانے خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت سے متصرف سمجھے جب بھی وہابیہ کے نزدیک مشرک۔ وہابی کو کوئی مار دے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فلانے مارا۔ یہ کہا اور تقویت الایمان کے حکم سے مشرک ہوا کہ غیر خدا کو مارنے والا سمجھتا ہے وہابی بھوکا ہو اور کوئی دو روٹی دے کر اس کی حاجت براری کرے تو وہابی انکار ہی کئے جائے گا۔ کبھی احسان نہ مانے گا کیونکہ اگر وہ ایک مرتبہ بھی یہ کہے کہ اس نے مجھے روٹی دی میری حاجت براری کی تو فورا مشرک ہو جائے مگر وہابی ان میں سے کسی بات کو شرک نہیں کہتے۔ رات دن اپنی تعلیاں کیا کرتے ہیں کہ ہم

نے یہ کیا اور وہ کیا۔ اور نہیں سمجھتے کہ تقویت الایمان کے حکم سے مشرک ہو گئے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ تقویت الایمان کے حکم سے مشرک ہو گئے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ تقویت الایمان والے کا روئے سخن ہماری طرف نہیں ہے وہ بدنصیب انبیاء و اولیاء محبوبان خدا کا دشمن ہے۔ ان کے تصرف کا انکار کرتا ہے۔ مگر اس بد باطن کے انکار سے کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم قرآن عظیم میں اپنے محبوبوں کے تصرفات کا بکثرت ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی جو اسمٰعیل کے دادا پیر ہیں آیہ کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

بتحقیق من گرداننده ام در زمین خلیفه را که خلافت من نماید در اشیائے زمین تصرف کند و چوں تصرف در اشیائے زمین بدون تصرف در اسباب آن اشیا که مربوط باسمان ست متصرف نیست پس ہر چند آن خلیفه از عناصر زمین پیدا شود و در محل کون و فساد ساکن ومستقر گرد داماد روے روے آسمانی نیز خواہم دمید که بسبب آں روح برسکان آسمان و موکلان کواکب نیز حکمرانی نماید و آنہارا بکار خود مصروف سازد چنانچه گوینده گفته ؎

گدائے مصطبہ ام لیک وقت مستی بیں کہ ناز بر فلک و حکم برستارہ کنم

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں جو میری خلافت کرے اور زمین کی چیزوں میں تصرف کرے اور تصرف بغیر اس کے متصور نہیں کہ ان کے اسباب میں جو آسمان کے ساتھ مربوط ہیں تصرف کرے اس لئے اگرچہ وہ خلیفہ زمین کے عناصر سے پیدا ہو اور محل کون و فساد میں سکونت کرے لیکن اس میں آسمانی روح پھونکوں گا جس کے سبب سے وہ ساکنان آسمان و موکلان کواکب پر بھی حکمرانی کرے اور انہیں اپنے کام میں مصروف کرے۔

شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس تفسیر میں خلیفہ کے لئے اشیاء زمین و آسمان میں تصرف اور ساکنان افلاک اور کواکب کے موکلوں پر حکمرانی ثابت کی تقویت الایمان والے سے پوچھو کہ یہ دادا پیر کا کتنا بڑا ڈبل شرک ہے۔ ابھی کیا ہے۔ دل جگر پھونک دینے

والے جملے تو یہ ہیں جو شاہ صاحب اس عبارت کے چند سطر بعد فرماتے ہیں۔

"باز اور اقدر تے دادند کہ نمونہ قدرت خود ست باں معنی کہ چنانکہ قدرت کاملہ الٰہی سبب وجود حقائق متاصلہ ثابتہ الاثار ست ہمچناں قدرت ایں خلیفہ بجمع و تفریق و تحلیل و ترکب و حکایت و تصویر سبب مصنوعات بیشمار گردید"۔

یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کو ایسی قدرت دی جو اس کی اپنی قدرت کا نمونہ ہے بایں معنی کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ حقائق متاصلہ کا وجود کا سبب ہے ایسے ہی اس خلیفہ کی قدرت جمع و تفریق تحلیل و ترکیب اور حکایات و تصویر میں بے شمار مصنوعات کا سبب ہے۔

شاہ صاحب اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"پس در جمیع صفات و آثار آنہا حکایت و انموذج صفات علیائے آلٰہی گشت و معنی خلافت متحقق شد"۔

ترجمہ: پس تمام صفات اور ان کے آثار میں اللہ تعالیٰ کی صفات علیا کا نمونہ ہو گیا اور خلافت کے معنی ثابت ہو گئے۔ پھر فرماتے ہیں۔

"وبایں علم شریف در ملکوت آسمان نیز تصرف کردن گرفت" (تفسیر عزیزی ص۱۹۸)

ترجمہ: اور اس علم شریف سے آسمانی ملکوں میں بھی تصرف کرنے لگا۔

شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"حقیقت خلافت چنانچہ در تفسیر مذکور شد استیفائے منافع عالم و تصرف در آنہاست و منافع عالم بتمامہا در دست ملائکہ است" (تفسیر عزیزی ص۲۰۲)

ترجمہ: حقیقت خلافت عالم کے منافع کا استیفاء اور ان میں تصرف کرنا ہے جیسا کہ تفسیر میں مذکور ہوا اور عالم کے منافع کل کے کل فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں۔ پھر اسی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"احکام بشر در شیخ دیدہ رم نکند و بے اعتقاد نشود بلکہ دست اور را دست خدا شناسد و

دست گیر طریقت انگارد"

ترجمہ: پیر میں بشریت کے اوصاف دیکھ کر اس سے نہ بھاگے۔ اور بے اعتقاد نہ ہو بلکہ اس کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ جانے اور طریقت کا دستگیر سمجھے۔

شاہ صاحب کی ان عبارات سے مقبولان بارگاہ حق کے مراتب علیا ظاہر ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان و زمین میں تصرف کی قدرت عطا فرمائی لیکن تفویت الایمان کے حکم سے یہ بہت وزنی شرک ہے۔ اب وہابی صاحبان فرمائیں کہ تفویت الایمان کو مان کر شاہ صاحب و مشرک کہیں گے۔ یا اسمٰعیل مصنف تفویت الایمان کو بے دین سمجھیں گے۔ فیصلہ کریں، شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب کے قصیدۂ اطیب النعم کے اشعار اسی کتاب کے صفحہ میں نقل ہو چکے ہیں جن میں شاہ موصوف نے حضور سید عالم ﷺ کو واہب دافع البلاء دافع مصیبت شفیع حاجت روا کہا ہے آپ سے مدد مانگی ہے۔ عطاؤں کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں بتائی ہیں۔ تصرف کا ایسا زبردست اعتقاد رکھ کر شاہ صاحب مشرک ہوئے یا تفویت الایمان والا گمراہ ہے وہابی فیصلہ کریں ہم نے اسی کتاب کے صفحہ ( ) میں قرآن پاک اور حدیث شریف سے مقربان بارگاہ کے تصرفات کا ذکر کیا ہے مگر مصنف تفویت الایمان کو نہ قرآن کی پرواہ نہ حدیث کا لحاظ مسلمانوں کو مشرک کہنے پر اڑا ہوا ہے اور لطف یہ ہے کہ خود اس نے شرک کی جو تعریف کی ہے یہاں وہ بھی صادق نہیں آتی اور انبیاء و اولیاء و دیگر مقربان بارگاہ حق کی شان میں نہایت بے باکانہ گستاخانہ کلمات لکھتا ہے اور اندھے معتقد قرآن و شریف چھوڑ کر اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

تصرف کے متعلق تفویت ایمان کے صفحہ ۱۰ اور ۱۱ کی عبارت تو ہم اپنی کتاب کے صفحہ میں نقل کر چکے ہیں اس کے علاوہ اسی کے متعلق اور چند مقامات کی عبارتیں بھی ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔ (تفویت الایمان ص۸)

(۲) کوئی فرشتہ اور آدمی غلام سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا اور اس کے قبضہ میں عاجز ہے کچھ قدرت نہیں رکھتا ہے۔ (تقویت الایمان ص۹)

(۳) نہ اللہ کے سوا کسی کو حاکم سمجھے کہ کسی چیز میں کچھ تصرف کرتا ہے نہ کسی کو اپنا مالک ٹھہرائے کہ اس سے اپنی کوئی مراد مانگے اور اپنی حاجت اس کے پاس لے جائے۔ (تقویت الایمان ص ۲۰)

(۴) اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو۔ (تقویت الایمان صفحہ ۲۸)

(۵) ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار۔ (تقویت الایمان صفحہ ۲۸)

(۶) جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے تو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کی برابر نہ سمجھے۔ (تقویت الایمان صفحہ ۳۲)

(۷) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویت الایمان صفحہ ۴۷)

اس قسم کی عبارات سے کتاب بھری پڑی ہے۔ منقولہ بالا عبارتوں میں گستاخانہ و بے ادبانہ طرز گفتگو کے علاوہ ساری مخلوق کے تصرف و اختیار کا انکار کیا ہے وہ بھی اس طرح نہیں کہ کسی کو بالذات تصرف و اختیار حاصل نہیں بلکہ صاف تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی تصرف ،عطائے الٰہی کا انکار ہے اب تمام دنیا کے وہابی جمع ہو کر بتائیں کہ یہ مضمون قرآن یا حدیث میں کہاں ہے۔ کوئی ہمت کر کے ایک آیت یا ایک حدیث تو پیش کر دے مگر پیش کہاں سے کرے۔ یہ مضمون آیات و حدیث میں ہے کہاں البتہ صدہا آیتوں اور حدیثوں کے خلاف ہے۔ چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی آیات: اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی نعمتیں یاد دلانے کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا

ہے:

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۔(پارہ ۷ رکوع ۵)

ترجمہ: اور جب تم بناتے مٹی سے پرند کی سی صورت میرے حکم سے پھر تم پھونک مارتے اس میں تو وہ زندہ ہو جاتے میرے حکم سے اور اچھا کر دیتے تم مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے اور جب تم نکالتے (قبروں سے) مردوں کو (زندہ کر کے) میرے حکم سے۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باذن آلٰہی پرند بنانا۔ اور مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ فرمانا مذکور ہے۔ یہ کیسے بڑے اور کتنے عظیم تصرفات ہیں جن کے اسمٰعیل صاحب منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی صاحب تقویت الایمان کے اس قول سے قرآن کریم کی اس آیت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات کا اللہ تعالیٰ کی عطا کا انکلد لازم آتا ہے۔

دوسری آیت: ذوالقرنین کے حق میں ارشاد ہے:

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا (پارہ ۱۶ رکوع ۲)

ترجمہ: ہم نے اس کو زمین میں قدرت دی اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا۔

اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو زمین میں تصرف کی قدرت عطا فرمائی اور خلق کو یا بادشاہوں کو جن سامانوں کی حاجت ہوتی ہے سب مرحمت ہوئے۔

جمل میں اس آیت کے تحت فرمایا ہے:

مكنا لهٗ اَمْرَهٗ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيْهَا كَيْفَ يَشَاءُ

ترجمہ: یعنی ہم نے اس کو زمین میں تصرف کرنے کی قدرت عطا فرمائی جیسے چاہے تصرف کرے۔

خداوند تعالیٰ تو اپنے بندوں کے لئے ایسے عظیم تصرف ثابت فرماتا ہے مگر تفویت الایمان والا ایک نہیں مانتا۔ خداوند عالم اور قرآن پاک کی مخالفت پر اڑا ہے۔

تیسری آیت: حضرت داؤد علیہ اسلام کی شان میں ارشاد ہے:

وَ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ (پارہ ۱۷ رکوع ۶)

ترجمہ: اور مسخر و مطیع کر دیا ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے ساتھ کہ تسبیح کرتے اور پرندوں کو۔

چوتھی آیت: انہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ (پارہ ۲۲ رکوع ۷)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا کہ حکم فرمایا اے پہاڑو اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو۔ اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا۔

پانچویں آیت: وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ۝ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً کُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ ۝ وَشَدَدْنَا مُلْکَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِکْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝ (پارہ ۲۳ رکوع ۱۱)

ترجمہ: اور یاد کرو ہمارے بندہ داؤد صاحب قوت کو بیشک وہ (رضائے الٰہی کی طرف) بڑا رجوع کرنے والا ہے۔ بیشک ہم نے مسخر کیا پہاڑوں کو اس کے ساتھ تسبیح کرتے شام و پگاہ سب اس کے فرمانبردار ہیں اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اس کو حکم اور قول فیصل عطا فرمایا۔

ان آیتوں میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کا مسخر و مطیع فرمایا اور آپ کے لئے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا۔ اور آپ کو زبردست سلطنت عطا فرمائی (تفویت الایمان والے) ان آیات کو آنکھیں کھول کر دیکھیں اور قرآن پاک کی مخالفت سے ڈریں۔

چھٹی آیت: حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں ارشاد ہوا۔

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا وَکُنَّا بِکُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ۝ وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِکَ وَکُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ ۝ پارہ ۱۷ رکوع ۵)

ترجمہ: اور مسخر کر دی ہم نے سلیمان کے لئے تیز ہوا کہ ان کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور ہم ہر چیز کے عالم میں اور ہم نے شیطانوں میں سے ان کو مسخر کیا جو سلیمان کے لئے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم ان کے حافظ تھے۔

ساتویں آیت: وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ج وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ۝ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ط وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ۝ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ۔ (پارہ ۲۲ رکوع ۷)

ترجمہ: اور ہم نے سلیمان کے لئے ہوا مسخر فرما دی اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی اور شام کی منزل ایک ماہ کی راہ اور بنایا ہم نے اس کے لئے گداختہ تانبے کا چشمہ ور (مسخر کر دیئے) جنات میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور ان میں سے جو ہمارے حکم (یعنی اطاعت سلیمان) سے عدول کرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ (وہ جنات) اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کی برابر لگن اور لنگر دار دیگیں (ف) تصویریں بنانا اس شریعت

میں حرام نہ تھا۔

آٹھویں آیت: قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ وَالشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۝ (پارہ ۲۳ رکوع ۱۱)

ترجمہ: حضرت سلیمان نے عرض کیا یارب میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو بیشک تو ہی ہے بڑا عطا فرمانے والا تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا اور دیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس ملک و سلطنت اس اقتدار و حکومت اس قدرت و تصرف کا ذکر فرمایا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی۔ کہ ہوا ان کے بس میں کر دی اور ان کے لئے مسخر فرما دی کہ ان کے حکم سے چلتی مہینوں کی منزلیں ساعتوں میں طے کرتی اور ان کے لئے مس گداختہ کے چشمے رواں کر دیئے۔ اور جنات اور دیو ان کے لئے مسخر فرما دیئے آپ نے ان کو کئی قسموں پر تقسیم فرمایا بعض سے عمارت کا کام لیا۔ عجیب غریب عمارتیں تعمیر کرائیں۔ بعض کو برتن اور ہتھیار بنانے کی خدمت پر مامور فرمایا اور ایسے شاندار سامان تیار کرائے جن سے دیکھنے والوں کو حیرت ہو۔ بعض کو غواصی پر مقرر فرمایا کہ سمندر کی تہ سے موتی نکال کر لائیں اور جو شریر و فسادی تھے انہیں بیڑیاں ڈال کر مقید کیا کہ لوگ ان کے شر و ایذا سے امن میں رہیں قرآن پاک یہ تصرف و اختیار ثابت کرتا ہے کیا تفویت الایمان والے نے یہ آیتیں نہیں دیکھیں یا ان پر ایمان نہیں رکھتا کس طرح کہتا ہے کہ خدا نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اس کے اس قول سے کتنی آیتوں کا انکار لازم آتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے تصرفات اور ان کی حکومت و اختیار کے ذکر و بیان سے قرآن پاک معمور ہے۔ صدہا آیتیں اس مدعا پر پیش کی جاسکتی ہیں یہاں آٹھ آیتوں پر اکتفا کیا گیا۔ اور اب دو ایک آیتیں ملائکہ کے

تصرفات کے متعلق بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

نویں آیت: قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۳)

ترجمہ: ان سے فرمادیجئے تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

اس آیت میں بیان فرمایا کہ ملک الموت وفات دینے پر مقرر ہیں وفات دینا تصرف ہے یا نہیں۔ اسی تصرف کا صاحب تفویت الایمان پر منکر ہے۔

دسویں آیت: فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا (پارہ ۲۳)

ترجمہ: پھر ان کی قسم جو جھڑک کر چلائیں۔

اس آیت میں ان ملائکہ کی قسم یاد فرمائی گئی جو ابر پر موکل ہیں اور ان کو چلاتے ہیں۔ ابر لانا لے جانا تصرف ہے۔ تفویت الایمان کس کس تصرف کا انکار کرے گا۔

گیارہویں آیت: وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (پارہ عم)

ترجمہ: قسم ان فرشتوں کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور ان کی جو نرمی سے بند کھولیں اور ان کی آسانی سے پھیریں پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں پھر کام کی تدبیریں کریں۔

اس آیت میں سے معلوم ہوا کہ ملائکہ روحیں بھی قبض کرتے ہیں اور تمام دنیوی امور کی تدبیریں بھی ان سے متعلق ہیں کہئے یہ عالم میں تصرف ہوا یا کچھ اور مولوی اشرف علی تھانوی نے فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔ ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ کرکے مولوی اشرف علی بھی تفویت الایمان کی رو سے مشرک ہوئے کہ انہوں نے ملائکہ کو مدبر اور عالم میں متصرف مانا۔

اہل اسلام غور فرمائیں کہ صاحب تفویت الایمان کا تصرف .عطائے الٰہی کو شرک قرار دینا قرآن پاک کی صریح مخالفت ہے اور اس سے بکثرت آیات اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا انکار لازم آتا ہے یہ بھی واضح رہے کہ تفویت الایمان صفحہ ۱۴ کی جو عبارت اوپر نقل ہو چکی ہے اس میں تصرف کی تفصیل میں مارنا جلانا وغیرہ جو چودہ باتیں شرک بتائی

تھیں وہ سب آیات مذکورہ بالا نے مقبولان بارگاہ حق کے لئے ثابت فرمائیں بلکہ اس سے اور بدرجہا زیادہ اور فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا نے تو تمام عالم کے امور کے تدبیر پر ملائکہ کا موکل ہونا ثابت فرمادیا۔ اب چند احادیث بھی ملاحظہ فرمایئے۔

حدیث(۱): اِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ رواہ البخاری عن عقبہ بن عامر (بخاری مجتبائی ج اول ص ۵۰۸) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی گئیں۔

پوچھو تقویت الایمان والے سے کچھ ہوئی خبر حضور کس کس چیز کے مالک و مختار ہیں زمین کے خزانوں کی کنجیاں پروردگار عالم نے حضور کو مرحمت فرمادیں۔ اب حضور صلوۃ کے تصرف و اختیار کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

حدیث (۲): بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَا مِعِ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ (مشکوۃ صفحہ ۵۱۲)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا اور رعب سے میری نصرت فرمائی گئی اور میں نے بحالت خواب دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے خواب حق ہوتے ہیں خواب تو ظاہر میں ہوتا ہے دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَۃٌ وَالْقَلْبُ یَقْظَانُ یعنی چشم مبارک آرام میں ہے اور دل منور بیدار یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی خواب ناقض وضو نہیں۔ ان کی خواب سے ہماری نیند کو کیا نسبت ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؎ بہرحال احادیث سے ثابت ہوا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیدی گئیں اور مولوی اسمٰعیل تقویت الایمان میں لکھتے ہیں:

"جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے۔ قفل اس کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے

جب چاہے نہ کھولے۔ (تقویت الایمان ص ۲۳)

اب تو انہیں بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ زمین کے خزانوں کے قفل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اختیار میں ہیں جب چاہیں کھولیں جب چاہیں نہ کھولیں' یہ ہے حضور کا تصرف و اختیار اور اس سے ظاہر ہے اسمٰعیل کے اس قول ناپاک کا بطلان کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ اور اسی سے تقویت الایمان کے اس قول کا بطلان ثابت ہوا جو اس نے صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ کوئی اس کا خزانچی نہیں۔ نادان خزانچی کیا خزانے ان کو عطا فرمادیئے گئے۔ آنکھ ہو تو دیکھ مسلم شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

حدیث (۳): اُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ (مشکوۃ شریف ص ۵۱۲)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مجھے دونوں خزانے سرخ و سفید عطا فرمادیئے گئے۔

یہی نہیں کہ صرف دنیا ہی کے خزانوں کا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مالک بنایا گیا آخرت کے خزانوں کی کنجیاں بھی حضور کو عطا فرمادی گئیں۔ ترمذی و دارمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث (۴): اَلْکَرَامَۃُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ (مشکوۃ شریف ص ۵۱۴)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کرامت اور مفاتیح (کنجیاں) اس روز میرے دست اقدس میں ہوں گی۔ کچھ دیکھا دنیا و آخرت کی کنجیاں حضور کے دست مبارک میں ہیں۔

حدیث (۵): قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَائِشَۃُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّھَبِ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۲۱)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلا کرتے۔ یہ ہے تصرف و اختیار یہ ہے حکومت و اقتدار جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمایا۔ جن سے نہ دیکھا جائے وہ اپنی آنکھیں پھوڑیں سروں پر خاک ڈالیں۔

حدیث (٦): عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰتِیْ بَابَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاَسْتَفْتِحُ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۱۵)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازہ پر آکر دروازہ کھلواؤں گا خازن دریافت کرے گا آپ کون ہیں میں جواب دوں گا محمد وہ عرض کرے گا آپ ہی کے لئے مجھے حکم دیا گیا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔

حدیث (٧): ترمذی نے حضرت ابو سعید سے روایت کی: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَ بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمَ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۱۳)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا میں بروز قیامت (کہ اولین و آخرین سب جمع ہوں گے) تمام آدمیوں کا سردار ہوں گا۔ فخرا نہیں کہتا میرے ہی دست مبارک میں لواء حمد ہو گا۔ فخرا نہیں کہتا اس دن آدم اور ان کے ماسوا ہر نبی میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہو گا۔ یہ تو ایک ادنیٰ سی جھلک ہے۔ اس شان عالی کی جس کا آخرت میں ظہور ہو گا کہ تمام اولین و آخرین میں کوئی نہیں جس کے لئے پہلے جنت کا دروازہ کھلے خازن جنت حبیب خدا ﷺ کے انتظار میں ہے خلق خدا میں جو سب سے بہتر اور مقرب بارگاہ ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام ان میں سے ہر ایک اسی آقائے نامدار ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہے قربان اس شان سیادت اور اس سلطنت و اقتدار کے جو عطائے حق حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ عالم دنیا میں جو تصرف عام و اختیار تام حضور کو عنایت الٰہی حاصل ہے اس کا ثبوت تو اوپر احادیث معتبرہ سے پیش کیا گیا اب اس کے آثار کی دو ایک مثالیں بھی احادیث سے ذکر کر دی جائیں تاکہ مومنین کے ایمان تازہ ہوں اور منکرین کے قلوب جل بھن کر کباب ہو جائیں۔

حدیث (٨): عَنْ سَلْمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ حُنَیْنًا فَوَلّٰی صَحَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَۃِ ثُمَّ قَبَضَ مِنْ تُرَابِ مِّنَ الْاَرْضِ ثُمَّ اِسْتَقْبَلَ بِہٖ وُجُوْھَھُمْ فَقَالَ شَاھَتِ الْوُجُوْہُ فَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْھُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَاءَ عَیْنَیْہِ تُرَابًا بِتِلْکَ الْقَبْضَۃِ فَوَلَّوْ مُدْبِرِیْنَ ۔ (رواہ مسلم مشکوۃ شریف ص ۵۲۴)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے جنگ حنین میں حضور سرور دو عالم ﷺ کی معیت میں جہاد کیا صورت ایسی پیش آئی کہ اصحاب کے قدم اکھڑ گئے اس وقت جب کافروں نے ہجوم کر کے حضور اقدس ﷺ کو گھیر لیا آپ اپنی سواری سے اتر آئے اور زمین سے ایک مشت خاک لے کر ان کے مونہوں پر ماری اور شاھت الوجوہ فرمایا ان میں سے ہر آفریدہ کے دونوں آنکھوں میں مٹی بھر گئی اور پیٹھ دے کر بھاگے۔

قربان اس تصرف خداداد کے کہ ایک مشت خاک سے لشکر گراں کو ہزیمت دی اس کو کہتے ہیں فتح و شکست دینا۔ مسلمانوں کو فتح دی کفار کو شکست اسی کو تقویت الایمان میں شرک بتایا ہے۔

وہابیو خدا اور رسول سے شرم کرو جس کا نام پاک ہو محمد مصطفیٰ ہے ﷺ اس کے اختیار کا یہ عالم ہے کہ تنہا ایک لشکر گراں کو ایک مشت خاک سے ہزیمت دیتا ہے۔ تھوک دو اس بے حیاء کے منہ پر جو اس سلطان دارین کی شان میں یہ بکے کہ وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

حدیث (٩): حضرت عبداللہ بن عتیک ابو رافع یہودی کو قتل کر کے اس کے کوٹھے سے گر پڑے اور اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ فرماتے ہیں:

فَعَصَبْتُھَا بِعِمَامَۃٍ فَانْطَلَقْتُ اِلٰی اَصْحَابِیْ فَانْتَھَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُہٗ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُّ رِجْلِیْ فَمَسَحَھَا فَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِھَا قَطُّ ۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۳۱)

میں اس کو عمامہ سے باندھ کر اپنے اصحاب کی طرف چلا پھر حضور سید عالم ﷺ کی

خدمت میں پہنچا اور واقعہ عرض کیا۔ حضور نے فرمایا پاؤں دراز کر میں نے دارز کیا۔ حضور نے دست مبارک پھیرا تو یہ حال ہوا کہ گویا دکھا بھی نہ تھا سبحان اللہ دست اقدس پھیرنے سے پنڈلی جڑ گئی اللہ رے تصرف اس کو کہتے ہیں۔ تندرست کرنا مراد پوری کرنا حاجت بر لانا مشکل میں دستگیری کرنا جس کو تقویت الایمان والے نے شرک بتایا ہے۔

حدیث (۱۰): ایسا ہی ایک واقعہ حضرت سلمہ بن اکوع کو پیش آیا کہ جنگ خیبر میں ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی فرماتے ہیں۔

فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِیْہِ ۔(مشکوۃ شریف ص ۵۳۳)

میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا کہ حضور نے تین مرتبہ دم فرمایا اس وقت تک تو شکایت ہوئی نہیں قابل غور بات یہ ہے کہ یہ حضرات زخمی ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں کیوں حاضر ہوئے بیمار طبیب کے پاس جاتا ہے زخمی معالج جراحات کو تلاش کرتا ہے۔ جنگ میں جو لوگ مجروحین کی خبر گیری کے لئے مقرر ہوتے ہیں ان کے پاس پہنچتا ہے مگر یہ حضرات کہیں نہ گئے سیدھے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ علی رغم انف وہابیہ ان حضرات کا اعتقاد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مراد پوری کرنا۔ حاجت برلانا' بلا ٹالنا' مشکل کے وقت دستگیری کرنا۔ تندرستی عطا فرمانا۔ اپنے حبیب کے ہاتھ میں دیا ہے۔ اسی لئے جب ٹانگ ٹوٹی مشکل رونما ہوئی بلا میں مبتلا ہوئے صحت کے حاجت مند ہوئے۔ تندرستی کی مراد دل میں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور کے صدقہ سے دم کے دم میں شفا پائی والحمد للہ۔

حدیث (۱۱): ترمذی شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں بیمار تھا حضور مجھ پر گزرے شدت مرض میں اس وقت یہ دعا کر رہا تھا کہ یارب اگر وقت آگیا ہے تو مجھے موت کے ساتھ اس مرض کی تکلیف سے راحت دے اور اگر ابھی زندگی باقی ہے تو تندرستی کے ساتھ زندگانی میں وسعت عطا فرما اور یہ مرض بلا ہے تو صبر عنایت کر۔ حضور نے فرمایا تم کیا کہہ رہے تھے۔ میں نے وہ کلمے دہرا دیئے۔

فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَافِہِ اَوِشْفِہٖ قَالَ فَمَا اِشْتَکَیْتُ وَجْعِیْ بَعْدُ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۶۵)

اس پر حضور اقدس ﷺ نے ٹھوکر ماری فرمایا یارب اس کو عافیت عطا فرما۔ یاشفا عطا فرما۔ حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد اس مرض کی مجھے کبھی شکایت ہی نہیں ہوئی۔ عجب شان ہے کہ ٹھوکر سے بیمار کو تندرست کرتے ہیں۔ وہابی کو ٹیڑھی آنکھ سے شرک ہی نظر آتا ہے۔ یہ حدیثیں انہیں نظر نہ آئیں۔

حدیث (۱۲): بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ حدیبیہ میں پانی نہ رہا لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ حضور سید عالم ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھی اس سے وضو فرمایا۔ صحابہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے پاس پینے اور وضو کرنے کے لئے پانی نہیں بجز حضور کی چھاگل کے۔

فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ فِی الرَّکْوَۃِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَفُوْرُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِہٖ کَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ قَالُوْا فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّاْنَا قِیْلَ لِجَابِرٍ کَمْ کُنْتُمْ قَالَ لَوْ کُنَّا مِائَۃَ اَلْفٍ لَکَفَانَا کُنَّا خَمْسَ عَشَرَۃَ مِائَۃً۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۳۲)

حضور اقدس ﷺ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک چھاگل میں ڈالا تو انگشت ہائے مبارک کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی جوش مارنے لگا اور وہ کثرت پانی کی ہوئی کہ ہم سب نے پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کتنے صاحب تھے فرمایا کہ اگر ہم لاکھ ہوتے تو سب کو کفایت کرتا۔ تھے ہم پندرہ سو۔

یہ ہے مشکل میں دستگیری اور حاجت برآری سبحان اللہ خزائن آلہیہ اس طرح ہاتھ میں ہوتے ہیں کہ انگشت مبارک سے دریا جاری ہو رہے ہیں یہ معجزات ہیں۔ دلیل نبوت ہیں۔ کفار کو عاجز کر دیتے ہیں مگر وہابی احادیث میں یہ سب کچھ دیکھ کر تصرف کا منکر ہی رہتا ہے۔

حدیث (۱۳): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں

حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ تھے ایک اعرابی حاضر ہوا جب قریب آیا حضرت نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے عرض کی اور کون یہ گواہی دیتا ہے۔

قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَاَقْبَلَتْ تَحُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَ هَا ثَلٰثًا فَشَهِدَتْ ثَلٰثًا اَنَّهٗ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبَتِهَا۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۴۱)

حضور نے فرمایا یہ درخت اور اس کو بلایا حضور وادی کے کنارے پر تھے وہ درخت زمین چیرتا ہوا حاضر ہوا اور سامنے کھڑا ہو گیا حضور نے اس درخت سے تین مرتبہ شہادت دلوائی اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ حضور کا ارشاد بالکل صحیح ہے۔ اللہ واحد لا شریک لہ ہے اور حضور اس کے رسول ہیں پھر وہ درخت اپنی جگہ واپس گیا۔

حدیث (۱۴): امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک اعرابی نے حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں کس دلیل سے پہچانوں کہ آپ نبی ہیں فرمایا کہ بایں دلیل کہ میں اس درخت خرما کے اس خوشہ کو بلاتا ہوں وہ میری رسالت کی گواہی دے گا۔ حضور نے اس کو بلایا۔

فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِرْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِيُّ۔

وہ درخت سے اترنے لگا یہاں تک کہ حضور کی طرف گرا اور رسالت کی گواہی دی پھر حضور نے اس کو واپس ہونے کا حکم دیا وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ یہ دیکھ کر اعرابی اسلام لایا۔

یہ ہیں تصرفات' خوشہ کو حکم دیں تو درخت سے اتر کر حاضر ہو درخت کو ایماء ہو تو زمین چیرتا ہوا خدمت میں پہنچے اور حضور کے مرتبہ کو پہچانے رسالت کی شہادت دے۔ خوشہ اور درخت تو اس تصرف کا معترف ہو سکتا ہے۔ اعرابی یہ دیکھ کر اسلام لے آتا

ہے مگر وہابی پر کچھ اثر نہیں وہ احادیث دیکھتا ہے اور منکر کا منکر رہتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔

حدیث (۱۵): حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ میں حضور کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا۔ حضور کسی طرف روانہ ہوئے۔

فَمَا اسْتَقْبَلَهٗ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (رواہ الترمذی)

جو پہاڑ اور درخت سامنے آیا اس نے اس طرح سلام عرض کیا۔ السلام علیک یارسول اللہ۔

حدیث (۱۶): حضرت محمد بن منکدر سے مروی ہے کہ سرزمین روم میں حضرت سفینہ لشکر کی راہ بھو لگئے جنگل میں لشکر کو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ ایک شیر سامنے آگیا تو آپ نے اس سے فرمایا۔

يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ اَمْرِيْ كَيْتَ وَكَيْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَهٗ بَصْبَصَةً حَتّٰى قَامَ اِلٰى جَنْبِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَهْوٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ يَمْشِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۴۵)

اے شیر میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں اور اس طرح راہ گم کردہ ہوں یہ سنتے ہی شیر خوشامد کرتا سامنے آیا اور آپ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا جب کوئی کھٹکا ہوتا اس طرف متوجہ ہو جاتا پھر آپ کے پہلو میں آ جاتا۔ اسی طرح شیر آپ کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ لشکر میں پہنچے پھر شیر واپس گیا۔ یہ دیکھئے غلاموں کی حکومت آقا کا نام لیا اور بجائے آزار پہنچانے کے محافظ بن گئے اور خدمت گار ہو گئے یہ ہے مصطفائی اقتدار اور محمدی اختیار جس کا نام پاک محمد ہے اس کے غلام شیروں پر حکومت کرتے ہیں۔ تقویت الایمان والے دشمن دین نے کیسے کہا جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

حدیث (۱۷): ابو الجوزاء سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں قحط شدید ہوا خلق پریشان ہوئی لوگوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی آپ نے فرمایا:

اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كُوًى اِلَى السَّمَآءِ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ السَّمَآءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ وَ سَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ۔

حضور کی قبر مبارک سے ایک منفذ آسمان کی طرف بناؤ کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے انہوں نے ایسا کیا تو بکثرت بارش ہوئی سبزہ جما اور اتنی پیداوار ہوئی کہ اونٹ اس قدر موٹے ہو گئے کہ چربی کی کثرت سے کھالیں پھٹ گئیں اسی وجہ سے اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا۔

قحط اور تنگی کی شکایت خیر القرون کے مسلمانوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تقویت الایمان والے کے نزدیک پہلا شرک تو یہی ہوا پھر حضرت صدیقہ نے یہ نہ فرمایا کہ بندے سے کیا شکایت کرتے ہو بندہ کا کیا اختیار۔ ایسا اعتقاد شرک ہے بلکہ وہابیہ کی ناک کاٹ دی اور قبر اطہر سے حاجت برار کی تلقین فرمائی اور تقویت ایمانی شرک کے پرخچے اڑا دیئے۔ اور الحمدللہ قبر اطہر سے وہ مدد ہوئی کہ فراخ حالی میں وہ سال مشہور ہو گیا یہ تو سید کونین سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا داد تصرف و اختیار و قدرت و اقتدار کی ایک جھلک دکھائی گئی۔ سرکار ابد قرار کے کمالات کا احاطہ ناممکن ہے۔ حضرت خالد بن الولید سے کہا گیا صف لنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے حضور اقدس کے اوصاف بیان کیجئے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: اَمَّا اَنِّیْ اُفَصِّلُ فَلَا میں تفصیل بیان کرسکوں ممکن نہیں۔ حضرت علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب جلد رابع صفحہ ۸۲ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ لانَّ صِفَاتَهٗ لَا يُمْكِنُ الْاِحَاطَةُ بِهَا یہ اس لئے کہ آپ کی صفات کا احاطہ ممکن ہی نہیں اب ہم حضور کے غلاموں کی شان تصرف و اختیار میں دو ایک حدیثیں دکھاتے ہیں۔

حدیث (۱۸): ترمذی و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِّنْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِيْ طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ مِنْهُمُ الْبَرَّاءُ بْنُ مَالِكٍ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۷۹)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے ژولیدہ موغبار آلودہ و پرانے کپڑوں میں گزر کرنے والے ایسے ہیں جن کی طرف دنیا التفات بھی نہیں کرتی اور لوگ حقارت سے انہیں خیال میں بھی نہیں لاتے مگر بارگاہ الٰہی میں ان کا مرتبہ یہ ہے کہ اگر وہ خدا کے فضل پر اعتماد کر کے قسم کھائیں کہ خدا ایسا کرے گا اور ایسا ہوگا تو خدا تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما کر انہیں صادق کر دیتا ہے انہیں میں سے حضرت براء بن مالک ہیں رضی اللہ عنہ اس سے معلوم ہوا کہ فقراء امت اور غلامان رسول گو ظاہر بینوں کی نظر میں حقیر ہوں مگر بارگاہ حق میں انہیں قبول حاصل ہے کہ وہ جس امر پر قسم کھائیں خدا ویسا ہی کرے۔ یہ تو غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف ہیں۔ تقویت الایمان والوں سے کہہ دو اس دربار کے غلاموں کے اس قدر اختیارات ہیں وہ بدنصیب سرکار کے اختیار کا انکار کرتے ہیں۔

محمد عربی کہ بروے ہر دو سرا است کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سراو

حدیث (۱۹): شریح بن عبید سے مروی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔

اَلْاَبْدَالُ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ رَجُلًا يُسْقٰى بِهِمِ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمِ الْعَذَابُ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۸۳)

یعنی ابدال شام میں رہتے ہیں۔ یہ چالیس مرد ہیں جب ان میں سے کسی کا وصال ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس کا بدل اور قائم مقام فرما دیتا ہے ان ابدال کی برکت سے ابر کو سیرابی دی جاتی ہے یعنی ایران کی برکت سے بارش کرتا ہے اور دشمنوں پر انہیں کی مدد سے غلبہ حاصل ہوتا ہے اور انہیں کی برکت سے اہل شام سے عذاب دفع کیا جاتا ہے۔ یہ برکت کچھ اہل شام کے ساتھ خاص نہیں حدیث شریف میں اہل شام کا ذکر قرب و جوار

کی وجہ سے ہے کہ شام ان حضرات کا مقام ہے ورنہ ان کی نصرت سے تمام عالم فائدہ اٹھاتا ہے خاص کر جوان سے استعانت اور طلب مدد کرے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں اشعۃ اللمعات جلد ۴ (مطبوعہ کشوری) صفحہ ۵۵۷ میں فرماتے ہیں۔ وتخصیص باہل شام بجہت قرب وجوار و مزید ارتباط ایشاں خواہد بود والا برکت و نصرت ایشاں عالم را شامل ست خصوصاً کسیکہ استصار و استعانت کنداز ایشاں۔ اسی مضمون کو موید ہے وہ حدیث جو حاشیہ میں بحوالہ مرقات بروایت ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے جس میں یہ الفاظ وارد ہیں۔ بِهِمْ يُدْفَعُ الْبَلَاءُ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ یعنی انہیں کی بدولت اس امت سے بلا دفع کی جاتی ہے۔ اب تقویت الایمان شرک کا مزاج پوچھئے روزی کی کشائش فتح و شکست دینا بلا دفع کرنا سب حدیث شریف میں ابدال کے لئے ثابت فرمایا گیا۔ اب وہابی اپنے عقیدہ سے توبہ کر کے تقویت الایمان کو آگ میں پھونکیں گے یا معاذ اللہ قرآن وحدیث پر بھی شرک کا حکم جاری کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ دو ایک عبارتیں اکابر علماء دین کی بھی دکھادی جائیں۔

امام المحدثین حضرت علامہ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکہ رحمتہ اللہ علیہ فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

نَقَلَ الْيَافِعِيُّ وَغَيْرُهُ عَنِ الشَّيْخِ الْكَبِيْرِ اَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ الْقُرَشِيِّ اَنَّهٗ وَقَعَ بِمِصْرَ غَلَاءٌ كَبِيْرٌ فَتَوَجَّهَ لِلدُّعَاءِ بِرَفْعِهٖ فَقِيْلَ لَاتَدْعُ فَلَا يُسْمَعُ لِاَحَدٍ مِنْكُمْ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ دُعَاءٌ فَسَافَرْتُ اِلَى الشَّامِ فَلَمَّا وَصَلْتُ اِلٰى قَرِيْبٍ مِنْ ضَرِيْحِ الْخَلِيْلِ عَلَيْهِ وَعَلٰى نَبِيِّنَا اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ تَلَقَّانِيْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْ ضِيَافَتِيْ عِنْدَكَ الدُّعَاءَ لِاَهْلِ مِصْرَ فَدَعَا لَهُمْ فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ (فتاوی حدیثیہ صفحہ ۲۱۲)

امام یافعی وغیرہ نے شیخ کبیر ابو عبداللہ قریشی سے نقل کیا کہ مصر میں بڑی گرانی واقع

ہوئی تو حضرت شیخ دعا کے لئے متوجہ ہوئے اس پر آپ سے کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو اس باب میں تم میں سے کسی کی دعا نہ سنی جائے گی۔ شیخ فرماتے ہیں پھر میں نے شام کی طرف سفر کیا جب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک کے قریب پہنچا تو آپ نے مجھ سے ملاقات فرمائی میں نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول حضور میری میزبانی وضیافت میں اہل مصر کے لئے دعا فرمادیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کی زیارت بھی خوش نصیبوں کو میسر ہو جاتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مدد بھی فرماتے ہیں اور ان کی دعا کی برکت سے روزی کی کشائش ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ اسی فتاوی میں فرماتے ہیں۔

ثُمَّ رَاَيْتُ اِبْنَ الْعَرَبِيِّ صَرَّحَ بِمَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ اَنَّهٗ لَايَمْتَنِعُ رُؤْيَةُ ذَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرُوْحِهٖ وَجَسَدِهٖ لِاَنَّهٗ وَسَائِرُ الْاَنْبِيَاءِ اَحْيَاءٌ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ اَرْوَاحُهُمْ بَعْدَ مَا قُبِضُوْا وَ اُذِنَ لَهُمْ فِي الْخُرُوْجِ مِنْ قُبُوْرِهِمْ وَالتَّصَرُّفِ فِي الْمَلَكُوْتِ الْعُلْوِيِّ وَالسِّفْلِي وَلَا مَانِعَ مِنْ اَنْ يَّرَاهُ كَثِيْرُوْنَ فِيْ وَقْتٍ وَاحِدٍ۔ (فتاوی حدیثیہ ص ۲۱۳)

یعنی پھر میں نے حضرت شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے اس کی تصریح فرمائی جو ہم نے ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کی زیارت آپ کی روح مبارکہ وجسد شریف کے ساتھ ناممکن نہیں ہے اس لئے کہ آپ اور تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں ان کی طرف روحیں بعد قبض واپس فرمادی گئیں اور ان کو اپنی قبروں سے نکلنے اور ملکوت علوی و سفلی میں تصرف فرمانے کا اذن دیا گیا اور اس سے کوئی مانع نہیں کہ ان کو بہت سے لوگ ایک وقت میں دیکھیں اس سے حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی ثابت ہوئی۔ عالم علوی و سفلی میں تصرف کا ماذون ہونا بھی ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر ان کی زیارت ہو سکتی ہے۔ تقویت الایمان کے اس افتراء کا بطلان بھی واضح ہو گیا جو اس نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھا ہے۔

یعنی میں ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں (تقویت الایمان ص۶۹)

الحمد للہ کہ مسئلہ تصرف کی کما ینبغی تحقیق ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ تقویت الایمان کا حکم شرک قرآن پاک اور حدیث شریف اور تمام ائمہ کے مخالف اور باطل ہے۔ صاحب تقویت الایمان نے اپنے شرکات کا تیسرا حصہ اشراک فی العبادات کے نام سے موسوم کیا ہے اس میں لکھتے ہیں۔

"تیسری بات یہ کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور اس کے نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لیوے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں اور راستہ میں اس مالک کا نام پکارنا اور نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا اور اس کے گھر کی طرف سجدہ کرنا۔ اور اس کی طرف جانور لے جانے اور وہاں منتیں ماننی اس پر غلاف ڈالنا اور اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی اور التجا کرنی اور دین دنیا کی مرادیں مانگنی اور ایک پتھر کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی اور اس کے گرد روشنی کرنی اور اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا جیسے جھاڑو دینی اور روشن کرنی فرش بچھانا' پانی پلانا' وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان درست کرنا اور اس کے کنویں کو تبرک سمجھ کر پینا' بدن پر ڈالنا' آپس میں بانٹنا' غائبوں کے واسطے لے جانا رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل میں ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا' درخت نہ کاٹنا' گھاس نہ اکھاڑنا' مویشی نہ چگانا' یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں پھر کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت یا پری کو یا کسی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلہ کو یا کسی کے مکان کو کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے غلاف ڈالے چادر

چڑھاوے ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے۔ رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے ان کی قبر کو بوسہ دیوے۔ مور چھل جھلے' اس پر شامیانہ کھڑا کر کے چوکھٹ کو بوسہ دیوے۔ ہاتھ باندھ کر التجا کر کے مراد مانگے مجاور بن کر بیٹھے رہے۔ وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے (تقویت الایمان ص۱۱'۱۲) اور اسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو شرک فی العبادت کہتے ہیں یعنی اللہ کی سی تعظیم کسی کی کرنی۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

صاحب تقویت الایمان ایک بات کو بار بار کہنے کا عادی ہے۔ اس عبارت میں بھی بہت مکررات ہیں اور بہت باتیں سابق میں کئی مرتبہ ذکر کر چکا ہے۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ انکا رد بلیغ ہو چکا یہاں اس کی اس تمام یاوہ گوئی کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ تعظیم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ غیر کی تعظیم شرک اگر وہ صاف یہی لکھ دیتا تو اس کو اس قدر طول گفتگو کی کوفت اٹھانی نہ پڑتی اور اس کے اظہار بطلان اور رد کے لئے بھی اس قدر کہنا کافی ہوتا کہ یہ جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولان بارگاہ کی تعظیم کا حکم فرمایا۔ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ اور اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور بکثرت آیات و احادیث اس پر ناطق ہیں۔ مگر اس مطلب کو اس نے صاف نہ کہا بلکہ یہ لکھا کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں۔ عبادات بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔ غیر کی عبادت پر ستش یقیناً شرک ہے۔ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاهُ یہی ہر مسلمان کا ایمان ہے مگر صاحب تقویت ایمان کا یہ مطلب نہیں اس کی عبارت میں بڑا فریب ہے اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ انسان کے افعال کی کبھی متعدد جہتیں ہوتی ہیں اور ہر جہت پر حکم جداگانہ ہوتا ہے۔ ان جہات سے قطع نظر کرنا اور سب پر ایک حکم لگا دینا نہایت فریب اور اضلال عوام و گمراہ گری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہجرت کرنا عبادت ہے اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔ لیکن یہی ہجرت اگر حصول مال یا تزوج کی نیت سے ہو تو عبادت نہیں رہتی نہ اس پر

ثواب مرتب ہو۔ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا: فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ۔ (رواہ البخاری و المسلم) ہجرت ترک وطن کا نام ہے۔ وہ ایک جہت سے عبادت ہے دوسری جہت سے نہیں بلکہ عبادت نہ ہونے کی جہت پر اسکا شرک ہونا لازم نہیں اسی لئے حدیث شریف میں اس کو شرک نہ فرمایا اسی طرح مسجد میں اپنے آپ کو روکنا (اعتکاف) عبادت ہے اگر اللہ کے لئے ہو۔ اور اگر اپنی کسی غرض دنیوی کے لئے مسجد میں پابندی سے رہا تو یہ عبادت نہ ہوگا مگر اس سے مسجد میں رہنے کا شرک ہونا بھی لازم نہ آئے گا۔ نماز کے افعال دیکھئے جن میں سے سجدہ رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے کا تو صاحب تقویت الایمان نے ذکر کیا ہے مگر ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا جیسے قومہ میں کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھنا جیسا بین السجدتین اور تشہد (التحیات) ہیں یہ بھی افعال نماز ہیں ان کے عبادت ہونے میں شبہ نہیں جس طرح سجدہ و رکوع و قیام نماز میں فرض ہیں اسی طرح قعدہ اخیرہ (بیٹھنا) بھی فرض ہے۔ یہ افعال عبادۃ غیر خدا کے لئے کرنا شرک اور اگر جہت عبادت پر نہ ہوں تو لزوم شرک کا حکم باطل ورنہ ہر شخص مشرک ہو جائے کیونکہ وہ کھڑا ہوا تو قومہ ہوگیا بیٹھا تو قعدہ ہوا۔ اٹھنا بیٹھنا بھی شرک سے خالی نہ ہو اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا تو شرک ہو جائے اور ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا اور بیٹھنا شرک نہ ہو جیسے وہ عبادت ہے ایسے ہی یہ عبادت اور افعال نماز میں سے ہے۔ حدیث جبریل میں ہے: حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۱)

حضرت جبریل حضور انور ﷺ کی خدمت میں اپنے زانوؤں پر ہاتھ رکھ کر بہ ہیئت نماز بیٹھے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ شرک ہوا۔ معاذ اللہ ملائکہ معصوم ہیں۔ معصوم کا دربار ہے مگر چونکہ یہ بیٹھنا بروجہ عبادت نہیں اس لئے شرک نہیں ہو سکتا تو کیا وجہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اور افعال جو عبادتوں میں کئے جاتے ہیں جس حالت میں بروجہ عبادت نہ

کئے جائیں جب بھی شرک ہو جائیں۔ لیکن اگر صاحب تقویت الایمان مسئلہ صحیح لکھتا کہ یہ افعال بروجہ عبادت غیر خدا کے لئے شرک ہیں اور اگر دوسری جہت سے کئے جائیں تو شرک نہیں تو اس کا مدعا حاصل نہ ہوتا مقبولان بارگاہ حق کی تعظیم سے جس کا وہ دشمن ہے۔ خلق کو کس طرح روکتا وہ جانتا تھا کہ دنیا کے پردے پر کوئی مسلمان کسی بزرگ کے روبرو بہ قصد عبادت ہاتھ باندھ کر کھڑا نہیں ہوتا پھر بروجہ عبادت کی قید لگاتا تو مسلمانوں کو مشرک کس طرح ٹھہراتا۔ دربار اقدس میں دست بستہ بہ ہیئت نماز کھڑا ہونا ہم صفحہ میں ثابت کر چکے ہیں اور خواجگان چشت کی فاتحہ کے لئے نماز کی طرح بیٹھنا خود صاحب تقویت الایمان نے صراط مستقیم میں لکھا ہے جو ہم صفحہ میں نقل کر چکے ہیں اس لئے وہ اپنے اس حکم سے خود مشرک ہو گیا۔ سجدہ طواف کا حکم صفحہ کے حاشیہ میں اور سجدہ کی قسمیں اور ان کے احکام صفحہ میں ہم بیان کر آئے ہیں صاحب تقویت الایمان سجدہ کو مطلقاً شرک کہتا ہے اور ستم اس نے یہ کیا ہے کہ شرک مان کر۔ پچھلی شریعتوں میں اس کے ثبوت کا قائل ہوا گویا اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے شرک کا حکم دیا اور انبیاء نے شرک کیا معاذ اللہ اس کا یہ معلون کفر تقویت الایمان کے صفحہ ۴۳ میں ملاحظہ کیجئے۔

"جو کوئی یہ بات کہے کہ اگلے دینوں میں کسی کسی مخلوق کو بھی سجدہ کرتے تھے جیسے فرشتوں نے حضرت آدم کو کیا اور حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو تو ہم بھی اگر کسی بزرگ کو کرلیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ سو یہ بات غلط ہے آدم کے وقت کے لوگ اپنی بہنوں سے نکاح کر لیتے تھے چاہے یہ لوگ ایسی ایسی حجتیں لانے والے اپنی بہنوں سے نکاح کر لیں"۔

طرز گفتگو تو دیکھئے کتنا شریفانہ ہے خیر یہ تو ان کی تہذیب ہے دیکھنا تو یہ ہے کہ صاحب تقویت الایمان نے یہ تسلیم کیا کہ فرشتوں نے آدم کو اور حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو (علیہم الصلوۃ والسلام) سجدہ کیا یہ ان کی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں جائز نہیں۔ میں کہتا ہوں ہماری شریعت میں جائز نہ ہونا اور بات ہے یہ تو تسلیم ہے کہ فرشتوں نے بحکم الٰہی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو اور تقویت الایمان کے صفحہ ۱۱ میں سجدہ کو مطلقاً شرک کہا ہے یہاں

تک کہ صفحہ ۱۲ میں یہ لکھ دیا کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے مشکلیں کھول دیتا ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ یقیناً ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہی سمجھ کر سجدہ کیا تو ہماری اس طرح کی تعظیم سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے تو اسمٰعیل کے حکم سے یہ ان کا شرک ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا تھا تو معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے شرک کا حکم کیا اور تمام فرشتے اور حضرت آدم اور اللہ تعالیٰ اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہ السلام سب اس بے دین کے نزدیک مشرک ہوئے فقط اس کا پیر شیطان بچ رہا۔ لعنت ہے اس عقیدہ ناپاک پر یہ ہے اسمعیلی شرک کی حقیقت جس کی وہابیہ نے پکار مچا رکھی ہے۔ اسمٰعیل صاحب کے اسی سلسلہ شرکیات میں کسی کے نام پر مال خرچ کرنا اور کسی کے نام کا روزہ رکھنا بھی شمار کیا ہے دنیا میں ایسا تو کوئی مسلمان نہیں جو انفاق یا روزے سے غیر خدا کی عبادت کا قصد کرتا ہو البتہ اموات کے ایصال ثواب کے لئے مال بھی خرچ کرتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں اور اس میں ان اموات کے نام بھی لیتے ہیں جیسے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں اور شاہ عبدالحق صاحب کا توشہ ان بزرگوں کے نام لینے سے یہ مقصود ہے کہ اس عمل خیر کا ثواب ان کی ارواح کو پہنچایا جائے یہ حدیث سے ثابت ہے۔ ام سعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثیں انہیں اسمٰعیل صاحب کے صراط مستقیم کے حوالہ سے صفحہ ۱۱۵ میں نقل ہو چکیں فقط انفاق اور روزہ ہی کیا اسمٰعیل صاحب نے ہر عبادت کے ایصال ثواب کو جائز اور مستحسن کہا ہے۔ صراط مستقیم صفحہ ۶۳ میں ہے:
ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود ثواب آن بروح کسے از گزشتگان برساند۔ پھر اسی کو شرک بتانا خود اپنے اوپر شرک کا حکم کرنا ہے۔

اس کے بعد تقویت الایمان میں کسی کے گھر کی طرف دور سے قصد کر کے سفر کرنا شرک بتایا ہے شرک کے یہ تمام احکام امام الوہابیہ کے طبعزاد ہیں۔ شریعت نے ان میں سے کسی کو شرک نہ فرمایا۔ اب مرید پیر کے گھر جائے تو مشرک طالب علم استاد کے مکان پر جائے تو مشرک۔ محدثین کے تو ایک ایک حدیث کے لئے اپنے اساتذہ کے مکانوں کی

طرف بڑے بڑے سفر کئے ہیں۔ خود صحابہ نے ایسے سفر فرمائے ہیں اس بے دین کے شرک سے کوئی نہ بچے گا۔ دنیوی ضرورتوں کے لئے احباب سے ملنے اعزہ و اقارب کی زیارت کرنے شادیوں میں شریک ہونے تعزیت کرنے کے لئے لوگ رات دن دور دور کے سفر کرتے ہیں شریعت نے یہ سفر جائز فرمائے مگر تقویت الایمان کے حکم سے ساری دنیا مشرک تمام سفر شرک کہیں کوئی قصد کر کے گیا اور تقویت الایمان کے حکم سے مشرک ہوا۔ نجدی کا بیٹا تو لندن ہو آیا۔ نصاری کے گھر کے قصد سے اس نے سفر کیا یہ کتنا ڈبل شرک ہوا مگر مقصود ان بے دین کا اس سفر کو شرک بتانا ہے جو سرمایہ سعادت و ذخیرہ برکات ہے یعنی .بقصد زیارت مدینہ طیبہ کا سفر چنانچہ لکھتا ہے:

کسی کی قبر یا چلہ پر یا کسی تھان پر جانا اور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانا اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا وہاں شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا گھاس نہ اکھاڑنا۔ اور اسی قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدہ کی توقع رکھنی یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ (تقویت الایمان صفحہ ۴۵)

اب وہابی جہاں کہیں کا سفر کریں تو شکار کرتے درخت کاٹتے گھاس اکھاڑتے پھرا کریں ورنہ تقویت الایمان کے حکم سے مشرک ہو جائیں گے۔ تقویت الایمان صفحہ ۱۱ میں نامعقول باتوں سے بچنے کو بھی شرک بتایا ہے تو فرض ہوا کہ وہابی جب سفر کرے تو ضرور نامعقول باتیں کیا کرے۔ ورنہ تقویت الایمان کے حکم سے مشرک ہو جائے گا۔ کمبختوں کی عقلوں پر پردے پڑ گئے ہیں جو ایسی بے ہودہ کتاب کو اپنا دین بنائے ہوئے ہیں۔

اب احادیث ملاحظہ کیجئے تو اس بے دینی کا بطلان ظاہر ہو۔ اور معلوم ہو کہ معاند بدبخت زیارت روضہ طاہرہ سے روکنے کے لئے یہ تمام بکواس کر رہا ہے۔

حدیث (۱): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مَنْ زَارَ قَبْرِی وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِی جس نے میری قبر مبارک کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہو گئی۔

حدیث (۲): انہیں حضرت سے مروی ہے: مَنْ زَارَ قَبْرِ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

حدیث (۳): مَنْ جَآءَ نِیْ زَائِراً لَا تَعْمَدُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ جو میری زیارت کے لئے آیا اور بجز میری زیارت کے کسی حاجت و غرض کا اس نے قصد نہ کیا مجھ پر حق ہے کہ میں روز قیامت اس کا شفیع ہوں۔

حدیث (۴): مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔ جس نے حج کر کے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری حیات میں زیارت کی۔

حدیث (۵): مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ جس نے کعبہ معظمہ کا حج کیا اور میری زیارت کو حاضر نہ ہوا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ یہ تمام حدیثیں امام سمہودی رحمتہ اللہ علیہ نے خلاصتہ الوفا صفحہ ۴۱ و ۴۲ میں ذکر فرمائیں۔

حدیث (۶): مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (مشکوۃ شریف ص ۲۴۰) جس نے قصد کر کے میری زیارت کی وہ روز قیامت میری حفاظت و حمایت میں ہوگا۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ زیارت روضہ طاہرہ کے لئے قصد کر کے حاضر ہونا اور اس سے دینی نفع کی توقع رکھنا رسول کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہے اسی کو تقویت الایمان میں شرک بتایا ہے اس شخص کے نزدیک قرآن و حدیث میں شرک ہی شرک ہے معاذ اللہ آستانے کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنے اور التجا کرنے کو بھی شرک کہتا ہے باوجودیکہ یہ آداب زیارت میں سے ہے اور اسکا مفصل بیان صفحہ سے صفحہ تک گزر چکا ہے اب یہ بھی دیکھئے کہ مدینہ طیبہ کے گردوپیش کے جنگل کو محترم کس نے فرمایا۔ حرم کس نے بنایا وہاں شکار کرنے درخت کاٹنے گھاس اکھاڑنے سے کس نے منع کیا۔ یہ جاہل بدلگام خاکش بدہن مشرک کس کو کہہ رہا ہے۔

حدیث (۷): مسلم شریف کی حدیث ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتِیِ الْمَدِیْنَةِ اَنْ یُقْطَعَ عِضَاهُهَا اَوْ یُقْتَلَ صَیْدُهَا۔ (مشکوۃ شریف ص

۲۲۹) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینہ طیبہ کے دونوں سنگستانوں کے مابین حرام کرتا ہوں اس کے خار دار درختوں کا کاٹنا اور اس کا شکار کرنا۔ اسی کو تقویت الایمان میں شرک لکھا ہے۔ بے دینی سے پوچھو کہ ان کے عقیدہ فاسدہ میں رسول اکرم ﷺ کا حکم بھی شرک ہے تو پھر توحید کیا وہ شیطان سے سیکھیں گے۔ یہ تو ان بد نصیبوں کو کیا معلوم ہوگا کہ روضہ طاہرہ کعبہ مکرمہ بلکہ عرش معلی سے بھی افضل ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ میں فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ الْکَعْبَةَ اَفْضَلُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ مَاعَدَا الضَّرِیْحِ الْاَقْدَسِ وَکَذَا الضَّرِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَقَدْ نَقَلَ الْقَاضِیْ عِیَاضُ وَغَیْرُهٗ الْاِجْمَاعَ عَلٰی تَفْضِیْلِهٖ حَتّٰی عَلَی الْکَعْبَةِ وَاَنَّ الْخِلَافَ فِیْمَا عَدَاهُ وَ نُقِلَ عَنِ ابْنِ عَقِیْلِ الْحَنْبَلِیْ اَنَّ تِلْکَ الْبُقْعَةَ اَفْضَلُ مِنَ الْعَرْشِ وَقَدْ وَافَقَهُ السَّادَةُ الْبَکْرِیُّوْنَ عَلٰی ذٰلِکَ۔

یعنی کعبہ شریف شہر مدینہ سے افضل ہے سوائے روضہ مبارک کے اور روضہ مبارکہ مسجد حرام سے افضل ہے اور قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ روضہ انور کعبہ شریف سے بھی افضل ہے خلاف جو کچھ ہے وہ روضہ کے ماسوا میں ہے اور ابن عقیل حنبلی سے منقول ہے کہ روضہ پاک عرش سے افضل ہے اور اس پر سادات بکری ان کے ساتھ متفق ہیں۔

جس روضہ پاک کا یہ مرتبہ ہے اس کی زیارت کے لئے حاضر ہونا اور اس کے سامنے دعا کرنا اور مرادیں مانگنا شرک بتایا جائے خدا کی پناہ ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ میں ہے: وَاَنْ یَاْتِیَ الْقَبْرَ الْکَرِیْمَ فَیُسَلِّمُ وَیَدْعُوْ وَیَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ یُّوْصِلَهٗ اِلٰی اَهْلِهٖ سَالِمًا وَّیَقُوْلُ غَیْرَ مُوَدِّعٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَیَجْتَهِدُ فِیْ خُرُوْجِ الدَّمْعِ فَاِنَّهٗ مِنْ اَمَارَاتِ الْقَبُوْلِ وَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ عَلٰی جِیْرَانِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یَنْصَرِفُ مُتَبَاکِیًا مُتَحَسِّرًا عَلٰی مُفَارِقِهِ الْحَضْرَةَ النَّبَوِیَّةَ کَمَا فِی الْفَتْحِ خلاصہ یہ کہ رخصت کے وقت زائر روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے اور دعا کرے اور فراق کے صدمہ سے

روتا حسرت کرتا واپس ہو۔

یہ تو فقہ کی عبارت ہے قرآن کریم میں حضرت رب العزت ارشاد فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○ مطلب یہ کہ جن گنہگاروں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو اگر آئیں سید انبیاء ﷺ وہ آپ کے حضور میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں اور رسول کریم ﷺ ان کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں تو ضرور وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا پائیں۔ تقویت الایمان والے کا شرک تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تعلیم فرما دیا وہ آستان پاک کے سامنے دعا کرنے کو شرک بتا رہا ہے آیت شریف میں آئیں اور بقول اسمٰعیل کسی کی چوکھٹ کے آگے دعا نہ مانگیں کہ یہ تقویت الایمان میں شرک بتایا ہے بلکہ یہ ارشاد ہے کہ آستانہ رسول پر حاضر ہوں اس سے خوب ظاہر ہو گیا کہ اس کتاب کا نام تقویت الایمان ہے اور ہے یہ قرآن و حدیث کے مخالفت تقویت الایمان کہ خداوند عالم جس کا حکم فرمائے یہ کتاب اس کو شرک بتائے اس کے نزدیک دنیا میں کوئی مسلمان نہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر حاضر ہوتا ہوں اور جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعتیں پڑھ کر حضرت امام کی قبر کے پاس دعا کرتا ہوں تو مراد جلد حاصل ہو جاتی ہے۔ (ردالمختار جلد اول صفحہ ۳۹) میں ہے: قَالَ اِنِّی لَاَتَبَرَّكُ بِاَبِیْ حَنِيْفَةَ وَاَجِیْ اِلٰی قَبْرِهٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَسَاَلْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی عِنْدَ قَبْرِهٖ فَيُقْضٰی سَرِيْعًا۔

تقویت الایمان کے اسی سلسلہ شرکیات میں زائر کا راہ میں اس بزرگ کے نام کا ورد کرنا بھی لکھا ہے یہ بھی خاص حضور علیہ الصلوٰۃ کی زیارت پر حملہ ہے کہ درود شریف کا ورد آداب زیارت میں سے اور موجب سعادت ہے۔ حسن التوسل صفحہ ۷۸ میں ہے: وَمِنْهُ الْاِكْثَارُ مِنْ ذِكْرِهٖ بِالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ لِسَانًا وَ قَلْبًا عَلٰی وَجْهِ التَّعْظِيْمِ بِحَيْثُ تَكُوْنُ شِعَارًا لَهٗ فِیْ سَفَرِهٖ سِرًّا وَجَهْرًا وَالْجَهْرُ اَوْلٰی اِنْ اَمِنَ نَحْوَ الرِّيَاءِ وَالتَّشْوِيْشِ

عَلٰی نَائِمٍ لَعَلَّ اَنْ يَّبْعَثَ غَيْرَهٗ لِلصلوٰۃِ یعنی ازانجملہ حضور کے ذکر کی کثرت کرتا ہے صلوٰۃ وسلام کے ساتھ زبان سے بھی دل سے بھی تعظیم کے طریقہ پر اس طرح پر کہ یہ ذکر سفر میں اس کا شعار ہو جائے اور یہ ذکر سرا" ہو خواہ جہرا" اور جہر بہتر ہے اگر ریا اور تشویش نائم سے امن ہو۔ کیونکہ شاید جہر سے دوسرے کو درود شریف کی رغبت ہو ائمہ دین تو یہ فرما دیں کہ حضور کے ذکر کو شعار بنالے' اختیار امت اس پر عامل مگر وہابی دین میں یہ شرک لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

"اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی"۔

(تقویت الایمان ص ۱۱)

اگرچہ دیوار سے منہ اور چھاتی ملنا اور غلاف پکڑنا آداب زیارت میں سے نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ زائر روضہ شریف سے کسی قدر فاصلہ پر رہے کہ اس میں ادب زیادہ ہے۔ علامہ شیخ عبدالقادر فاکہی مکی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب حسن التوسل فی زیادۃ افضل الرسل صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں: مِنَ الْاَوْلٰی الْبُعْدُ عَنِ الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ نَحْوُ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ یعنی اولے یہ ہے کہ زائر قبر شریف سے چار گز کے فاصلہ پر رہے۔

امام سمہودی علیہ الرحمہ اپنی کتاب خلاصۃ الوفا صفحہ ۵۳ میں فرماتے ہیں: قِيْلَ لِمَالِكٍ فَالَّذِیْ يَلْتَزِمُ اَتَرٰی لَهٗ اَنْ يَّتَعَلَّقَ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ عِنْدَ الْوَدَاعِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ يَقِفُ وَيَدْعُوْ قِيْلَ لَهٗ وَكَذٰلِكَ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔

خلاصہ یہ کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے نزدیک رخصت کے بعد کعبہ معظمہ کے پردوں سے لپٹنا چاہیے فرمایا نہیں کھڑے ہو کر دعا کرے کہا گیا کہ حضور کے روضہ مبارک پر بھی ایسا ہی کرلے فرمایا ہاں۔ غرض دیوار سے چپٹنا یا پردوں سے لپٹنا آداب زیارت میں نہیں اور اہل شوق سے وارفتگی میں ایسا ہو جائے تو قابل ملامت و لائق اعتراض بھی نہیں چہ جائیکہ اس کو شرک بتا کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا جائے۔ نابینا کو یہ نظر نہ آیا اس کا طبعزاد شرک کہاں تک پہنچے گا۔ دیوار کجا خاص قبر شریف پر رخسار رکھ دینا تو صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

حسن التوسل ۱۲۴ میں ہے: قُلْتُ لٰكِنْ نَازَعَ جَمْعٌ كَالسُّبْكِيِّ النَّوَوِيَ فِيْمَا اعْتَمَدَ بِمَا نَقَلَهُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ وَبِلَالٍ مِنْ اَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا وَضَعَ خَدَّهُ عَلَى الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهُ وَضَعَ وَجْهَهُ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ وَلَا شَكَّ اَنَّ الْاِسْتِغْرَاقَ فِي الْمَحَبَّةِ يُحْمَلُ عَلَى الْاِذْنِ فِيْ ذٰلِكَ وَالْقَصْدُ بِهٖ تَعْظِيْمٌ وَالنَّاسُ تَخْتَلِفُ مَرَاتِبُهُمْ كَمَا فِي الْحَيٰوةِ فَمِنْهُمْ مَنْ لَّا يَمْلِكُ نَفْسَهٗ بَلْ يُبَادِرُ اِلَيْهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ فِيْهِ اِبَاءَةٌ فَيَتَاءَ خَّرُ۔ یعنی سب کی مثل ایک جماعت نے نووی کی مخالفت کی بایں دلیل کہ حضرت ابن منکدر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ ان میں سے ہر ایک صاحب نے اپنا رخسار قبر اطہر پر رکھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ قبر شریف پر رکھا اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ مزار شریف پر رکھا۔ پھر سب کی طرف فرمایا کہ بے شک محبت میں استغراق اور وارفتگی اس کی اجازت دیتی ہے اور اس سے تعظیم ہی مقصود ہے اور حالت حیات کی طرح اب بھی اہل ذوق کے مراتب مختلف ہیں بعض بے قرار ہو کر اس کی مباورت کرتے ہیں اور بعض کو قرار ہوتا ہے وہ پیچھے رہتے ہیں۔ ایسا ہی خلاصۃ الوفا صفحہ ۶۱ میں ہے مگر اس میں اس قدر اور بھی ہے۔ وَنُقِلَ عَنْ اَبِي الصَّيْفِ وَالْمُحِبِّ الطَّبَرِيِّ جَوَازُ تَقْبِيْلِ قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ یعنی ابو الصیف اور محب طبری سے قبور صالحین کو بوسہ دینے کا جواز منقول ہے اگرچہ عوام کی گمراہی کے اندیشہ سے اس میں احتیاط مناسب ہے لیکن جو افعال کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہیں ان کو محض اپنی رائے فاسد سے بے دھڑک شرک بتا دینا صحابہ پر الزام شرک لگانا اور کھلی گمراہی ہے۔

تقویت الایمان میں انہیں شرکیات کے سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے:

"اس کے کنویں کو تبرک سمجھ کر پینا۔ بدن پر ڈالنا' آپس میں بانٹنا غائبوں کے واسطے لے جانا (یعنی یہ سب باتیں شرک ہیں)"۔ (تقویت الایمان ص ۱۱)

ظالم نے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر استعمال کرنا کہاں سے شرک بتا دیا۔ جو بات

ہے بے دلیل من گھڑت ہے اور چھانٹ چھانٹ کر ان چیزوں کو شرک بتایا ہے جن کا ثبوت شریعت میں موجود ہے اور جن کی تعلیم دی گئی ہے۔ خلاصۃ الوفا صفحہ ۶۳ میں ہے۔ وَكَذَا الْاٰبَارُ الَّتِيْ شَرِبَ اَوْ تَطَهَّرَ مِنْهَا وَالتَّبَرُّكُ بِذَالِكَ یعنی ان کنوؤں کی زیارت کے لئے جانا اور ان کے پانی کو تبرک بنانا مستحب ہے جن سے حضور نے پانی پیا یا طہارت فرمائی پانی کو تبرک بنانا اور غائبوں کے لئے لے جانا احادیث سے ثابت ہے۔

حدیث:۔ مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِاٰنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَاءُ فَمَا يَاْتُوْنَ بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ يَدَهٗ فِيْهَا فَرُبَّمَا جَاءُوْهُ بِالْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهٗ فِيْهَا۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۱۹)

جب حضور اقدس ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوتے مدینہ طیبہ کے خدام اپنے برتن لاتے جن میں پانی ہوتا تو آپ ہر برتن میں اپنا دست مبارک ڈال دیتے اور سردی کے اوقات میں بھی انہیں اس برکت سے محروم نہ فرماتے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس پانی کو حضور سے نسبت ہو جائے وہ تبرک ہے اور اس کو تبرک سمجھ کر لے جانا مریضوں کو بامید شفا پلانا حدیث سے ثابت ہے۔ اب تقویت الایمان والا کس کو مشرک کہے گا۔

حدیث: مسلم شریف میں ایک اور حدیث حضرت اسماء بنت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وفات کے بعد میں نے لے لیا۔ ہم اس کو بیماروں کے لئے دھویا کرتے تھے۔ اس سے مقصد یہ ہوتا کہ اس جبہ شریف کے دھوون سے بیماروں کو شفا حاصل ہو۔ الفاظ مبارک حدیث کے یہ ہیں:

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِيْ بِهَا۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۷۴)

تقویت الایمان والا تو بزرگوں کے کنویں کے پانی کا بطور تبرک استعمال کرنا ہی شرک

کہتا تھا یہاں ملبوس شریف کا غسال تبرک ہے اور صحابہ اس کو شفا حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یہ تو بحمد اللہ تعالیٰ خوب واضح ہو گیا کہ صاحب تقویت الایمان نے ان چیزوں کو بے دریغ شرک کہا ہے جو قرآن پاک کی آیات اور بکثرت احادیث سے ثابت ہیں اور جن پر حضور سید عالم ﷺ اور حضور کے صحابہ کا عمل رہا ہے۔

اسمٰعیل صاحب نے اس سلسلہ شرکیات میں بعض ایسی چیزوں کو شرک کہا ہے جن کو شرک کہنا نہایت مضحکہ خیز ہے۔ مثلاً جھاڑو دینی' روشنی کرنی' فرش بچھانا' پانی پلانا' وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان درست کرنا۔ مور چھل جھلنا' شامیانہ کھڑنا کرنا' ادب سے کھڑا ہونا۔ ان میں سے اگر کوئی کام بھی غیر خدا کے لئے کیا تو شرک تقویت الایمان کے صفحہ ۱۱ میں لکھ دیا ہے۔ کہ بعضے کام تعظیم کے لئے اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ہیں۔ انہیں کی مثال میں آپ نے جھاڑو وغیرہ کو شمار کرایا ہے یہ تو اسمٰعیل پرست تلاش کریں کہ کس آیت یا حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جھاڑو دینا' روشنی کرنا' فرش بچھانا' پانی پلانا' وضو اور غسل کا سامان درست کرنا۔ مور چھل جلنا' شامیانہ کھڑا کرنا' اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے اور یہ خاص کام وہابی کہاں ادا کرتے ہیں انہوں نے کس کو خدا فرض کیا ہے جس پر مور چھل جھلنا اور شامیانہ کھڑا کرنا اس کی تعظیم کے لئے خاص ہو۔ وہابیوں کا کیسا عجیب دین ہے خدانخواستہ ان کی سلطنت ہو تو تمام دنیا کو کوڑے کچرے سے اٹا دیں کیونکہ جھاڑو دینا تو شرک ٹھہرا ہر مکان تاریک اور اندھیرا پٹ رہے اس لئے کہ روشنی کرنا شرک ہے۔ پانی پلانا بھی شرک بتایا ہے۔ یزیدیوں سے بھی بڑھ گئے انہوں نے صرف اہل بیت پر پانی بند کیا تھا مگر پانی پلانے پر شرک کا فتوی دینے کی انہیں بھی نہیں سوجھی تھی۔ کسی نمازی کے لئے وضو اور غسل کا انتظام کرنا کیوں شرک ہے اسی لئے کہ: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى میں داخل ہے اس سے نماز پر اعانت ہوتی ہے۔ جس کام سے خدا کی عبادت پر اعانت ہو وہابی دین میں وہ بھی شرک۔

لطیفہ: شرک کی تعریف میں تقویت الایمان صفحہ ۸ میں لکھا ہے کہ وہ چیزیں جو اللہ نے اپنے بندو کے ذمہ نشان بندگی ٹھہرائی ہوں تو لازم آیا کہ جھاڑو دینا' روشنی کرنا'

مور چھل جھلنا شامیانہ کھڑا کرنا نشان بندگی ہے۔ اب تو ہر وہابی پر فرض ہے کہ جھاڑو لئے پھرے ورنہ نشان بندگی جاتا رہے گا۔ مور چھل ہاتھ میں رکھ کہ وہابی دین میں یہ نشان بندگی ہے۔ حیرت ہے ان کوتاہ عقلوں پر جو ایسی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور ان مزخرفات کو مانتے ہیں۔

اسمٰعیلی شرکیات کا چوتھا حصہ

مولوی اسمٰعیل نے اپنے شرکیات کا چوتھا حصہ اشراک فی العادت کے نام سے موسوم کیا ہے اس میں اکثر وہی باتیں ذکر کی ہیں۔ جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ بعض باتیں نئی بھی کہی ہیں وہ یہ ہیں۔ حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھائیں۔ شاہ عبدالحق کا توشہ حقہ والا نہ کھائے۔ برائی بھلائی کسی طرف نسبت کرنا کہ فلانا اس کی پھٹکار میں آکر دیوانہ ہو گا فلانے کو نوازا تو فتح و اقبال مل گیا۔ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا۔ کسی کو مالک الملک شہنشاہ کہنا ان سب باتوں کو شرک بتایا ہے اور لکھا ہے۔ سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویت الایمان ص ۱۴)

اب ان کی حقیقت پر نظر ڈالئے۔

(۱) حضرت بی بی کی صحنک اس کا شرک ہونا صاحب تقویت الایمان نے بزعم خود آیت سے ثابت کیا ہے اور آیہ کریمہ اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلَّآ اِنَاثًا لکھ کر لکھا ہے یعنی اللہ کے سوا جو اور لوگوں کو پکارتے ہیں سو اپنے خیال میں عورتوں کا تصور باندھتے ہیں۔ پھر کوئی حضرت بی بی کا نام ٹھہرا لیتا ہے کوئی بی بی آسیا کوئی بی بی اناولی کوئی لال پری کوئی سیاہ پری کوئی سیتلا کوئی مسانی کالی کو (تقویت الایمان ص ۵۳)

اس گستاخی اور بے ادبی سے تو ہر مسلمان کا دل کانپ جائے گا کہ حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا اور بی بی آسیہ کا ذکر پریوں اور مسانی اور کالی کے ساتھ ملا کر کیا ہے۔ اللہ ہی اس کا بدلہ دے یہ کیسا ستم اور کیسی بیباکی ہے کہ قرآن پاک کے معنی میں بدل ڈالے یدعون جو عبادت کرنے کے معنی میں ہے اس کا ترجمہ پکارنا کیا اور اناثا جو لات منات

عزے وغیرہ بتوں کے حق میں وارد ہے اس کو اہل بیت رسالت اور پاک بیبیوں پر ڈھالا اور صحنک کو شرک قرار دینے کے شوق میں قرآن پاک پر افترا کر دیا معنی میں تحریف کر ڈالی۔ تفسیر مدارک مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۴۴۲ میں ہے (اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ) مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (اِلَّا اِنَاثًا) جَمْعُ اُنْثٰی وَھِیَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰی وَمَنَاتُ اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ آیت میں یدعون عبادت کرنے کے معنی میں ہے اور اناثا سے لات عزی بت مراد ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے آیت کا ترجمہ یوں لکھا ہے۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں (ترجمہ القرآن) مولوی اشرف علی مطبوعہ محبوب المطابع دہلی صفحہ ۱۰۶ مولوی اشرف علی تھانوی کے ترجمہ سے بھی ثابت ہوا کہ تفویت الایمان میں آیت کا غلط ترجمہ کر کے تحریف کی گئی اگر وہ یدعون کا صحیح ترجمہ (عبادت کرتے ہیں) کرتا تو اس کی مراد حاصل نہ ہوتی اور بی بی صاحبہ کی صحنک اور شاہ عبدالحق صاحب کا توشہ شرک ثابت نہ ہوتا۔ کیونکہ کوئی ان بزرگوں کی عبادت کا وہم بھی نہیں کرتا پھر شرک کیسے ہوتا' اس لئے اسمٰعیل نے قرآن اور افترا کیا اس میں عورتوں کے پکارنے کو شرک کہا ہے اور صحنک سے بی بی صاحبہ کا نام ٹھہرا لیا جاتا ہے۔

یہ ہے اس کے شرک کی حقیقت اور اس طرح اس بے دین نے قرآن پاک کی آیات لکھ کر عوام کو گمراہ کیا ہے۔ جاہل سمجھتے ہیں کہ شاید آیت ہی میں یہ مضمون ہو گا۔

معاذ اللہ اہل بیت رسالت سے کیا عداوت ہے کہ ان کے ایصال ثواب کو شرک کہہ دیا صدقہ عبادت ہے اور ہر عبادت کا ایصال ثواب نصوص معتبرہ سے ثابت اور خود اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں اس کو تسلیم بھی کیا ہم صفحہ ۱۰۸ میں اس کی عبارتیں نقل کر چکے ہیں اب یہ شرک کیسے ہو گیا۔ صدقہ اللہ تعالیٰ کے لئے دیا ایصال ثواب اس کا حضرت بی بی صاحبہ شاہ عبدالحق صاحب یا اور بزرگوں کو کیا تو یہ شرک کیسے ہو گیا محض ان بزرگوں کا نام لینے سے جیسا کہ تفویت الایمان صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے۔ کوئی بی بی کا نام ٹھہرا لیتا ہے اگر صدقہ پر غیر خدا کا نام شرک ہو تو ایسا شرک قرآن و حدیث میں بہت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنَ الآیہ صدقات فقراء و مساکین کے

لئے ہیں اور صدقہ سے بھی یہاں صدقہ فرض زکوٰۃ مراد ہے۔ جو قطعاً عبادت ہے تفویت الایمان والے کے طور پر تو قرآن میں شرک ہوا۔ معاذ اللہ حدیث شریف میں ہے لامِ سَعْدٍ یہ کنواں ام سعد کے لئے ہے۔ وہابی دین میں یہ بھی شرک ہوا اور یہ شرک نہ ہو تو بی بی صاحبہ کے ایصال ثواب کے لئے ان کا نام مبارک لینا کیوں شرک ہو گیا۔ اب رہی یہ بات کہ بی بی صاحبہ کی صحنک صرف عورتوں کو کھلائی جاتی ہے اور شاہ عبدالحق صاحب کا توشہ حق نہ پینے والوں کو اس کی یہ وجہ تو ہے نہیں کہ مردوں کے لئے صحنک اور حقہ والوں کے لئے توشہ کوئی حرام سمجھتا ہو بلکہ صرف اتنی بات ہے کہ ان بزرگوں کو جن سے انس اور مزید ارتباط ہے ان کو دیا جائے اور یہ حدیث سے ثابت ہے۔

حدیث: بخاری و مسلم نے حضرت صدیقہ سے روایت کی۔ رُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاۃَ ثُمَّ یُقَطِّعُھَا اَعْضَاءً ثُمَّ یَبْعَثُھَا فِیْ صَدَائِقِ خَدِیْجَۃَ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳) یعنی بارہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح فرما کر اس کے اعضاء جدا جدا کرتے پھر اس کو عورتوں کے پاس بھیجتے جو بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دوست دار تھیں۔ اب دکھائی تفویت الایمان والے کو صحابہ میں اہل حاجت بھی ہیں مگر انہیں نہیں دیا جاتا۔ ہر عورت کو بھی نہیں صرف ان عورتوں کو دیا جاتا ہے جو حضرت بی بی خدیجہ صاحبہ کے ساتھ انس و ارتباط رکھتی ہیں۔ صحنک اگر مردوں کو نہیں دی جاتی تو اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ اس کو شرک بتانا سخت گمراہی ہے۔ اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوئیں:

(۱) کسی کے ایصال ثواب کے لئے جانور ذبح کرنا اس کو بھی اسمٰعیل نے شرک قرار دیا ہے۔

(۲) صدقہ کا میت کے احباب اور ایسے لوگوں پر صرف کرنا جن سے اس کو انس ہو۔

(۳) اگر وہ موجود نہ ہوں تو ان کے پاس بھیجنا۔ شاہ عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ کو حقہ سے نفرت تھی اس لئے ان کے ایصال ثواب کا توشہ حقہ نہ پینے والوں کو کھلایا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی بزرگ کے ایصال ثواب کا کھانا اس کے مریدین یا خدام یا آستانہ پر تلاوت کرنے والوں کو پہنچنا بھی اس حدیث سے ثابت ہوا جس کا تفویت الایمان صفحہ ۵۵

میں بایں الفاظ انکار کیا ہے۔ کوئی کسی کی قبر پر لے جاتا ہے۔ غرض اس شخص کو جو بات ہے قرآن و حدیث کے مخالف ہے۔ اسی سلسلہ شرکیات میں صاحب تقویت الایمان نے یہ بھی لکھا ہے کہ برائی بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کو ان کی طرف نسبت کرے کہ فلانا ان کی پھٹکار میں آ کر دیوانہ ہو گیا۔ پھٹکار اس کو کہتے ہیں کہ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرے اور وہ اس کے حق میں بد دعا کریں۔ اس سے اللہ تعالیٰ گستاخ پر بلا نازل فرمائے اس کو شرک کہنا انتہا درجہ کی جہالت و گمراہی ہے۔ قرآن پاک میں صدہا آیتیں ہیں جن میں فرمایا گیا ہے کہ انبیاء کی تکذیب ان کے استخفاف و اہانت اور ان کو ایذا پہنچانے کی شامت سے قومیں کی قومیں مبتلائے مصیبت ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقَوْمُ نُوحٍ اَمَّا كَذَّبُوْا الرُّسُلَ اَغْرَقْنَا هُمْ نوح علیہ السلام کی قوم نے جب رسولوں کو جھٹلایا ہم نے ان کو غرق کر دیا۔ دیکھی پھٹکار' علامہ ابن حجر ہیتمی نے صواعق محرقہ میں صفحہ ۱۱۶ میں نقل فرمایا: اِنَّ جَمْعًا تَذَاكَرُوْا اَنَّهٗ مَا مِنْ اَحَدٍ اَعَانَ عَلٰى قَتْلِ الْحُسَيْنِ اِلَّا اَصَابَهٗ بَلَاءٌ قَبْلَ اَنْ يَمُوْتَ فَقَالَ شَيْخٌ اَنَا اَعَنْتُ وَمَا اَصَابَنِىْ شَيْئٌ فَقَامَ لِيُصْلِحَ السِّرَاجَ فَاَخَذَتْهُ النَّارُ فَجَعَلَ يُنَادِىْ النَّارُ النَّارُ وَ اَنْغَمَسَ فِى الْفُرَاتِ وَمَعَ ذٰلِكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ حَتّٰى مَاتَ۔ خلاصہ یہ کہ ایک جماعت میں تذکرہ تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں اعانت کرنے والا کوئی نہ بچا تو موت سے پہلے مصیبت میں مبتلا نہ ہوا ہو' ایک بڈھے نے کہا کہ میں نے اعانت کی تھی مجھے کوئی مصیبت نہیں پہنچی یہ کہہ کر چراغ درست کرنے اٹھا اور اس کے آگ لگی۔ آگ آگ پکارتا دریائے فرات میں کود پڑا۔ اور آگ نہ بجھی تا آنکہ ہلاک ہو گیا۔

کتب حدیث میں ایسے بہت واقعات ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے والے طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہوئے۔ کوئی پیاس کی مصیبت میں مبتلا ہوا کہ کسی طرح اس کی پیاس نہ بجھتی کوئی اندھا ہو گیا۔ کسی کا منہ کالا ہوا۔

عَنِ الزُّهْرِىِّ لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ قَتَلَهٗ اِلَّا عُوْقِبَ فِى الدُّنْيَا اِمَّا بِقَتْلٍ اَوْ عَمًى اَوْ سَوَادِ

الْوَجْهِ اَوْ زَوَالِ الْمُلْكِ۔ (صواعق محرقہ ص ۱۱۷)

خود صاحب تقویت الایمان بھی گستاخیوں کی پھٹکار میں مبتلا ہوا۔ اب تو اس کو یقین ہو گیا ہو گا کہ پھٹکار کا انکار بھی پھٹکار ہے۔

مسلم شریف میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھایا حضور نے فرمایا داہنے سے کھا۔ کہنے لگا داہنے سے نہیں کھا سکتا باوجودیکہ اس کو کوئی عذر نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ہرگز نہ کھا سکے گا اس کے بعد کبھی وہ شخص اپنا داہنا ہاتھ منہ تک نہ لے جا سکے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ فَقَالَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ قَالَ لَا اَسْتَطِيْعُ قَالَ لَا اَسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهٗ اِلَّا الْكِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۳۶)

دیکھی پھٹکار' ظالموں کہاں تک آیات و احادیث کا انکار کرو گے۔

اسی طرح بزرگوں کے نوازنے سے فتح و اقبال ملنا بکثرت نصوص سے ثابت ہے۔ چہل ابدال کی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ جس میں ارشاد فرمایا ہے۔ يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ کہ ابدال کی بدولت مینہ برسایا جاتا ہے انہیں کی برکت سے دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے۔ جو مضمون بکثرت احادیث میں وارد ہے اس کو بے دریغ شرک قرار دینا کیسی بے ایمانی ہے۔

صاحب تقویت الایمان نے اپنے شرکیات کے چوتھے حصہ میں تیسری بات یہ لکھی ہے۔ یا یوں کہیں کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیر چاہے گا تو یہ بات ہو جائے گی۔ (تقویت الایمان ص ۴) اسی مضمون کو پھر دوبارہ اسی کتاب میں ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے اس طرح لکھا۔

اخرج فِى شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا

ماشاء اللّٰہ و شاء مُحمَّدٌ وَقُولُوا ما شاءَ اللّٰہُ وحدَہٗ۔ (تقویت الایمان ص ۶۵، ۶۶)

ترجمہ: مشکوۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ شرح السنۃ میں ذکر کیا کہ نقل کیا حذیفہ نے کہ پیغمبر نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کرو جو چاہے اللہ اور محمد اور بولا کرو جو چاہے اللہ فقط یعنی جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ مخلوق کو نہ ملاوے خواہ کتنا ہی بڑا اور کیسا ہی مقرب ہو مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جائے گا سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

اول تو یہ بتاؤ کہ اس کو شرکیات میں کس دلیل سے داخل کیا۔ حدیث جو نقل کی ہے اس میں شرک کہاں بتایا گیا۔ دوم حدیث منقطع ہے خود مشکوۃ شریف میں اس روایت کے ساتھ یہ لفظ موجود ہے۔ وفی روایۃ منقطعا (مشکوۃ شریف ص ۴۰۸)

یہ کیسا مغالطہ اور خیانت ہے کہ حدیث منقطع لکھی جاتی ہے اور اشارہ تک بھی نہیں کیا جاتا کہ یہ منقطع ہے سوم یہ چوری و بد دیانتی کہ وہ غیر منقطع روایت ترک کی جاتی ہے جس کے ضمن میں منقطع روایت درج تھی منقطع کو لینا اور غیر منقطع کو چھوڑنا کتنی بڑی فریب دہی ہے۔ پنجم فائدہ میں مطلقاً یہ حکم دینا کہ اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے حدیث کی صریح مخالفت ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے: عَنْ حُذَیْفَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰہُ وَشَاءَ فُلَانٌ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ رَوَاہُ احمد و ابوداود۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۰۸) یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ کہو جو چاہا اللہ نے اور چاہا فلاں نے لیکن یہ کہو جو چاہا اللہ نے پھر چاہا فلاں نے۔

یہاں تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آداب تعلیم فرما رہے ہیں کہ مَاشَاءَ اللّٰہُ وَشَاءَ فُلَانٌ ۔ واو جمع کے ساتھ نہ کہو بلکہ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ کہو تاکہ معلوم ہو کہ مشیت الٰہی مقدم ہے اور مشیت عبد تابع ہے علامہ محمد طاہر نے مجمع البحار میں فرمایا: ھٰذا لانَّ الْوا و تفید الْجمع و ثُمَّ تجمعُ و ترتّبُ فیکُون مشیۃُ اللّٰہ مُقدَّمۃً علی مشیّتہ۔ (مجمع البحار کشوری صفحہ ۱۳۲۲)

لیکن صاحب تقویت الایمان نے مطلقاً ملانے کو شرکیات میں شمار کیا اور حدیث شریف کا اصلا لحاظ نہ کیا بلکہ اسی تغلیط و فریب دہی کے لئے غیر منقطع حدیث کو دیدہ دانستہ چھوڑ گیا۔

ششم صاحب تقویت الایمان کا یہ قول کہ اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملائے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں اول یہ کہ اس کی شان و صفت خاص میں کسی طرح کسی مخلوق کو نہ ملائے اور یہاں صاحب تقویت نے یہی معنی مراد لئے ہیں کیونکہ اس نے لکھا ہے کہ جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے سوا کسی مخلوق کو نہ ملائے جیسے معطی بالذات ہونا اللہ تعالیٰ کی شان ہے کسی مخلوق کو اس میں دخل نہیں تو صاحب تقویت کے نزدیک معطی بالذات ہونے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ ملائے اور بغیر ملائے تنہا غیر کو معطی بالذات کہے تو میاں اسمٰعیل اس کو منع نہیں کرے یہ شرک انہیں گوارا ہے۔ ہر زید و عمر کو خالق بالذات مالک بالذات عالم بالذات قادر بالذات۔ سمیع بالذات، بصیر بالذات وغیرہ سب کچھ کہو مگر خدا کے ساتھ ملا کر نہیں تو میاں اسمٰعیل اس پر ناراض نہیں بلکہ حدیث مذکورہ بالا پر نظر کر کے وہابیہ کے طور پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صرف واؤ کے ساتھ عطف نہ کرے اور ثم کے ساتھ ملائے تب بھی حرج نہیں۔ یہ ہے وہابیہ کا ایمان۔ ظالم کو اتنی سمجھ نہ آئی کہ حضرت باری جل اسمہ کی صفت خاص کا اطلاق غیر پر کسی حال میں درست نہیں نہ ملا کر نہ تنہا نہ واؤ کے ساتھ عطف کر کے نہ ثم کے ساتھ نہ بلا عطف اور جو صفت خاص نہیں ہے جیسے کہ مشیت تابعہ لمشیہ اللہ اس کا اثبات کسی طرح شرک نہیں ہو سکتا اب اگر صاحب تقویت حدیث مذکور میں مشیت سے مشیت ذاتیہ مراد لے جیسا کہ اس کے کلام سے ظاہر ہے تو اس کے قول سے لازم آئے گا کہ ثم کہہ کر غیر کے لئے مشیت ذاتیہ کا اثبات جائز ہو کیونکہ حدیث میں ہے۔ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا ما شاءَ اللّٰہُ ثُمَّ شاءَ فلانٌ لیکن حدیث کے یہ معنی بتانا اور اس مضمون کا معتقد ہونا خالص بے دینی اور شرک ہے۔ اب ثابت ہوا کہ حدیث میں مشیت ذاتیہ مراد ہو ہی نہیں سکتی تو دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ بندہ کی مشیت ذاتیہ نہیں ہے تاہم کمال ادب

یہ ہے کہ مشیت الہیہ کے ساتھ اس کا ذکر واؤ عطف کے ساتھ نہ کیا جائے بلکہ ثم کے ساتھ کیا جائے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واؤ کے ساتھ عطف کر کے ذکر کرنا شرک ہو۔ صاحب تقویت کا اس کا شرک میں داخل کرنا نہایت جہل و نادانی اور فریب دہی ہے بلکہ اس نے تو مطلق ملانے کو شرکیات میں شمار کیا ثم کے ساتھ حدیث شریف میں جو اجازت ہے اس کو ظاہر تک نہ کیا یہ فریب مسلمانوں پر کیسے چل سکتا ہے کیا وہ یہ نہ دیکھیں گے کہ قرآن پاک میں جابجا رسول اللہ ﷺ کا ذکر الٰہی کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ اور واؤ عطف ہی کے ساتھ ملایا گیا۔ تقویت الایمان والے کے عقیدہ پر تو قرآن پاک بھی شرک سے خالی نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اب چند آیتیں ملاحظہ کیجئے:

آیت(۱): وما نقموا الاّ ان اغنٰھم اللّٰہُ ورسُولہٗ من فضلہٖ۔ (سورہ توبہ رکوع ۱۰)

ترجمہ: اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

آیت (۲): وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ اِنَّا اِلَی اللّٰہِ رَاغِبُوْنَ۵ (سورہ توبہ رکوع ۷)

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔ ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

آیت(۳): انما ولیکُمُ اللّٰہُ ورسُولُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ○

ترجمہ: اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور رکوع کرنے والے ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے اور واؤ عطف کے ساتھ وہ کبھی غنی کرنے فضل فرمانے عطا کرنے مدد فرمانے میں تقویت الایمان والے کے نزدیک

یہ سب باتیں شرک ہیں اور قرآن میں موجود ہیں۔ تف ہے اس بے دینی پر۔

اس مضمون کی بکثرت آیات قرآن پاک میں موجود ہیں۔ دو ایک حدیثیں بھی پیش کی جاتی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ تقویت الایمان والے نے قرآن و حدیث دونوں کا خلاف کیا اور اس چیز کو شرک بتایا جس سے قرآن و حدیث مملو ہیں۔

حدیث (۱): بخاری شریف صفحہ ۱۹۸ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ اِلاَّ اَنَّہٗ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاہُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ یعنی ابن جمیل کو یہی ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا اللہ و رسول (ﷺ) نے اس کو غنی کر دیا۔ اس میں غنی کرنے کا بیان ہے اور خود حضور نے اللہ کے ساتھ اپنے آپ کو ملایا اور واؤ ہی کے ساتھ عطف فرمایا۔ پوچھو اسمعیلیوں سے اس کو بھی شرک کہو گے۔

حدیث (۲): ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ مَوْلٰی مَنْ لَا مَوْلٰی لَہٗ اللہ و رسول اس کے حافظ و نگہبان ہیں جس کا کوئی نگہبان نہ ہو یہ آیات و احادیث اور صدہا نصوص تقویت الایمان کے بطلان پر قاہر دلیلیں ہیں۔ ظالم نے جو کہا قرآن و حدیث کے خلاف ہی کہا۔ اسی عبارت کے آخر میں لکھا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویت الایمان ص ۶۶)

اس نابینا کو وہ آیات و احادیث دکھاؤ جو ہم نے پیش کی۔ اس جاہل نے کبھی حضور سید عالم ﷺ کے معجزات بھی نہیں سنے۔

اتنا تو ہر جاہل جانتا ہے کہ چاند حضور کے اشارہ سے شق ہوا سورج حکم سے غروب کے بعد پھر پلٹ آیا۔ درخت اپنی جگہ سے چل کر فرمانبردارانہ خدمت کے لئے حاضر ہوئے یہ سب کچھ باذن اللہ تعالیٰ حضور کے چاہے سے ہو رہا ہے یا کسی اور کے یا دشمن دین تمام معجزات کا منکر ہے۔

حدیث: لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِی جِبَالُ الذَّھَبِ ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعنایت الٰہی رسول کے چاہنے سے کیا کچھ ہوتا ہے۔

یہ کلمہ کیسا مکروہ اور خلاف ادب ہے۔ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" ایسا

کلمہ کسی نیاز مند کے منہ سے کسی مخدوم کی شان میں نہیں نکلتا مگر اسمٰعیل دہلوی کی زبان سے ایسے کلمے خاص حضور پرنور سید عالم ﷺ کی شان میں نکلتے ہیں اور اپنے پیروں اور دوسرے لوگوں کے لئے یہ سب باتیں ثابت کرتا ہے۔ جن کا ثابت کرنا حضور کے لئے شرک بتاتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے صراط مستقیم صفحہ ۴۰) وبسبب ہمیں اجتبا و اصطفا رضائے حق و رضائے ایشاں مندرج شدہ و اتباع حق در اتباع ایشاں منحصر گردیدہ و خط حق باخط ایشاں تلازمی و تلاصقی پیدا کردہ۔ یہاں صدیقوں کے لئے اجتبا و اصطفا ثابت کیا اور ان کی رضا کو خدا کی رضا ان کے اتباع کو خدا کا اتباع ان کی ناراضی کو خدا کی ناراضی قرار دیا۔ اور صفحہ ۶۶ میں حضرت مولا علی مرتضیٰ کی نسبت لکھا۔ قطبیت و غوثیت و ابدالیت و غیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضیٰ تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشان است و در سلطنت سلاطین و امارت امراء ایشان را دخلی ست۔ کہ برسیاحین عالم ملکوت مخفی نیست۔ یعنی قطبیت غوثیت ابدالیت و غیرہا تمام مناصب حضرت علی مرتضیٰ کے زمانہ مبارک سے دنیا کے اختتام تک سب انہیں کے وسیلہ واسطہ سے ہیں اور سلاطین کی سلطنت اور امیروں کی امیری میں انہیں ایسا دخل ہے جو سیاحین عالم ملکوت پر ظاہر ہے یہاں تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا یہ اختیار مانا کہ قطب غوث ابدال بنانا سب ان کے ہاتھ میں ہے۔ بادشاہوں کو بادشاہت اور امیروں کو امیری ان کے فیض و کرم سے ملتی ہے۔ تقویت الایمان میں کون سی شرارت کی رگ اچھلی کہ حضور سید انبیاء ﷺ کی شان میں یہ لکھ ڈالا کہ رسول کے چاہے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تقویت الایمان کے حکم سے صراط مستقیم کی یہ عبارت شرک اور اسمٰعیل اپنے حکم سے آپ مشرک[1] صراط مستقیم کے صفحہ ۱۱۲ میں

---

[1] تقویت الایمان میں حضرت علی مرتضیٰ کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں اس تناقص کو دیکھئے تقویت میں تو کسی چیز کا مختار نہیں اور صراط مستقیم میں سلطنتیں دینا اور قطبیت وغیرہ کے مناصب عطا کرنا سب حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ میں بتایا۔

گوئیت شکی گاہ مسجد زنی آتش — از مذہب تو کفر و مسلماں گلہ دارد

لکھا:

ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال و شہادت می باشند و ایں کبار اولی لایدی والابصار را می رسد کہ تمامی کائنات رابسوی خود نسبت نمایند مثلاً ایشانرا میرسد کہ بگویند کہ از عرش تافرش سلطنت ماست یعنی اس رفیع منصب کے لوگ عالم مثال و عالم شہادت میں تصرف کرنے کا اختیار کامل رکھتے ہیں۔ ماذون مطلق ہیں۔ ان بڑے قدرت و علم والوں کو حق ہے کہ تمام کائنات کو اپنی طرف نسبت کریں اور کہہ دیں کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔ یہ وہی اسمٰعیل ہے جو تقویت الایمان میں حضور سید عالم ﷺ کی نسبت کہتا ہے کہ وہ کسی چیز کے مختار نہیں اور ان کے چاہے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور ان کی نسبت ایسی عقیدت رکھنا داخل شرک قرار دیتا ہے۔ یہاں صراط مستقیم میں اولیاء کے لئے تصرف تمام و اختیار کامل مان کر اور یہ کہہ کر بقول خود مشرک ہو گیا کہ ان کا حق ہے کہ وہ تمام عالم کو اپنی سلطنت بتائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عناد بدنصیب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات پاک سے ہے قَاتَلَهُ اللّٰه اسی صراط مستقیم کے صفحہ ۳۶ میں لکھا: اکابر ایں فریق در زمرہ ملائکہ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب ملا اعلیٰ شدہ در اجرائے آں می کوشند معدد دانند' یہاں محدثین و شہداء کو مدبرات الامر میں داخل کیا اور عالم میں متصرف مان لیا غرض تقویت الایمان کا بطلان جیسا کہ نصوص صریحہ سے ظاہر ہے خود مصنف کے کلام سے بھی واضح ہوا۔

شہنشاہ تقویت الایمان صفحہ ۱۱ میں کسی مخلوق کو شہنشاہ کہنا بھی شرک بتایا ہے اور صفحہ ۶۵ میں اس کی تفصیل اس طرح کی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لفظ اللہ ہی کی شان کے لائق اور اس میں پایا جاتا ہے۔ اور کسی کو نہ کہے۔ جیسے بادشاہوں کا بادشاہ' مالک سارے جہاں کا۔ تقویت الایمان کا یہ مضمون اس کی نقل کی ہوئی حدیث میں نہیں ہے حدیث شریف کی طرف اس کی نسبت کر دینا حضور سید عالم ﷺ پر افترا ہے۔ حدیث میں نہ شہنشاہ کہنے کو مشرک فرمایا نہ مالک کہنے کو۔ یہ سب من گھڑت ہے۔ حدیث شریف میں صرف اس قدر ہے کہ حضور نے سنا کہ ایک شخص کو لوگ ابو الحکم کہہ کر

پکارتے ہیں تو حضور نے غایت ادب کی تعلیم فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ حکم اللہ ہے تم ابو الحکم کنیت کیوں رکھتے ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَکَمُ فَلِمَ تَکْنُو بِالْحَکَمِ اس میں تو ابو الحکم نام رکھنے کو بھی شرک نہیں فرمایا۔ نہ کسی کو حکم کہنے کی ممانعت فرمائی بلکہ خود قرآن عظیم میں فرمایا: فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ دیکھئے تقویت الایمان والے کو قرآن پاک کی کیسی مخالفت ہے قرآن تو فرماتا ہے کہ وہ حضور کا حکم نہ مانیں اور حضور کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں تو ایماندار نہیں۔ اور تقویت الایمان والا کہتا ہے کہ حکم ماننا شرک اس بد نصیب کو ہر جگہ قرآن و حدیث میں شرک ہی نظر آیا۔ اور اس بدبخت نے خدا و رسول کے ارشادات کو شرک ٹھہرایا۔ طرفہ یہ کہ قرآن پاک نے حکم کا اطلاق حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بھی خاص نہیں فرمایا بلکہ اوروں پر بھی جائز قرار دیا۔ چنانچہ فرمایا: بَعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اسمیلیوں سے پوچھو اب غیر خدا پر حکم کے اطلاق کو شرک بتا کر کس کو مشرک کہو گے قرآن کو یا خدا کو اپنے اس بے دین پیشوا کو جس نے یہاں تو کسی کو شہنشاہ اور مالک سارے جہان کا کہنا شرک بتایا۔ اور صراط مستقیم صفحہ ٦٦ میں لکھا۔ در سلطنت سلاطین و امارت امراء ایشاں را دخلے است' جب امیروں کی امیری اور بادشاہوں کی بادشاہت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کی بدولت ہے تو وہ شہنشاہ ہوئے اور شہنشاہی کیا چیز ہے یہاں تو حضرت علی مرتضیٰ کو شہنشاہ مان کر خود اپنے قول سے مشرک ہوا۔ اور صراط مستقیم صفحہ میں ۱۱۲ لکھا۔ ایشاں رامی رسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ماست۔ اس میں شہنشاہ اور مالک سارے جہان کا۔ یہ دونوں باتیں آگئیں کیونکہ جب عرش سے فرش تک ان کی سلطنت ہوئی تو سارے جہان کے مالک بھی ہوئے اور روئے زمین پر جتنے بادشاہ ہیں ان سب کے بادشاہ بھی۔ تقویت الایمان والے نے خود اپنے اوپر شرک کا فتوی دے دیا۔

علم غیب

انبیاء و مرسلین صلوۃ اللہ علیہم وسلامہ' کے کمالات کا انکار کرنا اور ان کو شرک بتانا اس گروہ ناحق پژوہ کا مدعائے دلی و مقصد قلبی ہے اسی لئے جو کمال نظر آیا اس کا بے دیئوں نے انکار کیا۔ کمالات میں علم اعلیٰ درجہ کا کمال ہے جو حق تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو علیٰ وجہ الکمال عطا فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

آیت (۱): وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا اے حبیب ﷺ آپ کے رب نے آپ کو تعلیم فرمایا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

آیت (۲): وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ اور جل شانہ' یوں نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے لیکن اللہ جل شانہ' چھانٹ لیتا ہے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر ایمان پر رہو تم اور پرہیز گاری پر تو تم کو بڑا ثواب ہے۔

آیت (۳): وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ۔ ہم نے آپ پر اے مصطفیٰ ﷺ قرآن پاک نازل فرمایا۔ ہر شی کا بیان واضح۔

آیت (۴): اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ○ مطلب یہ کہ حضرت رحمٰن نے قرآن کی تعلیم فرمائی انسان یعنی حضور سید عالم ﷺ کو پیدا کیا ان کو بیان ما کان وما یکون تعلیم فرمایا۔ تفسیر معالم التنزیل:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ یعنی بیان ما کان وما سیکون۔ ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جمیع اشیاء تمام کائنات کا علم عطا فرمایا۔ غیب پر مطلع فرمایا۔ ماکان وما یکون کی تعلیم فرمائی۔ اب دو حدیثیں بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

حدیث(۱): عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۱۲) یعنی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ نے سمیٹی میرے لئے زمین اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔ (مظاہر حق ص ۵۰۳)

حدیث(۲): مشکوۃ شریف صفحہ ۶۹ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ حضرت عبد الرحمن بن عائش سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا۔ فرمایا رب تبارک وتعالیٰ نے ملائکہ کس بات میں جھگڑتے ہیں میں نے عرض کیا تو ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا حضور نے پھر میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنے پستانوں کے درمیان پائی۔ پس جان لیا میں نے جو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ ۴۶۳) میں ہے۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَیْ جَمِيْعَ الْكَائِنَاتِ الَّتِيْ فِي السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا كَمَا يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ وَالْاَرْضُ هِيَ بِمَعْنَى الْجِنْسِ اَیْ وَجَمِيْعَ مَا فِي الْاَرْضِيْنَ السَّبْعِ بَلْ وَمَا تَحْتَهَا كَمَا اَفَادَهُ اَخْبَارُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الثَّوْرِ وَالْحُوْتِ الَّذِيْنِ عَلَيْهِمَا الْاَرْضُوْنَ كُلُّهَا يَعْنِيْ اِنَّ اللّٰهَ اَرٰى اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَشَفَ لَهُ ذٰلِكَ وَفَتَحَ عَلٰى اَبْوَابِ الْغُيُوْبِ۔ یعنی علامہ ابن حجر محدث نے فرمایا کہ مافی السموت سے آسمانوں بلکہ ان سے اوپر کی تمام کائنات کا بھی علم مراد ہے جیسا کہ واقعہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ جو ان سے بھی نیچے ہیں معلوم ہو گئیں۔ جیسا کہ حضور کا ثور و حوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں اس کو مفید مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور ان کے لئے ان سب کو کشف فرمایا اور حضور پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۶۲ پر اس حدیث کی شرح میں فرمایا۔ عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آن یعنی حدیث شریف کے الفاظ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کو تمام جزوی، کلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان پر احاطہ فرمالیا۔

حدیث(۳): مشکوۃ شریف صفحہ ۷۲ میں ترمذی شریف کی ایک حدیث میں حضرت معاذ بن جبل سے یہ الفاظ مروی ہیں فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَّعَرَفْتُ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پس ظاہر ہوئی مجھ کو ہر چیز اور میں نے سب کو پہچان لیا۔ حضرت شیخ اشعۃ اللمعات صفحہ ۲۶۹ میں فرماتے ہیں۔ پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو آسمان و زمین عرش و فرش تمام کائنات و جمیع اشیاء کے جزوی و کلی علوم مرحمت فرمائے۔ حضور پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے بغیر کسی ہیر پھیر کے بلا کسی کشاکش اور کھینچ تان کے آیات و احادیث کی صراحت اس نتیجہ پر پہنچاتی ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اسی پر ہم قائم ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے غیبوں کے دروازے کھول دیئے تو حضور کے لئے غیبی علوم ایسے ہی اختیاری ہو گئے جیسے ہمارے لئے محسوسات کہ جب ہم آنکھیں کھولیں دیکھ لیں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ کیونکہ محسوسات کا کشف جب ہوتا ہے جبکہ آلات حواس سے کام لیا جائے یہاں اس کی بھی احتیاج نہیں۔ ائمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ زرقانی میں امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے: ثَالِثُهَا اَنَّ لَهُ صِفَةً بِهَا يُبْصِرُ الْمَلَائِكَةَ وَيُشَاهِدُهُمْ كَمَا اَنَّ لِلْبَصِيْرِ صِفَةً بِهَا يُفَارِقُ الْاَعْمٰى رَابِعُهَا اَنَّ لَهُ صِفَةً بِهَا يُدْرِكُ مَا سَيَكُوْنُ فِي الْغَيْبِ۔ یہ تمام علوم عطائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مرحمت فرمائے۔ ذاتی علم کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی نہیں۔ ذاتی حضرت حق تعالیٰ کے

ساتھ خاص ہے جن آیات اور احادیث میں علم کی نفی وارد ہے وہاں علم ذاتی مراد ہے اب بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ کامل طور پر واضح ہو گیا اور مخالفین کے شکوک و شبہات سب قطع ہو گئے۔ تقویت الایمان والا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات دیکھ ہی نہیں سکتا۔ حضور کے فضائل جلیلہ اس کے لئے موت ہیں وہ علم جیسے کمال کا کس طرح انکار نہ کرتا۔ اس نے حضور کی اس فضیلت کبری کا انکار کرنے کے لئے اپنی کتاب میں ایک خاص فصل بنائی ہے جس کا عنوان یہ ہے:

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ فِیْ رَدِّ الْاِشْرَاكِ فِی الْعِلْمِ اس فصل میں حضور سید عالم ﷺ کے لئے غیبی علوم کا اثبات شرک قرار دیا۔ اور نہایت گستاخانہ کلمات لکھ کر اپنی سیاہ دلی کا اظہار کیا۔ آیات و احادیث پیش کر کے حسب عادت ان کے غلط معنی بتائے۔ اب میں اس کی پیش کردہ آیات نقل کر کے حقیقت حال ظاہر کرتا ہوں۔

آیت(۱): وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ اسی کے پاس کنجیاں غیب کی ہیں نہیں جانتا ان کو مگر وہی (تقویت الایمان صفحہ ۲۳) اس آیت میں علم سے اگر ذاتی مراد ہو تو وہابی کو کیا مفید ذاتی بیشک اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس سے محبوبان حق کے علم عطائی کی نفی کب ہوتی ہے اور اگر عطائی مراد ہو تو صحت استثنا کی کوئی صورت نہیں بجز اس کے علم الٰہی کو معاذ اللہ عطائی کہا جائے۔ صاحب تقویت اسی گمراہی میں گرفتار ہے۔ اور آیت میں علم عطائی ہی مراد لیتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کسی ولی و نبی کو جن و فرشتہ کو پیر و شہید کو امام و امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں (تقویت الایمان صفحہ ۲۳) جب لَا یَعْلَمُهَا کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے طاقت نہیں بخشی اس لئے بعلم عطائی نہیں جانتا تو لازم آیا کہ اِلَّا هُوَ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ بعلم عطائی جانتا ہے جاہل نے علم الٰہی کو عطائی قرار دے لیا کس درجہ کی گمراہی ہے علاوہ بریں' دروغ گو را حافظہ نباشد" یہاں تو یہ کہا کہ اللہ صاحب نے کسی کو یہ طاقت نہیں بخشی اور خود صراط مستقیم صفحہ ۱۲۸ میں لکھا ہے:

برائے کشف ارواح و ملائکہ و سیر اکمنہ زمین و آسمان و جنت و نار و اطلاع بر لوح محفوظ

شغل دورہ کند' تقویت الایمانی دین میں جب ولی و نبی کو خدا نے غیب کی بات معلوم کرنے کی طاقت نہیں بخشی تو دورہ کا شغل کرنے والے اسمٰعیل کے چیلوں کو ملائکہ و ارواح کے کشف اور زمین و آسمان جنت اور دوزخ کی سیر اور لوح محفوظ پر مطلع ہو کر عالم غیب بن جانے کی طاقت کس نے بخشی اسمٰعیل نے یا اس کے پیر نے جو کام اس کے اعتقاد میں خدا سے بھی نہ ہوا وہ بزعم خود اس نے کر دیا اور جو بات ولی یا نبی کو دربار الٰہی سے میسر نہ آئی وہ اسمٰعیل نے اپنے چیلوں کو بخش دی لعنت اس بے دینی پر' پھر یہ بے دینی کہ نبی اور ولی کے چاہنے سے تو غیب کی بات معلوم نہ ہو اور اسمٰعیل چیلے چاہیں تو معلوم کر لیں۔

چنانچہ صراط مستقیم صفحہ ۱۲۸ میں لکھا۔ باستعانت ہماں شغل بہر مقامے کہ از زمین و آسمان و بہشت و دوزخ خواہد متوجہ شد سیر آں مقام نماید و احوال آنجا دریافت کند بے دین نے اپنے چیلوں کو انبیاء و اولیاء سے بڑھا دیا اور خدا کی برابر کر دیا۔ تقویت الایمان صفحہ ۲۳ میں لکھتا ہے۔ ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں نہ کریں سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہے جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ کیا خوب شان ہے کہ جب چاہے غیب کی بات دریافت کر لے اس کا اختیار رکھتا ہے مگر بالفعل کچھ نہیں جانتا محض کورا نادان ہے۔ یہ ہے وہابیہ کا خدا اور اس کے علم کی اتنی حقیقت ہے۔ یہ بات تو اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں اپنے چیلوں کے لئے بھی ثابت کی تو اسمٰعیل اپنے قول سے مشرک ہوا۔ کیونکہ اس نے اشراک فی العلم کے معنی تقویت الایمان صفحہ ۱۰ میں یہ لکھے ہیں: اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا۔ لہٰذا اپنے چیلوں کے لئے خدا کا سا علم ثابت کر کے اپنے قول سے مشرک ہوا۔ مع ہذا کسی صفت کا اختیاری ہونا مستلزم حدوث ہے تو علم الٰہی کو اختیاری کہنا کفر ہوا۔ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۲۶۲ میں لَوْ قَالَ عِلْمِ خدائے قدیم نیست یَکْفُرُ کذافی التتار خانیہ اسی طرح یہ عقیدہ ہے کہ تو جاہل مگر اختیار رکھتا ہے کہ جب چاہے غیب کی بات دریافت کر لے' کفر ہے عالمگیری صفحہ ۲۵۸ جلد ۲ یَکْفُرُ اِذَا وَصَفَ اللّٰهَ تَعَالٰی بِمَا لَا یَلِیْقُ بِهٖ اَوْ نَسَبَهٗ اِلَی الْجَهْلِ اَوِ الْعَجْزِ اَوِ النَّقْصِ۔ (تقویت الایمان صفحہ ۱۰) میں کسی مخلوق کی نسبت یہ خیال رکھنا

کہ اس کو ہر چیز کی ہر وقت خبر ہے شرک بتایا ہے۔ مگر صفحہ ۲۳ کی عبارت میں خدا کے لئے ہر وقت خبر رکھنا تسلیم نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ جب وہ چاہے غیب کی بات دریافت کرسکتا ہے تو وہ خیال کس طرح شرک ہو سکتا ہے بلکہ اب تو برابر خبر نہ رکھنا شرک ہو گا کیونکہ صفحہ ۲۳ میں اس کو شان الٰہی بتایا ہے۔ یہ ہے بے دین کے نزدیک خدا کی شان اور جب اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت یہ اعتقاد ہے۔ تو انبیاء و اولیاء کے علم کا انکار ایسوں سے کیا جائے تعجب۔

یہ تو صاحب تقویت کی بے دینی کے نمونے تھے۔ اب پھر آیت کریمہ کی طرف رجوع کیجئے اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو غیب کا علم عطا نہیں فرماتا۔ صاحب تقویت الایمان کا آیت کے یہ معنی کہنا کہ اللہ صاحب نے کسی کو یہ طاقت نہیں بخشی قرآن کریم پر افترا ہے۔ اس آیت کو ادنیٰ علم والا بھی انبیاء و اولیاء کے علم عطائی کے انکار کی سند نہیں بنا سکتا بلکہ اس آیت سے تو محبوبان حق کے لئے غیب کے علم کا اثبات ہوتا ہے۔ مفردات راغب اصفہانی کے ۳۷۷ میں ہے: وَقَوْلُهٗ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ يَعْنِىْ مَايَتَوَصَّلُ بِهٖ اِلٰى غَيْبِهِ الْمَذْكُوْرِ فِىْ قَوْلِهٖ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ يعنی عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں یعنی وہ چیز جو اس غیب تک پہنچنے اور اس کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہو جس کا ذکر آیہ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ الایہ میں ہے۔

صاحب تقویت الایمان کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا چنانچہ تقویت الایمان صفحہ ۲۴ میں لکھتا ہے کہ غیب کے خزانہ کنجی اللہ ہی کے پاس ہے اس نے کسی کے ہاتھ نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں۔ مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا چاہے جس کو بخش دے۔ اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔

جب یہ بات ہے تو وہابی کیوں منہ بگاڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جمیع اشیاء کے علم عطا فرمائے ان کے لئے غیب کے دروازے کھول دئے تو کون اس کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔ اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ انبیاء کے لئے غیب کا علم عطا کیا جانا باقرار صاحب

تقویت اس آیت سے ثابت ہے۔ پھر اس کو علم کو انبیاء کے انکار کی سند بنانا دیدہ دانستہ قرآن پاک کی مخالفت ہے۔

تقویت الایمان صفحہ ۲۴ میں ہے: منافقوں نے حضرت عائشہ پر تہمت کی اور حضرت کو اس سے بڑا رنج ہوا اور کوئی دن تک بہت تحقیق کیا پھر کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی اور بہت فکر و غم میں رہے پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہو تو بتا دیا کہ منافق جھوٹے ہیں اور عائشہ پاک۔

ایک بات تو یہ ہے کہ جب یہ غیب تھا اور اللہ تعالیٰ نے بتادیا تو معلوم ہوا کہ غیب کا علم عطا کیا جاتا ہے اس کو شرک قرار دینا غلط اور بے ایمانی ہے اور تقویت الایمان صفحہ ۱۰ کا یہ قول باطل ہے کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ یہاں علم عطائی کو بھی شرک کہہ دیا۔ اور علم عطائی کو شرک کہنے کے معنی یہ ہیں کہ گمراہ کے نزدیک علم الٰہی بھی عطائی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تہمت والے واقعہ میں تقویت والے کا یہ کہنا کہ پھر کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی بالکل جھوٹ اور نبی ﷺ پر افترا ہے کون سی حدیث میں ہے کہ حضور کو حقیقت نہ معلوم ہوئی تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۵۰ میں ہے: كَانَ هٰذَا الْقَوْلُ مَعْلُوْمَ الْفَسَادِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْوَحْيِ حضور ﷺ کو نزول وحی سے قبل معلوم تھا کہ منافقین کا یہ قول فاسد و باطل ہے۔ بخاری شریف مجتبائی جلد ۱ صفحہ ۳۹۴ میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے: وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِىْ اِلَّا خَيْرًا خدا کی قسم مجھے اپنے اہل پر نیکی کا یقین ہے۔ بے دین کو حضور کی قسم کا بھی اعتبار نہ ہوا۔ ان اکاذیب پر ان کے دین کا مدار ہے۔ تقویت الایمان صفحہ ۲۵ میں ہے۔

آیت (۲): قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ اس کے تحت میں لکھا ہے۔ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اس آیت میں علم عطائی کی نفی کب ہے یہ کب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو غیب کی تعلیم نہیں فرماتا۔ او جب صفحہ ۲۳ میں

خود لکھ چکا کہ اس میں سے جتنا جس کو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا تو اب اس آیت کو کس لئے پیش کیا اگر اس آیت سے علم عطائی کی نفی مراد لے تو صفحہ ۲۳ کی اپنی عبارت خلاف قرآن ماننی پڑے گی۔

دو گو نہ رنج و عذاب است جان مجنوں را

تقویت الایمان صفحہ ۲۵ میں ہے:

آیت (۳): اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الایہ اس آیت میں بھی علم عطائی کی نفی نہیں اور یہ نہیں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان امور پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا اور ان کا علم نہیں دیتا۔ کیونکہ یہ معنی آیات مذکورہ صدر کے خلاف ہیں جب وہ یہ فرماتا ہے۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ تو کس طرح اس کے معنی علم عطائی کی نفی کے ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اشعۃ اللمعات صفحہ ۳۸ میں فرماتے ہیں۔ مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل اینہا را نداند آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وی تعالیٰ از نزد خود کسے رابوحی والہام بداناند۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ ان امور خمسہ کو بے تعلیم الٰہی کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۶۷ میں ہے: یعنی ایں پنج علم در خزانہ مشیت حضرت آفرید گارست و کلید اطلاع بدست اجتہاد ہیچ آدمی نداده اند یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ پانچ علم خزانہ مشیت الٰہی میں ہیں اور ان کی اطلاع کی کنجی کسی کے دست اجتہاد میں نہیں دی ہے کہ عقل سے اٹکل سے قیاس سے ان کو معلوم کر سکے۔ اس میں کاہنوں اور منجموں، رمالوں، جفاروں کے دعاوی کا ابطال اور مسلمانوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ کہ ان کی بات کا اعتبار نہ کریں۔ یہ علم ادراک قیاس وغیرہ سے حاصل ہونے والے نہیں۔ چنانچہ تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۶۸ میں ہے: وَكَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْئَلُوْنَ الْمُنَجِّمِيْنَ عَنْهَا زَاعِمِيْنَ اَنَّهُمْ يَعْلَمُوْنَهَا یعنی زمانہ جاہلیت کے لوگ باتیں کاہنوں اور نجومیوں سے

دریافت کیا کرتے تھے بایں خیال کہ یہ جانتے ہوں گے۔ ان آیات میں ان کے خیال کا بطلان ظاہر فرما دیا کہ یہ امور اٹکل اور قیاس سے معلوم نہیں ہوتے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو یہ علم دیتا ہی نہیں۔ چنانچہ اسی روح البیان صفحہ ۶۹ میں ہے: فَعُلِمَ اَنَّ الْغَيْبَ مُخْتَصٌّ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا رُوِىَ عَنِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ مِنَ الْاَخْبَارِ عَنِ الْغُيُوْبِ فَبِاَعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِمَّا بِطَرِيْقِ الْوَحْىِ اَوْ بِطَرِيْقِ الْاِلْهَامِ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء و اولیاء سے جو غیب کی خبریں منقول ہیں وہ اللہ کی تعلیم سے ہیں خواہ بطریق وحی یا بطریق الہام۔ تفسیر احمدی صفحہ ۴۹۸ میں ہے۔ ولك اَنْ تَقُوْلَ اَنَّ عِلْمَ هٰذِهِ الْخَمْسَةِ وَاِنْ كَانَ لَا يَمْلِكُهُ اِلَّا اللّٰهُ لٰكِنْ يَجُوْزُ اَنْ يُّعَلِّمَهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ مُحِبِّيْهِ وَاَوْلِيَائِهٖ یعنی تم کہہ سکتے ہو کہ ان پانچ چیزوں کا علم اگرچہ ایسا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو اس میں دخل نہیں لیکن جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبین اور اولیاء میں سے جس کو چاہے اس کی تعلیم فرمائے۔

اب ان تمام تفاسیر سے یہ بات خوب منقح ہو گئی کہ آیت مذکورہ میں علم ذاتی کی نفی ہے تعلیم الٰہی کی نفی نہیں۔ صاحب تقویت الایمان کا استدلال باطل ہے کون نہیں جانتا کہ حضور سید عالم ﷺ کی ولادت کی خبر صدہا برس پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ قرآن شریف میں اس کا بیان ہے: مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے فرزند ارجمند حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی خبر ولادت سے پہلے دی۔ قرآن پاک میں ہے: يٰزَكَرِيَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى حضرت مریم کو حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کی پہلے سے خبر دی اور ساتھ ہی یہ بھی خبر دی کہ وہ دنیا و آخرت میں وجیہ ہوں گے مقرب بارگاہ حق ہوں گے۔ پالنے میں لوگوں سے کلام فرمائیں گے اس میں فی الارحام کی بھی خبر ہے۔ اور مافی غد کی بھی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کی اپنے محبوبوں کو خبریں دیں۔ پھر آیت کے یہ معنی لینا کہ ان غیوب خمسہ کی اللہ تعالیٰ کسی کو تعلیم بھی نہیں دیتا بالکل باطل اور خلاف قرآن ہے۔ اس مضمون کی بکثرت آیات قرآن پاک میں موجود ہیں یہاں اس قدر پر اکتفا کیا گیا۔ اسی آیت کے تحت میں صاحب تقویت الایمان نے کشف و استخارہ پر طنزیں کی ہیں اور جھوٹا بتایا ہے لکھا ہے کوئی کشف کا دعوی رکھتا ہے۔ کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا ہے کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے کوئی رمل قرعہ پھینکتا ہے کوئی فالنامہ لئے پھرتا ہے۔ یہ سب جھوٹے ہیں اور دغاباز' رمل' پترا' فالنامہ سب استخارہ اور کشف کے ساتھ ملا دیئے اور ظالم کو شرم نہ آئی۔ استخارہ حدیث میں وارد ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ (مشکوۃ شریف ۱۱۶) یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس طرح استخارہ کی تعلیم فرمایا کرتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورت سکھاتے۔

حدیث میں تو یہ ہے اور یہ بدنصیب استخارہ کا عمل سکھانے والے کو جھوٹا اور دغاباز بتاتا ہے۔ حدیث کی تو اس کو کیا پرواہ ہوگی مگر اپنے پردادا شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہے گا جنہوں نے قول جمیل میں استخارہ تعلیم کیا ہے اور کشف ارواح و اطلاع لوح محفوظ کے لئے شغل دورہ اور صفحہ ۱۲۹ میں کشف و قائع آئندہ اور صفحہ ۱۲۵ میں کشف قبور اور صفحہ ۱۲۴ میں انکشاف حالات سموت وارض و ملاقات ارواح اور سیر جنت و نار کے طریق لکھے ہیں۔ اپنے تقویت الایمانی حکم سے خود جھوٹا دغاباز ثابت ہوا۔

تقویت الایمان صفحہ ۲۷ میں آیت (۴) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ۝ اور کون زیادہ گمراہ ہوگا اس شخص سے کہ پکارتا ہے اللہ سے ان لوگوں کو کہ نہ قبول کریں گے اس کی بات قیامت کے دن تک اور وہ اس کے پکارنے سے غافل ہیں۔ آیت لکھنا اور اس کے معنی بگاڑنا قرآنی آیتیں پیش کرکے مغالطہ دینا کتنا بڑا جرم اور کیسی سیاہ دلی ہے اس آیت کو نفی علم غیب کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے مگر آیت میں نام کو بھی اس کا ذکر نہیں انبیاء و اولیاء کے علم عطائی کی نفی پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ آیت میں موجود نہیں اور حیادار نے اس مدعا کے لئے بے دریغ آیت لکھ ڈالی کیسی جرات ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ یدعون اور دعا دونوں لفظوں کا ترجمہ پکارنا کیا ہے باوجودیکہ آیت میں یہ لفظ دونوں جگہ عبادت کے معنی میں ہے۔ دوسری تحریف یہ ہے کہ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ سے معاذ اللہ اسلاف اہل اسلام اور بزرگان دین مراد لئے ہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں۔ (تقویت صفحہ ۲۷) باوجودیکہ آیت میں بت مراد ہیں۔ یہ دونوں باتیں تفاسیر میں صاف موجود ہیں۔

تفسیر جلالین صفحہ ۴۱۴ میں ہے: وَمَنْ [1] اِسْتِفْهَامٌ بِمَعْنَى النَّفْيِ اَىْ لَا اَحَدَ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا يَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَىْ غَيْرَهٗ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمُ الْاَصْنَامُ لَا يُجِيْبُوْنَ عَابِدِيْهِمْ اِلٰى شَىْءٍ يَّسْئَلُوْنَهٗ اَبَدًا وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ عِبَادَتِهِمْ غٰفِلُوْنَ لِاَنَّهُمْ جَمَادٌ لَا يَعْقِلُوْنَ بے دین نے قرآن پاک کا غلط ترجمہ کرکے خلق کو گمراہ کرنا چاہا اللہ تعالیٰ پر افترا کیا۔ قرآن پاک پر افترا کیا۔ جو حکم بتوں پر تھا وہ بزرگوں کی طرف نسبت کیا یہ ظلم ڈھائے ایسی مکاریوں سے وہابی دین کی بنا ڈالی تفسیروں کو چھوڑا مگر پھر بھی

---

[1] استفہام بمعنی نفی کے ہے یعنی اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں جو اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور وہ بت ہیں جو اپنے پرستاروں کے کسی سوال کا جواب نہیں دیں گے اور وہ ان کی عبادت سے غافل اور بے خبر ہیں کیونکہ وہ بے عقل پتھر ہیں۔

وہ من گھڑت ترجمہ چل نہیں سکتا کیونکہ اگر بقول اس کے مَنْ لَایَسْتَجِیْبُ سے بت مراد نہ لئے جائیں بلکہ تمام مخلوق مراد لی جائے جیسا کہ تقویت الایمان میں لکھا ہے کہ اللہ صاحب نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو ورے اللہ کے ہیں یعنی مخلوق سو وہ ان کو پکارنے والوں کے پکارنے سے غافل ہیں اس سے لازم آتا ہے کہ تمام مخلوق آدمی' جن' فرشتے' سب کے سب بہرے اور قوت شنوائی سے محروم ہوں کتنا ہی چیخو پکارو انہیں خبر نہ ہو مگر یہ بات واقع کے خلاف اور غلط ہے تو آیت کے یہ معنی نہیں ہو سکتے اور ایسے معنی مراد لینا گمراہی ہے۔ کیا ہے دنیا میں کوئی وہابی جو اس معنی کو صحیح ثابت کر سکے مگر بات یہ ہے کہ ساری مخلوق کو وہابی بھی برا نہیں جانتے چندہ کے لئے امیروں کے دروازوں پر پکارتے پھرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ تقویت الایمان کے حکم سے غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے ساری مخلوق بہری ہے کوئی سنتا ہی نہیں بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پیشوا نے اگرچہ یہاں مِنْ دُوْنِ اللّٰہ کا ترجمہ لفظ مخلوق سے کیا مگر اس کو ساری مخلوق سے عناد نہیں ہے اس کا مقصد خاص محبوبان بارگاہ مقربان درگاہ کی تنقیص ہے۔ اسی لئے اس سے کچھ اوپر کہہ چکا ہے کہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں لیکن مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے بزرگوں کو مراد لینے پر بجز سیاہ دلی اور بدباطنی کے کیا دلیل ہے۔ اولیاء و انبیاء کی دشمنی میں بے دین نے آیت کے معنی میں تحریف کی اور تحریف کرنے سے وہ معنی نہیں بنتے۔ کیونکہ بزرگ ایسے کون سے ہیں جو قیامت تک نہیں سن سکتے زندہ بزرگ بھی سنتے ہیں اور جو اہل دنیا کی چشم ظاہر بیں سے پردہ کر چکے ان کا سننا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو آیت میں بزرگ کسی طرح مراد ہو ہی نہیں سکتے۔ اسمعیلیوں سے پوچھو کہ تمہارے امام نافرجام کو بتوں کی اتنی محبت کیوں ہے کہ قرآن پاک میں جہاں ان پر کوئی حکم آیا اور اس نے بتوں کو بچایا۔ بزرگوں پر لگایا۔ یہ ہے وہابیوں کی توحید ولا حول ولا قوہ الا باللہ العزیز الحمید۔

تقویت الایمان صفحہ ۲۷ میں ہے آیت (۵) قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ولو کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ الایہ نہیں اختیار

رکھتا اپنی جان کے کچھ نفع و نقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ اور جو جانتا میں غیب تو بیشک بہت سی لے لیتا میں بھلائی اور نہ چھوتی مجھ کو کچھ برائی۔

اس کے بعد صفحہ ۲۸ میں لکھا۔ کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی' پھر لکھا غرض کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں۔ آیت میں اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ کا استثناء تھا فائدہ میں اس کو بھی اڑا دیا اور لفظ کچھ بڑھا کر تصریح کر دی کہ حضور کو غیب کی ایک بات کا بھی علم نہیں۔ حضور ﷺ کے علم عظیم کا تو اس طرح انکار اور اپنے چیلوں کے لئے لوح محفوظ تک کے علوم کی راہ نکال دی جیسا کہ اوپر صراط مستقیم سے گزر چکا۔ گنگوہی جی نے شیطان تک کے لئے غیبی علوم تسلیم کر لئے اور اشرف علی نے حفظ الایمان میں حیوانات و بہائم کے لئے بھی غیبی علوم ثابت مان لئے اس پر تو ان کا ایمان ہے یہ کچھ شرک نہیں اور حضور سید عالم ﷺ کے لئے بتعلیم الٰہی کسی غیب کے علم کا اثبات کیا اور شرک ہوا۔ تف ہزار تف اس بے دینی پر' علاوہ بریں اس آیت کو حضور ﷺ کے علم عطائی کی نفی کے لئے سند بنانا بھی باطل کیونکہ اس میں نفی ہے۔ تو علم ذاتی کی نہ کہ عطائی کی۔

علامہ شیخ سلیمان جمل فتوحات الہیہ حاشیہ جلالین جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ میں فرماتے ہیں: فَاِنْ قُلْتَ قَدْ اَخْبَرَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُغَیَّبَاتِ وَقَدْ جَاءَتْ اَحَادِیْثُ فِی الصَّحِیْحِ بِذٰلِكَ وَهُوَ مِنْ اَعْظَمِ مُعْجِزَاتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَیْفَ الْجَمْعُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ قَوْلِهٖ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ قُلْتُ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّكُوْنَ قَالَهٗ عَلٰی سَبِیْلِ التَّوَاضُعِ وَالْاَدَبِ وَالْمَعْنٰی لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اَنْ یَّطَّلِعَنِیَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَیُقَدِّرُهٗ لِیْ وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَّكُوْنَ قَالَ ذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ یَّطَّلِعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی عِلْمِ الْغَیْبِ۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بکثرت مغیبات کی خبریں دیں اور احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہوئیں اور غیب کا علم حضور کے اعظم معجزات سے ہے تو آیہ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ الآیہ کے کیا معنی ہیں فرماتے ہیں کہ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی ذات جامع کمالات سے علم کی نفی تو اضعا فرمائی اور معنی آیت کے یہ ہیں۔ میں غیب نہیں جانتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے

اور مقدر کرنے سے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کچھ بعید نہیں کہ علم غیب عطا ہونے سے قبل آپ نے لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ الایہ فرمایا ہو اور علم اس کے بعد عطا ہوا۔ غرضیکہ آیت شریفہ سے حضور سید عالم ﷺ کے علم عطائی کی نفی پر استدلال کسی طرح درست نہیں یہ پانچ آیتیں لکھنے کے بعد صاحب تقویت الایمان نے تین حدیثیں لکھی ہیں:

حدیث(۱) اِذْ قَالَتْ اِهْدٰهُنَّ وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَافِیْ غَدٍ فَقَالَ دَعِیْ هٰذِهٖ وَقُوْلِیْ بِالَّذِیْ کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ شروع کیا کچھ لڑکیوں ہماری نے دف بجانے لگیں اور مذکور کرنے لگیں ان لوگوں کا کہ مارے گئے تھے ہمارے بدر میں سو ایک کہنے لگی کہ ہم میں ایک نبی ایسا ہے کہ جانتا ہے کل کی بات پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات چھوڑ دے اور وہی کہہ جو کہتی تھی (تقویت الایمان صفحہ ۳۰) اسی صفحہ میں یہ بھی لکھا ہے۔ پیغمبر خدا کی تعریف میں یہ بات نہ کہے کہ ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ کی باتیں جانتے ہیں۔

تقویت الایمان کی اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں (۱) ایک تو یہ کہ وہابیہ کے نزدیک شادی میں عورتوں کا گانا جائز ہے۔ کیونکہ جب ان کا گانا نقل کر کے اس پر کچھ کلام نہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اس کو تسلیم ہے اور یہ بھی نہیں کہ وہ نابالغ بچیاں تھیں کیونکہ حضور کا وَفِیْنَا نَبِیٌّ کہنے سے منع فرمانا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس عمر کی تھیں کہ نہی شارع کی ان کی طرف درست ہو ورنہ اسمٰعیل صاحب کا مطلب فوت ہوتا ہے (۲) مردوں کا ذکر اور مرثیہ کا جواز نکلا (۳) یہ ثابت ہوا کہ کل کی بات کے معنی آئندہ کی خبریں ہیں (۴) یہ کہنا کہ کل کی بات جانتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے یعنی یہ عبارت علم عطائی کا اثبات کرتی ہے۔ اب رہا اس حدیث کو پیش کرنا تو اس سے مخالف کا مدعا کسی طرح حاصل نہیں حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ بات غلط ہے۔ مجھے آئندہ کی کوئی خبر نہ دی گئی۔ نہ یہ فرمایا کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ توبہ کرو از سرنو اسلام لاؤ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مضمون تو غلط نہ تھا لیکن وہ محل اس کے ذکر کا نہ تھا۔ چنانچہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس کی ایک یہ وجہ بھی ذکر کی ہے: اَوْلِکَرَاهَةِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْ اَثْنَاءِ ضَرْبِ الدَّفِّ وَ اَثْنَاءِ مَرْثِیَةِ الْقَتْلٰی لِعُلُوِّ مَنْصِبِهٖ عَنْ ذٰلِکَ یعنی یا ممانعت کی وجہ یہ ہے

کہ حضور ﷺ کا ذکر دف بجاتے کرنا یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان آپ کو پسند نہ آیا اور یہ آپ کے علو منصب کے لحاظ سے بھی مناسب نہ تھا ورنہ یہ مضمون تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے شان اقدس میں عرض کیا ہے فرماتے ہیں:

نَبِیٌّ یَرٰی مَالَا یَرَی النَّاسُ حَوْلَهٗ وَیَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰهِ فِیْ کُلِّ مَشْهَدٍ
فَاِنْ قَالَ فِیْ یَوْمٍ مَقَالَةَ غَائِبٍ فَتَصْدِیْقُهَا فِیْ صَحْوَةِ الْیَوْمِ اَوْ غَدٍ

نبی ایسے کہ دیکھیں وہ نہ دیکھیں دوسرے جس کو پڑھیں حق کی کتاب پاک ہر مشہد میں اے مومن
جو فرمائیں کسی دن بات کوئی غیب کی حضرت تو تصدیق اس کی ہو جائے اسی دن یا کہ اگلے دن

اس پر حضور کا انکار نہ فرمانا دلیل ہے اس کی کہ مضمون صحیح ہے اور آئندہ کے واقعات تو بے شمار ہیں جن کی حضور نے خبریں دی ہیں۔ تمام کتب حدیث اس سے مالا مال ہیں۔

حدیث (۲): مَنْ اَخْبَرَکَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْیَةَ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جو کوئی خبر دے تجھ کو حضرت پیغمبر خدا جانتے تھے وہ پانچ باتیں کہ اللہ نے مذکور کی ہیں سو بیشک بڑا طوفان باندھا۔ ف یعنی وہ پانچ باتیں کہ سورہ لقمٰن کے آخر میں مذکور ہیں اور ان کی تفسیر اس فصل کے اول میں گزر گئی کہ جتنی غیب کی باتیں ہیں اور ان کی تفسیر اس فصل کے اول میں گزر گئی کہ جتنی غیب کی باتیں ہیں سو انہیں پانچ میں داخل ہیں سو جو کوئی یہ بات کہے، کہ پیغمبر خدا وہ پانچوں باتیں جانتے تھے یعنی سب غیب کی باتیں جانتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے۔ (تقویت الایمان صفحہ ۳۱) یہ مضمون خود آیت سورہ لقمان میں تھا اس کا شافی جواب اوپر ذکر ہو چکا اعادہ کی ضرورت نہیں بات صرف اتنی ہے کہ علم ذاتی کی نفی ہے اسی لئے حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ جو شخص ان پانچ کے اس علم کا اثبات کرے جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے وہ بڑا جھوٹا ہے یہ بالکل حق ہے کیونکہ آیت میں ان پانچ چیزوں کے علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے وہ بڑا جھوٹا ہے یہ بالکل حق ہے کیونکہ آیت میں ان

پانچ چیزوں کے علم ذاتی کی نفی فرمائی گئی تو اس کا اثبات کرنے والا ضرور کاذب مفتری ہے رہا علم عطائی نہ آیت میں اس کی نفی نہ حضرت صدیقہ نے اس کا انکار فرمایا۔ اس مسئلہ پر ہم اپنی کتاب الکلمہ العلیا میں بہت زبردست دلائل قائم کر چکے ہیں جس کے جواب سے تمام مخالفین عاجز رہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۵

یہاں ایک بات قابل لحاظ اور یاد رکھنے کے لائق ہے کہ صاحب تقویت الایمان نے غیب تو صرف ان پانچ چیزوں میں منحصر کر دیا اس کے سوا اور کوئی چیز اس کے نزدیک غیب نہیں نہ ذات و صفات الٰہی نہ جنت و دوزخ نہ عالم ارواح و ملائکہ و جنات نہ لوح محفوظ نہ دلوں کے وساوس و خطرات نہ دور دراز مات کے حالات نہ گزرے ہوئے واقعات ان میں سے اس کے نزدیک کوئی بھی غیب نہیں کیونکہ ان پانچ چیزوں میں داخل نہیں۔ لہٰذا ہر چیز کی خبر ہر وقت برابر رکھنی دور ہو یا نزدیک چھپی ہو یا کھلی اندھیرے میں ہو یا اجالے میں آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں پہاڑو کی چوٹیوں پر یا سمندر کی تہ میں جس کو اس نے تقویت کے صفحہ ۱۰ میں شرک بتایا ہے صفحہ ۳۱ کی اس تصریح نے غیب سے خارج کر دیا۔ اسی طرح صفحہ ۲۹ میں دل کے حال کا جاننا غائب کے احوال سے باخبر ہونا جو اس نے شرک بتایا ہے وہ بھی غیب نہ رہا تو اب شرک ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اسمٰعیل پرست اس عقدہ کو حل کریں اور بتائیں کہ اسمٰعیل نے حضرت صدیقہ کے افک کا ذکر کیوں کیا جب وہ ان امور خمسہ میں نہیں غیب نہیں تو پھر اعتراض ہی کیا۔

حدیث (۳) وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں حالانکہ میں رسول اللہ کا ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا تم سے یعنی جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال دوسرے کا۔ (تقویت الایمان صفحہ ۳۱) اس جہالت کی تو کیا شکایت کو نفی درایت کو نفی علم سمجھا باوجودیکہ درایت کے معنی اٹکل اور قیاس سے جاننے کے ہیں ردالمحتار جلد اول صفحہ ۹۷ میں ہے (وَالرَّاجِحُ الدِّرَایَةُ) بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَنِ الْاَشْبَهِ اَیِ الرَّاجِحُ مِنْ جِهَةِ الدِّرَایَةِ اِدْرَاكُ الْعَقْلِ بِالْقِیَاسِ

عَلٰی غَیْرِهٖ اور اس فریب کاری کا کیا گلہ کہ یہ مضمون منسوخ ہے اور آیت میں بھی وارد ہوا تھا۔

ملا عبدالرحمٰن دمشقی رسالہ ناسخ و منسوخ میں لکھتے ہیں: قَوْلُهٗ تَعَالٰی مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ نُسِخَ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ الآیہ غضب تو یہ ہے کہ اس بے باک گستاخ نے حضرات انبیا و اولیاء کی شان میں وہ گستاخی کی جس سے دین کا تمام نظام ہی درہم برہم ہو جائے جب انبیاء کو بھی اپنے خاتمہ اور اپنی عافیت کا حال معلوم نہ ہو اور معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وہ بھی تردد میں ہوں تو پھر کوئی ان کے دین کو کس امید پر قبول کرے گا یہ تو وہ فسادی جملہ ہے جو دنیا کو اسلام سے مانع ہوا ور برگشتہ کرے کوئی سخت سے سخت معاند کافر مشرک بھی اس سے زیادہ کیا بدگوئی اور عداوت کرے گا۔ یہ وہی جملہ اس بے دین نے کہا جو عرب کے مشرکین کہہ چکے تھے۔ تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۱۳۶ میں ہے: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فَرِحَ الْمُشْرِكُوْنَ وَقَالُوْا وَالْاَتِ وَالْعُزّٰی مَا اَمْرُنَا وَاَمْرُ مُحَمَّدٍ عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا وَاحِدٌ وَمَا لَهٗ عَلَیْنَا مِنْ مَزِیَّةٍ وَفَضْلٍ وَلَوْلَا اَنَّهٗ اِبْتَدَعَ مَا یَقُوْلُهٗ مِنْ ذَاتِ نَفْسِهٖ لَاَخْبَرَهُ الَّذِیْ بَعَثَهٗ بِمَا یَفْعَلُ بِهٖ یعنی اس آیت کے نزول پر مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات و عزی کی قسم اللہ کے نزدیک ہمارا اور محمد ﷺ کا ایک حال ہے اور انہیں ہم پر کوئی مزیت و فضیلت حاصل نہیں اگر انہوں نے دین اپنے دل سے نہ گھڑا ہوتا تو ضرور ان کو بھیجنے والا انہیں خبردار کرتا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔

جو ان مشرکین نے زہر اگلا تھا وہی صاحب تقویت الایمان نے پیا تقلید تو کرتا ہے مشرکین کی دین تو اخذ کرتا ہے ان کا اور بنتا ہے موحد۔ جو آیتیں ان مشرکین کا رد کرتی ہیں وہی اس بے دین کو سناؤ۔

آیت: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو دنیا میں فتح مبین اور آخرت میں غفران کا مژدہ دیا اور بتا دیا کہ ان کے ساتھ ان کا رب کیا کرے گا۔

دوسری آیت: وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى یعنی بیشک آخرت آپ کے لئے اولیٰ سے بہتر ہے اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اندھوں سے کہو آنکھوں کا علاج کرو قرآن پاک بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے ساتھ کیا کرے گا۔ اتنا دے گا کہ انہیں راضی کر دے گا۔ حضور فرماتے ہیں اِذًا لَاَرْضٰى وَ وَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۶۷) جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اپنا حال بھی جانتے ہیں اور اپنی امت کا بھی حضور کا تو مرتبہ بڑا ہے قرآن پاک پر ہر ایمان لانے والا جانتا ہے کہ حضور کے لئے یہ درجات عالیہ ہیں۔

عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ط اس بے دین کو یہ آیات نظر نہ آئیں۔ مشرکین کے اس ناپاک قول کو لے اڑا جو انہوں نے لوگوں کو اسلام سے روکنے اور منحرف کرنے کے لئے گھڑا تھا۔ مشرکین کی گھڑی ہوئی اور صریح قرآن کی مخالفت اس بے دین نے اختیار کی مگر سب عداوت انبیاء و اولیاء و مقبولان بارگاہ و محبوبان درگاہ حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ ہی ہے اپنے پیر کے لئے یہ اعتقاد نہیں اس کو اپنے خاتمہ اور آخرت کا حال معلوم نہ تھا بلکہ وہاں تو یہ عقیدہ ہے کہ پیر جی نے اپنے سارے مریدوں کی مغفرت کا خدا سے وعدہ لے لیا تھا اور ذمہ دار بنا لیا تھا۔ جب مرید کرنا شروع کیا۔ اب وہ مرید کیسے ہی ہوں کتنی ہی شیطنت کریں بخشے ضرور جائیں گے کیونکہ پیر جی خدا کو ان کا ذمہ دار بنا چکے ہیں دیکھو صراط مستقیم صفحہ ۱۷۵۔[1] روزے حضرت جل و علا دست راست ایشاں

[1] ایک روز حضرت حق جل علا نے ان کا (پیر جی) داہنا ہاتھ اپنے دست قدرت میں لے کر امور قدسیہ میں سے جو چیز انتہا درجہ کی رفیع و بدیع تھی ان حضرت کے روبرو پیش کر کے فرمایا کہ تجھ کو میں نے ایسا دیا اور اور چیزیں بھی دوں گا یہاں تک کہ ایک شخص نے ان حضرت کو جناب میں بیعت کی

دست قدرت خود گرفتہ و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیش روے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا ایں چنیں دادہ ام و چیز ہائے دیگر ہم خواہم داد تا آنکہ شخصے بجناب حضرت ایشاں استدعائے بیعت نمود حضرت دراں زماں علی العموم اخذ بیعت نمی کردند بناء علیہ آں شخص راہم قبول نفرمودنداں شخص بیش از بیش الحاح کرد حضرت ایشاں باں شخص فرمودند کہ یک دو روز توقف باید کرد بعد ازاں ہرچہ مناسب وقت خواہد شد۔ ہماں بعمل خواہد آمد باز حضرت ایشاں بنا بر استفسار و استیذان بجناب حضرت حق متوجہ شدند و عرض نمودند کہ بندۂ از بندگان تو استدعا می کند کہ بیعت بمن نماید وتو دست مرا گرفتہ و ہر کہ دریں عالم دست کسے رامی گیرد پاس دست گیری ہمیشہ می کند و اوصاف ترا بااخلاق مخلوقات ہیچ بستے نیست پس درآں معاملہ چہ منظور است ازاں طرف حکم شد کہ ہر کہ بردست تو بیعت خواہد کرد گو لکھو کھا باشند ہریک را کفایت خواہم کرد۔ اہل انصاف غور کریں کہ پیر کے لئے تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس کے تمام مرید مغفور ہیں اور پیر کو معلوم ہے کہ اس کے تمام مریدوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ آخرت میں رحمت و کرم کا سلوک فرمائے گا مگر انبیاء کو معلوم نہیں کہ خاص ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ معاذ اللہ۔ لعنت ہے اس عقیدہ پر پیر کی نسبت کون سی وحی آئی تھی کس آیت یا حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ اس کو اپنے مریدوں کا حال معلوم ہے وہاں بے سند سب کچھ تسلیم اور انبیاء علیہم السلام کے انکار

درخواست کی۔ حضرت اس زمانہ میں بالعموم بیعت نہیں لیتے تھے اسی بنا پر اس شخص کے التماس کو قبول نہ فرمایا اس شخص نے زیادہ عاجزی کی تو ان حضرت (پیر مغاں) نے اس شخص سے فرمایا کہ ایک دو روز توقف کرنا چاہیے اس کے بعد جو مناسب وقت ہوگا عمل میں لایا جائے گا پھر وہ حضرت (پیر مغاں) استفسار و استیذاں کے لئے بارگاہ الٰہی میں متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ تیرے بندوں میں سے ایک بندہ مجھ سے بیعت کرنے کی استدعا کرتا ہے اور تو نے میرا ہاتھ پکڑا ہے اور اس جہان میں جو کوئی کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے ہمیشہ دستگیری کا پاس کیا کرتا ہے تیرے اوصاف کو مخلوقات کے اخلاق سے کچھ نسبت نہیں پس اس معاملہ میں کیا منظور ہے اس طرف سے حکم ہوا کہ جو کوئی تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا گو لاکھوں ہوں میں ہر ایک کو کفایت کروں گا۔ (بقیہ حاشیہ)

علم میں آیات قرانیہ و احادیث نبویہ سب سے آنکھیں بند حد سے تجاوز اس قدر کہ پیر جی کے لئے معراج کا بھی قائل ہو گیا۔ لفظ معراج تو نہ کہا مگر معراج سے بھی بڑھا دیا۔ حضور اقدس ﷺ کی معراج جو قرآن پاک و احادیث صحیح مشہور سے ثابت اس میں تو بے دین نے طرح طرح کے حیلے بہانے نکالے مگر پیر جی کی معراج کا اس طرح قائل کہ گویا اس کا معاذ اللہ تعالیٰ سے یارانہ ہی ہے۔ ہاتھ میں ہاتھ ملا کر باتیں ہو رہی ہیں اور ہاتھ بھی ملایا تو انگریزوں یا غیر مقلدوں کی طرح ایک ہاتھ خدا سے بھی ایک ہاتھ ہی سے مصافحہ اور بوسہ بھی نہ لیا۔ کیا خدا کے ہاتھ کا چومنا بھی شرک تھا۔ پھر یہ تمام کہانی خواب نہیں بتاتا۔ خیال نہیں کہتا۔ دیکھی اس کی گمراہی۔

اب صراط مستقیم کی اس عبارت کا حکم تقویت الایمان میں تلاش کیجئے تاکہ معلوم ہو کہ اسمٰعیل اپنے پیر سید احمد کے حق میں یہ اعتقاد کر کے کس درجہ پر پہنچا ملاحظہ ہو۔

تقویت الایمان صفحہ ۳۲: اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت کے کافر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کی برابر نہیں اور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے۔ اسی سے کافر ہو گئے۔ اب آپ دیکھئے حکم صاف معلوم ہو گیا کہ اسمٰعیل جو اپنے پیر کو اللہ کی جناب میں وکیل سمجھ کر مانتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس نے اپنے تمام مریدوں کو پہلے ہی بخشوا لیا تو وہ تقویت الایمان کے اس حکم سے باقرار خود کافر۔

اس بت کا پاؤں الجھا ہے زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

صاحب تقویت الایمان کی پیر پرستی کا حکم تقویت الایمان سے تو معلوم ہوا۔ اب ایک عبارت شرح فقہ اکبر کی ملاحظہ ہو۔

شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۴۹: وَقَالَ الْكَوَاشِيْ فِيْ تَفْسِيْرِ سُوْرَةِ النَّجْمِ وَمُعْتَقِدُ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى هُنَا بِالْعَيْنِ لِغَيْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ مُسْلِمٍ وَقَالَ الْاُرْدُ بَيْلِيْ فِيْ كِتَابِهِ الْاَنْوَارِ وَلَوْ قَالَ اِنِّيْ اَرَى اللّٰهَ عَيَانًا فِي الدُّنْيَا اَوْيُكَلِّمُنِيْ شِفَاهًا كَفَرَ انْتَهٰى۔

یعنی کراشی نے سورہ النجم کی تفسیر میں کہا کہ حضور سید عالم ﷺ کے سوا کسی اور کے لئے

آنکھ سے خدا کے دیدار کا اعتقاد رکھنے والا نامسلم ہے اور اردبیلی نے اپنے کتاب انوار میں کہا کہ جس نے کہا کہ میں اللہ کو دنیا میں عیاں دیکھتا ہوں یا وہ مجھ سے کلام کرتا ہے وہ شخص کافر ہو گیا۔

اب بتائیں وہابی کہ پیر کی نسبت رویت و کلام کا اعتقاد کر کے اسمٰعیل کیا ہوا۔ اس کا کیا حکم ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تو شفاعت کا بھی انکار اور پیر جی کا حضرت حق سے یارانہ بتا دیا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ط

شفاعت کا بیان

خاصان حق کی شفاعت حق ہے۔ اس پر اجماع ہے اور بکثرت آیات قرآنی اس کی شاہد ہیں۔ احادیث اس باب میں درجہ شہرت بلکہ تواتر معنی تک پہنچی ہیں۔ کتب دینیہ اس سے مالا مال ہیں۔

فقہ اکبر میں حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شَفَاعَةُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ حَقٌّ وَ شَفَاعَةُ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْمُذْنِبِيْنَ وَلِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْهُمُ الْمُسْتَوْجِبِيْنَ لِلْعِقَابِ حَقٌّ ثَابِتٌ یعنی انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص ہمارے حضور ﷺ کی شفاعت مسلمان گنہگاروں اور مستحق عذاب کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے حق و ثابت ہے۔

علامہ علی قاری رحمہ اللہ الباری اس کی شرح میں صفحہ ۱۱۲ پر فرماتے ہیں: فَقَدْ وَرَدَ[1] شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ

---

[1] حدیث شریف میں وارد ہوا حضور نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و ابوداؤد ترمذی و ابن حبان و حاکم نے حضرت انس سے اور ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے جابر سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس سے اور خطیب نے حضرت ابن عمرو کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا تو یہ حدیث مشہور المعنی بلکہ باب شفاعت

عَنْ اَنَسٍ وَالتِّرْمِذِی وَابْنُ مَاجَةَ وَالْحَاکِمُ عَنْ جَابِرٍ وَالطَّبْرَانِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْخَطِیْبُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَنْ کَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ وَهُوَ حَدِیْثٌ مَشْهُوْرٌ فِی الْمَعْنٰی بَلِ الاَحَادِیْثُ فِیْ بَابِ الشَّفَاعَةِ مُتَوَاتِرَةُ الْمَعْنٰی وَمِنَ الْاَدِلَّةِ عَلٰی تَحْقِیْقِ الشَّفَاعَةِ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَمِنْهُ قَوْلُهٗ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِیْنَ اَنَّ مَفْهُوْمَهٗ اَنَّهَا تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَکَذَا شَفَاعَةُ الْمَلَائِکَةِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلَائِکَةُ صَفًّا لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا وَکَذَا شَفَاعَةُ الْعُلَمَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ وَالشُّهَدَاءِ وَالْفُقَرَاءِ وَاَطْفَالِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالصَّابِرِیْنَ عَلَی الْبَلَاءِ۔

وَقَالَ [1] الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهِ الْوَصِیَّةِ وَشَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ لِکُلِّ مَنْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ کَانَ صَاحِبَ کَبِیْرَةٍ اِنْتَهٰی اَنَّ الشَّفَاعَةَ لَیْسَتْ مُخْتَصَّةً بِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فَاِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِالنِّسْبَةِ اِلٰی جَمِیْعِ الْاُمَمِ کَاشِفُ الْغُمَّةِ وَنَبِیُّ الرَّحْمَةِ وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ لَهٗ عَلَیْهِ

میں احادیث متواتر المعنی ہیں اور ثبوت شفاعت کے دلائل میں سے آیہ واستغفر لذنبک الایہ اور آیہ فما تنفعهم الآیہ کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ شفاعت مومنین کی نفع دے گی۔ ایسے ہی ملائکہ کی شفاعت آیہ یوم یقوم الروح الآیہ سے ثابت ہے اسی طرح علماء و اولیاء شہداء و فقراء اور بلا پر صبر کرنے والے مومنین کی بچوں کی شفاعت ثابت ہے۔(بقیہ حاشیہ)

[1] امام اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الوصیتہ میں فرمایا کہ حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت ہر اس شخص کے لئے حق و ثابت ہے جو اہل جنت میں سے ہو اگرچہ صاحب کبیرہ۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ شفاعت اسی امت کے اہل کبائر کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ حضرت تمام امتوں کے لئے دشواریوں کے حل فرمانے والے اور نبی رحمت ہیں اور یہ ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کی شفاعت کئی قسم کی ہے۔ یہ مقام اس کی تفصیل کا نہیں۔ اور عقائد نسفیہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے نیک لوگوں کے لئے اہل کبائر کے حق میں شفاعت کرنا مشہور احادیث سے ثابت ہے اور اس مسئلہ میں معتزلہ کا خلاف سوائے اس شفاعت کے جو رفع درجہ کے لئے ہو۔

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنْوَاعًا مِنَ الشَّفَاعَةِ لَیْسَ هٰذَا مَقَامُ بَسْطِهَا وَفِی الْعَقَائِدِ النَّسَفِیَّةِ وَالشَّفَاعَةُ ثَابِتَةٌ لِّلرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَخْیَارِ فِیْ حَقِّ اَهْلِ الْکَبَائِرِ بِالْمُسْتَفِیْضِ مِنَ الْاَخْبَارِ وَفِی الْمَسْئَلَةِ خِلَافُ الْمُعْتَزِلَةِ اِلَّا فِیْ نَوْعِ الشَّفَاعَةِ لِرَفْعِ الدَّرَجَةِ۔

علامہ علی قاری رحمہ الباری ضوء المالی شرح قصیدہ بدء الامالی صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں: وَالْمَعْنٰی شَفَاعَةُ اَهْلِ الْخَیْرِ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ لِاَهْلِ الذُّنُوْبِ الْکَبَائِرِ فَضْلًا عَنِ الذُّنُوْبِ الصَّغَائِرِ مَزْجُوٌّ مَامُوْلٌ نیز اسی میں ہے: وَفِیْ سُنَنِ ابْنِ مَاجَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَرْفُوْعًا اَنَّهٗ قَالَ یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثَلَاثَةٌ اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ وَاعْلَمْ اَنَّ قَوْلَهٗ مَزْجُوٌّ تُوْهِمُ اَنَّ الشَّفَاعَةَ ظَنِّیَّةٌ وَلَیْسَ کَذٰلِكَ بَلْ هِیَ قَطْعِیَّةٌ لِوُرُوْدِ اَحَادِیْثَ مَشْهُوْرَةٍ کَادَتْ اَنْ تَکُوْنَ مُتَوَاتِرَةً

عقائد کی ان کتابوں سے معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء و علماء شہداء کی شفاعت حق ہے اور ایماندار اس سے نفع پائیں گے خواہ وہ گناہگار ہوں یا ان سے کبائر سرزد ہوئے ہوں اور حضور ﷺ کے لئے بہت اقسام کی شفاعتیں ثابت ہیں اور تمام امتیں حضور کی شفاعت سے فائدہ اٹھائیں گی اور مسئلہ شفاعت قطعی ہے بکثرت آیات اور بیشمار حدیثیں اس میں وارد ہیں تمام ائمہ حدیث نے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں۔ معتزلہ جو ایک گمراہ فرقہ تھا وہ شفاعت کا منکر تھا مگر اتنا وہ بھی مانتا تھا کہ رفع درجات کے لئے شفاعت ہوگی۔ وہابیہ نے انکار شفاعت میں شاگردی تو اس کی مگر استاد سے بڑھ گئے کہ شفاعت کو سرے سے جھٹلا دیا اسی پر صبر نہ کیا بلکہ اس عقیدہ کو شرک ٹھہرا دیا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی

علامہ علی قاری شرح شفائے قاضی عیاض جلد اول صفحہ ۴۶۰ فرماتے ہیں: اَلشَّفَاعَةُ [1] ثَابِتَةٌ عَلٰی مَا اَجْمَعَ عَلَیْهِ اَهْلُ السُّنَّةِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ

---

[1] شفاعت باجماع اہل سنت ثابت ہے قرآن پاک میں فرمایا۔ روز قیامت شفاعت نفع نہ دیگی مگر جس کیلئے رحمن نے اذن فرمایا۔ اور اس کی بات سے راضی ہوا۔

لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا وَلَا عِبْرَةَ بِمَنْعِ الْخَوَارِجِ وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ مُسْتَدِلِّیْنَ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِیْنَ فَاِنَّهٗ مَخْصُوْصٌ بِالْکَافِرِیْنَ وَاَمَّا تَخْصِیْصُهُمْ اَحَادِیْثَ الشَّفَاعَةِ بِزِیَادَةِ الدَّرَجَاتِ فِی الْجَنَّةِ فَبَاطِلٌ لِتَصْرِیْحِ الْاَدِلَّةِ بِاِخْرَاجِ مَنْ دَخَلَ النَّارَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهَا۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ انکار شفاعت خوارج و معتزلہ کی گمراہی تھی۔ وہابیہ نے ان کا فضلہ کھایا اور خارجی معتزلی اپنی دلیل میں وہ آیت پیش کرتے تھے جو کفار کے ساتھ مخصوص ہے یہی روش وہابیہ نے اختیار کی اور اتنا اور اضافہ کیا کہ معتزلہ وغیرہ تو ایک طرف مانتے بھی تھے یہ کسی طرح نہیں مانتے اور وہ فقط وہ آیتیں انکار شفاعت میں پیش کرتے تھے۔ جو کافروں کی شان میں وارد ہیں یہ ان کے ساتھ ایسی آیتیں بھی پیش کرتے ہیں جو بتوں کے حق میں ہیں اور معاذ اللہ انبیاء و اولیاء کو اس کا مصداق ٹھہرا کر اپنی سیاہ دلی کا اظہار کرتے ہیں۔ تقویت الایمان والے نے انکار شفاعت میں بڑا ہی غضب ڈھایا۔ آیتوں اور حدیثوں کے معنی میں تحریفیں کیں۔ کفار اور بتوں کے حق میں جو آیات نازل ہیں ان کو مقربان بارگاہ حق پر چسپاں کیا۔ قرآن و حدیث پر افترا اٹھائے اس مسئلہ میں اس کے عقائد و اقوال کا خلاصہ یہ ہے جو بحوالہ صفحات تقویت الایمان پیش کیا جاتا ہے۔

مسئلہ شفاعت کے متعلق تقویت الایمان کے اقوال کے خلاصے

(۱) انبیاء و اولیاء کے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ صفحہ ۵، (۲) اوروں کو ماننا محض خبط ہے صفحہ ۸، (۳) کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی صفحہ ۸، (۴) کوئی کسی کی

اور خوارج و معتزلہ کے انکار کا کچھ اعتبار نہیں اور ان کا استدلال آیہ فما تنفعهم سے درست نہیں کیونکہ یہ آیت کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے نفع نہ ہوگا اور معتزلہ کا احادیث شفاعت کو شفاعت رفع درجات اہل سنت کے ساتھ خاص کرنا باطل ہے کیونکہ دلائل کی صراحت سے ثابت ہے کہ مومنین کو جہنم سے بھی نکالیں گے۔

حمایت نہیں کر سکتا صفحہ ۸، (۵) اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی کفار کا شرک تھا صفحہ ۸، (۶) یہ معاملہ کرنے والا اللہ کا بندہ مخلوق سمجھے۔ جب بھی ابوجہل کے برابر مشرک صفحہ ۸، (۷) کوئی کسی کا وکیل اور حمایتی نہیں صفحہ ۹، (۸) کافر بھی اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے صفحہ ۹ (۹) اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو اللہ کی برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے صفحہ ۳۲ (۱۰) تم مجھ پر ایمان لائے اور میری امت میں داخل ہوئے اس پر مغرور ہو کر حد سے مت بڑھنا کہ ہمارا پایہ بڑا مضبوط ہے اور ہمارا وکیل زبردست ہے اور ہمارا شفیع بڑا محبوب سو جو ہم چاہیں کریں وہ ہم کو اللہ کے عتاب سے بچا لے گا کیونکہ وہ بات محض غلط ہے کیونکہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اور اللہ سے ورے اپنا کوئی بچاؤ نہیں جانتا سو دوسرے کو کیا بچا سکوں صفحہ ۳۳ (۱۱) شفاعت کی تین قسمیں (پہلی قسم) یا تو وہ خود مالک ہو یا مالک کا ساجھی یا مالک پر اسکا دباؤ جیسے بڑے بڑے امیروں کا کہنا بادشاہ دب کر مان لیتا ہے (دوسری قسم) یا اس طرح کہ مالک سے سفارش کرے اور وہ اس کی سفارش خواہ مخواہ قبول کرے۔ پھر دل سے خوش ہو یا ناخوش جیسے بادشاہ زادی اور بیگمات کہ بادشاہ ان کی محبت سے ان کی سفارش رد نہیں کر سکتا (تقویت الایمان میں پہلی قسم کا نام شفاعت و جاہت اور دوسری کا شفاعت محبت رکھا اور اس کا حکم یہ بتایا) سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل صفحہ ۳۴ و ۳۵۔ تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں ہے اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا سو اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سرد آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیروار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے۔ بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرمائے سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا

ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جائے سو کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی جو چوروں کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں صفحہ ۳۶، ۳۷، (۱۲) وہاں کسی کی وکالت کی حاجت نہیں صفحہ ۳۸، اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے ہاں صفحہ ۴۲، (۱۳) اللہ کے ہاں معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا صفحہ ۴۲، (۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کام نہیں آتی۔ صفحہ ۴۲

مسئلہ شفاعت میں تقویت الایمان کے عقائد و اقوال یہ ہیں جن کے خلاصے درج کئے گئے ان میں سے اکثر کا رد بشرح و تفصیل مذکور ہو چکا چنانچہ (۱) کا جواب صفحہ ۳۴، ۳۵، ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۵۴، ۵۵، ۶۳، ۶۹، (۲) کا جواب صفحہ ۱۰۰، ۱۱۰ میں اور (۳) و (۹) کا جواب صفحہ ۳۰ و ۱۳۹، ۱۵۶ و ۱۵۸ میں اور (۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۴) کا جواب صفحہ ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ میں مذکور ہو چکا۔ اس کے علاوہ ان تمام طوفانوں کا ایک یہی جواب کافی ہے کہ ملاجی کے یہ تمام جملے اپنے ہی اوپر ہیں اور کفر و شرک کے تمام احکام کا اتم مصداق خود ان کی اپنی ذات ہے کہ وہ صراط مستقیم میں اپنے پیر کی نسبت خدا کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر تمام مریدوں کی مغفرت کا وعدہ و عہد لینے کا اعلان کر چکے ہیں۔ جیسا کہ ہم صفحہ ۲۴۸ میں ذکر کر چکے ہیں۔ تاہم مزید بصیرت کے لئے ہم چند آیتیں اور حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو گا کہ تقویت الایمان میں کس دھڑلے سے قرآن و احادیث کی مخالفت کی گئی۔ قرآن پاک میں محبوبوں حق کی شفاعت کا اثبات ہے اور کفار کو شفاعت سے مایوس کیا گیا ہے اور ان کے اس

اعتقاد کا ابطال کیا گیا ہے کہ بت بارگاہ الٰہی میں شفیع ہیں کیونکہ شفاعت مقربین کی ہو سکتی ہیں نہ کہ مغضوبین کی یہی آیتیں جو بتوں اور کافروں کے حق میں نازل ہیں وہابیہ انہیں سے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے اور ان آیات کے معانی میں تحریف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو حکم کافروں اور بتوں اپنے دشمنوں پر صادر فرمایا ہے۔ وہ اس کے محبوبان اور مقربوں پر لگاتے ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی باوجودیکہ قرآن حکیم میں جابجا بتوں اور کافروں کی شفاعت کے انکار کے ساتھ ساتھ مومنین و محسنین کی شفاعت کا اثبات کیا گیا ہے اور مقبولان بارگاہ کا استثنا فرمایا گیا مثال کے طور پر چند آیتیں ملاحظہ کیجئے۔

آیت (۱) مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (سورہ بقر پارہ ۳) یعنی وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے ہے اس کے حکم کے۔

تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ میں ہے: وَالْمَعْنٰی لَا یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اَحَدٌ اِلَّا بِاَمْرِهٖ وَاِرَادَتِهٖ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْمُشْرِكِیْنَ زَعَمُوْا اَنَّ الْاَصْنَامَ تَشْفَعُ لَهُمْ فَاَخْبَرَ اَنَّهٗ لَا شَفَاعَةَ لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ اِلَّا مَا اسْتَثْنَاهُ بِقَوْلِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یُرِیْدُ بِذٰلِكَ شَفَاعَةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشَفَاعَةَ بَعْضِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ شَفَاعَةَ الْمُؤْمِنِیْنَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ یعنی معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی شفاعت نہ کرے گا مگر اس کے امر و ارادہ سے یہ اس لئے فرمایا کہ مشرکین کا گمان تھا کہ بت ان کی شفاعت کریں گے۔ اس کا رد فرمایا اور خبر دی کہ اللہ کے حضور میں کوئی شفاعت نہیں سوائے اس کے جس کو اس نے اِلَّا بِاِذْنِهٖ کے ساتھ مستثنیٰ فرمایا اور اس سے نبی کریم ﷺ کی شفاعت اور بعض انبیاء وملائکہ کی شفاعت اور بعض مومنین کی شفاعت مراد ہے۔

اس آیت میں بتوں کافروں کی شفاعت کی نفی ہے مگر مقربان بارگاہ کا استثناء فرما کر ان کی شفاعت ثابت کر دی۔

آیت (۲): مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ (سورہ یونس رکوع ۱، پارہ ۱۱) کوئی سفارشی نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد اس میں بھی بتوں کی شفاعت کی نفی اور مقربین ماذونین کا استثناء ہے۔

آیت (۳): لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (سورہ مریم رکوع ۶ پارہ ۱۶) شفاعت کے مالک نہیں مگر وہ جنہوں نے رحمٰن کے پاس اقرار کر رکھا ہے۔

آیت (۴): یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا۔ (سورہ طٰہٰ رکوع ۶ پارہ ۱۶) اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دیگی۔ مگر اس کی جسے رحمن نے اذن دے دیا ہے اور اس کی بات پسند فرمائی۔

آیت (۵): وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنْتَ لَهٗ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ۔ (سورہ سبا رکوع ۳ پارہ ۲۲) اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لئے وہ اذن فرمائے یہاں تک کہ جب اذن دے کر ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور فرمادی جاتی ہے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا ہی بات فرمائی وہ کہتے ہیں حق فرمایا (یعنی اذن شفاعت فرما دیا) وہی ہے بلند بڑا۔

آیت (۶): وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ (سورہ زخرف رکوع ۷ پارہ ۲۵) اور جس کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

ان آیتوں میں بتوں اور کافروں کی شفاعت کی نفی ہے۔ اور مشرکین کے زعم باطل کا ابطال ساتھ ہی مقبول و ماذون بندوں کا استثناء اور ان کی شفاعت کا اثبات ہے باوجود اس کے اولیاء و انبیاء کی شفاعت کا منکر ہو جانا اور یہ کہہ دینا کہ کوئی کسی کا وکیل و سفارشی نہیں جو انبیاء و اولیا کے ساتھ یہ اعتقاد رکھے وہ مشرک، کیسی بے دینی فریب دہی اور قرآن پاک کی مخالفت ہے۔ تقویت الایمان والے نے قرآن پاک کی آیتیں لکھ لکھ کر قرآن کی مخالفت کی ہے اور عوام کو مغالطہ دیا ہے تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ یہ مضمون قرآن ہی کا ہے۔ باوجودیکہ قرآن میں جابجا اس کے خلاف ارشاد ہے۔ اب چند آیتیں اور پیش کروں جس سے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو کیا رتبہ دیا ہے اور کیسی شفاعت عطا فرمائی ہے۔

آیت (۷): وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم

جاؤكَ فاستغفروا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ (سورہ نساء رکوع ۹ پارہ ۵) اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ باذن اللہ اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

آیت (۸): وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ (سورہ انفال رکوع ۴ پارہ ۹) اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

آیت (۹): وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

تفسیر مدارک میں ہے: وَقِیْلَ هُوَ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ فِی الدَّارَیْنِ وَ لِلْكَافِرِیْنَ فِی الدُّنْیَا بِتَاخِیْرِ الْعُقُوْبَةِ فِیْهَا۔ یعنی کہا گیا کہ آپ مومنین کے لئے دنیا و آخرت میں رحمت ہیں اور کافروں کے لئے دنیا میں کہ آپ ہی کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی۔

تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۳۸۶ میں ہے: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَامٌّ فِیْ حَقِّ مَنْ اٰمَنَ وَمَنْ لَمْ یُؤْمِنْ فَمَنْ آمَنَ فَهُوَ رَحْمَةٌ لَهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ لَمْ یُؤْمِنْ فَهُوَ رَحْمَةٌ لَّهٗ فِی الدُّنْیَا بِتَاخِیْرِ الْعَذَابِ عَنْهُ وَرُفِعَ الْمَسْخُ وَ الْخَسْفُ وَالْاِسْتِئْصَالُ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ مومن و غیر مومن سب کے حق میں عام ہے کیونکہ ایماندار کے لئے تو آپ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور کافر کے لئے دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت وہ استحصال اور خسف مسخ سے امن میں رہے اور عذاب میں تاخیر فرمائی گئی۔

تفسیر روح البیان جلد ۲ صفحہ ۶۶۸ میں ہے: قال الکاشفی در کشف الاسرار آوردہ کہ از رحمت وے بود کہ امت را در ہیچ مقام فراموش نکرد اگر در مکہ معظمہ بود اگر در مدینہ زاہرہ اگر در مسجد مکرم بود و اگر در حجرۂ طاہرہ ہمچنیں در دروۂ عرش اعلیٰ و مقام قاب قوسین او ادنیٰ یاد فرمود کہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین فرد اور مقام محمود بساط شفاعت گسترده گوید امتی امتی۔

عاصیان پر گنہ در دامن آخر زمان دست در دامان تو دارند و جاں در آستیں
نا امید از حضرت بانصرت نتواں شدن چوں توئی در ہر دو عالم رحمۃ للعالمین

قَالَ بَعْضُ الْكِبَارِ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً مُطْلَقَةً تَامَّةً كَامِلَةً عَامَّةً شَامِلَةً جَامِعَةً مُحِيْطَةً بِجَمِيْعِ الْمُقَيَّدَاتِ مِنَ الرَّحْمَةِ الْغَيْبِيَّةِ وَالشَّهَادَةِ الْعِلْمِيَّةِ وَالْعَيْنِيَّةِ وَالْوُجُوْدِيَّةِ وَالشُّهُوْدِيَّةِ وَالسَّابِقَةِ وَاللَّاحِقَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ لِلْعٰلَمِيْنَ جَمْعُ عَوَالِمَ ذُوالْعُقُوْلِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ عَالِمِ الْاَرْوَاحِ وَالْاَجْسَامِ وَمَنْ كَانَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ لَزِمَ اَنْ يَّكُوْنَ اَفْضَلَ مِنْ كُلِّ الْعَالَمِيْنَ۔ یعنی کاشفی نے کہا کہ کشف الاسرار میں نقل کیا ہے کہ آپ کی شان رحمت یہ ہے کہ امت کو کسی مقام میں فرمواش نہ فرمایا نہ مکہ مکرمہ میں نہ مدینہ زاہرہ میں نہ مسجد مکرم میں نہ حجرۂ طاہرہ میں ایسے ہی عرش اعلیٰ کی بلندی اور مقام قاب قوسین میں اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ۔ عرض کر کے یاد فرمایا کل مقام محمود میں بساط شفاعت مبسوط فرما کر اُمتی اُمتی فرمائیں گے۔

عاصیوں کو ہے سہارا آپ ہی کی ذات سے آپ ہیں دونوں جہاں میں رحمۃ للعالمین

بعض اکابر نے اس آیت کے معنی میں فرمایا مَا اَرْسَلْنٰكَ یعنی ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت مطلقہ تامہ کاملہ عامہ شاملہ جامعہ رحمت غیبیہ و شہادت علمیہ و عینیہ و وجودیہ شہود یہ سابقہ ولاحقہ وغیرہ تمام مقیدات کو محیط ہے۔ پھر ایسی رحمت کس کے لئے للعالمین تمام عالموں کل جہانوں کے لئے عالم ذی العقول کے لئے بھی غیر ذوی العقول کے لئے بھی عالم ارواح کے لئے بھی عالم اجسام کے لئے بھی اور جو تمام عوالم کے لئے رحمت ہو لازم ہے کہ وہ کل عالمین سے افضل ہو۔ اور اسی میں ہے: وَفِیْ[1] التَّاوِیْلَاتِ النَّجْمِیَّةِ فِیْ

[1] تاویلات نجمیہ میں ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں سورہ مریم میں ورحمة منا فرمایا اور ہمارے حضور کی شان میں ما ارسلناک الا رحمه للعالمین ارشاد ہوا ان دونوں میں فرق عظیم ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں رحمت کو مقید کیا گیا من کے ساتھ اور من تبعیض کے لئے

سُوْرَةِ مَرْيَمَ بَيْنَ قَوْلِهٖ وَرَحْمَةً مِّنَّا فِیْ حَقِّ عِيْسٰى وَ بَيْنَ قَوْلِهٖ فِیْ حَقِّ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ فَرْقٌ عَظِيْمٌ وَهُوَ اَنَّهٗ فِیْ حَقِّ عِيْسٰى ذَكَرَ الرَّحْمَةَ مُقَيَّدَةً بِحَرْفِ مِنْ لِلتَّبْعِيْضِ فَلِهٰذَا كَانَ رَحْمَةً لِّمَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَ مَاجَاءَ بِهٖ اِلٰى اَنْ بَعَثَ نَبِيَّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ انْقَطَعَتِ الرَّحْمَةُ مِنْ اُمَّتِهٖ بِنَسْخِ دِيْنِهٖ وَفِیْ حَقِّ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَكَرَ الرَّحْمَةَ لِلْعَالَمِيْنَ مُطْلَقًا فَلِهٰذَا لَا تَنْقَطِعُ الرَّحْمَةُ عَنِ الْعَالَمِيْنَ اَبَدًا اَمَّا فِی الدُّنْيَا فَبِاَنْ لَّا يُنْسَخُ دِيْنُهٗ وَاَمَّا فِی الْاٰخِرَةِ فَبِاَنْ يَّكُوْنَ الْخَلْقُ مُحْتَاجِيْنَ اِلٰى شَفَاعَتِهٖ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَافْهَمْ جِدًّا قَالَ فِی عَرَائِسِ الْبَقْلِیِّ اَيُّهَا الْفَهِيْمُ اِنَّ اللّٰهَ اَخْبَرَنَا اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَّلُ مَاخَلَقَهٗ ثُمَّ خَلَقَ جَمِيْعَ الْخَلَائِقِ مِنَ الْعَرْشِ اِلَى الثَّرٰى مِنْ بَعْدِ نُوْرِهٖ فَاِرْسَالُهٗ اِلَى الْوُجُوْدِ وَالشُّهُوْدِ رَحْمَةٌ لِّكُلِّ مَوْجُوْدٍ اِذِ الْجَمِيْعُ صَدَرَ مِنْهُ فَكَوْنُهٗ كَوْنُ الْخَلْقِ كُوْنُهٗ سَبَبُ وُجُوْدِ الْخَلْقِ وَسَبَبُ رَحْمَةِ اللّٰهِ عَلٰى جَمِيْعِ الْخَلَائِقِ فَهُوَ رَحْمَةٌ كَافِيَةٌ۔ اب معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مومن کے لئے بھی رحمت کافر کے لئے بھی عالم اجسام کے لئے بھی عالم ارواح کے لئے بھی اور سب آپ کی شفاعت کے محتاج ہیں حتی کہ حضرت ابراہیم خلیل بھی اور آپ کا وجود

(بقیہ حاشیہ ص) ہوتا ہے اسی لئے حضرت عیسی علیہ السلام اپنی امت کے مومنین و متبعین کے لئے اس وقت رحمت ہیں جب تک ہمارے حضور ﷺ کی بعثت ہوئی پھر آپ کا دین منسوخ ہو گیا اور اس امت سے وہ رحمت منقطع ہو گئی اور ہمارے حضور کو تمام عالمین کے لئے مطلقاً رحمت فرمایا اسی لئے رحمت عالمین سے کبھی منقطع نہ ہوگی دنیا میں تو اس طرح کہ آپ کا دین منسوخ نہ ہو گا اور آخرت میں اس طرح کہ خلق آپ کی شفاعت کی محتاج ہو گی حتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرائس بقلی میں کہا ہے کہ اے دانا اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے حضور ﷺ کا نور پیدا کیا پھر عرش سے ثری تک تمام مخلوقات کو آپ کے نور کی جھلک سے بنایا تو وجود شہودگی کی طرف آپ کا ارسال ہر موجود کے لئے رحمت ہے کیونکہ سب کا مصدر آپ کی ذات ہے تو آپ کی ہستی ہی خلق کی ہستی ہے اور آپ کا وجود خلق کے لئے وجود کا سبب اور تمام خلق پر رحمت الٰہی کا سبب تو آپ رحمت کاملہ ہیں۔

ہر موجود اور تمام مخلوق کے لئے رحمت مطلق عامہ تامہ کاملہ شاملہ کافیہ ہے اور بفضل اللہ اس رحمت کو انقطاع نہیں ابد تک برسر فیض رہے گی۔ مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ند مہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمہجوراں چرا فارغ نشینی
زخاک اے اللہ سیراب برخیز چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
اگرچہ غرق دریائے گناہم فتادہ خشک لب برخاک راہم
تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے کنی درحال لب خشکاں نگاہے

آیت (۱۰) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۵ (سورہ توبہ رکوع آخر پارہ ۱۱) بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

اس آیت مبارکہ میں بیان ہے کہ حضور پر ہم غلاموں کی تکلیف شاق و گراں ہے وہ ہماری بہبود چاہتے ہیں مسلمانوں پر رؤف و رحیم ہیں وہابیہ کے نزدیک یہ خالی لفظ ہیں یا ان کے کچھ معنی بھی جب تقویت الایمان والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی کسی کی حمایت نہیں کرسکتا۔ وکیل سفارشی نہیں ہو سکتا تو وہ ان آیات پر کس طرح ایمان رکھ سکتے ہیں جن میں حضور کو رؤف و رحیم بتایا جا رہا ہے۔ تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۳۰۸ میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ رَءُوْفٌ بِالْمُطِيْعِيْنَ رَحِيْمٌ بِالْمُذْنِبِيْنَ کہ حضور فرمانبرداروں کے حق میں روف اور گنہگاروں کے لئے رحیم ہیں۔ اب پوچھو وہابیہ سے کہ وکیل و سفارشی تک نہ ماننے کا ناپاک عقیدہ قرآن پاک کی مخالفت ہے یا نہیں۔

آیت (۱۱) عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا یعنی قریب ہے کہ آپ کو آپ کا رب مقام محمود میں قائم فرمائے۔ تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۹۲ میں مقام محمود کی تفسیر میں

فرمایا: وَالْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ هُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ لِاَنَّهٗ يَحْمَدُهٗ فِيْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔ (کذا فی المدارک وغیرہا من التفاسیر) یعنی مقام محمود مقام شفاعت ہے کیونکہ وہاں اگلے پچھلے سب آپ کی حمد کریں گے اور آپ کے ثناگر ہوں گے۔

آیت (۱۲) وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ (پارہ عم سورہ والضحیٰ) آپ کا رب آپ پر ایسی عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

تفسیر مدارک جلد ۴ صفحہ ۴۲۲ میں ہے: وَلَسَوْفَ[1] يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الثَّوَابِ وَمَقَامِ الشَّفَاعَةِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ فَتَرْضٰى وَلَمَّا نَزَلَتْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذًا لَّا اَرْضٰى قَطُّ وَوَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِىْ فِى النَّارِ۔

تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۴۲۶ میں فرمایا: قَالَ[1] ابْنُ عَبَّاسٍ هِىَ الشَّفَاعَةُ فِىْ اُمَّتِهٖ حَتّٰى يَرْضٰى۔

وَفِيْهِ اَيْضًا[2] وَاَعْطَاهُ فِى الْاٰخِرَةِ الشَّفَاعَةَ الْعَامَّةَ وَالْخَاصَّةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا اَعْطَاهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اللہ اکبر شان محبوبیت ہے۔ قرآن پاک میں کس شکوہ کے ساتھ حضور کی شفاعت کا اثبات فرمایا ہے۔ کریم بندہ نواز نے اپنے حبیب سے کیسے کیسے وعدے فرمائے ہیں اپنی شان کرم سے انہیں راضی کرنے کے ذمہ لیا ہے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام نے شان ناز سے فرمایا کہ جب یہ کرم ہے تو ہم اپنا ایک امتی بھی دوزخ میں نہ چھوڑیں گے۔ وہابی اپنا سر پھوڑیں منہ پر خاک ڈالیں کہ جس حبیب کی

---

[1] یعنی یقیناً آپ کو آپ کا رب آخرت میں ثواب اور مقام شفاعت اور اس کے سوا دیگر نعمتیں اس کثرت سے عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی حضور ﷺ نے فرمایا اب تو میں ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے۔
حضرت ابن عباس نے فرمایا اس عطا سے امت کے حق میں آپ کی شفاعت مراد ہے اس حد تک کہ آپ راضی ہو جائیں۔

[2] یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو آخرت میں شفاعت عامہ و خاصہ اور مقام محمود اور اس کے سوا بے شمار دنیوی و اخروی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔

شفاعت سے چڑتے ہیں قرآن پاک بکثرت آیات میں ان کی شفاعت کا اثبات فرماتا ہے پروردگار عالم اپنے کرم سے انہیں راضی کرنے کا وعدہ دیتا ہے۔

اب کہو اے بے دینو تمہارے یہ قول کہ (انبیا کے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا) (کوئی کسی کی حمایت نہیں کرسکتا) (میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں اللہ سے ورنے اپنا بچاؤ نہیں جانتا سو دوسرے کو کیا (بچاسکوں گا) اور پھر یہ افتراء کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا (نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ) اور یہ کہ (اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے) اور ایسے ہی اور بے ہودہ اقوال جو تقویت الایمان میں لکھے ہیں اور جن پر وہابی ایمان رکھتے ہیں قرآن پاک نے سب جہنم رسید کر دیئے اور آیات الہیہ سے معلوم ہو گیا کہ یہ دشمن دین انبیاء علیہم السلام کی عداوت میں قرآن پاک کے خلاف زہر اگل رہا ہے وہابیو خدا کا خوف کرو قرآن پاک پر ایمان لاؤ۔ کب تک قرآن و حدیث سے منہ موڑ کر تقویت الایمان پر مرتے رہو گے۔ بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ شفاعت خوب واضح ہو گیا اور تقویت الایمان کی مکاریوں کا پردہ چاک چاک ہو گیا۔ اب مسلمانوں کی مزید تازگی ایمان کے لئے چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

احادیث متعلق شفاعت۔ آیت (۱) بخاری شریف مطبوع مجتبائی جلد ۲ صفحہ ۱۱۰۱ پارہ ۳۰ باب (قول اللہ لما خلقت بیدی) میں ایک طویل حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روز قیامت مومنین جمع کئے جائیں گے۔ پس کہیں گے کاش ہم اپنے رب کے حضور کوئی شفاعت کرنے والا تلاش کرتے کہ ہمیں ہمارے اس مکان سے راحت دیتا تب حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے اے آدم کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے اسماء کا علم دیا آپ ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمیں ہمارے اس مکان سے راحت دے۔ (یعنی موقف کے اہوال اور آفتاب کی تیز گرمی اور غم و کرب سے جن کی برداشت نہیں ہے) حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے یہ میرا کام نہیں ہے کہ (پہلے

شفاعت کے لئے میں لب کشائی کروں) اور اپنی لغزش کو یاد کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کہ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف بھیجا۔ یعنی انبیاء اولو العزم میں سے پہلے رسول ہیں یا انبیاء مابعد میں سے پہلے یا ان انبیاء میں سب سے پہلے جو روئے زمین کے کفار کی طرف مبعوث فرمائے گئے) پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ میرا یہ کام اور یہ مقام نہیں (کہ فتح باب شفاعت کروں) اور حضرت نوح علیہ السلام اپنی لغزش کو یاد کریں گے (کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی بیٹے کی نجات کی درخواست کی تھی) اور حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کہ وہ حضرت رحمن کے خلیل ہیں۔ تب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے وہ بھی فرمائیں گے کہ میرا یہ رتبہ نہیں (کہ ابتداء شفاعت کرو) اور اپنی لغزشیں یاد فرمائیں گے اور فرمائیں گے تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو وہ بندۂ خاص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں توریت عطا فرمائی شرف کلام سے مشرف کیا لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو وہ اللہ تعالیٰ کے بندۂ خاص اور اس کے رسول اور کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں تب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ یہ میرا نصیب نہیں لیکن تم حضرت سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو جو اللہ تعالیٰ کے بندہ خاص ہیں اور اس نے آپ کے لئے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت فرمادی (یہ آپ کی عصمت کا بیان ہے کہ ذات مقدس کو گناہوں کے لوث سے پاک رکھا اور تکریم ہے کہ آپ کے لئے اس بارگاہ میں عام معافی ہے اول و آخر کسی حال میں گرفت نہیں اس جملہ کے معافی میں محدثین نے بہت کچھ بیان کیا ہے کما ذکرہ الشیخ الدہلوی قدس سرہ) حضور فرماتے ہیں اب لوگ میرے پاس آئیں گے اور میں اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر اذن چاہوں گا اور مجھے حضور کی اجازت ملے گی۔ جب میں اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گا۔ سجدہ

میں گر جاؤں گا اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اسی حال میں رہوں گا۔ پھر فرمائے گا: اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَه وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ سر اٹھایئے اے محمد (ﷺ) اور بات کہئے سنی جائے گی اور سوال کیجئے جو آپ مانگیں گے وہ آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ حضور فرماتے ہیں۔ پھر میں اپنے رب کی ان محامد کے ساتھ حمد کروں گا جو اس نے مجھے تعلیم فرمائے پھر میں شفاعت کروں گا اور میرے لئے حد مقرر کی جائے گی۔ پس میں ان لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں رجوع کروں گا اور جب مجھے میرے رب کا دیدار ہوگا سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اور جب تک وہ چاہے گا سجدہ میں رہوں گا۔ پھر کہا جائے گا اے محمد سر اٹھایئے جو فرمانا ہو فرمایئے سنا جائے گا۔ جو مانگنا ہو مانگئے دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کی ان محامد کے ساتھ حمد کروں گا جو میرے رب نے مجھے تعلیم فرمائی۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ میرے لئے ایک حد مقرر فرمائی جائے گی۔ پس میں ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر رجوع فرماؤں گا۔ پھر جب مجھے اپنے رب کا دیدار ہوگا سجدہ میں گر جاؤں گا اور جب تک اللہ چاہے گا سجدہ میں رہوں گا پھر فرمایا جائے گا اے محمد سر اٹھایئے جو کہنا ہو کہئے سنا جائے گا۔ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ مانگئے جو آپ مانگیں گے دیا جائے گا پھر میں اپنے رب کی ان محامد کے ساتھ حمد کروں گا جو اس نے مجھے تعلیم فرمائی پھر میں شفاعت کروں گا۔ پھر میرے لئے حد مقرر کی جائے گی پھر میں لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر اپنے رب کی طرف رجوع کر کے عرض کروں گا یا رب دوزخ میں سوائے ان کفار کے کوئی باقی نہ رہا جو بحکم قرآن جہنمی ہیں اور جن کا خلود اور ہمیشہ میں رہنا واجب ہے۔ حضور نے فرمایا جس نے لا الٰہ الاّ اللّٰہ کہا اور اس کے دل میں جو بھر بھی نیکی ہے وہ جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ پھر وہ بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا جس نے لا الٰہ الاّ اللّٰہ کہا ہو اور اس کے دل میں دانہ گندم کی برابر بھلائی ہو پھر وہ بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ جس نے لاَ اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ کی برابر بھلائی ہو یعنی ایمان۔

بخاری شریف اور باقی صحاح اور تمام کتب احادیث میں اس مضمون کی بکثرت حدیثیں

جابجا وارد ہیں۔

ان احادیث سے چند فائدے ظاہر طور پر معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا فائدہ اکثر احادیث میں شافع جستجو کرنے والوں کا ذکر مُؤْمِنُوْنَ کے الفاظ میں فرمایا۔ چنانچہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں: یَجْمَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کَذٰلِكَ فَیَقُوْلُوْنَ لَو اسْتَشْفَعْنَا اِلٰی رَبِّنَا اور بخاری شریف کی دوسری حدیث میں جو صفحہ ۱۱۰۸ میں ہے یہ الفاظ ہیں: یَحْبِسُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یَهِمُّوْا بِذٰلِكَ فَیَقُوْلُوْنَ لَو اسْتَشْفَعْنَا اِلٰی رَبِّنَا ایسے ہی اور بکثرت میں یہی ہے کہ ایماندار شافع کی جستجو میں پھریں گے اگرچہ بعض احادیث میں الناس بھی وارد ہے جیسے بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۱۸ پارہ ۳۰ کی حدیث اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِیْ بَعْضٍ الخ یا بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۲۷ صفحہ ۹۷۱ کی حدیث یَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الخ میں لیکن ظاہر یہ ہے کہ الناس سے بھی مومنین مراد ہیں کیونکہ تفصیل و تصریح اجمال و ابہام کا بیان ہوتی ہے۔ فتح الباری شرح بخاری مطبوع مطبع انصاری دہلی پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۶ میں ہے۔ بانّ[1] هٰذَا الَّذِیْ وُصِفَ مِنْ کَلَامِ اَهْلِ الْمَوْقِفِ کُلُّه یَقَعُ عِنْدَ نَصْبِ الصِّرَاطِ بَعْدَ تَسَاقُطِ الْکُفَّارِ فِی النَّارِ جب اہل موقف کا کلام کفار کے جہنم میں پہنچنے کے بعد ہے تو وہ ضرور ایمانداروں ہی کا کلام ہے۔ اس سے بڑھ کر تصریح اسی فتح الباری کے صفحہ ۱۹۴ میں ہے: لٰکِنَّ الَّذِیْ یَطْلُبُ الشَّفَاعَةَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کہ طالب شفاعت مومن ہی ہوں گے۔

اب یہ نتیجہ صاف نکل آتا ہے کہ طلبگار شفاعت نہ ہونا کفار کی شان ہے۔ وہابی منکر شفاعت بتائیں کہ وہ اپنے آپ کو کس گروہ میں داخل کریں گے۔ تقویت الایمان والے نے شفاعت کا صاف انکار کر دیا ہے اور معاذ اللہ حضور کی نسبت لکھ دیا ہے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں دوسرے کو کیا بچاسکوں (تقویت الایمان صفحہ ۳۳) اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا (تقویت الایمان ص ۴۲) اب بتاؤ شفاعت کا ایسا انکار کرنے والے مومنین میں کس

[1] یعنی اہل موقف کی یہ تمام گفتگو کفار کے جہنم میں گر چکنے کے بعد صراط کے نصب کے وقت واقع ہوئی۔

طرح شمار ہوں گے یہ لوگ شفاعت سے تو محروم ہیں۔

حدیث: اخرج [1] سعید بن منصور بسند صحیح عن انس قال من کذب بالشفاعۃ فلا نصیب لہ فیھا۔ (فتح الباری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۰) جب وہابی مکذب و منکر شفاعت ہوں تو اس حدیث کے حکم سے شفاعت سے محروم ہوئے تو طلبگار شفاعت کیسے ہوں گے اور طلبگار شفاعت نہ ہوئے تو مومنین میں ان کا شمار کیسے ہوگا کیونکہ مومن تو سارے ہی طلبگار شفاعت ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی ان کو خبر دیدی ہے۔

حدیث: اخرج [2] البیھقی فی البعث من طریق یوسف بن مھران عن ابن عباس خطب عمر فقال انہ سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یکذبون بالرجم ویکذبون بالدجال ویکذبون بعذاب القبر ویکذبون بالشفاعۃ ویکذبون بقوم یخرجون من النار۔

دوسرا فائدہ: بخاری شریف کی حدیث مذکور سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مومنین کا ایک ایک فرد روز قیامت طلب گار شفاعت ہوگا حتی کہ پچھلی امتوں کے تمام ایماندار بھی طالب شفاعت ہوں گے۔ بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۹ صفحہ ۶۸۶ میں ہے۔

حدیث: عن ادم بن علی قال سمعت ابن عمر یقول ان الناس یصیرون یوم القیمۃ حتی کل امۃ تتبع نبیھا یقولون یافلان اشفع حتی تنتھی الشفاعۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان احادیث سے ثابت ہوا اولین و آخرین میں سے کوئی مومن ایسا نہ ہوگا جو طلبگار شفاعت نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ شفاعت کا مسئلہ اتنا زبردست مسئلہ ہے جس پر تمام عالم کے مومنین زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام ایماندار کا اجماع ہے ایک کو بھی تردد و انکار نہیں کسی کو بھی شک و شبہ نہیں اس کیساتھ

---

[1] یعنی جس شخص نے شفاعت کی تکذیب کی اور اس کو بھلایا شفاعت میں اس کا حصہ نہیں۔

[2] یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا قریب ہے کہ اس امت میں ایسی قوم ہوگی جو رجم کی تکذیب کرے اور جو فتنہ دجال کی تکذیب کرے اور عذاب قبر کی تکذیب کرے اور جو شفاعت کو بھلا دے اور جو اس کی تکذیب کرے جو دوزخ سے نکالی جائے گی۔

ساتھ محشر میں انبیاء علیہم السلام کی تصدیقیں ہیں۔ جس نبی کے پاس لوگ جاتے ہیں وہ تقویت الایمان کا مسئلہ نہیں بتاتے کہ شفاعت کیسی اللہ کی جناب میں کسی کو وکیل اور سفارشی سمجھنا وہابی دین میں اصل شرک ہے۔ کیا کلمہ منہ سے نکالتے ہو دنیا میں شرک کرتے کرتے یہاں محشر میں بھی معاذ اللہ شرک ہی کرنے آئے بلکہ علی رغم انف وہابیہ فتح باب شفاعت سے اپنا عذر بیان کرکے دوسرے نبی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور ان کے فضائل ذکر کرکے اس بات کو صاف کر دیتے ہیں کہ آج وہی شفاعت کے لئے سب سے پہلے لب کشائی کریں گے۔ جنہیں بارگاہ حق میں قرب و وجاہت حاصل ہو یعنی شفاعت بالو جاہت حق ہے وہی کام آئے گی جس کا تقویت الایمان میں انکار کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی وجاہت ان الفاظ میں بیان فرمائیں گے۔ انہ اول رسول بعثہ اللہ الی اھل الارض اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسی علیہ السلام کی وجاہت ان لفظوں میں بیان فرمائیں گے۔ عبدا اتاہ التوراۃ وکلمہ تکلیما اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ السلام کی وجاہت ان لفظوں میں عبداللہ ورسولہ وکلمتہ وروحہ یہ تمام انبیاء ایک دوسرے کی وجاہت بیان فرما کر بتا رہے ہیں کہ ذریعہ شفاعت بارگاہ حق میں وجاہت ہے یہ تو شفاعت بالو جاہت ہوئی اور حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں فرماتے ہیں خلیل الرحمن (رحمن کے دوست) یہ شفاعت بالمحبۃ ہوئی اس کا بھی تقویت الایمان میں انکار کیا مگر بخاری شریف اور صحابہ کی حدیثیں اس کو ثابت کرتی ہیں یہاں جتنے الفاظ ہم نے شان انبیاء میں نقل کئے یہ سب بخاری شریف کی حدیث کے ہیں جو احادیث شفاعت کے سلسلہ میں سب سے پہلے لکھ چکے ہیں۔ پھر یہ تمام مومنین اولین و آخرین بالہام الہی طالب شفاعت

---

[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ لوگ روز قیامت جماعت جماعت ہو جائیں گے ہر امت اپنے نبی کی پیرو ہو کر عرض کرے گی یا حضرت شفاعت فرمایئے یا حضرت شفاعت فرمایئے (پھر ان کی رہنمائی سے سلسلہ وار تمام انبیاء کے پاس ہوتی ہوئی بالآخر حضور ﷺ تک منتہی ہوگی۔

ہوں گے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے فَیَلْهَمُوْنَ اور طالب شفاعت وہی لوگ ہوں گے جو دنیا میں اپنی حاجات میں انبیاء علیہم السلام سے توسل کیا کرتے تھے وہ جانی گے کہ یہاں بھی حاجت براری انہیں کے ذریعہ سے ہوگی فتح الباری شرح بخاری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۹ میں ہے: وَفِیْهِ [1] اَنَّ النَّاسَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَسْتَصْحِبُوْنَ حَالَهُمْ فِی الدُّنْیَا مِنَ التَّوَسُّلِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ حَوَائِجِهِمْ بِاَنْبِیَائِهِمْ وَالْبَاعِثُ عَلٰی ذٰلِكَ الْاِلْهَامُ كَمَا تَقَدَّمَ فِیْ صَدْرِ الْحَدِیْثِ۔ تو جو لوگ دنیا میں انبیاء سے توسل کے قائل نہ تھے اور شفاعت کے بھی منکر تھے وہ طالب شفاعت کس طرح ہونگے اور طالب شفاعت نہ ہوئے تو مومنین میں کس طرح داخل ہونگے کہ حدیث سے تو ثابت ہے کہ ہر ایک مومن طلبگار شفاعت ہوگا تقویت الایمان میں شفاعت کے ایسے زبردست مسئلہ کا انکار کیا ہے جس پر تمام امتوں کے کل ایمانداروں کا اجماع ہے انبیاء مرسلین کی تصدیق کی مہریں ثبت ہیں۔ وہابیو! خدا کا خوف کرو ابھی وقت ہے توبہ کرو اور گمراہی سے باز آؤ۔

تیسرا فائدہ: سب انبیاء کے پاس ہو کر لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور درخواست شفاعت کریں گے۔ تقویت الایمان والا تو یہ افتراء کرتا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ وہاں کسی کی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا (تقویت الایمان ص ۴۲) لیکن حضور سید الانبیاء ﷺ محشر میں یہ نہیں فرماتے کہ میں تو کسی کی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا تم سارے جہان کے مسلمان اور تمام امتوں کے مومن جمع ہو کر آئے ہو بلکہ حضور ﷺ ان کی شفاعت کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

حدیث (۹) فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا (بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۳۰ صفحہ ۱۸) شفاعت کے لئے میں ہوں۔

---

[1] یعنی اس حدیث میں یہ بھی (افادہ ہے) کہ روز قیامت اسی حال پر ہوں گے جو دنیا میں تھا کہ اپنی حاجات میں انبیاء سے توسل کیا کرتے تھے اور طلب شفاعت کا باعث الہام ہوگا۔ جس کا ذکر صدر حدیث کی شرح میں گزرا۔

سبحان اللہ امیدواروں کی تسلی فرمادی کہ شفاعت ہمارا منصب ہے اور آج تمہاری حاجت روائی ہمارا کام ہے۔ ہم اس کے لئے موجود [1] ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ حضور فرط کرم سے اپنی امت کا انتظار فرمائیں گے اور تمام انبیاء آپ سے امتوں کی شفاعت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوں گے۔

حدیث (۱۰) رِوَایَةُ [2] نَضْرِبْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْهِ حَدَّثَنِیْ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّی لَقَائِمٌ اَنْتَظِرُ اُمَّتِیْ تَعْبُرُ الصِّرَاطَ اِذْ جَاءَ عِیْسٰی فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ هٰذِهِ الْاَنْبِیَاءُ قَدْ جَاءَ تْكَ یَسْاَلُوْنَ لِتَدْعُوْا اللّٰهَ اَنْ یُفَرِّقَ جَمِیْعَ الْاُمَمِ اِلٰی حَیْثُ یَشَاءُ لِغَمِّ مَاهُمْ فِیْهِ۔ (فتح الباری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۶) امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث نے افادہ کیا اَنَّ الْاَنْبِیَآءَ جَمِیْعًا یَسْاَلُوْنَهٗ فِیْ ذٰلِكَ۔ (فتح الباری) تمام انبیاء جمع ہو کر حضور سے درخواست شفاعت کریں گے۔

چوتھا فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سب سے پہلے دروازہ شفاعت حضور کے لئے کھلے گا۔ حضور سے قبل کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی۔ ثابت کی روایت میں ہے۔

حدیث (۱۱) خَاتِمُ [1] النَّبِیِّیْنَ قَدْ حَضَرَ الْیَوْمَ اَرَاَیْتُمْ لَوْ كَانَ مَتَاعٌ فِیْ وِعَاءٍ قَدْ خُتِمَ

---

[1] محی الدین نووی شرح مسلم شریف جلد ثانی ص ۱۰۸ میں فرماتے ہیں وَاَمَّا مُبَادَرَةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِذٰلِكَ وَاِجَابَتُهٗ دَعْوَتَهُمْ فَلِتَحَقُّقِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ هٰذِهِ الْكَرَامَةَ وَالْمَقَامَ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً یعنی حضور ﷺ کا بے تامل آمادۂ شفاعت ہو جانا اور لوگوں کی درخواست قبول فرمانا بدیں سبب ہے کہ آپ یقین سے جانتے ہیں کہ عزت و منزلت آپ کے لئے مخصوص ہے ﷺ۔

[2] یعنی نبی ﷺ نے فرمایا میں منتظر کھڑا رہوں گا کہ میری امت صراط پر گزرے اس میں حضرت عیسی علیہ السلام حاضر ہو کر عرض کریں گے یہ تمام انبیاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالی سے دعا فرمائیے کہ تمام امتوں کو جہاں چاہے متفرق فرمادے تاکہ جس غم میں وہ ہیں اس سے نجات ملے۔

[1] یعنی آج خاتم النبین تشریف فرما ہیں کیا تم جانتے ہو کہ اگر کسی ظرف میں متاع ہو اور اس پر مہر لگی ہو تو مہر کے کھلنے سے پہلے اس متاع پر دسترس نہیں ہو سکتا۔

علیہ اکان یقدر علی مافی الوعاء حتی یفض الخاتم۔ (فتح الباری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۶)

پانچواں فائدہ: کرم الٰہی کی ناز برداری کی حبیب کا سر سجدہ نیاز میں ہے ان سے ارشاد فرماتا ہے اے محمد سر اٹھایئے فرمایئے آپ کی بات سنی جائے گی۔ مانگئے آپ جو مانگیں گے دیا جائے گا۔ آپ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ اندھوں سے کہو یہ ہے شفاعت بالاکرام شفاعت بالوجاہت شفاعت بالمحبۃ رب کریم حبیب کی رضا جوئی فرماتا ہے اور خود ارشاد کرتا ہے کہ جو آپ مانگیں گے دیا جائے گا جو شفاعت کریں گے قبول ہو گی۔ ساری تقویت الایمان پر پانی پھر گیا۔ اندھو دیکھو اللہ کے کرم سے اللہ کے ہاں اللہ کے حبیب کا یہ اختیار ہے کہ فرماتے ہیں۔

حدیث (۱۲) اَخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ۔ (بخاری شریف پارہ ۲۷ صفحہ ۹۷۱) میں ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردوں گا۔

چھٹا فائدہ: حضرت رب العزت عزوعلا تبارک و تعالیٰ کا کرم اور حضور سید انبیاء ﷺ کی شان محبوبیت اس حدیث سے ظاہر ہو رہی ہے کہ سرکار دولتمدار ﷺ نے دربار حق میں سجدہ کیا ہے۔

ابھی حرف شفاعت زبان اقدس پر نہیں آیا ابھی لفظ سوال عرض نہیں کیا۔ ابھی کوئی بات نہیں فرمائی کہ رحمت حق نے سبقت کی۔ آج کے سرافرازان عالم انبیاء و مرسلین کا مقدس گروہ لب کشائی کی جرات نہیں کرتا۔ محبوب ﷺ کی وجاہت و منزلت یہ ہے کہ آپ کو اپنے مقصد کے لئے جنبش لب کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے۔ سجدہ سے سر مبارک اٹھایئے بات فرمایئے سنی جائے گی جو مانگئے دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ کس درجہ حبیب کی دلداری و رضا جوئی ہے ادھر سے کرم ہے تو حبیب کی ہمت علیا کا بھی یہ حال ہے کہ جہنم میں ایک ایماندار کو بھی نہیں چھوڑتے سب کو نکال لاتے ہیں اور آخر میں حضرت رب العزت کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ یارب مابقی فی النار الا من حبسہ القرآن ووجب علیہ الخلود یارب جہنم میں کوئی ایماندار باقی نہ رہا صرف وہی کفار باقی رہ گئے جو بحکم قرآن جہنم ہی کے لئے ہیں اور

ان کا اس میں ہمیشہ رہنا ضروری ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے: کہ حبیب کی شان شفاعت یہ ہے کہ خود جہنم سے ایمانداروں کو نکال لیتے ہیں اور ایک ایماندار کو اس میں نہیں چھوڑتے۔ تقویت الایمان والے اندھے کو دکھاؤ کہ بخاری شریف سے تو بکرمہ تعالیٰ مصطفیٰ ﷺ کی ایسی شان اختیار معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی ایماندار کو جہنم میں نہ چھوڑیں گے چاہے کیسا ہی مجرم کتنا ہی عاصی سیہ کار گناہوں کا عادی ہو عمر بھر گناہوں میں گزاری ہو کبھی نیکی کی طرف مائل نہ ہوا ہر ایک گناہ کیا ہو تمام نامہ اعمال سیاہ ہو چکا ہو مگر دل میں ایمان رکھتا ہو تو حضور اس کو جہنم سے نکال لائیں گے۔ تقویت الایمان والے نے جو شفاعت بالاذن کے معنی اپنے دل سے گھڑے ہیں اور ان میں شفاعت کے انکار کے لئے یہ قیدیں لگائی ہیں۔ کہ مجرم ہمیشہ کا چور نہ ہو۔ چوری کو اس نے اپنا پیشہ نہ ٹھہرایا ہو۔ قصور پر شرمندہ ہو۔ کسی امیر وزیر کی پناہ نہ ڈھونڈتا ہو (یعنی شفاعت کا طالب نہ ہو) یہ تمام قیود اس حدیث نے باطل کر دیئے۔ تقویت الایمان والے کے نزدیک تو نہ ہمیشہ کے چور کی شفاعت ہو سکتی ہے۔ نہ اس کی جس نے چوری کا پیشہ بنا لیا ہو۔ نہ اس کی جس نے توبہ نہ کی ہو نہ اس کی جو امیدوار شفاعت ہو مگر حدیث شریف میں ہے کہ تمام مومن امیدوار شفاعت ہوں گے اور حضور ان کی شفاعت فرمائیں گے اور ایک ایک گنہگار کو جہنم سے نکال لائیں گے خواہ وہ عمر بھر گناہوں میں غرق رہا ہو مگر ایمان رکھتا ہو۔

ساتواں فائدہ: حدیث شریف میں یہ وارد ہوا کہ لوگ طلب شفاعت کے لئے انبیاء کے پاس جائیں گے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء دوسرے نبی کی طرف رہنمائی فرمائیں گے یہاں تک کہ یہ سوال ہوتا ہے کہ پہلے ہی حضرت آدم علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں کیوں نہ بھیجیں گے تاکہ جلد اپنا مقصد پالیں اس کی توجیہ نووی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۰۸ میں یہ لکھی ہے۔ یحتمل[1] انھم

---

[1] یعنی ایک توجیہ یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام اچھی طرح جانتے ہیں کہ صاحب شفاعت عظمیٰ باتعین

عَلِمُوْا اَنَّ صَاحِبُهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَيَّنًا وَتَكُوْنُ اِحَالَةُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَلَى الْاٰخَرِ عَلَى تَدْرِيْجِ الشَّفَاعَةِ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

آٹھواں فائدہ: اسی پر سوال بھی ہوتا ہے کہ طلب شفاعت تو لوگ بالہام الٰہی کریں گے جیسا کہ مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹ کی حدیثوں میں ہے۔ فَيُلْهَمُوْنَ لِذٰلِكَ تو الہام میں نہ بتا دیا جائے گا کہ حاجت روائی دربار محمدی سے ہو گی اس کی حکمت نووی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۰۸ میں یہ لکھی ہے: وَالْحِكْمَةُ[۲] فِيْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَلْهَمَهُمْ سُؤَالَ اٰدَمَ وَمَنْ بَعْدَهٗ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ فِي الْاِبْتِدَآءِ وَلَمْ يُلْهِمُوْا سُؤَالَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اِظْهَارُ فَضِيْلَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهُمْ لَوْ سَاَلُوْهُ اِبْتِدَاءً لَكَانَ يَحْتَمِلُ اَنْ غَيْرَهٗ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱ حضور سید انبیاء محمد مصطفیٰ ہیں ﷺ ہر ایک نبی کا دوسرے کی طرف حوالہ کرنا اس لئے ہے کہ یہ لوگ ایک کی شفاعت سے دوسرے کے پاس اور دوسرے کی شفاعت سے تیسرے کے پاس اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ حضور کی خدمت تک باریابی حاصل کریں اور حضور کی توجہ اور نظر کرم کے لئے حضور کی بارگاہ میں انبیاء کی شفاعتیں لائیں ایسا ہی بخاری شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو ہم دوسرے فائدہ میں ذکر کر آئے اور اسی طرح اس حدیث سے بھی جو ہم نے تیسرے فائدہ میں بحوالہ فتح الباری نقل کی۔

۲ اللہ تعالیٰ نے اہل محشر کو حضرت آدم اور ان کے بعد اور انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں طلب شفاعت کا الہام فرمایا اور ابتدا حضور سید عالم ﷺ کے حضور درخواست پیش کرنے کا الہام نہ فرمایا اس میں یہ حکمت ہے کہ حضور ﷺ کی فضیلت کا اظہار ہو کیونکہ اگر وہ پہلے ہی حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تو یہ احتمال رہتا کہ شاید دوسرا انبیاء سے بھی کام چل سکتا اور مراد حاصل ہو جاتی۔ لیکن جب دوسرے اصفیاء و مرسلین سے سوال کر چکے اور سب نے منع کر دیا پھر حضور کی خدمت میں درخواست کی اور حضور نے فورا قبول فرمائی اور ان کی مراد حاصل ہو گئی تو معلوم ہوا کہ حضور کو رفعت منزلت اور کمال قرب اور محبوبیت تامہ میں کسی کی شرکت نہیں۔ اس میں دلیل ہے کہ آپ تمام انبیاء و مرسلین اور کل آدمیوں اور فرشتوں اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں کہ شفاعت عظمیٰ پر اقدام کرنے کی آپ کے سوا کسی میں قدرت نہیں۔

مِنْ رُّسُلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَصْفِيَائِهٖ فَامْتَنَعُوْا ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَجَابَ وَحَصَّلَ غَرَضَهُمْ فَهُوَ النِّهَايَةُ فِيْ اِرْتِفَاعِ الْمَنْزِلَةِ وَكَمَالِ الْقُرْبِ وَعَظِيْمِ الْاِدْلَالِ وَالْاُنْسِ وَفِيْهِ تَفْضِيْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَمِيْعِ الْمَخْلُوْقِيْنَ مِنَ الرُّسُلِ وَالْاٰدَمِيِّيْنَ وَالْمَلَائِكَةِ فَاِنَّ هٰذِهِ الْاَمْرُ الْعَظِيْمُ وَهِيَ الشَّفَاعَةُ الْعُظْمٰى لَا يَقْدِرُ عَلَى الْاِقْدَامِ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

نواں فائدہ: جب لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر استدعائے شفاعت کریں گے۔ حضور فرماتے ہیں: فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ میں اجازت لینے اپنے رب کے حضور جاؤں گا سوال یہ ہوتا ہے کہاں سے کہاں جائیں گے اور اجازت کس بات کی چاہیں گے اور اجازت کے لئے جانے کی حکمت کیا ہے وہیں سے کیوں عرض نہ کریں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اس موقف سے شفاعت کے لئے جنت دارالسلام میں تشریف لے جائیں گے۔ اور اول دخول جنت کی اجازت چاہیں گے۔ فتح الباری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۶ میں ہے۔

حدیث (۱۲) فِيْ رِوَايَةِ هِشَامٍ فَاَنْطَلِقُ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ زَادَ هَمَّامٌ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ قَالَ اَيْ فِي الشَّفَاعَةِ وَتَعْقُبُ بِاَنَّ ظَاهِرَ مَاتَقَدَّمَ اَنَّ اِسْتِيْذَانَهُ الْاَوَّلَ وَالْاِذْنُ لَهٗ اِنَّمَا هُوَ فِيْ دُخُوْلِ الدَّارِ وَهِيَ الْجَنَّةُ اس کے بعد حضور سجدہ کا اذن چاہیں گے جیسا کہ فتح الباری کے اسی صفحہ میں ہے:

حدیث (۱۳) سلمان میں ہے: فَيَسْتَاْذِنُ فِي السُّجُوْدِ فَيُؤْذَنُ لَهٗ اور موقف سے دارالسلام میں جانے کی حکمت یہ ہے کہ دارالسلام مقام اکرام ہے اس لئے شافع کے لئے وہ مناسب ہے۔ فتح الباری کے اسی صفحہ میں ہے: قِيْلَ الْحِكْمَةُ فِيْ اِنْتِقَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَانِهٖ اِلٰى دَارِ السَّلَامِ اَنَّ اَرْضَ الْمَوْقِفِ لَمَّا كَانَتْ مَقَامَ عَرْضٍ وَحِسَابٍ كَانَتْ مَكَانَ مَخَافَةٍ وَاِشْفَاقٍ وَمَقَامُ الشَّافِعِ يُنَاسِبُ اَنْ يَكُوْنَ فِيْ مَكَانِ اِكْرَامٍ ایک سوال یہ بھی یہیں حل کیجئے کہ اس مقام میں حضور کی کیا شان ہوگی۔

حدیث (۱۴) ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے: ثُمَّ يَكْسُوْنِيْ رَبِّيْ حُلَّةً فَاَلْبَسُهَا فَاَقُوْمُ

عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ مَقَامًا لَا يَقُوْمُهُ اَحَدٌ يَغْبِطُنِيْ اِلَيْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ (فتح الباری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۰) میرا رب مجھے حلہ (لباس عزت) پہنائے گا میں پہن کر عرش کے داہنے کھڑا ہوں گا جہاں کوئی کھڑا نہ ہوگا۔ اس پر اولین و آخرین رشک کریں گے مجاہد سے مقام محمود کی تفسیر میں منقول ہے: يُجْلِسُهُ مَعَهُ عَلٰى عَرْشِهٖ (فتح الباری صفحہ ۱۹۰) آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔ عبداللہ بن سلام سے مروی ہے: قَالَ اِنَّ مُحَمَّدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى كُرْسِيِّ الرَّبِّ بَيْنَ يَدَيِ الرَّبِّ اخرجہ الطبری (فتح الباری صفحہ ۱۹۱) حضور ﷺ روز قیامت اپنے رب کے حضور اس کی کرسی پر تشریف فرما ہوں گے۔ جب حضور شفاعت کے لئے اٹھیں گے تو آپ کی مجلس مبارک سے ایک بے نظیر پاکیزہ خوشبو مہکے گی۔

حدیث (۱۵) فَاَقُوْمُ فَيُنَوِّرُ مِنْ مَجْلِسِيْ اَطْيَبُ رِيْحٍ مَاشَمَّهَا اَحَدٌ (فتح الباری پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۶) حضور کی وجاہت و محبوبیت۔

حدیث (۱۶) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَاَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَآءِ تَبَعًا۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۱۲)

حدیث (۱۷) اَنَا [۱] اَكْثَرُ الْاَنْبِيَآءِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔ (مسلم شریف ص ۱۱۲)

حدیث (۱۸) قَالَ [۲] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ لَا اَفْتَحُ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ (مسلم شریف جلد ص ۱۱۲)

---

۱ حضور نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں جو جنت میں شفاعت کروں گا اور میں بلحاظ متبعین کے انبیاء میں سب سے بڑھ کر ہوں۔

۱ میں انبیاء میں متبعین کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہوں اور پہلا شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے۔

۲ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ روز قیامت میں دروازہ جنت پر جاکر دروازہ کھلواؤں گا۔ خازن عرض کرے گا کہ آپ کون ہیں میں جواب دوں گا محمد وہ عرض کرے گا کہ آپ ہی کے لئے مجھے دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔

حدیث (۱۹) حضور سید عالم ﷺ نے آیہ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ اور آیہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ الایہ پڑھ کر دست مبارک اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ اور حضور آبدیدہ ہوئے۔ فَقَالَ اللّٰهُ يَا جِبْرِيْلُ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَاسْاَلْهُ مَا يُبْكِيْكَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ فَقَالَ اللّٰهُ يَا جِبْرِيْلُ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ (مسلم شریف جلد اول ص ۱۱۳) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرو کہ سبب گریہ کیا ہے؟ باوجودیکہ اللہ اعلم ہے۔ جبریل نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا حضور نے ان کو اس دعا کی خبر دی جو اپنی امت کے حق میں فرمائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً ہم آپ کو عنقریب آپ کی امت کے باب میں راضی کریں گے۔ اور غمگین نہ ہونے دیں گے (نووی) [۱] شرح مسلم ص ۱۱۳ ہے کہ اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ: نبی ﷺ کی اپنی امت پر کمال شفقت کا بیان ہے۔ اور اس کا کہ آپ ان

---

۱ عبارت نووی کی یہ ہے: هذا الحديث مشتمل على انواع من الفوائد منها بيان كمال شفقه النبى صلى الله عليه وسلم على امته واعتناء بمصالحهم واهتمامه بامرهم ومنها استحباب رفع اليدين فى الدعاء ومنها البشاره العظيمه لهذه الامه بما وعدها الله تعالى بقوله انا سنرضيك فى امتك ولانسوءك وهذا من ارجى الاحاديث بهذه الامه ومنها بيان عظم منزله النبى صلى الله عليه وسلم عندالله تعالى وعظيم لطفه سبحانه به صلى الله عليه وسلم والحكمه فى ارسال جبريل لسواله صلى الله عليه وسلم اظهار شرف النبى صلى الله عليه وسلم وانه بالمحل الاعلى فيرضى و يكرم بما يرضيه والله اعلم وهذا الحديث موافق لقول تعالى ولسوف يعطيك ربك فترضى واما قوله تعالى ولا نسوءك فقال صاحب التحرير هو تاكيد المعنى لان الارضاء قد يحصل فى حق البعض بالعفو عنهم ويدخل الباقى النار فقال تعالى نرضيك ولا ندخل عليك حزنا بل ننجى الجميع والله اعلم۔

کے مصالح و امور میں کمال توجہ و اہتمام فرماتے ہیں۔

دوسرا فائدہ: یہ کہ دعا میں ہاتھ کا اٹھانا مستحب ہے۔

تیسرا فائدہ: اس امت کے لئے بشارت عظیمہ ہے کہ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو راضی کرنے کا وعدہ فرمایا ہے یہ حدیث اس امت کے لئے بہت زیادہ امید دلانے والی ہے۔

چوتھا فائدہ: بارگاہ الٰہی میں حضور کے رتبہ عظیمہ یعنی وجاہت اور آپ پر اللہ تعالیٰ کے کمال لطف و کرم یعنی محبوبیت کا بیان ہے۔

حکمت حضور ﷺ سے سبب گریہ دریافت فرمانے کے لئے حضرت جبریل کو بھیجنے کی حکمت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے شرف کا اظہار فرمایا جائے اور ظاہر کر دیا جائے کہ آپ کا وہ بلند مرتبہ ہے کہ آپ کو راضی کیا جاتا ہے اور آپ پر وہ اکرام فرمایا جاتا ہے جس سے آپ راضی ہوں اور یہ حدیث آیہ ولسوف یعطیک ربک فترضی کے موافق ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم آپ کو رنجیدہ نہ ہونے دیں گے اس کی نسبت صاحب تحریر نے کہا کہ یہ معنی کی تاکید ہے کیونکہ راضی کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بعض کو معاف فرما دیا جائے باقی کو سزا دی جائے اس احتمال کو قطع فرما دیا کہ ہم آپ کو رنجیدہ نہ ہونے دیں گے یعنی سب کو نجات دیں گے۔

حدیث (۲۰) اِذَا [۱] کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَیْرَ فَخْرٍ (ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۰۱)

حدیث (۲۱) اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۱۱) میں روز قیامت آدمیوں کا سردار ہوں گا۔ امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

۱؎ یعنی حضور نے فرمایا کہ روز قیامت میں انبیاء کا امام اور خطیب اور ان کا صاحب شفاعت ہوں گا اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

اَلسَّیِّد [۱] الذی یَفُوْقُ قَوْمَهٗ وَالَّذِیْ یَفْزَعُ اِلَیْهِ فِی الشَّدَائِدِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَیِّدُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاِنَّمَا خَصَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لِاِرْتِفَاعِ السُّوْدُدِ فِیْهَا وَتَسْلِیْمِ جَمِیْعِهِمْ لَهٗ وَلِکَوْنِ اٰدَمَ وَجَمِیْعَ اَوْلَادِهٖ تَحْتَ لِوَائِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ حدیث (۲۲) قَالَ [۲] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یُّدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِیَ الْجَنَّةَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَةِ وَهِیَ لِمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا (ترمذی جلد ۲ ص ۶۷)

حدیث (۲۳) عن جابر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول شفاعتی لاهل الکبائر من امتی (ابن ماجہ مطبوعہ فاروقی ص ۳۲۹)

حضرت جابر سے مروی ہے میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری شفاعت میری امت کے کبیرہ کرنے والوں کے لئے ثابت ہے۔

حدیث (۲۴) اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ اَوْنَفْسِهٖ (رواہ البخاری مشکوۃ شریف ص ۴۸۹) حضور فرماتے ہیں میری شفاعت سے خوب بہرہ اندوز وہ ہے جس نے مخلوص لا الہ الا اللہ کہا۔

حدیث (۲۵) اُعْطِیْتُ [۱] الشَّفَاعَةَ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی

۱؎ سید وہ ہے جو اپنی قوم میں فائق ہو اور سختیوں اور مصیبتوں میں لوگ اس کی طرف دوڑیں اور نبی ﷺ سب آدمیوں کے سید ہیں دنیا میں بھی رحمت اور آخرت میں بھی یہاں روز قیامت کا ذکر خاص طور پر اس لئے ہوا کہ سیادت اس دن کمال بلندی پر ہو گی اور سب لوگ آپ کی سیادت تسلیم کر لیں گے اور اس لئے کہ حضرت آدم اور ان کی تمام اولاد آپ کے جھنڈے کے نیچے ہو گی۔

۲؎ حضور نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا پس مجھے اختیار دیا اس میں کہ میری نصف امت جنت میں داخل ہو اور اس میں کہ ان کی شفاعت کروں پس میں نے شفاعت کو اختیار فرمایا اور وہ شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہے جو اس حال میں مرے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو یعنی تمام ایمانداروں کے لئے چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں ھی لکل مسلم۔

النّاس عامّة متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲)

حدیث (۲۶) اَخرج الطّبرانی مِن حدیث ابن عمر رفعهٗ اَوّل من اَشفعُ لهٗ اهل بیتی ثمّ الاَقرب فالاَقرب ثمّ سائر العرب ثمّ الاَعاجم (فتح الباری پارہ ۲۷ ص۱۹۱) حضور ﷺ نے فرمایا پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر مرتبہ بمرتبہ قریب تر کی پھر تمام عرب کی۔ پھر عجمیوں کی۔ یہاں اسمٰعیل اور ان کے چیلوں کو دکھاؤ کہ یہاں شفاعت بعلاقہ قرابت ہو رہی ہے۔ تقویت الایمان صفحہ ۳۷ کا یہ قول کہ (سفارش اس لئے نہیں کی اس کا قرابتی ہے یا آشنا) اس حدیث سے باطل ہوا۔ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعات کے بیان میں صدہا حدیثیں اور پیش کی جاسکتی ہیں مگر اب ہم دو ایک حدیثیں دوسرے انبیاء اور علماء و مومنین کی شفاعت کے متعلق بھی ذکر کر دیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ روز قیامت غلامان مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت بھی قبول ہوگی۔

حدیث (۲۷) یشفع[۱] یوم القیمة ثلثة الاَنبیاء ثمّ العلماء ثمّ الشّهداء (ابن ماجہ ص ۳۳۰)

حدیث (۲۸) لیَدخلنّ بشفاعة رجل من اُمّتی اکثر من بنی تمیم (ابن ماجہ ص ۳۳۰) حضور نے فرمایا میری امت کے ایک مرد کی شفاعت سے قبیلہ بنی تمیم سے (جو بہت

(بقیہ حاشیہ صفحہ) حضور فرماتے ہیں مجھے شفاعت عطا کی گئی اور پہلے نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں عام طور پر تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا۔

[۱] روز قیامت تین گروہ شفاعت کریں گے۔ پہلے انبیاء پھر علماء پھر شہداء اس حدیث کے حاشیہ میں ہے کہ مراد یہ بطریق عموم تین گروہ شفاعت کریں گے۔ ورنہ حفاظ اور بچوں کی شفاعت خاص لوگوں کے حق میں احادیث سے ثابت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۴۳۲ میں فرمایا کہ ان تین گروہوں کی تخصیص ان کے زیادت فضل و کرامت کی وجہ سے ہے۔ ورنہ مسلمانوں میں سے تمام اہل خیر کے لئے شفاعت ثابت ہے اور اس بات میں احادیث مشہور وارد ہیں۔ آخر میں فرمایا اور انکار شفاعت بدعت ضلالت است چنانچہ خوارج و بعض معتزلہ بداں رفتہ اند۔

بڑا قبیلہ ہے) زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ حضور کے امتی اور غلام شفاعت کر رہے ہیں ان کی شان شفاعت بھی دیکھئے۔

حدیث (۲۹) حتّی اذا خلص المؤمنون من النّار فوالّذی نفسی بیده ما من احد منکم باشد منا شدّة فی استیفاء الحقّ من المؤمنین لله یوم القیمة لاخوانهم الّذین فی النّار یقولون ربّنا کانوا یصومون معنا ویصلّون ویحجّون فیقال لهم اخرجوا من عرفتم فتحرم صورهم علی النّار فیخرجون خلقا کثیرا ثمّ یقولون ربّنا لم نذر فیها خیرا (مسلم شریف جلد ۱ ص ۱۰۲)

یعنی جب مومن آتش دوزخ سے خلاصی پائیں گے تو اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اپنا حق پانے کے لئے اپنے خصم سے ایسی سخت طلب و مخاصمت کرنے والا نہیں ہے جیسا کہ مومن اپنے ان بھائیوں کی رہائی کے لئے جو آتش دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت وسوال میں مبالغہ کریں گے عرض کریں گے اے رب وہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ روزے رکھتے تھے۔ حج کرتے تھے فرمایا جائے گا جنہیں پہچانو نکال لو پھر ان (دوزخ والوں) کی صورتیں آگ پر حرام کر دی جائیں گی۔ (تاکہ شفاعت کرنے والے مومن ان کو پہچان لیں) پھر خلق کثیر کو وہ دوزخ سے نکالیں گے۔ پھر عرض کریں گے یارب ہم نے ادنیٰ نیکی والا بھی دوزخ میں نہیں چھوڑا۔

غلامان مصطفیٰ کی اس شان شفاعت کو دیکھئے کہ جسطرح قرض خواہ قرضدار پر سخت تقاضا کرتا ہے اس شدت مطالبہ کیساتھ وہ بارگاہ الٰہی میں اپنے بھائیوں کی رہائی طلب کریں گے۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

یعنی شمار حقے کہ ثابت و ظاہر باشد بر خصم چگونہ مطالبت میں و مواخذت بجد و مبالغہ می کنید مومنان در شفاعت کردن برادران خود کہ در آتش دوزخ ماندہ اند و بیرون آوردن ایشان ازاں جد و مبالغت در مسئلت از جناب حق تعالیٰ بیشتری نمایند اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۴۱۶)

وہابیوں کا مستند ترجمہ جو شاہ اسحٰق صاحب کا مصدقہ ہے۔ یعنی مظاہر حق اس کی جلد ۴ ص ۴۳ میں اس حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔ نہیں ہے کوئی تم میں سے سخت ترازو روئے طلب اور سوال اور جھگڑنے کے بیچ حق کے کہ تحقیق ظاہر اور ثابت ہو تمہارے لئے مومنوں سے بیچ طلب اور سوال کرنے اور جھگڑنے کے اللہ تعالیٰ سے روز قیامت کے اپنے بھائیوں کے لئے۔

اب تقویت الایمان کے وہ بے ہودہ کلمات دیکھئے جو ہم صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶ میں نقل کر آئے اور جو اس نے بحث شفاعت میں لکھے اور یہ احادیث ملاحظہ کیجئے۔

ابھی تو بدنصیب کو حضور کے غلاموں کی شان بھی نظر نہ آئی کہ ان پر کیسا کرم الٰہی ہے آقا کی نسبت گستاخ زبان کھول بیٹھا یہ ہے شفاعت بالوجاہت کہ مومنین اپنے بھائیوں کے حق میں اس اصرار و مبالغہ سے شفاعت کریں گے جیسے صاحب حق اپنا حق لینے کیلئے مبالغہ کرتا ہے وہابیوں کے ترجمہ میں تو اللہ سے جھگڑنے کا لفظ لکھا ہے۔ یہ ہے وہابیہ کی گمراہی کہ احادیث کی ایسی ظاہر اور روشن تصریحات کے باوجود ان کو شفاعت کا انکار ہے۔

حدیث (۳۰) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّشْفَعُ للفئام مِنَ النَّاسِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْقَبِیْلَۃِ وَ مِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْعُصْبَۃِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰی یَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ (ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۶۷) حضور نے فرمایا میرے بعضے امتی بڑی بڑی جماعتوں کی شفاعت کریں گے بعض قبیلہ کی بعض ایک گروہ کی بعض ایک شخص کی یہاں تک کہ ساری امت بہشت میں داخل ہو۔

یہ تیس حدیثیں خاص بیان شفاعت میں مذکور ہوئیں اور بحمد اللہ تعالیٰ تقویت الایمان کے اکاذیب باطلہ کا اس سے قلع قمع ہو گیا۔

صاحب تقویت الایمان نے شفاعت کی تین قسمیں بتائیں ہیں۔ شفاعت بالوجاہت' شفاعت بالمحبۃ' شفاعت بالاذن یہ بات اس کے دل کی گھڑی ہوئی ہے۔ کہیں سے منقول نہیں۔ علاوہ بریں ان کے جو معنی اس نے تجویز کئے ہیں ان پر شفاعت صادق ہی نہیں آتی کیونکہ شفاعت کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے بڑے کے حضور میں اپنے چھوٹے کے لئے

سفارش کرنا۔

مفردات راغب میں ہے: اَلشَّفَاعَۃُ الْاِنْضِمَامُ اِلٰی اٰخَرَ نَاصِراً لَہٗ وَسَائِلاً عَنْہُ وَاَکْثَرُ مَایُسْتَعْمَلُ فِیْ انْضِمَامِ مَنْ ھُوَ اَعْلٰی حُرْمَۃً وَ مَرْتَبَۃً اِلٰی مَنْ ھُوَ اَدْنٰی۔ فتح الباری: پارہ ۲۷ صفحہ ۱۹۴ میں ہے: ھِیَ اِنْضِمَامُ الْاَدْنٰی اِلَی الْاَعْلٰی لِیَسْتَعِیْنَ بِہٖ عَلٰی مَا یَرُوْمُہٗ اگرچہ معتبر کتب میں شفاعت کے یہ معنی لکھے ہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت و سفارش اس کا نام ہے کہ کسی صاحب مرتبت علیا کی جناب میں کوئی قرب و اختصاص رکھنے والا بلحاظ اپنی نیاز مندی کے اپنے زیر دستوں کے حق میں لب کشائی کرے مگر امام الوہابیہ کو اب تک شفاعت کے معنی معلوم نہیں ہیں وہ اسی جہل مرکب میں گرفتار ہے کہ شفاعت دھمکی اور دباؤ سے کسی بات کے منوانے کو کہتے ہیں اور شافع کی بات کسی خوف یا اندیشہ کی وجہ سے مانی جاتی ہے چنانچہ اس نے شفاعت کی تینوں قسموں میں اندیشہ اور خوف کو ملحوظ رکھا ہے۔

شفاعت بالوجاہت کی صورت یہ لکھی ہے کہ بادشاہ کا جی تو چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے کہ اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں۔ (تقویت الایمان ص ۳۵)

امام الوہابیہ کے نزدیک شفاعت ڈر اور دب کر مانی جاتی ہے یہ تو ان کی عقل ہے مگر دنیا کے عام لوگ بھی اتنا جانتے ہیں کہ دب کر بات ماننا قبول سفارش نہیں بلکہ نامردی و بزدلی اور مجبوری و ناچاری ہے اور دباؤ سے کام نکالنے کی دھمکی اور دھونس کہتے ہیں نہ کہ شفاعت و سفارش۔

صاحب تقویت الایمان نے دوسری قسم شفاعت بالمحبۃ کی یہ صورت لکھی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے یا بیگماتوں میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جائے اور چوری کی سزا نہ دینے دیوے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعت محبت کہتے ہیں۔ یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کرلی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے جو کہ اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔

(تقویت الایمان ص ۳۶) اس میں بھی قبول شفاعت کا باعث مجبوری اور دباؤ ہی بتایا۔ پہلی صورت میں اراکین سلطنت کا دباؤ بتا دیا تھا۔ دوسری میں محبوب کا اور دباؤ سے مجبور ہو کر کسی بات کا منظور کرانا شفاعت نہیں لہٰذا ان دونوں قسموں پر شفاعت کے معنی صادق نہیں آئے ان کو شفاعت کہنا اور شفاعت کے یہ معنی لینا بالکل باطل ہے نہ یہ معنی لغت میں ہیں نہ شرع میں نہ عرف میں یہ امام الوہابیہ کا فریب اور دھوکہ ہے۔ وہ شفاعت کا انکار کرنے کے لئے ایسے معنی گھڑتا ہے۔

وجاہت و محبت دونوں ذریعہ قرب و شفاعت کا ہیں آیات و احادیث سے شفاعت بالوجاہت بھی ثابت ہوئی اور بالمحبۃ بھی چنانچہ اس کا بیان اوپر گزر چکا۔ قرآن کریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں فرمایا وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ صاحب تقویت الایمان کے نزدیک تو وجاہت میں دباؤ ہوتا ہے تو اس کے طور پر تو معاذ اللہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دباؤ کا بیان ہوا۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

مولوی اشرف علی اپنے ترجمہ قرآن میں اس آیت کے فوائد میں لکھتے ہیں۔ دنیا میں ان کی یہ وجاہت تھی کہ وہ پیغمبر ہو کر آئے۔ شریعت لائے بیمار کو اچھا کرتے مردے کو جلاتے آخرت میں یہ وجاہت ہوگی کہ جس کے لئے اذن ہوگا اس کی شفاعت کریں گے وہ قبول ہوگی جس طرح کہ شفاعت اور اولوالعزم پیغمبروں کی بھی جو ان کے بھائی ہیں منظور ٹھہرے گی (ترجمہ مولوی اشرف علی مطبوعہ محبوب المطابع ص ۶) یہاں مولوی اشرف علی نے شفاعت بالوجاہت قرآن شریف سے ثابت بتائی اور مولوی اسمٰعیل نے تقویت الایمان

صفحہ ۳۵ میں اس کی نسبت یہ لکھا اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی شفاعت قبول کی اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصلی مشرک ہے۔

اب تقویت الایمان کے حکم سے مولوی اشرف علی اصلی مشرک ہوئے اور جتنے وہابی مولوی اشرف علی کے معتقد ہیں اور ترجمہ کو مانتے ہیں وہ بھی سب اصلی مشرک ہوئے مولوی اسمٰعیل نے تیسری شفاعت بالاذن کی یہ صورت لکھی ہے۔ اس (یعنی گناہگار کا) یہ حال دیکھ کر (کہ اس نے اتفاقیہ گناہ کیا تھا عادی نہیں ہے گناہ پر شرمندہ قصور کا معترف ہے شفاعت کا بھی معتقد نہیں ہے کسی کی پناہ نہیں ڈھونڈتا) بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جائے سو کوئی امیر وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے (پالیسی کے ساتھ) اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر (تقویت الایمان صفحہ ۳۷) اس صورت میں بھی قبول شفاعت کا باعث خوف آئین و اندیشہ قانون ہی بتایا کہ شفاعت صرف اس اندیشہ نے کرائی کہ کہیں لوگوں کے دلوں سے قانون کی قدر نہ گھٹ جائے۔

اس گمراہ کے خیال میں اللہ تعالیٰ کو قانون کی قدر گھٹنے کا اندیشہ لگا ہوا ہے اور وہ اس سے خائف ہے۔ معاذ اللہ یہ ہے اس گمراہ فرقہ کا ایمان اور پھر شفاعت مانی تو اس طرح کہ خدا بخشنا تو خود چاہتا ہے گنہگار کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں ترس آگیا ہے مگر آئین کا نام کر کے بخش دیتا ہے یعنی مجبور ہے پالیسی اختیار کرتا ہے وہابیوں کی طرح ان کے خدا کا بھی ظاہر و باطن یکساں نہیں شافع پر مفت کرم داشتن بے فائدہ احسان رکھتا ہے ما قدروا اللہ حق قدرہ۔

اب وہابیہ سے پوچھئے یہ شفاعت ہوئی یا تقیہ اور پالیسی غرض ان تینوں قسموں پر شفاعت کے معنی صادق نہیں آتے آؤ جب صاحب تقویت الایمان کے نزدیک اس کی گھڑی ہوئی شفاعت بالو جاہت اور شفاعت بالمحبۃ ممکن نہیں اور ان قسموں کی شفاعت کا ماننے والا مشرک ہے۔ صرف اس لئے کہ اس میں دباؤ پایا جاتا ہے تو اسمٰعیل کی فرض کی ہوئی شفاعت بالاذن کیسے ممکن ہوئی خوف اور اندیشہ تو اس میں بھی لگا ہوا ہے۔ فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِیْزَابِ تقویت الایمان والے نے شان الٰہی میں ایسی ناقص تشبیہ دی جس سے حضرت قدوس قدیر عزاسمہ پر عجز و خوف کا دھبہ لگتا ہے۔ سَوَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ۔

تقویت الایمان کا یہ قول بھی باطل و خلاف شرع ہے کہ شفاعت کسی قرابت یا آشنائی کی وجہ سے نہیں ہوتی قرابت تو قرابت وہاں تو ادنیٰ ادنیٰ تعلق بھی ظاہر کئے جائیں گے اور کام آئیں گے۔

ابن ماجہ کی حدیث میں ہے: تُصَفُّ اَھْلُ النَّارِ فَیَمُرُّ بِھِمِ الرَّجُلُ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْھُمْ یَا فُلَانُ اَمَا تَعْرِفُنِیْ اَنَا الَّذِیْ سَقَیْتُكَ شَرْبَۃً وَقَالَ بَعْضُھُمْ اَنَا الَّذِیْ وَھَبْتُ لَكَ وَضُوْءً فَیَشْفَعُ لَہٗ فَیُدْخِلُہُ الْجَنَّۃَ (مشکوۃ شریف ۴۹۴ باب الحوض والشفاعۃ)

یعنی دوزخی صف بستہ کھڑے کئے جائیں گے پھر ان پر ایک جنتی گزرے گا۔ اس سے ایک دوزخی کہے گا کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے ہیں میں وہ ہوں جس نے آپ کو ایک مرتبہ پانی پلایا تھا اور کوئی دوزخی کہے گا میں وہ ہوں جس نے آپ کو وضو کے لئے پانی دیا تھا پس وہ بہشتی اس کی شفاعت کر کے اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

از ینجا معلوم می شود کہ فاسقاں و گناہگاراں اگر خدمتے و امدادے باہل طاعت و تقوی در دنیا کردہ باشند در آخرت نتیجہ آں بیابند و بامداد شفاعت ایشاں در بہشت در آیند۔

اب دیکھئے کہ پانی پلانا بھی کام آئے گا اور اتنا تعلق بھی فائدہ پہنچائے گا۔ چہ جائیکہ قرابت و آشنائی۔ تقویت الایمان والے نے صریح حدیث کی مخالفت کی یہ تو اس کا شیوہ ہی ہے ایک ستم یہ کیا کہ اس نے شفاعت کرنے والوں کو چور اور چوروں کا تھانگی کہا چنانچہ

لکھتا ہے۔ امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی۔ جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے۔ (تقویت الایمان ص ۳۷) اس بدتمیزی کی کچھ انتہا ہے قرابت یا رشتہ داری کی وجہ سے چور کی شفاعت کرنے والے کو چور اور چور کا تھانگی نہ خدا نے فرمایا نہ رسول نے۔ بدنصیب نے مسئلہ دل سے گھڑ دیا۔ یہ ہے بدعت سیئہ اور احداث فی الدین۔ تقویت الایمان پر ایمان رکھنے والے وہابی یاد رکھیں کہ کوئی رشتہ دار کسی جرم میں ماخوذ ہو تو اس کے مقدمہ کی پیروی اور سفارش نہ کریں ورنہ خود اس جرم میں پکڑے جائیں گے۔ چور کی سفارش کی تو چور ہو جائیں گے وہابی کچھ بھی ہو جائیں ہماری بلا سے دیکھنا یہ ہے کہ یہ کلمہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث سے ابھی معلوم ہو چکا کہ مقبولین بارگاہ ادنیٰ تعلق سے گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ طبرانی و دار قطنی کی حدیث یہ ہے: اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَہٗ مِنْ اُمَّتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ الحدیث (صواعق محرقہ ص ۹۵) حضور نے فرمایا کہ سب سے پہلے اپنی امت میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر درجہ بدرجہ اقارب کی۔

اندھے وہابیوں کو دکھاؤ کہ حضور علاقہ قرابت شفاعت فرما رہے ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہر گنہگار کی شفاعت فرمائیں گے گستاخ بے ادب چور اور چوروں کا تھانگی کس کو کہتا ہے خاک بدہن ناپاکش ایسی گستاخی و بیباکی تمام انبیاء و مرسلین و جملہ مقربین کی جناب میں کفر نہیں تو کیا۔ وہابیہ کا ایمان ہے خذلہم اللہ تعالیٰ۔

اسی سلسلہ میں تقویت الایمان والے نے مشکوۃ شریف کی ایک حدیث لکھی کہ حضور سید عالم ﷺ نے اپنے اہل قرابت کو جمع فرمایا حتی کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ یَافَاطِمَۃُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ سَلِیْنِیْ مَاشِئْتِ مِنْ مَالِیْ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ اور اس کا یہ ترجمہ لکھا۔ اے فاطمہ بچا تو اپنی جان کو آگ سے مانگ لے مجھ سے جتنا چاہے میرا مال نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے ہاں کچھ (تقویت الایمان ص

۴۲) اور اس کا یہ نتیجہ نکالا کہ وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا اور قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آتی۔ (تقویت الایمان ص ۴۲)

انکار شفاعت میں اس حدیث کو پیش کرنا اور یہ نتیجہ نکالنا فریب کاری ہے حدیث میں کوئی لفظ بھی نہیں جس سے شفاعت کی نفی ہوتی ہو علاوہ بریں بکثرت آیات اور احادیث صحیحہ اثبات شفاعت میں پیش کی گئیں ان سب سے اندھا بن جانا اور اس حدیث کو پیش کر کے عوام کو مغالطہ دینا بے دینی ہے اور لَا اُغْنِیْ مِنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا کا یہ ترجمہ کہ نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے یہاں کچھ جو صاحب تقویت الایمان نے کیا ہے بالکل غلط ترجمہ اور احادیث کے خلاف ہے ابھی ہم طبرانی و دار قطنی کی حدیث نقل کر چکے ہیں کہ حضور نے فرمایا میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر درجہ بدرجہ اور قرابت داروں کی یہ تو حضور کے اہل قرابت ہیں ہم صفحہ میں بخاری کی حدیث نقل کر چکے کہ حضور ہر ایماندار کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمادیں گے اور ایک ایماندار کو بھی دوزخ میں نہ چھوڑیں گے باوجود اس کے یہ لکھ دینا کہ حضور خاتون جنت کے بھی کام نہ آئیں گے اور حضور کی طرف اس کو نسبت افتراء اور بکثرت احادیث صحیح کی مخالفت ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی صواعق محرقہ صفحہ ۹۲ میں ایک حدیث صحیح نقل فرماتے ہیں: صَحَّ عَنْهُ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ عَلَی الْمِنْبَرِ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَقُوْلُوْنَ اَنَّ رَحِمَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَنْفَعُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بَلٰی وَاللّٰهِ اَنَّ رَحِمِیْ مَوْصُوْلَةٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاِنِّیْ اَیُّهَا النَّاسُ فَرَطٌ لَکُمْ عَلَی الْحَوْضِ حضور سید عالم ﷺ نے بر سر منبر فرمایا ان قوموں کا کیا حال ہے جو کہتے ہیں کہ روز قیامت رسول اللہ ﷺ کی قرابت ان کی قوم کو نفع نہ دے گی ہاں خدا کی قسم میری قرابت دنیا و آخرت میں موصولہ ہے اور میں اے لوگو حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں۔ اس حدیث کے الفاظ خاص تقویت الایمان کے اس قول کا رد صریح و بلیغ ہیں ایک تو وہ لوگ تھے جن کا حضور نے قسم کھا کر رد فرمایا مگر بہت بدتر یہ وہابی ہے جو حضور کی قسم کے بعد پھر وہی بکواس کرتا ہے۔ اسی صواعق محرقہ کے اسی صفحہ میں بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث لائے ہیں۔ کُلُّ سَبَبٍ

وَنَسَبٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَا خَلَا سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ روز قیامت تمام قرابتی و نسبتی رشتے منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے قرابتی و نسبی رشتوں کے باوجود ان احادیث کے صاحب تقویت الایمان کا یہ قول حضور خاتون جنت تک کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے کس قدر بیباکی و ناحق کوشی ہے۔ امام ابن حجر نے اسی صواعق محرقہ صفحہ ۹۵ میں تمام و بزار و طبرانی و ابو نعیم سے حدیث روایت کی: اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَ اللّٰهُ ذُرِّیَّتَهَا عَلَی النَّارِ۔ یعنی حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا فاطمہ صاحب عفت ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت تک کو آتش دوزخ پر حرام کر دیا وہابیہ سے پوچھو اب بھی کچھ خبر ہوئی حضور ﷺ کیسے کام آئے اب یہ بھی دیکھئے کہ صاحب تقویت الایمان نے جو حدیث لکھی ہے محدثین اس کے معنی کیا بتاتے ہیں امام ابن حجر صواعق محرقہ صفحہ ۹۴ میں لکھتے ہیں:

وَجْهُ عَدَمِ الْمُنَافَاةِ کَمَا قَالَهُ الْمُحِبُّ الطَّبَرِیُّ وَغَیْرُهٗ مِنَ الْعُلَمَاءِ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَمْلِكُ لِاَحَدٍ شَیْئًا لَا نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَلٰکِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یُمْلِکُهٗ نَفْعَ اَقَارِبِهٖ بَلْ وَجَمِیْعِ اُمَّتِهٖ بِالشَّفَاعَةِ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ فَهُوَ لَا یَمْلِكُ اِلَّا مَا یُمْلِکُهٗ مَوْلَاهُ کَمَا اَشَارَ اِلَیْهِ بِقَوْلِهٖ غَیْرَ اَنَّ لَکُمْ رَحِمًا سَاُبِلُّهَا بِبِلَالِهَا وَکَذَا مَعْنٰی قَوْلِهٖ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا اَیْ بِمُجَرَّدِ نَفْسِیْ مِنْ غَیْرِ مَا یَکُوْنُ مُنِیْ بِهِ اللّٰهُ مِنْ نَحْوِ شَفَاعَةٍ اَوْ مَغْفِرَةٍ وَخَاطَبَهُمْ بِذٰلِكَ رَعَایَةً لِمَقَامِ التَّخْوِیْفِ وَالْحَثِّ عَلَی الْعَمَلِ وَالْحِرْصِ اَنْ یَکُوْنُوْا اَوْلٰی النَّاسِ حَظًّا فِیْ تَقْوَی اللّٰهِ وَخَشْیَتِهٖ ثُمَّ اَوْمَا اِلٰی حَقِّ رَحِمَتِهٖ اِشَارَةً اِلٰی اِدْخَالِ نَوْعٍ طَمَانِیَتِهٖ عَلَیْهِمْ وَقِیْلَ هٰذَا قَبْلَ عِلْمِهٖ بِاَنَّ الْاِنْتِسَابَ اِلَیْهِ یَنْفَعُ وَبِاَنَّهٗ یَشْفَعُ فِیْ اِدْخَالِ قَوْمٍ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَرَفْعِ دَرَجَاتِ الْاٰخِرِیْنَ وَاِخْرَاجِ قَوْمٍ مِنَ النَّارِ یعنی حدیث لا امْلِكُ لَکُمْ وَ اَمْثَالِهٖ۔ اور حدیث شفاعت میں کوئی منافات نہیں اس کی وجہ جیسی کہ محب طبری وغیرہ اجلہ علماء نے فرمائی یہ ہے کہ حضور ﷺ خود کسی کے لئے کسی شے کے مالک نہیں نہ نفع

کے نہ ضرر کے لیکن اللہ عزوجل آپ کو آپ کے اقارب بلکہ تمام امت کے نفع کا مالک بنائے گا۔ شفاعت عامہ و خاصہ کے ساتھ تو آپ مالک ہوں گے مگر اپنے مولیٰ کے مالک بنانے سے جیسا کہ حضور نے اپنے غَیْرِ اَنَّ لَکُمْ رَحِمًا سے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اسی طرح آپ کا یہ ارشاد لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ اس کے یہ معنی ہیں کہ میں تم کو محض اپنی ذات سے اللہ کے عذاب سے بے نیاز نہیں کر سکتا بغیر اس کے اللہ تعالیٰ مجھ پر یہ اکرام فرمائے اور شفاعت و مغفرت وغیرہ کرامت کرے حضور ﷺ نے یہ مخاطبوں سے اس لئے فرمایا کہ آپ کو مقام تخویف کی رعایت اور عمل پر ترغیب منظور تھی اور یہ خواہش تھی کہ اہل بیت و اقارب تقوی و خشیت الٰہی میں اوروں سے اعلیٰ و اولیٰ ہوں پھر حق رحم کی طرف اشارہ فرما کر ان کے دلوں کو اطمینان بھی بخشا۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حضور نے پہلے فرمایا تھا اس کے بعد حضور کو اس کا علم دیا گیا کہ آپ کے ساتھ نسبت رکھنا آخرت میں نافع ہو گا اور یہ کہ آپ مقبول الشفاعہ ہیں ایک گروہ کو اپنی شفاعت سے بغیر حساب کے جنت میں داخل کریں گے ایک کے درجے بلند کرائیں گے ایک قوم کو دوزخ سے نکالیں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف جلد رابع صفحہ ۲۹۲ میں فرماتے ہیں: ما لکم نیستم مرشمارا از عذاب خدا چیزے را یعنی بے اذن او امر او قدرت تصرف و دخل دران نباشد۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ نفی اختیار ذاتی کی ہے نہ کی عطائی کی۔ اس سے چند سطر بعد حضرت شیخ نے فرمایا: وایں غایت تخویف و انذار و مبالغہ دراں ست والا فضل بعضے ازیں مذکورین و در آمدن ایشان بہشت را و شفاعت آن سرور عصاۃ امت راچہ جائے اقربا و خویشاں دے با حادیث صحیح ثابت شدہ است۔ حضرت خاتون جنت پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ چنانچہ یہ مضمون طبرانی کی حدیث میں بھی مذکور ہے جو بحوالہ صواعق محرقہ نقل کی گئی اور وہابیہ کی مستند و معتمد کتاب مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ شریف جلد ۴ صفحہ ۳۰۹

میں لکھا ہے کہ فاطمہ زہرا کہ جگر گوشہ حضرت کی اور سیدہ نساء عالم کی ہیں اور آگ دوزخ کی ان پر حرام ہوئی۔ تو ان کو آتش دوزخ کے خوف لانے کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ گناہگار امت کو خوف دلانا منظور ہے مظاہر الحق کے اسی صفحہ میں لکھا ہے اور اس حدیث میں نہایت ڈر دلانا اور مبالغہ ہے۔ والا فضیلت ان مذکورین سے اور داخل ہونا ان کا بہشت میں اور شفاعت آں سرور کی گنہگاران امت کے لئے چہ جائے اقرباء حضرت کے لئے صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔

اب ثابت ہو گیا کہ حدیث لَا اُغْنِی عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا کو انکار شفاعت کی دلیل بتانا باطل اور احادیث و شروح احادیث کے خلاف ہے۔

تفویت الایمان کی بد عقیدگیوں گستاخیوں گمراہیوں کے چند نمونے

شان الٰہی میں وہابیہ کے ناپاک عقیدے

(۱) تفویت الایمان صفحہ ۲۳ غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم لازم و ضروری تو ہے نہیں بلکہ ممکن و اختیاری ہے چاہے دریافت کر لے چاہے جاہل رہے۔ یہ عقیدہ کفر ہے۔ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۵۸ میں ہے: یَکْفُرُ اِذَا[1] وَصَفَ اللّٰہَ تَعَالٰی بِمَا لَا یَلِیْقُ بِہٖ اَوْ نَسَبَہٗ اِلَی الْجَھْلِ اَوِ الْعَجْزِ اَوِ النَّقْصِ اھ مختصرا

---

[1] یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں یا اس کو عجز یا جہل یا نقص کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔

(۲) تفویت الایمان کی عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ کو غیب کا علم ابھی تک تو ہے نہیں ہاں اختیار ہے کہ جب چاہے دریافت کرلے تو علم الٰہی قدیم نہ ہوا یہ کفر ہے۔ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ لَوْ قَالَ [۱] علم خدائے قدیم نیست یکفراہ ملخصا۔

(۳) علم الٰہی کا عطائی ہونا تفویت الایمان صفحہ ۱۰ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم اوروں کیلئے ماننا جب ہی شرک ہوگا جبکہ خدا کا علم بھی کسی کا دیا ہوا مانا جائے۔ چنانچہ اسی تفویت میں اس سے چند سطر اوپر اشراک فی العلم کے معنی میں لکھا ہے۔ یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اسکا کوئی کمال غیر سے حاصل کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

(۴) قدرت الٰہی کو عطائی ٹھہرانا۔ تفویت الایمان ص ۱۱' خواہ یوں سمجھئے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھئے کہ اللہ نے اس کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ خدا کی عطا کی ہوئی قدرت ماننے سے شرک ثابت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ معاذ اللہ اس کی قدرت بھی کسی کی دی ہوئی ہے یہ عقیدہ کفر ہے کیونکہ اس سے باری تعالیٰ کے علم و قدرت کا حادث اور مکتسب من الغیر ہونا لازم ہوتا ہے۔ فقہ اکبر صفحہ اول میں ہے: مَنْ [۲] قَالَ اَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ اَوْمُحْدَثَةٌ اَوْ وَقَفَ فِيْهَا اَوْشَكَّ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰى نیز اسی میں فرمایا۔ يَعْلَمُ لَا كَعِلْمِنَا وَيَقْدِرُ لَا كَقُدْرَتِنَا یعنی اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی ذات ہمارے علم و قدرت کی طرح نہیں۔ علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۳ میں اس کے تحت فرماتے ہیں:

---

۱ جو کہے کہ خدا کا علم قدیم نہیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔

۲ جو صفات الٰہی کو حادث و مخلوق بتائے یا اس میں توقف و شک کرے وہ کافر ہے۔

لِاَنَّ قُدْرَتَهٗ تَعَالٰى قَدِيْمَةٌ لَا بِآلَةٍ وَلَا بِمُشَارَكَةٍ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ وَنَحْنُ لَا نَقْدِرُ اِلَّا عَلٰى بَعْضِ الْاَشْيَاءِ بِالْاِقْدَارِ ذٰلِكَ الْمِقْدَارُ اَيْضًا بِالْاٰلَاتِ وَالْاَعْوَانِ وَالْاَنْصَارِ۔

(۵) اللہ تعالیٰ کو مکار بتانا معاذ اللہ۔ تفویت الایمان صفحہ ۵۲ سو اللہ کے مکر سے ڈرا چاہئے کیا نابکار نے گستاخی کی ہے۔ جاہل سے جاہل بھی ایسی ہے ادبی کی جرات نہ کرے گا۔ یہ ہے بے دین کا ایمان اور یہ گستاخیاں دیکھتے ہوئے بھی دل کے اندھے اسی کا اتباع کئے جاتے ہیں اور اس کی طرفداری میں اپنا دین برباد کرتے ہیں۔ شان الٰہی میں ایسے کھلے ناقص کلمہ کو دیکھ کر ان کا دل بیزار نہیں ہوتا [۲]۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(۶) خدا کو قانون کی بے قدری کا خوف (معاذ اللہ) تفویت الایمان صفحہ ۳۷' بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر نہ گھٹ جائے تو کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس پر چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے (الی ان قال) سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے۔ دیکھئے کیسی کھلی بے ایمانی ہے اللہ تعالیٰ پر ترس آنا قانون کی بے قدری سے ڈرنا۔ ظاہری دکھاوے کے لئے سفارش کا نام کرنا

---

۲ آیہ وَ مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وغیرہا سے وہابیہ اس لفظ کے جواز پر استدلال نہیں کرسکتے کیونکہ اردو میں مکر قبیح معنی ہی میں مستعمل ہوتا ہے کسی اچھے معنی میں نہیں بولا جاتا بخلاف عربی کے کہ اس میں اس کے دو معنی ہیں ایک اچھے ایک برے۔ مفردات راغب صفحہ ۸۷ میں ہے: وذلک ضربان مکر محمود و ذلک ان یتحری فذلک فعل جمیل و علی ذلک قال واللہ خیر الماکرین ومذموم وھوان یتحری بہ فعل قبیح علاوہ بریں لفظ مکر کو مفسرین نے متشابہات میں سے قرار دیا ہے تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۶۸۸ میں ہے المکر فی حقہ من المتشابھات و متمسک جواز اطلاق کی دلیل قرار دینا باطل ہے قال اللہ تعالی واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابھم منہ ابتغاء الفتنہ الخ منہ مدظلہ العالی۔

کیسے کیسے عیوب لگائے تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا حضرت قدیر قدوس جل شانہ کو بھی بے دینوں نے اپنے اوپر قیاس کیا کہ وہ ایک مجبور انسان کی طرح ترس کھاتا ہے۔ قانون کی بے قدری سے ڈرتا ہے ظاہرداری کے لئے دوسرے کا نام کردیتا ہے۔ معاذ اللہ شرح فقہ اکبر صفحہ ۴۲ میں ہے۔ اِنَّہٗ[1] لَیْسَ کَالْاَشْیَاءِ الْمَخْلُوْقِہٖ ذَاتًا وَصِفَۃً کَمَا یُشِیْرُ اِلَیْہِ قَوْلُہٗ سُبْحَانَہٗ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْیءٌ۔

خدا کے لئے مور چھل اور شامیانہ دیکھو تقویت الایمان صفحہ ۱۲' ان کی قبر کو بوسہ دیوے مور چھل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے الی ان قال اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اور شرک کی تعریف تقویت الایمان صفحہ ۸ میں یہ لکھی:

جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی ٹھہرائی ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی۔

کیا وہابیہ نے اپنے خدا کے لئے کوئی قبر تجویز کرلی ہے جس کو بوسہ دینا اور اس پر مور چھل جھلنا اور شامیانہ کھڑا کرنا اس نے اپنے لئے خاص کیا ہو اور اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا ہو۔ وہ خدا کسی مجسم کو مانتے ہیں جس پر مور چھل جھلنا اور شامیانہ کھڑا کرنا نشان بندگی ہے اور یہ نشان بندگی وہابیہ کس تیرتھ میں جاکر ادا کرتے ہیں۔ یہ ہے وہابیہ کی نظر میں خدا کی عظمت و شان لا حول ولا قوۃ الا باللہ کیوں وہابیو اس کو بھی کفر نہ کہو گے یہی تمہارا ایمان ہے۔

(۸) خدا کا شریک ٹھہرانے سے صرف چالیس دن کی عبادت کا نقصان تقویت الایمان صفحہ ۵۹ میں مشکوۃ شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ مَنْ اَتٰی عَرَافًا فَسَاَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ لَا یُقْبَلُ لَہٗ صَلَاۃَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اس سے قطع نظر کی حدیث کے لفظ بدل ڈالے لَمْ یقبل کما لا یقبل کردیا اربعین لیلہ کا اربعین یوما[1] بنا دیا۔ اور اس سے بھی قطع نظر کیجئے کہ

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ذات و صفات میں مخلوقات کے مثل نہیں یہ مضمون قرآن پاک کی اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے لیس کمثلہ شئی اس کی مثل کوئی شے نہیں۔

حدیث وارد ہوئی تھی کاہن و منجم کے حق میں مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۳۷۳ میں ہے:

اَلْعَرَافُ ھُنَا الْمُنَجِّمُ اَوِ الْحَازِیْ الَّذِیْ یَدَّعِیْ عِلْمَ الْغَیْبِ وَھُوَ قِسْمُ الْکُھَّانِ۔ یعنی عراف سے یہاں وہ نجومی و کاہن مراد ہے جو علم غیب کا دعوی کرتا ہو خود صاحب مشکوۃ اس حدیث کو باب الکہانۃ میں لائے باوجود اس کے تقویت الایمان والے نے اصحاب کشف و استخارہ کو بھی اس میں داخل کردیا چنانچہ صفحہ ۶۰ پر لکھا اور کشف و استخارہ کا بیان ہم صفحہ ۲۴۶ میں لکھ آئے ہیں۔

استخارہ مسنون ہے اور کشف اہل اللہ کے لئے احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں خطبہ فرماتے ہوئے نہاوند میں اپنے لشکر کا حال ملاحظہ فرمایا اور اثنائے خطبہ میں یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلْ فرما کر مدد فرمائی (رواہ ابن عمر۔ مشکوۃ شریف باب الکرامات صفحہ ۵۴۶) اس حدیث کے حاشیہ میں مرقاۃ سے منقول ہے۔ وَفِیْہِ اَنْوَاعٌ مِنَ الْکَرَامَۃِ لَہٗ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَشْفُ الْمَعْرَکَۃِ وَاِیْصَالُ صَوْتِہٖ وَسِمَاعُ کُلٍّ مِنْھُمْ بَصِیْحَۃِ وَفَتْحُھُمْ وَنُصْرَتُھُمْ بِبَرْکَتِہٖ یعنی اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کئی کرامتیں ہیں ایک تو معرکہ کے حال کا کشف دوسرے وہاں تک آواز پہنچا دینا تیسرے ہر ایک کا وہ آواز سن لینا چوتھے آپ کی برکت سے لشکر اسلام کا فتحیات ہونا اس کے علاوہ بکثرت احادیث سے اہل اللہ کے لئے کشف ثابت ہے بدنصیب نے اہل اللہ کو مشرک بنا ڈالا کہ تقویت الایمان کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے۔

یعنی جو کوئی غیب کی بات بتانے کا دعوی رکھتا ہے اس کے پاس جو کوئی جاکر پوچھے تو اس کی عبادت چالیس دن تک مقبول نہیں ہوتی کیونکہ اس نے شرک کی بات کی۔ اہل اللہ کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ) چونکہ لیلہ کا لفظ محتمل تھا کہ مراد نماز تہجد ہو جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے شرح میں فرمایا ویحتمل کہ مراد نماز شب دارند کہ نماز تہجد ست (اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۵۲۴) اس لئے بجائے لیلہ کے یوما بنا دیا تاکہ یہ احتمال نہ رہے اور نماز پنجگانہ پر حدیث حمل کی جاسکے۔

مشرک بنانا تو اس شخص کی عادت ہی ہے یہاں دکھانا یہ مقصود ہے کہ شرک قرار دیتے ہوئے اس کی سزا صرف چالیس روز کی عبادت کا نامقبول ہونا۔ وہ بھی اتنا کہ فرض ادا بھی ہو جائے جیسا کہ مجمع البحار میں ہے: وَعَدَمُ قَبُوْلِ صَلٰوتِہٖ عِبَارَۃٌ عَنْ عَدَمِ الثَّوَابِ لَا عَنْ وُجُوْبِ الْقَضَاءِ تو اس شخص کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا صرف یہ مرتبہ ہے کہ اس کے ساتھ شرک کرنے سے فقط چالیس روز کی نمازیں بے نور ہو جاتی ہیں۔ قضا تک لازم نہیں آتی یہ ہے وہابیہ کے دلوں میں خداوند عالم کی عظمت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ۔

قرآن پاک کے متعلق وہابیہ کا عقیدہ

تقویت الایمان میں قرآن پاک کے کتاب الٰہی ہونے پر بھی حملہ کر دیا۔ انبیاء و اولیاء کی عداوت اس قدر دل میں ہے کہ کتاب اللہ کی عظمت کا بھی لحاظ نہ رہا۔ انبیاء کی شان میں لکھا ہے۔

اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کرسکتے بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے اور جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں سوائے آمنا صدقنا کے کچھ نہیں کہہ سکتے (تقویت الایمان صفحہ ۳۴) جب انبیاء کا یہ حال ہے کہ معاذ اللہ وہ رعب سے بے حواس ہو جاتے ہیں کلام سمجھ نہیں سکتے۔ دوبارہ دریافت نہیں کرسکتے۔ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ کر آمنا صدقنا کر لیتے ہیں۔ یہ باہمی مشورہ ہوا کلام الٰہی نہ ہوا کیونکہ کلام الٰہی تو بے حواسی میں سمجھا نہیں دوبارہ دریافت نہ کیا[1] لا حول ولا قوہ الا باللہ یہ ہے بے دینوں کا ایمان اگر آج آریوں یا عیسائیوں کی نظر اس کتاب پر پڑے تو وہ اسلام اور کتاب الٰہی پر کیسے حملے کریں۔ یہ ستم کہ ظالم نے یہ مضمون ایک آیت کے تحت میں لکھا جس سے لوگ یہ سمجھیں کہ شاید یہ

---

[1] وہابی جو تقویت الایمان پر ایمان رکھتے ہیں وہ کس منہ سے قرآن پاک کو کلام الٰہی کہیں گے۔

مضمون آیت ہی میں آیا ہے یہ طرفہ فریب کاری ہے نہ آیت میں انبیاء و اولیاء کی طرف اس مضمون کی نسبت نہ کہیں بے حواس ہونے کا ذکر نہ دوبارہ دریافت کرنے سے قاصر ہونے کا بیان یہ سب باتیں صاحب تقویت الایمان نے دل سے تراشیں۔

ایمان کے متعلق وہابیہ کے اعتقاد

وہابیہ کے نزدیک ایمان مرکب ہے اس کے دو جزو ہیں توحید اور اتباع سنت یعنی عمل داخل ایمان ہے۔ تقویت الایمان میں لکھا ہے ایمان کے دو جزو ہیں خدا کو جاننا اور رسول کو رسول سمجھنا اور خدا کو خدا سمجھنا۔ اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی راہ نہ پکڑے[2] - اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں۔ اور اس کے خلاف کو بدعت سو ہر کسی کو چاہئے کہ توحید اور اتباع سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دو چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں۔ اس عبارت میں ایمان کی دو جز و بتائے توحید اور اتباع سنت اور ان دونوں کو ایک درجہ میں رکھا۔ اتباع سنت عمل کے قبیل سے ہے اس کو بھی توحید کی طرح داخل ایمان کیا اور شرک و بدعت کو ایک درجہ میں رکھا کہ جس طرح شرک سے اصل ایمان میں خلل آتا ہے اسی طرح بدعت سے بھی ایمان جاتا رہتا ہے۔ یہ اہل سنت کا مذہب نہیں بلکہ خوارج و معتزلہ کا مذہب ہے اور بکثرت آیات[1] قرانیہ

---

[2] نہ صحابہ کی نہ تابعین کی نہ آئمہ کی نہ مجتہدین کی نہ مومنین صالحین کی اس سے تو صحابہ کا اتباع بھی بدعت ہوا اور بدعت قرون ثلثہ میں جا پہنچی۔

[1] نیز تقویت الایمان ص۵ میں پیروں پیغمبروں کو مشکل کے وقت پکارنا ان سے مرادیں مانگنا، منتیں ماننا نذر و نیاز کرنا عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا شرک بتایا باوجودیکہ یہ تمام اعمال کے قبیل سے ہیں اور طرفہ یہ کہ اعتقاد و اقرار کا بالکل اعتبار نہ کیا چنانچہ ص ۶ میں لکھا کہ وہ عقیدہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ان کو اللہ ہی کا بندہ اور اسی کا مخلوق سمجھتے ہیں اس کو خرافات کہا اور اس اعتقاد کے صرف عمل پر مسلمانوں کو مشرک بنا ڈالا اس سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب تقویت الایمان کے نزدیک عمل

کے خلاف ہے۔ شرح عقائد مطبوعہ مطبع محمدی صفحہ ۷۰ میں ہے: اَلْکَبِیْرَۃُ لَاتُخْرِجُ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ مِنَ الْاِیْمَانِ لِبَقَاءِ التَّصْدِیْقِ الَّذِیْ هُوَ حَقِیْقَةُ الْاِیْمَانِ خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ حَیْثُ زَعَمُوْا اَنَّ مُرْتَکِبَ الْکَبِیْرَةِ لَیْسَ بِمُؤْمِنٍ وَلَا کَافِرٍ هٰذَا هُوَا لْمَنْزِلَةُ بَیْنَ الْمَنْزِلَتَیْنِ بِنَاءً عَلٰی اَنَّ الْاَعْمَالَ عِنْدَهُمْ جُزْءٌ مِنْ حَقِیْقَةِ الْاِیْمَانِ وَلَا تُدْخِلُهُ اَیِ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ فِی الْکُفْرِ خِلَافًا لِلْخَوَارِجِ فَاِنَّهُمْ ذَهَبُوْا اِلٰی اَنَّ مُرْتَکِبَ الْکَبِیْرَةِ بَلِ الصَّغِیْرَةِ اَیْضًا کَافِرٌ۔ شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۷ میں ہے: تَرْکُ الطَّاعَاتِ بِالْکُلِّیَةِ وَ اِرْتِکَابُ السَّیِّئَاتِ بَاسْرِهَا لَا یُخْرِجُ الْمُؤْمِنَ عَنِ الْاِیْمَانِ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ بِخِلَافِ الْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ۔ اب ثابت ہو گیا کہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جز نہیں اعمال کو ایمان کا جزو قرار دینا خوارج اور معتزلہ کا مذہب ہے۔ جمہور کے نزدیک رکن ایمان صرف تصدیق ہے اور اقرار دنیا میں اجرائے احکام کے لئے شرط بعض علماء کے نزدیک ایمان تصدیق و اقرار کا نام ہے مگر اقرار محتمل السقوط ہے جیسا کہ حالت بکم واکراہ میں شرح عقائد ص ۷۷ میں ہے: هٰذَا الَّذِیْ ذَکَرَهُ مِنْ اَنَّ الْاِیْمَانَ هُوَ التَّصْدِیْقُ وَالْاِقْرَارُ مَذْهَبُ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ وَهُوَ اِخْتِیَارُ الشَّمْسِ الْاَئِمَّةِ وَ فَخْرِ الْاِسْلَامِ وَذَهَبَ جُمْهُوْرُ الْمُحَقِّقِیْنَ اِلٰی اَنَّهُ هُوَ التَّصْدِیْقُ بِالْقَلْبِ وَاِنَّمَا الْاِقْرَارُ شَرْطُ اِجْرَاءِ الْاَحْکَامِ فِی الدُّنْیَا لِمَا اَنَّ التَّصْدِیْقَ بِالْقَلْبِ اَمْرٌ بَاطِنٌ لَا بُدَّلَهُ مِنْ عَلَامَةٍ فَمَنْ صَدَّقَ بِقَلْبِهٖ وَلَمْ یُقِرَّ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ عِنْدَاللّٰهِ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ مُؤْمِنًا فِیْ اِحْکَامِ الدُّنْیَا۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ ایمان کے دو جزو کہیں قرآن و حدیث میں تو آئے نہیں خدا اور رسول ﷺ نے بتائے نہیں تو بقول صاحب تقویت الایمان کے بدعت اور اصل ایمان میں خلل ڈالنے والے ہوئے۔ وہابیو سنبھالو تو اپنے پیشوا کا ایمان۔

وہابیہ کے نزدیک ایمان صرف خدا کو جاننے اور رسول کو رسول [2] سمجھنے کا نام ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) حقیقت ایمان میں داخل ہے یہ خارجیوں کا مذہب ہے نہ اہل سنت کا۔

[2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پس یہی ان کے نزدیک ایمان [1] کی حقیقت ہے نہ اعتقاد کی ضرورت نہ اقرار کی حاجت ایسا ایمان تو یہود و نصاری بھی رکھتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان قرار نہ دیا۔ سورۂ انعام میں فرمایا: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ یہ اہل کتاب اس نبی (ﷺ) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہ اعلم علماء یہود سے تھے جب مشرف باسلام ہوئے اس آیہ کریمہ کو سن کر عرض کیا یارسول اللہ واللہ ہم حضور کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچانتے تھے۔ بیٹے میں احتمال ہے شاید عورت نے خیانت کی ہو اور حضور کی رسالت میں کوئی شک نہ تھا۔ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: جَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ۔ جان بوجھ کر مکرے اور دلوں میں خوب یقین تھا۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَقَدْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ۔ اور بیشک اس نبیؐ کے ظہور سے قبل لڑائیوں میں ان کے صدقہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے کہ الٰہی اس نبی آخر الزمان کا صدقہ ہمیں ان پر فتح دے پھر جب وہ جانا پہچانا نبی تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت ان کافروں پر ان آیات سے ثابت ہے کہ خدا کو اور رسول کو جاننا صرف اتنا ہی ایمان نہیں جانتے تو یہود و نصاری بھی تھے مگر قرآن کریم کی متعدد آیات میں باوجود اس کے

[1] چنانچہ تقویت الایمان ص ۴ میں ہے ایمان کی دو جزو ہیں خدا کو جاننا اور رسول کو رسول سمجھنا سمجھنے پر ہی دار و مدار ہے اور سمجھنا یہیں ختم ہوگیا۔ اب قرآن شریف ملائکہ جنت نار حشر باقی انبیاء و مرسلین کتب سابقہ وغیرہ کسی کو کچھ سمجھے یا نہ سمجھے وہابیہ کے نزدیک مومن ہوچکا ظالم کو آمنت باللہ بھی یاد نہ تھی یا اس کو بھی نہ مانتا ہو جیسا کہ اس نے تقویت الایمان صفحہ ۱۶ میں لکھا کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے صفحہ ۸ میں لکھا کہ اوروں کو ماننا محض خبط ہے اور بھی کئی جگہ یہ مضمون لکھا تو قرآن ملائکہ جنت و دوزخ حشر و نشر و کتب سابقہ و انبیاء سابقین کے ماننے کا تو انکار کر ہی دیا ساتھ ہی محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ماننے کا بھی انکار کر دیا حضور بھی اللہ کے سوا میں داخل ہیں تو اب حضور کا ماننا کس طرح داخل ایمان ہو سکتا ہے۔ یہ عجیب طرح کا ایمان ہے کہ جس کا ماننا اس میں داخل ہو اسی کا ماننا خبط بھی بتایا جائے۔

انہیں کافر فرمایا۔ یہ ہے وہابیہ کا ایمان اللہ کی پناہ۔

(۳) وہابیہ کے نزدیک دنیا میں کوئی ایماندار باقی نہ رہا۔ تقویت الایمان صفحہ ۵۰ حدیث مشکوۃ کے ترجمہ میں لکھا۔

پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی سو جان نکال لے گی جس کے دل میں ہو گا ایک رائی کے دانہ بھر ایمان سو رہ جائیں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جاویں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر۔ پھر اس کے فائدہ میں لکھا۔ پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو گا مر جاویں گے۔ اس کے بعد اسی صفحہ میں لکھا۔ سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ یعنی وہ ہوا چل گئی اور روئے زمین پر کوئی ایماندار اتنا بھی نہ رہا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان سب بے ایمان ہی رہ گئے اس میں وہ خود بھی داخل ہے اور اس کے تمام ماننے والے بھی سارے وہابی تقویت الایمان کے اس حکم سے کافر بت پرست ہوئے اس قول پر دو وجہ سے کفر لازم ہے۔ ایک تو اس لئے کہ اپنے کفر کا اقرار کفر ہے۔ فتاوی عالمگیری طبع مصر ۱۳۱۰ھ جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ میں ہے: مُسْلِمٌ قَالَ اَنَا مُلْحِدٌ یَکْفُرُ وَلَوْ قَالَ مَا عَلِمْتُ اَنَّهٗ کَفَرَ لَا یُعْذَرُ بِهٰذَا۔ مسلمان اپنے ملحد ہونے کا اقرار کرے تو کافر ہو جاتا ہے اور اگر کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ یہ اقرار کفر ہے تو یہ عذر نہ سنا جائے گا۔ دوسری وجہ یہ کہ تمام امت کو کافر بتانا کفر ہے۔ شفا شریف صفحہ ۳۶۲ میں ہے: نَقْطَعُ بِتَکْفِیْرِ کُلِّ قَائِلٍ قَالَ قَوْلًا یَتَوَصَّلُ بِهٖ اِلٰی تَضْلِیْلِ الْاُمَّةِ جو ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی راہ نکلے اس کے کفر میں شبہ نہیں۔

فریب کاری یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا تھا کہ ہوا دجال کے نکلنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد آئے گی۔ تقویت الایمان صفحہ ۵۱ میں بھی یہ حدیث نقل کر کے ان لفظوں میں ترجمہ لکھا تھا نکلے گا دجال سو بھیجے گا اللہ ایک باؤ ٹھنڈی شام کی طرف سے تو نہ باقی رہے گا کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی۔ مار باوجود اس کے لکھ دیا۔ سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا یعنی وہ

ہو چل گئی۔ نہ دجال نکلا نہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نازل ہوئے اور ظالم نے اس ہوا کے چل جانے کا اپنی ہی طرف سے حکم لگا کر تمام دنیا کو بے دین قرار دے دیا

بزرگان دین اولیاء انبیاء ملائکہ اور سید[1] الانبیاء کی نسبت وہابیہ کے اعتقاد اور تقویت الایمان کی گستاخیاں

(۱) تقویت الایمان صفحہ ۸ میں ہے۔ اس بات میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں۔ صفحہ ۲۹۔ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار۔ صفحہ ۲۹۔ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔ صفحہ ۲۳' کسی نبی ولی کو جن و فرشتے کو پیر و شہید کو امام و امام زادے کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی۔ تقویت الایمان میں اس طرح کی بہت عبارات ہیں جن میں مقبولان بارگاہ اور مقربین درگاہ کے ساتھ جن و شیطان بھوت و پری کو ملا کر ذکر کیا ہے اور سب کو عجز و بے اختیاری میں برابر اور بے خبری و نادانی میں یکساں بتایا اور فرق کا انکار کیا ہے اول تو سب کو آپس میں برابر کہنا غلط و باطل اور کذب خالص اور مخالف آیات قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا[1] یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ دوسری جگہ ارشاد ہے: هَلْ[2] یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ تقویت الایمان والے کا انبیاء و اولیاء اور جن و شیطان میں فرق نہ ماننا اور سب کو بے خبری و نادانی میں یکساں کہنا ان آیات کی مخالفت ہے ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا یَسْتَوِی[3] الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ

---

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

[2] دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں۔ [2] برابر نہیں وہ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں۔ [3] اندھا اور آنکھوں والا تاریکیاں اور نور اور سایہ اور تیز دھوپ برابر نہیں اور زندہ اور مردے برابر نہیں۔

وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَالْاَمْوَاتُ۔

علاوہ بریں مقبولوں کا مبغوضوں کے ساتھ ملا کر ذکر کرنا ہی بے ادبی و گستاخی ہے چہ جائیکہ انہیں یکساں بتانا۔ کیا کوئی شخص کہے کہ مخلوق ہونے میں مولوی اسمٰعیل دہلوی اور جن و شیطان بھوت پری میں کچھ فرق نہیں اس بات میں مولوی اسمٰعیل دہلوی اور کتے، سور، بلی، بندر سب یکساں اور برابر ہیں تو کیا یہ مولوی اسمٰعیل کی توہین نہ ہوئی ضرور ہوئی تو یہی کلمے انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی شان میں لکھنا یقیناً گستاخی اور اہانت ہے اور انبیاء کی اہانت کفر ہے۔ اعلیٰ کے ساتھ ادنیٰ کو ایک حکم میں شامل کرنا اگرچہ دونوں کو برابر نہ کیا ہو وہ بھی اہانت ہے۔ شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۳۳ میں ہے۔ وَلَوْ قَالَ بِاللّٰهِ وَبِتُرَابِ قَدَمِكَ كَفَرَ عِنْدَ الْكُلِّ یعنی اگر کسی نے کہا کہ اللہ کی اور تیرے قدموں کی خاک کی قسم تو کافر ہو گیا اس کی علت یہ تحریر فرمائی۔ فِي الْاَخِيْرِ مَايَشِيْرُ اِلٰى اِهَانَتِهٖ تَعَالٰى مصنف تقویت الایمان کا مقصد یہ ہے کہ وہ انبیاء اور سید انبیاء ﷺ کی شان میں بے ادبانہ گستاخانہ توہین کے کلمے لکھ کر ان کی عظمت دلوں سے نکالے یہاں تو اس نے ان کا ذکر شیطان اور بھوت و پری کے ساتھ ملا کر کیا اور مذکورۂ بالا پہلی اور چوتھی عبارت میں اولیاء و انبیاء کے لفظ لکھے اور دوسری تیسری عبارت میں سب بندے بڑے کہہ کر ان کو مبارک ہستیوں کی طرف اشارہ کیا آئندہ بھی اس کی ایسی عبارتیں آئیں گی جن میں ایسے کلموں سے انبیاء علیہم السلام یا سید الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر کرے گا۔

(۲) تقویت الایمان صفحہ ۳۶ کوئی بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا۔ سب نیک بد برابر کر دیئے۔ وجاہت خلت محبوبیت اصطفا اجتبا بلکہ نبوت و رسالت تک تمام فضیلتیں کالعدم قرار دے دیں کیا یہ ساری تکریمیں برائے گفتن ہیں اور سب بندے اللہ کے نزدیک یکساں ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ قرآن پاک میں تو محبوبان حق کے لئے فضائل و درجات ثابت کرتا ہے مگر تقویت الایمان والا سب کو برابر بتاتا ہے فرقہ جہمیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے اور

اسی پر امیر عراق نے جعد بن درہم کو واسط میں علمائے دین کے فتوی سے قتل کیا۔ علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۹ میں فرماتے ہیں: اَنْكَرَ الْجَهْمِيَّةُ[1] حَقِيْقَةَ الْمَحَبَّةِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ زَعْمًا مِنْهُمْ اَنَّ الْمَحَبَّةَ لَا تَكُوْنُ اِلَّا لِمُنَاسَبَةٍ بَيْنَ الْمُحِبِّ وَالْمَحْبُوْبِ وَاَنَّهٗ لَا مُنَاسَبَةَ بَيْنَ الْقَدِيْمِ وَالْحَادِثِ تُوْجِبُ الْمَحَبَّةَ وَكَانَ اَوَّلُ مَنِ ابْتَدَعَ هٰذَا فِي الْاِسْلَامِ هُوَ الْجَعْدُ بْنُ دِرْهَمٍ فِي اَوَائِلِ الْمِائَةِ الثَّانِيَةِ فَضَحّٰى بِهٖ خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْقَسْرِيُّ اَمِيْرُ الْعِرَاقِ وَالْمَشْرِقِ بِوَاسِطٍ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ ضَحُّوا تَقَبَّلَ اللّٰهُ ضَحَايَاكُمْ فَاِنَّهٗ مُضَحٍّ بِالْجَعْدِ بْنِ دِرْهَمٍ اَنَّهٗ زَعَمَ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَتَّخِذْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ثُمَّ نَزَلَ فَذَبَحَهٗ وَكَانَ ذٰلِكَ بِفَتْوٰى اَهْلِ زَمَانِهٖ مِنْ عُلَمَاءِ الدِّيْنِ۔ صاحب تقویت الایمان انبیاء و اولیاء کی فضیلتیں مٹانے اور ان کی عظمت گھٹانے کے درپے ہے تمام کتاب ایسے مضامین سے بھری ہوئی ہے۔

تقویت الایمان صفحہ ۷۰: یعنی جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں وہ سب رسول کہہ دینے میں آ جاتے ہیں کیونکہ بشر کے حق رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں۔ رسول کہنے میں جو کمالات آ جاتے ہیں وہ یقیناً ہر رسول کے لئے حاصل ہیں تو تمام انبیاء علیہم السلام برابر ہو گئے۔ ان میں فرق مراتب و درجات[1] نہ رہا یہ فضلنا بعضهم على

---

[1] یعنی جہمیہ نے خالق و مخلوق کے درمیان جانبین سے محبت کی حقیقت کا انکار کیا بایں گمان کہ محبت کسی مناسبت سے ہوتی ہے جو محب و محبوب کے درمیان ہوا اور قدیم اور حادث کے درمیان کوئی مناسبت ایسی نہیں جو محبت کا سبب ہو سکے۔ دوسری صدی کے اول میں ایک شخص جعد بن درہم تھا جس نے اول یہ بدعت نکالی اس کو خالد بن عبداللہ قسری امیر عراق و مشرق نے واسط میں عید الضحیٰ کے روز ذبح کیا۔ اس امیر نے خطبہ میں کہا اے لوگو قربانی کرو۔ اللہ تمہاری قربانی قبول فرمائے۔ میں جعد بن درہم کی قربانی کروں گا جس نے گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل نہیں بنایا پھر امیر نے منبر سے اتر کر اپنے زمانہ کے علماء دین کے فتوی سے جعد بن درہم کو قتل کیا۔

[1] اگر تمام کمالات رسول کے کہنے میں آ جاتے ہیں تو جدا جدا انبیاء علیہم السلام کے کمالات کا قرآن میں کیوں بیان کیا گیا۔ اور حضور کی نعت شریف سے قرآن شریف کیوں مامور ہے۔ کہیں بالمومنین

بعض کی کھلی مخالفت ہے اور حضور کے تمام فضائل و کمالات مخصوصہ جن میں آپ فرد ہیں اور جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں سب کا انکار ہے یہاں تو رسالت کے سوا حضور کے تمام فضائل و کمالات کا انکار کرتا ہے۔ اب یہ بھی دیکھئے کہ رسالت کی اس نے کیا قدر و منزلت رکھی ہے۔

تقویت الایمان صفحہ ۲۸:۔ انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی یہ ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں۔ اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں۔ صفحہ ۷۵ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں۔ رسالت کی ان نزدیک اتنی حقیقت ہے کہ رسول برے بھلے کاموں سے واقف ہوں اور لوگوں کو سکھاتے ہیں ایک مولوی کے برابر رہ گئے۔ سارے کمالات کا انکار تو رسالت کی آڑ میں کیا اور رسالت کو اس طرح بے قدر کیا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ علم و عصمت وغیرہ رسالت کے کمالات تو اڑا ہی گیا تھا۔ وحی آنا کتاب اترنا اور لزوم طاعت جس کا آیہ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ میں بیان ہے اس سے آنکھ بند کرلی اور حقیقت میں لزوم طاعت کا وہ معتقد بھی نہیں حتی کہ کھانے پینے پہننے میں انبیاء کے حکم پر چلنا شرک سمجھتا ہے۔ دیکھو تقویت الایمان صفحہ ۱۳ اور کھانے پینے میں اس کے حکم پر چلنا یعنی جس پر چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا اور جو منع کیا اس سے دور رہنا (اس کے ساتھ اور بہت چیزیں ملا کر کہتا ہے) ان سب باتوں سے شرک ثابت ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ) رؤف رحیم ارشاد ہے کہیں انک لعلی خلق عظیم فرمایا ہے۔ کہیں انا ارسلنک شاهدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی الله باذنه و سراجا و منیرا مذکور ہے۔ کہیں رحمة للعلمین کہیں ولکن رسول الله وخاتم النبین وارد ہے ورفعنا لک ذکرک فرمایا ہے۔ کہیں الم نشرح لک صدرک کہیں انبیاء سے حضور پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا عہد لیا جاتا ہے کہیں لتومنن به ولتنصرنه کہیں ولسوف یعطیک ربک فترضی کی منزلت کا بیان ہوتا ہے جو خوبیاں رسول کہنے میں آجائیں تو پھر ان کے بیان کا فائدہ کیا تھا وہابیو کیا تمہیں ان سب کا انکار ہے اپنے ایمان درست کرو۔

اب بدعت کا کیا ذکر ہے۔ اتباع سنت ہی شرک کر دیا جس کو صفحہ ۴ میں داخل ایمان بتایا تھا اب دیکھئے کہ صاحب تقویت الایمان نے رسولوں کے تمام کمالات رسالت میں منحصر کی اور وہ سکھائیں تو ان کی اطاعت شرک کر دی تو اب کمالات رسالت اور رسالت کا ماننا کہاں رہا۔ تمام دین ہی بے دین نے درہم برہم کر ڈالا اس پر بھی صبر نہیں۔ رسالت برائے گفتن بھی گوارا نہیں کرتا انبیاء و محبوبان حق کو عوام کی برابر کہے ڈالتا ہے۔

تقویت الایمان صفحہ ۳۳: کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ [1]

تقویت الایمان صفحہ ۴۷ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ تقویت الایمان صفحہ ۶۶ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے غلاموں اور نیاز مندوں کی خدا داد طاقت اور اختیار کا بیان تو ہم بہ تفصیل لکھ چکے ہیں۔ یہ بحث اس کتاب کے صفحہ ۶۱ اور صفحہ ۱۵۶ پر دیکھئے یہاں یہ دکھانا منظور ہے کہ تقویت الایمان والا شان انبیاء کے گھٹانے کے کس قدر درپے ہے اور کس بدتمیزی اور گستاخی کے ساتھ ان کی جناب میں زبان درازی کرتا ہے اس نے انبیاء کو عوام کے برابر کر ڈالا۔

تقویت الایمان صفحہ ۶۸: انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کے بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ یہاں بڑے بزرگ سے انبیاء و اولیاء مراد ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد لکھا ہے۔ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں

---

[1] طاقت کا حال تو صحیح بخاری شریف میں دیکھو ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور میں عرض کرتی ہیں اَرٰی رَبَّكَ يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ آپ کی خواہش میں جلدی کرتا ہے۔ مواہب لدنیہ میں ہے: اِذَا اَرَادَ اَمْرًا لَا يَكُوْنُ خِلَافَهٗ وَ لَيْسَ لِذَالِكَ الْاَمْرِ فِي الْكَوْنِ صَارِفٌ حضور جو چاہتے ہیں اس کے خلاف نہیں ہوتا اور حضور کے چاہے کا کوئی جہان بھر میں پھیرنے والا نہیں۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی اپنے قصائد قاسمی صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں:

یہ ہے اجابت حق کو نری دعا کا لحاظ — قضائے مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار

خدا ترا تو جہان کا ہے واجب الطاعۃ — جہان کو تجھ سے تجھے اپنے رب سے ہے سروکار

اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ [1] حضور ﷺ کے تمام کمالات بزعم خود مٹا کر برادری جوڑی اور بھائی بندی کا رشتہ گھڑا تاکہ عوام کے قلوب سے حضور کی عظمت بالکل ہی نکال دے۔ یہ حضور کی توہین ہے۔ کوئی اپنے باپ یا آقا اور بادشاہ کو بڑا بھائی نہیں کہہ سکتا اگر کہے تو گستاخ بے ادب سمجھا جائے مگر یہ بے ادب شان رسالت میں بیباکانہ گستاخی کرتا ہے۔ بڑا بھائی کیا چیز ہے۔ باپ دادا' استاد پیر' آقا' بادشاہ سب اس در کے غلام ہیں اور غلامی ان کا فخر صحابہ کرام کا ادب تھا کہ جب حضور کی خدمت میں کچھ عرض کرتے تو پہلے بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ کہتے یعنی میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اصحاب کرام بات بات میں جس پر ماں باپ کو قربان کریں اس کو بڑا بھائی بتانا نہایت بے ادبی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ حضور کا تعلق اس طرح بیان فرمایا: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ یعنی نبی ﷺ مومنین کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں اور آپ کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں۔ تفسیر مدارک میں ہے: وفی قراہ ابن مسعود النبی اولی بالمومنین من انفسهم وهو اب لهم۔ یعنی نبی کریم مومنین کے ان کے جانوں سے زیادہ مالک ہیں اور حضور ان کے والد ہیں۔ قرآن پاک تو حضور کو مومنین کی جانوں کا مالک بنائے ان کا والد بتائے حضور کی ازواج طاہرات کو مومنین کی ماں فرمائے اور وہابی بے ادب حضور کو بھائی ٹھہرائے بعضے گستاخ کہا کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں ہے: انما المومنون اخوه کہ مومن آپس میں بھائی [1] ہیں۔ تو حضور بھی بھائی ہوئے۔ معاذ اللہ اس جاہل سے پوچھو پھر تو باپ کس کو بتائے گا۔ قرآن کریم نے حضور کی ازواج طاہرات کو مومنین کی ماں فرمایا اس رشتہ سے مومن بھائی ہوئے چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے: قَالَ مُجَاهِدٌ كُلُّ نَبِیٍّ اَبُوْ اُمَّتِهٖ وَلِذٰلِكَ صَارَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةً لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

[1] یہاں بڑے بھی نہ رہے صرف بھائی ہی رہے۔

[1] ابھی تو رسول اللہ ﷺ ہی کو بھائی بتایا ہے ایسے گستاخوں سے کیا تعجب کہیں اللہ تعالیٰ کو بھائی نہ کہہ گزریں کہ اس کا نام پاک بھی مومن ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

وَسَلَّمَ اَبُوْهُمْ فِی الدِّیْنِ یعنی مجاہد نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے والد ہوتے ہیں اسی سے مومن آپس میں بھائی ہوئے کیونکہ حضور ان کے دینی باپ ہیں تو حضور کو بھائی کہنا کس قدر بے ادبی ہے۔ بھائی کو اہانت کفر نہیں ہوتی اور حضور علیہ الصلوۃ کے غلام علماء ان کی بھی اہانت کفر ہے۔ شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۱۱ میں ہے: مَنْ قَالَ لِعَالِمٍ عُوَيْلِمٌ اَوْلِعَلَوِیٍّ عُلَيْوِیٌّ اَیْ بِصِيْغَةِ التَّصْغِيْرِ فِيْهِمَا لِلتَّحْقِيْرِ كَمَا قَيَّدَهٗ بِقَوْلِهٖ قَاصِدًا بِهِ الْاِسْتِخْفَافَ كفر۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو بنظر حقارت عالم کو عویلم .صیغہ تصغیر کہے کافر ہو جاتا ہے۔ حضور کے امی عالم کا یہ مرتبہ ہے کہ حضور کو بھائی کہنا کتنا ادب سے دور ہے رہی یہ بات کہ حضور ﷺ نے امتا اپنے آپ کو بھائی فرمایا تو اس کو دلیل بنانا انتہا درجہ کی جہالت [1] ہے تواضع کے کملے تواضع کرنے والے کا تو کمال ہوتے ہیں مگر ان کو لوٹ کر کہہ دینا گستاخی ہوتا ہے علماء مشائخ اپنے آپ کو بندہ ذلیل سگ دنیا کمترین خلایق لکھا کرتے ہیں تو کیا دوسروں کو بھی ان کے شان میں یہ لفظ کہنا درست ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور نے جن اصحاب سے اِكْرِمُوْا اَخَاكُمْ فرمایا انہوں نے حضور کو بھائی نہ کہا اور اگر وہ کہتے بھی تو دوسرا کون تھا جو ان کو ہمسری کرتا اور جو بانہیں دربار حبیب میں حاصل ہے اس کا مدعی ہوتا۔ ان میں وہ بھی ہیں۔ جن کی نسبت ارشاد ہوا کہ ان کے عمل تمام امت کے عملوں کے مجموعہ سے زیادہ ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اِمْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی۔ پھر ستم یہ کہ تقویت الایمان والے نے حضور کو صرف مومنین ہی کا بھائی نہ کہا بلکہ وہ ظالم یہ کہتا ہے کہ انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ انسان میں بھنگی بھی ہیں' چمار بھی' کنجر بھی' کافر بھی۔ مردود نے سب کا بھائی بتا دیا اور عقل کے اندھے تیرہ دروں کی

---

[1] ایسے تو حضرت یونس علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اس میں حضرت یونس علیہ الصلوۃ والسلام نے براہ تواضع اپنے آپ کو ظالم فرمایا تو کیا اس سے یہ جائز ہو گیا کہ دوسرے بھی ان کی شان عالی میں یہ لفظ کہیں اور وہابیہ کی طرح یہ عذر کریں کہ یہ تو انہوں نے خود فرمایا ہے ایسا عذر ہرگز کام نہ آئے گا اور انہیں ظالم کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

طرف داری کئے جاتے ہیں۔ وہابیو کچھ تو شرماؤ اور یہ بتاؤ کہ اسمٰعیل نے یہ کہاں سے کہا قرآن و حدیث میں کہاں آیا ہے کہ جو بڑا بزرگ ہو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے یہ ہے دین میں احداث اور بدعت ضلالت جس پر وہابی مرتے ہیں۔ وہابیہ نے نبی کا مرتبہ باپ سے بھی کم رکھا استاد اور عالم کے برابر بھی نہ سمجھا۔ ردالمحتار جلد ۵ صفحہ ۴۹۸ میں ہے: قَالَ الزَّنْدُ وَيَسْتِي حَقُّ الْعَالِمِ عَلَى الْجَاهِلِ وَحَقُّ الْاُسْتَاذِ عَلَى التِّلْمِيْذِ وَاحِدٌ عَلَى السَّوَاءِ وَهُوَ اَنْ لَايَفْتَحُ الْكَلَامَ قَبْلَهٗ وَلَا يَجْلِسُ مَكَانَهٗ وَاِنْ غَابَ وَلَا يَرُدُّ عَلَيْهِ كَلَامَهٗ وَلَا يَتَقَدَّمُ عَلَيْهِ فِيْ مَشْيِهٖ۔ یعنی عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا شاگرد پر برابر ہے اور وہ یہ ہے کہ بات اس سے پہلے نہ شروع کرے اس کی غیبت میں بھی اس کی جگہ نہ بیٹھے اس کا کلام اس پر رد نہ کرے چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے یہ تو عالم اور استاد کا ادب ہے انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ تو ان سے بہت بلند و بالا ہے اور پھر سید انبیاء ﷺ کی منزلت ان سے بھی اعلیٰ مخلوق خدا میں کوئی ان کا ہمسر و ہمتا نہیں۔ ترمذی شریف میں بروایت انس وارد ہے اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ یعنی روز قیامت میں تمام آدمیوں کا سردار ہوں اور یہ فخرا نہیں فرماتا۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے: مَا[1] مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اٰدَمَ وَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ۔ ترمذی میں بروایت ابو ہریرہ وارد ہے: [2] اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِنَّ[3] اللّٰهَ فَضَّلَ مُحَمَّدًا عَلٰى اَهْلِ السَّمَاءِ وَعَلَى الْاَنْبِيَاءِ۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۶)

احادیث سے تو معلوم ہوا کہ حضور کا مرتبہ سارے عالم اور تمام خلق سے اعلیٰ ہے

---

[1] روز قیامت حضرت آدم اور تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

[2] سب سے اول زمین میرے لئے شق ہو گی اور مجھے جنتی لباس پہنائے جائیں گے اور میں عرش کے داہنی جانب قیام فرما ہوں گا مخلوقات میں میرے سوا کوئی نہیں جو اس مقام پر قیام کر سکے۔

[3] اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام آسمان والوں اور کل نبیوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

اور بارگاہ حق میں جو عزت و عظمت آپ کی ہے وہ کسی کو میسر نہیں۔ مگر تفویت الایمان والے اپنے بڑے بھائیوں کا یہی درجہ سمجھتے ہیں۔ اور حضور کی تعظیم محض بڑے بھائی کے برابر رکھتے ہیں۔ بارگاہ نبوت میں یہ گستاخی کرنے پر انہیں تمام دیوبندی بھی کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ ان سب کے مصدقہ فتوے (المہند میں دیکھو)۔

المہند صفحہ ۱۷ میں ہے۔ جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ تفویت الایمان میں حضور اقدس ﷺ کو بھائی کہنے کے ساتھ بندہ عاجز بھی کہا ہے۔ یہ بھی ترک ادب ہے۔

ردالمحتار جلد ۵ صفحہ ۴۹۷ میں ہے لَايَجُوْزُ اَنْ يُقَالَ اِنَّهٗ فَقِيْرٌ غَرِيْبٌ مِسْكِيْنٌ یہاں تک تفویت الایمان والے نے حضور کا مرتبہ گھٹاتے گھٹاتے بھائی کے درجہ میں رکھا اب اس سے بھی آگے بڑھتا ہے اور لکھتا ہے جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو (تفویت الایمان صفحہ ۱۷) اس عناد کو دیکھئے کم کرتے کرتے بشر کی سی تعریف رکھی وہ بھی گوارا نہ ہوئی تو کہتا ہے اس میں بھی اختصار کرو۔ مطلب یہ ہے کہ تعریف بالکل نہ ہو پہلے کفار بھی انبیاء علیہم السلام کو بشر کہتے تھے قرآن پاک نے ان کا مقولہ نقل فرمایا: وَقَالَ[2] الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ مولانا روی فرماتے ہیں:

ہمسری باانبیاء بر داشتند اولیاء راہچو خود پنداشتند

گفتہ اینک مابشر ایشاں بشر ماو ایشاں بستہ خوابیم و خور

انبیاء علیہم السلام ظاہر میں بشر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں کمالات عطا فرماتا ہے کمالات کو چھوڑنا اور لفظ بشر سے ان کا ذکر کرنا یقیناً بے ادبی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کے دل میں عظمت نہیں اور انبیاء علیہم السلام کے مراتب و کمالات کا اظہار اس کو

---

[1] حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو فقیر مسکین غریب کہنا جائز نہیں۔

[2] تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی ہو۔

گوارا نہیں اگر کوئی شخص بادشاہ کے مرتبہ کا ذکر نہ کرے صرف آدمی اور بشر کہے تو بے ادب گستاخ ہے۔ بادشاہ تو بادشاہ باپ کو بھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ وہ بھی ایک آدمی ہیں خود وہابیہ اپنے مولویوں کے لئے بڑے القاب و آداب استعمال کرتے ہیں اگر ان کے نام کے ساتھ کلمہ تعظیم نہ ہو تو ناراض ہو جائیں آدمی کہہ کر پکاریئے کیسے لال پیلے ہوتے ہیں جب تک مولانا مولوی نہ کہے جائیں راضی ہی نہ ہوں یہ کبھی نہیں کہتے کہ خبردار ہمیں مولانا نہ کہو مولیٰ تو اللہ تعالیٰ ہے۔ حدیث میں ہے۔ اللہ مولانا مگر انبیاء علیہم السلام کی تعریف کو روکتے ہیں۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ بھی عظمت کے کلمات سے فرماتا ہے اور اپنے بندوں کو ان کی تعظیم و توقیر کا حکم دیتا ہے۔

آیت (۱) تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ[1]

آیت (۲) یَا[2] اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

اس آیت میں حضور کے سامنے بلند آواز سے بولنے کی ممانعت ہے اور ایسی ممانعت کہ ان کے حضور میں چلا کر بولنے سے عمل اکارت کر دیئے جائیں۔ وہابیہ سے کہو اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ مرتبہ دیا جو نہ کسی بادشاہ کو میسر نہ امیر کو، مگر وہابی باوجود اس کے حضور کو بھائی بنانا اور بشر کی سی بلکہ اس سے بھی کم درجہ کی تعریف کو کہتا ہے اس سے پوچھو ایسا کون سا بشر ہے۔ بے ادبو تم حضور کی شان میں بشر کا لفظ کہتے ہو اور اللہ تعالیٰ حضور کے فرمانبردار غلاموں کو بھی اس طرح نہیں پکارتا حضور کے صدقہ میں ان کی بھی عزت کرتا ہے۔ اور جابجا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ مخاطب بناتا ہے۔ قرآن پاک میں

---

[1] تاکہ اس رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

[2] اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بلند آواز سے نہ بولو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

آدمی کہہ کر یَا اَیُّهَا النَّاس کے ساتھ اکثر اپنے اور حضور کے دشمنوں کو خطاب کرتا ہے۔ مگر وہابی یہ لفظ حضور کے لئے تجویز کرتا ہے۔ اور کہتا ہے جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو اللہ تعالیٰ اس کو منع فرماتا ہے کہ آپس میں باہم ایک دوسرے کو جس طرح پکارتے ہو حضور کو ویسے نہ پکارو۔

آیت (۳) لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا حضور سے اور دوسروں سے کیا نسبت انبیاء کی بشریت ظاہری ہوتی ہے ان کے بواطن و ارواح رتبہ بشر سے اعلیٰ ہوتی ہیں۔ شفائے قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۹۹ میں ہے۔

فَظَوَاهِرُهُمْ[1] وَ اَجْسَادُهُمْ وَبِنْیَتُهُمْ مُتَّصِفَةٌ بِاَوْصَافِ الْبَشَرِ طَارَ عَلَیْهَا مَایَطْرَا عَلَی الْبَشَرِ مِنَ الْاَعْرَاضِ وَالْاَسْقَامِ وَالْمَوْتِ وَنُعُوْتِ الْاِنْسَانِیَّةِ وَاَرْوَاحُهُمْ وَبَوَاطِنُهُمْ مُتَّصِفَةٌ بِاَعْلٰی مِنْ اَوْصَافِ الْبَشَرِ جب فیض ربانی کی نسیم جان پرور چلتی ہے تو اس ظاہری بشریت کا یہ رنگ ہوتا ہے جو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمتہ آیہ کریمہ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ یعنی[1] البتہ ہر حالت آخر بہتر باشد ترا از حالت اول تا آنکہ

---

[1] انبیاء کے ظواہر و اجسام بشری اوصاف کے ساتھ متصف ہیں اور ان پر بشری اعراض و اسقام بیماری و موت طاری ہوتے ہیں اور انبیاء کی ارواح اور بواطن ایسے اوصاف کے ساتھ متصف ہیں جو بشریت سے اعلیٰ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث علیہ الرحمہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد ۴ صفحہ ۵۷۷ میں فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام جائز ست بر ایشان طریان عوارض بشری از آفات و تغیرات و آلام و اسقام انچہ جائز است بر سائر برد گذاشتہ شدہ است اجسام و ظہور ایشاں برحد بشریت و جبلیت و اما ارواح و بواطن ایشاں معصوم ست ازان و متعلق بملاء اعلیٰ مولوی محمد قاسم نانوتوی قائد قاسمی صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں۔

رہا جمال یہ تیرے حجاب بشریت نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

[1] یعنی بالضرور آپ کی ہر پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر ہو گی یہاں تک کہ آپ کی بشریت کا بالکل وجود نہ رہے اور انوار حق کا غلبہ آپ پر علی الدوام ہو گا۔

بشریت ترا اصلا وجود نماند و غلبہ انوار حق بر تو علی سبیل الدوام حاصل شود (تفسیر فتح العزیز پارہ عم سورۃ والضحیٰ)

الحمد للہ قرآن پاک نے حضور کا مرتبہ ایسا بلند ثابت کیا مگر تفویت الایمان والے کی سیاہ دلی دیکھئے کہ وہ حضور کی اور تمام انبیاء کی سرداری کی قدر دلوں سے کم کرنے کے لئے کیسی کیسی ناقص تشبیہیں دیتا ہے۔

تفویت الایمان صفحہ ۷۲ جیسا کہ ہر قوم کا چودہری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ وہابیو کچھ تو انصاف کی کہہ دو کیا یہ کلمے شان انبیاء کی تنقیص اور ان کے ساتھ تمسخر نہیں ہیں؟ قرآن و حدیث حضور کی عظمت سے بھرے ہوئے ہیں سب کو چھوڑ کر چودہری کہتا ہے تو اراکین سلطنت اور وزیر کس کو سمجھتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ایشاں [1] دراں روز در جناب خداوندی بمنزلہ وزیر از بادشاہ باشند تفویت الایمان والا مسلمانوں کے قلوب سے حضور کی عظمت کم کرنے کے لئے اور زیادہ گستاخی کرتا ہے۔ دیکھئے تفویت الایمان صفحہ ۹۶ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ یہ بیباکانہ گستاخی اور حضور پر افتراء حاشاء و کلاء حضور اقدس ﷺ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا یہ حضور پر بہتان ہے۔

حدیث بخاری شریف صفحہ ۲۱ کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ﷺ میں ہے: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ حضور فرماتے ہیں جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے اور جھوٹ بھی ایسا جس سے احادیث کی مخالفت لازم آئے۔

---

[1] دربار خداوندی میں روز قیامت آپ کا وہ مرتبہ ہوگا جو دربار شاہی میں وزیر کا ہوتا ہے۔

[2] صاحب تفویت الایمان میں "بھی" کے لفظ سے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ مضمون حدیث کا ہے اور حضور نے ایسا ہی فرمایا ہے یہ اس کا حضور پر بہتان ہے نہ یہ حدیث شریف میں آیا نہ حضور نے فرمایا۔

ابن ماجہ نے حضرت ابو دردا سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۲۱) بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا تو خدا کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں قطع نظر اس سے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کی نسبت مٹی میں ملنے کا لفظ قطعاً جھوٹ اور افتراء ہے مگر ساتھ ہی توہین و تنقیص بھی ہے۔ حضور کا مرتبہ تو بہت بلند و بالا ہے۔ مہذب لوگ اپنے برابر والوں کے لئے بھی کہنا گوارا نہیں کرتے جو خاک میں ملنے ہی والے ان کے نسبت بھی کہہ دیجئے تو ناگوار گزرے اگر کوئی کہدے کہ مولوی اسمٰعیل رشید احمد محمود حسن سب مر کر مٹی میں مل گئے تو ان کے معتقدین کو اس سے رنج ہوگا مگر حبیب خدا کی شان میں ان کا گر و لکھ گیا تو انہیں کچھ پرواہ نہیں۔ یہی ایک کلمہ کیا ساری تفویت الایمان ایسی گستاخیوں سے لبریز ہے ایک اور عبارت دیکھئے لکھتا ہے۔ جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا (تفویت الایمان صفحہ ۳۱) دیکھئے کیسی بے ادبی و گستاخی ہے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کیسا عناد و عداوت ہے۔ قرآن پاک سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کو اپنا حال بھی معلوم تھا۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى اور اپنے نیاز مندوں اور اخلاص کیش امتیوں کا بھی کہ ان پر وہ رحمت و کرم ہوگا کہ حضور راضی ہو جائیں۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور کفار نابکار کا بھی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ عشرہ مبشرہ اور بہت اصحاب و آل بیت کے جنتی ہونے کی حضور نے خبر دی خود حضور کے ساتھ آخرت میں کیا کیا جائے گا اس کا بیان آیات میں بھی ہے اور احادیث کثیرہ میں بھی۔

حدیث (۱) اَنَا [1] سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَ اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ رواہ مسلم (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۱۱)

حدیث (۲) اَنَا [2] اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ رواہ مسلم (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۱۱) حدیث (۳) اٰتِي [3] بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ

الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ رواہ مسلم (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۱۱)

ان کے علاوہ اور بکثرت احادیث ہیں جن سے حضور کے درجات و مراتب اور آخرت میں حضور کی شان و شوکت معلوم ہوتی ہے۔ بدنصیب بداندیش نے سب کو چھپایا بلکہ جھٹلایا اور لکھ دیا کہ انہیں دنیا قبر آخرت کا حال نہ اپنا معلوم نہ اور کا یعنی اپنے خاتمہ اور نجات کی بھی خبر نہیں معاذ اللہ یہی مشرکین عرب نے بھی کیا تھا اور خوشی منائی تھی۔ خازن جلد صفحہ ۱۳۶ میں ہے: لَمَّا نَزَلَتْ [۴] هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَرِحَ الْمُشْرِكُوْنَ وَقَالُوْا وَاللّٰاتِ وَالْعُزّٰى مَا اَمْرُنَا وَاَمْرُ مُحَمَّدٍ عِنْدَاللّٰهِ اِلَّا وَاحِدٌ وَمَالَهٗ عَلَيْنَا مِنْ مَزِيَّةٍ وَ فَضْلٍ وَلَوْ لَا اَنَّهٗ اِبْتَدَعَ مَايَقُوْلُهٗ مِنْ ذَاتِ نَفْسِهٖ لَاخْبَرَهُ الَّذِىْ بَعَثَهٗ بِمَا يُفْعَلُ بِهٖ صاحب تقویت الایمان انہیں مشرکین کا اتباع کر رہا ہے۔ جو حدیث اس نے نقل کی اس میں لفظ مَايُفْعَلُ بِىْ وہم راوی ہے۔ عمدہ القاری جلد ۴ ص ۱۸ میں ہے: قَالَ [۱] الدَّاوردی مَايُفْعَلُ بِىْ وَهْمٌ وَالصَّوَابُ مَايُفْعَلُ بِهٖ حدیث لکھی اور یہ خبر نہ ہوئی کہ جس لفظ سے استدلال کرتا ہے وہ

۱؎ میں نے روز قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں گا اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جن کی قبر کھلے اور میں ہی پہلا شافع اور پہلا مقبول الشفاعہ ہوں گا۔

۲؎ روز قیامت میرے متبع تمام انبیاء کے متبعین سے زیادہ ہوں گے اور پہلا وہ شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے۔

۳؎ روز قیامت میں جنت کے دروازے پر جاکر دروازہ کھلواؤں گا خازن دریافت کرے گا آپ کون ہیں میں فرماؤں گا محمد (ﷺ) وہ عرض کرے گا آپ ہی کے لئے میں مامور کیا گیا ہوں کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

۴؎ جب آیہ ما کنت بدعاء الآیہ نازل ہوئی تو مشرکین خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا اور محمد (ﷺ) کا ایک حال ہے انہیں ہم پر کچھ فضیلت نہیں اگر قرآن انہوں نے خود نہ بنایا ہوتا تو ان کا بھیجنے والا ان کو خبر دیتا کہ ان کے ساتھ کیا کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیہ لیغفر لک اللہ الایہ نازل فرما کر انکار کر دیا۔

۱؎ در اور دی نے کہا مایفعل بی وہم ہے صحیح مایفعل بہ ہے۔ (بقیہ حاشیہ ص)

وہم و غلط ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے اس کے بعد نافع بن یزید سے بروایت عقیل ما۔فعل بہ نقل کیا فتح الباری جز خامس صفحہ ۱۴۶ میں ہے: فِىْ رِوَايَةِ الْكُشْمِيْهَنِىْ بِهٖ وَهُوَ خَلْطٌ مِنْهُ فَاِنَّ الْمَحْفُوْظَ فِىْ رِوَايَةِ اللَّيْثِ هٰذَا وَلِذٰلِكَ عَقَّبَهُ الْمُصَنِّفُ بِرِوَايَةِ نَافِعِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَقِيْلٍ الَّتِىْ لَفْظُهَا مَا يُفْعَلُ بِهٖ - یہ تو حدیث دانی کا حال کہ روایت کے جس لفظ سے استدلال ہے وہ وہم راوی ہے اور آپ کو خبر نہیں اب فہم معنی کا کمال بھی دیکھئے کہ درایت و علم میں تمیز نہیں اتنا بھی شعور نہیں کہ درایت کے معنی ہیں اِدْرَاكُ الْعَقْلِ بِالْقِيَاسِ یعنی اندازے اور اٹکل سے جاننا اسی لئے یہ لفظ شان الٰہی میں نہیں بولا جاتا اور علم الٰہی کو درایت نہیں کہا جاتا۔ واقعہ یہ تھا کہ جب حضرت عثمان بن مظعون صحابی کی وفات ہوئی اور انہیں کفن دیا گیا۔ حضور نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے اور بہت عنایتیں فرمائیں۔ اس وقت ام العلاء نے بقسم کہا کہ اے عثمان تمہیں جنت مبارک یقیناً تمہاری عاقبت بخیر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک غیبی بات پر جزم و یقین کے ساتھ حکم کرنا اور ارشاد نبی کا منتظر نہ رہنا مقتضائے کمال ادب نہ تھا اس لئے زجرا ارشاد فرمایا وَاللّٰهِ لَا اَدْرِىْ الْحَدِيْثَ مراد یہ ہے کہ یہ امور اندازے اور اٹکل سے جاننے کے نہیں ہیں جب تک خدا و رسول کی طرف سے خبر نہ دی جائے خاموش رہنا چاہیے نیز اس میں یہ بھی ہدایت تھی کہ حضور کے سامنے ایسا حکم کرنا دربار رسالت کے آداب کے خلاف ہے عینی شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۸ میں ہے: فَاِنْ [۱] قُلْتَ هٰذَا اَيْضًا يُعَارِضُ قَوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ

۱؎ یعنی اگر تم کہو کہ اب بھی حدیث واللہ لا ادری کا حدیث جابر سے معارضہ باقی رہتا ہے جس میں یہ ہے کہ تمہارے اٹھانے تک فرشتے ان پر اپنے بازوؤں کا سایہ کرتے رہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے مکرم و مرحوم تھے تو میں کہوں گا کہ اس میں تعارض نہیں کیونکہ حضور ﷺ محض خیالی بات نہیں فرماتے تو حضور نے ام علا کو حضرت عثمان بن مظعون کے متعلق بغیر جانے قطعی حکم لگانے سے منع فرمایا اور حدیث جابر میں جو ارشاد فرمایا وہ آپ کو بطریق وحی معلوم تھا اور وحی سے ہی ایسے امور کا علم قطعی حاصل ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو حضور نے فرمایا وہ ایسی

حَدِیْثِ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَازَالَتِ الْمَلَائِکَۃُ تُظِلُّہٗ بِاَجْنِحَتِھَا حَتّٰی رَفَعْتُمُوْہُ قُلْتُ لَا تَعَارُضَ فِیْ ذٰلِكَ لِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی فَاَنْکَرَ عَلٰی اُمِّ الْعَلَاءِ قَطْعَھَا عَلٰی عُثْمَانَ اِذْ لَمْ تَعْلَمْ ھِیَ مِنْ اَمْرِہٖ شَیْئًا وَفِیْ حَدِیْثِ جَابِرٍ قَالَ مَا عَلِمَہٗ بِطَرِیْقِ الْوَحْیِ اِذْ لَا یُقْطَعُ عَلٰی مِثْلِ ھٰذَا اِلَّا بِوَحْیٍ حَاصِلُہٗ اَنَّ مَاقَالَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِخْبَارٌ مَنْ لَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی وَ ذٰلِكَ کَلَامُ اُمِّ الْعُلَاءِ وَلَیْسَا بِالسَّوَاءِ بلکہ درحقیقت اس کلام کے معنی محض زجر و منع ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۲۷۵ میں حدیث ام العلاء کی شرح میں فرماتے ہیں۔ و درحقیقت مضمون این زجر و منع ست بطریق مبالغہ برسوء ادب در حضرت نبوت و حکم برغیب و جرم بدان۔ یہی حضرت شیخ اسی کتاب میں حدیث کے ترجمے کے بعد لکھتے ہیں۔ وایں در باب انبیاء و رسل خصوصاً درحق سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علیہم منفی ست بدلائل قطعیہ کہ دلالت دارند برجزم و یقین بحسن عاقبت ایشاں یعنی عاقبت کے حال کا نہ جاننا انبیاء اور مرسلین بالخصوص سید انبیاء ﷺ کے حق میں اسے قطعی دلائل سے منفی ہے جو ان حضرات کے حسن عاقبت کے قطعی و یقینی ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو ضرور حدیث کا مفہوم صرف زجر و منع ہوگا۔ حدیث کے یہی معنی سب سے قوی ہیں اگرچہ حضرت شیخ اور دوسرے محدثین نے اور وجوہ بھی نکالے ہیں جن کو ہم نے اس لئے نقل نہیں کیا کہ وہ ضعیف ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ فرماتے ہیں' وایں معنی نہ موافق سوق حدیث ست مگر ان تمام وجوہ میں سے بھی کسی کا نتیجہ یہ نہیں نکلتا کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ اور اپنی عاقبت کا حال معلوم نہیں یہ ناپاک مضمون صاحب تقویت الایمان نے اپنے عناد سے تمام مفسرین و محدثین کے خلاف لکھ کر حضور کی توہین کی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(بقیہ حاشیہ ص) ذات کی خبر ہے جو ہوا و خواہش نفس پر حکم نہیں فرماتے اور یہ جس کو منع فرمایا گیا ام علا کا کلام تھا دونوں برابر نہیں ہیں۔

تقویت الایمان صفحہ ۳۵: اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے اس کے کچھ بعد لکھا ہے اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب سے کچھ رونق نہ بڑھ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال سے ہی جاویں تو اس کی رونق گھٹنے کی نہیں۔ یہ کیسی کھلی گستاخی اور ظاہر توہین ہے علاوہ بریں اس سے حضور ﷺ کے ان تمام فضائل کا انکار لازم آتا ہے جن میں دوسرے کی شرکت ناممکن ہے جیسے اول مخلوقات و خاتم النبیین و سید المرسلین و اول شافع و اول مشفع کہ حضور میں ان فضائل کو مانتا تو ایسا دوسرا پیدا ہونا بھی محال جانتا چہ جائیکہ کروڑوں اور صاحب تقویت الایمان کے مذکورہ بالا اقوال (بڑے بھائی بتانا بڑے بھائی کی سی تعظیم کرنا بشر کی سی تعظیم کرنا بشر کی سی بلکہ اس سے بھی کم درجہ کی تعریف) سے یہی ظاہر ہے کہ حضور کا مرتبہ بڑے بھائی کا سا ہے تو واقع میں اس کے بڑے بھائی جیسے کروروں تحت قدرت ہیں۔ اللہ رب العزت جل و علیٰ تبارک و تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے قربان اس کی قدرت کا بیان ہمارا کیا منہ ہے کہ ہم سے پوری طرح ہوسکے۔ ہماری عبادتیں اس کے بیان مرتبت سے قاصر جبکہ حضور سید انبیاء ﷺ نے فرمایا: لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ اب دوسرے کا کیا حوصلہ کہ شان الٰہی کا دعوی کرسکے شان الٰہی کا بہترین بیان اور اس کی کامل ترین ثنا وہی ہے جو خود اس نے اپنے کلام پاک میں فرمائی تمام قرآن پاک اللہ کی تعریف سے بھرا ہے لیکن یہ کہیں نہیں فرمایا جو تقویت الایمان والا لکھتا ہے باوجودیکہ قرآن کریم اس وقت نازل ہوا جبکہ کفر و شرک اور مخلوق پرستی سے دنیا تاریک ہو رہی تھی اور لوگ عناصر کو بھی پوجتے تھے اور حضرت مسیح و عزیر علیہما السلام کی بھی پرستش کرتے تھے اگر شان الٰہی کے اظہار کے لئے انبیاء کی ان کا گھٹانا ضروری ہوتا تو قرآن کریم میں ان کی نسبت ایسے کلمات فرمائے جاتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مشرکین کے بطلان کا بیان فرمایا اور اپنے محبوبین مقربین کے حق میں عزت و تکریم کے الفاظ بیان

فرمائے اس میں ہدایت ہے کہ بیان توحید و عظمت شان الٰہی میں اس کے محبوبین و مقربین کے مراتب و درجات کا ادب رکھنا بھی ضروری ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اظہار عظمت و جلالت میں داخل ہے کیونکہ جن کو اس نے عزت دی ہے ان کی جناب میں گستاخی کرنا خدائے پاک کی جناب میں بے ادبی ہے ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: مَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ اَهَانَهُ اللّٰهُ مشکوۃ شریف صفحہ ۳۲۱ جس نے اللہ کے بنائے ہوئے بادشاہ کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتا ہے جب بادشاہ دنیا کی اہانت اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے تو محبوبان حق کی جناب میں گستاخی کس قدر ناپسند ہوگی علاوہ بریں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حق میں جو کچھ بھی فرماتا اس میں ان کی عزت تھی خواہ وہ کسی مرتبہ کے ہوں دوسرے کی کیا مجال کہ وہ خاصان حق کی جناب میں بے محابا زبان کھول بیٹھے اور یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں ایسا فرمایا ہے لہٰذا ہم بھی کہتے ہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مرج البحرین صفحہ ۶۱ میں فرماتے ہیں۔

اگر از جناب حق ایشاں عتابے و خطابے رود یا سخن بروجہ عزت و کبریا آید یا از ایشاں بجناب کبریا سخن بر طریق تواضع و اظہار بندگی و مسکنت رود مار انشاید کہ دراں مشارکت جوئیم و سخن جز بطریق ادب و ملاحظہ علو شان و حفظ مرتبہ ایشاں گوئم خواجہ رامی رسد کہ بابندہ خود ہرچہ خواہد گوید و بندہ نیز ہرچہ از عجز و مسکنت تمسک جوید دیگرے راچہ مجالست کہ دم زند۔ اگر انبیاء علیہم السلام کی طرف حق کی جانب سے کوئی عتاب و خطاب ہو یا کلام عزت و کبریائی کے طور پر جاری ہو یا خود وہ حضرات کبریا کی جناب میں تواضع و اظہار بندگی و مسکینی کے طور پر کچھ عرض کریں تو ہم کو نہ چاہیے کہ اس میں شرکت ڈھونڈیں اور کوئی طریق ادب کے اور ان کے شان عالی اور حفظ مراتب کے خلاف کہیں مالک کا حق ہے کہ اپنے بندے کو جو چاہے فرمائے بندہ بھی اس کی درگاہ میں جتنا چاہے عجز و مسکینی کرے دوسرے کی کیا مجال اب اس سے معلوم ہوا کہ ایسے گستاخانہ کلمات کی تائید میں کوئی ایسی آیت یا روایت نہیں پیش کی جاسکتی جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بطریق

عتاب و خطاب یا بوجہ عزت و کبریائی وارد ہو یا حضرات انبیاء نے تواضع و اظہار بندی کے طور پر عرض کی ہو اور تفویت الایمان میں تو اس جگہ شان الٰہی کا بیان بھی ہیں ہے بلکہ وہ بدنصیب انبیاء کی عظمت کے درپے ہو رہا ہے کہ ان کو بارگاہ الٰہی میں ایسی وجاہت حاصل نہیں جو باعث قبول شفاعت ہو اس موقع پر یہ لفظ لکھنا کہ چاہے تو کروڑوں نبی ولی جن فرشتے جبریل و محمد (ﷺ) کی برابر پیدا کر ڈالے صاف مرتبہ انبیاء کے ساتھ عداوت ہے اس میں ان کی توہین ہے مطلب یہ ہے کہ وہ بھی کروڑوں انسانوں کی طرح ایک ہیں اور ان میں کوئی وصف ایسا نہیں ہے جو ان کی یکتائی کا مقتضی ہو یہ قول ان حضرات کے کمال اور عطائے الٰہی کے انکار کا مستلزم ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور کو وہ کمال عطا فرمائے جن میں دوسرے کی شرکت ممکن ہی نہیں ہے جیسے اول مخلوقات "خاتم انبیاء سید المرسلین" اول شافع اول مشفع ہونا اور حقیقت میں جب صاحب تفویت الایمان انبیاء کو بڑا بھائی بتا چکا انسانوں کی سی بلکہ ان سے کم تعظیم کرنے کو لکھ چکا تو ظاہر ہو گیا کہ وہ ان کے کمالات یکتائی کا قائل نہیں ہے اس کے بھائی جیسے تو کروڑوں ہو سکتے ہیں بلکہ اس سے زیادہ مارے مارے پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات و صفات میں یکتا بنایا۔ امام علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب جلد ۴ صفحہ ۸۱ میں فرماتے ہیں: وَمَيَّزَهُ عَلٰى غَيْرِهٖ اَصْلًا وَ ذَاتًا وَصِفَةً یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور کو اصل و ذات و صفت میں تمام ماسوا پر ممتاز فرمایا تو اب آپ سا کون ہو سکتا ہے۔ آپ کے عدیم النظیر ہونے پر ایمان لانا کمال ایمان ہے۔ اسی زرقانی کے اسی صفحہ میں فرماتے ہیں: اِعْلَمْ[1] اَنَّ مِنْ تَمَامِ الْاِيْمَانِ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِيْمَانُ التَّصْدِيْقُ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ حُلْقَ بَدَنِهِ الشَّرِيْفِ عَلٰى وَجْهٍ اَيِّ حَالٍ وَهَيْئَةٍ لَمْ يَظْهَرْ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ حُلْقُ اٰدَمِيٍّ مِثْلُهٗ اس کے بعد فرماتے

---

[1] جاننا چاہیے کہ حضور پر ایمان لانے کی تکمیل یہ ہے کہ آدمی اس پر ایمان لائے اور تصدیق کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن شریف کی آفرینش اس شان کے ساتھ فرمائی کہ کوئی انسان آپ سے پہلے اور آپ کے بعد ایسا نہ ہو۔

ہیں: وَاِنْ [1] ظَهَرَ مِنْهُ كَمَالَاتٌ لَا تُحْصٰى فَهِيَ بِالنِّسْبَةِ لِمَا خَفِيَ كَنُقْطَةٍ مِنْ بَحْرٍ اب کمالات کی کیا نہایت ہے اور کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اس لئے حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ نے حضور کی توصیف کا حق ادا کرنے سے عجز کا اظہار فرمایا: فَقَالَ [2] اَمَّا اَنِّیْ اُفْضِلُ فَلَا لِعَجْزِیْ عَنِ التَّفْصِیْلِ لِاَنَّ صِفَاتَهٗ لَا یُمْكِنُ الْاِحَاطَةُ بِهَا امام بوصیری رضی اللہ عنہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

خوبیوں میں ہیں منزہ شرکت اغیار سے جوہر حسن آپ کا ہے قابل قسمت کہاں

---

۱ یعنی اگرچہ آپ کے بے شمار کمالات ظاہر ہوئے لیکن یہ کل کے کل ان کمالات کی نسبت جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے ایسے ہیں جیسے سمندر کے سامنے قطرہ ہے۔

۲ حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ میں بہ تفصیل حضور کے اوصاف بیان کروں یہ تو ممکن ہی نہیں یعنی اس لئے کہ میں تفصیل سے عاجز ہوں اور آپ کے صفات کا احاطہ ممکن نہیں ہے اس لئے علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں فرمایا: فَمَنْ ذَاالَّذِیْ یَصِلُ قَدْرَهٗ اَنْ یَقْدِرَ قَدْرَ الرَّسُوْلِ یعنی کس کی قدرت ہے کہ رسول کے مرتبہ کا اندازہ کرسکے اسی مواہب شریف میں ہے۔ لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنَا رُؤْيَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ اَحْسَنَ الْبُوْصِيْرِیْ حَيْثُ قَالَ اَيْضًا اِعْنِی الْوَرٰی فَهُمْ مَضَاهُ فَلَيْسَ يُرٰی لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْحَسِمٍ كَالشَّمْسِ يَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعْدٍ صَغِيْرَةً وَلِكُلِّ الطَّرْفِ مِنْ اَمَمٍ۔ رتبہ دانی نے تیرے عاجز کیا مخلوق کو' دور اور نزدیک والے سب ہیں عاجز بے زباں' جس طرح سورج نظر آتا ہے چھوٹا دور سے' پاس والے دیکھ سکتے ہی نہیں بے گماں۔ یعنی دور والے جس طرح آفتاب کو ایک چھوٹی سی قرص دیکھتے ہیں اور اس کی عظمت کا اندازہ کرنے سے عاجز ہیں اسی طرح جو آپ سے بعد دوری رکھتے ہیں وہ آپ کی منزلت و مرتبت سے بے خبر ہیں اور جس طرح آفتاب سے قریب والا اس کی عظمت کا اندازہ کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اسی طرح جو آپ سے بعد دوری رکھتے ہیں وہ آپ کی منزلت و مرتبت سے بے خبر ہیں اور جس طرح آفتاب کے قریب والا اس کی غایت نورانیت کی وجہ سے خیرہ چشم ہو کر دیکھنے سے عاجز ہو جاتا ہے اسی طرح آپ کے مقربین بارگاہ آپ کے کمالات دیکھنے سے عاجز ہو جاتے ہیں خلاصہ یہ کہ نزدیک والے کماحقہ دیکھ سکتے ہیں نہ دور والے۔

یعنی آپ کے کمالات میں آپ کا کوئی شریک و ہمسر نہیں علامہ زرقانی شرح مواہب جلد ۴ صفحہ ۸۳ میں فرماتے ہیں: اِنَّ وَاصِفِيْهِ لَمْ يَبْلُغُوْا حَقِيْقَتَهٗ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لِاَنَّهُمْ لَمْ يُحِيْطُوْا بِهَا۔ یعنی آپ کی توصیف کرنے والے آپ کی حقیقت تک رسائی نہ کرسکے کیونکہ انہیں اس کا احاطہ میسر نہ آیا یہ تو اہل ایمان کے اقوال ہیں اور وہابی بدنصیب تو آپ کو کروڑوں جیسا بتاتا ہے وہابی سے پوچھو کہ کیا کسی جمیل ممتنع النظیر کا پیدا کرنا قدرت الٰہی سے باہر جانتا ہے اور قادر مطلق کو اس سے عاجز سمجھتا ہے ایسا کہنے کی تو شاید جرات نہ کرے تو اگر جمیل ممتنع النظیر تحت قدرت ہوا تو اس جیسا ایک بھی مقدور نہ ہوگا کروڑوں کیسے لطف یہ ہے کہ اسی تفویت الایمان صفحہ ۳۹ میں لکھتا ہے اللہ کے لکھے سے کچھ بڑھ نہیں سکتا تو اب اس سے پوچھو کہ اللہ نے کروڑوں مثل حضرت کے لکھے یا نہیں لکھے ہیں اگر کہے کہ لکھے ہیں تو ممکن کیسا صاف کہے کہ ضرور ہوں گے اور اگر کہے کہ نہیں لکھتے تو ایک بھی مثل حضور کا نہیں ہوسکتا ورنہ لازم آئے گا خدا کے لکھے سے بڑھ جائے قرآن میں حضور کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ مجھ پر سلسلہ انبیاء ختم کیا گیا تو جب حضور آخر انبیاء ہوئے سلسلہ انبیاء آپ پر ختم ہوا تو آپ کا مثل محال ہوا علاوہ بریں سب باتوں سے قطع نظر کیجئے تو یہ طرز کلام تہذیب و ادب سے دور اور نہایت گستاخی ہے اگر کوئی شخص کہے کہ خدا چاہے تو وہابی اسمٰعیل کو کتے کی شکل میں اٹھائے اور اس کے متبعین کو چاہے سور بنائے کہ نجاست کھاتے پھریں اور چاہے تو ایک آن میں سارے وہابیوں کو بھنگی کر دے اور ان کے بڑے سے بڑے مولوی کو چاہے تو نچنیا ڈوم کر دے تو ان باتوں سے ایک بھی محال نہیں ہے مگر کہہ کر دیکھئے تو معلوم ہو جائے گا کیسی ناگوار گزرتی ہے اب ان سے کہئے بگڑتے کیوں ہو ہم تو شان الٰہی کا بیان کر رہے ہیں تو ایک نہ مانیں گے مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے گستاخانہ کلمے لکھنا شیوہ کر لیا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ ○ اس سے بڑھ کر گستاخیاں دیکھئے صفحہ ۱۶ میں لکھا: ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ اب بڑی مخلوق سے

کیا مراد ہے یہ کس کی طرف اشارہ ہے کیا وہابی انبیاء علیہم السلام کو بڑا مخلوق نہیں جانتے ہیں۔ کیا اس لفظ سے انبیاء کی توہین نہیں ہوتی ہے۔ پھر چمار سے ذلیل جس مخلوق کو بتایا۔ چمار اس سے ضرور شریف ہوا تو اب چمار بڑی مخلوق میں ہے یا چھوٹی میں یا دونوں میں نہیں یا وہابی کے نزدیک مخلوق ہی سے خارج ہے وہابیہ کی نظر میں عزت ہے تو چمار کی۔ معلوم نہیں اس سے کیا مناسبت ہے کیسی سخت گستاخی ہے۔ کیسی دل آزاری بے ادبی ہے۔ ظالموں سے پوچھو کہ یہ کہاں سے کہتے ہو کیا خدا و رسول نے تمہیں یہ بتایا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ○ اللہ کے لئے عزت ہے رسول کے لئے عزت ہے مومنین کے لئے عزت ہے اور جو اس عزت کو نہ جانے ان کو قرآن پاک منافق فرماتا ہے۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ یہ بدنصیب مقبولان بارگاہ کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہتے ہیں معاذ اللہ چمار سے زیادہ ذلیل کون ہوا اس کا نام تو افسوس صد افسوس اللہ تبارک و تعالیٰ حضور پر صلوٰۃ و سلام بھیجے اس کے ملائکہ صلوۃ و سلام بھیجیں مومنین کو صلوۃ و سلام کا حکم دیا جائے۔

آیت: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور کا ذکر بلند فرمائے۔ آیت: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اپنے بندوں پر اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی طاعت فرض کرے۔ آیت: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اپنی اور اپنے رسول کی نافرمانی کو سبب دخول جہنم قرار دے۔ آیت: مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا○ رسول اللہ ﷺ کے مطیع کو اپنا مطیع فرمائے۔ آیت: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ حتیٰ کہ ان کے تابع فرمان کو اپنا محبوب بنائے۔ آیت: فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ان کے حضور آواز بلند کرنے کو سبب حبط اعمال فرمائے۔ آیت: لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ کہاں یہ عزتیں اور تکریمیں اور کہاں یہ گستاخانہ بد زبانی صراط مستقیم صفحہ ۱۴ میں اسی اسماعیل نے لکھا نفس کاملہ کہ اشرف موجودات و نمونہ حضرت ذات است یعنی نفس کاملہ تمام موجودات میں سب سے اشرف

اور ذات الٰہی کا نمونہ ہے تو وہ نفس کامل بڑا مخلوق تو ہوگا تفویت الایمان کے حکم سے چمار سے زیادہ ذلیل ہوا تو نمونہ ذات الٰہی کو چمار سے زیادہ ذلیل کہہ رہا ہے اور خداوند عالم کی بھی توہین کر رہا ہے کہ معاذ اللہ اس کی ذات کا نمونہ چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے ایسی گندی اور ذلیل باتوں پر بھی وہابی نفرت نہ کریں اور اس گستاخ کا ساتھ دیئے جائیں تو بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ان کے دل حضرات انبیاء کی عداوت سے بھرے ہوئے ہیں اور وہ ایمان کی روشنی سے محروم ہیں بعضے بیباک ایسے کلمے سننے اور دیکھنے کے بعد بھی اس کی طرفداری کرتے ہیں اور کہتے ہیں ٹھیک تو کہا ہے فوائد الفواد میں بھی ہے کہ ایمان کسے تمام نشود تاہم خلق نزدیک او ہمچنیں نہ نماید کہ پشک شتر یعنی کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک اس کو دنیا اونٹ کی مینگنی کی طرح نہ معلوم ہوا دل تو فوائد الفواد ملفوظات ہیں اور ملفوظات جن بزرگ کے ہوں وہ اپنے قلم سے تو لکھتے نہیں بلکہ ان کے مریدین دوسرے اوقات میں اپنی یاد پر لکھ لیتے ہی بعینہ اس بزرگ کے الفاظ نہیں رہتے اس لئے بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ کلام اس بزرگ کا ہے لہٰذا ایسے کلام کو پیش کرنے سے فائدہ اور تفویت الایمان کے کسی کلام کی تائید میں تو کسی بزرگ کا کلام پیش کرنا کسی طرح درست نہیں ہے کیونکہ تفویت الایمان میں جابجا کہا ہے کہ اللہ کو مان اور اس کے سوا کسی کو نہ مان اس کی تائید کے لئے اولیاء کے کلام کو پیش کرنے کا کیا کام۔ اسی طرح مولویوں اور درویشوں کے ماننے کو تفویت الایمان کے صفحہ ۹ میں اس نے شرک بتایا ہے تو اب کسی درویش کا کلام پیش کر دینا اور وہ بھی اللہ کے کلام کے مقابل بحکم تفویت الایمان شرک ہوا اور ایسے کلام کو پیش کرنے والا اسمٰعیل کے حکم سے مشرک ثالثاً بے ادبی کے الفاظ میں تاویل خود صاحب تفویت الایمان کو مقبول نہیں تو اب کسی کا کیا حق ہے کہ اس کے کلام کی تاویل کا قصد بھی کرے تفویت الایمان صفحہ ۶۴ میں لکھا ہے کہ یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے اس سب سے قطع نظر کر کے فرض کرو کہ فوائد الفواد میں وہ عبارت ہو تو وہاں "ہمہ خلق" ہے جس سے اجمالاً تمام دنیا مراد ہے اور اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر خالق کی طرف متوجہ ہو جانے

کی تعلیم ہے اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو مقبولین بارگہ و مقربین درگاہ حق کی طرف اشارہ کرتا ہو اور تقویت الایمان میں ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا کہہ کر خاص اکابر پر حملہ کیا ہے اور اس کا کیا کیجئے گا کہ تمام کتاب میں عظمت انبیاء کے در پے ہے کہاں کہاں تاویل و تحریف کی جائے گی تقویت الایمان ص ۶۳ میں لکھا ہے سب انبیاء اور اولیاء اس کے نزدیک ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ یہاں خاص انبیاء اور اولیاء کہہ دیئے اور انہیں ذرہ ناچیز سے بھی کمتر بنا دیا تقویت الایمان صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے اور کسی چوہڑے چمار کا کیا ذکر پوچھو وہابیوں سے کہ یہاں چوہڑے چمار سے کون مراد ہے۔ یہی بے ادبی کے الفاظ اس کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں تقویت الایمان صفحہ ۳۳ میں عاجز اور ناکارہ کا لفظ لکھا ہے کل کتاب کی گستاخیوں و بے ادبیوں سے بھری ہوئی ہے کہاں تک کوئی طرف داری کر سکے گا ہمیں تو یہ بھی یقین نہیں کہ یہ کلمے جو وہابیہ فوائد الفواد کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اس میں ہوں بھی اور اگر ہوئے بھی تو کیا کوئی وہابی ثابت کر سکتا ہے کہ یقیناً یہ الفاظ حضرت محبوب الٰہی صاحب کے ہیں حضرت کے تو بالیقین نہیں کیونکہ ملفوظات کا دستور ہی ہے کہ ناقل اپنے لفظوں میں مضمون ادا کرتے ہیں۔ مگر وہابی اس کا ثبوت بھی نہیں دے سکتے کہ یہ الفاظ ملفوظات کے جامع کے بھی ہوں بکثرت کتابوں میں تحریفیں ہیں۔ روافض نے سنیوں کی کتابوں کو اپن امکان تک بگاڑنے میں پوری کوششیں کی ہیں اور وہابیوں کے نزدیک تو غلط حوالے شاید ثواب ہوں ان کے شیخ اعظم مولوی اسحاق صاحب کی مائۃ مسائل تک میں حوالے غلط ہیں اور سیف الحقی وغیرہ کتب وہابیہ میں جو اہل سنت پر افترا باندھے ہیں فرضی کتابیں گھڑی ہیں جعلی مطبع فرض کر لئے جن کا عالم میں کہیں نام و نشان نہیں ایسے جھوٹے حوالے دینے والوں اور ایسے طوفان باندھنے والوں کے حوالوں کا کیا اعتبار علاوہ بریں ملفوظات متداول کتابیں تو ہیں نہیں جو ان اکابر سے بتواتر منقول ہوں ان میں تحریف و تبدیل کیا بعید ہے ہم تو یہ بھی مان لیتے کہ تقویت الایمان میں بھی یہ قول کسی نے بڑھا دیا ہو گا اگر اس میں صرف ایک عبارت ایسی ہوتی اور تمام کتاب بے ادبیوں اور گستاخیوں سے بھری نہ ہوتی اس کے علاوہ وہابیہ کی پیش کردہ عبارت میں اور بھی بہت

گفتگوئیں ہیں جو بنظر اختصار چھوڑی جاتی ہیں۔

اسی طرح تقویت الایمان صفحہ ۴۸ میں بت کی دو قسمیں بتائی ہیں ایک صنم ایک وثن، اور وثن کی نسبت لکھا ہے کہ اس میں داخل ہے قبر اور کسی کا چلہ اور لحد الخ کتنا ظلم ہے کہ انبیاء و اولیاء و مقبولان حق کی قبروں چلوں وغیرہ کو بت بنا دیا اس بے ادبی اور بدلگامی کی کوئی انتہا ہے قبروں اور چلوں کو تو کوئی پوجتا نہیں حضرت عیسیٰ و عزیر علیہم السلام کو تو نصاریٰ اور یہود پوجتے اور معبود مانتے ہیں یہ قرآن پاک سے ثابت ہے تو کیا یہ بدنصیب ان پاک جنابوں میں بھی ایسے گستاخانہ کلمات روا رکھیں گے۔ جو بات ہے بے ادبی و گستاخی کی ہے حضور ﷺ کے مزار مبارک کا احترام زیارت کے آداب بزرگوں کے آثار کی تعظیم کا بیان ہم اول کتاب میں بہت تفصیل سے لکھ آئے ہیں مگر وہابی اپنی کتابوں میں مولوی رشید احمد کی قیام گاہ کے فوٹو تک چھاپتے[1] ہیں تقویت الایمان کے حکم سے مولوی رشید احمد گنگوہی کی بیٹھک وثن اور تھان ہوئی اور وہابی مشرک خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسی گستاخیاں بیباکیاں مقربین بارگاہ کے حق میں کوئی ضعیف الایمان بھی گوارا نہیں کر سکتا اور ایسے گستاخ کی حمایت و طرف داری اور اس کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش اور اس کے کلام کو حق بتانا ایماندار کا کام نہیں اور ایسی طرف داری سے کوئی نتیجہ بھی نہیں کیونکہ وہ خود اپنی عیب داری کا مقر ہے چنانچہ تقویت الایمان صفحہ ۱۶ میں لکھتا ہے آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے۔

وہابیہ کو گناہوں کی ترغیب

تقویت الایمان میں وہابیہ کو گناہوں کی ترغیب دی ہے چنانچہ صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے جس کی توحید کامل ہوتی ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت نہیں کر سکتی صاحب تقویت الایمان کے نزدیک توحید تو وہابی ہی کی کامل ہے جو اولیاء وانبیاء علیہم السلام

---

[1] دیکھو تذکرۃ الرشید۔۱۲

سے دشمنی رکھے اس عداوت کے صلہ میں اس کے لئے تمام حرام حلال کر دیئے اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے گناہ دوسروں کی عبادات سے افضل بتا دیئے اب وہابی گناہوں میں کمی کرے تو کیوں گناہ سے اندیشہ ہی کیا رہا اس کے بعد لکھا ہے کہ فاسق مواحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے یہ عجب معمہ ہے کہ شرک سے تقوی میں خلل نہیں آتا مشرک ہو کر بھی آدمی متقی بنا رہتا ہے مسلمانوں کے نزدیک تو ادنیٰ درجہ تقوی کا شرک و کفر سے بچنا ہے مگر وہابیہ کے نزدیک شرک سے ایمان تو کیا تقوی بھی نہیں جاتا پھر بھی شرک سے بچے تو اس کو امام الوہابیہ کی طرف گناہوں میں ڈوب جانے کی اجازت ہے تقویت الایمان صفحہ ۵۲ میں ہے آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جائے اور محض بے حیا ہی بن جائے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ برائی بھلائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوا اور کسی کو ماننے سے بہتر ہے۔ اب بتایئے کہ مشرک تو متقی رہا اور گناہوں میں ڈوبنے محض بے حیا بننے پرایا مال کھانے میں کمی نہ کرنے والا اس سے بہتر ہوا تو اخیار میں ہوا یا ابرار میں ہوا وہابی اس کا درجہ بھی تو بیان کر دیں۔

اسمٰعیل صاحب تقویت الایمان کا کفر!

تقویت الایمان کے کثیر کفریات مذکور ہو چکے حضرات انبیاء اور سید انبیاء علیہ و علیہم الصلوۃ والسلام کی توہین و تنقیص کے کلمات اور بے ادبانہ بدگوئیوں اور گستاخیوں سے کتاب بھری ہوئی ہے ایسے کلمات بیشک کفر ہیں شفا شریعت جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ میں ہے: اَنَّ جَمِیْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْعَابَہٗ اَوْ اَلْحَقَ بِہٖ نَقْصًا فِیْ نَفْسِہٖ اَوْ دِیْنِہٖ اَوْنَسَبِہٖ اَوْ خَصْلَۃٍ مِنْ خِصَالِہٖ اَوْ عَرَّضَ بِہٖ اَوْ شَبَّھَہٗ بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَہٗ اَوِ الْاِزْرَاءِ عَلَیْہِ اَوِ التَّصْغِیْرِ لِشَانِہٖ اَوِ النَّقْصِ وَ الْعَیْبِ لَہٗ فَھُوَ سَابٌّ لَہٗ وَالْحُکْمُ فِیْہِ حُکْمُ السَّابِّ لیکن چونکہ اسمٰعیل کی نسبت یہ مشہور[1] تھا کہ اس نے اپنے ان تمام

[1] اور پرانے وہابی اکثر یہی کہا کرتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب ان کفریات سے توبہ کر کے مرے ہیں۔

یا اللہ جل جلالک

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ الآیۃ

سیف الجبار

المسلول علی الاعداء الابرار

۱۲۶۵ھ

تالیف لطیف

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول

قادری بدایونی قدس سرہ العزیز المتوفی ۱۲۸۹ھ

ناشر

مکتبہ رضویہ مکان ۱۱۱ محلہ جنت گڑھ انجن شیڈ

لاہور

مکتبہ رضائے حبیب مرید کے ضلع شیخوپورہ

Digitized by Dr. Shahid Mahmood Qadri

سلسلہ اشاعت نمبر ۸

نام کتاب	سیف الجبار
مؤلف۔	مولانا فضل رسول بدایونی قدس سرہٗ
مقدمہ۔	محمد عبدالحکیم شرف قادری
کتابت۔	میاں محمد اقبال۔ (رانا)
طباعت بار ششم۔	ربیع الاول ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء
ناشر۔	مکتبہ رضویہ انجن شیڈ لاہور
تعداد	ایک ہزار۔
صفحات	۲۱۶
قیمت	۵۰ — ۸
مطبع	لاہور آرٹ پریس۔ لاہور۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ حامدیہ، مکتبہ نبویہ، مکتبہ المعارف۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور۔
رضوی کتب خانہ نزد جلال الدین ڈسپنسری وقف سرکلر روڈ لاہور۔
سنی دارالاشاعت مکتبہ علویہ۔ ڈ چکوٹ روڈ۔ لائل پور۔
مولانا محمد انور قادری۔ دارالعلوم مظہریہ امدادیہ بندیال ضلع سرگودھا۔
مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری خطیب فردوس ٹینر یر مرید کے ضلع شیخوپورہ
مولانا غلام رسول صاحب سعیدی صدر مدرس جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور
استاذ العلماء مولانا عبدالقیوم صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری دروازہ لاہور۔
انجمن اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال ضلع جہلم۔
مکتبہ رضویہ مکان ۱۱۱ محلہ اچنت نگر ٹھ انجن شیڈ لاہور۔

فہرست

مضامین	صفحہ
حالات مصنف از محمد عبدالحکیم شرف قادری	۷
تمہید تردید مذہب جدید	۲۵
تقسیم حکم۔	۲۷
مقدمہ صراط مستقیم کے بیان میں	۳۰
پہلے باب میں مذہب نجدیہ کے پیدا ہونے اور پھیلنے کا بیان۔	۳۸
مکہ مکرمہ پر چڑھائی۔	۴۱
طائف میں قتل و غارتگری۔	۴۳
آثار متبرکہ منہدم کر دئے۔	۴۳
علمائے مکہ کا نجدیہ کے خلاف اتفاق	۴۳
مکہ مکرمہ میں سفاکی کی انتہا۔	۴۴
مدینہ منورہ پر لشکر کشی۔	۴۵
مساجد مقدسہ اور آثار صحابہ مسمار کر دئے	۴۵
روضہ مقدسہ کی بے ادبی اور اسکا نتیجہ	۴۶
محمد علی پاشا والی مصر کا نجدیہ کے خلاف حکم جہاد اور ان کا استیصال۔	۴۶

مضامین	صفحہ
مصنف کا مشاہدہ۔	۴۷
ہندوستان میں اس دین کے پھیلنے کی کیفیت۔	۴۸
مولوی اسمٰعیل دہلوی سے تین فتنے پیدا ہوئے پہلا فتنہ اہل ظواہر کا۔	۴۹
تقلید ائمہ کی حقیقت۔	۵۰
سنی اور حنفی میں نسبت۔	۵۲
مناقب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵۲
دہلوی صاحب کا پہلا لطیفہ۔	۶۱
دوسرا لطیفہ۔	۶۱
تقویۃ الایمان کی ایک عبارت کا رد	۶۲
کیا کتاب و سنت کے سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت نہیں؟	۶۴
دوسرا فتنہ۔	۶۴
سید صاحب نے فاحشہ رنڈیوں کا نذرانہ قبول کیا۔	۶۴
صراط مستقیم لکھنے کا سبب اور اس کے اقتباسات	۶۳

مضامین	صفحہ
ان عبارات کا تجزیہ۔	۷۹
پہلی خرابی	۷۹
دوسری خرابی	۸۰
تیسری خرابی	۸۰
صراط مستقیم اور تقویۃ الایمان میں باہمی تخالف	۸۱
سفرِ حجاز سے واپسی پر عجیب و غریب مکتوب کی اشاعت۔	۸۲
سید صاحب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جہاز غرق نہ کر سکا۔ (نعوذ باللہ منہ)	۸۳
سید صاحب کے غلام "لطافت علی" پر وحی آتی تھی۔	۸۴
لطافت علی کا عجیب واقعہ	۸۴
تیسرا فتنہ "کتاب التوحید" سے متاثر ہو کر اس کے مضامین کی اشاعت	۸۵
"تحقیق الفتویٰ" از علامہ محمد فضل حق خیرآبادی کا خلاصہ۔	۸۶
مناظرہ دہلی کی روئداد۔	۸۸
مولوی اسمٰعیل دہلوی مجلس مناظرہ سے چلے گئے۔	۹۰
مولوی عبدالحی صاحب نے طوعاً کرہاً	۹۱
مسائل اہل سنت کی تاکید کی۔	۹۱
ردوہابیت میں چند تصانیف کی فہرست	۹۱
تحریک جہاد	۹۴
سید صاحب اور دہلوی صاحب کا سفرِ آخرت۔	۹۶
شاہ اسحٰق دہلوی کا طرزِ عمل۔	۹۷
دوسرا باب عقائد نجدیہ کے بیان میں۔	۹۹
کتاب التوحید صغیر اور اس کا رد	۹۹
نجدی مظالم اور علمائے مکہ کا اجتماع	۱۰۰
عامۃ المسلمین کو نجدی نے مشرک قرار دیا۔	۱۰۳
مسئلہ شفاعت۔	۱۰۴
زیارت کا طریقہ اور اسکے آداب	۱۱۱
امام مالک کی ابوجعفر سے گفتگو۔	۱۱۳
روضۂ مقدسہ تمام مقامات سے افضل ہے۔	۱۱۴
مقاماتِ متبرکہ میں عبادت کے	

مضامین	صفحہ
سے انوارِ عظیمہ حاصل ہوتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی)	۱۱۷
آداب کی تین قسمیں	۱۱۹
نجدی نے اپنا سنی نہ ہونا ظاہر کر دیا	۱۲۰
ترکب کبیرہ کے بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیز کا فرمان	۱۲۱
تحقیق شرک۔	۱۲۵
مسئلہ علم غیب۔	۱۲۸
غیب کی تحقیق از تفسیر عزیزی۔	۱۲۸
"فلا یظہر علیٰ غیبہٖ" الآیۃ کی تحقیق تفسیر عزیزی سے۔	۱۲۹
ندا "یا رسول اللہ"	۱۳۰
اہل قبور سے تعلق۔	۱۳۲
استمداد از دربارِ رسالت	۱۳۲
حضرت ملا علی قاری کا ارشاد	۱۳۴
اللہ تعالیٰ مکان و جہت سے پاک ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)	۱۳۵
جو آیات بتوں کے حق میں ہیں انکو انبیاء و اولیاء پر محمول کرنا جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے تحریف قبیح ہے۔	
حضور اعلیٰ گولڑوی قدس سرہٗ کا ارشاد مغیبات خمسہ کے بارے میں	
ابن حجر مکی کا قول	
سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا علم نہ تھا (نجدی)	
علم شریف کے متعلق علامہ خفاجی کا قول	
ابن تیمیہ کا ذکر۔	
علامہ ماوردی کا قول روح کا علم	
مسئلہ تصرف	
اگلے لات، عزیٰ، سواع کو اور پچھلے محمد علی، عبدالقادر کو پکارتے ہیں اگلے پچھلے سب برابر ہیں۔ (نجدی)	
شفاعت بالوجاہت	
کیفیت شفاعت کے بیان میں	
کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان کی ہمنوائی	
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف جو کی کیا ضرورت ہے (نجدی)	

امداد بہ شفاعت	۱۶۱
نجدی نے جمہور اہلسنت کی مخالفت کی۔	۱۶۶
سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیم کی تحقیق تفسیر عزیزی سے	۱۶۶
انبیاء و اولیا کے مزارات کی طرف سفر کرنا شرک (نجدی)۔	۱۶۹
کشفِ قبور کا طریقہ از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۷۰
ما اُہل بہ لغیر اللہ۔	۱۷۰
قیام تعظیمی شرک (نجدی)۔	۱۷۱
مسئلۂ نذر۔	۱۷۴
حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی کی تحقیق	۱۷۷
انفاس العارفین کا اہم اقتباس	۱۷۸
تحفۂ اثنا عشریہ کا حوالہ۔	۱۷۹
ہدیہ لام سعد الحدیث	۱۸۰
فتویٰ حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی	۱۸۳
"یا محمد اغثنی للہ" کہنا شرک ہے (نجدی)	۱۸۴
میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں (تقویۃ الایمان)	۱۸۶
انبیاء کرام کے اجسام کو مٹی نقصان نہیں پہنچاتی	۱۸۷
عبد الرسول اور عبد النبی نام رکھنا	۱۸۷
مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعریف کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا	۱۹۰
مظلومان طائف کا مسجد حرام میں ورود	۱۹۲
خاتمہ مکائد نجدیہ کے بیان میں	۱۹۳
تحریف معنوی کی مثال۔	۱۹۵
درمیان سے عبارت حذف کرنے کی مثال	۱۹۵
درمیان میں عبارت زائد کرنے کی مثال	۱۹۵
قولِ مردود پر اکتفا کی مثال۔	۱۹۶
نقل کے اصل میں موجود نہ ہونے کی مثال	۱۹۷
مائۃ مسائل اور اربعین میں باہمی تخالف کی مثال۔	۱۹۷
ایک کتاب میں اختلاف کی مثال	۱۹۷
مکتوب مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی	۱۹۹
نقل اشتہار علمائے فرنگی محل	۲۰۴
مکتوب مولانا مشتاق احمد کانپوری	۲۰۵
مکتوب مولانا برکات احمد ٹونکی	۲۰۷
تحریر مولانا رضا علی مجددی	۲۰۹
خاتمہ	۲۱۲
جامعہ امدادیہ مظہریہ کا اجمالی تعارف	۲۱۳

سیف اللہ المسلول معین الحق شاہ فضل رسول قادری

بدایونی قدس سرہ العزیز

آپ معقول و منقول کے جامع اور شریعت و طریقت کے شیخ کامل تھے عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ خلق خدا کے جسمانی و روحانی امراض کے علاج میں صرف کیا، ان گنت افراد آپ سے فیضیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ تحریر و تقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لئے قابل قدر کوششیں کیں۔

اس دور میں کچھ لوگ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی "کتاب التوحید" سے بری طرح متاثر ہو گئے اور شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدست اسرارہم کے مسلک سے منحرف ہو کر فتنۂ نجدیت کے پھیلانے میں بڑے زور و شور سے مصروف ہو گئے۔ اس فتنہ کے سدباب کیلئے علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی جگہ قابل قدر کوششیں کیں جن میں استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ دہلوی، مولانا منور الدین دہلوی (مولانا ابو الکلام آزاد کے والد کے نانا) اور معین الحق شاہ فضل رسول قادری وغیرہم نے نمایاں طور پر احقاق حق کا فریضہ ادا کیا۔ بیشمار سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ فرمایا۔ اور لاتعداد افراد کو راہِ راست دکھائی ——— مولوی محمد رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں۔

"بالخصوص ہنگام اقامت ملک دکن میں وہابیہ و شیعہ بکثرت آپ کے دست مبارک پر تائب ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے و نیز جماعت کثیر مشرکین کو آپکی ہدایت و برکت سے شرف اسلام حاصل ہوا تمام مشائخ کرام، علمائے عظام بلاد اسلام کے آپ کو آپکے عصر میں شریعت و طریقت کا امام مانتے ہیں۔"[1]

---

[1] محمد رضی الدین بدایونی۔ تذکرۃ الواصلین حصہ اول مطبوعہ نظامی پریس بدایوں (سنہ ۱۹۳۵ء) ص ۲۵۵

آپ کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔ آپکے والد ماجد مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہٗ العزیز (متوفی ۱۲۶۳ھ) کے ہاں متعدد صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ لہٰذا آپکی والدہ ماجدہ بڑے اصرار کے ساتھ کہا کرتی تھیں کہ مرشد برحق شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نرینہ اولاد کی دعا کیلئے گزارش کریں لیکن شاہ عین الحق پاس ادب کی بناء پر ذکر نہ کرتے جب حضرت شاہ فضل رسول کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ خود فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی[1]

چنانچہ ماہ صفر المظفر (۱۲۱۳ھ/۹-۱۷۹۸ء) میں آپکی ولادت ہوئی[2] حضرت اچھے میاں کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام "فضل رسول" رکھا گیا اور تاریخی نام "ظہور محمدی" منتخب ہوا۔

صرف و نحو کی ابتدائی تعلیم جد امجد مولانا عبدالحمید سے اور کچھ والد ماجد مولانا شاہ عبدالمجید سے حاصل کی۔ بارہ برس کی عمر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے پاپیادہ لکھنؤ کا سفر کیا اور فرنگی محل لکھنؤ میں ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہٗ کے جلیل القدر شاگرد مولانا نور الحق قدس سرہٗ (متوفی ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نے خاندانی عزت و عظمت اور ذہانت کے پیش نظر اپنی اولاد سے زیادہ توجہ مبذول فرمائی حتیٰ کہ آپ چار سال میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہو گئے[3]

جمادی الاخریٰ (۱۲۲۸ھ) کو حضرت مخدوم شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

---

[1] ایضاً ص ۲۵۰۔ [2] رحمٰن علی۔ تذکرہ علمائے ہند اردو مطبوعہ کراچی ص ۲۸۰۔
[3] محمد رضی الدین بدایونی۔ تذکرۃ الواصلین ص ۲۵۰۔
نوٹ۔ تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ کراچی میں تاریخی نام "ظہور محمد" غلط لکھا ہے کیونکہ اسکے مطابق سن ولادت ۱۲۰۳ھ ہونا چاہیئے۔ تاریخی نام "ظہور محمدی" (۱۲۱۳ھ) ہے [4] ایضاً ص ۲۵۱

مزار کے سامنے عرس کے موقعہ پر مولانا عبدالواسع لکھنوی، مولانا ظہور اللہ فرنگی محلی اور دیگر اجلہ علماء کی موجودگی میں رسم دستار بندی ادا کی اور وطن جانے کی اجازت دی[1]۔ وطن آکر مارہرہ شریف حاضر ہوئے، حضور اچھے میاں آپ کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دے کر فرمایا۔ "اب فن طب کی تکمیل کر لینی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ذات سے ہر طرح کا دینی و دنیاوی فیض جاری کرنا منظور ہے۔ چنانچہ آپ نے دھول پور میں حکیم ببر علی موہانی سے طب کی تکمیل کی۔

ابھی آپ دھول پور ہی تھے کہ حضور اچھے میاں قدس سرہٗ کے انتقال پُر ملال کا سانحہ پیش آگیا۔ وصال سے قبل تنہائی میں شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہٗ کو طلب فرما کر طرح طرح کی بشارتوں سے نوازا۔ اور شاہ فضل رسول قادری کے دست شفا کی مبارکباد دی[2]۔

والد ماجد کے بلانے پر دھول پور سے واپس وطن پہنچے اور مدرسہ قادریہ کی بنیاد رکھی۔ جہاں سے اہل شہر کے علاوہ دیگر بلاد کے لوگوں نے بھی فیض حاصل کیا پھر صلہ رحمی کے خیال سے ملازمت کا ارادہ کیا ریاست بنارس وغیرہ میں قیام کیا لیکن درس و تدریس کا سلسلہ کہیں منقطع نہ ہوا۔

اس عرصے میں کئی بار والد ماجد کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، ہر دفعہ معاملہ دوسرے وقت پر ٹال دیا جاتا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ مقصد یہ ہے کہ جب تک دنیاوی تعلق ختم نہیں کیا جاتا حصول مقصد میں تاخیر رہے گی چنانچہ تعلقات دنیاویہ ختم کر کے حاضر ہوئے اور حصول مدعا کی درخواست کی۔ والد ماجد نے قبول فرما کر "فصوص الحکم شریف" اور "مثنوی مولانا روم" کا بالاستیعاب درس دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اکثر اوقات ہولناک جنگلوں میں گزارتے کئی سال تک یہ حالت رہی پھر جا کر سلوک کی طرف رجوع ہوا[3]۔

آپ کو والد گرامی کی طرف سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ

---

[1] ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد امام احمد رضا نمبر مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء ص ۴۸۔
[2] محمد رضی الدین بدایونی۔ تذکرۃ الواصلین ص ۲۵۱۔ [3] ایضاً۔ ص ۲۵۲۔

نقشبندیہ ابوالعلائیہ اور سلسلۂ سہروردیہ میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار اقدس پر معتکف تھے کہ اچانک مدینہ طیبہ کی زیارت کا شوق ایسا غالب ہوا کہ سفر خرچ کا فکر کئے بغیر پیادہ پا بمبئی روانہ ہوگئے۔ دو ماہ کا سفر تائید ایزدی سے اس قدر جلد طے ہوا کہ آپ ساتویں دن بمبئی پہنچ گئے۔ حالانکہ زخموں کی وجہ سے کچھ دن راستے میں قیام بھی کرنا پڑا۔

بمبئی سے سفر مبارک کی اجازت حاصل کرنے کے لئے والد ماجد کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ انہوں نے بہ کمال خوشی اجازت مرحمت فرمائی حرمین شریفین پہنچنے کے بعد عبادت و ریاضت کے شوق کو اور جلا ملی۔ شب و روز یاد الٰہی میں بسر کئے۔ اور خلق خدا کی خدمت کے لئے پوری طرح کمربستہ رہے۔

مولوی رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں۔

"جو کچھ ریاضتیں آپ نے ان اماکن متبرکہ میں ادا فرمائیں بجز قدماً اولیاً کرام کے دوسرے سے مسموع نہ ہوئیں حرمین شریفین کی راہ میں پیادہ پا سفر فرمایا اور یتیموں مسکینوں کے آرام پہنچانے میں اپنے اوپر ہر قسم کی تکلیف گوارا کی[1]

اسی مبارک سفر میں حضرت شیخ مکہ عبداللہ سراج اور حضرت شیخ مدینہ عابد مدنی سے علم تفسیر و حدیث کا استفادہ کیا۔ اسی سال کامل جذب ارادت سے بغداد شریف حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور بیشمار فیوض و برکات حاصل کئے۔ درگاہ غوثیہ کے سجادہ نشین نقیب الاشراف حضرت سید علی نے آپ کو از خود اجازت و خلافت سے مرحمت فرمائی[2] اور انکے بڑے صاحبزادے حضرت سید سلیمان نے آپ کے تلمذ کا شرف حاصل کیا اور اجازت حاصل کی[3]

جب آپ واپس وطن پہنچے تو والد ماجد اسّی سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت

---

[1] رضی الدین بدایونی۔ تذکرۃ الواصلین ص ۲۵۲۔

[2] رحمان علی۔ تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ کراچی۔ ص ۳۸۰

[3] محمد رضی الدین بدایونی۔ تذکرۃ الواصلین۔ ص ۲۵۳

قصد فرما کر بمقام بڑودہ پہنچ چکے تھے حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس عمر میں آپ نے اس قدر طویل سفر کا ارادہ فرمایا ہے۔ لہٰذا میں مفارقت گوارا نہیں کر سکتا۔ وہیں سے والدہ ماجدہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اجازت طلب کی اور والد ماجد کے ساتھ پھر سوئے حرمین شریفین روانہ ہوگئے۔ اس سفر میں عبادات و ریاضات کے علاوہ والد مکرم کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ اور ان کی دعاؤں سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے۔

مولانا کی ذات والا صفات مرجع انام تھی۔ ان کے پاس کوئی علاج معالجے کے لئے آتا اور کوئی مسائل شریعت دریافت کرنے حاضر ہوتا۔ کوئی ظاہری علوم کی گتھیاں سلجھانے کے لئے شرف باریابی حاصل کرتا۔ تو کوئی باطنی علوم کے عقدے حل کرانے کی غرض سے دامن عقیدت و اکرتا غرض وہ علم و فضل کے نیر اعظم اور شریعت و طریقت کے سنگم تھے۔ جہاں سے علم و عرفان کے چشمے پھوٹتے تھے۔ وہ ایک شمع انجمن تھے جن سے ہر شخص اپنے ظرف اور ضرورت کے مطابق کسب ضیا کرتا تھا۔

ذیل میں وہ استفتاء نقل کیا جاتا ہے جو ہند کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دربار سے بعض اختلافی مسائل کی تحقیق کے لئے مولانا شاہ فضل رسول قادری کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ اصل استفتاء طویل اور فارسی میں ہے۔ لہٰذا اختصار کے ساتھ اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ دن متعین کر کے محفل میلاد شریف منعقد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے، اور فاتحہ کرنا طعام و شیرینی پر حرام ہے۔ اور اولیاء اللہ

---

[1] محمد رضی الدین بدایونی۔ تذکرۃ الواصلین ص ۲۵۳۔

سے مراد چاہنا شرک ہے۔ اور حسب دستورِ قدیم ختم میں پانچ آیتوں کا پڑھنا بدعت سیئہ ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے اور کہتا ہے تعزیہ کا بالقصد یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی کا دیکھنا اور دسہرے میں سیر کرنا اگرچہ بلا ارادہ تو وہ کافر ہو جائیگا۔ اور اس کی عورت پر طلاق ہو جائیگی اور کعبہ شریف و مدینہ منوّرہ کے خطّہ میں کوئی بزرگی نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ اس زمین میں ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے باشندگان ظالم ہیں مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظمہ میں عبداللہ ابن زبیر کو قتل کیا۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو مکہ سے باہر کیا۔

پس ایسی صورت میں ان لوگوں کی اقتداء اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا مسلمانوں کو ان سے بیعت ہونا درست ہے یا نہیں؟ اور شرع شریف کا ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے۔ و نیز ان کے متبعین پر کیا حکم ہے۔ فقط

نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ دین پناہ وفقہ اللہ لما یحبہ و یرضاہ

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازے
ابو ظفر سراج الدین

حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری نے پندرہ صفحات میں تفصیل سے جواب لکھا اور مسلک اہل سنت و جماعت کو دلائل سے بیان کیا۔ اس فتوٰی پر اجلہ علماء نے تصدیقی دستخط فرمائے۔

آپ نے خدمت خلق، عبادت و ریاضت، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ کے مشاغل کے باوجود تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ سفر و حضر میں آپ کا دریائے فیض کمال استحضار کے ساتھ جاری رہتا۔ آپ نے اعتقادیات، درسیات طب اور فقہ و تصوف میں قابل قدر کتابیں لکھی ہیں۔ مشہور تصانیف درج ذیل

لہ ماہنامہ پاسبان امام احمد رضا نمبر الہ آباد (شمارہ مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء) ص ۵۰، ۵۱۔
بحوالہ اکمل التاریخ جلد دوم۔ ص ۱۵۴ تا ۱۶۹۔

ہیں۔ سیف الجبار، بوارق محمدیہ، تصحیح المسائل، المعتقد المنتقد، فوز المؤمنین، تلخیص الحق، احقاق الحق، شرح فصوص الحکم، رسالہ طریقت، حاشیہ میر زاہد رسالہ قطبیہ، حاشیہ میر زاہد ملا جلال، طب الغریب، تثبیت القدمین، شرح احادیث ملتقطہ ابواب صحیح مسلم، فصل الخطاب، حرز معظم۔

چند کتب کا قدرے تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) المعتقد المنتقد (عربی) عقائد اہل سنت پر نہایت اہم کتاب ہے۔ اس میں بعض نئے اٹھنے والے فتنوں کی بھی سرکوبی کی گئی ہے۔ مکہ معظمہ میں ایک بزرگ کی فرمائش پر لکھی، اس پر بڑے بڑے نامور علماء مثلاً مجاہد آزادی استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، مفتی محمد صدر الدین خاں آزردہ، صدر الصدور دہلی، شیخ المشائخ مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی اور مولانا حیدر علی مؤلف منتہی الکلام وغیرہم نے گرانقدر تقریظیں لکھیں اور نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔

مولانا حکیم محمد سراج الحق خلف رشید مجاہد عظیم مولانا فیض احمد بدایونی نے اس پر حاشیہ لکھا اور جب یہ کتاب بریلی شریف سے شائع ہوئی تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد" کے نام سے قلم بر داشتہ نہایت وقیع حاشیہ تحریر کیا۔ "المعتقد المنتقد" اس لائق ہے کہ اسے درسیات میں شامل کیا جائے مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور کی طرف سے آب و تاب سے شائع ہو چکی ہے

(۲) بوارق محمدیہ۔ المعروف بہ۔ "سوط الرحمٰن علی قرن الشیطان" (فارسی) مولوی محمد رضی الدین اس کی تصنیف کا باعث یوں بیان کرتے ہیں۔

"بالخصوص رد وہابیہ میں جس قدر بلیغ کوشش بحکم اولیاء کرام آپ نے فرمائی وہ مخفی نہیں ہے۔ چنانچہ جب آپ بمقام دہلی روضہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ میں مزار مبارک پر مراقب تھے۔ عین مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ حضور جناب خواجہ صاحب رونق افروز ہیں۔

اور دونوں دستِ مبارک پر اس قدر کُتب کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حدِ نظر تک کتاب پر کتاب نظر آتی ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ اس قدر تکلیف حضور نے کس لئے گوارا فرمائی ہے۔ ارشاد مبارک ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمہ لیکر شیاطین وہابیہ کا قلع قمع کرو۔ بہ مجرد اس ارشاد مبارک کے آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا اور تعمیل ارشاد والا ضروری خیال فرما کر اسی ہفتہ میں کتاب مستطاب "بوارق محمدیہ" تالیف فرمائی۔[1]

اس کتاب کو علماء و مشائخ نے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مولانا غلام قادر بھیروی (متوفی ۱۳۲۶ھ) نے "الشوارق الصمدیہ" کے نام سے خلاصۃً ترجمہ کیا۔ جو عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے۔ اس کی وقعت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (م ۱۳۵۶ھ) نے بھی اسے بہ طور حوالہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"صاحب بوارق محمدیہ صفحہ ۱۳۱ میں لکھتے ہیں"[2] دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

"در بوارق مے نویسد امام احمد وغیرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہم آں حدیث روایت کردہ اند"[3] ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

"ایں جا بر ذکر چندے از انفاس متبرکہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نقل نمودہ است آنہا را مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکتفا نمودہ می آید"[4]

حضور اعلیٰ گولڑوی قدس سرہٗ نے جابجا "بوارق محمدیہ" کے حوالہ جات نقل کر کے اور ان پر اعتماد کا اظہار کر کے اس کی قبولیت و صداقت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے "تقویۃ الایمان" میں بیانِ توحید کیلئے بہت سخت زبان استعمال کی ہے۔ جس کا خود انہوں نے ایک موقعہ پر اعتراف بھی کیا تھا۔ عقیدۂ

[1] محمد رضی الدین بدایونی۔ تذکرۃ الواصلین۔ ص ۲۵۴۔ [2] حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ۔ اعلاء کلمۃ اللہ طبع چہارم۔ ص ۱۳۹۔
[3] ایضاً۔ ص ۱۶۳۔ [4] ایضاً ۱۹۵۔

توحید کی بنیادی حیثیت سے انکار کر کے کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا۔ لیکن ایسا اندازِ بیان یقیناً قابلِ تردید ہوگا جس میں شانِ الوہیت کی عظمت کے اظہار کیلئے شانِ رسالت کو نظر انداز کر دیا جائے اور تنقیصِ شان کا ارتکاب کیا جائے۔ بتوں کے حق میں وارد ہونے والی آیات کو انبیاء و اولیاء کی ذواتِ مقدسہ پر چسپاں کیا جائے وہ توحید ہرگز قابلِ قبول نہیں جو شانِ رسالت کی تنقیص پر مشتمل ہو۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ نے اس حقیقت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"الحاصل مابین اصنام وارواح کمل فرقیست بیّن وامتیازیست باہر پس آیات واردہ فی حق الاصنام را بر انبیاء واولیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین حمل نمودن کمافی "تقویۃ الایمان" تحریف است قبیح وتخریب است شنیع"[1]

الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے لہٰذا اُن آیات کو انبیاء واولیاء پر چسپاں کرنا جو بتوں کے حق میں وارد ہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے۔ قبیح تحریف اور بدترین تخریب ہے۔

دیگر علماء اسلام کی طرح مولانا شاہ فضل رسول قادری نے "بوارق محمدیہ" اور "سیف الجبار" وغیرہ کُتب میں تقویۃ الایمان کی اسی قسم کی عبارات پر محض جذبۂ دینی کے تحت عالمانہ تنقید کی ہے۔

(۳) سیف الجبار (اُردو) متعدد دفعہ مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق آخری دفعہ دار العلوم منظرِ اسلام بریلی کے شعبۂ تبلیغ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اس کا تاریخی نام "سیف الجبار علی الاعداء للابرار" (۱۳۶۵ھ) ہے ——— اس میں فتنۂ نجدیت کی ابتداء، اس کے پھیلاؤ، حرمین شریفین اور دیگر مقامات کے مسلمانوں پر نجدیوں کے لرزہ خیز مظالم کا تفصیلی نقشہ پیش کیا گیا ہے، تاریخی اعتبار سے یہ کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ مصنف نے نجدی مظالم کے

[1] حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ۔ اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۷۱۔

اثرات بچشم خود ملاحظہ کئے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"زیدیہ مذہب سیدوں ساکن نواح مخا وحدیدہ نے مذہب نجدیہ اختیار کر کے مکان کو فوج سے خالی دیکھ کر پھر تاخت و تاراج کیا اور ہر ایک مکان میں ایک ایک امیر المؤمنین ہو گیا، عجب ظلم برپا کیا۔ راقم نے ۱۲۵۷ھ میں اسی حال پر چھوڑا۔"[1]

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں مولوی حسین احمد مدنی کی رائے قابل ملاحظہ ہے۔ لکھتے ہیں۔

"صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے اہل سنت وجماعت سے قتل و قتال کیا اور انکو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں، سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اسکے تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اسکی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔"[2]

شاہ فضل رسول قادری نے مولوی اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کو قریب سے دیکھا۔ ان کے عقائد اور عزائم کا بنظر غائر جائزہ لیا۔ ان کے طور و طریق کو بخوبی جانچا اور پھر ضمیر کی آواز کو بلاکم و کاست تحریر کر دیا۔ فرماتے ہیں۔

"فاحشہ رنڈیوں کی بھی پیش کش (نذر) لینے میں تامل نہ تھا۔ یہانتک کہ جو فرنگیوں کے گھروں میں تھیں۔ چنانچہ بنارس کا ریزیڈنٹ انگلسن بروک نام، اسکے گھر میں ایک فاحشہ تھی۔ بڑی اختیار والی اور صاحب مقدور مرید

---

[1] مولانا فضل رسول قادری۔ سیف الجبار ص ۴۷
[2] مولوی حسین احمد مدنی۔ الشہاب الثاقب۔ ص ۵۰

ہوئی اور دس ہزار روپے نذر کئے۔ اور اس کے مرید ہونے سے ریزیڈنٹ نے بہت خاطرداری کی کہ سید صاحب نے اسکو اپنی بیٹی فرمایا تھا (راقم بھی وہاں موجود تھا)[1]

موجود تھا۔ سیف الجبار میں تقلید کی حقیقت اور امام الائمہ، سراج الامۃ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑے دل نشین پیرائے میں ذکر کئے گئے ہیں۔

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید (صغیر)، محرم بروز جمعہ ۱۲۲۱ھ کی صبح علمائے مکہ مکرمہ کے سامنے پیش ہوئی۔ اس وقت نجدی لشکر طائف میں قتل و غارتگری اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منہدم کر کے مکہ مکرمہ جانے کا قصد کر رہے تھے علمائے مکہ مکرمہ نماز جمعہ کے بعد جمع ہوئے اور کتاب التوحید کا مطالعہ کر کے اس کا رد کیا۔ مولانا احمد بن یونس باعلوی اس تردید کو ضبط تحریر میں لائے۔ نماز عصر تک اسکے ایک باب کا رد مکمل ہوا تھا کہ طائف کے مظلوموں کا ایک گروہ مسجد حرام میں پہنچ گیا۔ اور مشہور ہو گیا کہ نجدیہ کا لشکر حرم شریف میں پہنچ کر قتل و غارت کرنے والا ہے اس عام اضطراب کی وجہ سے دوسرے باب پر نظر نہ کی جا سکی۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے سیف الجبار کے آخر میں کتاب التوحید کا پہلا باب اور اس پر علماء مکہ مکرمہ کا رد مع ترجمہ نقل کر دیا ہے۔ جابجا تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے یہ عجیب و غریب حقیقت سامنے آتی ہے کہ تقویۃ الایمان اسی "کتاب التوحید" کا ترجمہ اور شرح ہے۔ علماء مکہ مکرمہ کی تقریرات کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی اور مولانا شاہ محمد فضل حق خیر آبادی کی عبارات نقل کی ہیں جن سے یہ امر کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ یہ حضرات نہ تو "کتاب التوحید" کے معتقد ہیں اور نہ تقویۃ الایمان کے مندرجات سے متفق، ان کے عقائد وہی ہیں جو اس وقت کے علماء مکہ مکرمہ اور علماء اہل سنت وجماعت کے ہیں۔

شاہ فضل رسول قادری پر عام طور پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ "انہوں نے انگریز کی حکومت کے دور میں منصب افتاء، قضاء اور صدر الصدوری کے ذریعہ اقتدار

---

[1] مولانا فضل رسول قادری۔ سیف الجبار ص ۷۲، ۷۳۔

حکومت کو بحال اور مضبوط تر کیا۔"

تعجب ہے کہ جب علماء دیوبند میں سے مولوی محمد حسین نانوتوی، مولوی محمد مظہر، مولوی محمد منیر، مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمٰن، مولوی مملوک علی اور مولوی محمد یعقوب، نانوتوی وغیرہم بھی "سرکار انگریز" کے ملازم تھے تو فرنگی حکومت کے اقتدار کو مضبوط تر کرنے کا الزام علماء اہل سنت پر ہی کیوں عائد کیا جاتا ہے؟

پھر یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ اگر علماء منصب افتاء، قضاء اور صدر الصدوری کو قبول نہ کرتے تو ان مناصب پر فائز ہو کر فیصلہ کرنے والے ہندو ہوتے یا انگریز۔ کیا یہ اچھا ہوتا کہ علماء ان مناصب کو قبول نہ کرتے اور مسلمان اپنے مقدمات کے فیصلوں کے لئے ہندو یا انگریز کی کچہریوں میں مارے مارے پھرتے۔

اسی سلسلے میں ہمارے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک اہم بات کہی ہے۔

"مولانا فضل رسول بدایونی کی تصانیف کے سلسلے میں ایک بات ہم نے خاص طور پر نوٹ کی ہے کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں"[1]

بر تقدیر تسلیم ہمارے نزدیک مولانا پر یہ کوئی اعتراض نہیں ہے کہ "ان کی اکثر کتابیں کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں"۔ کیونکہ انگریز دوستی یا انگریز سے ساز باز بیشک جرم اور قابل اعتراض امر ہے فقط سرکاری ملازم ہونا کوئی جرم کی بات نہیں ہے بشرطیکہ کسی خلاف اسلام امر میں ان کا تعاون نہ کیا جائے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مولوی عبدالحی کو ملازمت کی اجازت دیکر اس قسم کے شبہات کو ختم کر دیا تھا۔ سرکاری ملازمت سے ہر شخص کے بارے میں یہ رائے قائم کر لینا کہ یہ انگریز کا خیر خواہ و وفادار اور محب ہے کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اکثر و بیشتر انہی علماء نے کھل کر حصہ لیا جو انگریز کے دور اقتدار میں صدر الصدور اور افتاء وغیرہ کے مناصب پر فائز تھے۔

پھر یہ بھی ایک فکر انگیز حقیقت ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی مشہور کتاب "تقویۃ الایمان" پہلے پہل رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اگر یہ کتاب کو سرکاری ملازم شائع

---

[1] پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مقدمہ حیات سید احمد شہید، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۸ء صفحہ ۱۸

[2] پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مولانا محمد حسن نانوتوی، ص ۲۶۔

[3] محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید ص ۱۸۔

کرے۔ تو ضروری نہیں کہ اس میں حکومت کا ایما شامل ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ کتاب سرکاری پالیسی کے مطابق ہو۔ لیکن جب کسی کتاب کو "رائل ایشیاٹک سوسائٹی" ایسا سرکاری ادارہ شائع کرے تو معمولی سی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ وہ کتاب یقیناً سرکاری پالیسی کے مطابق ہوگی۔ مخالف ہرگز نہیں ہو سکتی۔

یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اگر مولانا فضل رسول قادری کی تصانیف کو کسی ذریعہ سے بھی سرکاری حمایت حاصل ہوتی تو بعض دیگر مصنفین کی طرح انکی تصنیفات بھی کثرت سے طبع ہوتیں حالانکہ "تقویۃ الایمان" وغیرہ کتابیں جس کثرت سے اشاعت پذیر ہوئیں، مولانا فضل رسول قادری کی کتابیں اس کثرت سے شائع نہیں ہوئیں۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے کتنے واضح الفاظ میں انگریزی اقتدار سے نفرت و استخفار کا اظہار کیا ہے اور انگریز کے اقتدار کو دین میں فتنہ و فساد کے پیدا ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔ درج ذیل اقتباس سے بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ ہندوستان میں بسبب ہو جانے کفر کے حکومت (انگریزی اقتدار) اور نہ رہنے اسلام کی سلطنت کے دین اسلام میں فتنے اور شرع کے احکام میں رخنے پڑ گئے۔"[3] ——— دوسری جانب مولوی اسمٰعیل دہلوی کا بیان ملاحظہ ہو۔ تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مولانا فضل رسول قادری اور دیگر علماء اہل سنت پر انگریز دوستی کے الزام میں کتنی سچائی ہے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایک موقعہ پر کہا۔

"انگریزی سرکار گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم و تعدی نہیں کرتی نہ انکو فرائض مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے۔ ہم انکے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا ہے تو اسکو سزا دینے کے تیار رہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت

---

[1] پروفیسر محمد شجاع الدین (متوفی ۱۹۶۵ء) صدر شعبۂ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے پروفیسر خالد بزمی (لاہور) کے نام ایک مکتوب میں اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ تقویۃ الایمان کو انگریز نے چھپوا کر مفت تقسیم کیا تھا۔ ملاحظہ ہو ماہنامہ تبصرہ لاہور، جولائی ۱۹۶۵ء ص ۶۔

[2] مولانا فضل رسول قادری۔ سیف الجبار ص ۲۷۔

توحید الٰہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کہتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصولِ مذہب کے خلاف بلاوجہ طرفین کا خون گراویں۔"[1]

مولانا شاہ فضل رسول قادری کے بارے میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے۔

مولانا حیدر علی ٹونکی[2] اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ لکھی ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی نے مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی کی شہادت (۱۸۳۱ء) کے بیس سال بعد وہابیوں کے رد میں کتابیں لکھنی شروع کیں۔ ظاہر ہے پنجاب کے انگریزوں کے قبضہ میں آجانے کے بعد مجاہدین کا مقابلہ براہِ راست انگریز سے تھا۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جب تقویۃ الایمان لکھ کر مسلک اہلِ سنت وجماعت کے خلاف عقائد و افکار کا اظہار کیا تو اکثر و بیشتر علماء تحفظ دین و مسلک کی خاطر میدان میں اُتر آئے، بعض نے ان سے اور ان کے ہم خیال علماء سے مناظرہ کیا۔ مثلاً مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ (صاحبزادگان حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی) منطق و کلام کے مسلم الثبوت استاذ مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، مولانا رشید الدین خاں اور علمائے پشاور وغیرہم بے شمار علماء نے تصنیف و تالیف کے ذریعے تردید کی، بعض نے تقریری طور پر رد و ابطال پر اکتفا کیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں اکثر و بیشتر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے صاحب علم و فضل شاگرد تھے۔ بلکہ خود حضرت شاہ صاحب نے تقویۃ الایمان پر اظہار ناراضگی فرمایا۔

"حضرت مولانا شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ جب اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک کافر بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے، افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں۔ آنکھوں سے بھی معذور ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدۂ فاسدہ کا رد بھی تحفہ اثنا عشریہ

---

[1] منشی محمد جعفر تھانیسری۔ حیات سید احمد شہید ص ۱۷۱

[2] پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مقدمہ حیات سید احمد شہید ص ۲۴

کی طرح لکھتا کہ لوگ دیکھتے۔"[1]

مولانا شاہ فضل رسول قادری ان علماء میں سے تھے جنہوں نے اس نئے فتنے کی تردید کے لئے بھرپور تقریری کام کیا اور جب ضرورت محسوس ہوئی تو تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا اور ایسی کتابیں لکھیں جنہیں اہلِ علم سر آنکھوں پر جگہ دیتے ہیں۔ مولانا کی ساری زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی کوششوں میں حفاظت دین کے سوا اور کوئی مقصد نظر نہیں آئیگا۔ کیا اس بات کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں تقریر کے ذریعے عقائد باطلہ کی تردید نہیں کی حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۳۹ تالیف ملک العلماء مولیٰنا ظفر الدین بہاری کے مطالعہ سے واضح طور پر . . . . . .

پتہ چلتا ہے کہ مولانا طالب علمی کے زمانہ ہی سے رد وہابیت کی ابتداء کر چکے تھے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی، سید صاحب اور انکے رفقاء کو انگریزوں سے کوئی مخاصمت نہ تھی اور نہ وہ انگریزوں سے جہاد کا ارادہ ہی رکھتے تھے[2]

آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے جس شخصیت نے طویل مدت تک سفر و حضر میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہو۔ اس کے شاگردوں کا شمار لازماً زیادہ ہوگا۔ چند فضلاء کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے جنہوں نے آپ کے بحرِ علم سے استفادہ کیا۔

مولانا شاہ محی الدین ابن شاہ فضل رسول قادری (م ۱۲۷۰ھ) مولانا محب الرسول شاہ محمد عبدالقادر بدایونی ابن مولانا شاہ فضل رسول قادری (م ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی، قاضی القضاۃ مولانا مفتی اسد اللہ خاں الہ آبادی (م ۱۳۰۰ھ) استاذ مولوی رحمٰن علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند مولانا عنایت رسول[3] چڑیا کوٹی۔ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی (م ۱۲۷۷ھ) مولانا کرامت علی جونپوری (م ۱۲۹۰ھ) مرید سید احمد بریلوی،

---

[1] ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ماہنامہ پاسبان امام احمد رضا نمبر ص ۱۹، ۲۰ [2] اس سلسلے میں مقالات سرسید حصہ شانزدہم مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور کے حاشیہ پر شیخ اسمٰعیل پانی پتی کا نوٹ ص ۲۴۸ تا ۲۵۲ اور ص ۳۱۸ تا ۳۱۹ قابل ملاحظہ ہے۔ نیز سید صاحب کی تحریک کی صحیح پوزیشن سمجھنے کے لئے جناب وحید احمد مسعود بدایونی کی تحقیقی کتاب "سید احمد شہید کی صحیح تصویر" مطبوعہ لاہور ملاحظہ کی جائے۔ [3] نامور فاضل مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی (م ۱۹۰۹ء) استاذ شبلی نعمانی، مولانا عنایت رسول کے چھوٹے بھائی اور شاگرد تھے

مولانا سید عبدالفتاح گلشن آبادی، مولانا عبدالقادر حیدرآبادی (م ۱۲۲۹ھ) مولانا سید اشفاق حسین (م ۱۳۱۸ھ) مولانا خرم علی بلہوری (م ۱۲۷۳ھ) مولانا حکیم محمد ابراہیم بہار نپوری بسمد بنیاد شاہ سنبھلی مولانا سید خادم علی، مولانا سید ارجمند علی، مولانا سید اولاد حسن خلف سید آل حسین، مولانا غلام حیدر، مولانا جلال الدین رئیس سوتھ محلہ، مولانا فصاحت اللہ تتوی، مولانا امانت حسین دانش مند، مولانا بہادر شاہ دانش مند وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے مریدین کا سلسلہ عرب و عجم میں پھیلا ہوا ہے۔ بیشمار لوگ مذاہب باطلہ اور عقائد فاسدہ سے تائب ہو کر آپ کے دستِ حق پر بیعت ہوئے۔

آپ کے چند مریدین کے نام یہ ہیں۔

مولانا محب الرسول شاہ، محمد عبدالقادر بدایونی خلف رشید شاہ فضل رسول قادری، مولانا حکیم سراج الحق ابن مولانا فیض احمد بدایونی (م ۱۱۲۲ھ/۱۹۰۵ء) مولانا سید آلِ نبی حسنی حسینی شاہجہانپوری (م ۱۲۷۸ھ) مولیٰنا حکیم عبدالعزیز، مولانا عبیداللہ بدایونی مدرس مدرسہ محمدیہ بمبئی (م ۱۳۱۵ھ) ملا اکبر شاہ افغانی، مولانا عون الحق، حافظ محمد ضیاء الدین حیدرآباد دکن، قاضی حمید الدین خاں مچھلی بندر، شیخ محمد صدیق متوطن بریلی، شیخ عبدالرحیم رئیس بدایوں، شیخ عبدالہادی ملقب بہ شاہ سالار وغیرہ وغیرہ

جب آپ کی عمر شریف ۷۷ برس ہوئی تو آپ کے شانوں کے درمیان پشت پر زخم نمودار ہوا۔ ایک دن قاضی شمس الاسلام عباسی جو آپ کے والد ماجد کے مرید تھے، عیادت کے لئے حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا۔

"قاضی صاحب بمقتضائے "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربارِ نبوت سے استیصال فرقۂ وہابیہ کے لئے مامور کیا گیا۔ الحمدللہ! کہ فرقۂ باطلہ اسمٰعیلیہ و اسحاقیہ کا رد پورے طور پر ہو چکا دربارِ نبوت میں میری یہ سعی قبول ہو چکی، میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی، میں اس دارِ فانی سے جانے والا ہوں۔"

لہ ماہنامہ پاسبان امام احمد رضا نمبر، ص ۵۳۔

آخری دنوں میں کمزوری بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ مگر عبادت و ریاضت اور تہجد کیلئے شب بیداری میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ ۲ جمادی الاخریٰ (۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) بروز جمعرات خلف رشید مولانا شاہ محمد عبدالقادر قادری بدایونی کو بلا کر نماز جنازہ کی وصیت کی، ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مصروف تھے کہ اچانک دو دفعہ بلند آواز سے "اللہ اللہ" کا ایک نور دہن مبارک سے چمکا اور بلند ہو کر غائب ہو گیا اور ساتھ ہی روح قفسِ عنصری سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رحلت کے وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی پھر بھی ہزارہا افراد نے جنازہ میں شرکت کی مغرب کے بعد عیدگاہ شمسی نماز جنازہ ادا کی گئی اور شب جمعہ والد ماجد کے روضہ میں مدفون ہوئے[1] مولوی عبدالسلام سنبھلی نے یہ قطعۂ تاریخ کہا ہے۔

معدنِ فضلِ الٰہی حضرت فضل رسول — پیشوائے اہلِ عرفاں سرورِ اہلِ قبول
واقفِ اسرارِ شرع و کاشفِ انوارِ دیں — ماہرِ کامل بہر فن از فروعش تا اصول
سطوتِ تقریرِ او بگداخت جانِ منکراں — ہیبتِ تحریرِ او انداخت در کنجِ خمول
جامعِ علم و ولایت دافعِ آثارِ جہل — قامعِ بنیادِ کفر و رافعِ اوجِ قبول
رفت از دنیا و دنیا از غمِ او تیرہ شد — کز درخشان منزلِ اول باثوابِ نزول
ایں جہانرا سنگِ ماتم بر جبینِ مدعاست — آنجہاں را گوہرِ مقصود در دستِ وصول

خواستم تاریخِ وصلش دے نویسم ناگہاں
شد بلطفِ الہام از روحش "انا فضل الرسول"[2]

(۱۲۸۹ھ)

مولانا معین الدین نے درج ذیل تاریخ وصال کہی ہے۔

حضرتِ فضلِ رسولِ نامدار — با فضیلت با کرم با افتخار
کان فی عزٍ و فضلٍ کاملاً — فضلہ کالشمس فی نصف النہار
واقفِ اسرارِ علم و معرفت — مرشدِ دیں مترجمِ را راز دار

---

[1] محمد رضی الدین بدایونی۔ تذکرۃ الواصلین ص ۲۵۴
[2] تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ کراچی ص ۳۸۱

دوئم از ماہِ جمادی الآخرہ — راہِ دارِ آخرت کرد اختیار
وقت رحلت داشت شغل ذکر حق — بود از دم ضربِ ذکار آشکار
ناگہاں آورد با جہر تمام — اسم ذاتِ پاک حق بر لب دوبار
اللہ اللہ گفت وجاں دادہ بحق — کرد بر نام خدا جاں را نثار

گشت مفہوم آں زماں از شش جہت
لفظ اللہ از در و دیوار و دار

آخر میں بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی دام ظلہٗ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور) اور حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ جن کی راہنمائی اور معاونت سے یہ کتاب پیش کی جا رہی ہے۔ جزاہم اللہ تعالےٰ احسن الجزاء۔

مولانا غلام رسول سعیدی صدر مدرس جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور۔ مؤلف "توضیح البیان" کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ مکتبہ رضویہ کی مطبوعات کی اشاعت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ ہمیشہ فی سبیل اللہ تعاون کرتے ہیں اور ہماری حوصلہ افزائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

۱۰۔ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ — محمد عبد الحکیم شرف قادری
۱۹۔ اکتوبر ۱۹۷۲ء — اشاعت العلوم چیچوالی۔

تمہید تردید مذہب جدید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ حال وہابیہ کا کہ عہد محمد ابن عبد الوہاب ساکن نجد کے پیرو ہیں یہ ہے کہ ۱۲۲۱ھ میں برہمی انتظام سلطنت روم دیکھ کر خروج کیا اور اس بنا پر سب مسلمانوں کو مشرک ٹھیرایا۔ اور ایک نیا عقیدہ بنایا جو اُس کے خلاف ہو مشرک ہے اور حرمین پر تغلب کیا اور اہل سنت کے قتل کو مباح کیا اور ایک زمانہ تک حرمین طیبین اور بعض عراق کے شہروں پر مثل کربلا وغیرہ کے اُن کا تسلط رہا۔ آخر مسلمانوں کے لشکر نے اُن پر فتح پائی۔ اور استیصال کلی اُس کا ۱۲۳۳ھ میں ہو گیا اور اُن کے نئے عقیدہ کی کتاب (کتاب التوحید) جو ہندوستان میں آئی تھی۔ مولوی اسمٰعیل نے اُس کو اختیار کیا اور ایک رسالہ اس کے مطابق کہ گویا اس کا ترجمہ اور شرح ہے اُردو زبان میں تصنیف کیا اور تقویۃ الایمان اُس کا نام رکھا کہ اس کی رُو سے اُن کے اُستادوں سے لے کر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کوئی شرک سے نہیں بچتا۔ ہند کے علماء اہل سُنت نے اُن کے آگے اور پیچھے تحریر و تقریر سے رد کیا۔ ہندوستان میں وہابی وہ ہے جو تقویۃ الایمان کو حق سمجھے اور مولوی اسمٰعیل کے مذہب کو اچھا کہے فقط اور وہ جو وہابیہ کے عقیدہ کا حال ہے اوپر مذکور ہوا اس کی ایک سند بہت بڑی معتبر لکھی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ درمختار نام فقہ حنفی کی کتاب مشتہر ہے۔ علامہ شامی نے اس پر ایک حاشیہ لکھا۔ اُس کا نام رد المحتار ہے اور وہ حاشیہ تمام بلاد اسلامیہ میں مشہور و معروف ہے۔ اور ہند کے وہابی یعنی مولوی اسمٰعیل کے پیرو تھے۔ جیسے مولوی نذیر حسین دہلوی اور مولوی بشیر الدین قنوجی

اور مولوی سید احمد سی۔ ایس۔ آئی۔ اور مولوی امداد علی صاحب مجسٹریٹ ڈپٹی کلکٹر وغیرہم جو بحمایت مولوی اسمٰعیل کے مذہب اہل سنت کے رد میں رسالے تصنیف کرتے ہیں اور مولوی اسمٰعیل کی طرف سے جواب لکھتے ہیں اور چھپواتے ہیں۔ یہ لوگ بھی اس حاشیہ شامی سے اپنے رسالوں میں سند لاتے ہیں۔ اس میں یہ لکھا ہے۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون فاستباحوا بذالك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله تعالٰی شوکتهم وخرب بلادهم وظفر علیهم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف انتهی۔

یہ عبارت نسخہ مطبوعہ مصر کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۰۹ پر باب البغاۃ میں ہے اس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ ہندوستان کے وہابی یعنی اسماعیلیہ جو اپنی وہابیت کی برائی چھپانے کے واسطے وہابیہ نجد کی تعریفیں زبانی بیان کرتے ہیں اور رسالوں میں لکھتے ہیں اور دعوٰی کرتے ہیں کہ وہ لوگ بہت اچھے اور دیندار تھے اور اہل سنت وجماعت سے کچھ مخالفت نہ تھی اور انہوں نے کچھ اور ظلم نہیں کیا اور اس ملک کے لوگ اُن کو برا نہیں جانتے ہیں یہ سب باتیں وہابیہ اسمٰعیلیہ کی کذب وافترا ہیں اور اسی حرکت سے ان کا وہابی ہونا ہر عاقل پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کتاب "سیف الجبار المسلول علی الاعداء للابرار" اس کا نام ہے اور یہی اس کی تاریخ انجام ہے منجملہ تالیفات شریفہ جناب ہدایت مآب زبدۃ العلماء المحققین عمدۃ الفضلاء المدققین بقیۃ السلف حجۃ الخلف سند الاولیاء مستند الاصفیاء واقف حقائق المعقول والمنقول کاشف دقائق الفروع والاصول سیف اللہ المسلول حضرت مولانا فضل الرسول الحنفی القادری العثمانی البدایونی رضی اللہ تعالٰی عنہ وافاض علینا برکاتہ فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِیْنَ ۝

بعد حمد وصلوٰۃ کے جاننا چاہیئے کہ ہندوستان میں بسبب ہو جانے کفر[1] کی حکومت کے اور نہ رہنے اسلام کی سلطنت کے دین اسلام میں فتنے اور شرع کے احکام میں رخنے پڑ گئے۔ حکم شرع کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ کہ حکم ہے کسی چیز کے جان لینے اور مان لینے کا کچھ کام کرنا نہ کرنا اس میں نہیں ہے۔ جیسے اللہ ایک ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ قیامت حق ہے، شفاعت حق ہے، بہشت و دوزخ حق ہے، اس کو علم عقائد کہتے ہیں۔ دوسری قسم حکم ہے۔ ہاتھ پاؤں زبان سے کام کرنے یا نہ کرنے کا۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد کرنا، چوری، شراب خواری

---

[1] انگریزوں کی حکومت یہ کتاب اس وقت لکھی گئی اور چھپی جبکہ انگریز حکومت کر رہے تھے دوسری طرف مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کا فرمان ملاحظہ ہو۔ سرکار انگریزی پر نہ جہاد مذہبی طور پر واجب ہے نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے۔ ہم صرف سکھوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیں گے۔ (۱۲) (حیات طیبہ مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۳۵۱ھ) شرف قادری۔

زنا نہ کرنا اس کو علم فقہ کہتے ہیں تیسری قسم حکم ہے دل سے کام کرنے نہ کرنے کا۔ جیسے صبر و توکل تسلیم و رضا تحمل[1] کرنا عجب، حسد، بغض، ریا نہ کرنا اس کو علم تصوف کہتے ہیں اور علم اخلاق اور علم زہد اور علم توحید اور احسان بھی کہتے ہیں پہلے ان تینوں کو فقہ کہتے تھے پھر جدا جدا نام ہو گئے۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے جو فقہ کی تعریف کی یعنی اس کے معنی بیان کئے۔ اس میں تینوں کو داخل رکھا اور شرع و دین نام ہے مجموعہ ان تینوں کا جو نہ ہو وہی دین کا نقصان[2] ہے اس زمانے میں کہ قاضی مفتی محتسب خلیفہ سرپرست نہ رہے جن کا خوف نہ ہو نفس اور شیطان نے جو آدمی کے دشمن ہیں۔ قابو پایا۔ عجب طرح کا ہنگامہ برپا ہوا کہ ہر شخص گویا مالک دین کا ہے جو چاہتا ہے حکم کر دیتا ہے تیسری قسم شرع کی یعنی تصوف کہ دین کا کمال ہے بالکل چھوٹ گیا۔ نام و نشان باقی نہ رہا عمل کا تو کیا مذکور علم بھی کمیاب بلکہ گویا نایاب ہو گیا اور بے ادب زبان دراز جاہل لوگ اس کو برا کہنے لگے اور پہلی قسم کی جڑ ہے دین کی سو جیسا سلف نے کہا ہے۔ اس کو بدعت سیئہ میں داخل کرتے ہیں۔ اور دوسری قسم میں بھی جو پہلوں نے لکھا ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں کرتے کفر اسلام حرام

[1] دنیا کے علاقے چھوڑ کر اللہ ہی کی یاد میں رہنا [2] صدر الشریعۃ نے تنقیح میں لکھا ہے النفقہ معرفۃ النفس مالھا وما علیھا یعنی علم فقہ جاننا نفس کا ہے اس چیز کو کہ اس کے واسطے ہے اور جو اس پر ہے اور شرح میں کہ توضیح نام ہے لکھا ہے کہ یہ تعریف منقول ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور آخر قول میں لکھا ہے کہ وہ شامل ہے اعتقادیات و وجدانیات و عملیات کو فمعرفۃ مالھا وما علیھا من الاعتقادیات ھی علم الکلام ومعرفۃ مالھا وما علیھا من الوجدانیات ھی علم الاخلاق والتصوف کالزھد والصبر والرضا وحضور القلب فی الصلوٰۃ ونحو ذلک ومعرفۃ مالھا وما علیھا فی العملیات ھی الفقہ المصطلحۃ فان اردت بالفقہ ھذا المصطلح زدت عملا علی قولہ مالھا وما علیھا وان اردت ما یشتمل الاقسام الثلثۃ لم تزد ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ انما لم یزد حیث اراد الشمول یعنی جاننا نفس کا اس چیز کو کہ اس کے واسطے ہے اور اس پر ہے اعتقادیات سے علم کلام اور وجدانیات سے علم اخلاق و تصوف ہے جیسے زہد صبر رضا حضور قلب وغیرہ اور عملیات سے فقہ مصطلح ہے اگر فقہ سے

حلال اُن کے اختیار میں ہے۔ جیسا جس کے جی میں آتا ہے۔ کہہ دیتا ہے اور دعوٰی کرتا ہے کہ صراط مستقیم یہی ہے۔ سو اس خیر خواہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے چاہا کہ جہاں کے علم و فہم میں آیا ہے۔ قلم سے لکھ دے کہ اوروں کو بھی مفید ہو اس واسطے یہ رسالہ محض للہ لکھا ہے۔ اللہ ہر مسلمان دیندار بھائی کے حضور میں عرض ہے کہ اسے دیکھیں۔ اگر پسند خاطر ہو۔ تو دعائے خیر سے فقیر کو یاد کریں اور اگر کسی مقام میں شک و شبہ ہو یا کسی صاحب کے نزدیک کسی طرح کا سقم ہو تو ضرور بالضرور تقریر و تحریر سے بلا واسطہ یا بواسطہ فقیر کو مطلع کریں کہ ممنون احسان ہوگا اور جو بات حق معلوم ہوگی اُسے بدل و جان قبول کریگا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ نفسانیت کو دخل نہ دے گا۔ اور جو فقیر کی سمجھ میں اُس بات کی حقیقت ٹھہر گئی۔ پھر اُن صاحب کے حضور میں عرض کریگا۔ یہاں تک کہ طرفین کے نزدیک ایک بات حق مقرر ہو جاوے۔ اخوت اسلامی کا حق یہی ہے۔ مگر ایک عرض اور بھی ہے کہ سب اوراق کو اول سے آخر تک خوب ملاحظہ فرما کر اس تصریح سے کہ تمام کتاب میں ہمارے نزدیک فلانی فلانی بات مشکوک یا غلط اور باقی مسلم اور مقبول مجھ کو نصیحت کریں کہ الدین النصیحۃ اور فائدہ نصیحت کا اُسی صورت میں حاصل ہوتا ہے کہ میں اپنی سب خطا و صواب پر آگاہ ہو جاؤں تاکہ خطا کے دور کرنے اور صواب کے قائم رکھنے سے ماخوذ خدا کا نہ رہوں۔ اور کسی بات ناتمام یا زائد خارج از مطلب کا اظہار نہ کروں وغیرہ یا اور قسم امثال و حکایات یا الفاظ میں اُلجھنا اور بھگڑا کھڑا کرنا بے فائدہ اور خلاف راہ انصاف کے ہے جو اصل مطلب ہیں ہاں اس میں اگر شک و شبہ ہو اس کے ارشاد سے ممنون منت کریں اور اگر کسی شخص کو کسی سقم پر اطلاع ہو وے اور مجھ کو خبر نہ کرے وہ خدا کے ہاں ماخوذ

ایسی ارادہ کرے تو عمل کی قید بڑھا دے اور اگر تینوں کو شامل رکھے تو نہ بڑھاؤ اور ابو حنیفہ نے قید عمل کی نہ بڑھائی اس سبب سے کہ ارادہ کیا شامل ہونا فقہ کا تینوں قسموں کو ۱۲۔

ہوگا اور میرا حق اس پر رہے گا۔ اس رسالہ میں ایک مقدمہ ہے اور دو باب ہیں۔ اور ایک خاتمہ۔

مقدمہ میں بیان ہے صراطِ مستقیم کا

یہ بات ظاہر ہے کہ ہر فرقہ آپ کو صراطِ مستقیم یعنی سیدھی راہ پر جانتا ہے مگر صرف ایک کا جاننا اور کہنا کفایت نہیں کرتا اور اُن کے فقط کہہ دینے سے ثابت نہیں ہو جاتا۔ بلکہ حق وُہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام سے ثابت ہو۔ اس واسطے ہم رجوع کرتے ہیں خدا اور رسول کے کلام کی طرف یہ بات دریافت کرنے کے لئے کہ سیدھی راہ اور صراطِ مستقیم کونسی ہے۔ سو قرآن شریف کی پہلی سورت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو تعلیم فرمایا کہ سیدھی راہ کی ہدایت مانگیں اور یوں کہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اور اُسی جگہ صراطِ مستقیم کا بیان بھی فرما دیا کہ وہ راہ اُن لوگوں کی ہے جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ اور دوسری جگہ اُن لوگوں کا بھی بیان فرمایا کہ کون ہیں یعنی انبیاء صدیقین اور شہداء اور صالحین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ:۔

لہ عبارت تفسیر عزیزی کی یہ ہے۔ وچوں بندہ را تعلیم فرمودند کہ ہدایت راہ راست طلب نماید لازم آمد ذکر کسانیکہ بواسطہ آنہا راہِ راست بہ بندگان رسیدہ است بدیدن اعمال وشنیدن اقوال آنہا راہِ راست از غیر راہِ راست متمیز شدہ والا ہر کسے از اہل مذاہب مختلفہ دعوی میکند کہ من بر راہِ راستم پس جماعت را یقین باید کرد در ذہن خود کہ بیان کنندہ راہِ راست باشند و لہذا بیان راہِ راست باین طریق تعلیم فرمودند صراط الذین انعمت علیہم یعنی راہ کسانیکہ انعام کردہ بر ایشاں واین لفظ را در جائے دیگر از قرآن مجید تفسیر فرمودہ اند۔ بچہار فرقہ کہ انبیاء و صدیقاں و شہیداں و صالحاں باشند پس معلوم شد کہ راہِ راست راہ این چہار فرقہ است و در وقت مناجات با پروردگار بندہ را می باید کہ این چہار فرقہ را ملحوظ نظر اجمالی سازد و راہ آنہا طلب کند چنانکہ در قرآن مجید در سورۂ نساء می فرماید

جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو تعلیم فرمایا کہ سیدھی راہ کی ہدایت طلب کرے تو اُن لوگوں کا ذکر کرنا لازم ہوا کہ جن کے واسطے سے سیدھی راہ بندوں کو پہنچی ہے اور اُن کے اعمال کے دیکھنے اور اقوال کے سننے سے سیدھی راہ غیر سیدھی راہ سے جُدا ہو جاتی ہے اور نہیں تو سب مختلف مذاہب والوں میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ میں سیدھی راہ پر ہوں سو ایک جماعت کو مقرر کیا چاہیئے کہ سیدھی راہ کے بیان کرنے والے ہوں اس واسطے، راہ کا بیان اس طرح تعلیم فرمایا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ان لوگوں کی راہ کہ انعام کیا تو نے جن پر اس لفظ کی قرآن مجید میں دوسری جگہ تفسیر فرمائی ہے کہ وے چار فرقے ہیں انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ سو معلوم ہوا کہ سیدھی راہ انہیں چار فرقوں

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا یعنے ہر کہ اطاعت خدا و رسول خدا بجا آورد بگفتہ ہر دو عمل کند پس او در راہ ہمراہ کسان میرود کہ انعام کردہ است اللہ تعالیٰ بر آنہا و آنہا چہار فرقہ اند انبیاء و صدیقان و شہیداں و صالحان واین گروہ نیک رفیق را ہند پس در اہدنا الصراط المستقیم ہستن راہ حق است واز صراط الذین انعمت علیہم طلب رفیق است کہ الرفیق ثم الطریق و در اینجا باید دانست کہ عوام مؤمنین را رفاقت صالحان طلب باید کرد و صالحان را رفاقت شہیداں و شہیداں را رفاقت صدیقاں و صدیقاں را رفاقت انبیاء۔ اگر کسے از عوام مؤمنین خواہد کہ رفاقت انبیا نماید او را از رفاقت این سہ گروہ درجہ بدرجہ ناچار نیست چنانچہ اگر کسے رفاقت بادشاہ خواہد بدون رفاقت جماعت داری کہ او در رفاقت رسالہ داری و او در رفاقت لشکری، از امراء کبار باشد ممکن نیست ولہذا دخول در طریق اہل اللہ و توسل بانہا ہستن محمود اہل اسلام شدہ و نیز باید دانست کہ چوں اصل راہ از علم غیب بحضرت انبیا تعلیم فرمودہ لہذا از ایشان بہ صدیقان و از صدیقان بشہداء و از شہداء بصالحان رسیدہ لازم است کہ دل را معرفت انبیاء حاصل شود و بعد از آں معرفت این سہ گروہ دیگر بہ طلب رفاقت آنہا میسر گردد ۱۲

کی ہے اور بندے کو چاہیئے کہ اللہ سے مناجات کے وقت میں ان چار فرقوں کو اپنی نظر میں لحاظ کرے اور اُن کی راہ طلب کرے جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے سورۂ نساء میں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

یعنی جو کوئی اطاعت خدا و رسول کی بجالاوے اور دونوں کے کہے پر عمل کرے سو وہ راہ میں اُن کے ساتھ جاتا ہے کہ انعام کیا ہے۔ اللہ نے اُن پر اور وہ چار فرقے ہیں انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین یہ گروہ اچھے رفیق ہیں پس اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں راہ حق کا ڈھونڈھنا ہے اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں رفیق کا طلب کرنا ہے کہ الرفیق ثم الطریق پہلے رفیق پھر راہ اس جگہ جاننا چاہیئے کہ عوام مومنوں کو صالحوں کی رفاقت کرنی چاہیئے اور صالحوں کو شہیدوں کی اور شہیدوں کو صدیقوں کی اور صدیقوں کو انبیاء کی اور جو کوئی عوام مومنین سے چاہے کہ رفاقت انبیاء کی کرے۔ اس کو ان تین گروہوں کی رفاقت درجہ بدرجہ ضروری ہے۔ جیسے کہ اگر کوئی رفاقت بادشاہ کی چاہے تو بغیر رفاقت جمعدار کے کہ وہ کسی رسالہ دار کی رفاقت میں ہو اور رسالہ دار کسی امیر کے بڑے امیروں میں سے رفاقت میں ہو ممکن نہیں اسی واسطے اہل اللہ کے طریقوں میں داخل ہونا اہل اسلام کا مقصود ہوا۔ اور بھی جاننا چاہیئے کہ جو اصل راہ عالم غیب سے انبیاء کو تعلیم فرمائی اور انبیاء سے صدیقوں کو اور صدیقوں سے شہیدوں کو اور شہیدوں سے صالحوں کو پہنچی ہے لازم ہوا پہلے انبیاء کو جاننا اور اس کے بعد ان تینوں کو تو اُن کی رفاقت کی طلب میسّر ہو۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہاں چاروں لفظوں کے معنے بیان

کئے اور لکھا کہ شہید اُسے کہتے ہیں کہ دل کو اُس کے مشاہدہ حاصل ہوا ہو اور جو کچھ انبیاء سے اُس کو پہنچا ہو اُس کا دل ایسا قبول کرتا ہے کہ گویا دیکھتا ہے۔ اسی واسطے دین کے کام میں جان دینا اس کے نزدیک آسان کام ہے گو ظاہر میں مارا نہ گیا ہو۔ اور آخر کو شاہ صاحب نے لکھا۔

قولی ان تینوں فرقوں کو شامل ہے لیکن اکثر صالحوں کو کہتے ہیں اور وہ چیز کہ ان چاروں فرقوں کو شامل ہے اُس کے علامات سے ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو دوست رکھتا ہے۔ اور اُن کے رزق کی کفالت کرتا ہے۔ اس طرح کہ اوروں سے ممتاز ہوں اور دشمنوں سے بچاتا ہے اور غربت میں اُن کا انیس ہوتا ہے اور اور اُنکے نفسوں میں غیرت دیتا ہے کہ امیروں اور بادشاہوں کی خدمت سے

لہ شہید آن است کہ قلب او بمشاہدہ مستحق باشد و آنچہ انبیا علیہم السلام باو رسانیدہ اند بہ نہجے قلب او آں را قبول کند کہ گویا او را می بیند و لہذا دادن جان در امر دین نزد او سہل کارے باشد گو بہ حسب ظاہر مقتول نہ شدہ باشد ۱۲ ونام ولی ہر چند شامل ایں سہ گروہ است لیکن بیشتر ایں لفظ بر صالحین اطلاق کردہ می شود و چیزے کہ شامل ایں چہار فرقہ است یعنی انبیاء و صدیقان و شہداء و صالحین از علامات آن است کہ حضرت ایشانرا دوست می دارد و تکفل رزق ایشاں میفرماید بہ نہجے کہ ممتاز از سائر الناس باشند و انا عدائے خود ایشان را محفوظ می دارد و انیس ایشاں می باشد در غربت و در نفوس ایشان غیرتے می دہد کہ بسبب آن غیرت بخدمت ملوک و امراء راضی نمی شوند و ہمت ایشانرا بلند میفرماید پس راضی نمی شوند باندک تقاذورات دنیا آلودہ گردند و دلہائے ایشاں را منور می سازد پس ایشانرا چیزہا معلوم می گردد کہ غیر ایشاں از ارباب نظر و فکر ایشاں نرسند اگر بجہد شدید و عمر طویل و سینہ ہائے ایشانرا گشادہ می سازد و پس بہ منتہائے دنیا و مصیبت ہائے آن و مردن اقارب و دیگر تکلیفات و شدائد تنگدل نمی شوند و نیز برائے ایشان ہیبتے می دہد کہ در قلوب سرکشان و جباران اثر ہے کند و برکت در کلام و در انفاس و در افعال و در مکانات ایشان و در ہم صحبتان ایشان و در اولاد و نسل ایشان و در زیارت کنندگان پے در پے ظاہر می گرداند زیرا کہ خود ایشاں را چنانچہ وعدہ فرمودہ بخشند کہ دعائے ایشان مستجاب شود بلکہ در مانگنے کہ بایشان توسل نمایند حاجت او روا می گردد و خصوصیات و علامائے کہ ایشان را در عالم برزخ و مواقف قیامت و در عالم ملکوت می دہند از ان قبیل نیست کہ عوام مومنین بآن استدلال

راضی نہیں ہوتے اور ہمت بلند کرتا ہے کہ دنیا کی ناپاکی سے آلودہ نہیں ہوتے اور ان کے دلوں کو روشن کرتا ہے اور ان کو وہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں کہ بڑے بڑے عالم قابلوں کو معلوم نہیں ہوتیں۔ مگر بڑی کوشش سے اور عمر طویل میں اور کسی مصیبت سے تنگدل نہیں ہوتے اور اُن کو ہیبت دیتا ہے کہ جبابرہ اور زبردستوں پر تاثیر کرتی ہے اور ان کے کلام اور انفاس اور افعال اور مکانات میں اور ہم صحبتوں اور اولاد و نسل میں اور ان کی زیارت کرنے والوں میں برکتیں پے در پے ظاہر کرتا ہے اور اپنے نزدیک اُن کو ایسا جاہ و مرتبہ بخشتا ہے کہ اُن کی دعا مستجاب ہوتی ہے بلکہ جو کوئی اپنی حاجت میں اُن سے توسل کرے اُس کی حاجت بھی روا ہو جاتی ہے اور جو خصوصیتیں اور علامتیں کہ اُن کو عالم برزخ میں اور قیامت اور عالم ملکوت میں دیتا ہے۔ اُس قبیل سے نہیں ہیں کہ عوام مومنین اُس کو دریافت کر سکیں مگر بعد دیکھنے اُن عالموں کے یہ خلاصہ ہے تفسیر عزیزی کا اور بھی اُس میں ہے کہ اس جگہ ایک شبہہ[1] ہوتا ہے کہ سبیل ہی

[1] درین جا شبہ وارد می شود کہ صراط مستقیم راہ واحد است و ایں چہار گروہ مختلف الطریق پس راہ واحد راہ ایں چہار گروہ چہ قسم تواں شد و نیز ہر نبی وضع و شریعتے دیگر داشت و ہر ولی اشغال و اذکار جدا گانہ در طریق معمولے دارد پس باوجود کثرت طریق کہ در قول مشہور الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق مذکور است وحدت راہ چہ قسم است آید جواب این شبہ بہ تمثیلی خاطر نشان تواں کرد و آن آنست کہ طب یونانیان مثلاً راہ مستقیم علاج است و از وقت بقراط و جالینوس تا عہد علوی خان محفوظ و مسلوک باوجود آنکہ معالجات بقراط و جالینوس در زمان خود بوضعے دیگر بود و معالجات علوی خان و حکیم علی گیلانی در وقت خود بوضعے دیگر آنہا مفردات را استعمال میکردند از تنقیہ بفصد و اسہال کمال احتراز داشتند و اینہا مرکبات را از معاجین و اشربہ بکار میبرند و در مرض اقدام بر تنقیہ فصد و اسہال می نمایند پس معلوم شد کہ این قسم اختلافات و کثرت ہائے منافی وحدت طریق نیست و نیز بعضے از اطبای یونانی واضع قواعد گشتہ و بعضے مقلدان قواعد پس ایں اختلاف نیز موجب اختلاف راہ نمی شود۔ چہ رنگ آنکہ یک قافلہ از شہرے بشہرے در دن یک راہ روانہ می

اور صراط مستقیم ایک ہوتی ہے۔ اور چار گروہوں کی راہیں مختلف چاروں کی ایک راہ کیونکر ہو سکے ہر نبی کا دین و شریعت اور ہے اور ہر ولی کے اشغال و اذکار جدا طریقت میں معمول ہیں اور قول مشہور ہے۔

الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق "یعنی جتنے آدمی ہیں اتنی ہی راہیں ہیں اللہ کی طرف" پھر باوجود کثرت کے ایک راہ کیونکر ہو۔ جواب یہ ہے کہ اس طرح کی کثرت اور اختلاف کچھ ضد ایک ہونے کا نہیں ہے۔ اور اس اختلاف سے راہ مختلف نہیں ہوتی۔ یہ ایسا ہے کہ ایک قافلہ ایک شہر سے ایک شہر کو ایک راہ میں جاتا ہے۔ کوئی اس میں سوداگر ہے۔ کوئی بوجھ اُٹھانے والا کوئی نگہبان کوئی پاسدار سب ایک ہی راہ میں جاتے ہیں۔ مگر اپنے اپنے مناسب اور اپنے اپنے منصبوں اور خدمتوں کے مناسب کام مختلف کرتے ہیں ایسے ہی انبیا اس راہ میں راہبر اور بدرقہ ہیں۔ اور صدیق اور شہید اور صالح مرتبہ بہ مرتبہ رفیق اور باربردار اور پاسدار ہیں۔ راہ ایک ہی ہے۔ یہانتک سب تفسیر عزیزی سے لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالے نے فرمایا

ویتبع غیر سبیل المؤمنین	یعنے اور چلے سب مسلمانوں کی راہ کے سوا ہم اُسکو
نولہ ما تولی ونصلہ جہنم	پھیر دینگے جس طرف کو پھر گیا اور پہنچا دینگے اس کو
وساءت مصیرا۔	دوزخ میں اور پہنچا بُری جگہ۔

مولوی عبدالقادر نے ترجمہ میں اس آیت کا فائدہ یوں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدا راہ

وپاسدار حال آنکہ آن ہمہ بیک راہ می روند لیکن کارہائے مختلف بحسب خدمات و مناصب خود بہ عمل می آرند ہم چنیں انبیا علیہم السلام در ہمیں راہ راہبر و بدرقہ اند و صدیقان و شہیدان و صالحین مرتبہ بمرتبہ رفیق و دست گیر و بار بردار و پاسدار ایں ہمہ مراتب وحدت طریق را منافی و مخالف نیست ۱۲۔ تفسیر عزیزی۔

پکڑی وہ جا پڑا دوزخ میں۔ پس جس بات پر امت کا اجماع ہو وہی اللہ کی مرضی ہے اور جو منکر ہو سو دوزخی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا یحل دم امرء مسلم یشهد ان لا الٰه الا الله وانی رسول الله الا باحدی ثلث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارك لدینه المفارق للجماعة۔

اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بندے مسلمان کا کہ خدا کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دے خون حلال نہیں مگر تین کا ایک جو کسی کو مار ڈالے۔ اس کا مار ڈالنا بطریق قصاص کے چاہیئے۔ دوسرا جو بیاہا ہوا زنا کرے سنگسار کیا جائے۔ تیسرا دین کا تارک اس کا بیان فرمایا کہ چھوڑنے والا جماعت کا۔

نووی علیہ الرحمۃ نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ جو کوئی مسلمانوں کی جماعت سے نکلے نئی بات نکال کر اجماع کے خلاف جیسے رافضی اور خارجی اور اُن کے سوا سب اس میں داخل ہیں۔ ابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار

یعنی سواد اعظم کی پیروی کرو کیونکہ جو اکیلا ہوا اکثروں کی متابعت سے وہ اکیلا دوزخ میں گرایا جائے گا۔

شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جس جانب میں اکثر علما ہوں اُس کی پیروی کرو۔ ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

ید الله علی الجماعة من شذ

یعنی جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے جو جماعت سے اکیلا ہوا دوزخ میں پڑیگا اکیلا۔

ابوداؤد اور امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یأخذ الشاذة والقاصیة والناحیة وایاکم والشعاب و علیکم بالجماعة والعامة

یعنے شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکری کا کہ پکڑ لیتا ہے جسکو کہ اپنے بھائیوں سے نفرت اور بے انسی کے سبب اکیلے رہے اور جس کو کہ گلے سے اکیلی چلی جائے اور جس کو کہ اکیلی رہ جائے اپنی جماعت سے گھاٹیوں میں مت جاؤ اور جماعت کو لازم پکڑو۔

شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جماعت سے باہر نہ ہو اور اکثر عالم جس طرف ہوں اس کی پیروی کرو۔

فائدہ - یہ بات قرآن و حدیث سے خوب ثابت ہو گئی کہ راہ حق اور صراط مستقیم راہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی ہے۔ موافق جماعت اور سواد اعظم کے جو جماعت اور سواد اعظم کے خلاف ہوا وہ دوزخی ہے۔ اب دریافت کرنا چاہیئے کہ جماعت اور سواد اعظم کون اور تارک جماعت اور سواد اعظم کے مخالف کون ہیں سو بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن اول یعنی صحابہ کے وقت خلافت حقہ تک ایک مذہب ایک راہ ایک طریق صحابہ اور اُن کے شاگرد جو تابعین کہلاتے ہیں۔ طریقہ پیغمبر پر باہم متفق رہے۔ اگرچہ کسی مسئلہ فرعی میں اختلاف ہوا کہ وہ اختلاف رحمت تھا۔ مگر خلاف اور شقاق اور اختلاف ملت نہ تھا آخر خلافت حقہ میں خارجیوں نے جماعت اور سواد اعظم سے خروج کیا اور حضرت فاتحۂ ولایت خاتم خلافت اسد اللہ الغالب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو کافر ٹھیرایا۔ نعوذ باللہ منہ اسی طرح رافضی پیدا ہوئے پھر معتزلی ظاہر ہوئے غرض

ہر وقت میں جماعت اور سواد اعظم سے بعضے بعضے گمراہ فرقے نکلتے گئے۔ اور کسی کسی وقت میں کسی کسی طرف میں اظہار بد مذہبی کا بھی منتشر ہوا مگر وہ جو فرقہ ناجیہ جمہور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور اُن کے اتباع کا ہے کہ جن کو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے جب سے اب تک اُسی صراط مستقیم پر ہیں اور جماعت اور اعظم امت وہی ہے۔ اور ہر وقت میں اکثر اطراف میں اظہار حق اور مددگاری دین کی اُنہیں سے ہوتی رہی اور سب بد مذہبوں کو تادیب اور تنبیہ لسانی اور سنانی کرتے رہے اور بموجب وعدۂ الٰہی کے الا ان حزب اللہ ھم الغالبون۔ غلبہ عام اُسی فرقہ کا رہا اور وہ سوادِ اعظم عقائد میں اشعری ماتریدی اور فقہ میں حنفی شافعی مالکی حنبلی ہیں جو اُن کے سوا ہے۔ وہ جماعت سے خارج اور سواد اعظم کا تارک اور دین کا سارق ہے۔ اور جماعت کے تارک اور سوادِ اعظم کے مخالف جو فرقے اب تک ہوئے اُن کے رد و ابطال اور دفع و زوال میں جو جو کہ پیش آیا اس کا ذکر کرنا بسبب شہرت کے ضرور نہیں ہے۔ سر دست جو فتنہ نجدیہ کا پھیل رہا ہے اُس کا بیان کرنا بہت مناسب ہے۔ کہ اکثر عوام اس کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور اس سبب سے دھوکوں میں پڑے ہیں۔

پہلے باب میں مذہب نجدیہ کے پیدا ہونے اور اُسکے پھیلنے کی کیفیت ہے

اصل اس فتنہ کی یہ ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اللّٰھم بارک لنا فی شامنا و یمننا — اے اللہ برکت دے ہمارے ملک یمن میں اور ملک شام میں

قالوا و فی نجدنا۔ یعنی لوگوں نے عرض کیا کہ ملک نجد کے واسطے بھی دعا فرمایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دعا فرمائی۔ واسطے ملک شام و یمن کے پھر لوگوں نے عرض کیا واسطے ملک نجد کے آخر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ھناک الزلازل والفتن و — یعنی ملک نجد میں زلزلے اور فتنے ہونگے

بھا یطلع قرن الشیطان — اور اُس سے نکلے گی امت شیطان

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۴۱۔ ج ۲ ص ۱۰۵۱) کی۔

اے مسلمانو تم دیکھو یہ معجزہ پیغمبر خدا کا بارہ سو برس کے بعد ظاہر ہوا۔ شرح اُس کی یوں ہے کہ ۱۲۰۳ھ میں سلطان عبدالحمید خان غازی بادشاہ روم کہ بڑا عادل و دیندار صاحب عزم تھا راہی جنت ہوا۔ سلطان سلیم ثالث اُس کے بھتیجے نے اُس کے بیٹوں کو نظر بند کیا اور زبردستی سے بادشاہ ہو گیا۔ اور بہت امیروں اور سرداروں کو اس خیال سے کہ ہوا خواہ سلطان اور اُس کی اولاد کی سلطنت کے خواہاں ہیں مع اکثر فوج عمدہ کے حالت غفلت میں بمجرد قبض روح سلطان مرحوم کے مروا ڈالا۔ اور رعیت پر بھی ظلم شروع کیا ایسی باتوں سے روم کی سلطنت میں خلل پڑ گیا۔ سارے صوبے کہ ترکی زبان میں پاشا کہلاتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بادشاہ کہ سلطان روم کے تابع تھے سب پھر گئے۔ اپنے آپ حاکم ہو گئے۔ سلطان کا حکم کچھ نہ رہا۔ آپس میں لڑائیاں ہونے لگیں۔ جو زبردست ہو گیا کمزور کا ملک چھین لیا تمام ملک میں کہ روم کی بادشاہی کے حکم میں تھا۔ بڑی بدانتظامی ہو گئی۔ ہر ایک کو حوصلہ ہوا حکومت اور بادشاہی کا جس کے ساتھ کچھ شورہ پشت مفسد اکٹھے ہو گئے جس مکان پر قابو پایا وہاں کا حاکم بن بیٹھا۔ حرمین محترمین یعنی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے جو ملک متعلق تھا اُس کی حکومت بہت مدت سے مکہ کے شریف کی تھی یعنی ایک سردار

اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہاں کا مالک رہتا تھا اور اُسی کا حکم تھا اور اس کے ملک کا بہت حاصل نہ تھا۔ ہر موسم حج میں سلطان روم کے یہاں سے ایک امیر فوج کے ساتھ آتا تھا اور نقد و جنس بیشمار لاتا اور وہاں کے سادات اور اہل خدمات کو علی حسب المراتب پہنچاتا اور عام رہنے والوں کو مکہ اور مدینہ اور اُن کے گرد و نواح کے واسطے بھی جو مقرر تھا دیتا اور ہدیہ اور نذریں سوائے مقرر کے سلطان اور ہر ایک وزیر امیر کی طرف سے بہت سی آتی تھیں کہ سب آمدنی کا حساب کروڑوں کو پہنچتا تھا۔ اور فوج سلطانی کو اگر شریف کسی سرکش گروہ کی تنبیہ کا حکم دیتا بجالاتے۔ اس سبب سے وہاں کے رہنے والے سب خوش و خرم آرام تمام سے زندگی بسر کرتے تھے جب روم کی سلطنت بگڑ گئی ان سب باتوں میں خلل پڑ گیا۔ شریف کی وہ شوکت نہ رہی مفسد لوگوں نے ہر طرف سے سر اُٹھایا۔ بڑے بڑے حادثے اور فتنے برپا ہوئے۔ سب سے بڑا فتنہ نجد کے رہنے والوں کا ہے کہ وہ ایک ملک ہے حجاز و عراق کے بیچ میں، شیطان ملعون اُسی نجد کے شیخ کی صورت بن کر مکہ کے کافروں کا شریک مشورہ ہوا تھا[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کے لئے اس سبب سے شیطان کو شیخ نجدی کہتے ہیں۔ اس حادثہ کا کیا بیان کروں مکہ مدینہ کے رہنے والوں نے یزید علیہ علیہ اور حجاج پلید کے ظلم جو کانوں سے سنے تھے۔ نجدیوں کے ہاتھ سے اپنی آنکھ سے دیکھے تفصیل اُس کی یہ ہے کہ۔

عبدالوہاب نام ایک رئیس نجد کا بڑا چالاک ہوشیار تھا اور باپ دادے اس کے علم ظاہری اور باطنی میں اس ملک کے مقتدا اور صاحب سلسلہ تھے اور اس کے خاندان کا اس ملک میں بڑا اعتبار تھا عبدالوہاب نے حال سلطنت کی

---

[1] عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ از مولوی ذوالفقار علی دیوبندی صہ ۳۵
شفا شریف ج ۲ صہ ۱۰۲-۱۰۳ (شرف قادری) [2] ملاحظہ ہو غیاث اللغات

خرابی کا دیکھ کر ارادہ کیا بادشاہی کا اور یہ صلاح ٹھیری کہ دینداری کے حیلے سے لوگوں کو جمع کر کے مکہ اور مدینہ کو اپنے تصرف میں لے لیجئے کہ فوج و لشکر سے خالی ہیں اور مال و خزانہ اُن میں بیشمار ہے۔ جب یہ ملک قبضہ میں آگیا اور خزانہ بیشمار ہاتھ لگا تو پھر آگے اور ملکوں پر دخل ہو جانا آسان ہے کیونکہ وہ سب آپس میں نفاق اور نزاع کے سبب خراب حال ہیں۔ یہ صلاح ٹھیرا کر عبدالوہاب مع اپنے عزیزوں و قریبوں کے وعظ کہنے اور مرید کرنے میں کہ طریقہ باپ دادے کا تھا خوب مشغول ہوا۔ اور خلائق کو اپنا معتقد و مطیع کر کے جمعہ کے دن مجمع عام کیا اور بڑے آدمیوں کو اطراف و جوانب سے بُلایا اور بطور وعظ کے کہا کہ شرع میں بادشاہ ضرور ہے احکام دین کا جاری ہونا ظالم کا تدارک مظلوم کی داد رسی عید جمعہ وغیرہ سب بادشاہ ہی پر موقوف ہیں۔ اور بادشاہ روم و شام صرف برائے نام ہیں۔ حکم اُن کا ذرا نہیں۔ اُن کو بادشاہ کہنا جھوٹ بولنا ہے کہ بڑا گناہ ہے اور خطبہ میں دعا بادشاہ کے جھوٹ بولنا نہایت ہی بیجا ہے۔ چاہیئے کہ سب حاضرین مل کر ایک شخص کو سردار مقرر کریں۔ مگر مجھ کو معاف رکھیں کہ دنیا کی طرف رغبت نہیں رکھتا ہوں۔ پہلے اُن لوگوں نے جو ملے ہوئے تھے۔ پھر سبھوں نے کہا کہ سوائے آپ کی ذات شریف کے اور کوئی اس کام کے لائق نہیں کہا کہ مجبور ہوں جماعت مسلمین کے خلاف کیونکر کروں۔ ناچاری سے قبول کرتا ہوں مگر ایک شرط سے کہ عقائد اعمال میں میرے مطیع رہو اور میرے حکم سے نہ پھرو۔ آخر سب سے بیعت لیکر امیر المومنین بنا اور نام اُس کا سلطان کی جگہ خطبہ میں داخل ہوا قصبہ درعیہ کو کہ وطن تھا تخت گاہ قرار دیکر اپنی اولاد و اقارب کو شہر شہر کا حاکم کیا اور عدل و انصاف دینداری و تاکید نماز و روزہ کی خوب جاری کی اور اجلاس امارت کے زور سے ملک کا انتظام اپنی ذریت کو حوالہ کیا اور آپ مشغول ہوا ایک نیا مذہب

بنانے میں کہ اہل سنت وجماعت وغیرہ کے مشہور مذہبوں سے جدا ہو کہ
اس مذہب کی رُو سے وہ کافر ٹھہریں۔ کچھ مسئلے متفرق خارجیوں کے کچھ
معتزلہ کے کچھ ملاحدہ ظاہریہ وغیرہ کے مذہبوں سے لیکر کچھ اپنے دل سے
جوڑ کر ایک رسالہ بنایا۔ محمد نام اس کے چھوٹے بیٹے نے اس میں کچھ ٹھونک کر
کتاب التوحید نام رکھا اور پھر اس کو آپ اختصار کیا۔ حاصل اس کا یہ
ہے کہ تمام امت مرحومہ کافر ہے خصوصاً رہنے والے حرمین شریفین کے تاکہ اُن
کا لوٹنا اور مار ڈالنا جہاد ٹھہرے۔ چند نسخے اُس کے حاکموں کے پاس بھیجے گئے
حاکموں نے اُسے ظاہر کیا۔ محکوموں نے قبول کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مکہ کی لوٹ
اور جہاد کا ثواب ملا۔ آخر مسعود نام اخبث ذریت اس عاقبت نامحمود نے
بنام نہاد زیارت کعبہ ۱۲۲۱ھ اور آخر ایام سلطنت سلطان سلیم ثالث میں
بڑی بھیڑ کے ساتھ اللہ تعالے کے گھر پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ یہاں کے رہنے
والے اُن کا پہلا حال عدالت اور دینداری کا سُنکر اُن کے آنے سے بہت خوش
ہوئے اور مشتاق ملاقات کے ہوئے اگرچہ چند آدمی کہ قریب اس حرمت سے وہاں
گئے تھے۔ اور نئے دین کا حال دیکھ سُنکر آئے تھے۔ انہوں نے کہ میں اُس کا تذکرہ
کیا اور لوگوں نے شریف سے عرض کی کہ حال اُن کا اچھا نہیں ہے۔ ترک کی فوج
کو شام و مصر کی چھاؤنیوں سے بلوایئے۔ دیار عرب کے قبائل کو جمع کیجئے اور بندوبست
کا بندوبست کرنا ضرور ہے کہ سرحد حجاز میں نہ آجاویں اگر وہ یہاں آگئے تو پھر
کچھ تدارک نہیں ہو سکے گا۔ شریف نے اُسی پہلے حال سے دھوکا کھا کر کہا کہ معاذ اللہ

ف قدرت خداوندی کا کرشمہ ملاحظہ ہو کہ عبدالوہاب کے سب سے بڑے بیٹے مولانا شیخ محمد سلیمان رحمہ اللہ
تعالے عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ وہابیت سے سخت بیزار تھے انہوں نے رد نجدیت
میں "الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ" نامی کتاب لکھی جسے مولانا غلام معین الدین النقشبندی
رحمہ اللہ تعالیٰ مدیر سواد اعظم نے اس کا ترجمہ کرکے شائع کیا تھا ۱۲ شرف قادری)

میں خانہ خدا کی زیارت کرنے والوں کو روکوں۔ اور کہنے والوں پر بڑا غصہ کیا۔
کہ پھر کوئی اس طرح مفسدانہ بات نہ کہے اس عرصہ میں خبر آئی کہ مسعود نامسعود
انبوہ نامعدود لے کر مکہ پر آتا ہے۔ پھر لوگوں نے شریف سے کہا کہ آپ کی غفلت سے
حرم کی ہتک اور جانوں کا قتل اور مالوں کی لوٹ ہو جائیگی۔ شریف نے وہی جواب
دیا کہ مسلمان سنت پر چلتے اور تقوی کا دعوی رکھتے ہیں۔ ایسے بڑے گناہ اُن سے
نہیں ہونے کے یہاں یہی قیل وقال رہی کہ وہ اشقیا قرن المنازل تک کہ میقات نجد
کا ہے۔ آپہنچے وہاں سے مکہ کو چھوڑ دوڑ ماری طائف پر اور بے جہت اور بے
باز پرس چاروں طرف سے گھیر کر مارنا شروع کیا جو سامنے آیا۔ کیا مرد کیا عورت
کیا چھوٹا کیا بڑا سب کو شہید کیا۔ اور مسجد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
عنہما کی اور آثار متبرکہ سب ڈھا کر زمین کے برابر کر دیئے۔ تمام مال ومتاع پر
تصرف کر کے گماشتے چھوڑ مارا مارا کرتے مکہ معظمہ پر آئے۔ ایک منزل مکہ باقی رہا
تھا کہ کچھ بچے بھاگے طائف کے ہم گئے آپہنچے اور طائف کا ماجرا شریف سے
عرض کیا۔ شریف کے پاس صرف پانچ سو غلام تھے اور مدد بلانے کی مہلت کہاں
تھی۔ اور کتاب التوحید بھی ایک دن پہلے مکے میں آئی تھی۔ علمائے مکہ نے اس
حرم میں اجماع کیا کفر پر نجدیہ کے اور حرم کے خدام اور شہر و بازار کے لوگوں کو متفق
کیا اس سے لڑنے پر اور فتوی اجماعی مہری چاروں مذہبوں کے عالموں کا بعد
مغرب کے شریف کو دیا اور کہا کہ سب مسلمان آپ کے ساتھ لڑنے کو تیار ہیں اور
سامان درست کرنے میں لڑائی کے مشغول ہیں۔ علی الصباح آپ سب جمعیت
کے ساتھ حرم کی حد پر چل کر اُن کو روکیں اور لڑیں۔ یہ ماجرا اجماع وغیرہ کا جمعہ
کے دن ساتویں محرم ۱۲۲۱ھ کو ہوا۔ آٹھویں تاریخ صبح کو سب لوگ تیار منتظر
شریف کی برآمد کے تھے۔ شریف برآمد نہ ہوئے۔ طائف کا حال سُن کر گھبرا گئے اور

اپنی غفلت پر شرمندہ اور فوج کے نہ ہونے سے ڈرے ہوئے تھے اور بھی ابھی تک
اس شبہ میں کہ شاید طائف والوں نے پہلے قصہ شروع کیا ہو اور اس گمان پر
مطمئن کہ طائف میں جو ہوا سو ہوا حرم میں تلوار نہ چلائیں گے اور لوٹ مار نہ کریں
گے کہ کلمہ پڑھتے ہیں لوگوں نے ہر چند عرض کیا کہ یزید حجاج و قرامطہ کے وقت میں کیا
کیا نہ ہوا۔ وہ بھی کلمہ پڑھتے تھے اور حال نجدیہ کے عقائد کا کتاب التوحید سے اور
افعال کا واقعہ طائف سے ظاہر ہو گیا ہے اور ہر طرح کی باتیں بوساطت معروض
کیں مگر شریف باہر نہ نکلے۔ اس عرصہ میں شریف کے غلام بھی اہل شہر سے
متفق ہوئے اور شریف سے الگ چاہا۔ شریف نے کہا کہ میں حکم قتال کا بیت
القمر کی زیارت کے آنے والوں کو کیونکر دوں۔ اس تکرار میں پھر دن آگیا اور کوئی بات
قرار نہیں پائی تھی کہ ناگہاں خبر آئی کہ نجدیہ تلواریں مارتے اور لوٹ کرتے ہوئے
داخل حد حرم کے ہوئے۔ اُس وقت شریف کو اُن خبیثوں کی خباثت کا یقین ہوا
سوائے بھاگ جانے کے کچھ چارہ نہ دیکھا اپنے غلاموں کو ساتھ لے جدہ کو چلے
گئے۔ اور وہاں کے قلعہ میں پناہ پکڑی اور مکہ کے رہنے والے مرد و عورت گھروں
کو چھوڑ کر کچھ پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ کچھ مسجد الحرام کو پناہ سمجھ کر اس میں آبھرے
نجدی بیدین بے اس کے کہ کوئی مقابلہ کریں۔ چاروں طرف سے کمال سفاکی
اور بے باکی کے ساتھ مسجد الحرام میں گھسے۔ وہ لوگ کہ کعبہ کے پردہ میں چھپے اور
قبہ زمزم و حطیم و مقام ابراہیم میں دبے ہوئے تھے اُن کا بھی پاس نہ کیا۔ اِنَّا
لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کیا کہوں جو انہوں نے کیا۔ دل یاری نہیں دیتا جبر
اسود تک ان کے ظلم سے نہ بچا کہ اس میں بھی صدمات زدوضرب سے شق آگیا تمام مال
شریف اور اہل مکہ کے گھروں کا اور حرم کے کارخانوں کا اور نذر کعبہ اپنے تصرف میں
لے لیا اور کچھ نہ چھوڑا جب حکم دیا کہ اہل مکہ پہاڑوں سے آکر اپنے گھروں میں آباد

ہوں۔ مگر جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو اُس کو مار ڈالو۔ لیکن مکہ کے شریفوں کی
قوم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت اور سیادت اُنکی صحیح اور
تمام عالم میں معتبر کسی کو امان نہیں دیا کیا مرد کیا عورت کیا چھوٹا کیا بڑا۔ یہاں پاؤں مار
ڈالو۔ اس حکم کے مشہور ہونے سے اہلبیت نبوی میں جس کو طاقت بھاگنے
کی تھی جدھر کو راہ پائی آوارہ ہو گئے۔ اور جو ان اشقیا کے ہاتھ پڑا شہید ہوا۔ باقیماندہ
لوگ اپنے گھروں میں آئے اور سامان و اسباب سے صاف خالی تھے اے مسلمانوں
سنو اور رو و اور عبرت پکڑو جس جگہ کے جانور کا شکار کرنا اور سایہ اور پانی سے
بھگانا اور درخت کا کاٹنا اور گھاس اکھاڑنا اور پتہ جھاڑنا حرام ہوا اور آدمی وہاں
گناہ کے قصد کرنے پر ماخوذ ہو۔ اور درندہ جانور بکری وغیرہ کے پیچھے دوڑے
اور وہ بکری حرم کی حد میں گھس جاوے۔ درندہ پھر جاتا ہے اور حرم کی حد میں
داخل نہیں ہوتا۔ اور اُڑنے والے جانور جو اُڑتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے مقابل آجاتے
ہیں تو دائیں بائیں پھر جاتے ہیں۔ اُس گھر کے اُوپر نہیں گذرتے ہیں اور اسی
طرح کے بہت ہیں۔ ان شیاطین اور سفاکان بیدین نے ایسے مکان متبرک
میں کیا کیا بیدینیاں کیں۔ بعد فراغت کے تخریب مکہ معظمہ سے متوجہ ہوئے
مدینہ منورہ[1] کے غارت کرنے پر تھوڑی سی فوج لے کر دوڑے۔ راہ میں جس کو پایا شہید
کرتے گئے مدینہ منورہ پر جا چھاپہ مارا اور جو مکہ معظمہ میں کیا تھا اُسی سے مدینہ منورہ
میں بھی منہ اپنا کالا کیا۔ لوٹ مار کے سوا مساجد مقدسہ اور مقابر متبرکہ اور آثار صحابہ
و اہل بیت سب مسمار کر ڈالے۔ کیا مکہ معظمہ میں کیا مدینہ منورہ میں کیا ان میں اور وہ
سب مسجدیں کہ ان ملحدوں نے ڈھائیں بنائی ہوئی صحابہ و تابعین اور اُس
وقت سے اب تک زیارت گاہ تمام مسلمانوں کی تھیں۔ کتب فقہ و حدیث

---

[1] حدیث شریف میں ہے جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اسکو
آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دیگا جیسے پانی میں نمک (مسلم شریف ج ۱ ص ۴۳۱) ۲۔ شرف قادری

میں اُن مکانوں کی زیارت اور اُن میں نماز کو ادا کرنا آداب میں لکھا ہے اور بعضے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن سے بنائی ہوئی تھیں یہ غضب دیکھو کہ مسجد قبا میں بھی ان ملحدوں نے کمال بے ادبی کی۔ آخر کو روضۂ مقدسہ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو کہ صنم اکبر نام رکھا تھا۔ ارادہ ڈھانے کا کیا اور ایک جماعت نیت ناپاک سے وہاں گئی جبھی کہ دروازہ کھولا ایک اژدھا کی پھنکار کی آواز آئی کہ سب خاک سیاہ ہو گئے اور روح ناپاک اُن کی دوزخ کو پہنچی۔ الحاصل وہاں ظلم سے پیٹ بھر کر مع تمام اسباب و سامان نقد و جنس مکہ کو آ کر فوج میں ملے اور پاؤں پھیلائے۔ حجاز و نجد کے پاس کے شہروں پر دست درازی کی بعضے عراق کے شہروں کو بھی جو فوج سے خالی تھے لوٹ لیا اور قتل کیا کربلائے معلیٰ میں بھی جو مدینہ منورہ میں کیا تھا کیا۔ مگر جدہ پر قصد نہ کر سکے کہ قلعہ مستحکم تھا اور اس میں توپیں بھی تھیں اور شریف بھی باہر آنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اسی حال میں ایک زمانہ گذر گیا۔ عجیب طرح کا تخصمہ تمام ملک کے رہنے والوں کی جان پر تھا۔ شروع اس فتنہ کا سلطان سلیم ثالث کی سلطنت میں ہوا کہ اسکی بدفکری اور بے عقلی کے سبب سلطنت کی کچھ شوکت نہ رہی تھی اور سب پاشا آپس میں لڑتے مرتے تھے کسی کو اس طرف توجہ کی فرصت نہ تھی۔ یہ فتنہ زور پکڑ گیا۔ اس عرصہ میں سلطان مصطفیٰ رابع خلف سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے سلطان سلیم ثالث کو مارا اور آپ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ کئی مہینے گذرے تھے کہ مصطفےٰ بیرقدار نے سلطان مصطفےٰ کا خلع و قتل کیا جب سلطان محمود خان غازی خلف سلطان عبدالحمید خان کہ مردِ باخدا تھا بادشاہ ہوا۔ اپنی سلطنت کی پراگندگی کو حکمت عملی سے جمع کیا۔ محمد علی پاشا والی مصر کو حکم جہاد کا نجدیوں پر دیا۔ محمد علی پاشا نے ابراہیم پاشا کو حجاز پر بھیجا اُس نے آ کر ایسا تدارک کیا کہ نام و نشانی

نجدیوں کا باقی نہ رہا اور قتل عام کیا جتنا اسباب کہ مکہ مدینہ کربلا وغیرہ کا لوٹ لے گئے تھے سب لا کر جہاں کا تہاں پہنچا دیا اور جس مالک نے اپنی چیز کی شناخت کی اس کے حوالے کر دیا اور باقی مال محلوکہ نجدیوں کا مسلمانوں کو تقسیم کر دیا جیسا چاہیئے ویسی تلافی کی اور مسجدیں مشہور کہ اور آثار شریفہ جو نجدیہ نے توڑ ڈالے تھے۔ سب کے بننے کا حکم دیا۔ اُسی عرصہ میں ملک یمن کے جنگلی گنواروں شیعہ زیدیہ مذہب نے کہ دین و آئین سے محض ناواقف اپنے طریق کے اصول و فروع سے جاہل مطلق سوائے راہ لوٹنے اور مار ڈالنے کے کچھ جانتے نہ تھے۔ اس مذہب کو اپنے مذاق کے موافق پایا اور بڑی خوشی سے قبول کیا مسلمانوں پر جہاد کیا۔ مخا اور حدیدہ دو شہر ہیں ملک یمن کے سمندر کے کنارے پر لوٹ لئے جب فوج ترک کی حجاز سے آئی کچھ مارے گئے کچھ جنگلوں کو بھاگ گئے۔ جب سلطان محمود خان غازی جنت نصیب ہوا اس کا بیٹا عبدالمجید خان غازی تخت نشین سلطنت روم ہوا۔ نظم و نسق اپنا شاہانہ جاری کیا۔ سب پاشا اس کے مطیع ہوئے محمد علی پاشا والی مصر سے ملک حجاز و یمن وغیرہ جو ضعف سلطنت کے حال میں اُن پر متصرف ہو گیا تھا نکال لئے بموجب اس حکم کے فوج محمد علی پاشا کی روانہ مصر ہوئی اور فوج سلطانی نواحی یمن تک آئی تھی کہ زیدیہ مذہب سیدوں ساکن نواح مخا و حدیدہ نے مذہب نجدیہ کا اختیار کر کے مکان کو فوج سے خالی دیکھ کر پھر تاخت و تاراج کیا اور ہر ایک مکان میں ایک ایک امیرالمومنین ہو گیا عجب طرح کا ظلم برپا کیا۔ راقم نے ۱۲۵۷ھ میں اسی حال پر چھوڑا۔ پھر سنا کہ فوج ترک کے آنے سے ان کا کام تمام ہو گیا۔ اسی طرح ملک مسقط کے گنواروں خارجی مذہب والوں نے اس مذہب کو پسند کیا اور لوٹ مار شروع کی۔ حاجیوں اور سوداگروں کے جہاز لوٹ لئے مسقط کے بادشاہ نے کہ نام اُس کا سعید ہے

اُن کا قتل عام کیا بالآخر سب کا استیصال ہو گیا۔ اب تمام ملک عرب حجاز و شام
و یمن وغیرہ میں اس مذہب کا نام و نشان باقی نہیں سوائے چند گنواروں ایک
چھوٹے سے جنگل یمن کے کہ نام اُس قبیلہ کا اسیر ہے کہتے ہیں کہ کچھ کچھ باقی ہیں۔
واللہ اعلم عند اللہ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور تمام مسلمانوں کے شہروں میں جو
روم و شام و مصر و عراق وغیرہ کے ہیں۔ کوئی اس مذہب کو ظاہر نہیں کر سکتا کہ
یہ حال ہے عرب کے نئے دین والوں کا۔

اور ہندوستان میں اس دین کے پھیلنے کا یہ قصہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل کی فکر میں حد
سے اور طبیعت میں مذہب سے بے قیدی کی رغبت پہلے ہی سے تھی نذر گ

[1] بعد کا واقعہ یہ ہے کہ فرانس برطانیہ امریکہ روس کی متحدہ طاقت نے جب ترکی کو ٹکڑے
ٹکڑے کر ڈالا اور ۱۹۲۳ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی کے بقیہ حصے پر غیر اسلامی راج قائم کیا
تو اسکے بعد حرمین شریفین کا کوئی محافظ بندہ گیا میدان خالی دیکھتے ہوئے پھر دوبارہ نجد کا
بھیڑیا انگریزوں کی شہ پاکر مکہ و مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ اور حجاج و یزید کی یادگار بن کر حرمین پر
ظلم کے پہاڑ توڑے (ملاحظہ ہو النور ص۷۷ مصنفہ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ
ماہنامہ رضوان لاہور بابت جولائی ۱۹۶۲ء ص۲۷ میں ہے کہ "۱۹۲۵ء کے آخر میں ایک فتنہ
عظیم رونما ہوا۔ امیر ابن سعود والی نجد نے انگریزوں کے ایماء پر مملکت حجاز پر فوج کشی کر دی
شریف حسین بادشاہ حجاز سے چونکہ بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر سلطنت برطانیہ کا بگاڑ
ہو گیا تھا اسلئے انگریزوں نے ابن نجد کو سیاسی جوڑ توڑ اور مالی و فوجی امداد و اعانت
کے ذریعہ حجاز پر حملہ کرنے کی ترغیب دی نجدیوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں چند مختصر
لڑائیوں کے بعد سلطنت حجاز پر قبضہ کر لیا۔ شریف حسین گرفتار ہوا۔ اور انگریزوں نے
اسکو جزیرہ قبرص میں لے جا کر نظر بند کر دیا اور کچھ عرصہ بعد اسی مقام پر اس کا انتقال ہو
گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شریف علی چند روز کیلئے تخت حجاز پر بیٹھا لیکن جلد ہی اسکو ابن
سعود کے ہاتھوں شکست کھانی پڑی اور وہ بھی بالآخر مجبور ہوا۔ نجدیوں نے حرمین شریفین
کے مآثر متبرکہ و مقابر و مساجد کو منہدم کر دیا۔ جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے تمام قبے
مسمار کر دیئے گئے مکہ معظمہ کے آثار مقدسہ مثل مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مولد فاطمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اسی قسم کے دیگر مقامات مطہرہ کو بالکل پامال کر دیا۔ مسجد جن

اُن کے اس سبب سے اُن سے ناراض بھی تھے شاہ عبد العزیز صاحب نے آخر عمر
میں اپنا تمام مملوکہ منقولہ غیر منقولہ کہ ہر جنس کثرت سے تھی حرم اور ناموں
وغیرہ کو ہبہ کر کے قابض کرا دیا مگر مولوی اسمٰعیل کو کچھ نہ دیا جب شاہ صاحب
نے انتقال کیا۔ کوئی برابر گوں میں نہ رہا۔ مولوی اسمٰعیل کھلے بندوں کھیل کھیلے
تین چشمے فساد کے دین میں اُن کی ذات سے جاری ہوئے۔ ایک فتنہ ظاہریہ
کا کہ قیاس و تقلید حرام ہیں۔ اور ائمہ مجتہدین و فقہائے مقلدین فاسق ہیں۔ بلکہ
کافر۔ یہ مفسدہ تھوڑا سا شاہجہان آباد میں اور پورا نواح عظیم آباد وغیرہ پورب
کے شہروں میں پھیلا۔ ایسے جاہل کہ ابو حنیفہ کا لفظ بھی صحیح نہیں بول سکتے تھے کو
پے اور شین کو سین کہتے ہیں۔ اماموں اور مقلدوں کو بُرا کہتے ہیں۔ اور اُن کی طرف
خطا اور گمراہی کی نسبت کرنے میں کچھ تامل نہیں کرتے اور مولوی اسمٰعیل کی زبان
درازیاں اور بے ادبیاں ائمہ و فقہاء کے ساتھ مشہور ہیں۔ دیکھو تنویر العینین میں
لکھا ہے۔

ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن
الرجوع الی الروایات المنقولة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصحیحة
الدالة علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامه ففیه
شائبة من الشرک۔ ترجمہ۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایک شخص معین کی تقلید کا التزام

مسجد نُو قبیس مسجد نور وغیرہ کو منہدم کرا دیا حتیٰ کہ روضہ مطہرہ رسول اللہ
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی گرانے کا ارادہ کیا۔ ۱۲ سوانح اعلیٰ حضرت از مولانا بدر الدین احمد
قادری [1] ظاہریہ ایک فرقہ ہے۔ خارج اہل سنت سے رجوم الشیاطین میں جو رد ہے تحفہ
اثنا عشریہ کے جواب تصنیف مرزا محمد کشمیری کا لکھا ہے قولہ آنکہ بعضے از اہل سنت
مانند داؤد و متبعانش الخ طرفہ تماشا ست کہ ایں معترض را تمام عالم اہل سنت بنظر می آید
داؤد ظاہری و متبعانش را از اہل سنت شمرد و در حد مرتبہ از سفاہت است اہل سنت او
را متروک ساختہ اند و بہ اختلال عقل و فساد عقیدہ نسبت کردہ اند چہ او منکر قیاس است
و قائل بحدوث قرآن و لہذا امام احمد بن حنبل او را پیش خود آمدن نداد و ایں خود مشہور
و معروف است کہ مذہب اہل سنت را مقابل مذہب اہل ظواہر و ظاہر می گویند

کرنا کیونکر جائز ہوا باوجود ممکن ہونے رجوع کے اُن روایتوں کی طرف کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں کہ صاف دلالت کرتی ہیں تقلید کئے گئے امام کے قول کے خلاف پر پھر اگر اپنے امام کے قول کو چھوڑ نہ دے۔ تو اس میں میل ہے شرک کا فقط پہلے اماموں کی تقلید کی حقیقت سمجھ لینا چاہیئے، وہ یہ ہے کہ بعد گذر جانے زمانۂ اصحاب کرام کے حدیث کی روایتوں میں اختلاف و تعارض بکثرت ہوا

چنانچہ مقابل معتزلہ و جہمیہ و باطنیہ و کرامیہ و بخاریہ وغیرہ غلط ایں را حنفی معترض است چنانچہ سابق مکرر گذشت کہ تسنن را قیاس بر تشیع می کند چنانکہ مدار تشیع بر قول باماست حضرت مرتضیٰ ست بلا فصل باہر عقیدہ کہ باشد ہمچناں مدار تسنن بر قول خلافت خلفاء ثلثہ است باہر عقیدہ کہ باشد حالی آنکہ چنیں نیست بلکہ تسنن مقابل مذاہب باطلہ و عقائد فاسدہ است مشروط و ملوازم تسنن بسیار است یکے از ان جملہ بخلافت خلفاء ثلثہ ہم است ۱۲۔

لہ ہزار نکتہ باریکتر ز مو اینجا ست ۔ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند۔ حالا اقوال علماء اہل سنت در حق داؤد ظاہری باید شنید در لسان المیزان شیخ ابن حجر مرقوم است وقد کان داؤد ابدا الدخول علی الامام احمد فمنعه وقال کتب الی محمد بن یحیی الذہلی فی امره وانه زعم ان القرآن محدث فلا یقربنی قال محمد بن حسین بن صبیح سمعت داؤد یقول القرآن محدث قال ابن ابی حاتم تفقه علی الشافعی ثم ترک ذلک ونفی القیاس والف فی الفقه علی ذلک کتبا اشد فیها علی السلف وابتدع طریقه بخبره رد اهل العلم علیها ونقل وراق داؤد عن ابی حاتم انه قال فی داؤد من کان ذا فضل لا یلتفت الی وساوسه وخطوانه ۔ انتہی و ہرگاہ حال داؤد و متبعانش نزد اہل سنت معلوم شد پس استشہاد ایں معترض سفیہ باقوال او از قبیل استشہاد بغاب مذہب خود است محتاج جواب نیست نزد عقلا و علماء اہل سنت ہرگز در کتب فقہ قول او را نقل نمی کنند واگر در شرح حدیث۔ نقل کردہ اند محض برائے عبرت نقل کردہ اند تا دیگران درین معنی احادیث خود بر ظاہر نمودہ ایں قسم یاوہ گوئی نکردہ باشند رجوم الشیاطین ۱۲ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

والظاہری من لا یقول بالقیاس ولا بآثار الصحابۃ والتابعین کداؤد ابن حزم

اور راویوں میں اچھے بُرے مل گئے۔ یہانتک کہ بد مذہب لوگ بھی جیسے رافضی خارجی وغیرہ داخل ہوئے اور راویوں کے رد و قبول میں اختلاف ہوا، ایک جس کو مانتا ہے دوسرا نہیں مانتا اور ایسے ہی الفاظ حدیث کے معنے میں بھی مختلف ہوئے کوئی ایک حدیث کے کچھ معنیٰ کہتا ہے۔ کوئی اسی حدیث کی اور مراد ٹھیراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص خاص بندوں کو توفیق دی کہ اپنی ساری ہمت اور سعی مصروف کی اس کام پر کہ دریافت کریں کونسی روایت صحیح کونسی غیر صحیح کونسی مقدم کونسی مؤخر کون راجح کون مرجوح کون راوی عدل کون راوی غیر عدل کونسے معنی معتبر کونسے غیر معتبر سو انہوں نے اس طرح کی ہر ایک بات کو جیسا چاہیئے خوب تحقیق کر کے ایک امر منقح لکھدیا اور جو صورتیں مسئلوں کی پیش آئیں کہ بعینہٖ قرآن و احادیث میں نہ ملیں۔ اُن کو قرآن و حدیث سے نکالا اور اصول شرعیہ کا ضبط کیا اس کا نام مذہب ہے، ہر ایک شخص کو یہ مرتبہ حاصل نہ تھا ان لوگوں کی پیروی کی۔ اس کا نام تقلید ہے۔ اور یہ بات کہ جب چاہا جس کسی کی چاہی پیروی کر لی کسی مسئلہ میں کسی کی اور کسی میں کسی کی۔ نرا دین میں کھیل ہے ایک چیز کو کبھی حرام کبھی حلال کبھی مکروہ جانے کبھی مباح۔ ایک صورت کے دو مقدموں میں کبھی مدعی کو حق دلادے۔ کبھی مدعا علیہ کو اماموں کے زمانہ میں اور قریب قریب اُس کے اور بہت مجتہد تھے۔ رفتہ رفتہ اُن کے مذہبوں کا نشان نہ رہا۔ انہیں چار مذہبوں کی تحریر و تقریر و ضبط اصول و فروع و نظم کلیات و جزئیات جیسا چاہیئے ویسا دائر و سائر ہوا سو اعظم امت مرحومہ نے ان چار مذہبوں میں سے جس کی چاہی تقلید اختیار کی۔ شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر میں لکھتے ہیں کہ چھ فرقوں کی اطاعت خدا کے حکم سے فرض ہے۔ "از انجملہ مجتہدین شریعت و شیوخ طریقت اند کہ حکم ایشاں بطریق واجب مخیر لازم الاتباع است بر عوام امت زیرا کہ فہم اسرار شریعت و دقائق طریقت ایشاں را میسر است فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" اب دیکھو کہ مولوی اسمٰعیل

نے تمام لاعقین امت مرحومہ کو مشرک ٹھیرایا کہ اماموں کے وقت کے بعد سے اب تک اہل سنت بھی چار فرقے ہیں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور حدیث کی کتابوں میں کوئی حدیث مخالف اپنے امام کی دیکھ کر تقلید کو چھوڑ دینا جاری نہیں ہے کیونکہ تحقیق حدیث کی جیسی کہ اماموں کو تھی۔ حدیث کی کتابوں کے جمع کرنے والوں کو نہ تھی۔ اُن کتابوں کے دیکھنے والوں کا تو کیا مرتبہ ہے۔ ہر ایک کام کے واسطے ہر ایک شخص خاص ہے تحقیق ناسخ و منسوخ راجح و مرجوح کے تعارض دُور کرنا الفاظ سے مطالب کا نکالنا اور اس طرح کی باتیں جو ضروری ہیں اور اصول کی کتابوں میں بتفصیل مذکور ہیں۔ مجتہدوں کا کام ہے۔ اُن چاروں اماموں کے برابر اس کام میں اور کوئی نہیں ہے۔ گویا اس بات پر امت کا اجماع و اتفاق ہو گیا ہے۔ اور حضرات محدثین کا کام جمع کرنا حدیثوں کا ہے۔

عقود الجمان فی مناقب النعمان میں لکھا ہے کہ "اعمش علیہ الرحمۃ سے کچھ مسئلے پوچھے گئے۔ انہوں نے ابوحنیفہ سے کہا کہ تم ان میں کیا کہتے ہو۔ ابوحنیفہ نے سب کے حکم بیان کئے۔ اعمش نے کہا کہاں سے کہتے ہو۔ جواب دیا کہ تم نے فلانی حدیث کی فلانے سے اور فلانی فلانے سے یوں روایت کی ہے اور بہت سی حدیثیں اسی طرح پر بیان کیں۔ اعمش نے کہا کہ جو میں نے سو دنوں میں حدیث کی تھی تم نے ایک ساعت میں بیان کی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم کو یہ حدیثیں معلوم ہونگی۔ گروہ

لہ تنبیہ جلیل سنی حنفی یہ دو لفظ ایسے دائر و سائر ہیں جن سے شاید ہی کوئی شخص ناواقف ہو مگر اکثر لوگ ان دونوں کا مفہوم ہم ایک خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں سُنّی وہ ہے جو اعتقاداً مذہب اہل سنت و جماعت رکھتا ہو۔ فروعاً حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی ہو اور حنفی وہ ہے جو فروع میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مقلد ہو۔ اعتقاداً کچھ ہی مذہب رکھتا ہو معتزلی ہو یا سنی یا کوئی اور مذہب۔ اسی بنا پر غیر مقلدین نہ سُنی ہیں نہ حنفی۔ اور دیوبندی حنفی ہیں لیکن سنی نہیں۔ یعنی یہ لوگ اعتقاداً تابع محمد بن عبدالوہاب نجدی ہیں۔ علاً مقلد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ ہیں۔ غیر مقلدین علاً و اعتقاداً ہر طرح وہابی ہیں۔ ۱۲ از تاریخ وہابیہ و دیوبندیہ مرتبہ مولانا منشی محمد لعل خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مدراسی۔ والمعتمد المستند ص ۲۰۳۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ۔

فقہاء کے تم طبیب ہو اور ہم عطار اور تو نے ایسے شخص دونوں کو لے لیا ہے اور اعمش جب حج کو چلے علی بن مسہر کو بھیج کر ابوحنیفہ سے مناسک لکھوا منگوائے اور اعمش سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا انہوں نے اشارہ کیا، ابوحنیفہ کے حلقہ کی طرف اور کہا کہ اُن کو لازم پکڑو کہ جب اُن کو کوئی مسئلہ آگے آتا ہے تو ہمیشہ اُس کو آپس میں پھیرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ صواب کو پہنچے۔ وکیع بن جراح کے آگے کسی نے کہا کہ ابوحنیفہ نے خطا کی۔ وکیع نے کہا کہ وہ کیونکر خطا کرے حال یہ کہ اُس کے ساتھ ابویوسف و زفر و محمد سے لوگ ہوں۔ اجتہاد اور قیاس میں اور عیسےٰ بن زکریا اور حفص و جبان و مندل سے لوگ حفظ حدیث میں اور قاسم سے لغت عربیہ میں اور داؤد فضیل سے زہد و ورع میں جس کے ایسے اصحاب مجلسہ ہوں وہ خطا نہ کریگا اور اگر کریگا بھی تو یہ لوگ حق کی طرف پھیر دینگے۔ وکیع نے کہا کہ جو اس طرح کی بات کہے وہ مثل انعام کے ہے بلکہ ان سے بھی گمراہ تر عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ ابوحنیفہ کا قول ہمارے نزدیک مثل اثر رسول کے ہے جہاں ہم اثر نہیں پاتے مسعر بن کدام نے کہا کہ ہم نے طلب کیا ابوحنیفہ کے ساتھ حدیث کو سو حدیث میں غالب آیا ہم پر ایسے ہی زہد میں اور فقہ میں تو دیکھتے ہو کیا حال ہے۔ حافظ عبدالعزیز اور ابومحمد حارثی اور ابراہیم بن معاویہ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ علامت سنی ہونے کی ہے محبت ابوحنیفہ کی اور بغض ابوحنیفہ کا علامت بدمذہبی کی ہے۔ ابوحنیفہ بڑے حافظ حدیث تھے۔ ورنہ یہ رتبہ اجتہاد کا کیونکر حاصل ہوتا۔ چار ہزار شیخ ائمہ تابعین وغیرہ سے حدیث لی اور اُن سے جتنے لوگوں نے روایت کی ہے شمار سے باہر ہیں اور ائمہ اسلام سے اُتنے لوگوں نے روایت نہیں کی اور نہ اوروں کے اتنے اصحاب و تلامذہ ہیں اور کسی شخص سے علماء کو ایسا انتفاع نہیں ہوا جیسا کہ ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب سے احادیث مشتبہ کی تفسیر میں سفیان ثوری نے کہا کہ ابوحنیفہ کا علم بہت بڑا تھا جو اثر رسول اللہ سے صحیح ہوتا اس کو لیتے اور حدیث کے ناسخ و منسوخ کو

خوب جانتے تھے اور ثقات کی حدیث طلب کیا کرتے تھے اور یہ کہ آخر فعل رسول اللہ کا کیا ہے اور علماء نے کیا کہا ہے۔ امام شافعی اور سفیان بن عیینہ اور عبداللہ ابن المبارک وغیرہم نے کہا کہ ابو حنیفہ سے بڑا ہم نے کوئی فقیہ نہ دیکھا نہ سنا۔ یزید بن ہارون نے کہا احفظ اپنے زمانہ کے تھے حافظ مکی نے کہا علم زمانہ کے تھے ابی یحییٰ حمانی نے کہا کہ میں نے کسی کو ابو حنیفہ سے بڑھ کر نہ دیکھا۔ ہر باب میں ابواب خیر سے جس کو ملا یا ابو حنیفہ کے ساتھ ابو حنیفہ کو ہر بات میں افضل پایا میں نے یہ تھوڑا سا کچھ بطور نمونہ نقل کیا ہے اُس کتاب سے کہ تصنیف شافعی مذہب کی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اعتقاد اکابر کا ایسا تھا۔ پھر مولوی اسمٰعیل نے لکھا۔

کما یدل علیہ حدیث الترمذی عن عدی بن حاتم انہ سئل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم فقال یارسول اللہ انا لم نتخذ احبارنا ورھباننا اربابا فقال انکم احللتم ما احلوا وحرمتم ما حرموا افلیس المراد بالتقلید فی العقائد علی ما ینطق بہ لفظ احللتم وحرمتم فان التحلیل و التحریم انما یستعملان فی الافعال ولیس المراد بہ التقلید مطلقا والا لزم تکلیف کل عامی بالاجتہاد ولیس المراد بہ رد النصوص و

جیسے کہ دلالت کرتی ہے اُس پر حدیث ترمذی کی عدی بن حاتم سے کہ سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نصاریٰ نے احبار اور رہبان کو رب ٹھیرایا اور ہم نے رب نہیں ٹھیرایا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے حلال جانا اسکو کہ انہوں نے حلال کیا اور حرام جانا اسکو کہ اُنہوں نے حرام کیا مولوی اسمٰعیل کہتے ہیں اسواسطے کہ مراد تقلید عقائد میں نہیں ہے کہ حرام حلال کا لفظ افعال ہی میں آتا ہے اور نہ مطلق تقلید مراد ہے کہ ہر عامی کو اجتہاد کی تکلیف لازم ہوگی۔ اور نہ نصوص کا رد و انکار اماموں کے مقابلہ میں مراد ہے اور اگر نہیں یعنے یہ مراد ہو تو وہ

انکارھا فی مقابلۃ قول ائمتھم والا لم یکونوا نصاری بل المراد ھو تاویل الدلائل الشرعیۃ الی قول ائمتھم فعلم من ھذا ان اتباع شخص معین بحیث یتمسک بقولہ وان ثبت علی خلافہ دلائل من السنۃ والکتاب ویئول الی قولہ شرب من النصرانیۃ وحظ من الشرک والتعجب من القوم لا یخافون من مثل ھذا الاتباع بل یخیفون تارکہ فما حق ھذہ الامۃ فی جوابھم وکیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ ما لم ینزل بہ علیکم سلطانا فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون فتدبر وانصف ولا تکن من المتحیرین و نعوذ باللہ ان تکون من المتعصبین

نصاریٰ نہ ہوتے بلکہ مراد دلائل شرعیہ کا تاویل کرنا ہے۔ اپنے اماموں کے قول کی طرف اس سے معلوم ہوا کہ ایک شخص معین کی پیروی کرنی کہ اس کے قول کو مانے۔ اگرچہ اس کے خلاف پر حدیث و قرآن سے دلیلیں ثابت ہوں اور امام کے قول کی طرف تاویل کرے نصرانیت کا میل ہے اور حصہ ہے شرک سے اور تعجب ہے قوم سے کہ نہیں ڈرتے۔ ایسی پیروی سے بلکہ ڈراتے ہیں اُس کے چھوڑنے والے کو۔ سو کیا ٹھیک ہے یہ آیت اُن کے جواب میں وکیف اخاف الآیۃ یعنی میں کیونکر ڈروں۔ تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے کہ شریک ٹھیراتے ہو اللہ کے ساتھ جس پر نہیں اُتاری اُس نے تم کو کچھ سند اب دونوں فرقوں میں کس کو چاہیئے کہ خاطر جمع رکھے اگر سمجھ رکھتے ہو۔

دیکھو نصاریٰ جو کرتے تھے اُس کا انکار کیا اور جو اُن پر ثابت کیا وہ آپ عمل میں لائے۔ نصاریٰ احبار و رہبان کی اطاعت بالاستقلال کرتے تھے اُن کے احکام کو اللہ کے احکام کے مانند جانتے تھے ان کے حلال حرام کئے ہوئے کو۔ اللہ کے حرام حلال کئے ہوئے کے مانند جانتے تھے اور اُنکے حکم اللہ کے حکم کے خلاف ہوتے۔ جب بھی اُنہیں کے حکم کی پیروی کرتے۔ تفسیر عزیزی میں لکھا ہے

"دراین جا باید دانست کہ چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک و کفر است
اطاعت غیر او تعالیٰ نیز بالاستقلال کفر است و معنی اطاعت غیر بالاستقلال
آنست کہ اورا مبلغ احکام او ندانستہ بر قبۂ اطاعت او در گردن نیندازد و تقلید
او لازم شمارد و با وجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او
برندارد و این ہم نوعے است از اتخاذ اند اوکہ آیت[1] اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ
رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ بمسیح نکوہش آن
فرمودہ اند۔" دوسری جگہ لکھا ہے۔ "در یہودیت شما و نصرانیت شما بغیر خدا میلان
بسیار است گاہے بعزیر میل میکنید و گاہے بہ مسیح و گاہے بہ پیشوایان خود بے تحقیق صدق و راستی
ایشان میل بے کنید و احکام آنہا را مانند احکام خدا میدانید چنانچہ در آیت دیگر مصرح
است۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ
ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ حال آنکہ ابراہیم انبیں ہمہ وجوہ شرک و کفر بر انبودہ ما
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ یعنی و نبود ابراہیم از مشرکان نہ در عبادت و نہ در خلق و
تدبیر و نہ در تحریم و تحلیل و شما ہم در عبادت عزیر و مسیح را شریک او میکنید
و ہم در خلق و تدبیر اسلاف خود را شریک میکنید و میدانید کہ آنہا بر خلاف رضی

[1] شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ بالغہ میں لکھتے ہیں ومنہا انہم کانوا یتخذون احبارہم و
رہبانہم ارباباً من دون اللہ تعالیٰ بمعنی انہم کانوا یعتقدون ان ما احلہ
ہؤلاء حلال ولا باس بہ فی نفس الامر وان ما حرمہ ہؤلاء حرام یؤاخذون
بہ فی نفس الامر ولما نزل قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم الآیۃ
سال عدی بن حاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک فقال کما ذا
یحللون لہم اشیاء فیحللونہا ویحرمون علیہم اشیاء فیحرمونہا وستر
ذالک ان التحلیل والتحریم عبارۃ عن تکوین نافذ فی الملکوت ان الشیئ الفلانی
یؤاخذ بہ اولا یواخذ بہ فیکون ہذا التکوین سببا للمؤاخذۃ وترکہا وہذا
فی صفات اللہ تعالیٰ وامانسبۃ التحلیل والتحریم الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فمعنی ان قولہ امارۃ قطعیۃ لتحلیل اللہ وتحریمہ وامانسبتہما الی المجتہدین
من الامۃ فمعنی روایتہم ذالک فی الشرع او استنباط معنی من کلام اللہ الخ

او تعالیٰ ما را فتح و نصرت میدہند و روزی میرسانند و اولاد میدہند و در آخرت
بزور از عذاب خلاص خواہند کرد و نیز در سحر استعانت بارواح خبیثہ جنیان
مے نمائند و ارواح کواکب را مدبر میدانند و در تحلیل و تحریم پیشوایان خود را از
احبار و رہبان با او شریک می کنند حلال و حرام کردۂ آنہا را مانند حلال و حرام
کردۂ خدا میدانند و با وجود یافتن نصوص کتاب بر خلاف آن تقلید ایشان
نمی گذرانند۔

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نصاریٰ کا کافر ہو جانا اس فعل سے ثابت فرماتا
ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تفسیر فرماتے ہیں تحلیل و تحریم
میں شریک ٹھیرانے سے اور مفسرین صاف لکھتے ہیں کہ باستقلال انکی اطاعت
لازم جانتے تھے اور ان کے حکم کو مانند خدا کے حکم کے جانتے تھے اور ان کا حکم
اگرچہ کھلا ہوا مخالف ہوتا اللہ کے حکم سے انہیں کے حکم کی پیروی کرتے تھے
یہی ان کا کفر تھا۔

مولوی اسمٰعیل کہتے ہیں کہ وہ اماموں کے قول کے مقابلہ میں اللہ کے
حکموں کا رد و انکار نہ کرتے تھے اور اگر نہیں تو نصاریٰ نہ ہوتے فقط کیا
خوش فہمی ہے قطع نظر اس سے کہ مولوی اسمٰعیل کا بیان خلاف ہے نص قرآنی
کے اور مخالف حدیث و تفسیر کے طرفہ یہ ہے کہ دلیل میں لکھتے ہیں۔ والا لم
یکونوا نصاریٰ۔ یعنی اگر نہیں تو نصاریٰ نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ تو نصاریٰ
کا کافر ہو جانا اس فعل سے ثابت فرماتا ہے اور مولوی اسمٰعیل اس کے مقابلہ میں
کہ اگر وہ اپنے اماموں کے قول کے مقابلہ میں نصوص کا رد و انکار کرتے تو نصاریٰ
نہ ہوتے۔ یہ بڑی خیر خواہی کی نصاریٰ کی، مگر معلوم نہیں کہ نصاریٰ کس چیز کو
سمجھے مسیح کو ابن اللہ کہنے سے نصاریٰ نصاریٰ رہے اور اس فعل سے نصاریٰ نہ
ہوتے لازم بر این فہم ایسی ہی سمجھ تھی جبھی تو مجتہد بنے پھر لکھتے ہیں کہ مراد تاویل
کرنا دلائل شرعیہ کا ہے۔ اماموں کے قول کی طرف فقط اس کلام میں کئی خلل ہیں۔

ایک[1] یہ کہ وہ صریح خلاف ہے قرآن و حدیث و تفسیر کے۔ دوسرے[2] یہ کہ مذہب اہل سنت میں اول کافر نہیں ہوتا تاجاحد کافر ہوتا ہے یہ مسئلہ بہایت مشہور ہے۔ تیسرے[3] یہ کہ شخص معین کی جو پیروی کرتا ہے اور اس کے قول کو مانتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ اس نے دلائل شرعیہ سے اس قول کو ثابت کیا ہے اور جو باتیں دلیل سے مدعا ثابت ہونے میں ضرور ہیں۔ اس کو سب حاصل تھیں اور اس نے بعد ملاحظہ اطراف و جوانب اور تحقیق ناسخ و منسوخ راجح و مرجوح ضعیف و صحیح و رعایت جمیع شرائط کے ایک حکم لکھا اور اس کی دیانت و عدالت و تقوی و

---

[1] جاحد کہتے ہیں نص قرآنی کے انکار کرنیوالے کو وہ کافر اور اول یعنی تاویل کرنے والا کافر نہیں ۱۲

ف۔ تقویۃ الایمان کے اول میں لکھا ہے اور اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی رایں چلتے ہیں کوئی پہلوں کی رسموں کو سند پکڑتے ہیں اور کوئی قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کوئی مولویوں کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کوئی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں اور سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھے اور اسکی سند پکڑے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دے۔ اور جو قصہ بزرگوں کا یا کلام مولویوں کا اس کے موافق ہو سو قبول کرے اور جو موافق نہ ہو اسکی سند نہ پکڑے اور جو رسم اس کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دے اور یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ اور رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کو بڑا علم چاہیئے ہمکو وہ طاقت کہاں کہ انکا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بڑے بزرگوں کا کام ہے سو ہماری کیا طاقت کہ اسکے موافق چلیں بلکہ ہمکو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں سو یہ بات بہت غلط ہے۔ واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں کہ ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ چنانچہ سورۂ بقر میں فرمایا ہے۔

ولقد انزلنا الیک ایات بینات وما یکفر بھا الا الفاسقون اور بیشک اتاری ہم نے تیری طرف باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بے حکم ہیں

ف۔ یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں بلکہ ان پر چلنا نفس پر مشکل ہے۔ واسطے کہ نفس پر حکم برداری کسی کی بری لگتی ہے سو اس لئے جو لوگ بے حکم ہیں وہ ان سے انکار رکھتے ہیں اور اللہ و رسول کے کلام کے سمجھنے کو بہت علم نہ چاہیئے کہ پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتانے آئے تھے چنانچہ اللہ تعالی سورۂ جمعہ میں فرماتا ہے۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (ترجمہ) وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے کھڑا کیا نادانوں میں ایک رسول ان میں سے کہ پڑھتا ہے

علم کا کمال متفق علیہ امت کا ہے۔ پھر اگر تم ایسے لوگ کہ کسی بات میں اس شخص سے ایک اور لاکھ کی بھی نسبت نہیں رکھتے ہو۔ کم علمی اور کج فہمی کے سبب کسی دلیل کو اس کی مخالف سمجھو اپنی عقل و فہم کے یا کوئی روایت کسی کتاب میں کہ وہ کتاب ٹوٹا بھی اس شخص کی سی تحقیقات نہ رکھتا تھا دیکھو اور اس شخص کے متبع پر شبہ وارد کرو وہ شخص دونوں کا حال و رتبہ دیکھ کر مفضول کا کہنا نہ مانے اور اس کی تقلید کو افضل کی تقلید سے اچھا نہ جانے یا ان شبہوں کا جواب دے ان باتوں سے کہ شخص معین کے کلام سے ضمناً یا صریحاً موافق دلائل تامہ شرعیہ کے معلوم ہیں یا انکی تاویل بیان کرے اور ایسی چیزوں سے کافر ہو جائے تو تم اپنے نزدیک پیغمبر ٹھیرے کہ جو تمہاری بات نہ مانے وہ کافر ہو جائے۔ ورنہ تم دعوی کرتے ہو۔ دلیل شرعی کا اپنے مطلب پر شخص معین نے بھی دلیل شرعی ہی سے لکھا تم اس کی دلیل کی تاویل کرتے ہو۔ اپنے قول کی طرف شخص معین کا متبع تمہاری دلیل کو تاویل کرتا ہے۔ اسکے قول کی طرف فرق

ان پر آیتیں اسکی اور پاک کرتا ہے انکو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقل کی باتیں اور بیشک تھے وہ پہلے سے گمراہی صریح میں ف یعنی یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا کہ اس نے بیخبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک اور جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقلمند اور راہ بھولے ہوؤں کو سیدھی راہ پر جو کوئی یہ آیت سن کر پھر کہنے لگے کہ پیغمبروں کی بات سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی نہیں چل سکتا۔ سو اس نے اس آیت کا انکار کیا۔ اور اس نعمت کی قدر نہ سمجھی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جاہل لوگ ان کا کلام سمجھ کر عالم ہو جاتے ہیں۔ اور گمراہ لوگ ان کی راہ پر چل کر بزرگ بن جاتے ہیں۔ اس بات کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک بڑا حکیم ہو اور ایک بہت بیمار پھر کوئی اس بیمار سے کہے کہ فلانے حکیم کے پاس جا اور اس کا علاج کرا اور وہ بیمار یہ جواب دیوے کہ اس کے پاس جانا اور اس کا علاج کرنا بڑے تندرستوں کا کام ہے۔ یہ مجھ سے کیونکر ہو سکے کہ میں سخت بیمار ہوں سو وہ بیمار بڑا احمق ہے اور اس حکیم کی حکمت کا انکار رکھتا ہے۔ اس واسطے کہ حکیم تو بیماروں کے علاج کے واسطے ہے جو تندرستوں ہی کا علاج کرے اور انہیں کو اس کی دوا سے فائدہ ہو اور بیماروں کو کچھ فائدہ نہ ہو تو وہ حکیم کاہے کا۔ غرض کہ جو کوئی بہت جاہل ہے اس کو اللہ و رسول کے کلام سمجھنے میں زیادہ رغبت چاہیئے اور جو بہت گنہگار ہو اس کو اللہ و رسول کی راہ پر چلنے میں زیادہ کوشش چاہیئے۔ سو ہر خاص و عام کو چاہیئے کہ اللہ اور رسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں اور اس کو سمجھیں اور اسی پر چلیں اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو درست کریں ۱۲

کیا ہے کہ وہی بیچارہ اکیلا کافر ہو جائے۔ نہایت یہ کہ وہ بلحاظ اس کے کہ شخص معین تم سے علم و فہم و دیانت و عدالت میں بہت زائد ہے۔ اور ہزاروں لاکھوں بڑے بڑے اہلِ علم و فضل و صاحب کمال کہ تمہارے سارے اُستاد اب سے لیکر وہاں تک اور جن کتابوں کا کہ تم نام لیتے ہو۔ اُن کتاب والوں کے بھی صدہا استاد اس شخص معین کے متبع ہیں اور تمہارا طریقہ شاذ سوادِ اعظم کے خلاف تم کو قابل اس کے نہیں جانتا کہ ..... تمہاری تقلید اختیار کرے اور تمہارا دعویٰ یہ کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہمارے سوا سب مخالف شرع ہیں۔ شرع صرف اُسی کا نام ہے۔ جو ہم نے سمجھا اور دیکھا اتنا بھی تو تم نہیں سمجھتے ہو کہ تم بھی شخص معین ہو۔ جب تم نے کہا کہ دلیل شرعی سے یوں ثابت ہوا۔ تمہارا کہنا جو کوئی مانے اور اُس پر دوسری طرح کی دلیلیں جو وارد ہوں تو وہ اُن کی تاویل کرے۔ وہ بھی تو اُسی میں داخل ہو گیا۔ پھر تمہاری تکلیف لا طائل سے کیا حاصل ہوا۔ چوتھے یہ کہ نص قرآنی سے صاف ظاہر ہے کہ نصاریٰ کافر مشرک ہو گئے۔ اَحبار و رہبان کو رب ٹھہرانے سے اور حدیث شریف میں اس کی تفسیر موجود ہے کہ تحلیل و تحریم میں شریک کرنے سے پھر جو مولوی اسمٰعیل نے لکھا کہ مراد تاویل دلائل شرعیہ کی ہے۔ دیکھو یہ کیسی تاویل بعید ابعد محض بیگانہ ہے بلکہ قابل تاویل کہنے کے بھی نہیں کہاں رب ٹھیرانا اور تحلیل و تحریم میں اللہ کا شریک ماننا اور کہاں دلائل شرعیہ کا تاویل کرنا۔ اب صاف ثابت ہو گیا کہ جو مولوی اسمٰعیل نے مراد آیت کی نہ پائی۔ اور نسبت کیا نصاریٰ کی طرف۔ اس مقام میں آپ نے اُسی پر عمل کیا بقول ان کے نصاریٰ تاویل کرتے تھے۔ نص کو اپنے اماموں کے قول کی طرف۔ مولوی اسمٰعیل نے تاویل کی اپنے قول کی طرف جس طرح نصاریٰ نے رب و الٰہ ٹھیرایا۔ اَحبار و رہبان کو مولوی اسمٰعیل نے اُسی طرح بقول اپنے رب و الٰہ ٹھیرایا۔ اپنے آپ کو۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا۔ نصاریٰ کا حال ہے من اتخذ إلٰھہ ھواہ اُن کا حال ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

تقویۃ الایمان کے اول میں بھی ظاہریت کو خوب چمکایا اور لکھا۔ "اس زمانے

میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔ کوئی پہلوں کی رسموں کو سند پکڑتے ہیں اور کوئی اپنی عقل کو کچھ دخل دیتے ہیں اور ان سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھے اور اُسی کی سند پکڑے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دے۔" فقط اور تقریر طویل کے بعد لکھا۔ "سو ہر خاص و عام کو چاہیئے کہ اللہ اور رسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں اور اُسی کو سمجھیں اور اُسی پہ چلیں اور اُسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں۔" فقط۔

پہلے دو لطیفے اُن کے سمجھنا چاہیئے کہ کیا کام کیا ہے۔ ایک تو ہر خاص و عام کو طلب علم دین اور تحقیق کتاب و سنت کا حکم دیا اور یہ بات صریح مخالف ہے کلام الٰہی کے سورۂ توبہ میں فرمایا ہے۔

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ ط فلولا نفر من کل فرقۃ منھم ط ائفۃ لیتفقھوا فی الدین و ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

اور نہیں ہے کہ سارے مسلمان نکلیں سو کیوں نہ نکلے ہر فرقہ میں سے اُن کے ایک گروہ کہ دین میں فقاہت حاصل کریں اور خبر دیں اپنی قوم کو جب پھر کر آویں اُنکی طرف شاید وہ بچتے رہیں۔

سبحان اللہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ہر فرقہ میں سے چند لوگ دین میں فقاہت حاصل کریں اور اپنی قوم کو خبر دیں۔ سب مسلمانوں کے واسطے یہ نہیں ہے۔ مولوی اسمٰعیل برخلاف حکم خدا کے حکم کرتے ہیں کہ ہر خاص و عام کو چاہیئے اور جمہور مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔

"طلب علم دین کی فرض کفایہ ہے۔ یعنی بعضوں نے ادا کیا سب کے ذمہ سے اُتر گیا۔" دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ اہلِ سنت کے مذہب میں اصول دین کے چار ہیں کتاب[1] سنت[2] اجماع[3] قیاس[4]۔ مولوی اسمٰعیل نے دو اصل دین کے جڑ سے اکھاڑ

---

[1] تقویۃ الایمان ص۲۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی۔ [2] ایضاً ص ۴۔

ڈالے ایک قیاس کہ کل ظاہر یہ اس کے منکر ہیں اور قیاس کو بہت بُرا کہتے ہیں اگرچہ آپ بھی قیاس کرتے ہیں اور یہ بیوقوفی و گمراہی کے سبب سمجھتے نہیں اتنا فرق ہے کہ اپنے قیاس فاسد کو نظر و استدلال نام رکھتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ نام بدل کر رکھنے سے حقیقت نہیں بدل جاتی۔ قیاس کو جہاں رد کرتے ہیں اُسی رد کے بیان میں وہی قیاس جابجا بھرا ہوتا ہے۔ دلوں پر جو پردہ پڑا ہے سمجھ نہیں سکتے دوسرا اجماع کہ بعضے اس کے بھی منکر ہیں۔ تفسیر عزیزی میں لکھا ہے:

در ینجا باید دانست کہ اصول احکام دین چہار چیز است کتاب و سنت و اجماع و قیاس زیرا کہ بعض احکام دین از کتاب ثابت شدہ مثل نماز و روزہ و زکوٰۃ و حرمت خنزیر و حلت گاؤ و مانند آن و بعضے از قول و فعل پیغمبر کہ آنرا سنت نامند مثل نماز جنازہ و حرمت خر و استر و مانند آن و بعضے باجماع مجتہدین است مثل حرمت بیع کنیز ک کہ از مالک، خود فرزندے آوردہ باشد و حرمت جمع درمیان دو خواہر در وطی بملک یمین و بعضے بقیاس ظاہر کہ غیر منصوص را بر منصوص قیاس کردہ باشند مثل حرمت سود گرفتن در فلوس و سکہا کہ صریح نطق بزر و سیم میشود در ین باب۔" اور تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ۔

"مجتہدین شریعت اند و شیوخ طریقت کی اطاعت اور اُن کے حکم کا اتباع عوام امت پر فرض و لازم ہے۔" دونوں لطیفوں کا بیان تمام ہوا۔

اب اُن کی ایک ایک بات کا جواب سنو۔ وہ کہتے ہیں کہ اُن سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ و رسول کے کلام کو اصل رکھے اور اُس کی سند پکڑے۔ مولوی اسمٰعیل نے پہلوں کی رسموں کو سند پکڑنا اور بزرگوں کے قصے دیکھنا اور مولویوں کی باتوں کو سند پکڑنا اور عقل کو دخل دینا جُدا جُدا راہیں ٹھیرائیں اور اللہ و رسول کے کلام کو سند پکڑنا جُدا راہ ٹھیرائی اور یہ راہ جو وہ چلے سو صراط مستقیم سے بہت بھٹک گئے کیونکہ وہ چاروں باتیں اللہ اور رسول ہی کے کلام سے ثابت ہیں۔ اور وہ چاروں راہیں اسی شارع عام کے شعبہ ہیں اور انہیں شعبوں سے اُس شارع عام . . . . . .

کو سیدھی راہ ہے اور جس نے اُن شعبوں کو چھوڑا وہ ہرگز شارع عام کو نہیں پہنچا۔ کوئی کسی کوئیں میں گرا کوئی بھیڑیں آوارہ ہو گیا۔ کوئی کسی جنگل میں شیر بھیڑیئے کا لقمہ ہوا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا	اور چلے سب مسلمانوں کی راہ کے سوا ہم اس کو پھیریں گے جس طرف وہ پھر گیا اور اسے جہنم میں پہنچائیں گے اور پہنچا بُری جگہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔ اور فرمایا ہے۔	(بڑی جماعت کی پیروی کرو اسلئے کہ جو الگ ہوا آگ میں ڈالا جائیگا صحابہ نے
بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔ اور فرمایا ید اللہ علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار اور فرمایا ایاکم والشذاذ وعلیکم بالجماعۃ وبالکافۃ اور فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی اور فرمایا من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا ولجر من عمل بہا۔	جس کی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے جو الگ ہوا آگ میں ڈالا جائے گا گھاٹیوں سے بچو اور جماعت کو لازم پکڑو) لازم پکڑو میری سنت کو اور خلفاء راشدین جو میرے بعد ہونگے انکی سنت کو اسلام میں جو شخص کہ نکالے اچھی سنت کو سو اُسکو اس سنت کا اجر ہے اور جو اس سنت پر عمل کریگا عمل کرنے والے کا بھی اجر ہے نکالنے والے کے واسطے۔

اور آیا ہے۔

ما راٰہ المؤمنون حسنا فہو عند اللہ حسن	مومنین جس کو اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔

اور فقہا لکھتے ہیں۔

العادۃ الفاشیۃ من حد الحجۃ	عادت جو مسلمانوں میں پھیل جائے ایک حجت ہے

اور سنت کی تعریف کرتے ہیں۔

الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین — دین میں جو طریقہ جاری ہو گیا وہ سنت ہے

یہ حال ہے پہلوں کی رسموں کی سند پکڑنے کا۔ اور بزرگوں کے قصے اور مولویوں کی باتوں کا حال تو ابھی شاہ عبدالعزیز صاحب سے میں نے نقل کیا کہ مجتہدین شریعت اور مشائخ طریقت کی اطاعت بحکم خدا فرض ہے اور آیۃ کریمہ۔ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اس مطلب پر سند لائے ہیں اور اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ صراط مستقیم راہ انبیا وصدیقین وشہدا وصالحین کی ہے کہ ان کے اعمال کے دیکھنے سے اور ان کی باتوں کے سننے سے سیدھی راہ غیر سیدھی راہ سے جدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔ جان لیں گے وہ لوگ کہ استنباط کرتے ہیں اس کو تم میں سے یعنی نکال سکتے ہیں۔

اور وہ جو کہہ دیا کہ عقل کو کچھ دخل نہ دے۔ عجب بات ہے عاقل سے کیونکر سرزد ہوا اگر عقل کو کچھ دخل نہ دے تو اللہ و رسول کا کلام کیونکر سمجھے اور کس طرح سند پکڑے۔ عقل کو حاکم نہ سمجھنا چاہیئے اور کچھ دخل نہ دینا تو ہو ہی نہیں سکتا جن[1] نصوص کا ظاہر میں تعارض ہے۔ وہاں کیا کرے۔ یہ بحث اصول وعقائد کی کتابوں میں ہے۔ پھر تقویۃ الایمان میں دعویٰ کیا کہ عوام الناس کا کہنا کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس کو بڑا علم چاہیئے۔ ہم کو وہ طاقت نہیں غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں کہ ان کا سمجھنا مشکل نہیں اور دلیل لائے اس آیت کو۔ ولقد انزلنا الیک آیات بینات وما یکفر بھا الا الفاسقون۔ پھر لکھا ہے کہ اللہ و رسول

[1] شاہ ولی اللہ نے حجۃ بالغہ میں لکھا ہے یحرم الخوض فی التفسیر لمن لا یعرف اللسان الذی نزل القرآن بہ والمأثور عن النبی واصحابہ والتابعین من شروح غریبہ وسبب نزول وناسخ ومنسوخہ۔

کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے اور دلیل لائے یہ آیت۔

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔

(اللہ وہ ہے جس نے بے علموں میں رسول بھیجا انہی میں سے کہ ان پر اس کی آیتوں کو تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور بیشک وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے)

اور بعد لکھنے ترجمہ اور فائدہ کے کہا جو کوئی یہ آیت سنکر پھر کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ سو اس نے اس آیت کا انکار کیا۔ فقط یہاں دو باتوں کو دریافت کرنا چاہیئے۔ ایک تو یہ کہ ان کا دعویٰ دلیل سے ثابت ہے یا نہیں یعنی آیتوں کا وہ مطلب ہے جو انہوں نے سمجھا یا نہیں۔ سو ہم نے پایا ان کے بیان کو خلاف جمہور مفسرین کے اور چونکہ بہت سی تفسیروں کی عبارت نقل کرتے میں طول ہے۔ صرف تفسیر عزیزی کی نقل عبارت پر کفایت کی جاتی ہے۔

" ولقد انزلنا الیک یعنی بہ تحقیق ما از عظمت خود نازل کردیم بسوئے تو آیات یعنی آیتہائے قرآنی را و ہرگز التباسے و اشتباہے در آنکہ آن آیات نازل کردۂ ماست یا نازل کردۂ دیگرے گنجائش ندارد۔ زیرا کہ آن آیات بینات یعنی دلائل روشن اند ہم از جہت اعجاز لفظ و ہم از جہت مطابقت معنی آن آیات بمقتضائے عقل سلیم و ہم از جہت موافقت آن آیات با کتب انبیائے پیشین کہ نزد یہود یاں مسلم الثبوت است پس انکار ایں آیات از یہنا نمی تواند شد زیرا کہ متضمن انکار بر جمیع کتب سابقہ است وما یکفر بھا الا الفاسقون یعنی انکار نمی کنند ایں آیات را مگر کسانیکہ در کفر انہ گذشتہ اند و ہرگز بکتابے از کتبہائے سابق ایمان ندارند از مقتضائے عقل و نقل ہر دو قدم بیروں نہادہ"

اور چند سطر کے بعد لکھا " و محتمل است کہ معنی آیت چنیں باشد کہ ایں یہودیاں اگرچہ با جبریل عداوت دارند و ازیں جہت در ورطۂ کفر گرفتار اند اما

ایں امر موجب کفر بقرآن مجید نمی تواند زیرا کہ مابلا واسطہ جبرئیل بر تو معجزات بسیار نازل کردہ ایم مثل نالۂ ستون و اجابت درختان دعوت ترا و شکایت شتران و آہوان و سلام کردن سنگہا و کوہہا بر تو و جواب سوالات احبار یہود وغیر ذالک کہ بہیئت مجموعی موجب تیقن بصحت رسالت تو می شود و آن معجزات مرئیہ و مشاہدہ را انکار نمیکند مگر کسے کہ از دائرۂ دین مطلقاً خارج باشد و ہیچ دین و آئین گرویدہ نشود و الا انکار معجزات دیگر انبیاء کہ زیادہ ازیں نبودہ است او را لازم خواہد آمد۔"

آیت کریمہ کے معنی تفسیر عزیزی سے یہ ثابت ہوئے کہ ہونا آیات قرآنی کا اللہ کا کلام ظاہر ہے۔ اس سبب سے کہ لفظ معجزہ ہے اور اُن کے معنی مقتضائے عقل سلیم کے مطابق اور اگلی کتابوں کے موافق ہیں یا یہ کہ آیات بینات سے اور معجزات مراد ہیں اور یعلمکم الکتٰب والحکمۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"ویعلمکم الکتاب یعنی دمی آموزد شمارا معانی ظاہرہ کتاب و الحکمۃ یعنے و اسرار و دقائق آں کتاب کہ در ہر حکم او مستور و مخفی است تا فقط بعلم ظاہر اکتفا نمودہ در دام تقشف نیفتید و فقط بعلم باطن اکتفا نمودہ راہ بیقیدی و اباحت اختیار نکنید بلکہ ہر دو را جامع شدہ وراثت نبوت حاصل نمائید و در تربۂ تکمیل یابید و ہر چند ایں دو علم یعنی علم ظاہر کتاب و باطن آں بعد از نزول کتاب موافق لغت متعارفہ شما ممکن بود کہ بعض اذکیائے شما بخودی خود بے استمداد بارشاد پیغمبر حاصل توانند کرد لیکن ہنوز چیزہا باقی بود کہ ہرگز آنرا بقوت فکر یہ و قوت ذکا نتواں دریافت ہر چند سعی و تلاش باقصی الغایۃ رسانیدہ شود و لہذا ایں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در حق شما نعمت عظیم گردید کہ شمارا ازاں چیزہا ہم نشان مے دہد۔"

اب دیکھو کہ مولوی اسمٰعیل کا دعوٰی کہ عوام کو اللہ رسول کا کلام سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے

اور اس کو بہت علم نہ چاہیئے۔ موافق تفسیر شاہ صاحب کے دونوں آیتوں سے ثابت نہیں ہے اور مولوی اسمٰعیل کے معنی گویا قرآن کی تحریف ہے اور ظاہر ہو گیا کہ وہ خود آیتوں کے معنی نہ سمجھے۔ پھر جن کو وہ عوام کہیں اُن بیچاروں سے سمجھنے کا خیال کرنا تو نہایت عقل سے دُور ہے۔ دُوسری بات یہ ہے کہ ان آیتوں سے تو ظاہر ہو گیا کہ مولوی اسمٰعیل کا دعوٰی ثابت نہ ہوا مگر اس بات میں اللہ و رسول کے کلام سے کیا ثابت ہوتا ہے سو دیکھ لو کہ شاہ صاحب صاف لکھتے ہیں کہ اسرار شریعت اور دقائق طریقت کا سمجھنا مجتہدین اور مشائخ کو میسر ہے۔ عوام کو اُن کی اطاعت فرض اور سند لاتے ہیں آیت کو۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔

ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ ایات محکمات ھن اُم الکتاب واُخر متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ ومایعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔

اس آیت میں ایک روایت سے وقف ہے الا اللہ پر تو اس صورت میں معنی یہ ہوئے کہ اللہ ہی نے نازل کی تجھ پر کتاب۔ اس میں بعضی آیتیں محکم ہیں کہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری متشابہ سو جن کے دلوں میں بدراہی ہے متابعت کرتے ہیں متشابہات کی واسطے خواہش فتنہ کے اور خواہش اُس کی تاویل کے اور نہیں جانتا اُس کی تاویل مگر اللہ اور جو علم میں راسخ ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اُس پر سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نہیں سمجھتے مگر عقلمند لوگ۔ اور ایک روایت میں وقف ہے فی العلم پر یعنی اللہ اور راسخون فی العلم اُس کی تاویل جانتے ہیں۔

دیکھو کہ اس آیت کریمہ سے سوائے اس کے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ نہیں سمجھتے مگر اولوا الباب اور سوائے قید راسخون فی العلم کے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ علم اس بات

کا بھی ضرور ہے کہ تمام کلام اللہ میں کون کونسی آیتیں محکم اور کون کونسی متشابہ ہیں۔
اب اسماعیلیہ کی خدمت میں عرض ہے کہ جن کو آپ خاص خواص سمجھیں انہیں سے پوچھ
دیکھیں کہ بے رجوع کے کتابوں کی طرف کہ بڑے بڑے علم والوں نے تصنیف کی
ہیں اس بات کو بیان نہ کر سکیں گے۔ بلکہ عجب نہیں کہ بعد صرف کرنے اپنے حوصلہ
کے بھی اس بات کو تیتھ نہ کر سکیں۔ عوام کا تو کیا مذکور ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وتلك الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العالمون اور
یہ باتیں بیان کرتے ہیں۔ ہم اُن کو آدمیوں کے لئے اور نہیں سمجھتے اُن کو مگر عالم لوگ

شاہ صاحب تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "مفسر و مجتہد ین را می باید کہ علم
ناسخ و منسوخ داشتہ باشد و بدون ایں علم او را داخل کردن در علوم دینیہ نمے
رسد زیرا کہ بدون این علم او را حکم شرع از غیر آن امتیاز نمی تواند شد و بسا کہ حکم
منسوخ را حکم شارع دانستہ فتوای خواہد داد و در غلط خواہد افتاد و لہذا ابو جعفر
نحاس از حضرت امیر المؤمنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ روایت نمودہ کہ ایشان
روزے در مسجد کوفہ داخل شدند دیدند کہ شخصے وعظ میگوید پرسیدند کہ ایں کیست
مردم عرض کردند کہ ایں واعظ است کہ مردم را از خدا می ترساند و از گناہان منع
می کند فرمودند کہ عرض ایں شخص آنست کہ خود را انگشت نمائے مردم سازد و ازو
پرسیدکہ ناسخ را از منسوخ جدا می داند یا نہ او گفت کہ ایں علم خود ندارم فرمودند کہ
ایں را از مسجد بر آرید و دار آمی در سند خود از حضرت حذیفہ بن الیمان کہ صاحب راز
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بود روایت نمودہ کہ از ایشاں کسے سند پرسید و عرض کرد
کہ دریں باب حکمے بفرمائید ایشاں گفتند کہ متصدی فتوای و حکم یکے از سہ کس می شود
اوّل شخصے کہ ناسخ قرآن و منسوخ او را می شناسد ایں قسم شخص دریں زمان حضرت
امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ است دوم شخصے کہ او را قاضی ساختہ باشد چارہ نا چار

ایں شغل بر ذمہ او افتادہ سوم احمقے کہ خود را بتکلف در اعداد علماء و مفتیان و
مجتہدان داخل می کند من از قسم اول خود نیستم و از قسم ثانی طبع من راضی نمی شود
آنکہ از قسم سوم باشم"

شاہ ولی اللہ نے فوز الکبیر میں لکھا ہے۔

"اما لغت قرآن را از استعمالات عرب اول اخذ باید کرد و اعتماد کلی بر
آثار صحابہ و تابعین باید نمود" ۔۔۔ اور بھی لکھا ہے ۔۔۔ پس عدم وصول بمراد لفظ
گاہے بسبب استعمال لفظ غریب است و علاج آن نقل معنی لفظ از صحابہ و تابعین
و سائر اہل معانی و گاہے بسبب یاد نداشتن اسباب نزول"

اور حجۃ البالغہ میں لکھا ہے کہ "تفسیر میں خوض کرنا حرام ہے اس کو کہ نہیں
جانتا زبان کو کہ جس میں قرآن نازل ہوا اور نہیں جانتا جو کہ مروی ہے۔ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے شرح غریب اور سبب نزول اور ناسخ
و منسوخ سے"

اور اصول تفسیر میں لکھا ہے کہ جو علوم تفسیر کے واسطے چاہئیں ہے اُن کے
تفسیر کرنا داخل ہے۔ تفسیر بالرائے میں کہ حدیث ہے۔ من فسر القرآن برأیہ
فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ ترمذی میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار
اس بیان سے مولوی اسمٰعیل کے دعوے کی غلطی خوب ثابت ہو گئی۔ حاجت نہیں ہے اور دلیلیں
لانے کی اللہ اور رسول کے کلام سے اگرچہ بہت ساری ہیں اور طویل بھی ہوتا ہے اور وہ جو مولوی
اسمٰعیل نے کہا کہ جو کوئی یہ آیت سُنکر کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا سو
اُس نے اس آیت کا انکار کیا فقط۔ سو یہ طعن عائد ہوتا ہے شاہ صاحب پر کہ انہوں نے
صاف لکھا کہ اسرار شریعت اور دقائق طریقت سوائے مجتہدین و مشائخ کے اور کوئی نہیں سمجھتا۔

اب چند باتیں بطور معقول ہم تم سے پوچھتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ و رسول کا کلام عوام کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن میں باتیں بہت صاف و صریح ہیں۔ سو اس کی کیا صورت ہے۔ کیا ایسا ہے کہ جو قرآن کی عبارت سُنے ہندو کا ہو یا فارس کا، ترک کا ہو یا حبش کا، چین کا یا فرنگ کا سنتے کے ساتھ ہی سمجھ جاتا ہے۔ سو یہ تو خلاف بداہت کے ہے اور اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا ہے قرآناً عربیاً لقوم یعلمون یا یہ کہو کہ جب ہم نے ہندی ترجمہ کر دیا تب عوام کو سمجھنا مشکل نہ رہا اور حاجت علم کی نہ رہی۔ سو یہ بات تو جب ہو کہ تم کو بھی اللہ و رسول کے برابر سمجھیں اور ترجمہ کو بھی بعینہٖ اللہ و رسول کا کلام سمجھیں اور ایمان لانا اس پر فرض ہو اگرچہ تم غلط کہو۔

دوسرے یہ کہ تم نے جو آیتوں کا مطلب ٹھیرایا شاہ عبدالعزیز صاحب اس کے برخلاف لکھتے ہیں۔ بالفرض اگر تمہارا لکھنا سچ ہو تو شاہ صاحب اللہ کا کلام نہ سمجھے اور جب تمہارے اُستاد اور اُستاذ الاستاذ اور پیرانِ پیر نے بھی باوجود اس قدر علم و فضل و کثرت مزاولت اور تمام عمر خرچ کرنے کے حدیث و تفسیر کی خدمت میں اور تصنیف کرنے تفسیر کے اللہ و رسول کا کلام نہ سمجھے اور کہا عوام نہیں سمجھتے تو عوام بیچاروں کو آپ کیونکر تکلیف دیتے ہیں اور کیونکر احمق اور منکر قرآن کا بناتے ہیں۔ اے مسلمانو سنو یہ بڑا دھوکا ہے کہ ہم اللہ و رسول کے کلام کے موافق کہتے ہیں۔ سب بد مذہب یہی کہتے چلے آئے ہیں اور سب اللہ و رسول ہی کے کلام کی سند لاتے ہیں۔ مگر اُن کے فہم میں غلطی ہے کہ معنی کلام کے خلاف تفسیر ماثور کے رسول اللہ اور صحابہ و تابعین و جمہور مفسرین کے کہتے تھے یہی اُن کی گمراہی تھی۔ حدیث میں تو کثرت اختلاف روایت کی بھی بڑی گنجائش ہے

لہ قرآن عربی واسطے قوم کے کہا ہے۔

کلام اللہ سے دیکھو کہ ہر فرقہ اپنے مذہب باطل پر دلیل لاتا ہے مجسمہ جو خدا کو جسم و جہت ثابت کرتے ہیں۔ آیتیں قرآن کی پیش کرتے ہیں ید اللہ فوق ایدیھم، ویبقیٰ وجہ ربک یوم یکشف عن ساق۔ اور مکان پر دلیل لائے الرحمٰن علی العرش استویٰ معتزلہ وجوب لطف پر دلیل لائے۔ کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ وکان حقاً علینا نصر المؤمنین اور انکار انتفاع اموات باحیاء سے لیس للانسان الا ما سعیٰ اور انکار عذاب قبر اور انکار ادراک اموات پر لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولیٰ انک لا تسمع الموتیٰ اور انکار رؤیت پر لا تدرکہ الابصار یہ اور یہ وغیرہ انکار عصمت انبیاء پر عصیٰ آدم ربہ فغویٰ جعلا لہ شرکاء فیما آتاھما فتعالیٰ اللہ عما یشرکون ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا لنکونن من الظالمین فوکزہ موسیٰ فقضیٰ علیہ۔ قرامطہ اور غیرہ تناسخ پر کلما نضجت جلودھم بدلناھم جلوداً غیرھا۔ حکمیہ اللہ کے علم نہ ہونے پر قبل وجود اشیاء کے لیعلم الصابرین ولیبلوکم۔ خارجی کفر متکب کبیرہ پر ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون من قتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا۔ رافضی امام کی عصمت پر لا ینال عھدی الظالمین بدا پر یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت۔ تفصیل کہاں تک لکھوں۔ ہر فرقہ ہر ہر مسئلہ پر اللہ و رسول کے کلام کو سند لاتا ہے اور صرف اس قدر سے اُن کا حق ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ نہ بد مذہبی سے نکل سکتے ہیں کیونکہ حق وہ ہے کہ قرآن و حدیث سے بعد تحقیق و تطبیق اور رعایت جمیع شرائط و لوازم کے جو باتفاق سواد اعظم قرار پایا۔ جو اس کے خلاف ہو وہ جماعت سے باہر بد مذہبوں میں داخل ہے صرف اتنا

لہ مولوی حسین علی نے بلغۃ الحیران (طبع اول ص ۱۵۷-۱۵۸) پر اسی عقیدۂ باطلہ کی تائید کی ہے ۱۲۔ سلہ روافض سے ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وقوع فعل کے بعد پتہ چلتا ہے۔ اسے بدا کہتے ہیں ۱۲۔ اشرف قادری۔

کہنے سے کہ ہم اللہ و رسول کے کلام کو سند لاتے ہیں جیسے مولوی اسمٰعیل نے کہا بدمذہبی سے نہیں نکل سکتے کہ سب بدمذہب یہی کہتے ہیں۔ جیسے وہ ویسے یہ، اسمٰعیلیہ کو چاہیئے کہ اُن کو بھی حق پر کہدیں۔ بلکہ بدمذہبوں کی دلیل آیتیں جو میں نے ذکر کیں اُن سے جیسا کہ ظاہر ہیں اُن کے بیان کے موافق شبہہ ربط کا ناواقفوں کو ہوتا ہے۔ مولوی اسمٰعیل کے دعوے اور دلیل ہیں جو آیت و حدیث سے لائے ہیں۔ اتنا بھی نہیں ہے۔ یہ اُن سب سے بدتر ہیں کہ یہ حال آگے بہ تفصیل معلوم ہوگا کچھ اگلے بدمذہبوں کی باتیں لئے ہیں۔ کچھ اپنے ذہن کی کجی سے نکالی ہیں۔

دوسرا فساد سید احمد کو متبنّیٰ بنانے کا تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب شاہ صاحب نے اپنی ساری مملوکات اوروں کو ہبہ کردی۔ مولوی اسمٰعیل گھبرائے اور مولوی عبدالحی شاہ صاحب کے داماد کہ عدالت ضلع میرٹھ کے محرروں میں فرنگی کے نوکر تھے موقوف ہوکر دہلی میں آئے۔ دونوں نے مل کر سید احمد نام ایک مرد جاہل شاہ صاحب کے مرید کو پیر بنایا اور ساتھ لے کر شہروں میں پھیری شروع کی اور در بدر گھر گھر قرآن و حدیث کے درس کو وسیلہ ٹھیرایا لوگوں کے رجوعات کا نذر و نیاز و دعوت تر و خشک سے فائدہ خوب اُٹھایا اور نذور کے قبول میں کچھ تمیز حلال و حرام کی نہ تھی۔ فاحشہ رنڈیوں[1] کی بھی پیشکش نذر لینے میں تامل نہ تھا یہانتک کہ جو

---

[1] اس سے بھی عجیب واقعہ ملاحظہ ہو کہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، مولانا رشید احمد گنگوہی سے نقل کرتے ہیں کہ "ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلالی آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں۔ ایک بار سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے سب مریدنیاں اپنے میاں کی زیارت کیلئے حاضر ہوئیں۔ مگر ایک رنڈی نہیں آئی۔ میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی۔ رنڈیوں نے جواب دیا میاں صاحب ہم نے اس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو۔ اس نے کہا میں بہت گناہ گار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں۔ میں زیارت کے قابل نہیں۔ میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا۔ چنانچہ رنڈیاں اُسے لے کر آئیں۔ جب وہ سامنے آئی تو

فرنگیوں کے گھروں میں بخشیں۔ چنانچہ بنارس کا ریذیڈنٹ اگستن بروگ نام اس کے گھر میں ایک فاحشہ تھی۔ بڑے اختیار والی اور صاحب مقدور مرید ہوئی اور دس ہزار روپے نذر کئے اور اس کے مرید ہونے سے ریذیڈنٹ نے بہت خاطرداری کی کہ سید صاحب نے اس کو اپنی خاص بیٹی فرمایا تھا۔ راقم بھی وہاں موجود تھا۔ مولوی عبدالحی سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ روپیہ فاحشہ کا کہ نصرانی سے زنا کے عوض میں اُس نے حاصل کیا ہے۔ کیونکر درست ہوا۔ کچھ جواب پریشان دیئے۔ آخر کو حوالہ کیا استفسار پر سید صاحب سے اُن دونوں صاحبوں نے زبانی بات پر کفایت نہ کی بلکہ ایک کتاب "صراط مستقیم" نام بنائی سید احمد کے حال میں جو وہاں لکھا خلاصہ اُس کا یہ ہے۔

"از بسکہ نفس عالی حضرت ایشان بر کمال مشابہت جناب رسالت مآب در بدو فطرت مخلوق شدہ بنا علیہ لوح فطرت ایشان از نقوش علوم رسمیہ راہ دانشمندان و کلام و تحریر و تقریر مصفی ماندہ بود" و حضرت ایشان از بدو فطرت بر کمالات طریق نبوت اجمالاً مجبول بودہ اند کہ از زمن بیعت شاہ عبدالعزیز صاحب کمالات طریق نبوت کہ مجملاً در بدو فطرت مندرج بودہ بتفصیل و شرح انجامیدہ و مقامات طریق ولایت بر احسن وجوہ جلوہ گر گردید جناب رسالت مآب سہ خرما از دست مبارک خود

میاں صاحب نے پوچھا بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟ اس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے۔ بی تم شرماتی کیوں ہو۔ کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے"۔ رنڈی یہ سن کر آگ ہوگئی اور خفا ہوکر کہا لاحول ولاقوۃ اگرچہ میں رُوسیاہ و گنہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔ میاں صاحب تو شرمندہ ہوکر سرنگوں رہ گئے۔ اور وہ چلدی"۔ تذکیرۃ الرشید دوسرا حصہ ص ۲۳۲۔ ملاحظہ ہو کہ ایک رنڈی کو بھی احساس جرم ہے مگر پیر مغاں اپنی زیارت کرانے کیلئے کیا کیا جتن کر رہے ہیں۔ خط کشیدہ عبارت ملاحظہ ہو کہ کس جسارت کا اظہار ہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ اسے بھی استغراق فی التوحید کا نام دیا جاتا ہے چنانچہ فاضل گنگوہی سے حافظ لطافت علی کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیسے تھے تو حضرت نے فرمایا "پکا کافر تھا"۔ اور پھر مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلالی آبادی تو توحید میں غرق تھے۔

تذکرۃ الرشید

خوابیدند و بعد بیداری اثر آن رویائے حقہ نفس خود یافتند و ہمیں واقعہ ابتدائے سلوک طریق نبوت شدہ بعد ازاں روزے جناب ولایت مآب حضرت علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا را بخواب دیدند جناب حضرت علی مرتضیٰ از دست مبارک خود غسل دادند و فاطمہ زہرا لباس بس فاخرہ بدست خود پوشانیدند بسبب ہمیں وقائع کمالات طریق نبوت نہایت جلوہ گر دیدہ۔ اقبال لم یزلی و عنایت رحمانی و تربیت یزدانی بلا واسطہ اعدے متکفل حال ایشاں شد تا آنکہ روزے خدائے تعالیٰ دست راست ایشاں بدست قدرت خاص خود گرفتہ۔ چیزے از انوار قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود۔ پیش روئے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا ایں چنیں دادہ ام و چیزہائے دیگر خواہم داد تا آنکہ شخصے استدعائے بیعت کرد حضرت ایشاں بجناب حق متوجہ شدہ استفسار و استیذان نمودند کہ زمان معاملہ چہ منظور است ازاں طرف حکم شد کہ ہر کہ بدست تو بیعت خواہد کرد گو کھا باشند ہر یک را کفایت خواہم کرد۔ الغرض امثال ایں وقائع صدہا پیش آمدہ تا آنکہ کمالات طریق نبوت بدرجۂ علیائے خود رسیدہ و الہام و کشف بعلوم حکمت انجامید اینست طریق استفادۂ کمالات راہ نبوت و بس و اما استفادۂ کمالات راہ ولایت پس قبل از تحصیل مبادی مجاہدات و ریاضات و اذکار و اشغال و مراقبات بطور علم لدنی حاصل شد نسبت قادریہ و نسبت نقشبندیہ بایں طور کہ روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب خواجہ بہاؤ الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردید تا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازع در بین روحین مقدسین ماندہ کہ ہر دو احد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بجانب خود میفرمود و بعد انقضائے زمان تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند تا قریب یک پاس

ہر دو امام بر نفس نفیس ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور میفرمودند تا آنکہ در ہمان یکپاس نسبت ہر دو طریقہ نصیبۂ ایشاں گردید و نسبت چشتیہ بدیں طور کہ روزے حضرت ایشاں بر مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہٗ مراقب نشستند درین اثنا از روح پر فتوح ایشاں طاقات متحقق شد و آنجناب را توجہے بس قوی فرمودند کہ ہماں سبب ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شد بعد مدتے حق جل و علی بلا توسط احدے اختتام نسبت چشتیہ ارزانی داشت ہذا ملخص مقالہ فی حالہ و خلاصہ کتاب صراط مستقیم آنکہ ثمرۂ طریقت و شریعت و اساس حقیقت و معرفت است تحصیل حب خدا است و آں دو قسم است حب نفسانی کہ ملقب بہ عشق است و حب رحمانی کہ مشہور بحب عقلی است اول را کہ ابتدائے آں از حب ایمانی و انتہائے آں بہ نبوت است براہ نبوت مسمی کردہ شدہ و اول را کہ ابتدائے آں از حب عشقی و انتہائے آں بمعرفت کہ خلاصۂ ولایت است براہ ولایت مسمی کردہ آمدہ

باب اول

در بیان وجوہ تمامتر طریقین یعنے طریق نبوت و طریق ولایت

فصل اول در بیان وجوہ تمامتر طریق ولایت افادۂ اول از ہدایت ثالثہ فصل اول از جملہ ایشاں حب عشقی است کہ ایں حب بالذات مقتضی

انخراق حجاب بشری و وصول روح الٰہی باصل خود میکند و بس نہ مطابقت بہیچ قانونی خواہ قانون شرع خواہ قانون ادب و نہ ابتغائے رضائے کسے خواہ رضائے محبوب

لے معلوم ہوا کہ اویسی کو بعد از وصال باطنی توجہات فرماتے ہیں اور ان سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے ۱۲ سے صراط مستقیم صفحہ ۲۶۹-۲۷۰ سے شگافتہ شدن ۱۲

باشد خواہ غیر آن و نہ التزام متابعت کسے خواہ متابعت محبوب باشد خواہ غیر آن بالجملہ مقصود ازیں کلام اہانت حب عشقی نیست حاشا و کلا بلکہ اشارۃ ایست بفرقیکہ در حب عشقی و حب عقلی ست[1] **افادۂ دوم** از جملہ آثار آن تفرد است یعنی قطع علائق ماسوائے محبوب و تنگی حوصلہ از نظم و ترتیب امور متفرقہ مثل سیاست مدنی و منزلی و امامت جماعات و اقامت اعیاد و جمعات و ایفائے حقوق ذوی الحقوق از اہل قرابات و امثال آن و لہذا از تزویج نہایت نفرت میگردد[2]

افادۂ سوم از جملہ آن شدت تعلق قلب است بمرشد خود استقلالاً نہ بآن ملاحظہ کہ این شخص نافذان فیض خدا و واسطۂ ہدایت است بلکہ بحیثیتے کہ متعلق عشق ہمان میگردد۔ چنانچہ یکے از اکابر این طریق فرمود کہ اگر حق جل و علی در غیر کسوت مرشد من تجلے فرماید ہرآئینہ مرا با و التفات در کار نیست[3]

افادۂ چہارم از جملہ آثار آن عدم اعتنا است بعلوم و طاعات ظاہرہ[4]۔

افادۂ اول از ہدایت رابعہ از ثمرات حب عشقی مشاہدۂ جمال حضرت ذوالجلال دست میدہد و خلعت مکالمہ و مسامرہ بدست می آید۔

افادہ دوم۔ باز چون قافلۂ توفیق دست ایں مدہوش ابتہاج مشاہدہ را گرفتہ بالا می کشد مقام فنا و بقا بظہور می آید و زمزمۂ انا الحق و لیس فی جبتی سوی اللہ از ان سر بر میزند[5]

ایضاً فیہ و از لوازم این مقام دم از وحدت وجود زدن۔

ایضاً فیہ چون حب ایمانی بکمال خود میرسد آن شخص را در کنف خود گرفتہ و زیر سایۂ کفالت خود آوردہ جادۂ تدبیر تکوینی و تشریعی خود می شناساند۔ **ایضاً فیہ** من وجہ مقلد انبیاء می باشد و من وجہ محقق در شرائع اگر ذکی العقل است پس نور جلی او

---

[1] صراط مستقیم صفحہ ۱۸ تا ۲۲۔ [2] ایضاً صفحہ ۳۴۔ [3] صراط مستقیم صفحہ ۳۴۔
[4] ایضاً صفحہ ۳۴۔ [5] ایضاً صفحہ ۳۸، ۳۷ [6] ایضاً صفحہ ۴۱ [7] ایضاً صفحہ ۷۹۔

بسوئے کلیات حقہ منعقدہ در خطیرۃ القدس کہ برائے تربیت نوع انسانی عموماً تعین گردیدہ او را رہنمونی میفرمایند و آن کلیات در ذہن او علی مر الدہور و الاعصار محفوظ میماند و استنباط جزئیات از ان کلیات می کند پس علوم شرعیہ بدو واسطہ میرسد بواسطت نور جلی و بواسطت انبیاء پس در حکم و احکام ملت کلیات و جزئیات شریعت او را شاگردی می تواند[1] گفت[2] و طریق اخذ شعبہ ایست از شعب وحی کہ آنرا در عرف شرع بنفث فی الروع تعبیر می فرمایند و بعضے اہل کمال آن را بوحی باطنی می نامند پس فرق در مابین اولیائے کرام و انبیائے عظام باقامۃ اشباح حکم و مبعوثیت الی الامم است و بس و نسبت ایشان با نبیاء مثل نسبت اخوان صغار با اخوان کبار و نسبت انبیاء کبار با آبائے خود ست و ایشان احق الناس بخلافت انبیاء می باشند گو کہ تسلط ظاہری نصیبۂ ایشان نشود و گو کہ جملہ اہل ملت ریاست ایشان را مسلم ندارند و ہمیں معنی را بوصایت و امامت تعبیر میکنند علم ایشان را کہ بعینہ علم انبیاء ست لیکن بوحی ظاہری متلقی نشدہ بہ حکمت نامند و عنایتے و ولایتے مخصوصہ کہ زبادۂ انبیاء مصروف شد و ایشان را بسبب ہمان عنایت مخصوصہ امتیازے در امثال خود حاصل گردیدہ و بسبب ہمیں اجتباء و اصطفاء رضائے حق و رضائے ایشان مندرج و اتباع حق در اتباع ایشان منحصر گردیدہ و سخط حق با سخط ایشان تلازمے و تلاصقے پیدا کردہ نمونہ از ان عنایت و عظمت و عزت نصیبۂ ایں حکماء ربانیین می شود کہ آنرا وجاہت گویند و الا بد او را بہ محافظتے مثل محافظت انبیاء کہ مسمی بعصمت است فائز میکنند[3]

ایضاً فیہ و حضرت مرتضیٰ را یک نوع تفضیل بر شیخین ہم ثابت و آن بحیثیت کثرت اتباع ایشان و بواسطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل

---

[1] انبیاء ہم [2] و ہم استاد ہم [3] ایضاً صفحہ ۸۸ تا ۹۳ ملخصاً۔

قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہا از عہد کرامت حضرت مرتضےٰ تا انقضائے دنیا بواسطۂ ایشان است و در سلطنت سلاطین و امارت اُمرا ہمت ایشان را دخلے است کہ بر سیاحان عالم ملکوت مخفی نیست[1] **ایضاً فیہ** ارباب این مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال و شہادت مے باشند **ایضاً فیہ**۔ اکابر این فریق در زمرۂ ملائکہ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب ملاء اعلیٰ ملہم شدہ در اجرائے آن می کوشند معدود ند پس احوال اولیائے کرام را بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد **ایضاً فیہ** برائے کشف ارواح و ملائکہ و مقامات آنہا و سیر امکنہ زمین و آسمان و بہشت و دوزخ و اطلاع بر لوح محفوظ اشغل دورہ کند باستعانت آن شخص بہر قدر کہ از زمین و آسمان و بہشت و دوزخ خواہد متوجہ شدہ سیر آن مقام نماید و احوال آنجا دریافت نماید مرابل کہ مقام ملائکہ تعلق سازد۔ **ایضاً فیہ**۔ برائے کشف وقائع آئندہ اکابر این فریق طرق متعدد نوشتہ لہذا **ایضاً فیہ** ہر اسے را واز اہل الیہ کہ مراقبہ خواہد کرد نصیب ازان خواہد یافت ہر کہ ہذا اقیت اطلاع مراقبہ کند و بکمال رساند شائے ازاں اقیت فروے جلوہ گر خواہد بود ہر کہ مراقبہ ہم نمی کند اثرے از شان ہمہ را خواہد یافت[2]۔

ایضاً فیہ۔ ارباب این کمال وقتیکہ باصطفا و اجتبا رفائز مے شوند سہ فریق میگردند قومے بسبب کمال علو منصب خود التفاتے بانالۂ مصائب و استحلال مشکلات زوال ایشان سر بر نمیزند اگرچہ ادراپایۂ عرض حاجات ہم رسیدہ است بعد تکمیل دعائے او واجب الاجابت و تعوذ او واجب القبول گردیدہ و قومے دیگر در عرض حاجات و استحلال مشکلات وسعی در شفاعات سرگرم می باشند و قومے دیگر کہ قلیل شان اقتضائے استحلال مشکلات و شفاعت نمودہ الحاجات ملوث نمے شود

---

[1] صراط مستقیم ص ۱۲۱۔ [2] ایضاً ص ۲۳۳۔ [3] ایضاً ص ۲۳۲ [4] ایضاً ص ۲۹۳

لیکن زبان نمی کشایند اللہ تعالیٰ دعائے حالی ایشان قبول می فرماید و ایشان را بلکہ سائر عظماء را فی قرب لا مطلع می سازد کہ ایجاد این امر محض برائے استرضائے ایشان است و تنفیذ اقتضائے قلبی ایشان متحقق گردیدہ۔ انتہیٰ۔

دیکھو کہ اس کلام میں کیسی کیسی خرابیاں بھری ہیں۔ پہلے سید احمد کو لکھا کہ کمال مشابہت پر ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلوق کئے گئے تھے اس سے بے علمی ہے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ یہ کیا جرأت و بے ادبی ہے خلجان میں رکھے ایسی گمراہی سے۔ شفائے قاضی عیاض وغیرہ معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ کسی کو اُس کی بُرائی کے واسطے تشبیہ دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس بات میں کہ اُن پر کوئی بات جائز تھی۔ بہت بُرا ہے۔ اور مرتبۂ نبوت اور رسالت کی بے توقیری اور بے تعظیمی ہے۔ اُمی ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا اور بڑی فضیلت تھی۔ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب کے حق میں عیب ہے کہ سبب جہالت کا ہے اوروں کے حال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال سے کیا نسبت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شق قلب بسبب ہوا۔ کمال کا دوسروں کو سبب ہے ہلاک کا۔ اس کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر و اہانت ہے اور لوگوں نے ایسے کلام کرنے والے کو کافر بھی کہا ہے اور حکم کیا ہے قتل کا۔ یہ سب تفصیل شفا کی وجہ خامس اور وجہ سابع میں مذکور ہے۔

---

[1] والأمية في غيره نقيصة لانها سبب الجهالة وعنوان الغباوة فسبحان من باين امره من امر غيره وجعل شرفه فيما فيه محطة سواه وحياته فيما فيه هلاك من عداه هذا اشق قلبه واخراج حشوته كان تمام حياته وغاية قوة نفسه وثبات روعه وهو فيمن سواه منتهى هلاكه وحتم موته وفناته اه شفا شریف جلد ثانی مصری ص ۲۱۹۔ وجہ خامس میں ہے وقال ابو الحسن اليفاني شاب معروف بالخير قال لرجل شيئا فقال له الرجل اسكت فانك أمي فقال الشاب ليس كان النبي

دوسری[۲] خرابی یہ لکھا ہے کہ ایک مقام والوں کو احکام شرعیہ بے واسطہ پیغمبروں کے وحی باطنی سے معلوم ہوتے ہیں اُن لوگوں کو پیغمبروں کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور پیغمبروں کا ہم استاد بھی اور اُن کا علم بعینہٖ پیغمبروں کا علم ہے۔ مگر ظاہر کی وحی سے یعنی جبرائیل کے واسطے سے نہیں ملا اور اُن کو پیغمبروں کی سی عصمت بھی ملتی ہے دیکھو کیسا بے پردہ دعوٰی ہے۔ پیغمبری کا جب حکم و احکام ملت و شریعت اللہ تعالیٰ سے بے واسطہ پیغمبر کے ایک معصوم کو پہنچیں۔ پیغمبری میں کیا باقی رہا۔ جبرائیل کا واسطہ ہونا تو کچھ پیغمبری کا رکن نہیں۔ بلکہ یہ پیغمبری اُس سے بھی بڑی ٹھہری کہ جبرائیل بھی درمیان میں نہیں خدا ہی سے لیا دیکھو کہ شیعہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اُن کی بعض اولاد کرام کو معصوم کہتے ہیں۔ تمام اہل سنت اول سے آخر تک کیسا اُن پر طعن کرتے ہیں اور جو شیعہ کی تکفیر کرتے ہیں ایک سبب یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ غیر نبی کو معصوم کہتے ہیں واہ حضرت مرتضیٰ علی کے معصوم ہونے میں یہ کلام اور سید احمد معصوم صاحب وحی باطنی ہوں ہم استاد پیغمبر کے پھر اس دعوٰی کرنے والے کو جو شیعہ سے اچھا سمجھے وہ سُنّی نہیں ہے بلکہ نرا بیدین اور ختم نبوت کے معنی کا منکر۔

تیسرے[۳] لکھا کہ ایک مقام والوں کو مکالمہ اور مسامرہ کا خلعت ملتا ہے یعنے اللہ تعالےٰ سے باتیں کرتے ہیں اور لکھا کہ "گاہے کلام حقیقی ہم میشود" اور خاص سید احمد کے حال میں لکھا کہ۔

"خدا سے یوں پوچھا اُس طرف سے ہاتھ میں ہاتھ پکڑ کر یہ حکم ہوا اور حال یہ کہ

صلی اللہ علیہ وسلم اُمیًا فشُنِّع علیہ مقالہ وکفّرہ الناس واشفق الشاب بما قال واظہر الندم علیہ فقال ابوالحسن اما اطلاق الکفر علیہ خطأ لکنہ مخطیٌ فی استشہادہ بصفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمیا آیۃ لہ وکون ھذا اُمیا نقیصۃ وجہالۃ۔ (شفا شریف جلد ثانی مصری ص ۲۱۳)

شرح عقائد مجلالی میں لکھا ہے۔ والظاھر ان التکفیر فی المسئلۃ المذکورۃ بناءً علی دعوی المکالمۃ شفاھا فانہ منصب النبوۃ بل اعلی مراتبھا وفیہ ومخالفۃ ما ھو فی ضروریات الدین وھو انہ علیہ الصلاۃ والسلام خاتم النبیین علیہ افضل صلوٰۃ المصلین۔ یعنی جو دعوٰی کرے کہ میں اللہ کو دیکھتا ہوں دنیا میں اور اللہ مجھ سے باتیں کرتا ہے بالمشافہہ اس کا کافر کہنا اسی سبب سے ہے کہ خدا سے باتیں کرنے کا بالمشافہہ دعوٰی کیا کیونکہ یہ منصب پیغمبری کا ہے۔ بلکہ پیغمبری کے مرتبوں سے بہت بڑا مرتبہ ہے اور اس میں مخالفت ہے اُس بات کی کہ ضروریات دین سے ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ شفا[۱] میں بیان کلمات کفر میں لکھا ہے۔ وکذالک من ادعی مجالسۃ اللہ تعالیٰ ومکالمتہ۔ الغرض اس طرح کی بے دینیاں اُس کتاب میں اول سے آخر تک بہت بھری ہوتی ہیں۔ طول کے لحاظ سے ان تین باتوں پر کفایت کی بیدینی و گمراہی کے واسطے ایک عقیدہ کا فاسد ہونا کافی ہے۔ یہ سب ایک قسم کی بیدینی ہے یعنی خلاف عقائد اہل سنت کے دوسری قسم وہ ہے کہ صریح خلاف ہیں۔۔۔ تقویۃ الایمان کے وہاں جن باتوں کو کہ کفر و شرک لکھا ہے یہاں سب درست ہیں جیسے لکھا کہ ایک منصب والوں کو عالم مثال و شہادت میں تصرف کرنے کا ماذون مطلق کر دیتے ہیں۔ یعنی حکم عام دیتے ہیں کہ وہ دونوں عالم میں جو چاہیں سو کریں اور یہ لوگ اُن فرشتوں کے زمرے میں داخل ہوتے ہیں کہ تدبیر کرنے والے امر کے ہیں یہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے منصب کی بڑائی کا لحاظ کر کے مصیبتوں کے دور کرنے اور مشکلوں کے کھولنے کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اگرچہ رتبہ اُن کا ایسا ہے کہ اُنکی دعا کا مستجاب کرنا اور اُن کو اپنی پناہ میں لے کے قبول کرنا واجب ہو جاتا ہے اور ایک قوم لوگوں کی حاجتوں کے عرض کرنے میں اور مشکلوں کے کھولنے اور شفاعتوں

---

[۱] شفا شریف مصری جلد ۲ ص ۲۴۵۔

میں سعی کرنے میں مشغول ہوتے ہیں۔ ایک ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے دل میں مشکلوں کے کھولنے اور حاجتمندوں کی شفاعت کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ لیکن زبان سے نہیں کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دعائے حالی قبول کرلیتا ہے اور اُن کو بلکہ قرب کے محافل کے سب بڑے شخصوں کو خبردار کرتا ہے کہ یہ امر صرف انکی خدمتگذاری اور اُن کی خواہش دلی جاری کرنے کے واسطے پیدا کیا گیا ہے اور حُب ایمانی جب کمال کو پہنچتی ہے اس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی کفالت میں لے کر اپنی تدبیر تکوینی و تشریعی کا ہاتھ کر دیتا ہے۔ یعنی شریعت کے حکموں میں اور دنیا کی چیزیں پیدا کرنے میں جو اس نے کیا اللہ نے کیا وہ اللہ کا ہاتھ ہو گیا۔ اور جناب غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحوں میں ایک مہینہ تک جھگڑا رہا کہ دونوں امام سید احمد کو بالکل اپنی اپنی طرف کھینچ لینا چاہتے تھے۔ بعد ایک مہینہ کے صلح ہوئی۔ شرکت پر ایک دن دونوں امام سید احمد پر ظاہر ہوئے اور پہر بھر تک توجہ قوی اور تاثیر زور آور کی کہ اُسی ایک پہر میں دونوں طریقوں کی نسبت سید احمد کو حاصل ہوئی اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی قبر پر سید احمد مراقب ہوئے۔ اُنکی روح سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بڑی قوی توجہ کی۔ اُس کے سبب سے نسبت چشتیہ حاصل ہونا شروع ہوا اور واسطے کشف ارواح اور ملائکہ اور اُن کے مقامات کے اور زمین و آسمان کے مکانات اور بہشت و دوزخ کی سیر کیلئے اور لوح محفوظ پر اطلاع کے واسطے شغل دورہ کرے اُس شغل کی مدد و استعانت سے زمین و آسمان بہشت دوزخ کے جس مقام کا چاہے سیر کرے اور وہاں کا حال دریافت کرے اور وہاں کے لوگوں سے ملاقات کرے اور اللہ کے ناموں سے جس نام کا مراقبہ کمال کو پہنچاویگا۔ اُس نام سے حصہ اس کو ملے گا جو اللہ کی رزاقیت کا مراقبہ کمال کو پہنچاویگا اس میں ایک شان رزاقیت کی ظاہر ہوگی جو مجی کا مراقبہ کریگا اثر مردے

کو زندہ کرنے کی شان کا پاویگا۔ الحاصل اس قسم کی باتوں سے ساری کتاب بھری ہے جیسے تقویۃ الایمان میں تفریط حد سے زیادہ ہے یعنی وہ امور کہ انبیاء و اولیاء کے واسطے واقع ہیں اور شرعاً جائز سب کا انکار اور سب شرک و کفر ٹھہرائے۔ ایسے ہی صراط مستقیم میں افراط کو حد سے زیادہ کر دیا کہ غیر ممکن اور ممنوع باتوں کو بھی واقع و جائز کر دیا۔ پاس دین کا نہ ایمان کا۔ وہاں نہ یہاں۔ یہ جو میں نے نقل کیا تھوڑا سا ہے صراط مستقیم سے اور جو صراط مستقیم میں ہے تھوڑا سا ہے اس سے کہ مولوی اسمٰعیل زبانی بیان کیا کرتے تھے اور لوگوں کو خطوں میں لکھتے تھے سفر حجاز سے پھر کر جب جہاز سے اُترے ایک نامہ ایک مضمون کا ایک عبارت کا تمام مخصوصین کے نام شہر بشہر جاری کیا۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ جب سید صاحب سمندر کے کنارے پر گئے۔ روحانیت دریا کی حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ جو حکم ہو بجا لاؤں۔ فرمایا کہ میں تجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رکھتا۔ جب جہاز پر سوار ہوئے اللہ تعالےٰ نے کہا ہم اس جہاز کو غرق کریں گے تم اس پر سوار نہ ہو۔ سید صاحب نے پہلے ارادہ کیا اُس سے اترنے کا۔ پھر فرمایا کہ میں اُتروں اور لوگ جو اس پر سوار ہوں۔ ڈوبیں۔ یہ بات کچھ نہیں۔ جو ہو سو ہو۔ میں نہیں اُترتا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہمارا ارادہ مقرر تھا اس جہاز کو غرق کرنے کا مگر اب جو تم نہ اُترے تو میں غرق نہیں کر سکتا۔ جب سید صاحب پہنچے میقات پر اور غسل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو تیری خدمت میں مشغول ہیں سب کو ہم نے بخش دیا اور کچھ لوگوں نے لبیک کرنے میں تقدیم کی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جو تم پر تلبیہ میں سبقت کریگا۔ میں اس کی لبیک نہیں سنونگا اور حج کے بعد حکم ہوا کہ تیرے باعث سے ہم نے سب کا حج قبول کیا اور اس حج کی برکت سے ہند سے بخارا تک سب کو بخش دیا۔ اس خط کی خرافات کہاں تک لکھوں۔ لوگوں نے اُس خط میں گفتگو کی اور نوبت تحریر کی جانبین سے آئی۔ جرأت مولوی اسمٰعیل کی کیا بیان کروں کہ جب

لوگوں نے کہا اور لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے کہا کہ ہم اس جہاز کو غرق کریں گے پھر سید صاحب کے نہ اُترنے سے غرق نہ کر سکا۔ اس میں بہت سی قباحتیں ہیں کہ ایک اُن میں سے یہ ہے جس کے شیعہ قائل ہیں اور اہل سنت اس کو بُرا کہتے ہیں۔ مولوی اسمٰعیل درپے ہو گئے اُس کے ثابت کرنے کے عصمت کی طرح بے پردگی کا زور یہاں تک پہنچا کہ لطافت نام غلام سید احمد پر کہ ابھی تک زندہ تونک میں موجود ہے۔ . . .

. . . . . وحی آتی تھی اور اُسی حالت میں چادر سے ہاتھ باہر نکال کر میوہ محفل میں پھینکتا۔ سب حضرات دوڑ کر لیتے۔ اور کہتے کہ یہ بہشت کا میوہ ہے کبھی یہ بھی کہہ دیتا کہ اللہ تعالےٰ نے خاص سید صاحب کو بھیجا ہے۔ یا خاص مولوی اسمٰعیل کو دیا ہے۔ اس بات کو بڑے طمطراق سے سید صاحب کے مناقب میں بیان کرتے کہ صرف سید صاحب کی توجہ سے میاں لطافت صاحب کو یہ مرتبہ حاصل ہو گیا سید حمید الدین نام بھانجے سید احمد کے کہ آدمی صاف تھے اور بھی چند لوگ اس سوانگ کے شروع ہونے سے سید صاحب و مولوی اسمٰعیل سے گفتگو کیا کرتے تھے کہ یہ حرکت سخت بیجا ہے۔ یہ حضرات اُن کی بد اعتقادی سے ناخوش تھے۔ ایک روز کہ تقسیم بہشت کے میوے کی جو محفل وعظ میں لطافت کے ہاتھ سے اللہ تعالےٰ نے سید صاحب کو بھیجا تھا ہوئی۔ ایک چھوہارہ سید حمید الدین کے حصہ میں آیا۔ اُنہوں نے توڑا تو اس میں ایک کیڑا نکلا۔ اُنہوں نے اہل مجلس کو علانیہ دکھا کر پکارا کہ دیکھو صاحبو کہ بہشت کے میوے میں بھی کیڑے ہوتے ہیں۔ سید صاحب اُن سے بہت ناراض ہوئے۔ وہ غصہ کھا کر داؤ میں رہے۔ جب پھر اُس پہ وہ حال آیا۔ سید حمید الدین نے چند آدمیوں کو موافق کر کے بے تامل اُس کو پکڑ کر ننگا کیا۔ کرامات کھل گئی کہ ایک تھیلی رانوں کے بیچ میں چھوہاروں کی بھری بندھی تھی۔ وہ خبیث

لہ یعنی یہ "بداء" ہے جس کے رد و نفی قائل ہیں کہ کئی باتوں کا اللہ تعالےٰ کو پہلے علم نہیں ہوتا بعد میں ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ عن الاعتقاد الفاسدۃ ۱۲ ۲ یعنی ۱۲۶۵ھ تک جس وقت یہ کتاب

خوار و ذلیل ہوا۔

ان ہی سامانوں سے سیر و سیاحت کرتے پھرتے تھے کہ تیسیر[1] فساد برپا ہوا یعنے کتاب التوحید نجدیہ کی مراد آباد میں کہ وہاں پہلے سے کسی قدر اس مذہب کی گفتگو تھی ہاتھ لگی۔ اس مذہب کو پسند کیا اور تقویۃ الایمان تصنیف کی گویا اُسی کتاب التوحید کی شرح ہے۔ اس دین کی بڑی شہرت ہوئی اور عوام الناس بہت اس بلا میں پھنسے توہین و تحقیر انبیاء و اولیاء کی اور تکفیر تمام امت سلف و خلف کی خوب جاری ہوئی دیندار اہل علم جہاں تھے اُن کے فیض صحبت سے جو بچا سو بچا ورنہ اول وہلہ میں اکثروں کو اس طرف میل آگیا۔ بسبب شہرت اُن کے خاندان کے اور ناواقفی کے فن سیرت و حدیث سے۔ جب نوبت دہلی میں پہنچی۔ ہزاروں ہزار آدمی کہ شاگرد اور مرید دیکھنے والے صحبت یافتہ شاہ عبد العزیز صاحب اور مولوی رفیع الدین صاحب کے اور علم میں اُن سے زائد لوگ موجود تھے مولوی اسمٰعیل اور مولوی عبد الحی سے دست و گریبان ہوئے اور خواص نے فہمائش کی کہ اس سفر میں یہ نیا دین کیسا نکال لائے کہ اُس کی رُو سے تمہارے اُستادوں سے لیکر صحابہ تک کوئی کفر و شرک سے نہیں بچتا[2]۔ اور قبل اس سفر کے تم بھی اُسی طریقہ پر تھے اور وہی وعظ کہتے تھے اور فتوی لکھتے تھے جس کو اب شرک کہتے ہو۔ یہ دین میں فساد ڈالنا اور قرآن و حدیث میں تحریف کرنا اور خلائق کو گمراہ کرنا بہت بُرا ہے ہر چند نصیحت کی۔ کچھ سود مند نہ ہوئی۔ ناچار ہو کر سب نے انکار و ابطال کیا۔ مولوی مخصوص اللہ صاحب اور مولوی موسیٰ صاحب، مولوی رفیع الدین کے صاحبزادوں نے فتوے اور رسالے اُن کے رد میں لکھے۔ نوبت تکفیر تک پہنچی۔ مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی نے جزاہ اللہ خیرا کہ علم و فضل میں مولوی اسمٰعیل وغیرہ کو اُن سے

لہ ملاحظہ ہو رسالہ مبارکہ۔ اکمال الطامۃ علی شرک سوی بالامور العامۃ از اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز ۱۲ (شرف قادری)

کچھ نسبت نہیں۔ علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد ماجد سے کہ یگانۂ عصر تھے۔ حاصل کئے ہر طرح مولوی اسمٰعیل کے روبرو انکار و ابطال کیا اور تکفیر کی نوبت تحریر کی آئی مسئلہ شفاعت میں مولوی اسمٰعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی آخر کو عاجز و ساکت ہو گئے۔ اور تحقیق الفتوٰی فی رد اہل الطغوٰی کمال شرح و بسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا۔ اجمال اُس کا یہ ہے کہ مستفتی نے عبارت تقویۃ الایمان کی جو شفاعت میں ہے۔ سب نقل کر کے سوال کیا کہ یہ کلام حق ہے یا باطل اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استخفاف پر شامل ہے یا نہیں۔ اور شرعاً اُس کے قائل کا کیا حکم ہے تفصیل جواب کی چار مقام میں مولوی فضل حق صاحب نے بیان کی پہلا مقام شفاعت کی حقیقت اور اُس کے اقسام کے بیان میں۔ دوسرا مقام کلمہ لاطائل کے بیان میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مولوی اسمٰعیل کی زبان سے سرزد ہوا۔ تیسرا مقام ثابت کرنے میں اسکے کہ وہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استخفاف شان پر دلالت کرتا ہے چوتھا مقام اُسکے حکم میں اور چاروں مقاموں کو آیات و احادیث .... اور اقوال ائمہ دین سے جیسا چاہیئے مفصل اور مشرح بیان کر کے آخر میں لکھا

"چون ہر چہار مقام پیرایۂ انجام و اختتام یافت حالا خلاصۂ فتوٰی و جواب استفتا باید شنید کہ مستفتی در استفتاء سہ سوال کردہ۔ یکے آنکہ ایں کلام حق است یا باطل دوم آنکہ کلامش بر استخفاف و انتقاص شان واجب التوقیر حضرت سید الاولین و الآخرین افضل الانبیاء و المرسلین اشتمال دارد یا نہ سوم آنکہ بر تقدیر اشتمال و دلالت آن شفاعت بر استخفاف و انتقاص شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حال و حکم مرتکب آن شرعاً چیست و از روئے دین و ملت کیست جواب سوال اول این است کہ کلام قائل مذکور از سر تا پا کذب و زور و فریب و غرور است چہ او نفی سبب بودن شفاعت برائے نجات گنہگاران و نفی شفاعت

وجاہت و شفاعت محبت از آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حضرات سائر انبیاء و ملائکہ و اصفیاء میکند این اعتقاد او خلاف کتاب مبین و احادیث سید المرسلین و اجماع مسلمین است کما ثبت فی المقام الاول مفصلاً و قد بان بطلان بعض کلماتہ فی المقام الثانی معللاً۔ جواب سوال دوم اینست کہ کلام او بلا تردد و اشتباہ بر استخفاف منزلت و جاہ آن سرور مقربان بارگاہ حضرت الٰہ و انتقاص شان سائر انبیاء و ملائکہ و اصفیاء و شیوخ و اولیا اشتمال و دلالت دارد چنانکہ در مقام ثالث مذکور و فیما سبق مبرہن و مسطور است جواب سوال ثالث این است کہ قائل این کلام لاطائل از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بیدین است ہرگز مومن و مسلمان نیست و حکم او شرعاً قتل و تکفیر است و ہر کہ در کفر او شک آرد یا تردد ورزد ایں استخفاف را سہل انگارد کافر و بیدین و نامسلمان و ملعین ست الا در کفر بیدینی کمتر است از کسیکہ این کلام ضلالت نظام را صواب و مستحسن پندارد و اعتقاد این کلام را از عقائد ضروریہ دین شمارد و آنکس در کفر با قائل ہمسر بلکہ در استخفاف از و بالاتر است چہ او استخفاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و سائر انبیاء و اولیاء و ملائکہ را مستحسن داشت و آن را از ضروریات دین پنداشت و ہمچنان کسیکہ ظاہراً و باطناً پاسداری این قائل و ایں چنیں مسائل روا دارد و برائے حفظ حرمت او در اہل علم تاویلات دور از کار بروئے کار آرد چہ او نیز مرتکب استخفاف شان حضرت سید المرسلین شد کہ پاسداری بیدینے را بر احترام آن سید الانام علیہ التحیۃ والسلام رجحان داد و بخوف ملامت بلکہ بمقتضائے بدبختی و شامت در پئے اثبات آنچہ بر استخفاف دلالت دارد افتاد و این ہمہ کفر و زندقہ است و الحاد اعاذنا اللہ من ذالک بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد و از اثبات این مطالب در مقام رابع فراغ دست داد فقطع دابر القوم

الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین الحادل سواد ظلمت کفر شکست و
بیاض نور ایمان باشراق پیوست۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر والسلام
علی من اتبع الھدیٰ۔ مہرین و دستخط اکثر علماء کی اس پر ثبت ہوئیں۔

اور مجلس جامع مسجد کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ایک استفتاء مرتب ہوا۔ بمہر و
دستخط مولوی رشید الدین خان صاحب و مولوی فضل حق صاحب و مولوی مخصوص اللہ
صاحب و مولوی موسیٰ صاحب و مولوی محمد شریف صاحب و مولوی عبداللہ صاحب
و آخون شیر محمد صاحب کہ صبح کے وقت منگل کے دن انیسویں ربیع الثانی ۱۲۳۰ھ
کو کہ مولوی عبدالحی جامع مسجد میں وعظ کہہ رہے تھے۔ مولوی رشید الدین خان صاحب
و مولوی مخصوص اللہ صاحب اور مولوی موسیٰ صاحب مولوی رفیع الدین صاحب
کے صاحبزادے اور مولوی محمد شریف وغیرہم علماء و طلبہ خاص و عام حوض پر مجتمع
ہوئے۔ جب مولوی عبدالحی وعظ کہہ چکے عبیداللہ طالبعلم نے استفتاء پیش کیا کہ
اپنی مہر اس پر کر دیجئے۔ مولوی عبدالحی نے کہا میں نہیں مہر کرتا کہ میں کچھ نہیں جانتا
اُس نے کہا یہی لکھ دیجئے اور اصرار کیا۔ مولوی عبدالحی نے انکار کیا اور ملال ظاہر کرنے
لگے۔ مفتی محمد شجاع الدین علی خان صاحب نے کہا کہ اس کا تصفیہ ضرور ہے کہ بڑا
اختلاف پڑ گیا ہے۔ مرزا غلام حیدر شاہزادے طالب علم کی تکرار سے رنجیدہ ہوئے
اور مولوی عبدالحی وغیرہ کو جمع علماء میں واسطے مناظرہ کے لائے۔ مجمع بیشمار خاص و
عام امیر و فقیر کا ہو گیا۔ کوتوال بھی بندوبست کے واسطے آ گیا۔ پھر مولوی عبدالحی
نے فاضلوں سے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو۔ کسی نے کہا کہ آپ کے بلانے کے موافق کہ ہر
روز کہا کرتے تھے کہ جس کو تاب مناظرہ کی ہو ہمارے سامنے آئے۔ سُنکر چپ ہو گئے مولوی
مخصوص اللہ نے کہا کہ ہم بموجب حکم خدا کے آئے ہیں کہ حق ظاہر ہو جائے۔ مولوی موسیٰ
نے کہا کہ تم ہمارے اُستادوں کو بُرا کہتے ہو۔ بولے کہ میں نہیں کہتا۔ مولوی موسیٰ نے کہا کہ

یہ ایسے مسئلے نئے بتاتے ہیں کہ اُن سے تمہارے استادوں کی ثابت ہوتی ہے۔ پوچھا وہ کیا
ہے۔ کہا کہ مثلاً قبر کے بوسے کو شرک کہتے ہو اور ہمارے اکابر اس کے مباشر ہوتے تھے۔ مولوی
عبدالحی نے انکار کیا۔ کسی نے کہا لکھ دو۔ تاکہ تمہارے اوپر جھوٹ باندھنے والوں کی
تکذیب کی جائے۔ مولوی عبدالحی نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لکھ دیا "بوسہ دہندۂ
قبر مشرک نیست"۔ مولوی رشید الدین خان صاحب کے ہاتھ میں فتویٰ دیا گیا۔ اور
قریب مولوی عبدالحی کے آ بیٹھے۔ مولوی عبدالحی نے گلہ شکوہ ان سے شروع کیا کہ خان
صاحب مجھے آپ کی خدمت میں دوستی تھی۔ تم بر ملا مجھے ذلیل کرتے ہو۔ خانصاحب
نے فرمایا کہ ہم تمہارے اعزاز و اظہار کمال کے واسطے آئے ہیں۔ لوگوں نے مشہور کیا ہے
کہ تم مسئلے خلاف سلف کے کہتے ہو۔ اس سبب سے تم سے خلق کو وحشت ہے ایسے مجمع
میں مفتریوں کی تکذیب ہو جائیگی۔ مولوی عبدالحی شکوے ہی کی پریشان باتیں کرتے
رہے۔ خانصاحب نے فرمایا۔ کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ عبدالعزیز کی راہ، راہ جہنم
کی ہے۔ اُسی وقت گواہی سے بات ثابت ہو گئی۔ لوگ بُرا کہنے لگے۔ مولوی عبدالحی
نے بھی تبرا کیا بآواز بلند۔ اور مولوی رشید الدین خانصاحب سے کہا کہ مولانا عبدالعزیز
کی محبت اور اعتقاد علم و بزرگی میں میں مثل تمہارے ہوں۔ طحاوی اور کرخی کے برابر جانتا
ہوں۔ پھر استفسار شروع ہوا۔ ہر مسئلے کا جواب دیا کہ چند ان مخالف جمہور کے نہ تھا۔
مولوی اسمٰعیل نے پہلے ہی استفسار سے ارادہ کیا اُٹھ جانے کا۔ مولوی رحمت اللہ نے
کہا کہ فدوی تشریف رکھیے کہ جناب کے بھی دستخط اس تحریر پر ضرور ہیں۔ مولوی اسمٰعیل نے
کہا کہ میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔ میرے واسطے محتسب لائے مردود میرے
ساتھ سختی کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت میں سختی نہیں کرتا۔ عرض کرتا ہوں۔ پھر
مولوی اسمٰعیل نے کہا۔ میرے رسالہ کا جواب لکھ۔ مولوی رحمت اللہ نے کہا۔ رسالہ آپ کا
میری بغل میں ہے۔ اگر فرمائیے اسی مجمع میں جواب عرض کر دوں۔ غصہ کھا کر کچھ نہ کہا پھر

مولوی رحمت اللہ نے کہا کہ جواب عقلی لکھوں یا نقلی۔ کہا جیسا چاہیئے پھر مولوی رحمت اللہ نے کہا کہ رد جواب اس کا لکھو گے۔ کہا کہ میں کسی کا محکوم نہیں ہوں۔ مولوی رحمت اللہ نے کہا کہ نئے عقیدے اپنے دل کے بنائے ہوئے کسی سے نہ فرمایئے اور نہیں تو ابھی بحث کر لیجئے۔ مولوی اسمٰعیل اُٹھ بھاگے۔ اور چلتے ہوئے مولوی رشید الدین خان صاحب مولوی عبدالحی صاحب سے پوچھا گئے۔ وہ جواب دیتے تھے۔ ایسے کہ قدماء کے خلاف نہ تھے۔ تیرہویں سوال میں کہ بدعت کی بحث تھی۔ مولوی عبدالحی نے کہا کہ میرے نزدیک بدعت حسنہ بھی ہے گو اصل ہر بدعت کی بد ہے۔ مگر سبب نیکی کا اس میں ہو تو حسنہ ہو جاتی ہے۔ والا فلا۔ مولوی رشید الدین خانصاحب نے کہا کہ اصل ہر بدعت کی بد نہیں ہے بموجب حدیث۔

من سَنَّ سنة حسنة ومن سَنَّ سنة سيئة الحديث کے

اور حدیث من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه۔ اور حدیث .... من ابتدع بدعة ضلالة لا يرضاها الله۔ کہ ان تینوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نیا طریقہ نیک بھی ہوتا ہے۔ بد بھی اور خلاف رسول کی مرضی کے موافق بھی مخالف بھی۔ گمراہ بھی غیر گمراہ بھی۔ اسی سبب سے علماء نے کہا ہے کہ بعض بدعت واجب و مندوب و مباح۔ بعضے حرام و مکروہ۔ مولوی مخصوص اللہ صاحب نے کہا جس بدعت کی وجہ حسن و قبح کی ظاہر نہ ہو وہ کیا ہے۔ مولوی عبدالحی نے کہا سیئہ اُنہوں نے کہا اس تقدیر پر بدعت و مباح میں کیا فرق ہے۔ مولوی عبدالحی ساکت ہو گئے۔ کسی نے کہا کہ احکام خمسہ میں سے ایک حکم کم ہو گیا۔ پھر مولوی عبدالحی نے کہا کہ ہر بدعت کو بُرا اس واسطے کہتا ہوں کہ کُلُّ بِدْعَةٍ کا کلیہ ظاہر پر ہے اور مخصوص نہ ہو جائے۔ خانصاحب نے کہا کہ تخصیص سے کیا قباحت لازم آتی ہے اور عمومات میں تخصیص مشہور ہے۔ مولوی محمد شریف نے پڑھا۔ ما من عام الا

وقد خص منه البعض۔ خانصاحب نے کہا کہ تینوں حدیثیں مذکور بلا تخصیص کو چاہتی ہیں پس تخصیص ضرور ہوئی۔ مولوی عبدالحی نے کہا کہ اصل ہر بدعت کی قبح بعض علماء کا مذہب ہے۔ خانصاحب نے کہا کہ یہ قول حضرت مجدد صاحب کا ہے۔ مگر تمہارے مذہب سے نہایت دُور کہ اُن کے مذہب میں جس کی اصل شرع میں پائی جائے وہ سنت ہے بدعت وہی ہے کہ جس کی اصل نہ پائی جائے پھر مولوی عبدالحی نے غوطہ میں جا کر کہا کہ یہ قول نووی کا ہے۔ فتح المبین میں لکھا ہے۔ اُسی وقت فتح المبین شرح الاربعین امام نووی کی پیش کش کی گئی۔ عبارت اس مقام کی بآواز بلند مع ترجمہ پڑھی گئی پھر تو مولوی عبدالحی صاحب اچھی طرح سے قائل معقول[1] ہو گئے پھر اذان میں بعد دفن کے کلام ہوا۔ بعد کسی قدر تکرار کے کہا کہ میں کسی کو منع نہیں کرتا پھر کلام ہوا سوم کے فاتحہ میں بعد قیل و قال کے کہا کہ اگر اُس دن میں ثواب زیادہ جانتا ہے تو ممنوع۔ اور اگر ثواب زائد نہیں جانتا اور برعایت مصلحت کے کرتا ہے تو منع نہیں ہے۔ تمام ہوا خلاصہ نقل مجلس کا۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ ہر ایک مسئلہ میں ادنیٰ ادنیٰ آدمی سے قائل ہونے لگے اور اطراف و جوانب میں بھی یہ تقریریں اور تحریریں جا بجا پھیل پڑیں۔ سب پر ظاہر ہو گیا کہ مولوی اسمٰعیل کا طریقہ مخالف ہے تمام سلف صالحین کے اور اپنے خاندان کے بھی مخالف ہیں اور سبب اعتبار کا وہی نسبت خاندان کی تھی۔ جب اُس کے بھی مخالف ٹھیرے تو کچھ اعتبار نہ رہا اور ساری قلعی کھل گئی اور ہر ایک جگہ جو اہل علم تھے متوجہ ہوئے۔ ان کی بیدینی کے اظہار اور اُس کے رد لکھنے پر

---

[1] یہ مولوی عبدالحی صاحب کی سلامت طبع کی علامت ہے کہ حق واضح ہونے پر تسلیم سے گریز نہ کیا ورنہ آجکل کے مناظرین ایسا کوئی اور ہوتا تو میدان چھوڑ جاتا لیکن تسلیم نہ کرتا۔ شرف قادری

[2] اس میں غالباً سب سے زیادہ حصہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کا ہے آپ کی کل تصانیف ایک ہزار کے لگ بھگ۔ پچاس مختلف علوم و فنون پر حاوی ہیں چند ایک کے اسماء یہ ہیں (۱) سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح

عقائد وہابیہ خصوصاً امکان کذب کا رد بلیغ (۱۱) الکوکبۃ الشہابیۃ ستر وجہ سے امام وہابیہ پر اقوال فقہاء سے لزوم کفر ثابت کیا (۱۲) سل السیوف الہندیہ (۱۳) حسام الحرمین جس میں آفتاب سے زیادہ روشن طریقے سے حرمین شریفین کے علمائے متکلمین نے ختم نبوت اور گستاخانِ بارگاہِ الوہیت و رسالت پر حکم کفر و زندقہ صادر فرمایا (۱۴) سیف الجبار از حضرت سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول بدایونی قدس سرہٗ العزیز (۶) تقدیس الوکیل از مولانا غلام دستگیر قصوری (۷) الدرر السنیہ از شیخ الاسلام مولانا سید احمد بن زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ (۸) السیوف البارقہ علی رؤس الفاسقہ از امام الفقہاء والمحدثین مولانا محمد عبداللہ صاحب خراسانی (۹) تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان از مولانا احمد حسن پنجابی ثم کانپوری (۱۰) المرج الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی از مولانا محمد نبی بخش حنفی لاہوری (۱۱) شرح الصدور فی دفع الشرور مولانا مخلص الرحمان صاحب چاٹگامی (۱۲) میزانِ عدالت فی اثبات شفاعت از مولانا محمد سلطان صاحب کشکی (۱۳) ہادی المضلین از مولانا کریم اللہ دہلوی (۱۴) ازالۃ الشکوک جناب حکیم فخر الدین صاحب الہ آبادی (۱۵) صحیح الایمان مؤلفہ علمائے بریلی (۱۶) شرح تحفہ محمدیہ فی رد الفرقۃ المرتدیہ از مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی (۱۷) معبد الایمان، مولانا مخصوص اللہ ابن مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۸) ذوالفقار حیدریہ علی اعناق الوہابیہ مولانا سید حیدر شاہ صاحب (۱۹) رسالہ تحقیق توحید و شرک۔ مولانا محمد حسن پشاوری المعروف بہ حافظ دراز شارح بخاری و محشی قاضی مبارک (۲۰) رسالہ حیات النبی، مولانا شیخ محمد عابد سندھی مدرس بزرگ مدینہ منورہ (۲۱) گلزارِ ہدایت مولانا محمد صبغۃ اللہ مفتی مدراس (۲۲) تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ معلم رابع، مولانا محمد فضل حق خیرآبادی (۲۳) حجۃ العمل فی ابطال الجہل (۲۴) سو سوال و جواب، مولانا محمد موسیٰ دہلوی (۲۵) سلاح المؤمنین فی قطع الخارجین، مولانا سید لطف الحق ابن مولوی جلیل الحق قدرت اللہ قادری حسینی (۲۶) تحفۃ المسکین فی جناب سید المرسلین مولانا عبداللہ سہارنپوری (۲۷) رسم الخیرات مولانا خلیل الرحمٰن مصطفےٰ آبادی (۲۸) تحلیل ما اہل اللہ فی تفسیر ما اُہل بہ لغیر اللہ مولانا خلیل الرحمٰن ممدوح (۲۹) سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح

مولوی تراب علی لکھنوی (۳۰) سفینۃ النجاۃ، مولانا محمد اسلمی ساکن مدراس (۳۱) تنبیہ الضالین وہدایۃ الصالحین۔ جامع فتوی علمائے دہلی و حرمین شریفین (۳۲) قوت الایمان مولوی کرامت علی جونپوری (۳۳) احقاق الحق، مولانا سید بدرالدین صاحب حیدرآبادی۔ (۳۴) خیر الزاد، مولانا ابوالعلا محمد المقلب بہ خیر الدین مدراس (۳۵) نعم الانتباہ لرفع الاشتباہ۔ مولانا معلم ابراہیم خطیب جامع (۳۶) دفع البہتان فی رد بعض احکام تنبیہ الافسان، مولانا محمد یونس صاحب (۳۷) ہدایۃ المسلمین الی طریق الحق والیقین قاضی محمد حسین صاحب کوفی (تاریخ وہابیہ دیوبندیہ از مولانا منشی لعل خان صاحب مدراسی قدس سرہٗ سان کے علاوہ اور بے شمار کتب ہیں جن کے ذکر کے لئے الگ دفتر کی ضرورت ہے چند اور اسمار ملاحظہ ہوں۔

(۳۸) الدولۃ المکیۃ، علم غیب کے موضوع پر مبسوط عربی کتاب، حالت علالت میں صرف آٹھ گھنٹوں میں لکھی گئی۔ از اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی (۳۹) اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اہل بہ لغیر اللہ (۴۰) الفتوحات الصمدیہ، از شیخ الاسلام والمسلمین حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ (۴۱) وہابیہ کی امامت مولانا امام الدین قادری سیالکوٹی (۴۲) الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ از حضرت شیخ سلیمان بن عبدالوہاب قدس سرہٗ (محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بڑے بھائی)۔ (۴۳) احقاق الحق رد تقویۃ الایمان، مولانا نصیر احمد پشاوری تلمیذ رشید مولانا حافظ دراز صاحب (۴۴) سیف المقلدین، مولانا عبدالجلیل پشاوری (۴۵) اقناع النفیر علامہ محمد فضل حق خیرآبادی (۴۶) بوارق محمدیہ (۴۷) المعتقد المنتقد، مولانا فضل رسول بدایونی (۴۸) اذاقۃ الآثام، مولانا نقی علی خان۔ والد ماجد اعلیٰ حضرت بریلوی۔ (۴۹) انتصار الحق فی الرد علی معیار الحق، مولانا ارشاد حسین رام پوری (۵۰) سیف الابرار المسلول علی الفجار (فارسی)، مولانا عبدالرحمٰن سلہٹی (۵۱) جامع الشواہد لاخراج غیر المقلدین من المساجد، محدث جلیل مولانا وصی احمد سورتی (۵۲) الحق المبین فی نفی الظل والعینی، غزالیٔ زمان، علامہ احمد سعید کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ

ان ہی سببوں سے آگ اُن کے فتنے کی ٹھنڈی ہوگئی اور نئے دین والے بھی زبان دبا کر بات کرنے لگے اور توجہ بات بنانے میں ہوئی اور تقیہ جاری ہوا ہزاروں ہزار آدمی اُس طریقہ سے تائب ہوئے صرف وہی لوگ کہ جن کو سخن پروری کا پاس دین پر غالب ہوا۔ یا جن کو وہ پیشہ واسطہ ہوا دنیا پیدا کرنے کا۔ اُس طریق پر قائم رہے مگر نہایت ذلت وخواری کے ساتھ۔ اہل علم کی مجلسوں میں تقیہ سے گذارا کرتے۔

مولوی اسمٰعیل وغیرہ ارکان دین جدید نے بھی اس بحث کو کم کرکے وعظ کو منحصر کیا جہاد کی ترغیب پر اس حیلہ جمیلہ سے کہ امر محمود ہے۔ بہت لوگ اکٹھے ہوئے اور روپیہ جنس بھی جس کو توفیق ہوئی۔ بقدر حوصلہ دیا۔ ایک جماعت کے ساتھ گئے۔

بہاولپور (۵۴) جار المحی۔ حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان قدس سرہٗ (۵۵) طیب البیان رد تقویۃ الایمان۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی (۵۶) دلیوس المقلدین۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب (لاہور) (۵۷) موت کا پیغام۔ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہٗ (لائل پور) (۵۸) دیوبندی مذہب۔ ادیب کامل مولانا غلام مہر علی چشتیاں شریف (۵۹) سید احمد کی صحیح تصویر۔ مولانا وحید احمد مسعود۔ (۶۰) خون کے آنسو۔ خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی مدیر پاسبان آگرہ (۶۱) شواہد الحق۔ رئیس العلماء مولانا علامہ یوسف نبہانی بیروت (۶۲) وجیز الصراط۔ مولانا فیض عالم ہزاروی قدس سرہٗ (۶۳) انوار آفتاب صداقت مولانا قاضی فضل احمد انسپکٹر پولیس پنشنر لدھیانہ (۶۴) توضیح البیان۔ علامہ مولانا غلام رسول سعیدی (۶۵) مسائل اہل سنت۔ شرف قادری (۶۶) فاضل بریلوی۔ علمائے حجاز کی نظر میں۔ پروفیسر مسعود احمد۔ ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی سندھ (۶۷) اعلیٰ حضرت بریلوی کا مقام فقہ۔ اختر شاہجہانپوری (۶۸) شفاعت کی حقیقت۔ محقق کامل مولینا مہر الدین (لاہور) (۶۹) تاریخ وہابیہ دیوبندیہ مولانا منشی لعل خان مدراسی۔ تاریخ اعیان وہابیہ مفتی قاری محمد محبوب علی خاں لکھنوی۔ ۱۲ شرف قادری۔

افغانستان کو۔ اور سید احمد کو امیر المومنین بنایا اور سکھ پر جہاد کا عزم کیا مگر اُس میں بھی وہی پیشین گوئیاں کہ فلانی تاریخ رنجیت سنگھ رئیس کفرۂ سکھ امیر المومنین کے ہاتھ سے مارا جائیگا۔ اور فلانی تاریخ فلانا ملک فتح ہوگا اور نماز عید کی فلانے سال میں امیر المومنین جامع مسجد لاہور میں پڑھیں گے اور اللہ کا یوں حکم ہوا ہے اور لڑائی کے وقت توپ بندوق سکھوں کی بند ہو جائیگی۔ بلکہ بعضے افغان اسی شرط پر داخل بیعت ہوئے تھے جبھی مقابلہ ہوا۔ فقرائے کفرۂ سکھ کے سامنے سے جان بچا کر صاف بھاگ گئے۔ اور عار جہاد سے بھاگ جانے کی کہ بڑا گناہ کبیرہ ہے لختیار کی اور اہل پشاور کے مخالفوں سے مل کر مسلمانوں کا قتل و نہب کیا جب فوج سکھ متوجہ پشاور ہوئی۔ سنتے کے ساتھ بھاگ کر راہ پنجتار کی لی۔ پنجتار کا رئیس فتح خان نام اور سب افغان بہت تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور بیعت کی جہاد پر اور اطاعت و فرمانبرداری جیسے چاہیئے ویسی کی اپنے تمام ملک کا خراج بھی امیر المومنین کی سرکار میں داخل کرنا قبول کیا اور عامل حاکم اُن کے اپنے اپنے مکانوں پر مقرر کرا دیئے تحصیل و حکم ان کا جاری کرایا اور مقدور والوں نے جو بیچارے وہاں تھے اپنے گھر کے مال سے عورتوں کے زیور تک سے بھی دریغ نہ کیا۔ پاس ایمانداری کا جیسے چاہیئے وہ بجا لائے واقع میں افغان کی قوم دینداری کے باب میں بڑی مضبوط ہیں۔ دین کے نام پر ان کو جان دینا ایسا عزیز ہے کہ اوروں کو جان رکھنا۔ مولوی اسمٰعیل اتنی ہی حکومت کا تحمل نہ کر سکے۔ آپ سے باہر ہو گئے۔ تظلمات بھیجا اور دین جدید کے احکام جاری کر دیئے اور سید احمد کے نام پر صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ تجویز ہوا۔ اور سکۂ مہر کا یہ ٹھیرا اسمہٗ احمد اور جو صراط مستقیم میں سید احمد کو پیغمبر بنانے کی تمہید کر رکھی تھی۔ اُس کا اظہار شروع کیا اور فقہا پر لعن طعن و تشنیع کتب حنفیہ پر بڑھا کرنے لگے اور پٹھانوں کے ناموس و مال و جان سے تعرض شروع کیا۔ ہر چند معزز آدمیوں نے سمجھایا۔ نہ مانا۔ وہ بیچارے تنگ

ہوئے اور مشورہ کیا کہ ہم نے سکھ پر جہاد کے واسطے ان کو رئیس بنایا یہ لوگ جو معاملہ کافروں سے چاہیئے ہمارے اوپر جاری کرتے ہیں۔ سکھ کے مقابلہ میں اُس نامردی سے بھاگے اور مسلمانوں کے جان و مال پر اس قدر دلیری کرتے ہیں۔ دین و ایمان کا بھی ان کے کچھ ٹھکانا نہیں ہے۔ دفع کیا چاہیئے۔ مگر ایک بار پھر بھی یہ سب حال ظاہر کرنا چاہیئے چنانچہ عالموں اور سرداروں کو بھیجا جو کہنا تھا کہا۔ مگر مولوی اسمٰعیل نے ایک نہ سنی۔ آخر مسلمانوں نے جتنے کہ آدمی ہمراہی مولوی اسمٰعیل کے جہاں جہاں متعین اور ظلم اور اجرائے حکم دین جدید میں مشغول تھے۔ ایک مرتبہ سب کو مار ڈالا۔ فتح خان نے عذر کیا کہ میں اسی روز سیاہ کے واسطے کہتا تھا کہ حد اعتدال سے بڑھنا اور دین جدید کے احکام جاری کرنا اور لوگوں کے جان و مال و ناموس سے تعرض کرنا مناسب نہیں ہے اب کام ہاتھ سے نکل گیا کہ تمام ملک پھر گیا کچھ اس کا تدارک نہیں ہو سکتا مگر تم کو اس ہلاکت سے بچا کر باہر نکالے دیتا ہوں۔ پھر جو کچھ مقدر میں ہوگا ظہور میں آئے گا سید احمد اور مولوی اسمٰعیل وغیرہ چند آدمیوں کو کہ ہمراہ تھے۔ اُس ملک کی حد سے باہر نکال کر اپنے ملک کی رعایا کی استمالت اور انتظام کے واسطے پھرا۔ سید احمد وغیرہ بھاگے جاتے تھے کہ عین بھاگنے کی حالت میں ایک جماعت وہاں پہنچی کہ اُن سب کو مار ڈالا۔ کوئی کہتا ہے کہ سکھ تھے کوئی کہتا ہے پٹھان تھے۔ اُن میں سے کوئی نہ بچا اور جو اکثر بھاگ کر آئے سو ملک پنجتار سے تھے اور وہ صدمہ کہ بالیقین مظلوم مسلمانوں کے ہاتھ سے اُٹھایا۔

اب سید احمد کے اُمتی لوگ مختلف ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ رجعت کرینگے یعنی پھر کر آئیں گے اور جو وعدے کئے ہیں سب کو سچ کریں گے۔ کوئی کہتا ہے کہ فلانے پہاڑ پر زندہ موجود ہیں مگر خلق کی نگاہ سے چھپے ہوئے ہیں۔ اور جس پر چاہتے ہیں۔ ظہور کرتے ہیں اور بشارتیں بھیجتے ہیں۔ اس قسم کے آدمیوں کو رائے اپنی آنکھ

سے دیکھا اور اُن سے یہ خرافاتیں سُنیں۔ بعضے خبیثوں نے ان دنوں میں افترا کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ایک عبارت وضعی کو نسبت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ یہ ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی امتی رجل اسمہ احمد خلقہ کخلقی لیس خلقہ کخلقی ویکون خلیفۃ اللہ فی الارض فیقاتل الکفار فیغیب بعد فتح قلیل عن الناس الا ما شاء اللہ ولھم درجات الصدیقین ثم یخرج رجل من خلفائہ المشرق ویبایع الناس علی غیبۃ الامام ویومئذ وقع النزاع بین الناس فی التامین ینکرہ الناس ویخالفون فیہ الا انھم یھود ھذہ الامۃ انا بری منہ وھم بریئون منی ثم یخرج بعد عشر ولبضع سنین یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما کانت ملئت جوراً وظلماً من باشرہ فی القتال الاول کانت لھم درجات اھل بدر شھداء اھل بدر اخرجہ البیھقی فی دلائل النبوۃ۔

دیکھو ایسا صریح افترا اور جرأت کتاب کے نام لینے کی اور لیاقت یہ کہ عبارت بھی قاعدۂ عربیت سے درست نہیں۔ الغرض سید احمد اور مولوی اسمٰعیل کے مرنے سے یہ ہنگامہ فرو ہو گیا تھا۔ مولوی اسحٰق کے باعث سے پھر کچھ کچھ بھڑک اُٹھا۔ طریقہ اُس کا یوں ہوا کہ بعد مرنے شاہ صاحب کے مولوی اسحاق اُن کے وارث و جانشین ہوئے۔ وعظ و فتوٰی میں موافق تسلف کے تھے اور مذہب اسمٰعیل کے مخالف اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے فتوے موجود ہیں مگر آدمی نہایت سادے سیدھے سلیم تھے کسی طرح کی قوت اور حرکت اُن کی طبیعت میں نہ تھی۔ جیسا علم ویسا ہی بیان سلامت روی سے بسر اوقات کرتے تھے جب اُنکے داماد مولوی نصیر الدین امیر المومنین بنے اور فکر و تدبر طلب تحصیل روپیہ کی مولوی اسحاق سے متعلق ہوئی۔ اسمٰعیلیہ طریق کے لوگوں کا اُنکے یہاں دخل ہوا

اور اُن کی تالیف و ملا ناضرور پڑا۔ وہ لوگ اس کام کے بڑے بانی کار تھے۔ اس اختلاط کے باعث کسی قدر وہ بھی جھکے اور باتیں گول گول کہنے لگے تاکہ دونوں فریق راضی رہیں اور اُن کی کم گوئی کے سبب ایک مدت تک پردہ پڑا رہا پھر ظاہر ہو چلا۔ باہر والے اور جن کو کم ملاقات تھی۔ ویسے ہی معتقد رہے اور کثرت صحبت والے اس بات کو پاکر بھڑک گئے۔ آخر کو غلبہ اسمٰعیلیہ کا اُن کے مزاج پر ہو گیا۔ اور بھی اسمٰعیلیہ لوگوں کا اُن پر ایک اور بڑا دباؤ ہو گیا۔ وہ یہ کہ بسبب فوج کشی انگریزوں کے کابل وغیرہ پر اس ملک میں تخلل پڑا اور روپیہ جو جہاجنوں کے ذریعہ سے اُس طرف کو بھیجا تھا مارا گیا۔ اور مولوی نصیر الدین مر گئے۔ جہاجنوں سے وہ روپیہ لینا منظور نہ کیا اور حاجت ہوئی عدالت میں نالش کرنے کی۔ چنانچہ تا صدر الہ آباد وہ مقدمے پہنچے۔ اور مولوی اسحاق نے ڈگریاں حاصل کیں۔ چونکہ وہ روپیہ اور بہت سا روپیہ کہ ابھی پہنچا نہ تھا لایا ہوا اُنہیں اسمٰعیلیہ کا تھا۔ اُن سے ہر طرح کا دغدغہ اور محل خوف تھا۔ اُن ایام میں مولوی اسحاق کی اسمٰعیلیت اور بھی بڑھ گئی اور اُن کی کتابوں میں اگرچہ اسمٰعیلیہ کا سا زور و شور نہیں ہے اور بہت تنزل ہے یعنے بعضی باتوں کو کہ مولوی اسمٰعیل مطلق کفر و شرک کہتے ہیں۔ مولوی اسحاق اُن میں سے کسی کو مکروہ کسی کو حرام کسی کو جائز کسی کو مختلف فیہ کہتے ہیں کسی میں تفصیل کرتے ہیں کہ ایک طرح درست اور ایک طرح نادرست۔ مگر جو اصل نجدیہ کی باتیں ہیں وہ اُن کے کلام میں ہیں۔ کوئی کھلی ہوئی کوئی دبی ہوئی۔ ایک اور بڑا پردہ اُن کی کتابوں کی عیب پوشی کا یہ ہوا کہ ہر جگہ سے نقل و سند لے آئے۔ ہر مسئلہ پر حدیث و تفسیر و فقہ و تصوف کی کتابوں سے اور کتابوں کی عبارتیں لکھ دیں اور یہ بات اسمٰعیلیہ میں نہ تھی۔ ظاہر میں دیکھنے والوں نے سمجھا کہ یہ تو موافق ہیں سلف کے اور اُن کی سند لاتے ہیں۔ یہ تو سُنی مسلمان ہیں۔ نجدی اسمٰعیلی نہیں ہیں جب یہ کتابیں اہل تحقیق کی نظر سے گذریں نقل کو مطابق کیا۔ اصل سے تو عجب گل کھلا کہ تغیر تصرف و کمی و بیشی ان میں بہت ہے اور نقل مطابق اصل کے نہیں ہے کہیں

ایک فقرہ بیچ میں سے اڑا دیا۔ کہیں بڑھا دیا۔ کہیں قول مردود کی نقل پر کفایت کی۔ کہیں نقل کی، اصل ہی نہیں۔ اور دونوں کتابیں یعنی مائۃ المسائل و اربعین میں باہم اختلاف اس طرح کی خرابیاں اور رسوائیاں ان کتابوں میں بہت ہیں اہل[1] تحقیق کی کوششوں سے یہ حال سب ظاہر ہوا اور مشہور ہو گیا ہے۔

دوسرا باب

نجدیہ کے عقائد کے بیان میں

اس مذہب میں چند رسالے لکھے گئے کہ علمائے اسلام نے سب کا رد کیا سب سے بڑا کتاب التوحید ہے تصنیف محمد بن عبد الوہاب کی اس کے رد کا نام ہدایۃ مکیہ ہے اور اُسی محمد بن عبد الوہاب نے اپنی کتاب کو مختصر کیا۔ اُس میں بھی اصل مطلب سب موجود ہے۔ وہی کتاب التوحید صغیر پہلے دن مکہ معظمہ میں گئی کہ علمائے مکہ نے اس کا رد لکھا۔ اور تقویۃ الایمان گویا اُسی کا ترجمہ و شرح ہے۔ راقم اسی کا ترجمہ لکھ کر بعد پڑھانے لفظ فائدہ کے اشارہ کر دیگا کہ تقویۃ الایمان میں بھی یوں ہی لکھا ہے۔ اُس کے بعد نقل کریگا۔ کلام علمائے مکہ کا کہ دونوں کے رد کے واسطے کافی ہوا و بعد ترجمہ کے لفظ فائدہ کا بڑھا کر تائید اُس کی کرے گا۔ شاہ عبد العزیز وغیرہ مولوی اسمٰعیل کے بزرگوں کے اقوال سے۔

نجدی نے کہا۔ اما بعد فھذا تفصیل لما اجملہ و تلخیص لما فصلہ المولی المستطاب امیر المؤمنین امام الموحدین الشیخ عبد الوھاب طوبی لہ وحسن مآب اقتصرنا لہ من کتابنا الکبیر لتسھیل الضبط علی کل قاری من الکبیر والصغیر مرتب علی بابین الباب الاول فی رد الشرک والباب الثانی فی رد البدعۃ۔

الباب الاول۔ فی رد الشرک وفیہ خمسۃ فصول الفصل الاول۔ فی تحقیق الشرک وتقبیحہ وتقسیمہ۔

[1] حضرت سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول بدایونی نے مائۃ مسائل وغیرہ کے رد میں تصحیح المسائل وغیرہ تصنیف فرمائی ہے۔

ترجمہ۔ لیکن پس یہ تفصیل ہے اور تلخیص ہے اُس کی کہ مولا پاک امیر المومنین امام الموحدین شیخ عبدالوہاب نے اُسے اجمال و تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہم نے اپنی بڑی کتاب سے اختصار کیا۔ کہ ہر چھوٹے بڑے پڑھنے والے پر اس کا ضبط آسان ہو۔ مرتب ہے دو باب پر۔ پہلا ردّ شرک میں دوسرا ردّ بدعت میں۔ پہلے میں پانچ فصلیں ہیں پہلی فصل شرک کی تحقیق اور بُرائی اور تقسیم میں۔

علما مکہ معظمہ نے کہا۔ اما بعد فقد ورد الصحیفة الردیة اعنی الرسالة النجدیة ضحوة الجمعة سابع شهر المحرم سنة ۱۲۲۱ھ بحرم الله المحترم و بیت الله المکرم وجند شیاطین النجد الیها قاصدة علی نیات خبیثة وعزائم فاسدة والاخبار موحشة غیر راشدة وما فعلوا بالطائف من القتل والنهب والسبی وهدم مسجد عبد الله بن عباس رضی الله عنه ینبئ باسلاتهم فی البلد الامین فاجتمع علما مکة المعظمة زادها الله شرفا بعد صلوة الجمعة عند باب الکعبة واکبوا علی مطالعة الرسالة النجدیة لیحقق ما فیها من الغی والضلال وامرنی المدبر و انا احمد بن یونس الباعلوی بکتابة ما قالوا رحمهم الله تعالی۔

ترجمہ۔ لیکن بعد حمد و صلوٰۃ کے پس آیا بُرا صحیفہ یعنی نجدیہ کا رسالہ اول وقت جمعہ کے دن ساتویں محرم ۱۲۲۱ھ کو اللہ کے بزرگ گھر میں اور لشکر نجد کے شیطانوں کا اللہ کے گھر کی طرف قصد کرنے والا ہے۔ ناپاک نیت اور بُرے ارادے سے اور خبریں بڑی وحشتناک ہیں اور طائف میں جو انہوں نے کیا لُوٹنا اور مار ڈالنا اور قید کرنا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مسجد ڈھا دینا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں بھی بے ادبی کریں گے پس علمائے مکہ معظمہ کے اکٹھے ہوئے بعد نماز جمعہ کے کعبہ کے دروازے کے آگے اور نجدیہ کے رسالے کے دیکھنے پر مصروف ہوئے کہ اُس کی گمراہی تحقیق کریں اور مجھ کو کہ احمد بیٹا یونس باعلوی کا ہوں مدبر نے حکم کیا کہ علماء جو اس پر کلام کریں لکھتا جاؤں پس شروع کیا میں نے لکھنا اُس کا کہ عالموں نے کہا۔

اللہ تعالیٰ اُن پر رحم کرے ـــ قال النجدی

اعلموا ان الشرك قد شاع فی هذا الزمان وذاع والامر قد ال الی ما وعد الله وقال ومایؤمن اکثرهم بالله الا وهم مشرکون

جانو کہ تحقیق شرک اس زمانہ میں پھیل رہا ہے اور جیسا اللہ نے وعدہ کیا۔ ویسا ہی ہو گیا اللہ نے کہا تھا اور نہیں مسلمان اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں۔

فائدہ۔ تقویۃ الایمان کے پہلے باب میں یہی بیان کیا لمبی تقریر سے خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں

ومایؤمن اکثرهم بالله الا وهم مشرکون

اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں۔

یعنی اکثر لوگ کہ دعوٰی ایمان کا رکھتے ہیں۔ سو شرک میں گرفتار ہیں۔

قالوا فی هذا الکلام انواع من الفساد منها ان الاٰیة الکریمة بیان الحال لا وعد فی الاستقبال وکفی حجة علی ذلك سوق المقال قال الله تعالی وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین وما تسألهم علیه من اجر ان هو الا ذکر للعالمین ٥ وکاین من اٰیة فی السموٰت والارض یمرون علیها وهم عنها معرضون وما یؤمن اکثرهم بالله الا وهم مشرکون اَفَاَمِنُوا ان تأتیهم غاشیة من عذاب الله او تأتیهم الساعة بغتة وهم لا یشعرون۔

کہا علمائے اسلام نے نجدی کے اس کلام میں بہت طرح کے فساد ہیں ایک اُن میں سے یہ کہ آیۂ کریمہ حال کا بیان ہے نہ وعدہ ہے آگے کا جیسے نجدی نے ٹھیرایا اور دلیل کافی اس بات پر سوق کلام ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہیں اکثر آدمی اگرچہ بہت خواہش ہو تیری مومن اور نہیں مانگتا تو اُن سے اُس پر اجر نہیں ہے مگر وہ نصیحت واسطے سارے عالم کے اور بہت نشانیاں ہیں آسمان اور زمین میں کہ اُن پر گذرتی ہیں اور اُن نشانیوں سے وہ منہ پھیر لیتے ہیں اور نہیں کہتے اللہ کو خالق اکثر اُنکے مگر یہ کہ وہ شرک کرتے ہیں غیر کی عبادت کر کے کیا نڈر ہوئے کہ آجائے اُن پر ڈھانک لینے والی آفت

اللہ کے عذاب سے یا آجائے اُن کو قیامت اچانک اور وہ خبر نہ ہو۔ فقط۔ دیکھ انصاف کر نجدی کے کلام میں یہ

ومنها ان المراد بالایمان فی قوله تعالٰی یؤمن لیس بالمعنی الشرعی بل المراد منه قول خالقیة الله تعالٰی کما کان حال المشرکین من قریش عن ابن عباس فی تفسیر هذه الآیة ولئن سألتهم من خلقهم ومن خلق السمٰوٰت والارض لیقولن الله فذالك ایمانهم وهم یعبدون غیره فذالك شرکهم اخرجه البخاری وغیره ولما قال اهل السنة ان الایمان هو التصدیق اوردالمعتزلة هذه الآیة ردًا علی اهل السنة علی فهم انها تدل علی اجتماع الایمان مع الشرك مع ان الشرك لا یجتمع مع التصدیق بجمیع ما جاء به النبی صلی الله علیه وسلم فان التوحید ایضًا منها فاجاب اهل السنة بان المراد بالایمان لیس ههنا بالمعنی الشرعی وهذا التفصیل مذکور فی کتب التفسیر والعقائد فما قال الملعون النجدی تفسیر بالرای علی خلاف التفسیر الصحیح المروی فی الصحاح وشذ فخالف من الجماعة

کہ مراد ایمان سے یؤمن میں ایمان بمعنی شرعی نہیں ہے بلکہ مراد ایمان سے اللہ کا خالق کہنا ہے۔ جیسا کہ مشرک قریش کے کہتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے کہ انہوں نے کہا اگر تو اُن سے پوچھے کہ کس نے پیدا کیا اُن کو اور آسمان وزمین کو تو کہتے ہیں اللہ نے پس یہ اُن کا ایمان ہے سو وہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے غیر کی یہ اُنکا شرک ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں یہ حدیث ہے اور جب اہل سنت نے کہا کہ ایمان تصدیق ہے معتزلہ اہل سنت پر رد میں اس آیت کو لائے یہ سمجھکر کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جمع ہونا ایمان کا ساتھ شرک کے باوجودیکہ شرک تصدیق کے ساتھ جمع نہیں ہوتا کیونکہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم لائے اُس میں توحید بھی ہے۔ اہل سنت نے جواب دیا کہ مراد ایمان سے یہاں معنی شرعی نہیں ہے یہ تفصیل عقائد وتفسیر کی کتابوں میں مذکور ہے پھر جو ملعون نجدی نے کہا وہ تفسیر ہے اُس کی رائے سے خلاف تفسیر صحیح کے اور جماعت کے مخالف۔

فائدہ۔ حاصل آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالٰی بیان فرماتا ہے۔ حال اُن لوگوں کا کہ باوجود حرص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان لانے والے نہیں ہیں اور اُن کا اللہ کو خالق

کہنا ساتھ عبادت غیر کے مفید نہیں[1] نہ کہ یہ مسلمان مشرک ہیں یا آگے کو مسلمان مشرک ہوں گے۔

قال النجدی وظهر ما قال رسول الله لا تقوم الساعة حتی تلتحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاوثان رواه الترمذی وعن عائشة قالت سمعت رسول الله یقول لا یذهب اللیل والنهار حتی تعبد اللات والعزّٰی فقلت یا رسول الله انی کنت لاظن حین انزل الله هو الذی ارسل رسوله بالهدٰی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون ان ذالك سیکون با تا قال انه سیکون ما شاء الله ثم یبعث الله ریحا طیبة فتوفی من کان فی قلبه حبة من خردل من ایمان فیبقی من لا خیر فیه فیرجعون الی دین اٰبائهم رواه مسلم فانا نری عامة مؤمنی هذا الزمان مشرکا

اور کہا نجدی نے ظاہر ہوا وہ جو کہا تھا رسول اللہ نے کہ نہیں آئیگی قیامت یہاں تک کہ مل جائیں کتنی قومیں میری امت سے مشرکوں میں اور یہاں تک کہ پوجنے لگیں کتنی قومیں میری امت سے اوثان کو روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے عائشہ سے روایت ہے میں نے سنا پیغمبر خدا سے کہ کہتے تھے نہیں قیامت آئیگی یہاں تک کہ پوجے جائیں لات وعزّٰی سو میں نے کہا یا رسول اللہ میں جانتی تھی جب اتاری اللہ نے آیت هو الذی ارسل رسوله الخ یعنی کہ دین حق کا غلبہ آخر تک رہیگا۔ فرمایا کہ جتنک اللہ چاہے گا رہیگا پھر بھیجے گا اللہ ایک ہوا اچھی سو مر جائیگا جس کے دل میں رائی کے دانے بھر ایمان ہوگا پھر رہ جائیں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جاویں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے سو ہم دیکھتے ہیں اس زمانہ کے سارے مسلمانوں کو مشرک۔

فائدہ۔ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔

---

[1] یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور کے زمانے کے مسلمان مشرک ہیں یا آئندہ مسلمان مشرک ہوں گے ۱۲

قالوا ایها الشقی الغبی الغوی ان کنت مستیقنا ان هذا الزمان هو الزمان الموعود فی هذه الاحادیث فانت وابوك وجندك علی علمك قطعا ممن لاخیر فیه ورجعوا الی دین آبائهم ولیس فی قلبك وفی قلب جندك حبة من خردل من الایمان فان من کان فی قلبه حبة من خردل من الایمان فقد توفی فکیف تدعی الایمان لنفسك ولابیك وجندك وکیف کان ابوك امیر المومنین ونحن نقول کما قال الجماعة ان هذا حال اشرار الناس الذی لاتقوم الساعة الا علیهم ولیس هو بزماننا قطعا فان شیئا من الآیات الکبری لم توجد الی الآن فنحن بفضل الله تعالی نؤمن بالله ورسوله۔

کہا علمائے اسلام نے اے شقی بیوقوف گمراہ اگر تجھ کو یقین ہے کہ یہ زمانہ وہی زمانہ موعود ہے۔ پس تو اور تیرا باپ اور تیرا لشکر تیرے علم و حکم کے موافق نرے بے ایمان باپ دادے کے دین پر پھرے ہوئے ہیں۔ کیونکہ جن کے دل میں رائی کے دانے بھر ایمان تھا وہ تو مر گئے پھر تو اپنے اور اپنے لشکر اور اپنے باپ کے ایمان کا دعوی کیوں کرتا ہے اور تیرا باپ کیونکر امیر المومنین ہوا اور ہم کہتے ہیں جیسا کہ کہا جماعت نے کہ حدیث شریف میں بیان ہے حال اُن لوگوں کے کہ قیامت نہ آئے گی۔ مگر اُن پر اور وہ یہ زمانہ نہیں ہے۔ یقینی کیونکہ کوئی بڑی علامتوں قیامت سے ابھی تک نہیں پائی گئی پس ہم اللہ کے فضل سے ایمان لانے والے ہیں اللہ اور رسول کے ساتھ۔

قال النجدی فواحد یعبد النبی ومتبعیه حیث یعتقدهم شفعاءه واولیائه وهذا اقبح انواع الشرك

پس کوئی پوجتا ہے پیغمبر کو اور پیغمبر کے پیروؤں کو اس طرح کہ اُنکو اپنا شفیع و ولی اعتقاد کرتا ہے اور یہ بدترین انواع شرک کا ہے۔

فائدہ لا تقویۃ الایمان میں آیۂ کریمہ والذین اتخذوا من دونہ اولیاء کے بعد لکھا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حامی سمجھے گو کہ یہی جان کر اُس کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے۔ اور

جھوٹا اور اللہ کا ناشکرا اور آیۂ کریمہ قل من بیدہ ملکوت کل شیئ کے بعد لکھا۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے۔ بلکہ اُسی کی مخلوق اور اُسی کا بندہ سمجھتے تھے اور اُن کو اُس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ثابت کرتے تھے مگر یہ پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور اُن کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی اُن کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔

قالوا معاذ الله ان یکون اعتقاد شفاعة النبی ومتبعیه وولایتهم شرکا وعبادة اما تفهم ایها الملعون ان الاعتقاد اذا ثابت بالقرآن کیف یکون شرکا قال الله تعالی انما ولیکم الله ورسوله والذین آمنوا فان حزب الله هم الغالبون ۵ واثبت الصحابة ومن بعدهم فی قوله تعالی فما تنفعهم شفاعة الشافعین ۵ وما لهم فی الارض من ولی ولا نصیر ۵ ثبوت الشفاعة والولایة والنصرة للمؤمنین والا لما کان لنفی نفعها عن الکافرین عند قصد تقبیحهم معنی وهذا یذکر علی سبیل التفصیل فی التفسیر والعقائد فی ذیل قولهم الشفاعة حق والبحث مع المعتزلة المنکرین وثبت فی الحدیث

کہا علمائے اسلام نے معاذ اللہ کہ پیغمبر اور پیغمبر کے پیروؤں کی شفاعت اور ولایت کا اعتقاد شرک و عبادت ہو۔ اے ملعون کیا تو نہیں سمجھتا کہ جو چیز قرآن سے ثابت ہے اس کا اعتقاد کیونکر شرک ہوگا اللہ تعالی نے فرمایا ہے نہیں ہے ولی تمہارا مگر اللہ اور اللہ کا رسول اور جو ایمان لائے پس بیشک اللہ کے گروہ وہی غالب ہیں اور قرآن شریف میں جو اس طرح کی آیتیں ہیں کہ نفع نہ کریگی کافروں کو شفاعت اور اُن کا کوئی ولی و نصیر نہیں سو پیغمبر خدا کے اصحاب نے اور انہوں نے جو بعد اُنکے ہوئے انہیں آیتوں سے ثابت کیا شفاعت و نصرت و ولایت کو واسطے مسلمانوں کے کیونکہ اللہ تعالی کافروں کی برائی میں فرماتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو نافع ہے اور اگر نہیں تو خاص کافروں کی کیا برائی ہوتی۔ یہ بات تفسیر کی کتابوں ان آیتوں کے بیان میں اور عقائد کی کتابوں میں جہاں لکھتے ہیں۔

عن الضحاك قال قال لی ابن عباس احفظ عنی کل شیئ فی القرآن ومالهم فی الارض من ولی ولا نصیر فهو للمشرکین واما المؤمنون فان اکثر شفعآئهم وانصارهم فنقول کان النجدی اقر بانه لیس من المؤمنین وهذا صدق لا مریة فیه۔

الشفاعة حق اور بحث کرتے ہیں معتزلہ سے کہ وہ منکر ہیں شفاعت کے بہ تفصیل مذکور ہے اور حدیث میں ثابت ہوا ضحاک سے کہا اس نے کہ کہا مجھ سے ابن عباس نے کہ یاد کر لے مجھ سے کہ جہاں قرآن میں آیا ہے ومالهم فی الارض من ولی ولا نصیر پس واسطے مشرکین کے ہے اور لیکن مومن پس ان کے شفیع ونصیر بہت ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ گویا نجدی نے اقرار کیا کہ وہ مومنین سے نہیں ہے اور یہ سچ ہے اس میں کچھ شک نہیں۔

فائدہ۔ شاہ عبدالعزیز لا یقبل منها شفاعة کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

درین جا باید دانست کہ معتزلہ بایں آیت در نفی شفاعت تمسک میکنند ومیگویند کہ روز قیامت شفاعت نہ خواہد شد لیکن نمی فہمند کہ درین آیت نفی شفاعت از طرف کسی است کہ ہرگز شکر نعمت الٰہی نکردہ باشد وآن نیست مگر کافر وشفاعت در حق کافر بالاجماع مقبول نیست۔

ایضاً فیه۔ آیات وحدیث بسیار دلالت بر وقوع شفاعت میکنند پس تخصیص این آیت لابد است۔ اور بھی اس میں ہے۔

احادیث معتبرہ بیان کردند کہ غیر از کافر دوحق ہمہ اہل معاصی حکم بشفاعت خواہد شد پس معلوم شد کہ محروم مطلق از شفاعت کافر است وبس مناسب مقام ہم نفی ہمیں شفاعت است زیرا کہ ایں کلام برائے رد خیال فاسد اہل کتاب وہم مشرکان ایشان است کہ مے دانند کہ باوجود کفر نزدیکان ما از عذاب خلاص خواہند ساخت انتہی ملتقطاً۔

قال النجدی وهو کان کفر مشرکی زمن النبی حیث قال الله تعالٰی و

کہا نجدی نے اور وہی تھا کافر پیغمبر کے زمانے کے مشرکوں کا کہ کہا اللہ تعالٰی نے۔ اور

یعبدون من دون الله مالا یضرهم ولا ینفعهم ویقولون هٰؤلآء شفعاؤنا عند الله قل اتنبئون الله بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحانه وتعالٰی عما یشرکون وقال الله تعالٰی والذین اتخذوا من دونه اولیآء ما نعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفٰی ان الله یحکم بینهم فیما هم فیه یختلفون ۝ ان الله لا یهدی من هو کاذب کفار۔

پوجتے ہیں سوائے اللہ کے ایسی چیز کو کہ نہ کچھ فائدہ دے اور نہ کچھ نقصان اور کہتے ہیں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس کہہ کیا بتاتے ہو تم اللہ کو جو نہیں جانتا وہ آسمانوں میں اور زمین میں پاک ہے وہ اور بڑا ہے اس سے کہ شریک کرتے ہیں اور کہا اللہ تعالٰی نے جن لوگوں نے کہ پکڑا اللہ کے غیر کو اولیاء اور کہا کہ نہیں پوجتے ہم ان کو مگر اسلئے کہ نزدیک کردیں ہم کو اللہ کی طرف بیشک اللہ حکم کریگا ان میں اس چیز میں کہ اختلاف کرتے تھے تحقیق اللہ ہدایت نہیں دیتا جھوٹے ناشکرے کو۔

قالوا لعنة الله علی الشقی الغوی الغبی یدعی شیئا ویستدل علیه بایة ویذکر الایة مع عدم مناسبة بینهما اصلا ولا یستحی ویجتری علی الافتراء علی الله تعالٰی جعل الدعوی ان اعتقاد شفاعة النبی شرک و عبادة والمذکور فی الایة یعبدون ویقولون هٰؤلآء شفعاؤنا ونعبدهم لیقربونا الی الله فالقول بان الشفاعة عبادة وشرک لا یثبت بالایات بل الشرک هو عبادة الالهة غیر الله وما جعلوه عذرا لعبادة غیر الله

کہا علماء نے اسلام نے لعنت خدا کی شقی گمراہ بیوقوف پر دعوی کرتا ہے ایک چیز کا۔ اور دلیل میں ذکر کرتا ہے آیت کو اور دعوی کو آیت سے کچھ مناسبت نہیں ہوتی شرماتا نہیں اور اللہ تعالٰی پر بڑا افترا کرتا ہے دعوی کیا کہ نبی کی شفاعت کا اعتقاد شرک وعبادت ہے اور آیتوں میں یہ مذکور ہے کہ عبادت کرتے ہیں غیر کی اور کہتے ہیں کہ یہ معبود ہمارے شفیع ہیں اور عبادت کرتے ہیں ہم معبودوں کی کہ ہمکو نزدیک کردیں اللہ سے پس یہ بات کہ شفاعت شرک وعبادت ہے آیتوں سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ شرک عبادت ہے معبودوں کی۔ سوائے اللہ کے۔ اور مشرکوں نے جو عذر ٹھیرایا ہے عبادت کا یعنی انکا شفیع ہونا سو

فاخطاؤا فی کونه سببا لها فان غیر
واحد من ائمة التفسیر صرحوا بان
المشرکین غلطوا وخبطوا حیث جعلوا
المحبوبیة والشفاعة الثابتة للخواص
سببا للالوهیة وزعموا ان الله تعالٰی
یجعل المحبوب الشفیع الها فقالوا
یجب عبادة المحبوب الشفیع
لصیرورته الها لا عبادة الله العلی
الاکبر فانها لا تفید لکونه فی غایة
التعالی فالشرک هو جعل الشفیع
الها وعبادته لا اعتقاد شفاعة
النبی ومتبعیه فانه من الایمان بل
ولا نفس اعتقاد شفاعة کافر مع
انه باطل قطعا فان کل باطل لیس
بشرک ولا اعتقاد شفاعة شفیع
لکافر وما ذکرنا هو محصل الآیات
لان الشفاعة فی نفسها عبادة و
واعتقاد شفاعة النبی شرک کما
قال الملحد النجدی۔

اس میں خطا کی ہے تفسیر کے بہت اماموں نے تصریح کی ہے کہ مشرکوں نے غلطی کی اور خبط کیا کہ محبوبیت و شفاعت کو کہ خواص کے واسطے ثابت ہیں سبب ٹھیرایا الٰہ ہونے کا اور گمان کیا کہ اللہ تعالٰی محبوب اور شفیع کو الٰہ و خدا کر دیتا ہے اور محبوب و شفیع کی عبادت واجب ہے اس واسطے کہ وہ الٰہ ہو گئے اللہ کی عبادت فائدہ نہیں کرتی کیونکہ وہ بلند ہے پس شرک شفیع کا الٰہ ٹھیرانا ہے اور اسکی عبادت کرنا نہ نبی کی شفاعت کا اعتقاد کیونکہ وہ ایمان سے ہے، بلکہ کافر کی شفاعت کا بھی اعتقاد باوجودیکہ باطل ہے یقیناً شرک نہیں ہے اور نہ اعتقاد شفاعت شفیع کا واسطے کافر کے۔

پس ہم نے جو ذکر کیا وہ مطلب ہے آیات کا نہ یہ کہ شفاعت خود عبادت اور اعتقاد شفاعت نبی کا شرک ہے جیسا کہ اس ملحد نجدی نے کہا۔

فائدہ شاہ ولی اللہ نے حجۃ بالغہ میں لکھا ہے مشرکین کے حال میں۔

فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوٰة
واتبعوا الشهوات فحملوا الالفاظ
المستعملة المشتبهة علی غیر

یعنی پیچھے آئے وہ کہ انہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور شہوتوں کی پیروی کی مشتبہ لفظوں کو جو استعمال میں تھے غیر

محملها کما حملوا المحبوبیة و
والشفاعة التی اثبتها الله تعالٰی فی
فی قاطبة الشرائع لخواص البشر
علی غیر محملها۔

محل پر حمل کیا جیسے حمل کیا محبوبیت اور شفاعت کو کہ ساری شریعتوں میں اللہ تعالٰی نے انکو ثابت کیا ہے واسطے خاص بندوں کے غیر محل پر۔

وقالوا لا یقبل عبادة الله الا
مضمومة بعبادتهم بل الحق فی غایة
التعالی فلا تفید عبادته تقربا منه
بل لا بد من عبادة هؤلاء لیقربوا
الی الله زلفی۔

اور کہا کہ عبادت اللہ کی قبول نہیں کی جاتی مگر ملی ہوئی اُن کی عبادت کے ساتھ بلکہ اللہ بہت بلند ہے اُسکی عبادت فائدہ نہیں دیتی نزدیکی کا اُس سے بلکہ اُنکی عبادت ضرور ہے تاکہ اللہ کی طرف نزدیک کر دیں مرتبے میں۔

قال النجدی فقد ثبت بالنصوص
القرآنیة ان من اعتقد النبی و
غیره ولیه فهو وابو جهل فی
الشرک سواء

کہا نجدی نے پس ثابت ہوا قرآن کی تصریحوں سے کہ جو اعتقاد کرے نبی وغیرہ کو اپنا ولی سو وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں۔

قالوا لم یثبت بها اصلا بل النصوص
تبطل ما ادعاه کما بیناه

کہا علمائے اسلام نے کہ جو نجدی نے کہا قرآن سے ثابت نہیں ہوا بلکہ قرآن شریف باطل کرتا ہے اس کے دعوے کو جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

قال النجدی فان ابا جهل واخوانه
لم یکفروا الا بهذا الاعتقاد وما کانوا
یعتقدون الهتهم مالک الملک
کما قال الله تعالٰی قل من بیده ملکوت
کل شیئ وهو یجیر ولا یجار علیه ان
کنتم تعلمون ۝ سیقولون لله
قل فانی تسحرون۔

کہا نجدی نے ابوجہل وغیرہ کافر نہیں ہوئے مگر اس اعتقاد سے اور اپنے الٰہ یعنے معبودوں کو ملک کا مالک اعتقاد نہیں کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے کہا کہہ کون ہے وہ شخص کہ اُس کے ہاتھ میں ہے حکومت ہر چیز کی اور وہ بچا لیتا ہے اور اُس سے کوئی بچا نہیں سکتا اگر تم جانتے ہو سو کہہ دیں گے اللہ کہہ پھر کیوں جادو کئے جاتے ہو۔

قالوا العجب ان الحق یخرج من
افواههم وهم مع ذلك لا یعتقدون
فقد اقروا بانهم كانوا یعتقدون
غیر الله الهة وان لم یعتقدوها
مالك الملك وهو مدار شركهم
وكفرهم فان من اعتقد غیر الله
الها فقد اشرك وكفر سواء اعتقد
ذلك الغیر شفیعا او لا

كہا علمائے اسلام نے عجب ہے کہ اُن کے
حق منہ سے نکلتا ہے اور اُس پر بھی ہدایت
نہیں پاتے۔ آپ اقرار کیا اور لکھ دیا کہ
ابوجہل وغیرہ غیر اللہ کو الٰہ اعتقاد کرتے
تھے اور وہی اُن کے شرک کا مدار ہے اگرچہ
وہ اللہ کو مالک الملک اعتقاد نہیں کرتے تھے
پس جو کوئی غیر اللہ کو الٰہ اعتقاد کرے شرک
و کافر ہے اس غیر کو شفیع اعتقاد کرے یا نہ کرے۔

قال النجدی وقد نفی الله تعالی
الشفاعة فقال لا تنفعهم شفاعة
الشافعین ۰ وقال مالهم فی الارض
من ولی ولا نصیر۔

نجدی نے کہا اور تحقیق نفی کی اللہ تعالیٰ نے شفاعت
کی اور کہا نہ نفع کریگی اُن کو شفاعت شفاعت
کرنے والوں کی اور نہیں اُن کا زمین میں
کوئی ولی و نصیر۔

قالوا قد اثبت اهل السنة
قاطبة شفاعته بهذه الآیات
كما مر۔

کہا علمائے اسلام نے کہ اہل سنت نے انہیں
آیتوں سے ثابت کیا ہے شفاعت کو
جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

قال النجدی وواحد یعبد الاوثان
كما فی حدیث الترمذی حیث یعظم
قبر النبی ویقف عنده كما یقف فی
الصلوٰة واضعا یده الیمنی علی
یده الیسری ویقول یا رسول الله
اسئلك الشفاعة یا رسول الله
ادع الله فی قضاء حاجتی وینادیه
ویعتقد انه سبب الحصول مراده

کہا نجدی نے اور کوئی عبادت کرتا ہے
بتوں کی جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں
ہے کہ تعظیم کرتا ہے نبی کی قبر کی اور کھڑا
ہوتا ہے نبی کی قبر کے پاس جیسا کہ کھڑا ہوتا
ہے نماز میں سیدھے ہاتھ کو اُلٹے ہاتھ پر
رکھ کر اور کہتا ہے اے رسول میں تم سے سوال
کرتا ہوں شفاعت کا یا رسول اللہ دعا کرو
اللہ سے میری اس حاجت برآنے کیلئے اور
پکارتا ہے پیغمبر کو اور پکارنے کو سبب جانتا ہے مراد حاصل ہونے کا۔

ویعظم آثاره ومشاهده ومجالسه
ودوره حتی اتخذوا الآثار مساجد
وكل ذلك من الاوثان من نبی كان او
ولی من اللات او العزی من المسیح او
العزیر فان الصنم فی الشرع هو
المصور والوثن غیر المصور۔

اور تعظیم کرتا ہے پیغمبر کے آثار و مشاہد و
مجالس و گھر کی یہاں تک کہ ٹھیرایا آثار کو
مساجد اور یہ سب اوثان ہیں پیغمبر کے ہوں
یا ولی کے لات کے یا عزیٰ کے یا مسیح کے یا
عزیر کے کیونکہ صنم شرع میں صورت الا
بت ہے اور وثن بغیر صورت کا بت ہے۔

فائدہ۔ تقویۃ الایمان میں ترمذی کی حدیث کے فائدہ میں جو لکھا ہے اُس کا
خلاصہ یہ ہے کہ وثن میں داخل ہے قبر اور کسی کا چلہ اور لحد وغیرہ کہ لوگ اسکی تعظیم
کرتے ہیں اور وہاں جاکر نذریں چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں۔

قالوا قالوا لعنة الله علی اعداء الله
كیف جعل الملعون النجدی قبر النبی
صلی الله علیه وسلم وثنا وتعظیمه
عبادة وشركا وقال رسول الله صلی
الله علیه وسلم من زار قبری وجبت
له شفاعتی وقال رسول الله صلی
الله علیه وسلم من زارنی بعد موتی
فكانما زارنی فی حیاتی وعن انس بن
مالك انه اتی قبر النبی صلی الله علیه
وسلم فوقف فرفع یدیه قال الراوی
الرائی حتی ظننت انه افتتح الصلوٰة
وصرح المكی والماوردی والذهبی و
الزین المالكی وغیرهم فی آداب الزیارة
بان یقف كما یقف فی الصلوٰة وردی

کہا علمائے اسلام نے لعنت خدا کی اللہ کے
دشمنوں پر کس طرح ٹھیرایا ملعون نجدی نے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو
وثن اور اُسکی تعظیم شرک اور عبادت اور
حال یہ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے کہ جو زیارت کریگا میری قبر کی
واجب ہوگی اُس کیلئے میری شفاعت اور
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو زیارت کریگا میری بعد موت کے سو
گویا میری زیارت کی حالت حیات میں۔
انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے کہ وہ آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف
پر پس کھڑے ہوئے پھر اُٹھائے اپنے دونوں ہاتھ
روایت کرنیوالے نے جو دیکھتا تھا کہا یہاں تک

کہ میں نے گمان کیا کہ انس نے نماز شروع کی اور مکی اور ماوردی و زین مالکی وغیرہ نے آداب زیارت

ان من وقف عند قبر النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فتلا ھذہ الآیۃ ان اللہ
وملئکتہ یصلون علی النبی الآیۃ ثم
قال صلی اللہ علیک یا محمد من یقولھا
سبعین مرۃ نادا ہ ملک صلی اللہ
علیک یا فلان ولم تسقط لہ حاجۃ
وایھا الجاھل وضع الیمنی علی الیسری
لیس رکنا من ارکان الصلوٰۃ بل من
السنن المختلفۃ فیھا بین الائمۃ اما
تری المالکیۃ لا یفعلونہ ولو کان
رکنا بالفرض کالقیام مثلا فعلے ھذا
ایضا المنع انما یثبت بالنھی ولیس
النھی الیس فی البخاری ان عمر رضی
اللہ عنہ قال لرجلین من اھل الطائف
لو کنتما من اھل البلد لاوجعتکما
ضربا ترفعان اصواتکما فی مسجد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روی
عن ابی بکرن الصدیق قال لا ینبغی
رفع الصوت علی نبی حیا ولا میتا و
روی عن عائشۃ انھا کانت تسمع
صوت وتد یوتد ومسمار یضرب
فی بعض الدور المطبقۃ بمسجد
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فترسل الیھم

کیا گیا ہے کہ جو کھڑا ہوا رسول اللہ کی قبر شریف
کے پاس اور پڑھی یہ آیت ان اللہ وملائکتہ
یصلون الآیۃ اور یہ کہے صلی اللہ علیک
یا محمد ستر بار ایک فرشتہ اسکو پکارے گا
صلے اللہ علیک یا فلان اور اس کی
کوئی حاجت رد نہ جاوے گی۔
اے جاہل سیدھا ہاتھ الٹے پر رکھنا نماز کا
رکن نہیں ہے۔ بلکہ اس کے سنت ہونے
میں اختلاف ہے۔ اماموں میں کیا مالکیہ
کو تو نہیں دیکھتا کہ وہ یہ نہیں کرتے۔ بلکہ
جیسے ہوتے ہیں ویسے ہی کھلے چھوڑے
رکھتے ہیں اور اگر بالفرض رکن بھی ہوتا مثل
قیام کے جب بھی منع جب ہوتا کہ نہی آتی
اور نہی نہیں تو منع بھی نہیں ہے عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے دو آدمیوں سے طائف کے
کہا کہ اگر تم شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں
تم کو خوب مارتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی مسجد میں آوازیں بلند کرتے ہو ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا نہیں چاہیئے
آواز بلند کرنا کسی نبی پر نہ حیات میں نہ بعد
موت کے اور عائشہ صدیقہ اسے روایت ہے
کہ سنی آواز میخ کی کہ ٹھونکی جاتی تھی کسی گھر
میں کہ مسجد شریف سے ملا تھا کہلا بھیجا گھر

لا تؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قالوا وما عمل علی صراعی بابہ الا
بالمناسم توقیا لذلک وتادبا معہ و
روی انہ لما ناظر ابو جعفر مالکا فی
مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
مالک یا امیر المؤمنین لا ترفع صوتک
فی ھذا المسجد فان اللہ تعالیٰ ادب
قوما فقال لا ترفعوا اصواتکم فوق
صوت النبی الآیۃ ومدح قوما فقال
ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآیۃ وذم
قوما فقال ان الذین ینادونک من وراء
الحجرات اکثرھم لا یعقلون وان
حرمتہ میتا کحرمتہ حیا فاستکان
لہ ابو جعفر وقال یا ابا عبد اللہ استقبل
القبلۃ وادعو ام استقبل رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فقال لم تصرف
وجھک عنہ وھو وسیلتک ووسیلۃ
ابیک آدم الی یوم القیامۃ بل استقبل
واستشفع بہ فیشفعک اللہ قال
اللہ تعالیٰ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم
جاؤک الآیۃ ولا خلاف ان موضع

والوں کو کہ ایذا نہ دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو۔ کہا راویوں نے کہ حضرت علی نے اپنے
دروازے کے کواڑ کپڑے کے بنوائے ہوئے تھے
اسی آواز کی احتیاط کے واسطے اور واسطے
ادب کے۔ روایت ہے کہ جب مناظرہ کیا ابو
جعفر نے امام مالک سے مسجد نبوی میں۔ امام
مالک نے کہا اے امیر المؤمنین اس مسجد میں آواز
بلند مت کر اللہ تعالیٰ نے ادب سکھلایا ایک
قوم کو اور کہا کہ آوازیں اپنی بلند مت کرو۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اور مدح کی
ایک قوم کی وہ جو آوازوں کو دباتے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور مذمت
کی ایک قوم کی اور فرمایا وہ لوگ جو پکارتے
ہیں تم کو حجروں کے پیچھے سے اکثر انکے بیعقل
ہیں اور تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد
موت کے بھی ویسی ہی ہے جیسے حالت حیات
میں تھی پس دب گیا ابو جعفر اور کہا قبلہ کی طرف
منہ کروں اور دعا مانگوں یا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ امام مالک نے کہا کس
واسطے پھیرتا ہے اپنے منہ کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہ وہ وسیلہ تیرے اور تیرے
باپ آدم کے قیامت کے دن تک بلکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کر اور ان سے شفاعت چاہ اللہ قبول کریگا شفاعت فرمایا اللہ تعالیٰ
نے اور اگر وہ ظلم کریں اپنی جانوں پر پھر آویں تیرے پاس اور مغفرت چاہیں اللہ سے اور مغفرت چاہے

قبره افضل من بقاع الارض حتى
موضع الكعبة وقال غير واحد
بل من بقاع السموات ايضا حتى
العرش مع خلاف فى التفضيل بين
البلدين المكرمين ما عدا القبر
المكرم وقد نص القاضى عياض
وابن الجوزى والقسطلانى والعسقلانى
وكل من تكلم فى هذا الشان بان
حرمة النبى صلى الله عليه وسلم
بعد موته وتعظيمه وتوقيره
لازم كما كان حال حياته وفى
الشفاء ومن اعظامه واكرامه
اعظام جميع اسبابه واكرام
مشاهده وامكنته من مكة و
المدينة ومعاهده ومالمسه او
عرف به وروى عن صفية بنت
نجدة قالت كان لابى محذورة
قصة فى مقدم راسه اذا قعد و
ارسلها اصابت الارض فقيل له الا
تحلقها فقال لم اكن بالذى احلقها
وقد مسها رسول الله صلى الله عليه وسلم

اُنکے واسطے رسول تو پاویں گے اللہ کو معاف کرنے
والا مہربان اور اس میں کسی کا خلاف نہیں۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کا مکان
سب روئے زمین کے مکانوں سے افضل ہے یہاں
تک کہ خانہ کعبہ سے۔ اور بہت لوگوں نے
کہا ہے بلکہ آسمانوں کے مکانوں سے بھی یہاں
تک کہ عرش سے اور سوائے خاص مکان شریف
قبر مبارک کے باقی مدینہ منورہ کی زمین مکہ معظمہ
میں اختلاف ہے بعضے مدینہ کو افضل کہتے ہیں
مکہ سے۔ بعضے مکہ کو مدینہ سے اور قاضی عیاض
وابن جوزی وقسطلانی وعسقلانی نے اور جس نے
کہ اس باب میں کلام کیا ہے صاف کہدیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور تعظیم
اور توقیر بعد موت کے بھی لازم ہے جیسی کہ لیت
حیات میں تھی اور شفا میں ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی معظم اکرام سے ہے تعظیم کرنا ان
حضرت کے سب اسباب کی اور تکریم کرنا اُن
کے مشاہد کی اور مکانوں کی مکے اور مدینے سے
اور معاہد کی اور اُس چیز کی کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے چھوا ہو یا اُنکے نام سے
مشہور ہو روایت کیا گیا صفیہ بنت نجدہ سے
کہ کہا ابو محذورہ کے سر میں آگے کی طرف ایک چوٹی لٹھا بالوں کا جب بیٹھ کر اُسکو کھول دیتے
تو زمین تک پہنچ جاتے اُن سے کہا گیا کہ بال منڈواتے کیوں نہیں۔ کہا کہ میں انکو نہیں منڈواتا

بيده وروى ابن عمر واضعا يده
على مقعد رسول الله صلى الله عليه
وسلم من المنبر ثم وضعها على وجهه
وروى القاضى اثارا اخر وقال
القسطلانى ينبغى ان يقف عنه
محاذاة اربع اذرع ويلازم الادب
والخشوع والتواضع غاض البصر فى
مقام الهيبة كما كان يفعل بين يديه
فى حياته ويستحضر عليه بوقوفه
بين يديه وسماعه سلامه كما
هو فى حال حياته اذ لا فرق بين
موته وحياته لمشاهدته الامة
ومعرفته باحوالهم ونياتهم و
عزائمهم وخواطرهم وكل ذلك عند
جلى لاخفاء به قال المراغى ينبغى لكل
مسلم اعتقاد كون زيارته صلى الله
عليه وآله وسلم قربة للاحاديث
الواردة فى ذلك ولقوله تعالى ولو
انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك الاية
لان تعظيمه صلى الله عليه وآله وسلم
لا ينقطع بموته وقد استدل كافة

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو دست
مبارک سے چھوا ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ
عنہ دیکھے گئے کہ رکھا انہوں نے اپنا ہاتھ منبر
پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ
پر پھر رکھ لیا اُس ہاتھ کو اپنے منہ پر۔ اور
قاضی نے بہت روایتیں کیں قسطلانی نے
کہا کہ سزاوار ہے کہ کھڑا ہو چار ہاتھ پر اور لازم
پکڑے ادب اور خشوع اور تواضع آنکھ بند
کئے ہوئے مقام ہیبت میں جیسا کرتا نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حالت حیات
میں اور سمجھے کہ میرے کھڑے ہونے کا حضور میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے اور میرا
سلام سنتے ہیں جیسے کہ حالت حیات میں تھے
کیونکہ کچھ فرق نہیں ہے آپکی موت حیات سے
آپکے دیکھنے میں امت کو اور آپکے جاننے میں
امت کے احوال کو اور نیتوں اور عزیمتوں اور
خطروں کو اور یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے نزدیک ظاہر ہے کچھ چھپا نہیں ہے مراغی
نے کہا کہ ہر مسلمان کو چاہیئے اعتقاد رکھنا اس
کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
عبادت ہے کہ حدیثیں اس میں وارد ہیں اور
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ ظلم کریں اپنی جانوں پر پھر آویں تیرے پاس اور مغفرت چاہیں
اللہ سے اور مغفرت چاہے اُن کیلئے رسول۔ تو پاویں اللہ کو معاف کرنیوالا مہربان کیونکہ تعظیم
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت سے تمام نہیں ہو گئی اور بیشک کہ تمام .....

العلماء بهذه الآية على استواء حالته صلى الله عليه وسلم ويقرأ هذه الآية حين الحضور بموقفه والاستغفار والاستشفاع بجنابه الاقدس من زمن الصحابة الى هذا اليوم وذكره كل من صنف فى مناسك وآداب الزيارة من المذاهب الاربعة و حكم كون مساجد الآثار وثنا مخالفة ظاهرة ومحادة واضحة لرسول الله صلى الله عليه وسلم فى صحيح مسلم عن ابى مالك قال اصابنى فى بصرى بعض الشئى فبعثت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم انى احب ان تأتينى وتصلى فى منزلى فأتخذه مصلى وفى رواية منه تعالى فخط لى مسجدا. قال النووى فى شرحه اى اعلم لى على موضع لاتخذه مسجدا لى موضعا اجعل صلوتى فيه متبركا باثارك وفى هذا الحديث انواع من العلم تقدم كثير منها ففيها التبرك باثار الصالحين انتهى وفضائل مساجد الآثار والصلوة فيها والتبرك بها

علماء نے اس آیت سے دلیلیں پکڑیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دھالتوں موت وحیات کے برابر ہونے پر اور یہ آیت پڑھی جاتی ہے حضور میں حاضر ہونے کے وقت اور مغفرت وشفاعت طلب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت سے لیکر اب تک اور جس نے مناسک و آداب زیارت میں کتاب تصنیف کی ہے چار مذہبوں میں سب نے اسکو ذکر کیا ہے اور جو نجدی نے مساجد آثار کو وثن ٹھیرایا سو کھلی ہوئی مخالفت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم میں ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری آنکھ میں کچھ خلل ہو گیا میں نے کہلا بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ آویں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں۔ میں اس جگہ کو مصلی بناؤں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک خط کھینچ دیجئے مجھکو مسجد کا۔ نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ ایک مکان پر نشان کر دیجئے کہ میں اس کو مسجد بناؤں یعنے مکان کہ نماز پڑھنے سے اس میں تبرک کروں آپکے آثار سے۔ اس حدیث میں کئی طرح کے علم ہیں بہت ان میں سے اوپر بیان ہوئے اور اس حدیث میں تبرک کرنا صالحین سے تمام ہوا کلام نووی کا۔ اور مساجد آثار کے فضائل اور ان میں نماز پڑھنا اور ان کو تبرک کرنا۔

مذكورة فى الكتب المشهورة بين المسلمين وضيق الوقت لا يرخص التفصيل فظهر ان ما قال النجدى تشريع من نفسه مخالف لشرع سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم۔

کتابوں میں مذکور ہے اور مسلمانوں میں مشہور ہے۔ وقت کی تنگی کے سبب تفصیل سے نہیں لکھا پس ظاہر ہو گیا کہ جو نجدی نے کہا ہے اپنے دل سے شریعت بناتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مخالف ہے۔

فائدہ ۔ تفسیر عزیزی میں صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر میں لکھا ہے ۔ "وبرکت در کلام ودر انفاس ودر افعال ودر مکانات ایشان ودر ہم صحبتان و اولاد ونسل ایشان وزیارت کنندگان ایشان پے در پے ظاہر میگردد۔

اور سورۂ قدر کی تفسیر میں لکھا ہے ۔ "بالجملہ از مضمون این سورہ معلوم مے شود کہ عبادات وطاعات را بسبب اوقات نیک ومکانات متبرکہ وحضور اجتماع صالحان در ایجاب ثواب وایادث برکات وانوار قرب تے عظیم حاصل مے شود۔

اور آیۂ کریمہ واذ قلنا ادخلوا هذه القرية کی تفسیر میں لکھا ہے

"سوم آنکہ بعض مواضع متبرکہ مورد نعمت ورحمت الٰہی گشتہ اند یا بعض خاندانہائے قدیم اہل صلاح وتقوی خاصیتے پیدا می کند کہ در آنہا احداث توبہ نمودن وطاعات بجا آوردن موجب سرعت قبول وثمرات نیک می باشد از ہمیں جاست کہ ابن مردویہ از ابو سعید خدری حکایت کردہ کہ ما روزے ہمراہ آنجناب علیہ السلام ہنگام شب در غزوہ یا سفرے رفتیم چون آخر شب شد در پشتہ کوہے گذشتیم کہ آنرا دار المتطل میگفتند آنحضرت علیہ السلام فرمودند ما مثل هذه الثنية الا كمثل الباب الذى قال الله لبنى اسرائيل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لكم خطاياكم اور یہی آیت تفسیر میں واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى کی تفسیر میں لکھا ہے۔

یعنی بگیرید جائے استادن ابراہیم علیہ السلام را کہ سنگے است معین وبران سنگ حضرت ابراہیم استادہ اذان حج در مردم داد وبر قدم مبارک حضرت ابراہیم

درمان سنگ منقش گشت مصلی یعنی نماز گاہ کہ بعد از طواف خانہ کعبہ دو رکعت تحیۃ الطواف عقب این سنگ استادہ گزاردن مقرر است تا امامت حضرت ابراہیم تا قیامت جاری باشد و نیز چون حضرت ابراہیم بر ہمان سنگ استادہ اذان حج داده بودند پس بعد رحلت حضرت ابراہیم نزد آن سنگ استادہ شدن و عبادت خدائے تعالیٰ بجا آوردن گویا نزد ایشان حاضر شدن است و بحضور ایشان عبادت خدا بجا آوردن است۔

شاہ عبدالعزیز نے تبرکات و آثار کی تعظیم و تبرک کے استفتا میں لکھا ہے۔

"تبرک بآثار صالحین شعار دین است۔ قدیماً و حدیثاً و از کتاب و سنت ثابت انکار آن و کلام دران عیز از الحاد و زندقہ چہ تواں گفت"

اور تابوت سکینہ کا قصہ نقل کیا کہ اس میں ٹکڑے الواح کے اور عصائے موسیٰ و عمامۂ ہارون وغیرہا تھے۔ بنی اسرائیل اس کے سبب سے دشمنوں پر لڑائی میں فتح پاتے تھے جب بنی اسرائیل نے عصیان کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلط کیا عمالقہ کو کہ تابوت چھین لے گئے جب انہوں نے بے ادبی کی تابوت سے اللہ تعالیٰ نے ان پر بلا مسلط کی جو تابوت کے پاس جا کر پیشاب کرتا۔ بواسیر میں مبتلا ہو جاتا۔ کافروں نے جانا کہ یہ بلا تابوت کی بے ادبی کے سبب سے ہے۔ بیلوں پر رکھ کر اپنے پاس سے روانہ کر دیا۔ فرشتوں نے طالوت کے گھر پہنچا دیا۔ پھر بہت سی سندیں تعظیم و تبرک آثار و تبرکات کے ذکر کی اور لکھا کہ۔

"نزد فقیر ایں امر قابل استفتا نیست محبت باکسیکہ واجب التعظیم است بالطبع اقتضائے محبت و تعظیم آثار و منتسبات او می کند و تہاون و عدم اعتنا بآں دلیل است بر عدم محبت بامبدء و منشاء آثار"

شاہ ولی اللہ انتباہ میں امیر سید علی ہمدانی کے حال میں لکھتے ہیں۔

نقل است از آنحضرت کہ در منشآت خود نوشتہ اند کہ دران وقت کہ بزیارت قدم گاہ آدم صفی اللہ علیہ السلام رفتم چون نزدیک آن قدم گاہ رسیدم

سحر گاہ واقعۂ عظیم دیدہ شد الخ

شاہ عبدالرحیم نے شیخ فیض اللہ کو لکھا کہ ان کے مکتوبات انفاس رحیمیہ نام میں ہے۔ حامداً و مصلیاً۔ اما بعد برادرم فیض اللہ منتظر فیض اللہ باشند اے برادر فیض اللہ ناگاہ رسید اما بر دل آگاہ رسمہ دانی کہ دل آگاہ کیست و کی کہ متأدب بآداب باشد بر سہ قسم است۔ ادب خدا و ادب رسول خدا و ادب خلق خدا من حافظ الادب بلغ مبلغ الرجال امام مالک در کوچہائے مدینہ گاہے سوار نشد زیرا چہ جائے کہ محبوب رب العالمین و سید المرسلین علیہ افضل التحیات و اکمل التسلیمات پیادہ رفتہ باشد آنجا سواری سوء ادبی است و آن امام ہمام ہر جا کہ عمارت قدیم میدید باد ب تمام بوسہ میداد بر امید آنکہ شاید کہ آن گل بوستان نبوت و آن شجرۂ باغ رسالت بوے دستے رسانیدہ باشد الخ۔ دیکھو یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ آثار و تبرکات کی تعظیم کے واسطے ثبوت و صحت روایت شرط نہیں ہے۔ احتمال پر بھی تعظیم کرنا آیا ہے۔

قال النجدی فنحن نشاهد اقسام الشرک کلها فی الناس ونری الناس رجعوا الی دین آبائهم کما اخبر النبی فی حدیث مسلم۔	کہا نجدی نے پس ہم دیکھتے ہیں سب قسمیں شرک کی آدمیوں میں اور دیکھتے ہیں آدمیوں کو پھر گئے اپنے باپ دادے کے دین کی طرف جیسا کہ پیغمبر نے خبر دی تھی مسلم کی حدیث میں جو اوپر گذری۔
قالوا اظهر بما ذکرتا ان الذی سماه شرکا هو دین النبی صلی الله علیه وسلم وسنة الصحابة والتابعین و تبع التابعین واستحسنه وعمل به جمهور المسلمین من الفقهاء والمحدثین۔	کہا علمائے اسلام نے ہم نے جو اوپر ذکر کیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ نجدی نے جسے شرک نام رکھا وہ دین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور سنت صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے اور سب فقہاء و محدثین نے اسے اچھا سمجھا اور اس پر عمل کیا۔
قال النجدی قال الله تعالیٰ ان الله لا	کہا نجدی نے کہا اللہ تعالیٰ نے تحقیق اللہ

یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالك لمن یشآء ومن یشرك باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا ۝ فان کان الشرك شرکا اکبر فجزآءہ جھنم خالدا فیھا وان کان اصغر فجزاءہ ما ھو عند اللہ دون الخلود وھو باقی غیر مغفور من المعاصی یمکن عفوہ من اللہ۔

نہیں بخشتا یہ کہ شرک کیا جائے اور بخشتا ہے سوائے شرک کے جس کو چاہتا ہے اور جو شرک کرے اللہ کا پس تحقیق بہت گمراہ ہوا پس اگر بڑا شرک ہے تو اُسکی سزا دوزخ ہے ہمیشہ کو اور اگر چھوٹا شرک ہے تو اُسکی جزا اللہ کے نزدیک سزا ہے سوائے ہمیشگی دوزخ کے اور بخشا وہ بھی نہ جاویگا باقی گناہوں کا بخشنا اللہ سے ممکن ہے۔

فائدہ ۔ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک بخشا نہ جاویگا جو اُس کی سزا ہے مقرر ملے گی پھر اگر پرلے درجہ کا شرک ہے کہ آدمی اُس سے کافر ہوتا ہے تو اُس کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہے گا نہ اُس سے کبھو باہر نکلے گا نہ اُس میں کبھو آرام پاویگا اور جو اُس سے ورلے درجے کے شرک ہیں اُنکی سزا جو اللہ کے یہاں مقرر ہے سو پاویگا اور باقی جو گناہ ہیں اُن کی جو کچھ سزا ہیں اللہ کے یہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہیں چاہے ویسے چاہے معاف کرے۔

قالوا اقد اظھر النجدی خروجہ من اھل السنۃ صراحۃ وجھرا فان مذھب اھل السنۃ ان ما عدا الکفر من المعاصی قابل للعفو والمغفرۃ ولو کبیرۃ ولو بلا توبۃ اما بمحض رحمۃ اللہ تعالیٰ او بشفاعۃ الشافعین عند الخوارج والمعتزلۃ الکبیرۃ بلا توبۃ لا تقبل العفو ومرتکبھا مخلد فی النار والوعید قطعی دائمی فی حقہ اما عند الخوارج فلکونہ کافرا حقیقۃ واما عند المعتزلۃ فلکونہ فی حکم الکافر و

کہا علمائے اسلام نے کہ نجدی نے اپنا سُنی نہ ہونا کھل کر ظاہر کر دیا کیونکہ اہل سنت کے مذہب میں سوائے کفر کے سب گناہ بخشنے کے قابل ہیں اگرچہ گناہ کبیرہ ہو بے توبہ کے بھی محض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یا شفیعوں کی شفاعت سے اور خارجیوں اور معتزلہ کے نزدیک کبیرہ بے توبہ کے قابل مغفرت کے نہیں ہے اور مرتکب اس کا ہمیشہ دوزخ میں رہیگا اور وعید اُس کے حق میں یقینی اور دائمی ہے خارجیوں کے نزدیک کیونکہ وہ حقیقت میں کافر ہے معتزلہ کے نزدیک حکم کافر ہے۔

کونہ فی المنزلۃ بینھما ویخرون علیہ سائر احکام الکفر من عدم صلوۃ جنازتہ ودفنہ فی مقابر المسلمین البشر المریسی ومن تابعہ منھم قالوا الکبیرۃ لا تقبل العفو والمغفرۃ ولکنہ غیر مخلد فی النار والوعید فی حقہ قطعی لکنہ غیر دائمی فمال النجدی الی مذھب ھؤلاء الضالین والآیۃ الکریمۃ قد استدل بھا ائمۃ اھل السنۃ علی مذھبھم ورد وا بھا المذھب الباطل اورد ھا النجدی لاثبات المذھب الباطل بالتصرف فی معناھا علی خلاف التفسیر المأثور برأیہ الفاسد والتفصیل فی کتب التفسیر والعقائد ولیس ھذا اوان التشریح۔

واسطے نہ ہونے ایمان کے یعنی مرتکب کبیرہ کا اُن کے نزدیک نہ مومن نہ کافر بیچ میں ہے اور حکم کفر کے اس پر جاری ہیں اور بشر مریسی وغیرہ نے اُن میں سے کہا کبیرہ عفو و مغفرت کو قبول نہیں کرتا مگر مرتکب اُس کا ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیگا اور وعید اُس کے حق میں قطعی ہے لیکن دائمی نہیں ہے پس نجدی نے میل کیا ہے اُن گمراہوں کے مذہب کی طرف اور اہل سنت کے امام آیۂ کریمہ کو اپنے مذہب پر دلیل لائے اُس سے رد کیا مذہب مخالفین کو سو اُسی آیۂ کریمہ کو نجدی اپنے مذہب باطل کے اثبات میں لایا اس کے معنے میں اپنی عقل سے تصرف کر کر خلاف تفسیر ماثور کے اور تفصیل تفسیر عقائد کی کتابوں میں ہے اور یہ وقت تشریح کا نہیں ہے۔

فائدہ ۔ تفسیر عزیزی میں لکھا ہے۔ "اہل قبلہ را دریں مسئلہ اختلاف عظیم رو دادہ بعضے از ایشاں مرتکب کبیرہ را وعید قطعی دائمی ثابت می کنند و میگویند کہ اگر صاحب کبیرہ بے توبہ بمیرد حکم او حکم کافران است و ہمین است مذہب معتزلہ و خوارج الی آخر ما قال و بعضے از ایشاں وعید قطعی منقطع را برائے او ثابت میکنند و میگویند کہ او شایان عفو ندارد البتہ معذب خواہد شد اما عذاب او منقطع خواہد گشت و آخر ہا بہ بہشت خواہد رفت و ہمین است مذہب بشر مریسی و خالدی و دیگر

جاہلان بیوقوف" اور بھی وہیں لکھا ہے۔

"مذہب صحیح کہ صحابہ و تابعین آنرا مشروحاً بیان فرمودہ اند و اہل سنت و جماعت آنرا اختیار نمودہ آنست کہ مرتکب کبیرہ قابل عفو است اگرچہ بے توبہ بمیرد و امانند سائر مسلمین است در نماز جنازہ و استغفار و اعانت بصدقات و میراث و در حق او شفاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و رحمت الٰہی را امیدوار باید بود بلکہ یقین باید کرد کہ حق تعالےٰ برحمت بیغایت خود یا بشفاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از بعضے مرتکبان کبیرہ عفو خواہد فرمود۔

قال النجدی والشرك الاكبر هو الاشراك فيما خصصه الله تعالىٰ لنفسه وهو كثير لكنا نذكر شيئاً منه ليقاس عليه غيره فنقول هو اربعة اقسام الاول الاشراك في العلم اعني اثبات مثل علم الله لغيره بكونه حاضراً وناظراً في كل مكان ومطلعاً على كل شيئ وفي كل آن بعيداً كان او قريباً خفياً كان او جلياً فمن اعتقد انه اذا ذكر اسم نبي فيطلع هو عليه صار مشركاً وهذا الاعتقاد شرك سواء كان مع نبي او ولي او ملك وجني او صنم ووثن وسواء كان يعتقد حصوله له بذاته او باعلام الله تعالىٰ

کہا نجدی نے اور شرک اکبر شریک کرنا ہے اُس چیز میں کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو اپنے واسطے خاص کیا ہے اور وہ بہت ہے لیکن ہم اُس میں سے کچھ تھوڑا سا ذکر کرتے ہیں کہ اس پر قیاس کر لیا چاہیئے اسکے سوا کو پس کہتے ہیں ہم وہ چار قسم ہے۔ پہلا شرک کرنا علم میں یعنی ثابت کرنا اللہ کا سا علم اور کے لئے کہ ہر مکان میں حاضر و ناظر ہے اور ہر چیز پر اور ہر آن میں دُور یا نزدیک ہو چھپے ہوئے یا کھُلے مطلع ہے پس جو کسی نے اعتقاد کیا کہ جب وہ ذکر کرتا ہے نبی و ولی کو خبر ہو جاتی ہے مشرک ہو گیا اور یہ اعتقاد شرک ہے نبی ولی سے ہو یا جن فرشتے سے یا بت سے تھان سے خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات انکو اپنی ذات سے ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ کے معلوم کرا دینے سے

باي طريق كان يصير مشركاً الثاني الاشراك في التصرف اعني اثبات مثل تصرف الله لغيره سواء اعتقد ان قدرة التصرف له بذاته او باعطاء الله تعالىٰ والثالث الاشراك في العبادة اي تعظيم غير الله كتعظيمه اعني الافعال التي خصصها الله تعالىٰ لتعظيمه مثل السجود والركوع والتمثل قائماً يقف عند احدٍ كما يقف في الصلوٰة لله والصوم لله وشد الرحل الى بيته والتشكل الخاص بالاحرام والطواف والدعاء من الله هٰهنا والتقبيل وايقاد السرج والمجاورة والتبرك بالماء والرجعة القهقرىٰ وتعظيم حرمه وامثال ذالك فمن فعل بنبي او ولي او قبره او آثاره او مشاهده وما يتعلق به شيئاً من السجود والركوع وبذل المال له والصلوٰة له والصوم له والتمثل قائماً وقصد السفر اليه والتقبيل والرجعة القهقرىٰ وقت التوديع وضرب الجباه وادخاء الستارة والستر بالثوب

جس طرح سے ہو مشرک ہو جاتا ہے۔ دوسرا شریک کرنا تصرف میں یعنی اللہ کا سا تصرف اور کو ثابت کرنا خواہ یوں سمجھے کہ تصرف کی قدرت اُس کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ کے دینے سے ہے۔ تیسرا شریک کرنا عبادت میں یعنی اللہ کی سی تعظیم اور کی کرنا اور وہ کام اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی تعظیم کے واسطے خاص کیا ہے جیسے سجدہ کرنا اور رکوع کرنا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا کسی کے آگے جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور مال خرچ کرنا اور نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا اور اُسکے گھر کی طرف سفر کر کے جانا اور احرام کی خاص شکل بنانا اور طواف کرنا اور اللہ سے دعا مانگنا وہاں اور بوسہ دینا اور روشنی کرنی اور مجاور بن کر بیٹھنا اور وہاں کے پانی کا تبرک کرنا اور رخصت کے وقت اُلٹے پاؤں چلنا اور حرم کی تعظیم کرنی اور مانند اسکے پس جو کوئی نبی یا ولی کی قبر یا آثار و مشاہد سے اور اُس چیز سے کہ نبی یا ولی سے علاقہ رکھتی ہو ان میں سے کوئی کام کرے سجدہ رکوع اُنکے واسطے مال خرچ کرنا یا نماز پڑھنا روزہ رکھنا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا سفر کا قصد کرنا بوسہ دینا رخصت کے وقت اُلٹے پاؤں پھرنا خیمہ کھڑا کرنا پردہ لٹکانا کپڑے سے چھپانا۔

والدعاء من الله ھھنا والمجاوزۃ و التعظیم حوالیہ واعتقاد کون ذکر غیر اللہ عبادۃ وتذکرہ فی الشدائد ودعاءہ بنحو یا محمد یا عبد القادر یا حداد یا سمان فقد صار مشرکا وکافرا بنفس ھذہ الاعمال سواء اعتقد استحقاقہ لھذا التعظیم بذاتہ اولا لوالزامہ الاشراک فی العادۃ اعنی تعظیم الغیر فی افعال عادۃ بما یجب للہ تعالیٰ مثل الحلف باسم اللہ تعالیٰ والتسمیۃ بعبد اللہ واخلاص النذر والصدقات للہ وامثال ذالک فمن حلف بغیر اللہ او سمی ولدہ عبد الرسول او عبد النبی او نذر لغیر اللہ او تصدق لغیر اللہ او قال نذر اللہ ورسولہ وصدقۃ اللہ ورسولہ فقد صار مشرکا کافرا وھا انا اذکر الاقسام الاربعۃ واثبت ما ذکرت کلھا بالآیات والاحادیث فی الفصول الآتیۃ۔

وہاں اللہ سے دعاء مانگنا اُسکے پاس بیٹھ رہنا آس پاس کی تعظیم کرنا اللہ کے سوا کسی کے ذکر کو عبادت اور ثواب جاننا سختیوں میں یاد کرنا یا محمد یا عبد القادر یا حداد یا سمان کہنا سو صرف ان کاموں سے مشرک کافر ہو جاتا ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ وہ بالذات اس تعظیم کے مستحق ہیں یعنی آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں۔ خواہ یوں نہ سمجھے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے جو تھا شریک کرنا عادت میں یعنے عادت کے کاموں میں غیر کی تعظیم کرنا جو اللہ کے واسطے چاہیئے جیسے قسم کھانا اللہ کے نام کی اور عبد اللہ نام رکھنا اور نذر و نیاز کرنا اللہ کے واسطے اور مانند اسکے پس جو قسم کھاوے غیر اللہ کی یا اپنے بیٹے کا نام عبد الرسول عبد النبی رکھے یا اللہ کے سوا اور کیلئے نذر کرے یا صدقہ دے غیر اللہ کے واسطے یا کہے کہ یہ نذر اللہ اور رسول کی ہے اور صدقہ ہے اللہ و رسول کی طرف پس مشرک و کافر ہو جاتا ہے سو اب ان چاروں طرح کے شرک کو بیان کرتا ہوں اور جو میں نے ذکر کیا اُن سب باتوں کو آیات و احادیث سے اگلی فصلوں میں ثابت کرتا ہوں۔

فائدہ۔ تقویۃ الایمان میں بعینہٖ اسی مطلب کو لمبی چوڑی تقریروں میں بڑی آب و تاب سے بیان کیا ہے طول کے سبب نقل نہیں کیا گیا۔

قالوا ھذا تشریع جدید مخالف لما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفھمہ الصحابۃ والتابعون وتبعھم وصار مذھب اھل السنۃ فانھم صرحوا فی کتب العقائد ان الشرک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ اما بمعنی وجوب الوجود کالمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کعبدۃ الاصنام فمدار الشرک ورکنہ ھو اعتقاد تعدد الالٰہ کما ان التوحید اعتقاد وحدۃ الالٰہ قال اللہ تعالیٰ وما امروا الا لیعبدوا الٰھا واحدا لا الٰہ الا ھو سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون ۝ وقال اللہ تعالیٰ أإلٰہ مع اللہ تعالیٰ اللہ عما یشرکون ۝ وقال ام لھم الٰہ غیر اللہ سبحان اللہ عما یشرکون ۝ وکان شرک العرب ھو ھذا کما حکی اللہ تعالیٰ بلسانھم جعل الالٰھۃ الٰھا واحدا ان ھذا لشیء

کہا علمائے اسلام نے یہ جو نجدی نے کہانئی شریعت نکالی ہے مخالف اُس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین نے سمجھا اور اہل سنت کا مذہب ہو گیا کہ اُنہوں نے عقائد کی کتابوں میں کھول کر لکھ دیا ہے کہ شرک ثابت کرنا شریک کا ہے اُلوہیت میں یعنی کئی الٰہ ماننا بمعنے وجوب وجود کے یعنی کئی واجب الوجود ماننا جیسے مجوسی کہ دو واجب الوجود کہتے ہیں ایک پیدا کرنیوالا خیر کا ایک پیدا کرنیوالا شر کا یا استحقاق عبادت میں یعنی کئی مستحق عبادت کے ہیں جیسے بت پرست کہتے ہیں پس مدار شرک کا اور رکن یعنی وہ چیز کہ جس کے ہونے سے شرک ہو اور نہ ہونے سے نہ ہو اس بات کا اعتقاد ہے کہ اللہ کئی ہیں جیسے کہ توحید اللہ کا ایک اعتقاد کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہیں حکم کئے گئے مگر کہ عبادت کریں ایک اللہ کی نہیں ہے اللہ مگر وہی پاک ہے اور بڑا ہے اس سے کہ شریک ٹھیراتے ہیں مشرک اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ کیا کوئی الٰہ ہے ساتھ اللہ کے پاک ہے اللہ اس سے کہ شریک کرتے ہیں اور فرمایا * کیا اُنکے واسطے کوئی الٰہ ہے سوائے اللہ کے پاک ہے اللہ اس سے کہ شریک کرتے ہیں اور عرب کے مشرکوں کا

* اللہ تعالیٰ نے کہ کیا کوئی الٰہ ہے ساتھ اللہ کے پاک ہے اللہ اس سے کہ شریک کرتے ہیں اور فرمایا

عجاب ۝ وانطلق الملأ منهم ان امشوا واصبروا على الهتكم ان هذا لشيء يراد ۝ وقال قل لو كان فيهما الهة كما يقولون روى ابن جرير لما نزلت بالمدينة والهكم اله واحد وسمعها كفار مكة تعجبوا وقالوا كيف يسع الناس اله واحد وان محمدا يقول الهكم اله واحد۔

شرک یہی تھا کہ کئی الٰہ مانتے تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی زبان سے حکایت کی کہ مشرکوں نے کہا کیا کر ڈالا محمد نے سب الٰہ کو ایک الٰہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے اور چلا گیا ایک گروہ اُن میں سے کہ چلو اور صبر کرو اپنے الٰہ پر بیشک یہ بات ارادہ کی گئی ہے یعنی اس میں کچھ غرض ہے اور فرمایا کہ اگر ہوتے زمین و آسمان میں کئی الٰہ جیسا کہ مشرک کہتے ہیں اور روایت کیا ابن جریر نے جب نازل ہوئی مدینہ میں یہ آیت کہ اللہ تمہارا ایک ہے اور مکہ کے کافروں نے سُنا تعجب کیا کہ سب آدمیوں کا ایک الٰہ کیونکر ہو سکتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الٰہ تمہارا ایک ہے۔

فائدہ۔ تفسیر عزیزی میں لکھا ہے ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی صالح و ابو الشیخ روایت کردہ اند کہ چون این آیت در مدینہ نازل شد کافران مکہ این را شنیدہ خیلے تعجب کردند و گفتند کہ کیف یسع الناس اله واحد وان محمدا یقول الهکم اله واحد فلیأتنا بایة ان کان من الصادقین۔

قال النجدی الفصل الثانی فی رد الاشراك فی العلم

کہا نجدی نے دوسری فصل اشراک فی العلم کے رد میں۔

قالوا علمه تعالیٰ مثل سائر الصفات الذاتیة لیس مدار الشرك شرعا وان کان حصوله لغیره باطلا فلیس کل باطل شرکا وفسره فی الفصل الاول بانه اثبات مثل علم الله لغیره بکونه

کہا علمائے اسلام نے علم اللہ تعالیٰ کا مثل سب صفتوں کے مدار شرک کا شرع میں نہیں ہے اگرچہ حاصل ہونا اُس کا غیر کو باطل ہے کہ ہر باطل شرک نہیں ہے اور تفسیر کیا نجدی نے شرک فی العلم کی پہلی فصل میں اس طرح کہ وہ ثابت کرنا اللہ کے سے علم کا ہے غیر کو ہر مکان میں

حاضرا وناظرا فی کل مکان ومطلعا علی کل شیئ ثم فرع علیه قوله فمن اعتقد انه اذا ذکر اسم نبی او ولی فیطلع هو علیه صار مشرکا انتهی و لا یخفی ان هذا التفریع فاسد فان المفرع علیه الاطلاع علی کل شیئ و التفریع اطلاع النبی علی ذکر ذاکره و هو لیس کالاطلاع علی کل شیئ۔

حاضر و ناظر ہونے میں اور ہر شئے پر مطلع ہونے میں پھر اس پر کہا کہ جو اعتقاد کرے کہ جب وہ ذکر کرتا ہے نام نبی یا ولی کا تو اُن کو خبر ہو جاتی ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے اور کھلا ہوا ہے کہ نجدی نے جو اس پر بنا دعوے بنایا ہے فاسد ہے کیونکہ پہلے تو کہا ہر شئے پر مطلع ہونا شرک ہے اور پھر اس بنا پر جو کہا کہ نبی ولی کا مطلع ہونا ذاکر کے ذکر پر شرک ہے نہیں بنتا کیونکہ ذکر ذاکر پر مطلع ہونا ہر شئے پر مطلع ہونا نہیں ہے۔

قال النجدی قال الله تعالیٰ وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو وقال الله تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله وما یشعرون ایان یبعثون وقال الله تعالیٰ ان الله عنده علم الساعة وینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان الله علیم خبیر وقال الله قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء

کہا نجدی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انکو مگر وہ ہی اور کہا اللہ تعالیٰ نے کہہ نہیں جانتا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہیں غیب کو مگر اللہ اور نہیں جانتا کہ کب اُٹھائے جائیں گے اور کہا اللہ تعالیٰ نے تحقیق اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا اور وہی اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو ماں کے پیٹ میں ہے اور نہیں جانتا کوئی کہ کسی میں مریگا تحقیق اللہ علیم خبیر ہے اور کہا اللہ تعالیٰ نے کہہ کہ نہیں مالک ہوں اپنے نفس کے واسطے نفع اور ضرر کا مگر جو چاہے اللہ اور جو جانتا میں غیب کو تو بہت لیتا میں بھلائی سے اور نہ پہنچتی مجھ کو بُرائی۔

ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون
فهذه الآیات و امثالها صریحة فی
اختصاص علم الغیب بالله و نفیه
عن غیره۔

قالوا یظهر من هذه الآیات
اختصاص علم الغیب بالله تعالیٰ و
نفیه عن غیره لانه مدار الشرک
والغیب الخاص به تعالیٰ هو الغیب
المطلق لا الغیب الاضافی و علم تمام
اللوح المحفوظ ایضاً غیب اضافی ثبت
حصوله لغیره باعلامه و لیس غیباً
مطلقاً کما هو مصرح فی کتب الحدیث
والتفسیر و قال الله تعالیٰ لا یظهر
علیٰ غیبه احداً الا من ارتضیٰ من
رسول الا یرون کلمة الاستثناء فی
کلام الله تعالیٰ و قال الله تعالیٰ و ما
کان الله لیطلعکم علی الغیب و لکن الله
یجتبی من رسله من یشاء۔

نہیں ہوں میں مگر نذیر و بشیر واسطے قوم
مؤمنین کے پس یہ آیتیں اور مانند اُن کے
صریح ہیں اس میں کہ علم غیب خاص ہے
اللہ کو دوسرے کو نہیں ہے۔

کہا علمائے اسلام نے ان آیتوں سے ظاہر ہوتا
ہے علم غیب کا خاص ہونا اللہ تعالیٰ کو اور نہ ہونا
غیر کو نہ یہ کہ علم غیب کا مدار شرک کا ہے اور
غیب جو خاص ہے اللہ تعالیٰ کیلئے وہ غیب
مطلق ہے نہ غیب اضافی اور تمام لوح محفوظ
کا علم بھی غیب اضافی ہے کہ علم اُس کا
اور کو سوائے خدا کے اُسی کے اعلام سے
ثابت ہے اور غیب مطلق نہیں ہے جیسا کہ حدیث
و تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر
جس کو پسند کرتا ہے پیغمبر سے کیا نہیں دیکھتا
تجھ حرف الا کہ کلمہ استثنا کا ہے اللہ تعالیٰ
کے کلام میں یعنی جس کو کہ پسند کرتا ہے پیغمبروں
میں سے اُسکو اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے
اور فرمایا کہ اللہ تم کو غیب پر مطلع نہیں کرتا و لیکن اللہ اپنے پیغمبروں سے جسکو چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے۔

فائدہ۔ شاہ عبدالعزیز نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ "غیب نام چیزیست
کہ از ادراک حواس ظاہرہ و باطنہ غائب باشد نہ حاضر تا بمشاہدہ و وجدان دریافت

شود و از امارات آن چیز در عقل و فکر نیاید تا بدیہیت و استدلال دریافت
شود و این غیب مختلف می باشد پیش کہ مادر زاد عالم الوان غیب است و عالم
اصوات و نغمات و الحان شہادت و پیش عنین لذت جماع غیب است و پیش
فرشتگان الم گرسنگی و تشنگی غیب است دوزخ در بہشت شہادت و لہذا این قسم را
غیب اضافی گویند و آنچہ نسبت بہمہ مخلوقات غائب است غیب مطلق است
مثل آمدن قیامت و احکام کونیہ و شرعیہ باری تعالیٰ در ہر روز و ہر شریعت و مثل
ذات حق و صفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل و این قسم غیب را غیب
خاص او تعالیٰ شانہ نامند فلا یظهر علیٰ غیبه احداً یعنی پس مطلع
نمی کند بر غیب خاص خود کسی را بوجہے کہ رفع تلبیس و اشتباہ و خطا بکلی
در ان اطلاع حاصل شود و احتمال خطا و اشتباہ اصلا نماند و ہمین اطلاع دان
کذائی ست کہ در اظہار شخص بر غیب تو ان گفت۔ الی آخر ما قال صاحب
کشاف بنا بر مذہب اعتزال خود در تحت این آیۃ نوشتہ و فی هذه الآیة ابطال
الکرامات لان الذین تضاف الیهم و ان کانوا اولیاء مرتضین فلیسوا
برسل لیکن باوجود ادعائے دانشمندی این حرف از و بسیار بعید واقع شدہ زیرا کہ
این آیۃ نفی اطلاع بر غیب بوجہیکہ رفع تلبیس و اشتباہ بکلی در ان حاصل باشد از
غیر رسولان میکند نہ نفی اطلاع بر غیب مطلقا چہ جائے آنکہ کرامات دیگر را ابطال
نماید و در تفسیر گذشت کہ اظہار شخص بر غیب چیزے دیگر و اظہار غیب بر شخص چیزے
دیگر از نفی آن نفی این لازم نمی آید و اولیاء را اگرچہ اظہار بر غیب حاصل نیست اما
اظہار غیب بر ایشان جائز و واقع است" اور بھی وہاں لکھا ہے۔

"و بعضے از ایشان گفتہ اند کہ حصر بملاحظہ قید اصالت است یعنی بالاصالۃ اطلاع
بر غیب خاصہ پیغمبران است و اولیاء را اطلاع بر غیب بطریق وراثت و تبعیت حاصل
می شود" اور بھی لکھا ہے۔

"و بعضے از قدماء مفسرین اہل سنت گفتہ اند کہ مراد از غیب لوح محفوظ

است واطلاع بر لوح محفوظ میچکس را سوائے پیغمبران حاصل نمی شود ولیکن دریں کلام خلل است زیرا کہ اولاً اطلاع بر لوح محفوظ بہ معنی مطالعۂ آن لوح و نقوش بطریق صحیح مروی نیست کہ پیغمبرے را بودہ باشد بلکہ از اخبار صحیحہ اختصاص این امر بحضرت اسرافیل است و او شان رسول نیستند دوم اینکہ مراد از اطلاع بر لوح محفوظ اطلاع بر موجودات نفس الامریہ است کہ قبل از ظہور موجودات در خارج حاصل شود گو بمطالعہ نقوش لوح باشد یا بے مطالعہ زیرا کہ مراد از اطلاع بر کتاب اطلاع بر مضامین مرقومہ دراں کتاب می شود نہ دیدن نقوش و ایں معنی اولیاء اللہ را نیز حاصل میگردد پس دیدن و نہ دیدن برابر شد سوم آنکہ اطلاع بر لوح محفوظ بمطالعہ و دیدن نقوش ہم از بعضے اولیاء اللہ بتواتر منقول است پس اختصاص و حصر صحیح نخواہد شد۔

قال النجدی فمن اثبته لغیرہ ندیدا کان او ولیا عندنا وثنا ملکا او جنیا فقد اشرك باللہ۔

کہا نجدی نے پس جو ثابت کرے غیب کا علم اللہ کے غیر کو نبی ہو یا ولی صنم ہو یا وثن۔ فرشتہ ہو یا جن پس مشرک ہو گیا۔

قالوا ھذا اکان موقوفا علی کون علم الغیب مدارا للشرك ولم یثبت

کہا علمائے اسلام نے یہ حکم جو نجدی نے کیا موقوف تھا اس پر کہ علم غیب مدار شرک کا ہو شرع میں اور یہ بات ثابت نہیں ہوئی۔

قال النجدی فمن قال یا رسول اللہ اسئلك الشفاعة یا محمد ادع اللہ فی قضاء حاجتی یا محمد اسئل اللہ بك واتوجه الی اللہ بك وکل من نادا ہ فقد اشرك شركا اكبر۔

کہا نجدی نے پس جو کہے یا رسول اللہ میں تم سے سوال کرتا ہوں شفاعت کا یا محمد اللہ سے دعا کرو میری حاجت برآنے میں یا محمد میں سوال کرتا ہوں اللہ سے تمہارے وسیلہ سے اور متوجہ ہوتا ہوں اللہ کی طرف تمہارے واسطے سے اور جو پکارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پس مشرک ہو گیا بڑے شرک کا۔

قالوا افتراء واجتراء فی الدین وانه جائز ام لم یسمع کیف علم النبی ضررا

کہا علمائے اسلام نے یہ جو نجدی نے کہا ہے افترا ہے اور جرأت کرنا دین میں ہے کہ جائز کو کفر و شرک کہہ دیا کیا نجدی نے نہیں سنا کہ کس طرح تعلیم کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ثم علم عثمان بن حنیف بعد وفاته صلی اللہ علیه وآله وسلم فی خلافته عثمان حاجة صلوة الحاجة وفیه یا محمد انی توجهت بك الی ربی فی قضاء حاجتی هذه لتقضی لی وهو مذکور فی کتب الحدیث وعمل علیه السلف من الصحابة والتابعین وصلحا کل عصر۔

ایک اندھے کو پھر تعلیم کی عثمان بن حنیف نے کہ بڑے صحابی تھے حضرت عثمان بن عفان کی خلافت میں حاجتمند کو نماز حاجت اور اس میں ہے کہ یا محمد بیشک میں متوجہ ہوا تمہارے واسطے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت کے برآنے میں تاکہ وہ حاجت بنائی جائے میرے واسطے اور یہ مذکور ہے حدیث کی کتابوں میں اور اس پر عمل ہے سلف کا اور صحابہ اور تابعین اور ہر عصر کے صالحوں کا۔

فائدہ: مولوی محمد موسیٰ صاحب مرحوم خلف الصدق مولوی رفیع الدین صاحب مرحوم نے رسالہ حجۃ العمل میں لکھا ہے۔ حضرت جناب خلاصۃ العلماء حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ عبد العزیز قدس اللہ سرہ العزیز در ردّ رسالہ وہابیاں در باب شرک بودن استعانت از غیر خدا نوشتہ اند

اعلم ان الاستعانة بغیر اللہ ان کانت له بوجهین احدهما ان یکون علی وجه الاستقلال فی التاثیر والایجاد ولا شبهة انه شرك وثانیهما ان یکون علی وجه الاعانة والارشاد بوجه التدبیر والشفاعة او لدفع الشر ولا شبهة انه لیس بشرك اذ عدد فی الاحادیث یا عباد اللہ اعینونی ویا محمد انی اتوجه بك الی ربی وورد فی عد الحسنات اعانة الملهوف وکذا ابتغاء الرزق عند غیر اللہ علی وجه

جاننا چاہیے کہ غیر خدا سے مدد چاہنا اور دعا کرنا دو طور پر ہیں ایک یہ کہ ایجاد و تاثیر میں غیر کو مستقل سمجھے یہ بے شبہ شرک ہے دوسرا اعانت و ارشاد کے یا واسطے دفع شر کے اور یہ بیشک شرک نہیں ہے کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے اے بندو اللہ کے مدد کرو میری اے محمد بے شک میں متوجہ ہوتا ہوں تمہارے واسطے سے اللہ کی طرف اور مضطر کی مدد کرنا حدیث میں حسنات کے شمار میں ہے اور ایسے ہی چاہنا رزق کا اللہ کے غیر کے پاس بطریق

المواسات والمراعات ليس من الشرك
في شيئ وانما هو بسبب عادي، شروع
والحال ان اعتقاد التاثير لغير الله سبحانه لا
يوجب الشرك بخلاف التاثير الخلقي
والفرق بينه - في العرف ظاهر ويقال
رزق الامير فلانا وبرا اعطاه المال او
فرض الوتر ثم لذا يقال شفى الطبيب
المريض -

مواسات و مراعات شرک نہیں ہے
بسبب عادت مشروع ہے اور حال یہ
ہے کہ تاثیر قدری کا اعتقاد موجب شرک
نہیں ہے بخلاف تاثیر خلقی کے اور
فرق دونوں میں ظاہر ہے عرف میں اور کہا
جاتا ہے رزق دیا امیر نے فلانہ کو اور ارادہ
کیا جاتا ہے مال کا دینا یا کچھ مقرر کر دینا اور
ایسے ہی کہا جاتا ہے کہ شفا دی طبیب نے مریض کو۔

مولوی رفیع الدین صاحب نے رسالہ اسرار المحبۃ میں لکھا ہے۔

المحبة مع الاحياء الحاضرين نافعة
عاجلاً واجلاً واما مع الاموات فانفعة
في الاجل البتة بشرط الاهلية والايمان
واما في العاجل فبشروا ولام التوجه
وتخلية القلب معه في الخلوات و
مداومة ذكره وكثرة الدالة والبر
معه بارسال الثواب اليه والاحسان
الى اهله فتلاق كثيرا ما يفتح باب
او وصية ويعطى منفعة الصحبة

محبت زندوں سے نافع ہے دنیا و آخرت
میں اور مُردوں سے پس آخرت میں نفع
کرنے والی ہے یقیناً بشرط اہلیت و ایمان
کے یعنی وہ شفیع ہونگے لیکن دنیا میں پس
نفع محبت مردوں کا اس شرط سے ہے نہ
ہمیشہ اُس مردے کی طرف متوجہ رہے اور اپنے
دل کو خلوتوں میں اُس کے ساتھ اکیلا رکھے
اور ہمیشہ اُس کا ذکر کرتا رہے اور اُس کو
بہت پکارا کرے اور اُسکے ساتھ نیکی کیا
کرے اُسکو ثواب پہنچانے سے اور اُسکے لوگوں کے ساتھ احسان کرنے سے پس یہ بات اکثر
ہے کہ کھول دیتی ہے دروازہ اولیسیت کا اور عطا کرتی ہے صحبت کی منفعت۔

شاہ ولی اللہ نے کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھا ہے۔

اخبرني الشيخ ابو طاهر عن الفشاشي
انه كتب الى النبي صلى الله عليه وسلم

خبر دی مجھ کو میرے استاد شیخ ابو طاہر نے
استاد فشاشی سے کہا کہ انہوں نے لکھی نبی ؐ

ف لعل الصحيح المكسي ۱۲

كتابا في بعض حاجاته صورته يا رسول
الله صلى الله عليك انت اقرب
الي مني ام هذا فبحق قربك مني و
ان بعدت الا ما اشفعت لي وفي قضاء
حاجتي كلها الدنيوية والاخروية

عرضی اپنی کسی حاجت میں عبارت اس
کی یہ ہے یا رسول اللہ تم پر درود بھیجے اللہ
تعالےٰ تم نزدیک تر ہو میری طرف مجھ سے
یا یہ پس ساتھ حق قرب اپنے کے مجھ سے
اگرچہ بعید ہو مجھ شفاعت کیجیے میرے لئے
اور میری سب حاجتیں دنیا و آخرت کی برآنے کے لئے۔

اور اُسی کتاب میں لکھا ہے " بعض اصحاب قادریہ برائے حصول مہمات
ختم باین طور مے کنند اول دو رکعت نفل بعد ازاں یکصد و یازدہ بار درود بعد
ازاں یکصد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یکصد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی "
اور اس کتاب کو بنایا ہے واسطے جمع کرنے کلمات اہل حالات اولیاء اللہ
کے اور اپنی نسبت اُن سے ثابت کرنے کے لئے اور اسے نقل کرنے کے رد و ابطال
نہیں کیا پس اس کا مسلم ہونا مصنف کے نزدیک ثابت ہے۔ شاہ ولی اللہ انفاس العارفین
میں شیخ محمد اپنے جد ابو تم کے باب میں لکھتے ہیں۔

" محمد وارث ذکر کرد کہ مرا سفرے پیش آمد بر جناب ایشان رجوع کردم بشارت
عاقبت و اندر اثنائے راہ دران سفر شبے قطاع الطریق ہجوم کردند و خوف ہلاک مستولی
شد بجناب ایشان متوجہ شدم دران حالت مرا نوم گرفت ایشان را در منام دیدم
کہ میفرمایند فلانے ترا کہ منع کردہ است۔ مترس برخیز و برو و دو عدد کدوکہ تخمے
است از حلاوت مرا عنایت فرمودند چوں بیدار شدم ہر دو عدد را بعینہ یافتم
برخاستم و سوار شدم و راہ خود گرفتم ہمہ قطاع الطریق از من غافل ماندند و ہیچ
کس معترض نہ شد و آں کدو منتہا بمن ماند "

قال النجدي فانه اعتقد ان محمدا
يعلم ويطلع على دعائه ونداءه -

کہا نجدی نے کیونکہ اُس نے اعتقاد کیا کہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم و اطلاع ہے۔
اُس کی دعا و ندا سے۔

قالوا اسمع ایها الجاهل ان اعتقاد اطلاع احد فی البرزخ علی تمام العالم الترابی ایضا لیس غیبا مطلقا وخاصا به سبحانه بل هو غیب اضافی الم تسمع قوله صلی الله علیه وسلم صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم انظر الی ما قال العلماء فی شرحه

کہا علمائے اسلام نے سن اے جاہل کہ اعتقاد کسی کے مطلع ہونے کا برزخ میں تمام عالم زمین پر بھی غیب مطلق جو خاص ہے واسطے خدا کے نہیں ہے بلکہ غیب اضافی ہے کیا تو نے نہیں سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ درود بھیجو مجھ پر کہ درود تمہارا مجھ کو پہنچتا ہے جہاں کہیں ہو تو دیکھ کیا کہا ہے علماء نے اسکی شرح میں۔

قال النجدی من بعید کما عن قریب وهل هذا الا اشراک۔

دور سے جیسے ہے ایسا ہی ہے نزدیک سے اور یہ شرک ہے۔

فائدہ۔ تقویۃ الایمان میں آیۃ کریمہ ومن اضل ممن یدعو الخ کے بیان میں ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے۔ اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔ اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے۔ سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ اس مانگنے کی راہ سے شرک نہیں ثابت ہوتا لیکن یہ بھی راہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور و نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جبھی ان کو اس سے پکارا۔

قالوا ایضا ان الاطلاع من بعید کما

کہا علمائے اسلام نے مقصد نجدی کا یہ ہے

لما علی قاری نے مرقاۃ میں کہا ہے قال القاضی وذالک ان النفوس الزکیۃ القدسیۃ اذا خرجت عن العلایق البدنیۃ عرجت واتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لها حجاب فتری کل ما شاهدته بنفسها او باخبار الملک وفیه سر یطلع علیه من تیسر له ذالک

یعنی قاضی نے کہا ہے اس طرح ہے کہ نفس پاک جب بدنی علاقہ سے خالی ہوتے ہیں عروج کرتے ہیں اور ملاء اعلیٰ میں مل جاتے ہیں اور ان کو کچھ حجاب باقی نہیں رہتا سو کل کو دیکھتے ہیں مانند مشاہدہ کے آپ یا فرشتے کی خبر دینے سے اور اس میں سر ہے جس کو حاصل ہے وہ جانتا ہے ۱۲

عن قریب مختص بالله تعالی فاثبات له لغیره شرک ولا یدری هذا الجاهل ان القرب والبعد لا یتصور فی حضرة الله تعالی فان نسبته الی جمیع الامکنة علی السواء والمراد بالقرب الواقع قرب المنزلة فالنجدی اختار مذهب المجسمة المثبتین له تعالی شانه مکانا وجهة واتصالا مکانیا وقربا جسمانیا للعبد منه سبحانه عما یقول الظالمون وکل ذالک مردود عند اهل السنة والتفصیل فی کتب العقائد۔

کہ اطلاع دور سے جیسے کہ قریب سے خاص ہے اللہ کے ساتھ پس اور کو ثابت کرنا شرک ہے اور یہ نجدی جاہل نہیں جانتا کہ قرب و بعد اللہ کی بارگاہ میں ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نسبت اسکی سب مکانوں سے برابر ہے اور قرب کہ اسکے کلام میں واقع ہے اس سے مراد قرب منزلت ہے پس نجدی نے اختیار کیا مذہب مجسمہ کا کہ ثابت کرتے ہیں واسطے اللہ پاک کے مکان اور جہت اور اتصال مکانی اور قرب جسمانی بندے کو اللہ پاک کے ساتھ اور یہ بات مردود ہے اہل سنت کے مذہب میں اور تفصیل عقائد کی کتابوں میں ہے۔

فائدہ۔ شاہ عبد العزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے **عقیدہ سیزدہم** آنکہ حق تعالیٰ را مکان نیست واو را جہتے از فوق و تحت متصور نیست و ہمین است مذہب اہل سنت و جماعت **عقیدہ بست و یکم** بندہ را اتصال مکانی و قرب جسمانی با حضرت حق تعالیٰ متصور نیست قربیکہ درانجا متصور است بدرجہ و بمنزلت و خوشنودی است و بس ہمین است مذہب اہل سنت۔

قال النجدی وقد نص الله علی هذا بقوله ومن اضل ممن یدعو من دون الله من لا یستجیب له الی یوم القیمة وهم عن دعائهم غافلون۔ وبقوله ام لهم ایدیبطشون بها

کہا نجدی نے اور تحقیق نص کیا اللہ نے اوپر اس کے اپنے قول کو اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے کہ پکارتا ہے سوا اللہ سے اس کو کہ نہ قبول کریگا اس کے قیامت تک جب تک اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں۔ اور اپنے قول کو کیا ان کے ہاتھ ہیں کہ بطش کرتے

ام لهم ارجل یمشون بها ام لهم ذان یسمعون بها ام لهم اعین یبصرون بها۔

کیا علماء سلام فرماتے ہیں یہ آیتیں بتوں کے حق میں ہیں پس ضرور ان آیتوں کا اُس ذات پاک کے حق میں کہ عرض کئے جاتے ہیں اُس پر عمل ساری اُمت کے ہر صبح و شام پس پہچانتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اُمت کو اُنکی صورت اور عملوں سے اور استغفار فرماتے ہیں اُمت کے واسطے اور جواب دیتے ہیں سلام کا سب سلام کرنے قیام کرنے والوں کے اگرچہ ہر لمحہ میں زائد لاکھوں سے ہوں اور پہنچتا ہے اُنکو درود وسلام بھیجنے والوں کا جہاں سے کہ ہو زمین کے مشرقوں اور مغربوں سے کفر صریح اور الحاد قبیح ہے۔

فائدہ۔ شاہ ولی اللہ نے فوز الکبیر میں جہاں بیان کئے طریقے مناظرہ قرآن کے مشرکین کے ساتھ لکھا ہے "رابعاً بیان شفاعت و عبادت اصنام و سقوط احجار از مراتب کمالات انسانیہ است۔ فکیف مراتب الوہیۃ و این جواب سوق اصنعت بمرائے کسانیکہ اصنام را معبود ذاتی انگارند" اور بھی اسی کتاب میں ہے۔

صور تہا از سنگ و صفر و روئیں و مثل آں تراشیدہ قبلۂ توجہ باں ارواح ساختند و جاہلاں رفتہ رفتہ آں سنگہا را بذاتہا خود معبود انگاشتند و خلط عظیم راہ یافت" اور حجۃ بالغہ میں لکھا ہے۔

والمشرکون وافقوا المسلمین فی تدبیر امور العظام وفیما ابرم وجزم ولم یترک لغیرہ خیرۃ ولم یوافقوہم فی

مشرک موافق تھے مسلمانوں کے بڑے کاموں کی تدبیر میں اور اُس میں کہ خدا کو ضرور کرتا ہے اور کسی کو اختیار نہ دیا ہے اور باقی باتوں

سائر الامور وذہبوا الی ان الصالحین من قبلہم عبدوا اللہ وتقربوا الیہ فاتاہم اللہ الالوہیۃ فاستحقوا العبادۃ من سائر خلق اللہ۔ پھر کہا۔

میں موافق نہیں ہوئے اور کہا کہ اگلے اچھے بندوں نے اللہ کی بندگی کی اور اُسکی طرف نزدیک ہوئے پس اللہ نے اُنکو الوہیت کا خلعت دیدیا پھر مستحق ہو گئے عبادت کے ساری خلق سے

وقالوا لا تقبل عبادۃ اللہ الا مضمومۃ بعبادتہم بل الحق فی غایۃ التعالی فلا یفید عبادتہ تقربا بل لابد من عبادۃ ہؤلاء لیقربوا الی اللہ زلفی وقالوا ہؤلاء یسمعون ویبصرون ویشفعون لعبادہم ویدبرون امورہم وینصرونہم فنصبوا علی اسمائہم احجارا وجعلوہا قبلۃ عند توجہہم الی ہؤلاء فخالفہم من بعدہم خلف فلم یاتوا الفرق بین الاصنام وبین من ہو لہ صورتہ فغلطوا فاظنوہا معبودات باعیانہا ولذالک رد اللہ تعالی علیہم تارۃ بالتنبیہ علی ان الحکم الملک للہ خاصۃ وتارۃ ببیان انہا جمادات الہم ایدٍ یبطشون بہا ام لہم ارجل یمشون بہا ام لہم اذان یسمعون بہا ام لہم اعین یبصرون بہا۔

اور کہا مشرکوں نے کہ اللہ کی عبادت مقبول ہی نہیں ہوتی بے ملانے انکی عبادت کے بلکہ اللہ بہت بلند ہے اُسکی عبادت فائدہ نہیں دیتی نزدیکی کا بلکہ عبادت اُنہیں کی چاہیئے کہ اللہ کی طرف نزدیک کردیں اور وہ سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور شفاعت کرتے ہیں اپنے عبادت کرنیوالوں کی اور اُن کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں پس کھڑے کئے اُنکے نام پر پتھر اور قبلہ بنایا اُنکی طرف توجہ کا پھر پیچھے آئے وہ کہ بُت میں اور اُس میں کہ جس کی صورت ہے فرق نہ سمجھے اور اُن پتھروں ہی کو بالذات معبود سمجھے اسی واسطے اللہ نے اُن پر رد کیا کبھی اس طرح کہ وہ جماد ہیں کیا اُنکے ہاتھ ہیں کیا پاؤں ہیں یا کان آنکھ ہیں۔

فائدہ۔ یہاں سے معلوم ہو گیا کہ موافق لکھنے شاہ ولی اللہ کے جو آیتیں کہ پتھر پیتل وغیرہ

لہ حضرت غوث زمان پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں "الحاصل اصنام اور کاملین کے ارواح میں فرق واضح۔ اور امتیاز غالب ہے پس جو آیات اصنام کے حق میں وارد ہیں انکو انبیاء و اولیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم پر حمل کرنا یہ قرآن مجید کی تحریف ہے جو قبیح تحریف ہے اور دین کی بڑی تحریف ہے جیسا کہ صاحب تقویۃ الایمان اسکا مرتکب ہوا ہے (اعلاء کلمۃ اللہ بار چہارم ص ۱۰) شرف قادری

جمادات کے حق میں ہیں۔ مولوی اسمٰعیل وغیرہ کے دین والوں نے اُن آیتوں کو کاملوں کی ارواح کے حق میں ٹھیرا دیا ہے۔ اَب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑا سا حال ارواح کا شاہ ولی اللہ وغیرہ کے کلام سے نقل کر دیا جائے۔ سنو کہ شاہ ولی اللہ کتاب حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں فاذا مات انقطعت السلافات ورجع الی مزاجہ فیلتحق بالملائکۃ وصار منہم والہم کالہامہم ویسعی فیما یسعون وربما اشتغل ہؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لہم لمۃ خیر بابن آدم وربما اشتھی بعضہم الی صورۃ جیدۃ اشتیاقا شدیدا ناشئا من اصل جبلۃ فتفرع ذالک یا بامن المثال واختلطت بہ قوۃ منہ بالتسمیۃ الھوائیۃ وصار کالجسد النورانی وربما اشتاق بعضہم الی مطعوم نحوہ فامد فیما اشتھی قضا الشوقہا۔ اور اسی کتاب میں ہے۔

جب مرتا ہے علاقے ٹوٹ جاتے ہیں اور رجوع کرتا اپنے مزاج کی طرف اور مل جاتا ہے فرشتوں سے اور ہو جاتا ہے اُنہیں میں سے اور الہام کرتا ہے جیسے فرشتے کرتے ہیں اور جس کام میں سعی کرتے ہیں آپ سعی کرتا ہے اور مشغول ہوتے ہیں یہ لوگ اللہ کا کلمہ بلند کرنے میں اور اللہ کے گروہ کی مدد کرنے میں اور خبر پہنچانے میں آدمیوں کو اور کوئی چاہتا ہے جسم میں صورت پکڑنے کو اور جسم نورانی ہو جاتا ہے اور کوئی مشتاق ہو جاتا ہے کھانے کا۔ سو اس کو دیا جاتا ہے۔

واذا مات الانسان کان للنسمۃ نشاۃ اخری فینشئی فیض الروح الالھی فیھا قوۃ فیما بقی من الحس المشترک تکفی کفایۃ السمع والبصر والکلام بمدد من عالم المثال

جب مرتا ہے آدمی ہوتی ہے روح کو ایک اور پیدائش کہ پیدا کرتا ہے اللہ کا فیض اسکے جس مشترک میں کہ باقی رہتی ہے ایک اور قوت کہ اس قوت سے ہوتی ہے سمع و بصر و کلام ساتھ مدد کے عالم مثال سے۔

شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے "در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع میسازند کہ فلانے امروز چنیں میکند و فلانی چناں تا روز قیامت ادائے شہادت تواند کرد" تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھا ہے۔

حال ارواح در عالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکل و بدون کار میکنند و

مصدر افعال حیوانی و نفسانی میگردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند۔

قال النجدی وعن عائشۃ قالت من اخبرک ان محمدا یعلم الخمس التی قال اللہ تعالی ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ فقد اعظم الفریۃ۔

کہا نجدی نے۔ کہا عائشہ نے جو کہے تجھ سے کہ محمد جانتے تھے۔ اُن پانچ باتوں کو کہ اللہ تعالیٰ نے مذکور کی ہیں۔ پس اُس نے بڑا افترا کیا۔

لہ ابن حجر نے فتوح مکیہ شرح منظومۂ [illegible] لکھا ہے من فیض عالم الغیب معدۃ وصف بہ للمبالغۃ او بمعنی اسم الفاعل ای الغائب لکن بالنسبۃ الینا واما بالنسبۃ الیہ فالکل من عالم الشہادۃ لا بمعنی المفعول ای المغیب خلافا لمن زعمہ لان غاب لازم وخص بالذکر علی حد قولہ تعالی عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الآیۃ لان العلم بہ اہم واظہر ولان اکثر علوم نبینا تتعلق بالمغیبات بدلیل فعلمت علم الاولین والآخرین فی الحدیث المشہور ولانہ تعالی اختص بہ لکن من حیث الاحاطۃ والشمول لعمومہ بالکلیات والجزئیات فلا ینافی ذالک اطلاع اللہ تعالی لبعض خواصہ علی کثیر من المغیبات حتی من الخمس التی قال فیہن خمس لا یعلمہن الا اللہ لانہا جزئیات فانکار المعتزلۃ لذالک مکابرۃ فقد وقع للانبیاء والاولیاء من ذالک ما لا یمکن عدہ سیما ما وقع لنبینا۔ ترجمہ فیض عالم غیب سے غیب مصدر ہے وصف کیا گیا واسطے مبالغہ کے یا بمعنی اسم فاعل کے یعنی غائب لیکن بہ نسبت ہمارے لیکن اللہ کی نسبت پس سب حاضر ہے نہ بمعنی اسم مفعول کے اسے مغیب کے بہ خلاف اُس شخص کے کہ زعم کرتا ہے کیونکہ غاب لازم ہے اور خاص کیا غیب کو ساتھ ذکر کے موافق قول اللہ بر تر کے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الآیۃ۔ یعنے نہیں غالب کرتا ہے اللہ اپنے غیب پر مگر جس کو کہ برگزیدہ کرتا ہے رسول سے کیونکہ جاننا غیب کا بڑا ہے تعظیم میں اور ظاہر تر اسلئے کہ اکثر علم ہمارے پیغمبر کے متعلق تھے غیب کے ساتھ بدلیل حدیث مشہور علمت علم الخ کے یعنے سکھایا گیا علم اگلوں اور پچھلوں کا اور اسلئے کہ غیب خاص ہے اللہ تعالیٰ کو بروجہ احاطہ و شمول کے واسطے جاننے اللہ کے کلیات و جزئیات کے پس یہ منافی نہیں ہے اسکے کہ اطلاع کرے اللہ اپنے بعض خواص کو اکثر مغیبات پر یہانتک کہ اُن پانچ میں سے کہ فرمایا اُنکے حق میں پیغمبر نے پانچ میں کہ نہیں جانتا ہے اُنکو کوئی سوا اللہ کے کیونکہ وہ جزئیات ہیں پس انکار معتزلہ کا اس کا دعوی بلا دلیل ہے کیونکہ واقع ہوا انبیاء اور اولیاء کو یہ اُس قدر کہ نہیں ہے ممکن شمار اُس کا خاص کر ہمارے پیغمبر کو اور شرح وسع العالمین علما الخ میں لکھا ہے علما تمیزای وسع علمہ العالمین ــــ

قالوا یا ایها الجاهل اقرء تمام الحدیث وهو هکذا قالت من اخبرک ان محمداً رأی ربه او کتم شیئاً مما امر به او یعلم الخمس التی قال الله تعالی فیها ان الله عنده علم الساعة الآیة فقد اعظم الفریة فقولها اعظم الفریة تشیر ان المخبر مفتر او کاذب فاین فیه انه مشرک وهل الافتراء والکذب عندک شرک مع ان اصل مسئلة الباب هو رؤیة النبی صلے الله علیه وسلم ربه لیلة المعراج وهی خلافیة والجمهور علی اثباتها وهو الراجح المختار عند اکثر العلماء الکبار واجابوا عن قول عائشة بانها لیست علم ممن اثبتها وقالت ما قالت استنباطاً و اجتهاداً من قوله تعالی لا تدرکه الابصار واجابوا ان الادراک هو الاحاطة فلیس فیها نفی مطلق الرؤیة وکذلک حالة اطلاعه صلی الله علیه وسلم علی خمسة خلافیة قبل قبض النبی صلی الله علیه وآله

کہا علمائے اسلام نے اے جاہل تمام حدیث پڑھ اور یوں ہے کہ کہا عائشہ نے کہ جو کہے کہ محمد نے دیکھا اپنے رب کو یا چھپایا کچھ حکم میں سے یا جانتے تھے ان پانچ چیزوں کو کہ اللہ نے مذکور کی ہیں وہ بڑا مفتری ہے مقصود حضرت عائشہ کا یہ ہے کہ خبر دینے والا مفتری اور جھوٹا ہے اس میں شرک کا ذکر نہیں ہے کیا افترا کرنا اور جھوٹ بولنا اے نجدی تیرے نزدیک شرک ہے۔ باوجودیکہ اصل مسئلہ باب کا وہ دیکھنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اپنے رب کو معراج میں۔ اور یہ مسئلہ خلافی ہے اور جمہور نے اسے ثابت کیا ہے۔ سو اکثر کے نزدیک وہی مختار ہے اور عائشہ کے قول سے انہوں نے جواب دیا کہ جن صحابہ نے ثابت کیا ہے حضرت عائشہ کو ان سے زائد علم نہیں ہے اور حضرت عائشہ نے آیہ کریمہ لا تدرکه الابصار سے یہ بات نکالی اپنے اجتہاد سے اور جواب دیا اس طرح کہ ادراک سے احاطہ مراد ہے پس دیکھنے کی نفی نہیں ہے۔ اسی طرح

(بقیہ صفحہ ۱۲۳) من الانس والجن والملائکة لان الله تعالی اطلعه علی العالم فعلم علم الاولین والآخرین ما کان منه وما یکون کما مر ترجمہ علماً تمیز ہے یعنی پھر نبی کے علم نے سب عالم کو آدمی فرشتے جن اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے خبردار کر دیا عالم پر پس بتلا دیا علم گذرے اور پچھلوں کا جو ہو چکا اور جو ہوگا جیسے گذرا۔

وسلم ولم یعلمها وقیل بل علمه الله و اطلعه علیها ولم یامر ان یطلع علیها امته کذلک مشلة الروح۔

مسئلہ علم خمسہ اور روح کا بھی خلافی ہے

قال النجدی وعن النبی فی الصحیح و الله لا ادری وانا رسول الله ما یفعل بی ولا بکم فهذا الحدیث صریح فی انه کان لا یعلم امر خاتمته فی حال حیاته فکیف یعلم حال تلک المشرکین بعد مماته

کہا نجدی نے نبی سے صحیح میں روایت ہے کہ کہا کہ قسم اللہ کی میں نہیں جانتا حالانکہ اللہ کا رسول ہوں کہ کیا کیا جاویگا مجھ سے اور تم سے پس یہ حدیث صریح ہے اس میں کہ نبی نہیں جانتے تھے اپنے خاتمہ کا حال زندگی میں پس کیونکر جانے حال اُن مشرکین کا بعد مرنے کے۔

قالوا یا ایها الجاهل کیف تقول انه صلے الله علیه وآله وسلم کان لا یعلم امر خاتمته وقد قال الله تعالی لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تأخر و عسی ان یبعثک ربک مقاماً محمودا ولسوف یعطیک ربک فترضی انا اعطیناک الکوثر واحادیث الشفاعة لامته وشفاعة امة اکثر من ان یحصی و کیف قلت فکیف یعلم حال امة بعد مماته الم تسمع انه صلی الله علیه وآله وسلم قال حیاتی خیر لکم تحدثون یحدث لکم فاذا انا مت کان وفاتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم فان رأیت

کہا علمائے اسلام نے اے جاہل تو کیونکر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا حال معلوم نہ تھا باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا بخش دیگا واسطے تیرے اللہ اگلے اور پچھلے گناہ اور پہنچا دیگا اللہ تجھ کو مقام محمود میں اور عطا کریگا تجھ کو تیرا رب یہاں تک کہ تو راضی ہوگا دیا ہم نے تجھ کو کوثر اور حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی اُمت کیلئے اور حدیثیں اُمت کی شفاعت کی شمار سے زائد ہیں اور کیونکر کہا تو نے اے نجدی جاہل کہ کیونکر جانے پیغمبر حال اُمت کا بعد مرنے کے کیا تو نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے حیات میری بہتر ہے تمہارے لئے باتیں کرتے ہو باتیں کئے جاتے ہو اور جب میں مروں گا میری وفات بہتر ہوگی تمہارے واسطے عرض کئے جاویں گے مجھ پر تمہارے اعمال اگر اچھے دیکھونگا

خیراً حدثت الله وان رأیت شرا استغفرت لکم وقد ثبت عرض اعمال الاحیاء علی غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم ایضاً فی الاموات

قال النجدی وفی کتاب التوحید لنا الکبیر وفی فصول التوحید زیادۃ تحقیق وما یتفوہ بہ علماء مشرکی زماننا بان المراد نفی العلم والدرایۃ التفصیلیۃ المستقلۃ ولا ندعیہ لانفی العلم باعلام اللہ الذی ندعیہ او انہ کان فی اول الامر ثم القی اللہ علیہ علم الاولین والآخرین وجعلہ مطلعا علی مایکون الی قیام القیمۃ وامثال ذلک الھفوات فھو ابتداع فی الدین۔

قالوا ماقال النجدی فی المعنی المراد ونقلہ فھو حق وھدایۃ من السلف والسواد الاعظم ویجب القبول بہ دفعا للتعارض ولکن لما کان مقنعا لامرد لہ ولم یھتد لتسلیم الحق عبر عنہ بھفوۃ عقلاً مشرکی زمانہ لعنۃ اللہ علیہ یسمی ماصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھفوۃ وابتداعا فی الدین الم یسمع انہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم علم علم الاولین

شکر کرونگا اور اگر بُرے دیکھونگا اللہ سے بخشش چاہوں گا تمہارے واسطے اور بیشک ثابت ہوا عرض اعمال زندوں کا اوپر مُردوں کے بھی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

کہا نجدی نے اور ہماری بڑی کتاب التوحید میں اور فصول التوحید میں زیادہ تحقیق ہے اور وہ جو کہتے ہیں ہمارے زمانے کے عقلمند مشرک کہ مراد نفی علم ودرایت تفصیلی مستقل کی ہے اور ہم اس کا دعوٰی نہیں کرتے نہ نفی علم کی اللہ کے علم دینے سے کہ ہم اس کا دعوٰے کرتے ہیں۔ یا یہ کہ وہ پہلے کا حال ہے پھر اللہ نے دیا اُن کو علم اولین وآخرین کا اور مطلع کردیا اُس پر کہ قیامت تک ہونیوالا ہے اور مانند اسکے پس یہ نئی بدعت نکالنا ہے دین میں۔

کہا علمائے اسلام نے وہ جو نجدی نے معنی مراد نقل کئے حق ہیں اور ہدایت ہے سلف اور سواد اعظم سے اُس کا ماننا واجب ہے تاکہ تعارض دُور ہو مگر جو کہ یہ جواب شافی تھا کہ رَد نہیں ہوسکتا اور نجدی نے ماننے کی ہمت نہ پائی کہہ دیا کہ اس زمانہ کے عقلمند مشرک یوں کہتے ہیں لعنت اللہ کی اُس پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے اس کو لغو اور بدعت نام رکھتا ہے کیا اُس نے نہیں سُنا

والآخرین قال الخفاجی واما ما اوتیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم علم الاولین والآخرین قلعہ کان اخر احوالہ بعد انقطاع عرض جبریل لہ الم تسمع ما فی حدیث ابن اخطب وابن حذیفۃ فی الصحیح انہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اخبر بما ھو کائن الی یوم القیمۃ وفی الشفا وبحسب عقلہ کانت معارفہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی سائر ما علمہ اللہ واطلعہ علیہ من علم مایکون وما کان وعجائب قدرتہ وعظیم ملکوتہ قال اللہ تعالٰے علمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما حارت العقول فی تقدیر فضلہ علیہ وخرست الانس دون وصف یحیط بذالک وینتھی الیہ۔

قال النجدی ومخالف لتصریح السلف قالوا ایھا الملعون ما قالوا ثابت فی الصحاح من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکیف تعیرھم بمخالفۃ السلف سلف اھل السنۃ کلھم علیہ

قال النجدی وکفاک قدوۃ فی ذالک شیخنا تقی الدین ابن تیمیۃ والموافقون من اتباعہ رضوان اللہ علیھم اجمعین

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم اولین و آخرین کا دیا گیا۔ خفاجی نے کہا کہ وہ جو وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم اولین وآخرین کا دیا گیا پس شائد کہ یہ کچھ احوال تھا بعد عرض کرچکنے جبریل کے کیا نہیں سُنا تو نے وہ جو حدیث ابن اخطب اور حذیفہ میں ہے صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ جو ہونے والا ہے قیامت تک اور شفا میں ہے کہ جیسی آپ کی عقل تھی ایسی ہی معلومات کہ اللہ تعالٰی نے اُن کو دیا علم مایکون و ما کان کا اور اپنے عجائب قدرت اور عظیم ملکوت کا حیران ہیں عقلیں اللہ کے فضل کی تقدیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور زبانیں گونگی ہیں اُسکے بیان میں۔

کہا نجدی نے اور مخالف ہے تصریح سلف کے کہا علمائے اسلام نے اے ملعون وہ جو جماعت نے کہا ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحاح میں پس کیونکر تو عیب لگاتا ہے اُن کو مخالفت سلف کا۔ اہل سنت کے سلف سب ایسی پر ہیں

کہا نجدی نے اور کافی ہے پیشوا اس میں ہمارا شیخ تقی الدین ابن تیمیہ اور اُس کے پیرو لوگ۔

قالوا كفاك لعنة افتراءك بالشقي ابن تيمية اجمع علماء عصره على ضلاله و حبسه ونوى من كان على عقيدة ابن تيمية حل ماله ودمه۔

کہا علمائے اسلام نے کافی ہے تیرے ملعون ہونے کو پیروی کرنا تیرا شقی ابن تیمیہ کی وہ کہ اجماع کیا اُس کے عصر کے عالموں نے اُس کی گمراہی پر اور قید ہوا اور منادی ہوئی اسلام کے شہروں میں کہ جو ابن تیمیہ کے عقیدہ پر ہُوا اُس کا مال اور خون مباح ہے۔

قالوا وللہ در الماوردی قد اماط الاذی عن طریق المؤمنین حیث قال لما کثر اخباره بالمغیبات وظهر اعجازه وقام حجة علی المنکرین ازداد غیظهم وغمضوه صلی اللہ علیه وآله وسلم بانه ادعی الرسالة اولا ثم یرید ان تتخذه الهة اخذ وا فی التهکم والاستهزاء بالسؤال عن کل شیئ متی یکون وکیف یکون فامره اللہ تعالی ان یقول ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم یعنی اللہ تعالی یظهر علی رسله المغیبات ویخبرون بها وذالك من الاعجاز الذی یخصهم اللہ به ویعجز به المنکرین و کل ذالك باعلام اللہ واطلاعه فلیس ما اقول امرا مبدعا بل سنة اللہ الذی علم آدم الاسماء کلها وازی ابراهیم ملکوت السموات والارض وقال ابن مریم انبئکم بما تاکلون وتدخرون فی بیوتکم

کہا علمائے اسلام نے ماوردی علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ مومنین کی راہ سے ایذا کو دُور کیا۔ اس بیان سے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبریں بہت دیں اور معجزہ ظاہر ہوا اور منکروں پر حجت قائم ہوئی اور اُنکی دشمنی زائد ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کرنے لگے کہ پہلے دعویٰ کیا پیغمبری کا۔ اب اللہ بنا چاہتا ہے اور ٹھٹھا کرنا شروع کیا ہر ایک بات پوچھنے سے کہ کب ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ کہہ دو کہ میں نیا پیغمبر نہیں ہوں اور نہیں جانتا کہ کیا ہوگا مجھ سے اور تجھ سے یعنی اللہ اپنے پیغمبروں پر غیب ظاہر کرتا ہے اور وہ خبر دیتے ہیں اور یہ اُنکا معجزہ ہے اور اللہ کے دینے سے جانتے ہیں میں جو کہتا ہوں نئی بات نہیں ہے بلکہ اللہ کا دستور یونہی جاری ہے۔ آدم کو سب اسماء تعلیم کئے ابراہیم کو ملکوت آسمان وزمین کا دکھلا دیا۔ عیسٰے نے کہا جو تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں

وقال یعقوب اعلم من اللہ مالا تعلمون وما انا بدون اعلام اللہ فما ادری ما یفعل بی ولا بکم والکفار لما سمعوا ذلك حملوا علی غیر محمله قالوا هو لا یعرف ما آله وامر خاتنته وسروا بذالك ونقلوا فانزل اللہ تعالی لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر واخبر بمآل المؤمنین فی الآیة الاخری بعدها وفی القرآن ایات کثیرة تدل علی علمه صلی اللہ علیه وآله وسلم مآله و مآل اصحابه واهل بیته وعامة امته جزما لا یحومه شبهة باعلام اللہ تعالی ووعده الصادق الغیر المکذوب وکذالك جعلناکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا وقال عزوجل لیکون الرسول شهیدا علیکم وتکونوا شهداء علی الناس وقال فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بك علی هؤلاء شهیدا ۵ وقال عزو

ذخیرہ کرتے ہو سب کی تمکو خبر دیتا ہوں۔ یعقوب نے کہا میں جانتا ہوں اللہ سے جو تم نہیں جانتے اور لیکن بغیر اللہ کے بتلانے کے سوئیں نہیں جانتا کہ مجھ سے کیا کیا جاویگا اور تم سے کیا۔ کافروں نے جب یہ سُنا اُسے حمل کیا غیر محل پر اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مآل وخاتمہ کو نہیں جانتے اور خوش ہوئے اس بات سے اور اس کا چرچا کرنے لگے سو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ اور خبر دی مومنین کے مآل کی اگلی آیت میں اور قرآن میں بہت آیتیں ہیں کہ اُن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اپنے مآل اور اپنے اصحاب اہلبیت اور تمام امت کا یقینی ثابت ہے۔ اب کہ شبہہ کو گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ کے اعلام سے اور ویسے ہی گواہ تم نے کہ امت وسط کر تم گواہ ہو آدمیوں پر اور رسول تمہارے اوپر گواہ ہو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ

---

۵ شفاء قاضی عیاض میں آیہ کریمہ لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر کے بیان میں لکھا ہے قال المکی مخاطبة النبی صلی اللہ علیه وسلم هٰهنا هی مخاطبة لامته وقیل ان النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم لما امر ان یقول وما ادری ما یفعل بی ولا بکم سر بذالك الکفار فانزل اللہ تعالی لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر الآیة و بمآل المؤمنین فی الآیة الاخری بعدها قاله ابن عباس۔ (باقی صفحہ ۱۴۶ پر)

جل وللآخرة خير لك من الاولى وقال ولسوف يعطيك ربك فترضى ٥ روى انه لما نزلت هذه الآية قال عليه السلام لا ارضى حتى ادخل كل امتي الجنة و قال عز وجل انا اعطيناك الكوثر وقال عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا عن ابن عمر في حديث الشفاعة فيمشي حتى ياخذ بحلقة الجنة فيومئذ يبعثه الله المقام المحمود الذي وعده وقال رسول الله صلى الله عليه آله وسلم اريت ما تلقى امتي من بعدي وسفك بعضهم دماء بعض وسبق لهم من الله ما سبق للامم قبلهم فسألت الله ان يؤتيني الشفاعة يوم القيمة ففعل وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خيرت بين ان يدخل نصف امتي الجنة وبين الشفاعة فاخترت الشفاعة لانها اعم اتروها للمتقين و لكنها للمذنبين الخاطئين وعنه صلى الله عليه وآله وسلم في احاديث الباب انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا خطيبهم اذا وفدوا وانا مبشرهم اذا يئسوا وانا شفيعهم اذا حبسوا لواء الحمد بيدي

"بیشک بہتر ہے آخرت تیرے واسطے اولیٰ سے اور فرمایا عطا کریگا تجھکو تیرا رب اتنا کہ تو راضی ہو روایت ہے کہ اس آیت کو سُنکر فرمایا کہ میں راضی نہ ہوں گا جبتک ساری امت کو بہشت میں داخل نہ کرونگا۔ اور فرمایا کہ تجھ کو کوثر دیا اور مقام محمود دوں گا۔

حدیث شفاعت میں ہے کہ مقام محمود میں پہنچا دے گا کہ جس کا وعدہ کیا تھا اللہ نے میں نے شفاعت مانگی سو اللہ نے دی اللہ نے مجھے مختار کیا شفاعت لوں یا آدھی امت کو بہشت ملے میں نے شفاعت لی کہ سب کیلئے ہے

کیا تم متقیوں کے لئے جانتے ہو لیکن گناہگار خطاواروں کے لئے ہے۔ میں سب سے پہلے مبعوث ہوں گا اور سب کا شفیع ہونگا

وانا اكرم ولد آدم على ربي ولا فخر وانا سيد ولد آدم يوم القيمة وما من نبي آدم ومن سواه الا تحت لوائي وانا اول شافع واول مشفع اما ترضون ان يكون ابراهيم وموسى فيكم يوم القيمة انهما في امتي يوم القيمة وروي حتى الحوض خمسة وعشرون من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على ما بلغنا وكل ما ذكرناه من الايات والاحاديث في هذا الباب قطرة من بحار فضائله الموجودة في الكتاب والسنة وانما اطلنا باذكرنا لان شرذمة من كفرة الخوارج مع ادعاء الايمان يقعون في سوء ادبه صلى الله عليه وآله وسلم ويجرون بما لا يمكن من المؤمنين بالله ورسوله ويحقرون شأنه صلى الله عليه وآله وسلم فما للانبياء والاولياء وهذه الآية الكريمة من اقوى الآيات فسادهم بسبب افسادهم في حملها على محملها واتباعهم كفرة عهده صلى الله عليه وآله وسلم في ذلك وسرورهم كسرورهم وانكارهم بالآيات المتكاثرة والاحاديث المتواترة اعاذنا الله من شرورهم۔

اور سب پیغمبر میرے لواء کے نیچے ہونگے حدیث حوض کو پچیس صحابیوں نے روایت کیا ہے۔ اور یہ آیتیں اور حدیثیں جو میں نے ذکر کیں ایک قطرہ ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کے دریاؤں میں سے جو کتاب وسنت میں مذکور ہیں اور میں نے جو طول کیا سو اس لئے کہ ایک گروہ کفرہ خوارج کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے ادبی کرتے ہیں کہ مسلمان کا کام نہیں

اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تحقیر کی تو پھر اور نبیاء اور اولیاء کا کیا مذکور ہے

اور اس آیت کے معنے اگلے کافر ولی کی طرح بے محل کہہ کر خوش ہوتے ہیں۔ اور بے شمار آیتوں اور صاف و صریح حدیثوں کو نہیں مانتے۔ اللہ اُن کی شر سے پناہ میں رکھے۔

قال النجدی ۔ الفصل الثالث فی رد الاشراك فی التصرف ۔

قالوا فسرہ فی الفصل الاول باثبات مثل تصرف اللہ لغیرہ وھذا التشریع جدید من نفسہ ولم یوجد ھذا اللفظ فی الایات والاحادیث التی ذکرھا ۔

قال النجدی قال اللہ تعالیٰ قل من بیدہ

کہا نجدی نے تیسری فصل شرک فی التصرف کے رد میں ہے ۔

کہا علمائے اسلام نے کہ تفسیر کیا نجدی نے شرک فی التصرف کو پہلی فصل میں کہ وہ ثابت کرنا اللہ کا سا تصرف کسی دوسرے کو اور یہ نئی شریعت بنائی ہے اپنے دل سے اور آیات و احادیث جو ذکر کیں اُن میں بھی یہ لفظ نہیں ہے ۔

کہا نجدی نے کہا اللہ تعالیٰ نے کہہ کون ہے جسکے ہاتھ

(بقیہ ص ۱۴۵) فائدہ ۔ شرح الصدور میں لکھا ہے ۔

حدثنا ابو امامۃ عن صالح بن جبان حدثنا عبد اللہ بن بریدۃ قال لقد قبض النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ومایعلم الروح و قالت طائفۃ بل علمھا واطلعہ علیھا و لم یامرہ ان یطلع علیھا امتہ وھو نظیر الخلاف فی الساعۃ ۔

کہا عبد اللہ بن بریدہ نے کہ وفات پائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور وہ نہ جانتے تھے روح کو اور کہا ایک جماعت نے کہ بتلا دیا اللہ نے اور خبردار کر دیا اُس پر مگر حکم نہ کیا امت کو بتلانے کا اور یہ مانند خلاف کے ہے بیچ قیامت کے یعنی بعض کہتے ہیں کہ علم قیامت کا حضرت کو معلوم نہ تھا اور بعض ثابت کرتے ہیں علم قیامت کا ۱۲ ۔

شاہ ولی اللہ نے حجۃ البالغہ میں لکھا ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً قرأ الاعمش عن روایۃ ابن مسعود وما اوتوا من العلم الا قلیلاً یعلم من ھنا لك ان الخطاب للیھود السائلین عن الروح ولیست الآیۃ نصا فی انہ لا یعلم احد من الامۃ المرحومۃ حقیقۃ الروح کما یظن ولیس کل ما سکت عنہ الشرع لا یمکن معرفتہ البتۃ بل کثیراً ما یسکت عنہ لاجل ان معرفتہ دقیقۃ لا یصلح لتعاطیھا جمھور الامۃ وان امکن لبعضھم ۔ ۱۲

ملکوت کل شیئی وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون سیقولون للہ قل فانی تسحرون ۝ ھذہ الآیۃ دلت علی ان المتصرف فی الکل المجیر غیر المجار علیہ لیس الا اللہ فمن لم یقل فی حاجۃ یا اللہ وقال یا محمد وان اعتقدہ عبدا غیر متصرف فی الکل صار مشرکا فان مشرکی زمن النبی ایضا لا یعتقدون الھتھم کذالك بل انما یسئلون الآلھۃ علی اعتقاد الشفاعۃ فمن اعتقد التصرف فی العالم لمخلوق او اعتقدہ شفیعہ صار مشرکا وان اعتقدہ ادون من اللہ و مخلوقا لہ ۔

میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ پناہ دیتا ہے اور نہیں پناہ دیا جاتا اس پر اگر تم جانتے ہو ۔ قریب ہے کہ کہیں گے اللہ کہہ کہ پھر کیوں مسحور ہوئے جاتے ہو ۔ اس آیت نے دلالت کی اس پر کہ تصرف کرنے والا سب میں مجیر غیر مجار علیہ اللہ ہی ہے پس جس نے اپنی حاجت میں یا اللہ نہ کہا اور کہا یا محمد اگرچہ بندہ غیر متصرف کل میں اعتقاد کیا مشرک ہو گیا کیونکہ پیغمبر کے زمانے کے مشرک بھی اپنے الٰہوں کو ایسا اعتقاد نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ اُن سے شفاعت ہی کے اعتقاد پر مانگتے تھے پس جو کوئی اعتقاد کرے کسی مخلوق کا عالم میں تصرف یا اپنا شفیع استقلالاً کرے مشرک ہو جائیگا اگرچہ اللہ سے کم اور اُسی کا مخلوق جانے ۔

قالوا ایھا الغوی مالك تتکلم من غیر روایۃ مثل تکلم المجانین والسکاری فان الآیۃ صریحۃ فی ان المشرکین لم یعتقدوا غیر اللہ متصرفا فی الکل مجیرا غیر مجارا علیہ وکانوا مشرکین فثبت ان اعتقاد کون الغیر متصرفا مجیراً غیر مجار علیہ لیس مدار اشراکھم والا فکیف یکون من لا یعتقدہ مشرکا فالآیۃ لا تفید ما ادعیت بل تبطلہ وقلت انت ان الآیۃ دلت علی ان المتصرف فی الکل

کہا علمائے اسلام نے اے گمراہ کیا ہوا ہے تجھ کو کہ کلام کرتا ہے بے سمجھے جیسے دیوانہ نشے میں آیت سے ظاہر ہے کہ مشرک غیر خدا کو کل کا تصرف کرنے والا مجیر غیر مجار علیہ نہیں جانتے تھے اور مشرک تھے پس ثابت ہوا کہ اعتقاد غیر کے تصرف کا مدار شرک اُنکے کا نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جو اس کا معتقد نہ ہو مشرک کیونکر ہو پس جو نجدی نے دعویٰ کیا آیت سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ باطل ہوتا ہے آپ ہی تو کہتا ہے کہ آیت نے دلالت کی اس پر کہ متصرف کل ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

الجبير غير المجار عليه ليس الا الله ثم
فرعت عليه قولك من قال يا محمد
وان اعتقده عبدا غير متصرف في
الكل صار مشركا كيف يصح تخريجه و
كيف يتم التقريب نعم لو قلت فمن
اعتقد محمدا متصرفا في الكل مجبرا غير
مجار عليه واثبت له التصرف مثل تصرف
الله صار مشركا تم التقريب وان كان
باطلا من جهة عدم كون التصرف
مدار الشرك ثم قلت فان مشركي زمن
النبي ايضا لا يعتقدون الهتهم كذلك
فهذا القول ينفي الشرك عنهم على ما قررت
في معنى الشرك في التصرف ودلالة الاية
ثم قلت فمن اثبت التصرف في العالم
لمخلوق او اعتقد لا شفيعه صار مشركا
على اي شيئ فرعته فان قلت على الاية
فليس فيه ذكر الشفيع او على ما يلي الفاء
فنفيت فيه اعتقاد التصرف عن المشركين.

مجبر غیر مجار علیہ نہیں ہے مگر اللہ اور پھر اس پہ
بنا کیا اس بات کو کہ یا محمد جو کہے اگرچہ اعتقاد کرے
بندہ غیر متصرف کل میں مشرک ہو جاوے گا
اے گمراہ ذرا تو سوچ کہ کیسی بے ربط بات
ہے اگر تو کہتا کہ جو اعتقاد کرے محمد کو
متصرف کل میں مجبر غیر مجار علیہ اور
اللہ کا سا تصرف ثابت کرے تو مشرک ہو جاوے
گا۔ تو بات بن جاتی اگرچہ اس سبب سے
کہ تصرف شرک کا مدار نہیں ہے۔ باطل
ہوتی۔ پھر تو نے کہا کہ پیغمبر کے زمانے
کے مشرک بھی اپنے معبودوں کو ایسا اعتقاد
نہیں کرتے تھے۔ اس تیرے قول سے موافق
اس کے کہ تو نے معنی شرک فی التصرف کے
بیان کئے اور آیت کی دلالت اُن معنوں سے بیان
کی۔ لازم ہوتا ہے کہ پیغمبر کے زمانے کے مشرک مشرک
نہ تھے پھر جو تو نے کہا کہ جو عالم میں کسی مخلوق کا
تصرف ثابت کرے یا اسکو اپنا شفیع اعتقاد کرے
مشرک ہو جاویگا اس کلام کو کس بات پر تفریع
کیا اگر تو کہے کہ آیت پر سو آیت میں تو شفیع کا ذکر نہیں ہے یا تفریع کیا اُس پر جو ملا ہوا ہے اس کلام
سے سو اُس میں مشرکوں سے تو نے تصرف کے اعتقاد کا انکار کیا۔

قال النجدي وقد نص الله على هذا
بقوله ويعبدون من دون الله ما لا يملك
لهم رزقا من السموات والارض شيئا

کہا نجدی نے اور صاف بیان کر دیا اللہ نے اس
بات کو اپنے اس کلام سے اور عبادت کرتے ہیں سوائے
اللہ کے اُسکی کہ نہیں مالک اُنکے رزق کا کچھ آسمانوں
اور زمین سے

ولا يستطيعون وقال الله تعالى ولا تدع
من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك فان
فعلت فانك اذا من الظالمين وقال الله تعالى
قل لا املك لكم ضرا ولا رشدا قل اني لن
يجيرني من الله احد ولن اجد من دونه
ملتحدا انظروا انه امر الله تعالى محمدا
باظهار عدم ملكه لامته ضرا ولا رشدا

اور طاقت نہیں رکھتے اور کہا اللہ تعالے نے
اور مت عبادت کر سوائے اللہ کے اُسکی کہ نہ نفع
دے تجھکو نہ ضرر پھر اگر کیا تو ظالموں سے ہے
اور کہا اللہ تعالی نے کہہ کہ میں مالک نہیں تمہارے
ضرر اور بھلائی کا کہہ کہ نہیں پناہ میں لے سکتا
مجھکو اللہ سے کوئی اور مجھ کو سوائے اللہ کے
جائے پناہ نہیں دیکھو کہ اللہ نے حکم کیا محمد کو
اس بات کے ظاہر کر دینے کا کہ اپنی امت کے بھلے برے کا مالک نہیں ہے۔

قالوا الى اي شئ اشرت بلفظ هذا الى
التصرف فقد نفيته عنهم او الى الشفاعة
فليس فيها اشارة ايضا فضلا عن النص
وليس حاصلها الا عدم كون معبودي
المشركين غير الله مالكا لرزقهم وقد
نفيت انت هذا الاعتقاد عنهم فما
الفائدة في الاية وايات بعدها.

کہا علمائے اسلام نے ہذا کے لفظ سے کس
بات کی طرف اشارہ کیا اگر تصرف کی طرف ہے
تو تو آپ مشرکوں سے اس اعتقاد کا انکار کر
چکا ہے یا شفاعت کی طرف سو ان آیتوں میں
اس طرف اشارہ بھی نہیں نص کا کیا ذکر ہے ان
آیتوں کا حاصل یہی ہے کہ مشرکوں کے معبود
اور کوئی سوائے اللہ کے مالک رزق اور بھلائی
برائی کا نہیں ہے اور تو اب کہہ چکا کہ مشرکوں کا یہ اعتقاد نہ تھا پھر پہلی آیت اور اُسکے بعد کی
آیتوں کے لانے سے کیا فائدہ۔

قال النجدي فمن قال يا محمد فقد خالف
الله ورسوله ولكن فانه جعله انه
يملك له ضرا ورشدا

کہا نجدی نے پس جو کہے یا محمد سو اس نے مخالفت
کی اللہ و رسول کی اور کافر ہو گیا کیونکہ اُس نے
محمد کو مالک ٹھیرایا ضرر اور بھلائی کا۔

قالوا انت قلت انفا من قال يا محمد ان
اعتقده غير متصرف صار مشركا فان
مشركي زمن النبي ايضا لا يعتقدون الهتهم

کہا علماء اسلام نے تو نے ابھی کہا کہ جو کہے یا محمد
اگرچہ انکو غیر متصرف اعتقاد کرے مشرک ہو
جاویگا کہ پیغمبر کے زمانے کے مشرک بھی اپنے معبودوں

كذالك بل انما يسألون الالهة على اعتقاد
الشفاعة فبعد عدة سطور تغير
المفهوم مع انه لم يتغير الفصل وكيف
ينحصر قول يا محمد في جعله مالكا لضره
ورشده

قال النجدي قال الله تعالى قل ادعوا الذين
زعمتم من دون الله لا يملكون مثقال
ذرة في السموات ولا في الارض ما لهم
فيهما من شرك وما له منهم من ظهير
ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن
له بهذه الآية قد قطع الله عرق
الشرك بشعبها فان من يسأل عنه
الحاجات وينادي في الشدائد اما ان يكون
مالكا واما ان يكون شريكا له واما ان يكون
ظهيرا ومعاونا له واما ان يكون شفيعا
عنده وكل منها منفي فتم الزام الله على
المشركين الذين يسألون المخلوقين
وينادونهم مع زعمهم انهم ادون من الله
اما السابقون فاللات والعزى والسواع
واما اللاحقون فمحمدا وعليا وعبد القادر
والكل سواء فان الله تعالى لا يقبل العذر
في الشرك ولو كان مع نبي ومن غاية
ضلال المشركين اللاحقين اغترارهم

کو ایسا اعتقاد نہیں کرتے تھے بلکہ شفاعت کے
اعتقاد سے سوال کرتے تھے اب کئی سطر کے بعد
کہ فصل بھی نہیں بدلی مطلب کیونکر بدل گیا۔
اور یا محمد کہنے کو کیونکر لازم ہو گیا کہ اُن کو
مالک ضرر اور بھلائی کا سمجھا۔

کہا نجدی نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہہ دعوت کرو اُن
کی کہ گمان کیا تم نے اللہ کے سوائے انہیں مالک ذرہ
بھر آسمانوں اور زمین میں اور نہ اُن کو شرک ہے
نہ اللہ کے مددگار ہیں اور نہیں نفع کرتی شفاعت
اللہ کے آگے مگر جس کو کہ حکم ہے اس کہت سے
اللہ نے جڑ شرک کی رگ و ریشہ سمیت کاٹ
ڈالی۔ کیونکہ جس سے حاجتیں مانگی جاتی ہیں
اور سختیوں میں پکارا جاتا ہے یا مالک ہو یا شریک
مالک کا یا مالک کا مددگار یا اُس کے آگے
شفیع ہو اُن میں سے کوئی بات نہیں ہو سکتی
پس اللہ کا الزام تمام ہوا ان مشرکوں پر کہ مخلوقوں
سے سوال کرتے ہیں اور اُن کو پکارتے ہیں اگرچہ
اللہ سے کم جانتے ہیں۔
اگلے لات و عزیٰ۔ سواع کو اور پچھلے محمد
علی، عبد القادر کو اور اگلے پچھلے سب برابر
ہیں کہ اللہ تعالیٰ شرک میں کوئی عذر نہیں
سنتا اگرچہ نبی سے ہو اور نہایت گمراہی پچھلے
مشرکوں کی ہے دھوکا کھانا۔

بالشفاعة وكان هذا مرض المشركين
السابقين كما قال الله تعالى ويقولون
هؤلاء شفعاؤنا عند الله ولا يفقهون
ان الله شنع عليهم بهذا الاعتقاد و
صيره شركا وكفرا۔

قالوا ايها الجاهل اسمع ان الله تعالى
اطلق في هذه الآية نفي كون غير الله
مالكا وشريكا وظهيرا له ولم يطلق
الشفاعة بل قيد نفي نفعها بقوله الا لمن
اذن له يعني المسلم فتنفعه الشفاعة
من الكبائر ولو بلا توبة والصغائر عند
اهل السنة ومن الصغائر مطلقا و
الكبائر بتوبة عند المعتزلة فعند اهل
السنة لا تنفع الكافر خاصة وعند
المعتزلة لا تنفع الكافر واهل الكبيرة
بلا توبة فنفي نفع الشفاعة كما قال
هذا الملحد الحاد في الدين ومخالف
لكلام رب العالمين وسنة سيد المرسلين
واجماع المسلمين والاحاديث في هذا
الباب قد بلغت حد التواتر والكل
مذكور في الحديث والعقائد۔

شفاعت سے اور یہی بیماری تھی اگلے
مشرکوں کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ
مشرک کہتے ہیں اپنے الٰہ کو کہ یہ ہمارے شفیع
ہیں اللہ کے آگے اور پچھلے مشرک نہیں سمجھتے
کہ اللہ نے اُن پر اس اعتقاد سے تشنیع کی اور اس اعتقاد کو کفر ٹھہرایا۔

کہا علمائے اسلام نے اے جاہل سُن کہ اللہ
تعالیٰ نے اس آیت میں غیر اللہ کے مالک
اور شریک اور مددگار ہونے کو بالکل منع
کیا ہے اور جیسی ان باتوں کی مطلق نفی کی
ویسی مطلقاً شفاعت کی نفی نہیں کی بلکہ
شفاعت کے نفع نہ کرنے میں سے نکال
لیا۔ اس کو کہ جس کے واسطے حکم ہے یعنے
مسلمان کہ شفاعت اس کو نفع کرتی ہے
کبیرہ گناہوں سے بھی۔ اگرچہ بے توبہ کے
مرے اور صغیرہ گناہوں سے اہل سنت و
کے مذہب میں اور صغیرہ گناہوں سے ہر
حال میں اور کبیرہ میں توبہ کے ساتھ معتزلہ
کے مذہب میں پس شفاعت کے نفع کو
جیسا کہ اس ملحد نے انکار کیا۔ دین محمد میں
الحاد ہے اور خلاف ہے اللہ و رسول کے
کلام کے اور مسلمانوں کے اجماع کے اور
حدیثیں اس باب میں تواتر کو پہنچی ہیں اور سب مذکور ہے حدیث و عقائد کی کتابوں میں۔

قال النجدي ومن كمال جهلهم وغيهم

کہا نجدی نے اور کمال جہل و گمراہی سے

تمسکهم بقوله تعالیٰ الا لمن اذن له فان الثابت بنص القرآن نفی نفع الشفاعة وکلمة الا یؤکد لا ویقررہ۔

ہے اُن کا دلیل پکڑنا اللہ کے کلام سے الا لمن اذن لہ کیونکہ ثابت بنص قرآن سے شفاعت کا نفع نہ کرنا ہے اور کلمہ الّا کا اُسکی تاکید اور اُس کو ثابت کرتا ہے۔

قالوا انظروا کیف یحرف المعنی اذا لم یعرف ان کلمة الا لیس للتاکید۔

کہا علمائے نے دیکھو کیسی تحریف کرتا ہے معنیٰ کو کیا نہیں جانتا کہ الّا کا حرف تاکید کے واسطے نہیں ہے۔

قال النجدی فان الشفاعة لما کانت مقیدة بالاذن کانت کلا شفاعة۔

کہا نجدی نے کیونکہ شفاعت جب مقید ہوتی اذن کے ساتھ تو ہونا نہ ہونا اُسکا ایک سا ہوگیا۔

قالوا قد عرفت معنی الاذن علی ما قالت الامة وکون المسلم ماذونا فیہ مذهب اهل السنة۔

کہا علمائے اسلام نے تو نے جانے معنیٰ اذن کے جو امت نے کہے اور اہل سنت کے نزدیک مسلم ماذون فیہ ہے۔

قال النجدی والانبیاء اذا یامرهم اللہ بشیٔ یخافون ولا یستطیعون التفتیش فی حکم والسؤال عنه ثانیا

کہا نجدی نے اور پیغمبر جب اللہ اُن کو حکم کرتا ہے کسی چیز کا ڈرتے ہیں اور پوچھ نہیں سکتے دوسری بار۔

قالوا الم تسمع ان اللہ تعالیٰ امر رسوله بخمسین صلوٰة ثم کیف بقیت خمسة وامثالها کثیرة

کہا علمائے اسلام نے کیا تو نے نہیں سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس نمازوں کا پھر کیونکر پانچ رہ گئیں اور اس طرح کی باتیں بہت ہیں۔

قال النجدی فکیف یسألونه اولا۔

کہا نجدی نے پھر کیونکر سوال کریں اللہ سے پہلے۔

قالوا هذا اعجب جدا مخالف للعقل والنقل فان کان السؤال موقوفا علی الاذن بخصوصیة فکانها ینسد باب السؤال۔

کہا علمائے اسلام نے یہ بڑی تعجب کی بات ہے مخالف عقل و نقل کے اگر سوال موقوف ہو اذن خاص پر تو گویا دروازۂ سوال کا بند ہو جاتا ہے۔

قال النجدی والحق ان شفاعة شفیع عند اللہ غیر ممکنة۔

کہا نجدی نے اور حق یہ ہے کہ شفاعت کسی شفیع کی اللہ کے یہاں ممکن نہیں ہے

قالوا انظروا کیف یحرف الکتاب والسنة المتواترة واجماع المسلمین حقا۔

کہا علمائے اسلام نے دیکھو جو خلاف ہے قرآن و حدیث و اجماع مسلمین کے اس کو حق کہتا ہے۔

قال النجدی فانها لا تکون الا بان یکون الشفیع وجیها فی حق المشفوع الیه من عدم قبول شفاعته فوات مطالب مهمة یرجوها من الشفیع لکونه ظهیرا ومعاونا له واما ان یکون الشفیع محبوبا فیتالم من عدم رضاه وهذان یستحیلان فی شانه تعالیٰ عما یصفون۔

کہا نجدی نے کیونکہ شفاعت یا اس طرح ہوتی ہے کہ شفاعت کرنے والا وجاہت رکھتا ہو پس مشفوع الیہ یعنی جس کے آگے شفاعت کی جائے شفیع کی شفاعت نہ ماننے سے ڈرتا ہے کہ بڑے بڑے مطالب کہ جن کی اس شفیع سے امید ہے فوت ہو جاویں گے اس سبب سے کہ وہ شفیع اُس کا مددگار اور معین ہے اور یا یہ کہ شفیع اس کا محبوب ہے اور اُس کے ناخوش ہو جانے سے الم ہوگا یہ دونوں شفاعتیں اللہ تعالیٰ کے آگے محال ہیں۔

قالوا ایها الخبیث الم تسمع قوله تعالیٰ وجیها فی الدنیا والاخرة ومن المقربین فکیف تدعی استحالته لا شك انك کافر بالقرآن وقلت یخاف من الشفیع لکونه ظهیرا ومعاونا له ایها الملحون الا تری فی الآیة نفی اللہ تعالیٰ کون الغیر ظهیرا مطلقا علی حدة ونفی بعدها نفع الشفاعة

کہا علمائے اسلام نے اے خبیث کیا تو نے نہیں سُنا اللہ کا کلام وجیہا فی الدنیا والاخرة و من المقربین۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ کو کہ وجیہ ہیں دُنیا و آخرت میں اور مقربین سے پس تو کیونکر کہتا ہے کہ وجیہ ہونا محال ہے بے شک تو قرآن سے کافر ہے اور جو تو نے کہا کہ شفیع سے ڈرے اس واسطے کہ مددگار و معاون ہے اے ملعون اندھے تو دیکھتا نہیں کہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نفی کیا ظہیر ہونے کو جُدا اور اُس کے بعد نفی کیا شفاعت کے نفع کو

لمن لم یاذن له فکیف تدخل احدهما
فی الاخر مع اقرارك فی کلامك بتخایرهما
وقولك اما ان یکون ظهیرا ومعاونا
له واما ان یکون شفیعا عنده وکیف
تدعی استحالة کون احد محبوبا عنده
ومن این فرعت التألم علی المحبوبیة
المرتومن کلا واللّٰه لم تؤمن بقوله
تعالٰی اتبعونی یحببکم اللّٰه۔

غیر ماذون سے پس ایک کو تو دوسرے میں کیوں
داخل کرتا ہے حالانکہ خود اقرار کرتا ہے اپنے کلام
میں دونوں کے جدا ہونے کا اور کہتا ہے۔ اما
ان یکون ظہیرا ومعاونا له واما ان یکون
شفیعا عنده آیتہ کے پاس یہ فقرہ لکھا اور
پھر ظہیر ہونے کو قسم شفاعت کا کہدیا اور کیونکر
تو دعوی کرتا ہے کہ کسی کا محبوب ہونا اللہ کا محال
ہے کیا تو ایمان نہیں لایا بلکہ یقینا تو ایمان نہیں لایا
اللہ تعالی کی اس آیت پر کہ فرماتا ہے کہہ اے محمد میری متابعت کرو اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

قال النجدی واما الشفاعة بالاذن التی
کالشفاعة وهو المذکور فی القرآن و
الحدیث فنحن ایضا انما لانکون لاهل الکبائر
الذین ماتوا بلا توبة ولا للمصرین۔

کہا نجدی نے لیکن شفاعت بالاذن کہ ہونا نہ
ہونا ایک ہے اس کا اور وہی مذکور ہے قرآن و
حدیث میں سو اس کا حال یہ ہے کہ گناہ کبیرہ
کرنیوالے جو بے توبہ مرینگے اُن کو یہ شفاعت بھی
نہ ہوگی اور نہ اُن کو کہ اصرار کرتے ہیں۔

قالوا قد صرح باعتزاله وخروجه عن
عن دائرة اهل السنة والجماعة بحیث
لعنة اللّٰه علیه فان شفاعة المغفرة
عند اهل السنة عامة للمسلم ولو
کان ذا کبیرة ولو مصرا بلا توبة
قال النجدی وکیفیة الشفاعة ان
الحکیم العدل اذا یری من عبده
توبة وندامة وانابة الیه لا الی غیره
یرحم علیه ولکن حکمه وفعله کله

کہا علمائے اسلام نے کہ نجدی نے کھل کر کہہ دیا
اپنا معتزلی ہونا اور نکلنا دائرہ اہل سنت
وجماعت سے لعنت خدا کی اس پر کیونکہ شفاعت
مغفرت اہلسنت کے نزدیک عام ہے مسلمان کو اگرچہ
گناہ کبیرہ والا ہو اور اگرچہ مصر بغیر توبہ مرے۔
کہا نجدی نے کیفیت شفاعت کی یہ ہے کہ اللہ
جب بندے کی توبہ اور شرمندگی اور اسی کی طرف
متوجہ ہونا غیر کی طرف دیکھے گا اللہ کو اس پہ
رحم آوے گا لیکن اللہ کا حکم اور کام سب

عدل لا یشوبه جور وظلم فلا یستطیع
العفو بلا سبب ان عفا عنه وغفر له
بلا سبب لختل قاعدة العدل وانتقص
شان حکمه فی اعین الناظرین ویحاجونه
فیأذن لمن یشاء ان یشفع له فیشفع
فیعفو ای الحقیقة برحمته وفی الظاهر
باسم شفاعة الشفیع حفظا لقاعدة

عدل ہے ظلم کا لگاؤ نہیں اس جہت سے بے
سبب درگذر نہیں کر سکتا کہ اگر بے سبب درگذر
کرے اور بخش دے تو عدل کے آئین بگڑ جائیں اور
دیکھنے والوں کی آنکھوں میں اسکی قدر گھٹ
جاوے اور اللہ کو قایل کریں پس اللہ جس کو
چاہے گا اذن دیدیگا کہ شفاعت کرے پس
شفاعت کریگا شفیع پس اللہ بخش دے گا
حقیقت میں اپنی رحمت سے اور ظاہر میں شفیع کی شفاعت کا نام کر کے اپنے آئین کی محافظت کیلئے۔

فائدہ ۔ تقویۃ الایمان میں یہ مطلب اس عبارت میں ادا کیا ہے۔

تیسری صورت یہ کہ چور پہ چوری تو ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے اپنا پیشہ نہیں ٹھیرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا سو اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا اور بادشاہ کے آئین کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں قصوروار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں چاہتا ہے اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرمائے سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے۔ مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگذر نہیں کر سکتا کہ لوگوں کے دل میں اس آئین کی قدر گھٹ جاوے سو کوئی امیر وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں۔ اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے یہی معنی ہیں سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دے گا۔ اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا۔ یہ خلاصہ ہے تقویۃ الایمان کی عبارت کا۔

قالوا خلط بين الاعتزال وخبط العقال بتجويز التلبيس عليه تعالى شانه عما يقول الظالمون لخوف اختلال قاعدته والتجائه الى المخلوق حفظا لقاعدته و كون الاذن معللا لغرضه اى غرض خوف انتقاص شان حكمه فى اعين الناظرين وصيرورته محجوبا ومغلوبا منهم ان لم يشفع الشفيع وعدم استطاعة العفو بلا سبب وكونه مجبورا لاحول ولا قوة الا بالله۔

کہا علمائے اسلام نے کہ نجدی نے ملایا معتزلہ کے مذہب کو خبط کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ پر جائز رکھا فریب دینا اس ڈر سے کہ آئین نہ بگڑ جائے اور مخلوق کی طرف التجا کرنا اپنے آئین کی حفاظت کیلئے اور اذن دینا اللہ تعالیٰ کا اپنی غرض کے واسطے کونسی غرض یہ غرض کہ اس کے آئین کی قدر لوگوں کے نزدیک نہ گھٹ جاوے اور یہ کہ اگر شفیع شفاعت نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے قائل ہو جائے اور یہ کہ اللہ بے سبب عفو کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ کہ اللہ مجبور ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

قال النجدی عن ابن عباس قال كنت خلف رسول الله صلى عليه وآله وسلم يوما فقال لى يا غلام احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده مقابلا واذا سألت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله اعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ينفعوك بشيئ لم ينفعوك الا بشيئ قد كتبه الله لك ولو اجتمعت على ان يضروك بشيئ لم يضروك الا بشيئ قد كتب الله لك رفعت الاقلام وجفت الصحف رواه الترمذى انظر كيف علم النبى كيفية السؤال والاستعانة

کہا نجدی نے ابن عباس سے روایت ہے کہ میں تھا پیچھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مجھ سے کہا کہ اے لڑکے یاد رکھ اللہ کی یاد رکھیگا تجھ کو یاد رکھ اللہ کو پاویگا تو اسکو اپنے روبرو اور جب تو مانگے کچھ چیز تو مانگ اللہ سے اور جو مدد چاہے تو مدد چاہ اللہ سے جان کہ اگر سب امت اکٹھی ہو جاوے تاکہ کچھ فائدہ پہنچاوے تجھ کو تو فائدہ نہ پہنچاویں گے تجھ کو مگر جتنا کہ لکھدیا اللہ نے تیرے حق میں اور جو اکٹھے ہو جاویں اس پر کہ ضرر پہنچاویں تجھ کو تو کچھ ضرر نہ پہنچاویں گے مگر وہی کہ لکھدیا ہے اللہ نے تجھ پر اُٹھالئے گئے قلم اور سوکھ گئے کاغذ روایت کیا اسکو ترمذی نے دیکھو کہ کیسی تعلیم

فمن قال يا محمد اسألك الشفاعة انى الله يا عبد القادر اسئلك الدعاء من الله فليفعل لا يكون مشركا۔

پس جو کہے یا محمد میں تم سے شفاعت اللہ کی طرف مانگتا ہوں یا عبد القادر میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ دعا کرو اللہ سے سو کیونکر مشرک نہ ہوگا۔

قالوا هذا تعليم على مراتب التوكل اى قطع النظر عن الاسباب والوسائط وكفاك ههنا ذكر المحدثين هذه الاحاديث فى باب التوكل ولم يكن بهذا ومن المحال يجوز له رعاية الاسباب من غير نكير وبلا كراهة فكيف الحرمة فكيف الشرك كما صرح به الجمهور فى الشرح فما فرع عليه النجدى بقوله فمن قال يا محمد لا يخلو عن الجهل والضلال۔

کہا علمائے اسلام نے یہ جو حدیث شریف میں ہے سو توکل کے بڑے مرتبے کی تعلیم ہے یعنے اسباب و واسطوں سے قطع نظر کرنا اور یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے اور تیرے سمجھانے کو کفایت کرتی ہے اس جگہ یہ کہ یہ حدیثیں توکل کے باب میں حدیث کی کتابوں میں ذکر کی جاتی ہیں اور جس شخص کا یہ حال و مرتبہ نہ ہوا اُس کو اسباب کی رعایت جائز ہے کچھ بُرا نہیں اور نہ مکروہ و حرام ہے۔ اور شرک کا کہ کچھ مذکور نہیں ہے جیسا کہ سب محدثین نے شرحوں میں لکھا ہے۔ پھر وہ جو نجدی نے کہا ہے کہ جو کہے یا محمد یا عبد القادر مشرک ہو جاتا ہے حدیث شریف سے کچھ لگاؤ نہیں رکھتا اور جہل و گمراہی کی بات ہے۔

قال النجدى ايها المجانين لم لا تقولون يا الله وهو معكم فاى حاجة الى النبى الى محمد والرجوع اليه۔

کہا نجدی نے اے مجنون کیوں نہیں کہتے ہو یا اللہ اور وہ تمہارے ساتھ ہے پھر کیا حاجت محمد کی طرف آنے کی اور اُس کی طرف رجوع کرنے کی۔

قالوا هذا اعتراض على الله عز وجل حيث قال ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔

کہا علمائے اسلام نے یہ جو نجدی نے کہا اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ جس وقت ظلم کریں اپنی جانوں پر پھر آویں تمہارے پاس اور اللہ سے مغفرت چاہیں اور رسول اُن کیلئے بخشش چاہے تو پاویں گے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان

قال النجدی عن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لقلب ابن آدم بکل وادٍ شعبة فمن اتبع قلبه الشعب کلها لم یبال اللہ باي واد اهلکه ومن توکل علی اللہ کفاه الشعب رواه ابن ماجة فخص محمدًا علیًا وعبد القادر وکل من یتوجه الیه قلوب المشرکین شعب لهلاك والشراك

کہا نجدی نے عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ آدمی کے دل کو ہر جنگل میں راہ ہے سو جو کوئی پیچھے ڈالے اپنے دل کو سب راہوں میں تو اللہ کو پروا نہیں کہ کس جنگل میں اُسے ہلاک کرے اور جو توکل کرے اللہ پر اللہ اُس کو کفایت کرتا ہے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے پس محمد اور علی اور عبد القادر اور جس کی طرف مشرکوں کے دل متوجہ ہوتے ہیں ہلاک و شرک کی راہیں ہیں۔

قالوا هذا اشد من الاول فان فی نفس الحدیث لفظ التوکل موجود اتعرف الشرك مقابلا للتوکل۔

کہا علمائے اسلام نے یہ پہلے سے بھی بہت سخت تاکید ہے کیونکہ حدیث کی عبارت میں لفظ توکل کا موجود ہے اے نجدی کیا تو جانتا ہے کہ جو توکل نہ کرے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

قال النجدی وعن ابی هریرة لما نزلت وانذر عشیرتك الاقربین دعا النبی قرابته فعم وخص فقال یا بنی کعب انقذوا انفسکم من النار فانی لا املك لکم من اللہ شیئًا وقال فانی لا اغنی عنکم من اللہ شیئًا الی ان قال یا فاطمة انقذی نفسك من النار سلینی من مالی ماشئت فانی لا اغنی عنك من اللہ شیئا انظروا اقنط النبی قرابته

کہا نجدی نے ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ جب آیہ کریمہ وانذر عشیرتك الاقربین یعنی ڈراؤ اپنے ناتے والوں کو اُتری پیغمبر نے اپنے ناتے والوں کو پکارا کھٹا کر کر اور جُدا جُدا بھی کر کر اور کہا اے کعب کی اولاد بچاؤ اپنی جانوں کو دوزخ سے کہ میں اللہ سے مالک نہیں تمہیں کسی چیز کا یا کہا کہ میں بے پروا نہیں کر سکتا تمکو اللہ سے کچھ یہانتک کہ کہا اے فاطمہ بچا اپنی جان کو دوزخ سے میرے مال سے جو چاہے مانگ لے کہ میں اللہ سے بے پرواہ نہیں کر سکتا تجھکو کچھ۔ نجدی نے کہا کہ دیکھو پیغمبر نے اپنے ناتے والوں کو

حتی ابنته من نفوسه لهم عند اللہ فمال هؤلاء الجاهلین یرجون شفاعته لهم عند اللہ ۔۔۔ ان دیوانوں کو کیا ہوا ہے کہ پیغمبر کی شفاعت کی امید کرتے ہیں اپنے لئے اللہ کے یہاں

یہانتک کہ اپنی بیٹی کو ناامید کر دیا اس سے کہ پیغمبر سے ان کو کچھ نفع ہو اللہ کے یہاں پس

قالوا انظروا کیف عبر من انذار بلا اغنی عنك من اللہ شیئا بالتقنیط من نفعه لهم وشتان بینهما ونفعه لهم بل تنفعه وتنفعهم لنا ثابت قطعًا والاحادیث فی هذا الباب متواترة بل نقول قد اخرج الشیخان فی حق ابی طالب عن العباس قال قلت هل اغنیت عن عمك فانه کان یحفظك ویغضب لك قال نعم هو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار وقال العلماء شفاعة الموقف عامة للمسلمین والکافرین الاولین والاخرین وشفاعة المغفرة عامة للمسلمین وشفاعة التخفیف لبعض الکفار قال القاضی المعنی انقذوا انفسکم بالایمان باللہ من عقوبة الخلود فی النار علی الکفر فانی لا املك لکم ولا اغنی عنکم من اللہ شیئا ان لم تومنوا باللہ وکذلك عدم انقطاع النسب

کہا علمائے اسلام نے دیکھو کہ نجدی نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ڈرانے کو کہ میں اللہ سے تم کو نہیں بچا سکتا کس طرح پر ڈھالا اور اُس کے معنی ٹھیرائے کہ پیغمبر نے اپنے نافع ہونے سے اُن کے واسطے ناامید کر دیا حالانکہ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نافع ہونا اپنے ناتے والوں کو اور ان دونوں کا نافع ہونا ہمارے واسطے ثابت ہے یقیناً اور حدیثیں اس باب میں متواتر ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ عباس نے کہا کہ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ابو طالب سے بھی کچھ تم نے دفع کیا کہ وہ تمہاری نگہبانی کرتا تھا اور تمہارے واسطے رنج اُٹھاتا تھا فرمایا ہاں وہ ایک ہلکے درجہ میں ہے آگ سے اور جو میں نہ ہوتا تو وہ بدتر درجہ میں ہوتا دوزخ سے اور علمائے اسلام نے کہا ہے کہ شفاعت موقف کی عام ہے سارے مومن کافر اگلوں پچھلوں کو اور شفاعت مغفرت کی عام ہے مسلمانوں کو اور شفاعت تخفیف واسطے بعض کافروں کے قاضی نے کہا معنی حدیث کے یہ ہیں کہ بچاؤ اپنی جانوں کو ایمان لا کر اللہ کے ساتھ ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے عذاب سے کفر پر کہ میں نہیں مالک تمہارے لئے اور نہ بے پروا کر سکتا ہوں تم کو اللہ سے کچھ اگر ایمان نہ

لاؤ گے اللہ پر اور ایسی ہی جو وہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب۔

والصهر والنفع بهذا انما هو لغير الكافرين قال الله تعالى ما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين و لو كانوا اولي قربي والآيات والأحاديث في باب نفع بعض لبعض يوم القيمة جاءت على ثلثة اوجه احدها سلب النفع مطلقا كقوله تعالى يوم لا يجزي والد عن ولده ولا مولود هو جاز عن والده شيئا وقوله تعالى يوم لا ينفع مال ولا بنون وقوله تعالى فاذا نفخ في الصور فلا انساب بينهم يومئذ وقوله تعالى لا يسئل حميم حميما والوجه الثاني اثباته لله صلى الله عليه وسلم وسلبه عن غيره وذالك قوله صلى الله عليه وسلم كل نسب وصهر ينقطع يوم القيمة الا نسبي وصهري والوجه الثالث اثباته لكل متبع منه قوله تعالى والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنا بهم ذريتهم وقوله تعالى جنات عدن يدخلونها ومن صلح من ابائهم وازواجهم وذرياتهم اي صلح لدخول الجنة وجاء في الحديث ان اهل القرآن يشفعون لعشرة من اهليهم كلهم قد استوجب النار

اور ناتہ ٹوٹ نہیں جانے کا وہ بھی واسطے غیر کافروں کے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں ہے واسطے پیغمبر اور ایمان والوں کے کہ مشرکوں کے واسطے استغفار کریں اگرچہ رشتہ دار ہوں اور قیامت کے دن ایک کو دوسرے کے نفع دینے میں آیتیں اور حدیثیں تین طرح آتی ہیں ایک تو مطلق نفع نہ کرنے کی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج دن نہ باپ بیٹے کے کام آئیگا نہ بیٹا باپ کے اور فرمایا کہ آج دن مال نفع کریگا نہ اولاد اور فرمایا کہ جب صور پھونکیں گے ناتے نہ رہیں گے اور فرمایا کہ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفع میں اور انکے غیر کے نفع نہ کرنے میں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مالک ہونگے شفاعت کے مگر جس نے لیا ہے اللہ سے عہد اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو رشتہ ناتا ہے قیامت کے دن ٹوٹ جائیگا مگر میرا تیسرے نفع کا ہونا ہر متقی سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو ایمان لائے اور پیچھے آئے اُن کی اولاد ایمان دار ہو کر اُنکی اولاد کو اُنکے ساتھ ہم نے ملا دیا اور فرمایا داخل ہونگے جنات عدن میں اور جو بہشت میں داخل ہونے کے لائق ہوگا اُن کے باپ دادی بیبیاں و اولاد سے اور حدیث میں آیا ہے کہ قرآن والے دس قریبوں کی

وان الشهداء يشفعون لسبعين والعلماء على مراتبهم والمتوكلون لسبعين الفا وعثمان لاكثر من شعر الغنم والصالحون يكافئون من احسن اليهم في الدنيا بجرعة ماء وخدمة قليلة وهذه التوفيق في جميع ذالك ان هذا باختلاف المواطن والاوقات فالاول عند اول النفخ وعند الفزع والثاني حين المطالبة بالحقوق والحساب والوزن فهناك يفر المرء من اخيه وامه وابيه وصاحبته وبنيه خشية ان يطالبوه بحق ويستعينوا ببذل حقه والنبي صلى الله عليه وآله وسلم هنالك مأمون يعين من شاء على ما شاء فهناك ينقطع الوسائل الا وسيلته و الثالث اذا فتح النبي صلى الله عليه وسلم باب الشفاعة فهناك ينفع الناس بعضهم بعضا واما ان ايات الوجه الاول عام مخصص بايات الوجهين الاخرين وعدم ملكه صلى الله عليه وآله وسلم لا يلزم ان لا يملكه الله تعالى كما وعده وأخبر هو صلى الله عليه وآله وسلم

شفاعت کریں گے کہ سب دوزخ میں جانے کے مستحق ہونگے اور شہید ستر آدمیوں کی شفاعت کرینگے اور عالم اپنے مربیوں کے موافق اور متوکل ستر ہزار کی اور حضرت عثمان اتنے آدمیوں کی کہ بھیڑ کے بال سے زائد ہونگے اور دنیا میں جس نے صالحوں کے ساتھ ایک گھونٹ پانی اور تھوڑی سی خدمت سے احسان کیا ہوگا اُس کا بدلہ کرینگے اور سب کے ملانے کے دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ تفاوت مکانوں اور وقتوں کا ہے پہلا حال صور پھُکنے کے وقت کا ہے اور دوسرا حال حساب و وزن اعمال کے وقت کا ہے کہ وہاں بھاگے گا آدمی اپنے بھائی اور ماں باپ اور جورو اولاد سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اماں میں ہونگے جس کی چاہیں گے مدد کریں گے اور اور جس طرح چاہیں گے وہاں سب وسیلے تو منقطع ہونگے مگر وسیلہ آنحضرت کا اور تیسرا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھول دیں گے دروازہ شفاعت کا وہاں ایک دوسرے کو نفع پہنچا دیگا دوسرا طریق یہ ہے کہ پہلی آیتیں یعنی کسی کو کسی کا نفع نہ کرنا عام ہیں کہ خاص کیا گیا اس سے نفع پہنچانا اُن کا کہ پچھلی آیتوں حدیثوں میں ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مالک نہ ہونے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اُن کو مالک نہ کر دے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا وعدہ کیا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔

ف - ابن حجر نے فتح مکیہ شرح منظومہ بدیہ سدتم الناس الخ میں لکھا ہے ودلیل الاول عینی

السیادۃ من حیث النسب الذی ھو اشرف الانساب ۔ الایۃ المباھلۃ قال بعض محققی المفسرین فیھا لا دلیل اقوی من ھذا علی فضل علیؓ وفاطمۃ وابنیھا ای لانھا لما نزلت دعاھم فاحتضن الحسینؓ واخذ بید الحسنؓ ومشت فاطمۃ خلفہ وعلی خلفھا فعلم انھم المراد من الآیۃ وان اولاد فاطمۃ وذریتھم ینسبون ابناءہ وینسبون الیہ نسبۃ حقیقیۃ نافعۃ فی الدنیا والآخرۃ ویدل علی ذالک ما صح انہ خطب فقال مابال اقوام یقولون ان رحم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینفع قومہ یوم القیمۃ بلی واللہ ان رحمی موصولۃ فی الدنیا والآخرۃ الحدیث ۔

ترجمہ ۔ اور دلیل پہلی کی یعنی سیادت من حیث النسب کی کہ وہ اشرف انساب ہے آیت مباہلہ ہے کہا بعض محققین مفسرین نے اس آیت میں کہ نہیں ہے کوئی دلیل قوی تر اس سے اوپر بڑائی فاطمہ اور علی اور انکے دونوں بیٹوں کی یعنی جب اتری یہ آیت بلایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو پس لے لیا حسین کو اور ہاتھ پکڑا حسن کا اور چلیں فاطمہ پیچھے حضرت کے اور علی پیچھے فاطمہ کے پس معلوم ہوا کہ یہی لوگ ہیں مراد آیت کی اور یہ کہ اولاد فاطمہ کی اور انکی اولاد نام رکھی جاتی ہیں نبی کی اولاد اور نسبت کی جاتی ہیں طرف اصل کے نسبت حقیقی نافع دنیا و آخرت میں اور دلالت کرتا ہے اس پر وہ جو صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ پڑھا پس فرمایا کیا حال ہے اُن قوموں کا کہ کہتے ہیں یہ کہ رحم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفع نہ دیگا اُنکی قوم کو دن قیامت کے ہاں قسم اللہ کی بتحقیق رحم میرا ملا ہوا ہے دنیا و آخرت میں اور بعد چند سطروں کے لکھا ہے ودلیل الثانی اعنی النظر الی السیادۃ بالتقوی ما صح انہ لما نزل قولہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین جاء جمیع بطون قریش فعم و خص وقال یا بنی کعب انقذوا انفسکم من النار یا بنی مرۃ انقذوا انفسکم من النار یا بنی عبد شمس انقذوا انفسکم من النار یا بنی عبد مناف انقذوا انفسکم من النار یا بنی ھاشم انقذوا انفسکم من النار یا بنی عبد المطلب انقذوا انفسکم من النار یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار فانی لا املک لکم من اللہ شیئا غیر ان لکم رحما سابلھا ببلالھا ومعنی ذالک انہ لا یملک لاحد نفعا ولا ضرا لکن اللہ یملک نفع اقاربہ بل امتہ بالشفاعۃ الخاصۃ والعامۃ ترجمہ اور دلیل دوسری یعنی سیادت من حیث التقوی کی وہ روایت صحیح ہے کہ جب اتری آیۃ وانذر الخ یعنی ڈراؤ اپنے قبیلوں کو بلایا حضرت نے سب قبائل قریش کو پس عام کیا پھر خاص کیا اور فرمایا سنتے نہیں بے پروا کرتا ہوں تمکو اللہ سے کچھ سوا اسکے کہ واسطے تمہارے رحم ہے پہنچاؤنگا اسکو بسبب قرآن کے اور معنی من اللہ الخ کے یہ ہیں کہ نہیں مالک ہوتا خود پیغمبر انکے نفع کا یا نقصان کا مگر اللہ مالک کر دیتا ہے نفع اقربا بلکہ ساری امت کا سوائے شفاعت خاصہ اور عامہ کے ۱۲

قال النجدی الفصل الرابع فی رد الاشراک فی العبادۃ ۔

کہا نجدی نے چوتھی فصل شرک فی العبادۃ کے بیان میں ہے ۔

قالوا فسرتہ فی الفصل الاول بالاعمال التی خصصھا اللہ تعالیٰ لتعظیمہ وھو تشریع جدید کما مر ھناک وذکر اشیاء کثیرۃ منھا محرمۃ ومکروھۃ کراھۃ تحریم او تنزیہ ومباحۃ ومستحبۃ و مسنونۃ او مختلفۃ فیھا جعل النجدی کلھا شرکا من غایۃ الضلال ثم قال فمن فعل بنبی او ولی شیئا منھا صار مشرکا و کافرا بنفس ھذہ الاعمال ولا غفا ان ھذا القول من النجدی تصریح بالاعتزال والخروج فان مذھب اھل السنۃ ان رکن الایمان ھو التصدیق والاقرار شرط لاجراء الاحکام فی الدنیا ولا دخل للاعمال فی حقیقۃ الایمان والخلاف فی ھذا مع المعتزلۃ والخوارج مشھور والدلائل مذکورۃ فی کتب العقائد

کہا علمائے اسلام نے تفسیر کیا نجدی نے شرک فی العبادۃ کو پہلی فصل میں ساتھ اُن کاموں کے کہ خاص کیا اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی تعظیم کے واسطے اور نجدی نے یہ نئی شریعت بنائی جیسا ہم نے وہاں بیان کیا اور ذکر کیں بہت سی چیزیں کہ بعضے اُن میں سے حرام بعضے مکروہ تحریمی یا تنزیہی بعضے مسنون ومستحب بعضے مختلف فیہ نجدی نے نہایت گمراہی سے سب کو شرک لکھدیا پھر کہا کہ جو کوئی نبی ولی سے اُن میں کا کوئی کام کریگا شرک و کافر ہو جاویگا صرف ان کاموں کے کرنے سے اور ظاہر ہے کہ نجدی کا یہ لکھنا کھل کہدینا ہے کہ وہ معتزلی وخارجی ہے کیونکہ اہلسنت و جماعت کے مذہب میں رکن ایمان کا تصدیق اور اقرار شرط ہے دنیا میں حکم جاری ہونے کا اور اعمال کو ایمان کی حقیقت میں کچھ دخل نہیں اور اس مسئلہ میں خلاف معتزلہ وخوارج کے ساتھ مشہور ہے اور دلیلیں عقائد کی کتابوں میں مذکور ہیں ۔

قال النجدی قال اللہ تعالیٰ ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ انی لکم نذیر مبین ان لا تعبدوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم وقال اللہ تعالیٰ

کہا نجدی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اور تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو اسکی قوم کی طرف کہ میں تمکو ڈرانے والا ہوں تمہیں یہ کہ نہ عبادت کرو مگر اللہ کی کہ میں ڈرتا ہوں تمہارے اوپر سخت عذاب سے اور کہا اللہ تعالیٰ نے

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذی خلقهن ان کنتم ایاه تعبدون فالسجدة ای وضع الجبهة علی الارض لغیر الله شرك مطلقا

مت سجدہ کرو سورج چاند کو اور سجدہ کرو اس اللہ کو جس نے اُن کو پیدا کیا اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو پس سجدہ یعنی ماتھے کا رکھنا زمین پر غیر اللہ کے واسطے شرک و کفر ہے مطلقاً

قالوا هذا مخالف لتصریح جمهور اهل السنة فان الکفر سجدة العبادة ای علی اعتقاد معبودیة المسجود والوهیته و سجدة التحیة کانت جائزة فی الشرایع السابقة وصارت محرمة فی شریعتنا علی الصحیح المختار۔

کہا علمائے اسلام نے یہ جو نجدی نے کہا مخالف ہے اُس کے کہ اہل سنت نے کھول کر کہہ دیا ہے کہ سجدۂ عبادت کفر ہے یعنی جس کو سجدہ کرے اُسے معبود و الٰہ اعتقاد کرے اور سجدۂ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں حرام ہے مذہب صحیح مختار پر

فائدہ۔ شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے۔ "پیشانی را بر زمین رسانیدن بدہ طریق واقع می شود یکے آنکہ برائے ادائے حق عبودیت باشد و ایں قسم در جمیع ادیان و ملل برائے غیر خدا حرام و ممنوع است و ہیچ گاہ جائز نشدہ زیرا کہ از محرمات عقلی است و محرمات عقلیہ بہ تبدیل ادیان و ملل متبدل نمی شوند و دلیلش آنکہ ایں نوع تعظیم شعر بغایت تذلل است و غایت تذلل برائے کسے سزاوار است کہ در غایت عظمت باشد و غائت عظمت آن است کہ ذاتی باشد و عظمت ذاتی خاص بحضرت حق است و ہیچ مخلوقی یافتہ نمی شود۔ دوم آنکہ برائے تکریم و تحیۃ باشد مانند سلام و سرخم کردن و ایں معنی باختلاف رسوم و عادات و تبدل ازمنہ و اوقات مختلف است گاہے جائز است و گاہے حرام در امتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ حضرت یوسف و اخوان شان واقع شدہ کہ خر والہ سجداً و در شریعت ما این طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام و ممنوع است بدلیل احادیث متواترہ کہ درین باب وارد شدہ و سجود فرشتگان برائے حضرت آدم علیہ السلام ہمیں طریق بود زیرا کہ بسبب تعلیم اسماء حضرت آدم علیہ السلام را احسانے و تفوقے بر فرشتگان حاصل شدہ بود و از فرشتگان قبل از پیدائش

ایشان نسبت بایشان سوء ادبی و قوع یافتہ بود برائے مکافات آن احسان و کفارت آن بے ادبی ملائکہ را مامور باین نوع تعظیم و تکریم ساختند۔"

اور مائۃ المسائل میں مولوی اسحاق نے بھی سجدۂ عبادت کو کفر اور سجدۂ تحیۃ کو حرام لکھا ہے۔

قال النجدی ولا یغتر بسجدة الملائکة لآدم ویعقوب لیوسف کما یقوله الجاهل فانه صار منسوخا کالنکاح مع الاخت۔

کہا نجدی نے اور نہ دھوکا کھایا جاوے فرشتوں کے سجدہ سے آدم کو اور یعقوب کے سجدے سے یوسف کو جیسا کہ جاہل کہتے ہیں کیونکہ وہ منسوخ ہو گیا جیسے نکاح بہن سے۔

قالوا ایها الغوی الغبی اما تعرف ان النسخ لا یجری الا فی احکام الحلال والحرام ولا یجری فی الکفر والشرك فانه من الخبائث العقلیة وهی لا تتبدل بتبدل الادیان فلو کان مطلق السجدة کفرا او شرکا لم یمکن جوازه فی ملة من الملل فلا بد من القول بان تلك السجدات لم تکن سجدة عبادة والقیاس علی النکاح مع الاخت من الجهل الصریح۔

کہا علمائے اسلام نے اے گمراہ بیوقوف کیا تو نہیں جانتا کہ نسخ حلال اور حرام ہی کے حکموں کو ہوتا کفر و شرک میں نہیں ہوتا کہ وہ اصل خباثت سے ہیں اور اصلی خباثتیں بدلنے سے بدل نہیں جاتے سو اگر مطلق سجدہ کفر و شرک ہوتا تو کسی ملت میں جائز نہ ہو سکتا تو ضرور ہوا یہ کہنا کہ وہ سجدے سجدۂ عبادت نہ تھے اور ان کے ساتھ نکاح پر قیاس کرنا کھلی بے وقوفی ہے۔

قال النجدی قال الله تعالی وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا وانه لما قام عبد الله یدعوه کادوا یکونون علیه لبدا قل انما ادعوا ربی ولا اشرك احدا اثبت بهذه الایة ان القیام ادبا شرك وکذا الله احد وکذا وبداسم احد شریک نہیں کرتا نجدی نے کہا اس آیت سے ثابت ہوا کہ ادب سے کھڑا ہونا شرک ہے اور ایسے ہی

نجدی نے کہا کہ کہا اللہ تعالیٰ نے اور تحقیق مسجدیں اللہ کے واسطے ہیں پس مت عبادت کرو اللہ کے ساتھ کسی کی اور یہ کہ جب کھڑا ہوا بندہ اللہ کا کہ عبادت کرے اُسکی قریب ہے کہ ہو جاویں اُس پر اکٹھے کہہ کہ میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اُس کا

فان الله تعالیٰ خصص هذه التعاظیم لنفسه ——— اللہ تعالیٰ نے ان تعظیموں کو اپنی ذات کے لئے خاص کیا ہے۔

کسی کا پکارنا اور کسی کے نام کا ورد کرنا کیونکہ

قالوا ایها الملحون کیف تفتری علی الله لیس فی الایة ذکر القیام الحکایة عن عمل فان الله خصصه الله تعالیٰ لتعظیمه فکیف یکون شرکا علی اصطلاحك ایضا اما تعرف الفرق بین ذکر الله تعالیٰ حکایة وتخصیصه له والدعاء بمعنی العبادة علی التفسیر الصحیح المرفوع من رسول الله صلی الله علیه واله وسلم وکافة المفسرین فکیف ثبت کون النداء شرکا ولو فرض بمعنی النداء فای لفظ ثبت کون ورد من احد شرکا وما قلت فان الله تعالیٰ خصص هذه التعاظیم لنفسه فهو مجرد الدعوی ولا تعلق للایة بما ادعاه کما مر ذکره فی السکر۔

کہا علمائے اسلام نے اے ملعون کیا افترا کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر آیت میں تو ذکر قیام کا عبداللہ کی حکایت کی طرح پر ہے یہ آیت میں کہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی تعظیم کے واسطے خاص کیا پس تیری اصطلاح پر بھی شرک نہیں ہو سکتا کیا تو فرق نہیں سمجھتا ان میں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بات کو حکایت کیا اور اس میں کہ اُس کو خاص کیا اپنے واسطے اور دعا کے معنی عبادت ہیں صحیح تفسیر میں رسول اللہ سے مروی اور جمہور مفسرین سے پس نداء کا شرک ہونا کہاں سے ثابت ہوا اور اگر مان لیا جائے کہ دعا ندا کے معنی میں ہے تو کسی سے نام کے ورد کا شرک ہونا کیونکر ثابت ہوا اور وہ جو تو نے کہا اللہ تعالیٰ نے خاص کیا ان تعظیموں کو اپنی ذات کے واسطے سو یہ نرا دعویٰ ہے آیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا نشے والوں کا سا کلام ہے۔

قال النجدی قال الله تعالیٰ واذن فی الناس بالحج یاتوك رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشهدوا منافع لهم ویذکروا اسم الله فی ایام معلومات علی ما رزقهم من بهیمة الانعام فکلوا منها واطعموا البائس الفقیر ثم لیقضوا تفثهم ولیوفوا نذورهم ولیطوفوا بالبیت العتیق فثبت بهذه الایة ان السفر الی قبر محمد ومشاهده ومساجده و آثاره وقبر نبی وولی وسائر الاوثان و کذا طوافه وتعظیم حرمه وترك الصید والتحرز عن قطع الشجر وغیرها شرك اکبر فان الله تعالیٰ خصص هذه الامور لذاته وانزل هذه الایة لبیانه۔

کہا نجدی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اذان دے آدمیوں میں حج کے لئے آویں گے تیرے پاس پیادے اور سوار دُبلے دُبلے اُونٹوں پر دُور کی راہ سے کہ آ پہنچیں فائدوں کے مکانوں میں اور یاد کریں اللہ کا نام مقرر دنوں میں اس پر کہ بخشے اللہ نے ان کو جانور چوپایوں میں سے۔ سو کھاؤ

اس سے اور کھلاؤ بدحال محتاج کو پھر چاہیئے کہ دُور کریں میل اور پوری کریں منتیں اور طواف کریں اس قدیم گھر کا نجدی نے کہا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ سفر کرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اور ان کے مشاہد اور مساجد و آثار کی طرف اور کسی نبی ولی کی قبر اور باقی اوثان کی طرف اور ایسے ہی اُس کا طواف اور حرم کی تعظیم اور شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا اور اس طرح کے کام شرک ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کو اپنی ذات کے واسطے خاص کیا ہے اور اس آیت کو اُس کے بیان کے واسطے نازل کیا۔

قالوا ایها الشقی الغوی لیس فی الایة الا ذکر انهم یاتوك رجالا وعلی ضامر والامر بالطواف اتعرف کل ذکر وامر تخصیصا وکیف جعلت السفر الی قبر النبی صلی الله علیه واله وسلم الذی ثبت بالاحادیث الصحیحة کونه قربة و سببا لفوز الدرجات العلی وعمل الصحابة والتابعین وسائر صلحاء الامة شرکا ومثل السفر الی الاوثان لعنة الله علیك ما یحرض علیه النبی صلی الله علیه وسلم ویرغب فیه ویبین الاجر بل اعظم الاجور علیه وفعله من تیسر له من

کہا علماء اسلام نے اے شقی گمراہ آیت میں تو یہی ذکر ہے کہ وہ آویں گے پیادے اور اُونٹنی پر اور حکم ہے طواف کا کیا تو ہر ذکر و حکم کو تخصیص جانتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف سفر کو کہ صحیح حدیثوں سے اُس کا ثواب اور سبب پہنچنے کا بڑے درجوں پر ثابت ہے اور عمل ہے صحابہ اور تابعین اور باقی صلحائے امت کا تو نے کیونکر شرک ٹھیرایا اور مثل سفر کے اوثان کی طرف لعنت خدا کی تجھ پر۔ نبی علیہ السلام جس چیز پر تاکید فرمادیں اور اُس پر رغبت دلادیں اور اجر بیان کریں بلکہ سب اجروں سے بڑا اجر اور

زمن الصحابة الی هذا الوقت وتحسر من
لم یفعله تجعله شرکا وتعده مع الاوثان
وکیف جعلت الطواف المختلف فی تحریمه
وکراهته واباحته شرکا وکیف جعلت
تعظیم حرمه الذی صح فیه الاحادیث و
اتفق علیه الامة وان اختلفوا فی اجراء
حکم الجزاء شرکا وافتریت علی الله تعالی
بانه بثت بهذه الایة وخصصه
الله تعالی لنفسه مع عدم ذکره ایضا فی
الایة فضلا عن تخصیص الله تعالی لنفسه۔

صحابہ سے لیکر اس وقت تک جس کو نصیب ہوا۔
اس نے کیا اور جس کے نصیب نہ ہوا وہ افسوس
میں رہا۔ تو اے نجدی اسکو شرک کہتا ہے اور
اوثان کے ساتھ گنتا ہے اور طواف کو کہ اس
کے حرام اور مکروہ ومباح ہونے میں اختلاف ہے
تو کیونکر شرک کہتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے حرم کی تعظیم کو کہ اس میں
حدیث صحیح موجود اور تمام امت کا اتفاق اگرچہ
جزا کا حکم جاری کرنے میں اختلاف ہے تو
کیونکر شرک کہتا ہے اور اللہ پر تو نے افترا
کیا کہ کہا اس آیت سے ثابت ہوا اور اللہ تعالی نے اپنی ذات کے واسطے خاص کیا ہے باوجودیکہ
آیت میں اس کا ذکر بھی نہیں خاص کرنے کا تو کیا خیال ہے۔

فائدہ۔ شاہ ولی اللہ نے انتباہ میں لکھا ہے کہ ــــ "ذکر برائے کشف قبور اول چون بمقبرہ
درآید دو گانہ را بر روح آن بزرگوار ادا کند اگر سورۃ فتح یاد باشد در اول رکعت بخواند و
در دوم اخلاص والا در ہر رکعت سورۃ اخلاص پنج بار بخواند۔ بعدہ قبلہ را پشت داده
بنشیند و یکبار آیۃ الکرسی و بعض سور تہا بخواند و ختم کند و تکبیر گوید بعدہ ہفت
کرت طواف کند۔ و در ان تکبیر بخواند و آغاز از راست کند بعدہ پایان رخسارہ نہد
و بیاید نزدیک روئے میت نشیند و بگوید یا رب بست و یکبار بعدہ اول طرف
شمال بگوید یا روح و در دل ضرب کند یا روح الروح ما دامیکہ انشراح یابد این
بکند انشاء اللہ تعالی کشف قبور و کشف ارواح حاصل آید۔

قال النجدی قال الله تعالی او فسقا
اهل به لغیر الله المراد ما قیل فی حقه
انه لنبی او ولی یصیر حراما ونجسا مثل

کہا نجدی نے کہا اللہ تعالی نے یا فسق کہ
حلال کیا گیا اس کو واسطے غیر اللہ کے مراد وہ
ہے کہ جس جانور کے حق میں کہا گیا کہ واسطے نبی
یا ولی کے ہے وہ جانور حرام اور ناپاک

الخنزیر لاما ذکر اسم غیر الله عند
ذبحه فان هذا المعنی تحریف للقرآن
مخالف لجمهور المفسرین

ہو جاتا ہے جیسے سور نہ یہ کہ ذبح کے وقت
غیر اللہ کا نام لیا جاوے کہ یہ معنی قرآن کی
تحریف ہے اور مخالف سب مفسرین کے ہے۔

قالوا هذا المفتری کذاب صرح
جمهور المفسرین بما قدره تحریفا فی
کلامه تحریفان من شاء فلیرجع الی
ای تفسیر من تفاسیر اهل السنة
صرح به الامام علی الواحدی قال
ابن عباس ما ذبح للاصنام وذکر
علیه اسم غیر الله وهذا قول جمیع
المفسرین۔

کہا علمائے اسلام نے یہ مفتری جھوٹا ہے جمہور
مفسروں نے تصریح کی اسکی کہ جس کو یہ مفتری
تحریف ٹھیراتا ہے اس کے کلام میں دو تحریفیں
ہیں جو چاہے جونسی تفسیر کو اہل سنت کی
تفسیروں میں سے دیکھ لے بلکہ امام علی واحدی
نے صاف لکھدیا ہے کہ کہا ابن عباس نے
معنی یہ کہ ذبح کیا گیا واسطے بتوں کے اور
ذکر کیا گیا اس پر نام غیر اللہ کا اور یہ قول تمام مفسرین کا ہے۔

قال النجدی عن معاویة قال قال رسول
الله صلی الله علیه وآله وسلم من سره
ان یتمثل له الرجال قیاما فلیتبوأ
مقعده من النار رواه الترمذی ثبت
بهذا الحدیث ان القیام متمثلا بین
یدی احد شرك۔

کہا نجدی نے معاویہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو خوش
آوے یہ کہ اس کیلئے آدمی ہاتھ باندھے کھڑے
رہیں سو چاہیئے کہ اپنی جگہ دوزخ میں بنا دے
روایت کیا اس کو ترمذی نے اس حدیث سے
ثابت ہوا کہ کھڑا ہونا کسی کے آگے ہاتھ باندھکر شرک ہے۔

قالوا الوعید لمن سره ان تمثل الرجال
له قیاما فاین فیه ان القیام شرك اما
تعرف الفرق فی القیام والسرور علی ان
کلمة فلیتبوأ مقعده من النار جاء فی
الوعید علی المعاصی غیر الکفر فی احادیث
کثیرة

کہا علمائے اسلام نے کہ وعید اس کو ہے کہ کھڑا
ہونا آدمیوں کا اس کیلئے اسے خوش آوے
حدیث میں یہ کہاں ہے کہ کھڑا ہونا شرک ہے کیا تو
نہیں جانتا فرق کھڑے ہونے اور خوش ہونے
میں اور یہ کلمہ وعید کا گناہوں پر بغیر کفر کے
بہت حدیثوں میں آیا ہے۔

قال النجدی وعن ابی الطفیل ان علیا اخرج الصحیفة فیها لعن الله علی من ذبح لغیر الله معناه ان تعیین الحیوان علی اسم احد غیر الله شرک اکبر ویدخل فیه ما یذبحون عند قدوم القادم و لو بذکر اسم الله

کہا نجدی نے ابی الطفیل سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکالا ایک صحیفہ اُس میں تھا لعنت کی اللہ نے اس پر کہ ذبح کرے واسطے غیر اللہ کے کہ معنی اُس کے یہ ہیں کہ تعین کرنا جانور کا کسی کے نام پر سوائے خدا کے بڑا شرک ہے اور داخل ہے اس میں وہ جو ذبح کرتے ہیں آنے والے کے آنے پر اگرچہ اللہ کے نام پر ہو۔

قالوا القول بان التعیین معنی الذبح جهل عظیم ومخالفة السواد الاعظم وما قال یدخل فیه ما یذبح عند القدوم فمعاندة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم سمی ما صح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم شرکا فی صحیح البخاری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لما قدم المدینة نحر جزورا او بقرة وفیه لما قدم ضراب امر ببقرة فذبحت فاکلوا منها۔

کہا علمائے اسلام نے یہ کہنا کہ تعیین ذبح کے معنی ہیں بڑا جہل ہے اور خلاف کرتا ہے سواد اعظم سے اور وہ جو کہا کہ داخل ہے اس میں ذبیحہ وقت قدوم کے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطریق صحیح ثابت ہے اسکو تو شرک نام رکھا صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آئے مدینہ میں ذبح کی اُونٹنی یا گائے اور اُسی بخاری میں ہے کہ جب آئے ضراب میں حکم کیا یہ کہ گائے ذبح کی گئی پس سب نے کھایا اُسے۔

قالوا اتم الفصل الرابع انظروا کیف عد واشیاء کثیرة من الشرک فی العبادة وقال فی الفصل الاول اثبت ما ذکرت کلها بالآیات والاحادیث فی الفصول الآتیة ثم انظروا کم منها ذکرها ولو بلا ثبوت وکم لم یذکرها علی اللسان فضلا عن الاثبات

کہا علمائے اسلام نے تمام ہوئی چوتھی فصل دیکھو کہ فصل اول میں کتنی چیزوں کو شمار کیا شرک فی العبادت میں اور کہا کہ اگلی فصلوں میں جو میں نے لکھا ہے سب کو ثابت کرونگا آیات واحادیث سے اب دیکھو کہ اُن میں سے کتنی ذکر کئے اگرچہ بے ثبوت کے کئے اور کا ذکر بھی زبان پر نہ آیا فضیلت رکھتے ہوئے ثبات قدمی سے

فلیات بایة دالة ولو بدلالة بعیدة وحدیثا ولو ضعیفا یکون فیه ذکر ضرب الخباء له والرجعة القهقری له وامثال ذالك فضلا عن تخصیص الله تعالیٰ لها لنفسه ولیس هذا اوان التفصیل فان الفتنة قد قربت وعرصة الفرصة ضاقت۔

چاہیئے کہ لاوے کوئی آیۃ کہ جس سے ثابت ہو اگرچہ دلالت بعیدہ سے اور حدیث اگرچہ ضعیف ہو کہ اس میں ذکر ہو اس کا کہ اللہ کے واسطے خیمہ کھڑا کرنا چاہیئے اور اللہ کے واسطے اُلٹے پاؤں چلنا چاہیئے اور مانند اسکے اور یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ خیمہ میرے ہی لئے کھڑا کرو اور کے لئے مت کھڑا کرو۔ اُلٹے پاؤں میرے ہی لئے چلو اور کیلئے مت چلو۔ اس کا کیا مذکور ہے یہ وقت تفصیل سے بیان کرنے کا نہیں ہے۔ کیونکہ فتنہ نزدیک آپہنچا ہے اور میدان فرصت کا تنگ ہو گیا ہے۔

قال النجدی الفصل الخامس فی رد الاشراك فی العادة

کہا نجدی نے پانچویں فصل شرک فی العادت کے رد میں ہے۔

قالوا تشریع جدید ما سمعنا قبل ذالك۔

کہا علمائے اسلام نے کہ یہ نئی شریعت بنائی ہے پہلے سے ہم نے نہیں سُنا۔

قال النجدی قال الله تعالیٰ ان یدعون من دونه الا اناثا وان یدعون الا شیطانا مریدا لعنه الله وقال لاتخذن من عبادك نصیبا مفروضا ولاضلنهم ولامنینهم ولامرنهم فلیبتکن اذان الانعام فلیغیرن خلق الله ومن یتخذ الشیطان ولیا من دون الله فقد خسر خسرانا مبینا۔ یعدهم ویمنیهم وما یعدهم الشیطان الا غرورا اولئك ماوٰهم جهنم ولا یجدون عنها محیصا۔

کہا نجدی نے کہا اللہ تعالیٰ نے نہیں پکارتے سوائے اللہ تعالیٰ کے مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو لعنت کی اُس پر اللہ نے اور کہا اُس نے کہ تحقیق لونگا میں تیرے بندوں سے حصہ اور گمراہ کرونگا اُن کو اور خیالوں میں ڈالوں گا اُن کے سو کاٹیں گے جانوروں کے کان اور بیشک میں سکھاؤنگا اُنکو سو بدل ڈالیں گے اللہ کی خلقت اور جو پکڑیگا شیطانوں کو ولی سوائے اللہ کے وہ صاف ٹوٹے میں پڑا وعدہ دیتا ہے انکو اور نہیں وعدہ دیتے اُس سے مگر دغا۔ سو یہ لوگ اُس سے بھاگ شیطان اور خیالات میں ڈالتا ہے اور جو وعدہ دیتا ہے سو محض دغا ہے انکا ٹھکانہ دوزخ میں ہے

بین اللہ تعالیٰ بھذہ الایۃ حال مشرکی زماننا حیث یقول واحد یاستی خدیجۃ وواحد یاستی فاطمۃ وواحد یاستی رابعۃ وواحد یاستی رقیۃ وغیر ذالک وندا ؤھن کندآ الشیطن فانہ تخذ منھم نصیبا مفروضا واضلھم ولیبتکون الاذان ای یجعلونھا لھن ویقولون ھذہ لفلانۃ وثبت ان جعل الحیوان وجعل ذبحہ وکذا جعل ای شیئی کان نذرا او صدقۃ لغیر اللہ وکذا التشریک لغیر اللہ کان یقول نذر اللہ ورسولہ او صدقۃ الی اللہ والی رسولہ شرک من اضلال الشیطان والشیٔ المجعول لغیر اللہ حرام نجس۔

نجدی نے کہا اللہ تعالیٰ نے بیان کیا اس آیت سے ہمارے زمانے کے مشرکوں کا حال کہ کوئی کہتا ہے اے میری سیدہ خدیجہ اور کوئی کہتا ہے۔ اے میری سیدہ فاطمہ کوئی یا رابعہ یا رقیہ اور اور سوائے اسکے اوران عورتوں کا پکارنا شیطان کا پکارنا ہے کہ اُس نے لیا ہے اُن میں سے حصّہ اور گمراہ کیا ہے اُنکو اور مقرر کرتے ہیں جانوروں کو اُنکے واسطے اور کہتے ہیں کہ یہ واسطے فلانے کے ہے اور ثابت ہُوا کہ مقرر کر دینا جانور کا اور مقرر کر دینا اسکے ذبح اور ایسی ہی کسی چیز کا کہ ہو نذر یا صدقہ واسطے غیر اللہ کے اور ایسے ہی شریک کرنا غیر اللہ کو اس طرح کہ کہے یہ چیز نذر اللہ اور رسول کی ہے یا صدقہ ہے طرف اللہ اور طرف رسول کے شرک ہے شیطان کے گمراہ کرنے سے اور جو چیز کہ مقرر کر دی گئی واسطے غیر خدا کے حرام و نجس ہے۔

قالوا انظروا کیف فسر القران برآیہ فان التفسیر الصحیح المأثور من الصحابۃ الی ھذا الوقت مایعبدون من دون اللہ الا الھۃ فانھم یسمون الھتھم التی کانوا یعبدونھا اناثا یقولون انثی بنی فلان فکیف یکون الآیۃ بیانا لحال من قال یاستی خدیجۃ ولم یعتقدھا الھا ولا یعبدھا وان کان مجرد ندآ

کہا علمائے اسلام نے دیکھو کس طرح تفسیر کیا نجدی نے قرآن کو اپنی رائے سے تفسیر صحابہ کے وقت سے اب تک یوں مروی ہے کہ نہیں عبادت کرتے سوائے اللہ کے مگر الٰہوں کی کہ مشرکین اپنے الٰہوں کو جنکی عبادت کرتے تھے انثیٰ یعنی مادہ نام رکھتے تھے کہتے تھے انثی فلانی قوم کا یعنی الٰہ فلانی قوم کا پس آیہ کریمہ کیونکر ہو سکتا ہے بیان حال اس شخص کا کہ کہا اُس نے اے میری سردار خدیجہ کہ نہ اعتقاد کیا اُس شخص

الانثی مراد الآیۃ وکان شرکا من غیر دخل اعتقاد الوھیتھا وعبادتھا فاذا اطلق پکارنا عورت کا شرک ہوا اور مراد ہوا آیۃ کی اور نادیت أمك واختك تكون مشركا لان الشرك اذا ثبت يعم الحي والميت وما قال نذرا او صدقة فخرة عظيمة نعم النذر لغير الله حرام حيوانا كان المنذور ام لا واما الصدقة لغير الله فالكلام فيه سهو وجهل وسفه الم تسمع ممن اھل السنة ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره واستدلوا بما روى ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم ضحى بكبشين املحين احدھما عن نفسه والاخر عن امته ممن اقر بوحدانية الله وشهد له بالبلاغ جعل تضحية احدى الشاتين لامته وعلى ضحى بكبشين وقال احدھما عن علي والاخر عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقال امرني بذالك اوصاني فلا ادعه الم تسمع ان سعد بن عبادة قال قلت يا رسول الله ان امي ماتت فاي الصدقة افضل قال الماء فحفر بيرا وقال ھذہ لام سعد الم تسمع ان كعب بن مالك

نے خدیجہ کو الٰہ نہ اسکی عبادت کرتا ہے اور اگر اُس کے اعتقاد الوہیت اور اسکی عبادت کو دخل نہ ہو تو جب اپنی ماں بہن کو پکارے چاہیئے کہ مُشرک ہو جاوے کیونکہ شرک جب ثابت ہوا زندے مُردے سب میں ہوگا اور وہ جو نجدی نے کہا کہ کسی چیز کا نذر یا صدقہ کرنا غیر خدا کے واسطے شرک ہے سو بڑی ہٹ دھرمی ہے ہاں نذر کرنا غیر اللہ کیلئے حرام ہے لیکن صدقہ میں کلام کرنا بڑی بیوقوفی ہے اے نجدی کیا تو نے نہیں سُنا اہلِ سنت کا مذہب ہے کہ آدمی کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو مقرر کر دے اور دلیل لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھے ابلق ذبح کئے ایک اپنی طرف سے دوسرا امت کی طرف سے جو اقرار کرے اللہ کی وحدانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری کا ایک بکری کا قربانی کرنا اپنی امت کے واسطے مقرر کر دیا اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ دو بکری قربانی کی ایک اپنی طرف سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا ہے یا وصیت کی ہے میں اُسے نہ چھوڑونگا کیا تو نے نجدی نہیں سُنا کہ سعد نے کہا یا رسول اللہ میری ماں مر گئی سو کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا پانی کا سعد نے ایک کنواں کھودا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے واسطے ہے اے نجدی کیا تو نے نہیں سُنا کہ کعب بن مالک

قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امسک بعض مالک فھو خیر لک فقلت فانی امسک سھمی الذی بخیبر فسمعت ھذا شرکا وتدعی الایمان وتحقیق النذر علی ما فی الفقہ ان النذر الشرعی ای ایجاب مالیس بواجب علی نفسہ بان یقول للہ علی کذا او یقول ان قضی اللہ حاجتی فعلی کذا مختص باللہ تعالی حرام لغیرہ بان یقول یا فلان ان قضیت حاجتی فعلی لک کذا فان المؤثر بالحقیقۃ والمتصرف فی العالم بالاستقلال لیس الا اللہ والشیئ المنذور الحلال الطاھر فی ھذا النذر باق علی حلہ وطھارتہ لا یصیر حراما ولا نجسا وان کان النذر حراما فان ھذا النذر باطل لم ینعقد ولیس لقول الناذر المبطل فیہ تاثیر وکما یخرج المنذور فی النذر الصحیح من ملک المالک لا یخرج فی النذر الباطل بل باق علی ملکہ ویجوز لہ التصرف فیہ بای وجہ شاء اکل او انفق وھو کسائر مملوکاتہ ویجوز اخذہ بطریق الصدقۃ المبتدا او تصرف کھانے کھلانے کا جائز ہے اور سب مملوک چیزوں کے برابر ہے اور نئے صدقہ او

نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میری توبہ سے یہ ہے کہ الگ ہو جاؤں اپنے مال سے اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف صدقہ دیکر سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ مال اپنا اپنے پاس بھی رکھ لے دیکھ نجدی اس کو تو نے شرک کہا اور دعویٰ کرتا ہے ایمان کا نذر کی تحقیق موافق کتب فقہ کے یوں ہے کہ نذر شرعی یعنی واجب کر لینا اپنے اوپر اس چیز کا جو واجب نہیں ہے اس طرح کہ کہے اللہ کے واسطے میرے اوپر یہ واجب ہے یا کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میری حاجت برلائے تو میرے اوپر یہ واجب یہ نذر خاص ہے اللہ کو دوسرے کیلئے حرام۔ اس طرح کہ کہے یا نبی یا ولی اگر میری حاجت تو برلاوے گا تو میرے اوپر تیرے واسطے یہ ہے کیونکہ مؤثر حقیقی اور عالم میں مستقل تصرف کرنیوالا اللہ ہی ہے۔ دوسرا نہیں اور کھانا وغیرہ نذر کی گئی چیز جو حلال پاک ہے اس نذر سے حلال اور پاک رہتی ہے حرام اور ناپاک نہیں ہو جاتی اگرچہ نذر حرام ہو اس واسطے کہ یہ نذر باطل ہے نذر ہے ہی نہیں اور نذر کرنیوالے مبطل کے کہنے سے کچھ تاثیر نہیں ہوتی اور جیسے نذر کی گئی چیز نذر صحیح میں مالک کے ملک سے نکل جاتی ہے نذر باطل میں نہیں نکلتی بلکہ اسی کی ملک رہتی ہے اور اسکو ہر طرح کا

والھدیۃ المنفصلۃ وان کان النذر للہ وذکر النبی والولی لبیان المصرف او بطریق التوسل بان یقول یا اللہ ان قضیت حاجتی اتصدق علی خدام قبر فلان النبی او الولی او اطعم الفقراء علی بابہ او یقول یا اللہ ان قضیت حاجتی ببرکۃ فلان لہ کذا ای اھدی ثوابہ لہ او یقول یا نبی اللہ یا ولی اللہ ادع فی قضاء حاجتی من اللہ ان قضی حاجتی اھدی لک ثواب صدقۃ کذا فالنذر فی ھذہ الصور کلھا جائز واما ما یقولون ھذا النذر للنبی ھذا النذر للولی فلیس بنذر شرعی ولا داخل فی النھی ولیس فیہ معنی النذر الشرعی ما یھدی للاکابر یقال لہ فی العرف نذر فھذا الجاھل لا یعرف معانی الالفاظ ولا یمیز بین المعانی اللغویۃ والشرعیۃ والعرفیۃ ویجترء فی الدین ویخترع۔

جدید ہدیہ کے طور پر اور وں کو لینا جائز ہے اور اگر نذر ہو اللہ کی اور نبی ولی کا ذکر واسطے بیان مصرف کے ہے یا بطریق توسل کے ہے اس طرح کہ کہے یا اللہ اگر میری حاجت برلاوے گا تو میں فلانے نبی یا ولی کے مزار کے خادموں کو یہ دونگا یا کہے یا اللہ اگر میری حاجت برلاوے گا فلانے کی برکت سے تو میں فلانی چیز کا ثواب اس بزرگ کو پہنچاؤنگا۔ یا کہے یا نبی اللہ یا ولی اللہ اللہ سے میری حاجت برآنے کی دعا کرو۔ اگر میری حاجت برلایا تو تم کو فلانی چیز کا ثواب پہنچاؤں گا۔ سو ان تینوں صورتوں میں نذر جائز ہے اور وہ جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ چیز نذر ہے پیغمبر کی یا کسی ولی کی سو یہ نذر شرعی نہیں ہے اور نہ حرام ہونے میں داخل نہ اس میں نذر شرعی کے جو غیر خدا کو حرام ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جو چھوٹے آدمی بڑے آدمیوں کو دیتے ہیں عرف میں اسکو نذر کہتے ہیں۔ یہ نجدی جاہل لفظوں کے معنی نہیں جانتا اور معنی لغوی اور شرعی اور عرفی میں فرق نہیں کر سکتا اور دین میں جرأت کرتا ہے اور نیا دین نکالتا ہے۔

فائدہ۔ مولوی رفیع الدین نے رسالہ نذور میں لکھا ہے کہ۔

"لفظ نذر کہ اینجا مستعمل می شود نہ بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان می برند نذر و نیاز میگویند آنے نذر شرعی قسمی ازان گاہے می باشد و حکم آن نذر این است کہ اگر بہ تحقیق محض برائے اولیاست حرام است کہ وارد شدہ لا تنذروا لغیر اللہ

ونیز قضائے حاجت باستقلال از کسی خواستن واورا مالک نفع وضرر خود اعتقاد کردن نوعے از شرک است واگر بصورت است نه در واقع بریکے از سه وجه مباح است وجه اول آنکه خالص برائے خدائے تعالیٰ است وایشان مصرف محض اند گویا میگوید الٰہی این مراد من اگر حاصل شود نذر تو بخدام مزار آن صالح رسانم دوم آنکه ایشان را شفیع سازد گویا می گوید یا حضرت در جناب الٰہی برائے این مشکل دعا کنید اگر این مراد حاصل شود از طرف تو در جناب الٰہی برائے این مشکل این قدر طعام یا نقد رسانم تا ثواب آن عائد بشما شود واین معنی جواز دارد چرا که جناب نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ را وصیت فرمودند که تا زنده باشی از طرف من قربانی کرده باش وسعد بن عباده را فرموده چاہے بناکن وبگو هذه لام سعد سوم آنکه آن بزرگ را در جناب الٰہی وسیله سازد گویا میگوید الٰہی ببرکت فلان بزرگ وبحق عنایات ومهربانی خود که برائے تو عمر خود در بندگی ورضاجوئی تو گزرانیده اگر مشکل من آسان کنی این قدر مال برائے تو بدہم وثواب آن تحفه روح آن بزرگ سازم تا از برو احسان بآن بزرگ خوشنود شوی واین هم هست له مذهب حنفیه است للانسان ان یجعل ثواب نافلة لمن شاء"

شاه ولی اللہ نے انفاس العارفین نام کتاب میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھا ہے۔

"حضرت ایشان می فرمودند که فرہاد بیگ را مشکلے پیش آمد نذر کرد که بار خدایا اگر این مشکل بسر آید این قدر مبلغ بحضرت ایشان هدیه دہم آن مشکل مندفع شد وآن از خاطر او رفت بعد چندے اسپ او بیمار شد ونزدیک هلاک رسید بر سبب این امر مشرف شدم بدرست یکے از خادمان گفته فرستادم که این بیماری بسبب عدم وفائے نذر است۔ اگر اسپ خود را می خواہی ندرے را که در فلان محل الزام نموده بفرست ندادم شد وآن نذر فرستاد بهمان ساعت اسپ او شفا یافت"

اور بھی اسی کتاب میں ہے ــــ "این فقیر از یاران که حاضر واقعه بودند شنیده است که حضرت ایشان در قصبهٔ "ڈاسنه" بزیارت مخدوم شیخ اللہ دیار فته بودند وشب هنگام بود دران محل فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند ومیگویند که چیزے خورده

روید توقف کردند تا آنکه اثر مردم منقطع شد وملال بر یاران غالب آمد آن گاه زنے برآمد طبق برنج وشیرینی بر سر وگفت که نذر کرده بودم که اگر زوج من بیاید بهمان ساعت این طعام پخته بر نشینندگان درگاه مخدوم اللہ دیار رسانم درین وقت آمد ایفائے نذر کردم وآرزو کردم که کسے آنجا باشد تا تناول کند"

اور بھی اسی کتاب میں حضرت میر ابو العلا کے ذکر میں کہ ان کے پیروں میں سے تھے لکھا ہے کہ ــــ "مزار فائض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ متوجہ می بودند وازان جناب دلربائیها یافتند وفیضها اگر فتند استماع افتاد که خانگیان ایشان بسبب کسلے که عارض میر ابو العلا شده بود بآن مزار یک روپیه ویک چادر نیاز فرستاده بودند حضرت امیر را اطلاع نه بود روزے بآن مزار متوجه بودند که از درون ندا آمد که این قدر از خانهٔ شما نیاز آمده است وبرائے صحت فرزند شما وخواہش فرزند ودیگر التماس کرده اند وآن ملتمس مبذول است"

شاه عبد العزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھا ہے۔ "معنی امامت که در اولاد حضرت امیر باقیمانده ویکے مرود دیگرے را وصی آن می ساخت همیں قطبیت وارشاد ومنبعیت فیض ولایت بود ولهذا الزام این امر کافهٔ خلائق از ائمه اظهار برائے هر مردے مروی نه شده بلکه یاران چیده ومصاحبان برگزیده خود را بآن فیض خاص مشرف می ساختند وهر یکے را بقدر استعداد بان دولت می نواختند"

اور بعد تھوڑے سے کلام کے لکھا ہے۔ "ونیز ازین سبب که حضرت امیر وذریته طاہرۂ اورا تمام امت بر مثال پیران ومرشدان می پرستند وامور تکوینیه را وابسته بایشان میدانند وفاتحه ودرود وصدقات ونذر ومنت بنام ایشان رائج ومعمول گردیده چنانچه با جمیع اولیاء اللہ همیں معامله است ونام شیخین را درین مقدمات کسے بر زبان نمی آرد در فاتحه ودرود ومنت ونذر وعرس ومجلس کسے شریک نمی کنند وامور تکوینیه را وابسته بایشان نمی داند گو معتقد کمال وفضیلت ایشان باشد بر مثال انبیاء مثل حضرت ابراہیم علیه السلام وحضرت موسیٰ علیه السلام وحضرت عیسیٰ علیه السلام

زیرا کہ کمال ایشان مثل کمال انبیاء مبنی بر کثرت تفضیل است و کمالات اولیا ہمہ ناشی از وحدت و جمع غیبت اند پس اولیاء را مرأت ملاحظہ فعل الٰہی بلکہ صفات او تعالیٰ میتوانند کرد و انبیاء و وارثان کمالات ایشان را غیر از علاقہ عبدیت و رسالت و خاتمیت علاقہ دیگر در فہم مردم حاصل نیست و لہذا آنہا را مرأت ملاحظہ او تعالیٰ نمی توانند کرد۔

قال النجدی قال اللہ تعالیٰ وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیبا فقالوا ھذا للہ بزعمھم وھذا لشرکائنا فما کان لشرکائھم فلا یصل الی اللہ وما کان للہ فھو یصل الی شرکائھم ساء ما یحکمون ھکذا یفعل مشرکو زماننا عربا وعجما فانھم یجعلون شیئا منھا للہ وشیئا لنبی وولی وامام وشریف یکونون مشرکین بھذہ الشنیعۃ۔

کہا نجدی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اور ٹھیرایا مشرکوں نے اس سے کہ پیدا کیا کھیتی اور چوپایوں سے حصہ پھر کہا کہ یہ اللہ کے واسطے ہے اپنے گمان میں اور یہ ہمارے شریکوں کے واسطے پس جو اُنکے شریکوں کا ہے نہیں پہنچتا اللہ کو اور جو اللہ کا ہے اُنکے شریکوں کو پہنچتا ہے بُرا حکم کرتے ہیں۔ نجدی نے کہا ایسے ہی کرتے ہیں ہمارے زمانے کے مشرک عرب و عجم میں کہ وہ مقرر کرتے ہیں کچھ اُس سے واسطے اللہ کے اور کچھ واسطے نبی ولی و امام شریف کے اور اُس بُرے کام سے مُشرک ہو جاتے ہیں۔

قالوا ایھا الجاھل ختم اللہ علی قلبک لا تشعر بما یخرج من لسانک فان المشرکین قالوا ھذا لشرکائنا والمسلمون یقولون لنبی وولی ھل القول بالنبی والولی ام القول بالشرکاء یستلزم الشرک الم تسمع قول سعد وقول النبی لہ ھذہ ام سعد وقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان من البر ان تصلی لھما مع

کہا علمائے اسلام نے اے جاہل اللہ نے تیرے دل پر مہر کر دی ہے جو تیری زبان سے نکلتا ہے اُسکو بھی تو نہیں سمجھتا مشرکوں نے کہا یہ ہمارے شرکا کیلئے ہے اور مسلمان کہتے ہیں نبی ولی کے لئے ہے کیا نبی ولی کہنا اللہ کے شریک کہنا ہے اور واسطے سے شرک لازم ہوتا ہے کیا تو نے نہیں سُنا سعد صحابی کا کہنا یا فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سعد سے کہ تو کہہ جیسا بسند روایتوں میں ہے کہ بیشک ان سعد کی ماں کیواسطے ہے اور فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نیکی سے ہے ماں باپ کے

صلوتك وان تصوم لھما مع صومك

واسطے اُنکے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھے تو واسطے اُن کے اپنے روزے کے ساتھ ہے۔

قال النجدی قال اللہ تعالیٰ قالوا ھذہ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الا من نشاء بزعمھم وانعام حرمت ظھورھا وانعام لا یذکرون اسم اللہ علیہ افتراء علیہ سیجزیھم بما کانوا یفترون ھذا بیان ما علیہ الناس فی زماننا فانھم یخصصون الاکلین فی نذورھم وصدقاتھم ویحرمون بعضا کما لا یطعمون طعام الصدقۃ للحداد لغیر من ھو فی سلسلۃ ارادتہ و یخصصونہ لمریدیہ وما یجعلونہ للعیدروس یخصصونہ لاولادہ و یجعلون بعض الانعام لغیر اللہ ویقولون ھذہ لمحمد وھذہ لعلی ولا یذکرون اسم اللہ علیھا ولا یقولون ھو للہ

کہا نجدی نے کہا اللہ تعالیٰ نے کہا مشرکوں نے کہ یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہے نہ کھلائے اُسکو مگر وہ کہ جس کو ہم چاہیں اپنے گمان میں اور چوپائے ہیں کہ سواری ان پر حرام ہے اور چوپائے ہیں کہ اللہ کا نام نہیں لیتے اُس پر افترا ہے جزا دے گا اُن کو افترا کی نجدی نے کہا یہ بیان ہے اُس کا کہ ہمارے زمانے کے آدمیوں میں ہے کہ خاص کرتے ہیں کھانے والوں کو اپنی نذر و صدقہ میں اور بعضوں کو نہیں دیتے جیسے کہ حداد کی نیاز کا کھانا سوائے اُن کے مریدوں کے کسی کو نہیں دیتے اور عیدروس کی نیاز سوائے اُنکی اولاد کے اور بعضے چوپائے ٹھیرا دیتے ہیں غیر اللہ کو اور کہتے ہیں یہ محمد کے واسطے ہے یہ علی کے واسطے اور اللہ کا نام اُس پر نہیں ذکر کرتے اور یہ نہیں کہتے کہ وہ اللہ کے واسطے ہے۔

قالوا یا ایھا الجاھل معنی الایۃ ان المشرکین قالوا ھذہ اشارۃ الی ما جعلوہ لآلھتھم انعام وحرث حجر ای حرام لا یطعمھا الا من نشاء یعنی خدم الاوثان والرجال دون النساء وانعام حرمت ظھورھا یعنی البحائر وامثالھا لا یذکرون اسم اللہ علیھا فی الذبح وانما یذکرون اسماء آلھتھم افتراء علیہ بان اللہ امرھم۔

کہا علمائے اسلام نے معنی آیت کے یہ ہیں کہ مشرکوں نے کہا اُس چیز کو کہ ٹھیرایا انہوں نے اپنے الہوں کیلئے یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہے بتوں کے خادم اور مرد کھاویں عورتیں نہ کھاویں اور بحیرہ وغیرہ کی پیٹھ حرام ہے اُن پر ذبح میں اللہ کا نام نہیں لیتے بلکہ اپنے آلہہ کا نام لیتے ہیں اللہ پر افترا کرتے ہیں کہ اُس نے اُنکو یہ حکم کیا ہے

بذالك سيجزيهم بما كانوا يفترون
فكيف يكون بيانا لحال من لم يعتقد
الانبيا والاولياء آلهة ولم يجعل الانعام
والحرث لآلهتهم ولم يقولوا ان الله
حرمها ويذكرون اسم الله عليها في
الذبح اما تخصيص الآكلين في النذور
وفي الصدقات فباختيار الناذر والمتصدق
والصدقة للميت تبلغه وتنفعه و
يسر به فاكل محبه ومنتسبه يكون
سببا لمزيد سروره فالتخصيص لهذا
السبب اولغيره من غير ان يقال انه حكم
الله تعالى لا يدخل في حكم الآية الم تسمع
ما قالت عائشة ما غرت على احد من
نساء النبي صلى الله عليه وآله وسلم ما
غرت على خديجة وما رايتها قط ولكن
كان يكثر ذكرها ويذبح شاة ثم
يقطعها اعضاء ثم يبعثها في صدائق خديجة
اخرجه الشيخان۔

اللہ انکے افترا کی جزا دیگا پھر یہ آیۃ کیونکر بیان
ہو انکے حال کا کہ انبیاء اولیاء کو خدا نہیں جانتے اور
چوپایوں اور کھیتی کو واسطے اپنے الہوں کے نہیں
ٹھیراتے اور نہیں کہتے کہ اللہ نے انکو حرام کیا ہے
اور ذبح میں اللہ کا نام لیتے ہیں اور یہ جو کھانے
والوں کی تخصیص کرتے ہیں سو وہ تخصیص
نذروں اور صدقوں میں نذر کرنے والے کے اور
صدقہ کرنے والے کے اختیار میں ہے اور صدقہ
میت کو پہنچتا ہے اور اس کو نفع کرتا ہے اور
وہ اس سے خوش ہوتا ہے سو اس کے دوستوں
کا اور علاقہ داروں کا کھانا اسکی زیادہ خوشی
کا سبب ہوتا ہے اس سبب سے یا کسی اور سبب سے
تخصیص کرنا ہے اس کے کہ کہیں کہ اللہ نے حکم
کیا ہے آیۃ کریمہ کے حکم میں داخل نہیں ہے کیا
تو نے نہیں سنا جو کہا عائشہ نے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی بیوں میں سے کسی پر
مجھے ایسا رشک نہیں آیا جیسا خدیجہ پر میں
نے انکو دیکھا نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم انکو بہت یاد کیا کرتے تھے اور اکثر تھا کہ ذبح کرتے بکری اور اسکے بند بند جدا کرتے اور
اور خدیجہ کے صدائق میں بھیج دیتے بخاری و مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

فائدہ۔ مولوی رفیع الدین نے رسالہ نذور مزارات اولیا میں لکھا ہے۔

"قسم دیگر آنکہ حاکم یا زمیندار برائے صلہ و برائے روح میت و بہ خوشنودی و رضائے او
بیکے علی التعین بدہد و یا بطریق سالانہ و فصلانہ بنام آن مقرر سازد این قسم نیز جائز است

بنا بر حمل بر آنکہ جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از طعام و لحم نزد صدائق حضرت خدیجہ می
فرستادند"

اور بھی مولوی رفیع الدین سے استفتا اس باب میں ہے۔

سوال۔ تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑا در فاتحہ امام حسین و توشہ در فاتحہ
شیخ عبدالحق وغیر ذالک و ہمچنان تخصیص خورندگان چہ حکم دارد

جواب۔ فاتحہ و طعام کہ بے شبہ از مستحسنات است و تخصیص کہ فعل مخصص است
باختیار او ست کہ باعث منع نہ می تواند شد و این تخصیصات از قسم عرف و عادت
اند کہ بمصالح خاصہ و مناسبتے خفیہ ابتدائے بظہور آمدہ رفتہ رفتہ شیوع یافتہ و در حق کھچڑا
صاحب درمختار و صاحب قنیہ و دیگر فقہا تصریح نمودہ اند و تخصیص آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم ذبح جانور و تقسیم گوشت آن را بصدائق خدیجہ کہ بطریق صحیح ثابت
است واللہ اعلم بالصواب۔

قال النجدی عن ابن عمر قال سمعت
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
يقول من حلف بغير الله فقد اشرك
انظروا كيف صرح النبي بشرك من حلف
بغير الله فكيف نقول بايمان من يقول
بابي دامي وابيه وبالنبي والولي فالحالف
لهم مشرك كالحالف بالات والعزى۔

کہا نجدی نے ابن عمر سے روایت ہے کہ کہا میں نے
سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے
تھے جو قسم کھاوے غیر اللہ کی سو مشرک ہو گیا
نجدی نے کہا دیکھو کیسے کھول کر کہہ دیا نبی نے کہ
قسم کھانے والا غیر اللہ کی مشرک ہے پھر ہم کیونکر
کہیں مومن اس کو کہ قسم کھاتا ہے اپنے ماں باپ
کی یا دوسرے کے باپ کی اور نبی ولی کی سو انکی
قسم کھانے والا مشرک ہے جیسے قسم کھانے والا لات و عزیٰ کی۔

قالوا ايها الملعون كيف لا تقول و
قد قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم
لفظ ابيه ومعنى الحديث من حلف
لغير الله على اعتقاده الغير الهاوفي

کہا علمائے اسلام نے اے ملعون تو کیونکر باپ
کی قسم کھانے والے کو مومن نہ کہے گا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں باپ کی
قسم موجود ہے اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو قسم
کھاوے غیر اللہ کی اس غیر کو الٰہ اعتقاد کر کر

المسئلة تفصيل ان حلف لغير الله على الاعتقاد يكفر وعلى المودة ليس يكفر ولكن لا يخلوا عن المعصية وعلى العادة لا كفر ولا معصية وقد خرج من بعض الصحابة بحضرته صلى الله عليه وآله وسلم ولم ينكر عليه۔

اور مسئلہ میں تفصیل ہے اگر قسم کھاوے غیر کی اللہ اعتقاد کر کر وہ کفر ہے اور دوستی کی راہ سے غیر کی قسم کھاوے سو کفر نہیں لیکن گناہ خالی نہیں ہے اور بطریق عادت کے نہ کفر ہے نہ گناہ ہے اور بعضے یاروں کی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُوبرو قسم غیر کی نکلی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار نہیں کیا۔

قال النجدي عن جبير بن مطعم قال اتى رسول الله اعرابي فقال جهدت الانفس وجاع العيال وهلكت الاموال فاستسق الله لنا فانا نستشفع بك على الله ونستشفع بالله عليك فقال النبي سبحان الله سبحان الله حتى عرف ذلك في وجوه اصحابه فقال ويحك انه لا يستشفع بالله على احد شان الله اعظم من ذلك ويحك اتدري ما الله ان عرشه على سمواته هكذا وقال باصابعه مثل القبة عليه وانه ليئط اطيط الاكاف بالراكب اخرجه ابوداؤد انظر واكيف تغير حال النبي باستماع قول الاعرابي انا نستشفع بالله عليك ولا يبالون مشركو زماننا شركياتهم وكفرياتهم يقولون يا محمد اغثنى لله . . . . . .

کہا نجدی نے جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ ایک اعرابی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ سختی میں پڑ گئیں جانیں اور بھوکے ہیں لڑکے بالے اور ہلاک ہو گئے مال سو مینہ مانگو اللہ سے ہمارے لئے کیونکہ ہم تمکو شفیع لاتے ہیں اللہ کے آگے اور اللہ کو شفیع لاتے ہیں تمہارے آگے پیغمبر خدا نے فرمایا اللہ پاک ہے اللہ پاک ہے بہانتک کہ اثر اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یاروں کے چہرہ میں معلوم ہوا پھر فرمایا کہ کیا بیوقوف ہے تو اللہ کو کسی کے آگے شفیع نہیں لاتے اللہ کی شان بہت بڑی ہے تو اللہ کو جانتا ہے کہ کیا ہے تحقیق اللہ کا عرش آسمانوں پر ہے اس طرح اور بتلایا اپنی انگلیوں سے کہ گنبد کی طرح ہے اور وہ چڑچڑ بولتا ہے جیسے اُونٹ کا پالان سواری سے روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے دیکھو کہ کیسا متغیر ہو گیا حال پیغمبر کا اعرابی کی بات سے کہ اُسنے کہا ہم اللہ کو شفیع لاتے ہیں تمہارے آگے اور ہمارے زمانے کے مشرک اپنے شرکیات و کفریات سے نہیں ڈرتے اور کہتے ہیں اے محمد اللہ کے واسطے میری فریاد رسی

يا على ادركنى لله يا عبد القادر اعطنى لله۔ اے علی اللہ کے واسطے میری خبر لو اے عبدالقادر اللہ کے واسطے کچھ مجھے دو۔

قالوا الم تسمع قوله صلى الله عليه وآله وسلم من احب لله وابغض لله واعطى لله ومنع لله فقد استكمل الايمان و قوله صلى الله عليه وآله وسلم من استعاذ بالله فاعيذوه ومن سال بالله فاعطوه الا ترى الفرق بين نستشفع بالله عليك وبين اعطى لله۔

کہا علمائے اسلام نے کیا تو نے نہیں سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ جو دوستی کرے اللہ کے واسطے اور عطا کرے اللہ کے واسطے اور منع کرے اللہ کے واسطے اس نے پورا کیا ایمان اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ جو پناہ مانگے اللہ کیواسطے اُسے پناہ دو اور جو سوال کرے اللہ کیواسطے اُسے دو اے نجدی کیا تو فرق نہیں سمجھتا اس کہنے میں کہ ہم اللہ کو شفیع لاتے تیرے آگے اور اس کہنے میں کہ کچھ دے ہمکو اللہ کے واسطے حال یہ کہ فرق بہت کھلا ہے۔ پہلی بات پر خفا ہوئے اور دوسری بات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی پس نجدی بے دین بے عقل نے دوسرے کو پہلے میں ملا دیا۔

قال النجدي عن ثابت بن الضحاك قال نذر رجل في عهد رسول الله ان ينحر ابلا ببوانة فاتى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فاخبره فقال رسول الله هل كان فيه وثن من اوثان الجاهلية تعبد قالوا لا قال فهل كان فيها عيد من اعيادهم قالوا لا فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اوف بنذرك فانه لا وفاء لنذر في معصية الله اخرجه ابوداؤد وثبت بهذا الحديث ان النذر الصحيح الذي هو لله يصير

کہا نجدی نے ثابت بن ضحاک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نذر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں کہ ذبح کرے اُونٹ ایک جگہ میں کہ اُس کا نام بوانہ تھا۔ پھر آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور آپ کو خبر دی فرمایا کہ کیا تھا اُس میں کوئی بت کفر کے وقت کا کہ پوجا جاتا ہے لوگوں نے کہا نہیں فرمایا کہ وہاں کوئی میلہ کافروں کا تھا لوگوں نے کہا نہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنی نذر پوری کر کیونکہ وہ نذریں پوری کرنا چاہیئے کہ اللہ کی معصیت میں ہوں روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحیح نذر جو اللہ کے واسطے ہو مکان کے مقرر کرنے سے

بتعيين المكان معصية و شركا۔

معصیت شرک ہو جاتی ہے۔

قالوا ايها الاعمى كيف تقول وتذكر قوله صلى الله عليه واله وسلم اوف بنذك وقد جاء بطريق اخر ان امراة قالت يا رسول الله انى نذرت ان اضرب على راسك الدف قال اوفى بنذرك قالت نذرت ان اذبح ببكان كذا وكذا لبذبح فيه اهل الجاهلية قال هل كان بذلك وثن من اوثان الجاهلية تعبد قالت لا قال هل كان فيه عيد من اعيادهم قالت لا قال اوفى بنذرك۔

کہا علمائے اسلام نے اے اندھے تو کیونکر کہتا ہے کہ نذر صحیح مکان کے تعین کرنے سے گناہ و شرک ہو جاتی ہے باوجودیکہ خود ذکر کرتا جاتا ہے فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ اپنی نذر پوری کرو اور تحقیق دوسری روایت میں آیا ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ میں نے نذر کی ہے کہ آپکے سر پر دف بجاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر پوری کر اس نے کہا میں نے نذر کی ہے کہ فلانے مکان میں جہاں اگلے کافر ذبح کیا کرتے تھے وہاں جانور ذبح کروں آپنے پوچھا کہ وہاں کوئی بت ہے کافروں کا کہ پوجا کیا جاتا ہے۔ عورت نے کہا نہیں فرمایا کہ وہاں کوئی کافروں کا عید ہے عورت نے کہا نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اپنی نذر پوری کر۔

قال النجدى عن قيس ابن سعد قال اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فقلت يا رسول الله انت احق ان يسجد لك فقال ارايت لو مررت بقبرى اكنت تسجد له فقلت لا فقال لا تفعلوا اخرجه ابو داؤد انظروا اعتذر النبى صلى الله عليه واله وسلم بمنع السجود لكونه رمة فى قبره۔

کہا نجدی نے قیس بن سعد نے کہا کہ میں شہر حیرہ میں گیا وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ آپ بیت لائق اسکے ہیں کہ سجدہ کیا جاوے آپکو فرمایا مجھکو کیا دیکھتا تو اگر میری قبر پر گذرے کیا سجدہ کرے اُنکو میں نے کہا نہیں فرمایا مت کر ذرو ایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے۔ دیکھو عذر کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی منع سے اپنی مٹی ہو جانے کی قبر میں۔

فائدہ - صاحب تقویۃ الایمان نے اس مطلب کو اس طرح ادا کیا یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ [1] انصاف و دیانت کے نام پر بتایئے کہ یہ حدیث شریف کے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ ایسی جسارت سے خدا کی پناہ ۱۲ شرف قادری۔

قالوا ايها الملعون كيف عبرت عن لفظ قبرى بكونه رمة فى قبره و افتريت على رسول الله صلى الله عليه و اله وسلم وكيف اجترئت عليه الم تسمع ما قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء ونبى الله حى يرزق۔

کہا علمائے اسلام نے اے ملعون کیونکر تو نے میری قبر کے معنی کہے کہ میں مٹی ہو جانے والا ہوں اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا کیا اور کیونکر جرأت کی اس پر کیا تو نے نہیں سُنا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ نے حرام کیا زمین پر یہ کہ کھاوے پیغمبروں کے بدنوں کو اللہ پیغمبر اللہ کے زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔

قال النجدى عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقولن احدكم عبدى وامتى كلكم عباد الله وكل نسائكم اماء الله ولكن ليقل العبد لسيده مولاى فان مولاكم الله انظروا كيف نهى النبى من ان يقول احد لمملوك احد انه عبده كيف حال المشركين الكاذبين الذين يسمون ابناءهم عبد الرسول و عبد النبى۔

کہا نجدی نے ابوہریرہ سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز نہ کہے کوئی تم میں سے میرا عبد میرے بندے تم سب اللہ کے بندے ہو اور عورتیں تمہاری اللہ کی بندی ہیں۔ اور غلام اپنے مالک کو نہ کہے میرا مولا کہ مولا سب کا اللہ ہی ہے۔ نجدی نے کہا دیکھو کیسے منع کیا پیغمبر نے اس بات سے کہ کوئی کسی کے مملوک کو کہے کہ اُس کا عبد ہے۔ سو پھر کیا حال ہے جھوٹے مشرکوں کا کہ اپنے بیٹوں کا عبد الرسول اور عبد النبی نام رکھتے ہیں۔

قالوا كيف تفترى على رسول الله صلى الله عليه واله وسلم وتقول نهى من ان يقول احد لمملوك احد انه عبده اما تعرف الفرق بين ما قلت وبين ما قال النبى صلى الله عليه واله وسلم لا يقولن احدكم عبدى فانه من باب تعليم التهذيب لا من التحريم والتشريك

کہا علمائے اسلام نے اے نجدی کیسا افترا کرتا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور کہتا ہے کہ منع کیا پیغمبر نے اس سے کہ کوئی کسی کے مملوک کو کہے کہ اُس کا بندہ ہے کیا تو فرق نہیں سمجھتا اس میں جو تو نے پیغمبر پر افترا کیا اور اس میں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم میں کا عبدی نہ کہے یعنی میرا بندہ یہ اُس میں کہاں ہے کہ کوئی کسی کے مملوک کو نہ کہے کہ اس کا بندہ ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تہذیب اخلاق کی

الا تعلم ان اطلاق العبد والامة شايع فى الكتاب السنة يا ايها الملعون لا تعلم معانى الالفاظ ولا المحاورات ولا الحقيقة والمجاز وتقول ما تقول اسمع قد سمى رسول الله صلى الله عليه واله وسلم محب الدرهم والدينار عبد الدرهم وعبد الدينار ويقال لمن احسن عليه احد انه عبده التسمح الانسان عبد الاحسان ويقال للمحكوم ان عبد عصاه ايها الشقى كيف سميت فى خطبة صحيفتك هذه اباك بالمولى وكيف خرجت من الشرك۔

کہ مالک اپنے غلام کو یوں نہ کہا کرے میرا غلام میرا غلام میری باندی میری باندی کہ ہر بندہ خلقی ہے نہ یہ کہ حرام و شرک ہے کیا تو نہیں جانتا کہ عبد و امۃ کا استعمال کتاب و سنت میں بھرا ہوا ہے۔ اے ملعون نہ تو لفظوں کے معنی جانتا ہے نہ محاورے نہ حقیقت و مجاز اور جو چاہتا ہے بکتا ہے کیا تو نے نہیں سنا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درہم و دینار کے دوست کو عبد الدرہم عبد الدینار نام رکھا اور جس پر کوئی احسان کرتا ہے اسکو محاورے میں کہتے ہیں اُس کا بندہ ہے کیا تو نے نہیں سنا کہ مشہور ہے کہ آدمی بندہ احسان کا ہے اور محکوم کو کہتے ہیں کہ اُس کے عصا کا بندہ ہے۔ اے شقی اس رسالہ کے خطبہ میں اپنے باپ کو کس طرح تو نے مولیٰ کہا اور تو شرک سے کس طرح بچا۔

قال النجدى عن مطرف بن عبد الله قال انطلقت فى وفد بنى عامر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلنا انت سيدنا فقال السيد هو الله فقلنا افضلنا فضلا واعظمنا حظا فقال قولوا قولكم او بعض قولكم ولا يستجرينكم الشيطان۔

کہا نجدی نے مطرف نے نقل کیا کہ میں بنی عامر کے ایلچیوں کے ساتھ پیغمبر کے پاس آیا ہم نے کہا کہ تم سردار ہو ہمارے فرمایا سردار اللہ ہے پھر کہا ہم نے کہ بڑے ہو ہمارے بزرگی میں اور بڑے ہو مرتبے میں فرمایا کہ یہ کہو اس کا تھوڑا کہو یا اکثر کہو اور شیطان تم سے تمسخر نہ کرے۔

فائدہ۔ مولوی اسمٰعیل نے تقویۃ الایمان میں اس حدیث کے بعد ظاہراً اس ضرورت سے کہ ان کے پیر بنائے ہوئے سید احمد صاحب مشہور تھے۔ لکھا ہے کہ

"سردار کے لفظ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ خود مالک مختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو ان معنی کر اللہ کے سوائے کوئی سردار نہیں ہے دوسری یہ کہ اوروں سے امتیاز رکھتا ہو

ان معنی کر ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا ہر عالم اپنے شاگردوں کا۔ یہ خلاصہ ہے تقویۃ الایمان کا۔ اگرچہ سید احمد صاحب کا سید ہونا بن گیا مگر سارے اور جھوٹے دعوے اس توجیہ سے بگڑ گئے۔ کیا عبد کے دو معنی نہیں ہیں۔ اگر سچے ہیں تو کیوں نہیں کہدیتے کہ ایک معنی کر درست اور ایک معنی کر نادرست۔

شاہ ولی اللہ نے انفاس العارفین میں شیخ احمد قشاشی کے حال میں لکھا ہے۔

"شیخ احمد قشاشی وے پسر محمد بن یونس القشاشی الملقب بہ عبد النبی ابن ایرشیخ احمد الدجانی است و دجانہ بہ تخفیف جیم قریہ ایست از قرای بیت المقدس شیخ احمد دجانی از آنجا است بسیار بزرگ بود شیخ عبد الوہاب در طبقات ترجمہ وے نوشتہ کہ شیخ انس را عبد النبی ازان گویند کہ مردمان را مزد گرفتی تا در مسجد نشیند و بر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلوٰۃ فرستند۔"

قالوا هذا راجع الى الخصوص فان اطلاق السيد على غير الله فى القرآن والحديث كثير۔

کہا علمائے اسلام نے یہ رجوع کرتا ہے طرف خصوص کے یعنی ایک معنی خاص کر منع فرمایا۔ اس قوم خاص کو منع فرمایا کیونکہ سوا اللہ کو سید بولنا قرآن حدیث میں بہت ہے۔

قال النجدى عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ان البيت الذى فيه الصور لا تدخله الملائكة۔ رواه البخارى۔

کہا نجدی نے عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ جس گھر میں صورتیں ہوتی ہیں اُس میں فرشتے نہیں جاتے۔ (بخاری)

قالوا من جهة الحرمة لا من جهة الشرك فان الملك لا يدخل بيتا فيه كلب

کہا علمائے اسلام نے یہ حرام ہونے کی جہت سے ہے نہ شرک کی راہ سے کیونکہ فرشتہ اُس گھر میں بھی نہیں جاتا جس میں کتا ہوتا ہے۔

قال النجدى عن عمر قال قال رسول الله لا تطرونى كما اطرت النصارى عيسى ابن مريم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کہا نجدی نے عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ حد سے مت بڑھاؤ مجھ کو جیسا بڑھایا نصاریٰ نے عیسےٰ ابن مریم کو

فانما انا عبدہ ورسولہ اخرجہ
البخاری ومسلم وعن انس قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی لا
اریدان ترفعونی فوق منزلتی انزلنی
اللہ تعالیٰ انا محمد بن عبداللہ وعبدہٗ
ورسولہ ثبت بھذا الحدیث منع مدح
محمد بغیر لفظ عبداللہ ورسولہ فکیف
مشرکو زماننا یبالغون فی مدحہ نظماً
ونثراً بل ادون من محمد ولا یبالون
الشرک ــــــــ نظم ونثر میں بلکہ محمد سے کم لوگوں کی اور شرک سے نہیں ڈرتے۔

قالوا ایھا الغوی ھل رأیت احداً
قال لمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من
مادحہ انہ ابن اللہ حتی سمیتھم
مشرکین والنھی انما ھو عن الرفع فوق
منزلتہ وکل ماقیل فی مدحہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم لایؤدی من منزلتہ شیئاً
فکیف الرفع لکن لاتعرف ایھا الملعون
منزلتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولا
معنی اللفظین اللذین حکمت بالقصر
علیھما اعنی عبدہ ورسولہ ولو عرفت
لما جعلت مدحہ شرکاً شیئی من معنی
عبدہ کما قال اللہ تعالیٰ ان عبادی لیس
لک علیھم سلطٰن وقال اللہ تعالیٰ

کہا علمائے اسلام نے اے گمراہ تو نے دیکھا کہ کسی نے
مدح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابن
اللہ کہا کہ تو نے مداحوں کو مشرک کہا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرتبے سے اوپر بڑھانے
کو منع فرمایا ہے اور جو کچھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی مدح میں کہا گیا ہے آپ کے مرتبے کا بیان کچھ
ادا نہیں ہوا مرتبے سے بڑھانے کا تو کیا مذکور ہے
اے ملعون تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ نہیں
جانتا اور ان دونوں لفظوں کے جن پر تو نے حکم قصر
کرنے کا کیا یعنی عبدہٗ ورسولہٗ اُن کے معنے بھی
نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو مدح کو شرک نہ کہتا۔
عبدہ کے معنی سے تھوڑا اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا شیطان سے کہ تجھ کو میرے بندوں پر غلبہ
نہیں ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے نفس مطمئنہ

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ومرتبۃ
الرسالۃ تشتمل سائر کمالات الانسان حتی
خلافۃ الرحمٰن۔

کہ داخل ہو میرے بندوں میں حاصل یہ کہ خصوصیت
اللہ کے بندہ ہونے کی بہت بڑا مرتبہ ہے عام
بندہ ہونے سے جدا سب ادنیٰ کافر مسلمان
اللہ کے بندے ہیں اور وہ جو خاص اللہ کا بندہ ہوتا ہے وہ اور کچھ ہے کہ عوام میں نہیں ہے اور مرتبہ
رسالت کا سارے کمالات انسان کو شامل ہے یہاں تک کہ اللہ کی خلافت کو۔

قال النجدی ھذا آخر ما اوردنا فی باب
الشرک ھٰھنا وفیہ کفایۃ ومن شاء زیادۃ
تفصیل فلیرجع الی کتابنا الکبیر والفصول
ورسائل مفردۃ فی مسئلۃ لاھل ملتنا
من الموحدین وکل ماذکرنا من افراد
الاقسام الاربعۃ شرک اکبر یجب النھی عنہ
والقتال علیہ حلا وحرما کما قاتل محمد
ھل مکۃ فان مشرکی زمانہ کانوا اخف
شرکا من مومنی ھذا الزمان لان اولئک
کانوا یخلصون للہ فی الشدائد وھٰؤلاء
یدعون نبیھم ومشایخھم فی الشدائد
ولا تغتر بشیوع اقسام الشرک فی الحجاز
فان اصل الشرک کان فی آبائھم فرجعوا
الی دین آبائھم کما نص علیہ النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فی حدیث مسلم عن عائشۃ
وما ساء ما تزر المعاصی فیجب فیھا اجراء
الحدود والتعزیرات کما ورد فی الشرع
خلا البدعات فانھا تتبع الشرک الاکبر

کہا نجدی نے یہ آخر اُس کا ہے کہ ہم لائے باب
شرک میں اسجگہ اور اس میں کفایت ہے اور جو چاہے
زیادہ تفصیل سو دیکھے ہماری بڑی کتاب توحید
کو اور کتاب فصول التوحید کو اور ایک ایک مسئلہ
میں جو جدا جدا رسالے ہیں ہماری ملت کے
موحدین کے اور جو ہم نے ذکر کیا چاروں قسم شرک کے
فردوں کا سب شرک اکبر ہے منع کرنا اُس سے
واجب ہے اور قتال کرنا اُس پر حل وحرم میں
جیسے قتال کیا محمد نے اہل مکہ سے کیونکہ محمد کے زمانے
کے مشرک شرک میں ہلکے تھے اس زمانے کے
مومنوں سے کہ وہ سختیوں میں اللہ سے اخلاص
کرتے تھے اور یہ لوگ سختیوں میں اپنے پیغمبروں
اور پیروں کو پکارتے ہیں اور حجاز میں جو شرک کے
اقسام پھیل رہے ہیں اس سے دھوکا نہ کھایا چاہیے
کیونکہ اصل شرک اُنکے باپوں میں تھا سو انہوں نے
اپنے دین کی طرف رجوع کیا جیسا کہ پیغمبر نے صاف
کہدیا ہے مسلم کی حدیثوں میں عائشہ سے اور باقی
گناہوں میں حد اور تعزیر جاری کرنا واجب ہے
جیسا شرع میں آیا ہے سوائے بدعتوں کے کہ وہ شرک کے تابع ہیں اور اس باب کے نیچے .....

ویتلو هذا الباب باب البدعة۔
قالوا تم النظر فی الباب الاول وحان العصر وقامت الصلوٰة فقاموا والنقش لاحمد الباعلوی واللفظ اکثرہ للشیخ عمر عبد الرسول وعقیل بن یحییٰ العلوی والبعض للشیخ عبد الملک وحسین المغربی ولما فرغوا من الصلوٰة رجعوا ورجعوا فی النظر الی الباب الثانی فاذا طائفة من مظلومی الطائف دخلوا المسجد الحرام وانتشر ما جری علیهم من ایدی الکفرة واشتهر انهم لاحقون من اهل الحرم وعامدون لقتلهم فاضطرب الناس کانها قامت الساعة فاجتمع العلماء حول المنبر وصعد الخطیب البوحامد علیه وقرء علیهم الصحیفة الملعونة النجدیة ومانقشت من الفاظ العلماء فی ردها وقال ایها العلماء والقضاة والمفاتی سمعتم مقالهم و علمتم عقائدهم فما تقولون فیهم فاجمع کافة العلماء والقضاة والمفاتی علی المذاهب الاربعة من اهل مکة للشرفة وسائر بلاد الاسلام الذین جاؤا للحج و کانوا جالسین ومنتظرین لدخول البیت عاشر المحرم وحکموا بکفرهم وبانه یجب

آتی ہے باب بدعت کی۔
تمام ہوئی نظر پہلے باب میں اور عصر کا وقت آگیا اور نماز قائم ہوئی سب کھڑے ہوگئے اور خط احمد باعلوی کا ہے اور عبارت اکثر شیخ عبد الرسول اور عقیل بن یحییٰ علوی کی ہے اور کچھ شیخ عبد الملک اور حسین مغربی کی جب نماز سے فارغ ہوئے پھر لے اور دوسرے باب کی طرف متوجہ ہوئے کہ ایک گروہ طائف کا ظلم رسیدہ مسجد الحرام میں آگیا اور جو ان پر کافروں کے ہاتھ سے گذرا ظاہر ہوگیا اور مشہور ہوا کہ وہ اب آتے ہیں اور اہل حرم کے لوٹ وقتل کا ارادہ رکھتے ہیں سب آدمی مضطرب ہوگئے گویا کہ قیامت آگئی سب عالم اکٹھے ہوئے منبر کے گرد اور خطیب ابو حامد منبر پر چڑھے اور تجدیہ کا رسالہ سب کو سنایا اور جو جو میں نے علماء مکہ کی عبارت اس کے رد میں لکھی تھی پڑھی اور کہا اے عالمو اور قاضیو اور مفتیو تم نے سنیں ان کی باتیں اور ان کے عقائد معلوم کئے ان کے حق میں کیا کہتے ہو سب عالموں اور قاضیوں اور مفتیوں نے چاروں مذہب کے اہل مکہ سے اور سب اسلام کے شہروں سے جو حج کو آئے تھے اور داخلہ کے انتظار میں مکہ میں تھے اجماع کیا اور حکم کیا ان کے کفر کا اور یہ کہ

علی امیر مکة الخروج لذبهم من الحرام ویجب علی المسلمین معاونته ومشارکته فمن تخلف بلاعذر یکون آثما ومن قاتلهم یصیر محاهد أو من قتل من ایدیهم یکون شهیدا فانحقد الاجماع بلاخلاف علی کلمة واحدة وکتب الفتوی وختم بخواتیم کلهم فصلوا المغرب وذهبوا بها بعد الصلوٰة الی الشریف امیر مکة المعظمة واتفق کل من بمکة علی قتالهم واتباع امیر مکة فی الجهاد علیهم والخروج بکرة من حد الحرم الی جهنمهم واشتغل کل من فی استعداده اللهم انصرنا علی القوم الکافرین ۵
اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

کہ امیر مکہ پر واجب ہے ان کا دور کرنا حرم سے اور مسلمانوں پر واجب ہے امیر کی مدد اور شرکت سے جو بے عذر رہ جائیگا گنہگار ہوگا جو ان سے لڑیگا وہ غازی ہوگا اور جو انکے ہاتھ سے مارا جائیگا شہید ہوگا پس اجماع منعقد ہوا بلا اختلاف اس ایک بات پر اور فتوی لکھا گیا اور سب کی مہریں ہوگئیں نماز مغرب کی پڑھ کر اس فتوی کو شریف کے پاس لے گئے اور جو مسلمان مکہ میں تھے سب ان سے لڑنے پر متفق ہوئے اور اتفاق کیا کہ ان پر جہاد میں امیر مکہ کے تابع ہیں اور صبح کو حد حرم سے نکل گئے انکے طرف کو اور ہر ایک سامان تیار کرنے میں مشغول ہوا۔ اے اللہ نصرت دے ہمکو قوم کافر پر اور آخر دعوٰی ہمارا یہ ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں کہ پالنے والا سب عالم کا ہے۔

خاتمہ نجدیہ کے مکائد میں

جزئی مکائد نجدیہ کے بے شمار ہیں مگر اصل کلی سب مکائد کی کہ وہی بناء ہے اس مذہب کی مغالطہ دہی اور فریب و تحریف لفظی و معنوی ہے آیات و احادیث و روایات میں مولوی اسمٰعیل نے آیات و احادیث نقل کرکے تحریف معنوی کو ایسا نجدی کے موافق برتا کہ کسی نے سارے بد مذہبوں میں سے ایسا نہیں کیا تھا کہ اول سے آخر تک ایک آیت کو اسکے معنی صحیح پر موافق تفسیر ماثور کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ و تابعین و جمہور مفسرین سے نہ چھوڑا۔ الا ماشاء اللہ اور ہر جگہ ایسے فائدہ و استنباط لکھے کہ اس آیت و حدیث سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے بلکہ بعضی جگہ جو خود ترجمہ کیا وہی

ترجمہ اُس کے فائدہ کو بیفائدہ ٹھیراتا ہے کہ یہ بات دوسری بات سے خوب ظاہر ہوگئی کہ وہ پیرو ہوئے اُس کتاب توحید کے کہ چاروں مذہبوں کے عالموں نے عرب میں اجماع کیا اس کے رَد پر اور بھی اسی باب سے ظاہر ہے کہ مولوی اسمٰعیل مخالف ہیں اپنے استادوں کے یعنے مولوی عبدالعزیز و مولوی رفیع الدین وغیرہ کے کہ مولوی اسمٰعیل کے طریقہ پر یعنی تقویۃ الایمان کی رُو سے وہ سب تا صحابہ کافر و مشرک ہوئے جاتے ہیں اور عمدہ لوگوں نے شاہ صاحب کے خاندان سے جیسے مولوی موسیٰ صاحب مرحوم اور مولوی مخصوص اللہ صاحب، مولوی رفیع الدین صاحب کے صاحبزادے اور مولوی رشید الدین خان صاحب شاگرد رشید اور مولوی فضل حق صاحب وغیرہ کافۂ معتمدین و مستندین نے مولوی اسمٰعیل کے رُو برو تکفیر و تضلیل کی اور متعدد تحریریں کیں اور اُن سے کچھ جواب بن نہ آیا۔

جب مولوی اسحٰق اس طریق کے امام بنے طریق اسمٰعیلیہ سے بہت تنزل کیا یعنی جن باتوں کو کہ مولوی اسمٰعیل نے مطلقاً شرک و کفر لکھا مولوی اسحٰق نے اُن میں سے کسی کو مکروہ کسی کو حرام کسی کو مختلف فیہ لکھا کسی میں تفصیل کے واسطے تالیف و التیام کے اور بھی اس سبب سے کہ بسبب جانشینی شاہ صاحب کے پہلا طریقہ صریح اُسکے خلاف تھا۔ ایک مرتبہ مخالفت کا ظاہر کرنا خلاف مصلحت ہے کہ سبب ہے وحشت عام خلقت کا ایسی مصلحتوں سے آہستہ آہستہ تنزل کیا اور قوت علم و فہم بھی چنداں نہ رکھتے تھے، مگر ایک بات میں مولوی اسمٰعیل سے بھی بڑھ گئے۔ مولوی اسمٰعیل صرف تحریف معنوی کے امیر المحرفین تھے۔ مولوی اسحٰق تحریف لفظی اور تحریف معنوی دونوں کے بادشاہ ہوگئے اور تحریف لفظی کی جتنی قسمیں ہیں، ایک نہ چھوڑی کہ اس کے اقسام بھی ہیں کہیں عبارت میں سے کچھ دُور کرنا کہیں بڑھا دینا کہیں قول مردود کی نقل پر کفایت کرنا یعنی کسی کتاب میں ایک بات نقل کر کے رَد کی ہے سو حوالہ دینا اُسی بات پر مردود کا کہ فلانی کتاب میں یوں لکھا ہے۔ کہیں نام لے دینا کتاب کا کہ اس میں یوں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ سو یہ سب قسمیں اُن کے کلام میں موجود۔ اور بھی ایک کتاب میں کچھ لکھا دوسرے میں کچھ لکھا، بساط دو کتابیں تصنیف کیں، مائۃ المسائل اور اربعین المسائل

اور اُن دونوں میں اختلاف بلکہ ایک ہی کتاب میں ایک جگہ کچھ دوسری جگہ کچھ اور کیوں نہ ہو نہ دیانت ہے کہ ایسے بد کاموں سے روکے نہ علم ہے کہ تحقیق ہو سکے۔ اور جاہلوں کا بہکانا مقدم اب ہر ہر قسم کی تحریف و تصریف کی ایک ایک مثال لکھی جاتی ہے۔

پہلی مثال تحریف معنوی کی پہلے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ شرک در شرع شریک گردانیدن غیر خدا بخدا در الوہیت یا در استحقاق عبادت است فی شرح عقاید للنسفی الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام۔ دیکھو کہ آپ ہی اپنے دعوے پر سند لائے، حال آنکہ وہ اُس کے صاف مخالف ہے سند میں استحقاق عبادت معنی الوہیت کے ہیں اور یہ دعوٰی میں قسم و مقابل الوہیت کے یہ کمال جرأت ہے یا منتہائے جہالت۔

دوسری مثال عبارت بیچ میں سے کم کر ڈالنے کی تیئیسویں سوال کے جواب میں نقل کی عبارت مرقاۃ کی۔ انما حرم اتخاذ المساجد علیھا لان فی الصلوٰۃ فیھا استنانا بسنۃ الیھود ویدل علیہ قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعن اللہ الیھود والنصاری الذین اتخذوا قبور انبیائھم صالحیھم مساجد انتھی اور اصل عبارت مرقات میں یوں ہے۔

قال ابن الملک انما حرم اتخاذ المساجد علیھا لان فی الصلوٰۃ فیھا استنانا بسنۃ الیھود انتھی وقید علیھا یفید ان اتخاذ المساجد بجنبھا لا باس بہ ویدل علیہ قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعن اللہ الیھود والنصاری الذین اتخذوا قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد۔ دیکھو کہ فقرہ جو مضر تھا اپنے دعوے کو اور اصل جواب تھا سوال کا اسکو بیچ میں سے اوڑا دیا اور انتہی لکھ دیا۔

تیسری مثال عبارت بیچ میں بڑھا دینے کی بائیسویں سوال کے جواب میں لکھا ہے فمن شاء فلینظر الی ترجمۃ الشیخ وعبارتہ ھکذا واما استمداد باہل قبور در غیر نبی یا غیر انبیاء صلوات اللہ علیہم منکر شدہ اند آنرا بسیاری از فقہا

گویند نیست زیارت مگر برائے رسانیدن نفع باموات بدعا و استغفار و قائل گشتہ اند بآن بعضے از ایشان و ظاہر است کہ از فقہا آنانکہ قائل بسمع و ادراک میت اند قائل بجواز اند و آنانکہ منکر اند آنرا این را نیز انکار کنند و نیست صورت استمداد مگر ہمین کہ محتاج طلب کند و حاجت خود را از جناب الٰہی بتوسل بروحانیت بندۂ مقرب درگاہ والا گوید خدایا ترا بہ برکت این بندہ کہ تو رحمت و اکرام کردے او را برآوردہ گردان حاجت مرا یا ندا کند آن بندۂ مقرب و مکرم را کہ اے بندہ خدائے ولی و بے شفاعت کن و مراد بخواہ از خدائے تعالیٰ مطلوب مرا تا قضا کند حاجت مرا پس نیست بندہ درمیان مگر وسیلہ و قادر و معطی و مسئول پروردگار است تعالیٰ شانہٗ انتہی

حال یہ کہ شیخ نے ترجمہ میں اس بحث کو اول باب زیارت القبور میں لکھ کر وعدہ کیا تفصیل کا کتاب الجہاد پر اور کتاب الجہاد میں خوب مفصل لکھا۔ صاحب مأئۃ المسائل نے کچھ عبارت اول اور کچھ عبارت آخر کی لے کر بیچ میں ایک فقرہ اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ وہ فقرہ یہ ہے "و ظاہر آن ست کہ از فقہا آنانکہ قائل بسمع و ادراک میت اند قائل بجواز اند و آنانکہ منکر اند آنرا این را نیز انکار کنند" یہ فقرہ دونوں مقاموں میں نہیں ہے اور مردود ہونا قول اسحاقی کا کلام شیخ سے بخوبی ظاہر ہے۔

چوتھی مثال قول مردود پر اکتفا کرنے کی سترہویں سوال کے جواب میں لکھا ہے۔ وفی شرح مشکوٰۃ لملا علی قاری ذہب بعض العلما الی الاستدلال علی المنع فی الرحلۃ لزیارۃ المشاہد و قبور العلما و الصالحین انتہی۔ حال یہ ہے کہ مرقات میں یہ عبارت احیاء سے منقول ہے اور اس کے آگے بلا فصل مذکور ہے۔

وما بین لک ان الامر لیس کذلک بل الزیارۃ مامور بہا بخبر کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروہا والحدیث انما ورد نہیا عن الشد لغیر الثلثۃ من المساجد لتماثلہا بل لا بد الا فیہا مساجد فلا حاجۃ للرحلۃ الی مسجد اخر و اما المشاہد فلا تتساوی لان برکۃ زیارتہا علی قدر درجاتہم عند اللہ ثم لیت شعری ہل یمنع ہذا القائل من شد الرحل لقبور الانبیاء و الاولیاء

وفی معناہم فلا یبعد ان یکون ذالک من اغراض الرحلۃ کما ان زیارۃ العلما فی الحیوٰۃ من المقاصد انتہی۔

پانچویں مثال نہ ہونا نقل کا اصل میں اربعین کے پانچویں سوال کے جواب میں لکھا۔ دفن کردن آنہا در زمین مستحب است۔ لکن فی الطیبی شرح المشکوٰۃ۔ حال یہ کہ کہتے ہیں کہ طیبی میں یہ مذکور نہیں ہے۔

چھٹی مثال دونوں کتابوں میں اختلاف کی مأئۃ مسائل میں بائیسویں سوال کے جواب میں استمداد کو مختلف فیہ لکھا غیر انبیا میں اربعین کے چالیسویں سوال کے جواب میں لکھا۔ "حق آنست کہ انکار فقہا عام است از آنکہ استمداد از قبور انبیا کنند یا از قبور غیر ایشان ہمہ جائز نیست۔

ساتویں مثال ایک کتاب میں اختلاف کی مأئۃ مسائل میں تئیسویں سوال کے جواب میں گورستان میں مسجد بنانے کے حرام ہونے کی دلیل لائے والمتخذین علیہا المساجد اور آپ ہی انتالیسویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں ــــ در ترجمہ شیخ عبد الحق تحت این حدیث مرقوم است و لعنت کردہ است رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسانے را کہ میگیرند قبور را مسجد یعنی سجدہ برندگان بجانب قبور بقصد تعظیم چنانکہ گذشت"

یہ چند باتیں بطور نمونہ لکھدیں ہیں انکا شعار ہے کہ اور جگہ بتفصیل بیان ہو چکا ہے۔

تمت

ملنے کا پتہ

مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری فردوس ٹیز یز مرید کے (شیخوپورہ)
جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور
مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال۔ جہلم۔
رضوی کتب خانہ نزد جلال الدین ہسپتال۔ اردو بازار لاہور۔

مکتوب گرامی فاضل یگانہ حضرت مولینا حکیم برکات احمد ٹونکی

قدس سرہ العزیز حامداً ومصلیاً ومسلماً

جمیع اہل اسلام پر مخفی نہ رہے کہ یہ فقیر ابتداء میں علماء دیوبند کے (بد عقیدگی کا حال سن کر) بالکل مخالف تھا مگر عرصہ تین سال کا ہوتا ہے جبکہ جناب مولوی مرتضےٰ حسن صاحب دیوبند سے کلکتہ تشریف لائے میں نے ان سے علم غیب اور بعض عقائد کے متعلق چند سوالات کئے جوابات سے ان کا عقیدہ اہل سنت وجماعت کے مطابق پایا اور خود بھی دیوبند جا کر اس امر کی تحقیق کرنے کی کوشش کی لیکن کسی طرح مجھ پر انکی خلاف عقیدگی ثابت نہیں ہوئی اس لئے میں قریب تین سال سے ان کی تعریف وتوصیف کرتا رہا۔ اب عرصہ ڈیڑھ ماہ کا ہوتا ہے کہ پھر علماء دیوبند کی تشریف آوری کا شہرہ ہوا چند حضرات میرے پاس تشریف لائے اور علمائے دیوبند کی تصنیفات بھی لیتے آئے مجھ کو تشریح کے ساتھ پڑھکر سنایا جس کے سننے اور دیکھنے سے شک پیدا ہوگیا کہ علماء دیوبند ناحق پر ہیں اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بالکل حق پر ہیں اور جو ان کے عقائد کی نسبت کہا جاتا ہے۔ صریحاً بہتان ہے۔ پھر بھی مجھ کو ان کی طرف سے اطمینان کلی نہیں ہوا تھا کہ اتفاقاً ایک دن ہم اور جناب منشی محمد لعل خان صاحب و جناب حاجی یوسف زینل علی رضا صاحب و جناب محمد شفیع صاحب سیکرٹری انجمن قاسم المعارف وجناب احمد حسین صاحب آنولے والے جناب حاجی اسمٰعیل صاحب پنٹہ والے کے مکان پر گئے۔ وہاں مولوی احمد الدین صاحب دہلوی وصاحب خانہ موجود تھے۔ ان کل حضرات کے سامنے مناظرہ کی بات چھڑی اور یہ قرار پایا کہ ایک محقق شخص جس کو طرفین کے لوگ بلا مبالغہ منصف ٹھہرائیں تجویز کرنا چاہیے۔ اس پر جناب حاجی یوسف صاحب نے یہ فرمایا کہ مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی کیسے ہیں۔ فوراً جناب مولانا مولوی احمد الدین صاحب دہلوی نے یہ فرمایا جزاک اللہ وہ نہایت عالم باعمل متقی صوفی حنفی ہیں۔ آپ کے علم وفضل میں بھلا کس کو کلام ہے بلکہ اور ایک معتمد علماء دیوبند سے بھی دریافت کیا۔ انہوں نے بھی ان کی تصدیق کی اس

کے بعد میں نے اپنے خیالات کو مستحکم کرنے کی غرض سے جناب مولانا برکات احمد صاحب کے پاس ایک خط اس مضمون کا لکھا تھا کہ میں اردو زبان سے پوری واقفیت نہیں رکھتا۔ آپ اس بات کا اطمینان دلاویں کہ علماء دیوبند کے عقاید کیسے ہیں جس کا جواب انہوں نے یہ عنایت فرمایا جو درج ذیل ہے۔ آپ ناظرین اس کی عبارت سے خود انصاف کرلیں گے کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ میں اپنے عقائد کو ایک مستقل رسالہ کی صورت میں ظاہر کروں گا۔

العبد المذنب فقیر الی اللہ احمد موسیٰ المنوفی
امام مسجد ناخدا اسندیہ پٹی کلکتہ

نقل مکتوب!

تمام خوبیوں کا مستحق اللہ ہے جو دونوں جہان کا پروردگار ہے۔ اور درود وسلام ہو تمام رسولوں کے سردار پر اور اُن کے آل واصحاب اور ازواج پر۔ حمد ونعت کے بعد آپ کا بزرگ خط اور گرامی نامہ علماء دیوبند کے پرسش احوال کے متعلق وارد ہوا چونکہ آپ کو مجھ پر وثوق ہے اور آپ نے اس بارے میں مجھ کو امین بنایا ہے۔ تو میرا فرض ہے۔ کہ میں ان کے بارے میں سچ بات کہوں۔ اور جو کچھ مجھ سے پوچھا گیا ہے اس میں حق سے تجاوز نہ کروں۔ تو میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے اور اُسی پر توکل ہے اور اسی کی طرف رجوع کروں گا۔ وہ لوگ علماء اہل سنت وجماعت مذہب ہیں۔ ہمارے امام ابو حنیفہ قدس سرہٗ کے پیرو ہیں۔ انہیں کے مذہب پر فتویٰ دیتے اور انہیں کے اصول وفروع پر فرعیات میں عمل کرتے ہیں لیکن وہ بعض عقائد میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کے تابع ہیں۔ اور اُس کے آثار کے متبع۔ اور علماء دیوبند وہ کہتے ہیں جو مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کہا اور اُس میں تعصب رکھتے ہیں اور اپنی کوشش صرف کرتے ہیں اُس کے اقوال کے صحیح کرنے میں اور اُس نے (اللہ اُسے معاف کرے) بعضے ایسے عقائد گڑھے جو عقائد اہل سنت وجماعت سے نہیں۔ اُن میں سے بعض یہ ہیں۔ کہ اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا برائیوں اور نقصانوں والا ہونا ممکن ہے مثلاً اللہ تعالےٰ کا جھوٹا ہونا تو اُس نے جائز مانا کہ

ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹی بات بولے نہ برطریق نقل وحکایت کے اسلئے کہ یہ محال نہیں کیونکہ تمامی قرآن شریف اس سے بھرا ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جھوٹے کافروں کی باتوں کو نقل فرمایا ہے بلکہ اُس نے جا بجا فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ایسی خبر دے جو واقع میں جھوٹی ہو۔ اور اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر یہ دلیل پیش کی کہ آدمی جھوٹ بول سکتا ہے تو اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو بندہ کی قدرت کا خدا کی قدرت سے زیادہ ہونا لازم آئیگا اور یہ اُسکی بات فحش غلطی ہے جس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر برائیوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا موصوف ہونا جائز ہو اور یہ ممکن ذاتی ہو تو اُس کے واقع ہونے کے فرض سے محال نہ لازم آئے باوجودیکہ پناہ بخدا اس سے لازم آتا ہے باطل ہونا اللہ کے اس قول من اصدق من اللہ قیلا وغیرہ کا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اہلِ سنت وجماعت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا برائیوں اور نقصان کی صفتوں کے ساتھ موصوف ہونا محال بالذات ہے اور جو محال لذاتہ ہو وہ کبھی ممکن بالذات ہو نہیں سکتا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ جھوٹ بولنا یا خوبی ہے یا بُرائی۔ اگر اچھی صفت ہے تو ضرور ہے کہ اللہ بالفعل جھوٹا ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ کا جملہ صفات کمالیہ والا ہونا ضروری ہے۔ اور اس کیلئے ذاتِ باری علتِ تامہ ہے تو پناہ بخدا بالفعل جھوٹا ہوگا۔ اور اگر بُری بات ہے تو وہ محال بالذات ہے۔ ممکن ہو نہیں سکتا۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ زیادتی ایک ایسی چیز ہے جو برابری کے بعد ہوگی تو اگر بندہ کی قدرت تمامی مقدورات الٰہی پر ہو اور زیادتی یہ کہ وہ کذب پر بھی قادر ہے جو باری تعالیٰ میں موجود نہیں۔ تو یقیناً زیادتی لازم آئیگی اور جب ایسا نہیں تو زیادتی بھی نہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ زیادتی ہو نہیں سکتی جبتک کہ برابری نہ ہو اور جب برابری نہیں تو زیادتی کہاں اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے اور جبکہ اس قائل نے اس عقیدہ کو گڑھا اُس سے پچھلے علماء دیوبند وسہارنپور مولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی قاسم نانوتوی ومولوی اشرف علی تھانوی نے اسی کا اتباع کیا اور یہ سب لوگ اُس کے قول کے صحیح کرنے پر جھک پڑے اور اس بارے میں رسائل لکھے جیسے

محمود حسن دیوبندی نے اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا نام جہد المقل رکھا اور لکھا جو کچھ کہ لکھا اور اُن کے اگلے اس عقیدہ کو چھپاتے اور اُس میں بحث سے پرہیز کرتے تھے لیکن اُن کے پچھلے اس زمانہ والوں نے اس میں بہت شغب کیا اور تلبیس وتدلیس میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ ارفع واعلیٰ میں اس قسم کی تفریط کی جس سے مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اگر اس کی خبر چاہتے ہو تو اُن کی کتابیں دیکھو اور بعض اُن سے وہ جو اس قائل اسماعیل دہلوی نے اپنے رسالہ میں لکھا جس کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا اور اُس میں تمامی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بہت کمی کی ہے۔ اور اُن کی شان میں وہ بات کہی جو اس لائق نہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان والا میں کہی جانے اور اُس کے ہمعصر خصوصاً ہمارے استاذ الاستاذ خاتم الحکماء والمتکلمین جناب مولانا محمد فضل حق صاحب خیرآبادی نے بہت ہی بلیغ رد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں بہتر جزا دے اور بعض اُن میں سے وصف خاتمیت محمدی کے اشتراک کا ممکن ہونا ہے تو اُس نے مثل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصف خاتمیت میں جائز مانے ہیں اور اس کا بھی رد علامہ موصوف نے کیا ہے جو چھپ گیا ہے اور وہ ایک مستقل اور بڑی کتاب ہے۔ اور بعض اُن میں سے یہ کہ اُس نے مسئلہ شفاعت میں ایک نئی بات نکالی اور امر شفاعت میں وہ کہا جو عقائد اہل سنت وجماعت سے کوسوں دُور ہے۔ اگر تجھے اطلاع منظور ہے تو اُس کیلئے فریقین کی کتاب دیکھ اور یہ لوگ اس زمانہ میں موجود ہیں وہ ہلاک ہوگئے اُس کی پیروی میں اور یہ لوگ اُس کے قائل ہوئے جو اُس نے کہا اور ہر روز مناظروں میں ایسی باتیں کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا۔ خلاصہ یہ کہ ادب کی رسی اس کی گردنوں میں نہیں اور نہ یہ لوگ آداب شرعیہ کے ساتھ متمسک ہیں۔ بڑی بات ہے جو اُن کے مُنہ سے نکلتی ہیں وہ جھوٹ ہی بولتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ یہ سب لوگ عقائد میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں اور یہ وہی کہتے ہیں جو اُس نے کہا اور آپ لوگ اُس کے افعال واقوال سے واقف ہیں اور اس کا رد کیا ہے۔ شیخ دحلان مکی نے اپنے رسالہ میں جو چھپکر شائع بھی ہو گیا ہے۔ محصل یہ ہے کہ یہ لوگ عقائد میں محمد بن عبدالوہاب کے پیرو ہیں اور اُن کی عادت

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء عظام کے حق میں اُن کی شان کے لائق وادب کے نہیں اور اُن کا دعوٰے شرک وبدعت سے بچا ہے۔ اور دعوٰی اُن کا اچھا ہے لیکن اُنہوں نے یہ سمجھا کہ شرک انبیاء اور اولیاء کی تعظیم اور اُن کے قبور پر حاضر ہونا اور اُن کے آثار کے ساتھ برکت لینا اور اُن تک شد رحال کرنا اور اُن کے ساتھ توسل کرنا ہے اور بہت تبرّی کرتے ہیں اس بات سے کہ انبیاء و اولیاء کے لئے وہ بات ثابت ہو جس سے اُن کی تعظیم نکلتی ہے اور اُن کا خیال یہ ہے کہ یہ ایک قسم کا شرک ہے اور اُنہوں نے اپنا نام محمدی اور موحد رکھا ہے باوجودیکہ باری تعالیٰ کا قبائح اور عیوب اور برائیوں والا ہونا ممکن جانتے ہیں۔ اللہ کی شان بُرتر ہے۔ اس سے جو ظالم لوگ کہتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر ولادت و معراج کو بدعت ضلالت جانتے ہیں یہ وہ ہے جو مجھے اُن کے اقوال و افعال سے معلوم ہے۔ اے میرے دوست میں اُنہیں نہیں دوست رکھتا ہوں۔ نہ اُن کے عقائد کو دوست رکھتا ہوں۔ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ وہ لوگ اس عقیدے میں حق پر ہیں۔ نہ سلف صالح کے طریقہ پر اور اُن کے عقیدے جو میں نے ذکر کئے یہ باطل عقیدے ہیں۔ ہمارے مشائخ کرام کے عقیدوں کے خلاف ہے اور میں اُسے پسند نہیں کرتا کہ میں اُن سے اُلجھوں اور اُن سے مناظرہ کروں۔ کیونکہ اس زمانہ میں مناظرہ گالی گلوچ کرنا اور ایک دوسرے کو کافر بنانا ہے اور اسی طرح میں اُن سے بھی پرہیز کرتا ہوں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے علم غیب مخصوص بذات الٰہی مانتے ہیں اور بہت ہی زیادتی کرتے ہیں۔ اولیاء کرام کی شان میں اور سجدہ کرنے میں اور طواف کرنے میں اور مزاروں کو بوسہ دینے میں اور وہ باتیں کرتے ہیں جو خلاف سنت ہیں اور ملاہی اور مزامیر سننے میں مشغول ہوتے ہیں اور عرسوں میں بدمذہبوں اور اہل ہوا کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور جو کچھ یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ ہاں صرف قبروں پر موافق سنت حاضر ہونا اور اُنکے ساتھ برکت ڈھونڈھنا اور اللہ سے دعا میں اُن کا وسیلہ پکڑنا میں اُسے جائز سمجھتا اور برکت لیتا اور توسل کرتا ہوں۔ اور میں دوست رکھتا ہوں اور خدا سے تمنا ہے کہ مجھے اُن کے طریقہ پر زندہ رکھے اور اُن کی محبت میں مارے اور اُن کے دوستوں کے گروہ میں اُٹھائے اور میرا خاتمہ اور

انجام بخیر کرے۔ اُن کی برکت سے۔ یہ وہ ہے جو میرے نزدیک ہے۔ ع

وللناس فیما یعشقون مذاھب

اور تم پر سلام۔ امید وار دعاء برکات احمد البہاری العظیم آبادی وطناً و النٹونکی نزیلاً والحنفی مذہبًا والچشتی الصابری مشربًا والخیرآبادی تلمیذاً عفا اللہ عنہ

۳۔ جمادی الاخر ۱۳۳۲ھ ہجری۔

المشتہر

منشی محمد لعل خان عفی اللہ عنہ نمبر ۶۵ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

اکابر علماء کی آراء

حضرات! بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے میرا فرض ہے کہ میں اپنے اُن بھولے بھالے بھائیوں کو اُس فریب دہی کے جال سے آگاہ کر دوں جو اُن کیلئے ایک چالاک صیاد نے نمائشی دانے ڈال کر بچھا رکھا ہے جس میں پھنس کر عذاب آخرت کا سزاوار ہونا لابدی ہے جس میں اُلجھ کر راحت ابدی سے محروم رہنا لازمی ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ ایسے شخص کو کیا کہا جائے جس کی قابلیت کا اظہار جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدگوئی ہو۔ جس کی معلومات کا انحصار آنجناب پاک کی بُرائیان ہو۔ جس کے قلم کا زور حضور سرور کائنات کے اعتراضات پر ختم ہو۔ جس کے خیالات میں جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا علم معاذ اللہ شیطان کے علم سے گھٹا ہو۔ مسلمانو تم کو لازم ہے کہ ہوشیار ہو جاؤ اور جس گروہ میں ایسے افراد ہوں اُس کے سایہ سے بچو۔ ایسے لوگوں کی لمبی چوڑی دھواں دھار تقریر یا تحریر پر نہ آؤ۔ میری تحریر کا منشا کوئی خاص عناد اس گروہ سے نہیں ہے۔ میرے ان چند سطور کا مقصد کوئی ذاتی عداوت اس جماعت سے نہیں ہے۔ میں جو کچھ لکھ رہا ہوں اور آئندہ لکھونگا۔ اس سے غرض ہمیشہ یہی ہوگی کہ عوام الناس سیدھے سادھے مسلمان ان کے دام سے بچتے رہیں۔

اب میں آگے چل کر اُس اشتہار کی نقل کرتا ہوں جو علماء فرنگی محل لکھنؤ نے اس

اس جماعت کے بارے میں شائع کیا ہے اور اُس خط کی بھی نقل کرتا ہوں جو مکہ معظمہ سے جناب مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ نے بنام منشی حاجی محمد لعل خان صاحب ارسال فرمایا ہے۔ اور جس میں اس گروہ کی صاف صاف لفظوں میں اُنہوں نے تکفیر کی ہے۔ علاوہ اس کے میرے پاس بہت سے سارٹیفکٹ حضرات دیوبند کے نام ایسے موجود ہیں جن میں علمائے ہند اور عرب نے ان کا سارا کچا چٹھا کر دیا ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اُن کو وقتاً فوقتاً شائع کر کے عوام پر ظاہر کر دونگا۔ کہ یہ حضرات فریب اور مکاری میں کس قدر دست گاہ رکھتے ہیں۔

نقل مضمون

از اشتہار علمائے فرنگی محل لکھنو

ان کے بعد مرتبہ اُن وہابیوں کا ہے جو غیر مقلد ہیں، یہ ائمہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور انبیاء کی توہین کرتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ سے بغض و کینہ رکھتے ہیں اور اُن کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ انہیں کے قریب وہ وہابی ہیں جو تقلید تو کرتے ہیں مگر عقائد میں وہابیہ کے موافق ہیں۔ ان کی علامت سے یہ ہے کہ خدا کے جھوٹ بولنے کے قائل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ مانتے ہیں۔ آپ کے ذکر میلاد کو کنہیا کے جنم سے مشابہت دیتے ہیں۔ قیام تعظیمی کرنے والے کو مشرک جانتے ہیں۔ جماعت ثانیہ کو ہر حال میں بُرا سمجھتے ہیں۔ زیارت قبور اور استمداد اولیاء اللہ کو شرک مانتے ہیں۔ اُنکے اعراس کو بدعت تصور کرتے ہیں۔ گیارہویں اور بارہویں کے فواتح اُن کے نزدیک رام لیلا ہندوؤں کے میلے کے حکم میں ہوتے ہیں۔ اور بہت سی باتیں ہیں جو وہ عقائد خلاف سلف اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور ظاہر میں اتباع سنت کے مدعی اور بدعت کے دُور کرنے والے اپنے کو بتاتے ہیں۔ اور پند و نصائح کی موافق عقل و نقل کے کرتے ہیں۔ عوام الناس انکے کہنے میں انکی ظاہری اتباع شریعت دیکھ کے جلدی آجاتے ہیں اور سلف کے الزیقہ کو جس میں ہر قسم کی خیر و برکت ہے،

چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بہت ڈرتے رہنا چاہیئے اور جو کتابیں اُردو کی اُن کی تصنیف سے ہیں اُن کے مطالعہ سے پرہیز رکھنا چاہیئے۔ قاعدہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو بات خلاف علمائے قدیم دیکھیں یا سُنیں وہ بدون دریافت کئے قبول نہ کریں کہ وہ اکثر گمراہی کا باعث ہوتا ہے۔

نقل خط جناب مولوی مشتاق احمد صاحب ابن مولینا

مولوی احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے اہل دیوبند کے بارے میں دریافت فرمایا ہے اُس کے بارے میں میرا اور حضرت والد صاحب مرحوم و مغفور کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ کہے یا حضرت کے علم کو بہائم و حیوانات کے علم سے تشبیہ دیوے یا میلاد شریف کے قیام کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دیوے کافر ہے۔ خواہ اہل دیوبند ہوں یا غیر اہل دیوبند کسی کی تخصیص نہیں۔ اگر اہل دیوبند ایسا کریں تو وہ بھی اس حکم سے علیحدہ نہیں ہیں جیسے خلیل احمد انبیٹھوی کی عبارت سے زیادتی علم شیطان کی حضرت کے علم سے صاف ظاہر ہوتی ہے۔ یا حفظ الایمان میں حضرت کے علم کو بہائم و حیوانات سے تشبیہ دی ہے۔ اشرف علی تھانوی نے ایسے ہی ایک فتوٰی میلاد کے بارے میں میں نے دیکھا تھا۔ اس وقت مفتی کا نام محفوظ نہیں۔ اس میں میلاد کے قیام کو کنھیا کے جنم سے تشبیہ مفتی نے دی تھی۔ علاوہ ازیں جو بات کفر کی ہو اُس کو اسلام کی بات میں شمار کرنا اور اُس پر مسلمانوں کو ترغیب عمل کی دلانا صریح کفر ہے۔ اب سُنئے اسمٰعیل شہید دہلوی نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں لکھا ہے کہ نماز میں خیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا بدرجہا بدتر ہے۔ گاؤ خر کے خیال سے نماز میں مستغرق ہونے سے پس جب حضرت کا خیال نماز میں گائے اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے تو پھر نماز کیسے ہماری ہو سکتی ہے کیونکہ نماز میں قرأت فرض ہے اور قرآن پاک کی کونسی ایسی آیت ہے جو حضرت پر

نازل نہ ہوئی ہو تاکہ اُس کی تلاوت سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال نہ آئے اور جب قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں بلکہ پورا قرآن حضرت پر حضرت کی تصدیق کے لئے معجزہ بنا کر اُتارا گیا تو قرآن پاک کے ہر ہر کلمہ والفاظ سے حضرت کا خیال ضرور ہوگا۔ اور یہ خیال اسمٰعیل کے نزدیک گدھے اور گائے کے خیال سے بدرجہا بُرا ہے اور اُس کو ایمان کہنا اور اُس پر مسلمانوں کو ترغیب دلانا کفر نہیں تو کیا اسلام ہو سکتا ہے۔ اور جمیع علمائے دیوبند نے تقویۃ الایمان پر ترغیب عمل کی دلائی۔ اور اُس کی عمدہ وقابل عمل ہونے پر مُہر ودستخط کی ہے۔ غرض کہاں تک اُن کی خرافات وہذلیات کو لکھوں۔

دارالمکہ معظمہ بشتاق احمد مدرس مدرسہ صولتیہ ۱۵۔ رجب ۱۳۳۲ھ

اَب آخر میں حضرات دیوبند سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ اپنی ان حرکتوں سے باز آجائیں۔ زمانہ روشن ہے۔ راستی کی ایک چمک بجلی کی طرح اُن کے تمام خرمن مکر کو جلا کر خاک سیاہ کر دے گی۔ اور وہ وقت آچکا ہے کہ مقراض حقیقت اُن کی تحریر کے لمبے چوڑے اُلجھے ہوئے جال کے پُرزے پُرزے اُڑا دیگی۔ سچائی کی ہوا جگہ سے جنبش کر چکی ہے۔ قریب ہے کہ اُن کے فریب کا دامن اُلٹ جائیگا۔ انکشاف حقیقت سے دنیا کی آنکھیں پُرنور ہو جائیں گی۔ تعجب ہے کہ حضرات دیوبند فرماتے ہیں کہ ہماری تحریر عوام کی سمجھ میں نہیں آتی ممکن ہے کہ علمائے فرنگی محل لکھنؤ جو ہندوستان کے سرآوردہ اہل علم ہیں اُن کی سمجھ نے بھی قصور کیا ہوا اور انہوں نے اس طرح اپنے اشتہار میں لکھ مارا علاوہ اس کے ہم نہیں کہہ سکتا کہ حضرات دیوبند کیسی پوربین اُردو لکھتے ہیں جو بجز اُن کے کوئی ہندوستانی سمجھ نہیں سکتا حضرات دیوبند اس کا فیصلہ آپ ہی کر دیں جب آپ کی تحریر کسی کی سمجھ میں نہ آئیگی تو کوئی اُس پر عمل کیسے کریگا مذہبی تحقیقات کا اظہار آپ ایسی ولایتی اُردو میں کیوں کریں جس کے حل کرنے میں اقلیدس کی رُوح بھی گھبرا اُٹھے۔ کامل انجینیر وہی ہے جو ایسا سیدھا راستہ بنائے جس میں چلنے والے کو راہبر کی ضرورت نہ ہو تحریر کا منشا ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ پڑھنے والا اُسکو ایسا سمجھ جائے کہ شبہہ باقی نہ رہے

تقریر کی غرض ہمیشہ یہی ہوتی ہے کہ سننے والا مطلب سے پوری طرح واقف ہو جائے مگر حضرات دیوبند آپ کی تحریر اور تقریر دونوں اس قاعدے کے خلاف ہیں۔ نہایت افسوس ہے کہ آپ اپنے ناموں کو علماء کی فہرست میں درج کراتے ہیں اور دو سطر اُردو ایسی بھی نہیں لکھ سکتے جو عوام کی سمجھ میں کامل طور سے آجائے۔

المشتہر۔ محمد یعقوب چھتری والے ۲۶ رام موہن گھوس لین۔

مکتوب گرامی راس الفضلاء انیس الحکماء مولانا حکیم سید برکات احمد صاحب ٹونکی قدس سرہ العزیز

اما بعد۔ اصحاب دیوبند کے بعض عقائد جو اہل السنت والجماعت کے مخالف ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) معاذ اللہ خداوند تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (۲) اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیئے (۳) اور سب انبیاء علیہم السلام معاذ اللہ منہ اللہ کے سامنے چمار سے زیادہ ذلیل ہیں (۴) اور شیطان کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ شیطان کا علم محیط نص سے ثابت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم محیط نص سے ثابت نہیں (۵) مولود شریف اور ذکر ولادت کو جمیع بدعات سے خالی ہو جائز نہیں۔ اور یا رسول اللہ کہنا مطلقاً ممنوع ہے۔ اسی طرح اور بھی ان کے عقائد فاسدہ ہیں۔ تین عقیدے اول کے مولوی اسمٰعیل صاحب نے "تقویۃ الایمان" اور ایضاح الحق میں لکھے ہیں۔ اور چوتھا مسئلہ مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں درج کیا ہے۔ پانچواں مسئلہ مولوی رشید احمد صاحب نے فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے۔ یا رسول اللہ کہنے کو یہ لوگ مطلقاً منع کرتے ہیں۔ حالانکہ مطلقاً منع نہیں تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ بصیغہ ہذا وخطاب وارد ہے اور ترمذی کے کتاب الدعوات میں موجود کہ جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعمیٰ کو یہ دعا تعلیم فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ الخ ترجمہ اے اللہ میں تجھ سے

سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بطفیل تیرے نبی محمد مجسم رحمۃ کے۔ اے محمد بیشک میں متوجہ ہوتا ہوں بذریعہ آپ کے اپنے رب کے حضور میں اپنی حاجت برآئی کے لئے۔ جس میں صاف لفظ یا محمد موجود ہے پھر کیونکر ناجائز ہو سکتا ہے اور اگر کوئی شخص السلام علیک یا رسول اللہ بایں خیال پڑھے کہ ملائکہ اس صلوٰۃ کو رُوبرو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش کرتے ہیں تو کیونکر ناجائز ہوگا۔ غرض جس شخص کے یہ عقائد ہوں اُسے مطلقاً توبہ کرائی جاوے۔ اور تاوقتیکہ ان عقائد سے تائب نہ ہو۔ اُس کے پیچھے نماز ناجائز ہوگی۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے عقیدہ والے سے اختلاط نہ رکھیں اور اُس کے بیان کئے ہوئے مسائل پر عمل نہ کریں۔ تاوقتیکہ کسی حنفی المذہب عالم متوسط العقائد سے دریافت نہ کرلیں۔

اور مسئلہ علم غیب پر۔ اس طرح عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ عالم الغیب والشہادہ اللہ تعالےٰ ہے اور علم غیب بالذات مختص ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہے اور اُس نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم اتنی مغیبات کا عطا فرمایا ہے کہ احاطہ البشری سے خارج ہے۔ علم مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ (جو کچھ ہوا اور جو کچھ آئندہ ہوگا) اور علم لوح وقلم اور علم جنت ونار اور علم قیامت کہ یہ سب مغیبات ہیں۔ علم ان کا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ مگر یہ سب علوم اللہ کے علم کے سامنے وہ نسبت بھی نہیں رکھتے کہ جو قطرہ بہ نسبت دریا کے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم متناہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم علم غیب ہے اور یہ علم علم بالمغیبات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم بالذات ہے اور یہ علم بالعرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے اور یہ علم حادث ہے۔ غرض شرع میں علم الغیب مختص ساتھ اللہ جل جلالہٗ کے ہے اور خاصۃً پروردگار عالم ہے اور شرع اسکی رخصت نہیں دیتی کہ علم الغیب بالاضافۃ بجز خداوند تعالےٰ کے اور کسی علم میں استعمال کیا جاوے اسی وجہ سے بہتر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو علم بالمغیبات کہا جاوے۔ اسیطرح غیب بالعرض کہا جاوے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم بالمغیبات ہے معلومات اللہ اور معلومات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مساوی نہیں ہے بعد علم اللہ کے علم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ ہے۔ نہ جیسا کہ دیوبندی خیال کرتے ہیں کہ علم شیطان کا علم نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زائد ہے اور نبی کریم کو علم پس دیوار نہیں ہے۔ العیاذ باللہ منہ۔ سب مسلمانوں کو عقیدہ علم غیب میں رکھنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نقل مہر (برکات احمد) برکات احمد حنفی مذہبًا خیرآبادی تلمذا
میرنگری۔ بہاری وطنًا التونکی نزیلًا

المشتہر۔ عبدالرحمٰن مارواڑی نمبر ۵۱ کراس اسٹریٹ کلکتہ۔

نقل عبارات جناب عالم باعمل صوفی بے بدل حافظ قاری مولانا رضا علی صاحب

حنفی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً ومصلیاً۔ سوال۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی و مولوی اسحٰق دہلوی در عقائد چگونہ اند وحال تصانیف ایشان اعنی تقویۃ الایمان ومسائل اربعین ومائۃ مسائل وصراط المستقیم وتنویر العینین وایضاح الحق وغیرہا چگونہ است موافق عقائد اہلسنت اند یا خلاف آن بینوا توجروا۔ جواب۔ احوال مولوی اسحٰق دہلوی مشہور بالمہاجر یہ ہے کہ اُنکی مائۃ مسائل ومسائل اربعین جو تالیف ہوئی ہے اس میں اول تو آپس میں جابجا تخالف ہے اور اکثر مسائل اُن دونوں کے خلاف عقائد اہل سنت وجماعت ہیں چنانچہ رد مسائل اربعین میرے پیر و مرشد حضرت شاہ احمد سعید بن ابوسعید المجددی النقشبندی المظہری نے لکھا ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔ نام اُس کا "تحقیق الحق المبین فی جوبۃ مسائل اربعین" ہے۔ مدینہ شریف میں میں نے اس کو پایا ہے۔ حضرت صاحب موصوف سے مجھ کو ملی ہے اور رد مائۃ مسائل بہت لوگوں نے لکھی ہے چنانچہ ایک رد شاہجہان آباد میں ہوئی ہے اور مطبوع بھی ہوئی ہے اور ایک کتاب مسمّٰی بتصحیح المسائل رد مائۃ مسائل میں چھپی ہے۔ اور مولوی مخصوص اللہ صاحب پسر مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ انہوں نے بھی رد انکے مسائل اور عقاید کی لکھی ہے اور رد تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی لکھی ہے اور نام اس کا "سعید الایمان" رکھا ہے مجھ سے مولوی مخصوص اللہ صاحب کی دہلی میں ملاقات ہوئی میں نے پوچھا کہ درباب مولوی اسمٰعیل دہلوی آپ کیا فرماتے ہیں۔ کہا کہ اُسکو ہم لوگوں نے بہت سمجھایا۔ نہیں مانا اور جتنا ہندوستان میں فتنہ

لہ یہ کتاب مولانا فضل رسول بدایونی کی تصنیف ادبرعون کتا سید ہے ۱۲

پھیلا ہے اُسی کی ذات سے پھیلا ہے۔ انتہی اور کتاب "تحقیق الحقیقت" کہ اس کا نام تاریخی ہے۔ احوال میں مولوی اسمٰعیل اور مولوی اسحٰق دہلوی کی تالیف ہوئی ہے اور مطبوع مطبع محبوبی ہے اس کے صفحہ (۱۳) میں یہ لکھا ہے۔ مولوی مخصوص اللہ نے کہ اس کا رسالہ تقویۃ الایمان علم نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ کا ہے اور مفسد اور غاوی اور معوی ہے۔ حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ دو شخص مولوی اسمٰعیل اور مولوی اسحٰق ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کے امتیاز اور فرق نیتوں اور حیثیتوں کا اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا اللہ تعالیٰ کی بے پڑائی سے چھن گیا تھا مانند قول مشہور۔ ع گرحفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔

ایسے ہی زندیق ہو گئے۔ انتہی۔ اور اسی "تحقیق الحقیقت" کے صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے کلام مولوی مخصوص اللہ کا کہ بڑے عم بزرگوار میرے یعنی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب[1] نابینائی سے معذور ہو گئے تھے اسکو یعنی تقویۃ الایمان کو سنا فرمایا کہ اگر میں بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو تحفہ اثنا عشریہ کا سا اس کا بھی رد لکھتا انتہی۔ اور بھی مانۃ مسائل اور مسائل اربعین میں بہت سی باتیں خلاف عقائد اہلسنت کے لکھے ہیں اور اکثر علماء کے دستخط اور مہر ادپر اغلاط اور تحریفات مسائل اربعین کے ہوئی ہیں۔ صفحہ ۲۳۔ تحقیق الحقیقت میں اسامی اُن علماء کے موجود ہیں۔ یعنی مفتی صدرالدین صاحب و مولوی مخصوص اللہ صاحب و مولوی حضرت احمد سعید صاحب مجددی نقشبندی و حکیم امام الدین خان صاحب و مولوی سید محمد صاحب مدرس اول و مولوی دیدار بخش صاحب و مولوی کریم اللہ صاحب و مولوی حسن الزمان صاحب و قاضی محمد علی صاحب و مولوی احمد الدین صاحب و مولوی فریدالدین صاحب و مولوی محمد عمر صاحب و مولوی عبدالرحمٰن صاحب وغیرہم اور درباب مولوی اسمٰعیل دہلوی کے حضرت پیر مرشد میرے حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے بھی رد تقویۃ الایمان لکھی ہے اور مولوی صدرالدین صاحب نے بھی لکھا ہے "منتہی المقال" اور علماء بریلی نے بھی لکھا ہے اور رد تقویۃ الایمان کا مسمّٰی بہ "تصحیح الایمان" اور علماء رامپور نے متعدد رد تقویۃ الایمان لکھی ہے اور علماء لکھنؤ و حیدرآباد و مدراس نے بھی رد لکھی ہے چنانچہ صفحہ ۱۱۔ تحقیق الحقیقت میں مذکور ہے اور مولوی سلطان

[1] یعنی اعتیاد و ذخیرہ ان سے اللہ نے چھین لیا تھا اور اس علم کو اللہ نے اُنکے سینہ سے اُٹھا لیا۔ ۱۲ منہ۔ اکثر ان علماء سے دہلی میں ملاقات ہوئی۔ اور مولوی خرم علی مرحوم کا رسالہ نصیحت المسلمین پر عمل کرنا بھی گمراہی ہے۔

کنتوری نے رد تقویۃ الایمان لکھی نام اس کا "تنبیہ الغرور" اور حاجی مولوی سید حکیم فخرالدین الہ آبادی نے بھی بالفعل چند عرصہ ہوا کہ رد تقویۃ الایمان مسمّٰی بہ "ازالۃ الشکوک" لکھا ہے اور مولوی فضل حق خیرآبادی نے مولوی اسمٰعیل کو کافر لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جو اُن کو کافر نہ جانے وہ کافر ہے اس واسطے کہ یہ شخص بڑا بے ادب ہے۔ درباب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقویۃ الایمان میں لکھا جو کچھ لکھا انتہی۔

اور مولوی مملوک علی صاحب نانوتوی نے رد تقویۃ الایمان لکھا ہے اور نام اُس کا تفویۃ الایمان ساتھ فا کے یعنی فوت کرنے والا ایمان کا۔ لکھا ہے اس واسطے کہ وقت تالیف کے مؤلف تقویۃ الایمان کی قلم سے مسودہ میں تقویۃ الایمان ساتھ فا کے لکھی گئی وہذا النقل مشہور و مرقوم فی الرسائل و حضرت پیر مرشد صاحب سے میں نے درباب مولوی اسمٰعیل دہلوی کے پوچھا۔ مدینہ شریف میں فرمایا کہ اُن کو میں نے اور تمام علمائے دہلی نے جامع مسجد دہلی میں قائل کیا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ تقویۃ الایمان میں اصلاح دے دونگا اور مقام ٹونک میں حضرت فرماتے تھے کہ میرے حضرت پیر و مرشد کہا کرتے تھے کہ جس قدر بے دینی اور بد اعتقادی اور فساد دین محمدی ہندوستان میں ہوا مولوی اسمٰعیل کی ذات سے ہوا۔ اور علمائے حرمین نے اُن کے کفر پر اور عبدالوہاب نجدی کے کفر پر فتوے لکھے ہیں جو اکثر مطبوع ہو گئے ہیں۔ تھوڑی سی تحفہ محمدیہ شرح رد فرقہ مرتدیہ میں مطبوع بنگلور اور بمبئی میں آخر میں مندرج ہیں۔ اور بہت عقائد اُن کے باطلہ لکھے ہیں اور لکھا ہے اُس میں اور اور کتب میں کہ عقائد مولوی اسمٰعیل دہلوی برابر کتاب التوحید نجدی کے ہے اور تقویۃ الایمان ان کی لایق الفعل بالفعل کتاب التوحید نجدی ہے۔ اور فقیر کاتب حروف کا تجربہ ہے کہ جہاں تقویۃ الایمان کا چرچا پھیلا بس جوتی پیزار چلی۔ خدا جانے کس وقت منحوس میں تالیف ہوئی ہے اور نشان وہابیہ کا اعتقاد تقویۃ الایمان اور صراط المستقیم اور تنویر العینین مولوی اسمٰعیل دہلوی اور مسائل اربعین اور مائۃ مسائل مولوی اسحٰق دہلوی ہے اُس کے سبب سے کارستانیاں اُن کی معلوم ہوتی ہیں اور تحقیق الحقیقت وغیرہ میں بہت احوال ان دونوں صاحبوں کے مندرج ہیں۔

اجابہ الحقیر الفقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی القادری النقشبندی المجددی
والاحمدی العمری کان اللہ لہ واصلح حالہ واحسن مآلہ۔
اللھم صل علے سیدنا محمدٍ وعلی اٰلِ سیدنا محمدٍ بارک وسلم علیہ ۱۳۰۸ھ
المشتہر۔ محمد حل خان عفی عنہ ۱۷ راج موہن اسٹریٹ کلکتہ۔

خاتمۃ الطبع

"سیف الجبار" از سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ العزیز نجدی عقائد و مظالم کی معتمد علیہ تاریخ ہے کیونکہ مصنف نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کا قریبی زمانہ پایا تھا اور بعض باتیں تو ان کی چشم دید ہیں۔ جابجا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی قدست اسرارہم کے اقوال پیش کرنے کی وجہ سے مسلک اہل سنت وجماعت کی صداقت کے بارے میں کسی کو شبہ نہیں رہ سکتا۔

یہ کتاب پہلی بار غالباً حضرت مصنف قدس سرہٗ کے زمانے میں شائع ہوئی تھی بار دوم رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ میں حسب فرمائش حضرت مولانا محب الرسول شاہ محمد عبدالقادر بدایونی قدس سرہٗ شائع ہوئی۔ بار سوم ۱۳۳۰ھ میں جناب غلام احمد صاحب شوق فرید سنبلی نے آگرہ سے شائع کی۔ بار چہارم ۱۳۳۷ھ میں مولانا منشی محمد لعل خان قدس سرہٗ نے کلکتہ سے شائع کی۔ بار پنجم (سن طباعت ندارد) نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج محمد ابراہیم رضا خاں صاحب قدس سرہٗ نے بریلی سے شائع کی۔ بار ششم کئی اضافوں کے ساتھ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ میں "مکتبہ رضویہ" کی طرف سے پیش کی جارہی ہے۔ اشاعت سے مقصد صرف اظہار حق ہے۔ امید ہے کہ اہل انصاف پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ اشاعت العلوم چکوال

مکتبہ رضویہ مکان ۱۱۱ محلہ اچنت گڑھ انجن شیڈ لاہور (مغربی پاکستان)

جامعہ امدادیہ مظہریہ (بندیال) کا اجمالی تعارف

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے — کہ در وے بود قیل و قال محمد

حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء مولانا یار محمد صاحب بندیالوی علیہ الرحمۃ نصف صدی سے کچھ کم عرصہ تک بندیال میں سفرگاہ تحقیق کی منزل بنے رہے۔ آپکے وصال کے بعد یہ ظاہر رشد وہدایت کا وہ مینار گر گیا جس کی ضیاء بار شعاعوں سے مسحور ہو کر یمین و یسار سے علم کے متوالے دوڑے دوڑے آتے۔

حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیچھے دو صغیر سن صاحبزادگان مولانا محمد عبدالحق صاحب و مولانا فضل الحق صاحب کو چھوڑا تھا جن کو ابھی علوم کی تکمیل اور تربیت نظر کی ضرورت تھی۔ ارض بندیال سے علم و فضل کی بہار کا یہ وداع کوئی ایسا معمولی واقعہ نہ تھا کہ دستور کائنات میں فرق نہ آتا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بندیال کے دلوں میں کوئی بات ڈال دی۔ اور وہ لوگ علم و معرفت کی اس حسین محفل کو پھر آباد کرنے پر گئے اور صاحبزادگان اور دیگر طلباء کی تعلیم کے لئے دار العلوم جامعہ امدادیہ مظہریہ کی بنیاد رکھی گئی اور استاذ العلماء بندیالوی علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید مولانا محمد سعید صاحب (ٹمن ملتانی) کے ہاتھوں جامعہ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد مولانا عبدالغفور صاحب حفیظ بانڈی والے اور مولینا علی محمد صاحب پدھراڑوی نے بھی تدریسی خدمات کو جاری رکھا۔ کچھ عرصہ میں معقولات کے امام مولانا محمد الدین صاحب بدھوی علیہ الرحمۃ کی خدمات حاصل کی گئیں مگر دینی خدمات کی وہ بے غرض تنویریں جن سے اہل بندیال مانوس تھے۔ ابھی تک بندیال کی فضا کو حاصل نہ ہوئی تھیں۔ آخر ڈھونڈنے والوں کی نگاہیں عصر حاضر کے سب سے بڑے فاضل مدرس استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد صاحب حشمتی مدظلہم تلمیذ ارشد حضرت استاذ العلماء علیہ الرحمۃ کو ڈھونڈ لائیں۔ مولانا کی تشریف آوری کے بعد ہر طرف سے تشنگان علم و معرفت پروانہ وار ٹوٹ پڑے۔ اور عظمت رفتہ کی یاد ایک بار پھر تازہ ہو گئی جنکی شعاعوں سے ان کے قلوب حضرت استاذ العلماء کے دور میں منور ہو چکے تھے۔

رضوان من اللہ اکبر

التحقیقات

تحفہ

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب

بانی جامعہ نعیمیہ مراد آباد



قیمت

20 P.

ملنے کا پتہ: انجمن فروغ ملت۔ بلاری۔ ضلع مراد آباد۔ یوپی

وہابیت کی تمام طاقتوں کا نچوڑ اور ان کی مجموعی جد وجہد کا نتیجہ رسالہ
"التلبیسات لدفع التصدیقات" ہے جو المہند کے نام سے مشہور ہے
اسمیں بڑے سے لیکر چھوٹے تک تمام وہابیہ نے عیاری کی قابلیتیں ختم کر دیں
اور وہابیت کے معائب پر بہت پُر فریب پردے ڈالنے کی کوششیں کیں اور
تحریرات حرمین کے نام سے خلقِ خدا کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے ان
تمام عیاریوں کو بے پردہ و بیحجاب کرنے کیلئے حضرت صدرالافاضل مولانا
مولوی حافظ حکیم حاجی محمد نعیم الدین صاحب بانی جامعہ نعیمیہ مرادآباد نے رسالہ مبارکہ

التحقیقات
لدفع التلبیسات

تحریر فرما کر تلبیسات وہابیہ کی حقیقت کو عُریاں کر دیا اور اُن تمام مغالطوں کا پردہ فاش
کر دیا جن سے ناواقف لوگوں کے دھوکا کھانیکا احتمال تھا اس نفیس تحقیقات کو محترم
جناب منشی عبدالعارف صاحب رضوی اور محترم جناب حافظ قاری عبدالغفور صاحب رضوی
نے شائع کیا۔

انجمن فروغ ملت بلاری ضلع مرادآباد۔ یو۔ پی

مطبوعہ ناظم پریس رامپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ

اِستفتاء

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ؕ

بخدمتِ بابرکت حضرت حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت جناب فخر الاماثل صدر الافاضل استاذ العلماء رئیس الفقہاء اکرم المفسرین امام المناظرین سیدنا و مولانا مولوی حافظ قاری مفتی حکیم حاجی محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مدالله ظلالہٗ وافضالہٗ و دام برکاتہٗ و فیوضاتہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

کیا فرماتے ہیں حضرات علماءِ ملّت اہلسنت وجماعت اِن امورِ ذیل میں کہ

(۱) مخالفین اور وہابیہ دیوبندیہ نے جو یہ شورش اٹھائی ہے کہ اعلیحضرت حکیم اُمّت مجدد مأتہ حاضرہ مؤیّد ملّت طاہرہ و شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب محدّث بریلوی رضی اللہ تعالےٰ

کا عمل کس پر ہے؟ دیوبندی عقائد والوں کو تو بڑا ناز ہے کہ ہم لوگ حق پر ہیں۔ اور بریلوی عقائد والے مفتری اور کاذب۔ کہ ان کے یہاں کفر کا کارخانہ ہے جس کو چاہتے ہیں مسلمان کہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں کفر کا فتویٰ دیکر دوزخ میں ڈال دیتے ہیں تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۳) مسلمان کلمہ گو اگرچہ نماز روزہ حج وغیرہ بجالاتا ہو۔ مگر خدا و رسول (جل جلالہ وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی جناب میں گستاخی یا ادنیٰ سی توہین کرنے والا ہو تو آیا ایسا شخص مسلمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟ مفصلاً جواب نمبروار بحوالۂ کتاب عام فہم صورت میں عنایت فرمایئے اور عربی عبارت آیت وحدیث جہاں پر آوے مع ترجمہ بزبان اردو تحریر فرمایا جاوے تاکہ بخوبی سمجھ میں آجاوے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب ؛

المستفتی۔ محمد عبدالحمید سنی حنفی خادم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ موضع رنگپور شریف ڈاکخانہ جلال پور۔ ضلع نیض آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الجواب بعون الوہاب۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم ؕ

(۱) وہابیہ کا یہ اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے علمائے اسلام کو کافر کہا۔ کذب محض وافترائے خالص ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اُن مفسدین کو کافر فرمایا جو ضروریاتِ دین کے منکر ہوئے۔ ایسوں کو قرآن

وحدیث اور تمام اُمت کافر کہتی ہے۔ اعلیحضرت نے کُفر کا حکم اپنی طرف سے نہیں دیا۔ نصوص نقل فرمائیں۔ جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب نہیں دیا۔ اور نہ کبھی کوئی جواب دے سکتا ہے۔ اُن امور کا کفر ہونا اور اُنکے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب بسط البیان میں لکھتے ہیں۔

"جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتہً اشارۃ یہ بات کہے میں اُس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی"

رہی یہ بات کہ جو اعلیحضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اسکو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمانیات اور ضروریات دین میں جو اس کا ہم عقیدہ نہو۔ وہ کافر ہے۔ مثلاً جو شخص توحید میں ہمارا ہم عقیدہ نہ ہو۔ وہ کافر۔ جو توحید مانے۔ رسالت میں ہم اعتقاد نہ ہو۔ وہ کافر۔ توحید و رسالت دونوں کو تسلیم کرے۔ قرآن کا منکر ہو۔ تو کافر۔ غرض کسی ایک امر ضروری دینی کا انکار کرے۔ کافر ہے: مسلمان وہی ہے جو تمام ضروریات دین میں ہمارا ہم عقیدہ ہو۔ حدیث جبرئیل میں ہے: قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اُس کے ملائکہ اور اُس کی کتابوں اور اُسکے رسولوں اور روزِ آخرت کو مانے۔ اور اُس کی تقدیر خیر و شر پر ایمان لائے

تو جو ان اُمور میں ہمارا ہم عقیدہ ہے۔ مؤمن ہے اور جو ان میں سے ایک میں بھی ہم عقیدہ نہیں اس کو حقیقتِ ایمان ہی حاصل نہیں مومن نہیں۔ کافر ہے۔ واللہُ سبحانہٗ تعالےٰ اعلم۔

(۲) یہ قطعاً غلط ہے کہ حسام الحرمین میں وہابیہ کی عبارات میں قطع و برید کر کے کفری معنی پیدا کئے گئے ہوں۔ عبارتیں بلفظہا نقل کی گئی ہیں انھیں پر فتویٰ لیا گیا ہے۔ اُن ہی کو علمائے حرمین طیبین نے کفر فرمایا ہے۔ البتہ ایک مضمون کی چند عبارتیں ایک کتاب میں تھیں تو اُن کو اختصار کے لئے یکجا کر کے لکھدیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک عبارت وہ کفری معنی رکھتی ہے۔ مجموعہ کے ملانے سے کوئی جدید معنی پیدا نہیں کئے گئے۔ یہ محض افترا ہے اور ہر شخص حسام الحرمین کے نقول کو اصل کتابوں سے ملا کر اطمینان کر سکتا ہے۔

البتہ وہابیہ کی کتاب التلبیسات لدفع التصدیقات یقیناً اسم با مسمیٰ ہے اس میں تلبیس کی گئی ہے اور چالاکیوں سے کام لیا گیا ہے علماءِ مکہ مکرمہ کو طرح طرح کے دھوکے دیئے ہیں۔ اپنا مذہب کچھ کا کچھ بتایا ہے عقیدے برخلاف اپنی تصانیف کے ظاہر کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند فریب کاریاں اس کی نقل کی جاتی ہیں۔

۱ وہابی ہندوستان میں کس کو کہا جاتا ہے؟ اس کی تفصیل میں لکھا ہے:

"بلکہ جو سُود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو" (التلبیسات صفحہ ۳)

دیکھئے کتنا بڑا دھوکا ہے۔ ہندوستان میں سود کے حرام کہنے والے کو کون وہابی کہتا ہے۔ سود کو تمام علمائے اہلِ سنّت حرام فرماتے ہیں۔ وہابی کے یہ معنی بتانا کتنا بڑا خدع و مکر ہے ؛

۲۔ روضۂ طاہرہ کی زیارت کے متعلق لکھا۔ کہ " اعلےٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سببِ حصولِ درجات ہے۔ بلکہ واجب کے قریب۔ گو شدِّ رحال اور بذلِ جان و مال سے نصیب ہو "

(التلبیسات) صفحہ ۴ ؛

صفحہ میں زیارت شریف کی نیت سے سفر کرنا وہابیہ کا قول بتایا۔ دیکھئے کیسے خالص سُنّی بن رہے ہیں۔ گویا وہابی اُن کے سوا کوئی اور ہے اب ذرا تقویۃ الایمان دیکھئے۔ کہ وہاں سلسلۂ شرکیات میں لکھا ہے :-

" اُس کے گھر کی طرف، اور دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا " (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱) مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۴۴)

دوسری جگہ لکھا ہے " اور کسی کی قبر یا چلّہ پر۔ یا کسی کے تھان پر جانا دور سے قصد کرنا " (تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۴۵) ؛

اِس میں صاف بتایا کہ کسی کے گھر یا کسی کی قبر کی طرف سفر کرنا شرک ہے اور تقویۃ الایمان کے مصنف اسمٰعیل کی تعریف اسی التلبیسات کے صفحہ ۳ میں مرقوم ہے جب وہ ان کا پیشوا ہے۔ اس کی کتاب پر ساری جماعت کا ایمان اور اسمیں بقصدِ زیارت سفر کو شرک کہا۔ اسی سفر کو اس التلبیسات

میں قربت و واجب کہنا۔ اور اس کے لئے جان و مال کا خرچ روا رکھنے کا اظہار کرنا کتنا بڑا کید اور کیسا کھلا ہوا فریب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہے کہ وہابیہ کے دین میں تقیہ بھی درست ہے کہ اپنے مذہب کو چھپا کر کچھ کا کچھ ظاہر کر دیا۔

۳ تقویۃ الایمان میں حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے لکھا:

"کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۶۹)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مُردہ جانتے ہیں معاذ اللہ۔ مگر التلبیسات میں ظاہر کیا کہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی ہے بلا مکلف ہونے کے، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے۔ (التلبیسات صفحہ ۷) دیکھئے کیسا کھرا سُنّی بن رہا ہے۔

۴ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۷ میں ہے:

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"

اسی کتاب کے صفحہ ۳۲ میں اولیا و انبیاء کی نسبت لکھا: "کسی کام میں نہ بالفعل اُن کو دخل ہے۔ نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں"

اور التلبیسات میں اولیاء کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ "ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا بیشک صحیح ہے"

(التلبیسات صفحہ ۱۱)

۵۔ التلبیسات صفحہ ۱۲ میں عبدالوہاب نجدی اور اس کے تابعین کو خارجی بتایا ہے اور ان کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے فرقہ کے سوا تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں اور اہلِ سنّت و علمائے اہلِ سنّت کا قتل ان کے نزدیک مباح ہے۔ مگر فتاویٰ رشیدیہ میں عبدالوہاب کو اچھا بتایا ہے۔ چنانچہ فتاوٰے رشیدیہ جلد اوّل صہ میں ہے:۔

"محمد بن عبدالوہاب کے معتقدوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے۔ اور مذہب اُن کا حنبلی تھا"

جلد ۳ صفحہ ۹۷ میں لکھا:۔

"محمد عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث۔ بدعت و شرک سے روکتا تھا"

عقیدہ تو یہ ہے اور التلبیسات میں سُنّی بننے کے لئے ظاہر کیا کہ ہم اسکو خارجی جانتے ہیں۔ کیا مکّاری ہے؟

۶۔ ختم نبوت کے متعلق التلبیسات میں اپنا عقیدہ ظاہر کیا کہ:۔

"آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے لیکن محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین ہیں۔ اور ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معنیً حدِ تواتر تک پہنچ گئی ہیں اور نیز اجماعِ اُمت سے۔ سو حاشا کہ ہم میں سے کوئی اس کے

خلاف کہے ۔ کیونکہ جو اس کا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اسلئے کہ منکر ہے نص صریح قطعی کا "

(التلبیسات صفحہ ۱۴ و ۱۵)

یہاں تو صاف صاف اعلان ہے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم آخرِ انبیاء ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ آیت اور احادیث متواترہ المعنی اور اجماع سے ثابت بتایا اور نصِ قرآنی کو اس معنی میں صریح وقطعی مانا اور اپنے آپ کو خالص سُنّی ظاہر کیا ۔ اور تحذیر الناس دیکھئے تو اس میں صفحہ ۲ پر یہ لکھا ہے :

" عوام کے خیال میں تو رسول کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ۔ پھر مقامِ مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے "

۔ التلبیسات میں تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا :۔ " البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالےٰ کے لئے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت و مکانیت اور جملہ علاماتِ حدث سے منزّہ و عالی ہے "

(التلبیسات صفحہ ۱۳) ؛

مگر واقعہ میں وہابیہ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کو جہت

وسکان سے منزہ جاننے کے عقیدہ کو بدعت سمجھتے ہیں چنانچہ امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایضاح الحق صفحہ ۳۵ و ۳۶ میں لکھا ہے :۔

"تنزیہ او تعالےٰ از زمان و مکان و جہت و ماہیت و ترکیب عقلی و مبحث عینیت و زیادت صفات و تاویل متشابہات و اثبات رویت بلا جہت و محاذات و اثبات جوہر فرد و ابطال ہیولےٰ و صورت نفوس و عقول یا بالعکس و کلام در مسئلہ تقدیر و کلام و قول بصدور عالم و امثال آں از مباحث فن کلام و الہیات و فلاسفہ ہمہ از قبیل بدعات حقیقت است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ شمارد"

یہ عیاری ہے کہ کچھ عقیدہ کچھ ہے اور ظاہر کرتے ہیں اس کے خلاف ؛ ۵ التلبیسات صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے :۔

" جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے"

یہاں تو یہ ظاہر کیا۔ اور پردہ اٹھا کر دیکھئے کہ حقیقت یہ ہے کہ جس عقیدہ پر دائرہ ایمان سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے وہ عقیدہ خود اُن کا اپنا ہے۔

چنانچہ ملاحظہ کیجئے تقویۃ الایمان صفحہ ۶۸ میں لکھا ہے :۔

"انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے"

دوسری کتاب براہین قاطعہ جس کے مصنف بظاہر یہی مولوی خلیل احمد ہیں جنھوں نے التلبیسات میں مذکورہ بالا عبارت لکھی۔ وہ براہین قاطعہ صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں :-

"اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا۔ وہ خود نص کے موافق ہی کہتا ہے"

اس مکاری کی کیا انتہا ہے جو عقیدہ بار بار چھاپ چکے التلبیسات میں اس کا کیسا صریح انکار کر دیا :

۹ التلبیسات صفحہ ۱۸ میں ہے :

"ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں۔ جنکو ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ واسرار الخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے۔ کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا۔ نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول۔ اور بیشک آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے"

اس عبارت مذکورہ کو ملاحظہ کیجئے۔ کیا مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کی وسعت اور حضور کا تمام خلق سے اعلم ہونا بیان کر رہے ہیں

اور عقیدہ دیکھئے۔ تو نہایت پاک کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ اور انجام کا بھی علم نہیں۔ دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ چنانچہ تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۳۱ میں لکھا ہے :۔

"جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کریگا۔ خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں۔ خواہ آخرت میں۔ سو اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو۔ نہ ولی کو۔ نہ اپنا حال۔ نہ دوسرے کا"

اور براہین قاطعہ صفحہ ۴۶ میں لکھا :۔

"اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں"

حقیقتِ عقیدہ تو یہ ہے۔ اور دھوکا دینے کے لئے التلبیسات میں وہ ظاہر کیا :

ضد التلبیسات صفحہ ۱۹ میں لکھا :۔

"اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے۔ وہ کافر ہے۔ اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتوے دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے"

یہاں تو یہ لکھا اور براہین قاطعہ میں خود ہی شیطان لعین کے لئے وسعتِ علم کو ثابت کیا اور حضور کے حق میں اس کے ثبوت کا انکار۔ یہاں جس چیز کو کفر بتایا اس کے قائل خود جناب ہی ہیں براہین قاطعہ صفحہ ۴۷ میں

لکھتے ہیں :-

"شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو ردّ کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے ؟"

دیکھئے عقیدہ تو یہ ہے اور التلبیسات میں اس کا صاف انکار ہے۔ اور ایسے عقیدہ رکھنے والے کو کافر بتایا ہے۔ کیا عیاری ہے۔

۲۔ التلبیسات صفحہ ۲۴ میں ہے :-

"جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے۔ یا کہے۔ وہ قطعاً کافر ہے"

علمائے حرمین کے سامنے تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا۔ اب دیکھئے کہ ایسا سمجھنے اور کہنے والا ہے کون جس کو کفر کہہ رہے ہیں۔ وہ فعل کس کا ہے۔

ملاحظہ کیجئے۔ حفظ الایمان مطبوعہ مجتبائی مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ ۷، ۸ میں ہے :-

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"

دیکھئے۔ وہ کفری قول جس کے قائل کو التلبیسات میں کافر کہہ رہے ہیں

خود ان کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری عیاری یہ ہے کہ اس تلبیسات میں اشرف علی کی عبارت پیش کی ہے، تو اس میں قطع و برید کر لی کہ حفظ الایمان میں تو "علم غیب کا حکم کیا جانا" لکھا۔ اور التلبیسات میں "علم غیب کا اطلاق" لکھا ہے، کہاں حکم کرنا۔ کہاں محض اطلاق، اپنی عبارت میں تحریف کر ڈالی اگر ان کے نزدیک حفظ الایمان والی عبارت صریح کفر نہ تھی تو التلبیسات میں اس کو کیوں بدلا؟ دوسرے لفظوں سے بیان کیا۔ اصل لفظوں کو کیوں بچایا۔ قول کچھ تھا اور علمائے عرب کو کچھ دکھایا۔

۱۲ مجلس مبارک میلاد شریف کی نسبت اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے۔

التلبیسات صفحہ ۲۴ :-

"حاشا۔ ہم تو کیا۔ کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح بدعت سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے اُن کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو۔ یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو۔"

دیکھئے۔ یہاں مولود شریف کو اعلیٰ درجہ کا مستحب بنایا جاتا ہے اور

اس کو بدعتِ سیئہ کہنے سے حاشا کہکر انکار کیا جاتا ہے۔ بڑا فریب ہے کیونکہ اس میں وہ اس کے منکر ہیں۔ دیکھئے ذیل کے حوالے (فتاوے رشیدیہ جلد ۱ صفحہ ۵۰ میں ہے ۔

"سوال : مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف نہو جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے۔ یا نہیں ؟ اور شاہ صاحب واقعی مولود یا عُرس کرتے تھے۔ یا نہیں ؟

الجواب : عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو۔ مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانہ میں درست نہیں"

اسی فتاوے رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۱۴۵ میں ہے :-

"مسئلہ :- محفل میلاد جس میں روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف و گزاف اور روایات غیر موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں، شریک ہونا کیسا ہے ؟

جواب : ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے"

اسی جلد (یعنی فتاوے رشیدیہ جلد دوم) جلد کے صفحہ ۱۰۰ میں لکھا ہے :-

"انعقادِ مجلسِ مولود ہر حال ناجائز ہے"

اسی فتاوے رشیدیہ کے جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ میں ہے :-

"کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سما

عرس اور مولود درست نہیں "

انصاف کیجئے۔ کہ حقیقت میں مذہب تو یہ ہے کہ کوئی مولود شریف کسی طرح درست نہیں اور التلبیسات میں ظاہر اس کے خلاف کیا۔ یہ ہیں کیا دیاں، تمام کتاب ایسی ہی مکاریوں سے لبریز ہے۔ چند بطور نمونہ یہاں لکھی گئی ہیں۔

اب دوسرا انداز فریب ملاحظہ فرمایئے۔ خود سوالات لکھیئے اور خود اُن کے جواب دیئے اپنے ہی گھر کے لوگوں سے تصدیقیں کرائیں۔ جوابوں میں وہ فریب کاریاں کیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ اب اس مجموعۂ فریب کو حرمین شریفین لیکر پہنچے تاکہ وہاں کے علماء کو دھوکہ دیں۔ اور اُن سے کسی طرح تصدیق کرالیں۔ تو کہنے کو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علمائے حرمین شریفین نے جن بدگمانیوں پر کفر کا حکم دیا تھا۔ اُنہوں نے ہی ان کا اسلام تسلیم کر لیا۔ مگر اللہ تعالےٰ ربانی علماء کا محافظ ہے۔ مکاروں کا کید نہ چلا۔ اور حرمین طیبین کے علماءِ اعلام کی تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں اگرچہ بعید نہ تھا کہ وہ حضرات ان پر فریب جوابوں سے دھوکہ کھاتے جن میں فریبکاروں نے اپنے آپکو پکا سنی ظاہر کیا تھا مگر الحمد للہ کہ حرمین طیبین کے علماء کرام اس دامِ فریب میں نہ آئے۔

عُلماءِ حرمین کی تصدیق کا حال

عُلمائے حرمین طیبین کی تصدیقات تو حسام الحرمین میں دیکھئے۔ تلبیسات کی جعلی کارروائی محض فریب کاری ہے۔ عنوان میں تو لکھا:۔

ھٰذہٖ خلاصۃ تصدیقات السّادۃ العلماء بمکۃ المکرمۃ

اور اس کے ذیل میں صرف مولانا محمد سعید بالصیل کی ایک تحریر ہے ، اس تحریر میں کہیں ذکر نہیں کہ براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس و فتوائے گنگوہی پر جو حکم حسام الحرمین میں دیا گیا۔ وہ غلط ہے۔ نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفری نہیں۔ تصدیق کس بات کی ہے۔ اور اس تحریر سے دیوبندیوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے التلبیسات میں جو انھوں نے اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا۔ اور عبدالوہاب نجدی کو وہابی و خارجی بتایا۔ مولود شریف کو جائز کہا۔ اس کی مولانا نے تصدیق فرمادی۔ تو یہ سنت کی تائید ہوئی۔ وہابیہ کی حیاداری کہ وہ اس تحریر کو اپنی تائید میں پیش کریں ؛

علاوہ بریں جو تحریر انھوں نے لکھی تھی بعینہٖ درج کرنا تھی۔ اس کا خلاصہ کیوں کیا گیا۔ وہ کیا مضمون مخالف تھا جس کو چھپانے کے لیے ان تحریروں میں کانٹ چھانٹ کی۔ اور اس التلبیسات میں خود اقرار ہے چنانچہ صفحہ ۵۰ کے اول میں لکھا ہے :-

"یہ علماء مکہ مکرمہ زادالله شرفاً وتعظیماً کی تصدیقات کا خلاصہ ہے"

جن علماء کی تحریر اپنی بریت کے ثبوت کے لئے پیش کیجاتی ہے۔ اس میں قطع و برید کیوں کی گئی۔ اس سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تحریر اُن کے موافق نہ تھی۔ جو باتیں خلاف اور صریح خلاف تھیں۔ وہ نکال دیں۔ یہ حال دیانت کا ہے۔

اس کے بعد ایک تصدیق شیخ احمد رشید کے نام سے لکھی ہے تاکہ

لوگ سمجھ لیں کہ یہ بھی کوئی عرب اور علمائے مکہ میں سے ہوں گے۔ مگر آخر میں جہاں دستخط ہیں۔ وہاں بندہ احمد رشید خاں نواب لکھا ہے (دیکھو التلبیسات صفحہ ۵۳)

یہ نواب اور خاں بتا رہا ہے کہ یہ عرب نہیں ہیں۔ اسی لئے اوّل میں اُن کے نام کے ساتھ نواب اور خاں نہیں لکھا گیا۔

تیسری تصدیق شیخ محب الدین کی ہے جن کو مہاجر لکھا ہے لفظ مہاجر سے ظاہر ہے کہ وہ عرب اور علمائے مکہ میں سے نہیں۔ ان کی تحریر کو علماءِ مکہ کی تحریر قرار دینا دُنیا کو فریب دینا ہے یہ جرأت ہے کہ ہندوستانیوں کی تحریریں علماءِ مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

چوتھی تحریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے اس کو بھی علمائے مکہ کے سلسلے میں داخل کیا ہے۔ ہندی و افغانی علماء مکہ میں گئے۔ اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے ایسے تو جتنے حاجی ہندوستان سے گئے تھے۔ سب کے نشان انگوٹھے لے کر علمائے مکہ میں شمار کر دیتے۔ تو کوئی کیا کرتا؟

ایک اور بڑا مکر

اسی سلسلہ میں پانچویں اور چھٹی تحریریں شیخ محمد عابد صاحب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی شیخ علی بن حسین مدرس حرم شریف کی بھی درج ہیں۔ یہ حضرات بیشک علمائے مکہ سے ہیں۔ مگر ان کے نام سے جو

تحریریں، التلبیسات میں درج ہیں وہ جعلی ہیں۔ چنانچہ خود التلبیسات صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے کہ :-

جناب مفتی مالکیہ اور اُن کے بھائی صاحب نے بعد اس کے کہ تصدیق کر دی تھی۔ مخالفین کی سعی کیوجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلۂ تقویتِ کلمات لے لیا۔ اور پھر واپس نہ کیا۔ اتفاق سے اس کی نقل کر لی گئی تھی۔ سو ہدیۂ ناظرین ہے ؛

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی تحریر وہابیہ کے پاس موجود نہیں۔ پھر ان کے نام سے تحریر چھاپنا کس قدر بیباکی اور مخادعت ہے۔ فرض کرو۔ یہ سچے ہی سہی۔ اگر ان صاحبوں نے اپنی تحریر واپس لے لی۔ اور پھر نہ دی تو وہ تحریر ان کو مقبول نہ ہوئی اس کو آپ کے سر تھوپنا کتنا بڑا مکر ہے اور اگر مخالفین کی رعایت کی وجہ سے حق کو چھپایا تو وہ اس قابل ہی کب رہے کہ ان کی تحریر قابلِ اعتبار ہو۔ غرض کسی سے اُن کی تحریر چھاپنا اور اُن کی طرف نسبت کرنا درست نہیں۔

التلبیسات میں علمائے مکہ کے نام سے صرف اتنی ہی تحریریں درج ہیں ان میں قطع و برید بھی ہے۔ ہندیوں اور افغانیوں کو مکّی بنایا گیا ہے جعلی تحریریں بھی ہیں ایک بھی تحریر قابل اعتماد نہیں۔ کُل کا کُل کارخانہ دھوکے اور فریب کا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ تمام علمائے کرام مکہ مکرمہ اُن کے کفر پر متفق تھے اور کسی طرح سے انکی فریب کاری نہ چل سکی۔ اس لئے اُنہوں نے جعلی تحریریں بنائیں اور ہندوستانیوں اور افغانیوں کو علمائے مکّہ ظاہر کر کے اُن

سے کچھ لکھا لیا۔ ایسا نہ کرتے تو تائیدِ باطل کے لئے اور کچھ کر ہی کیا سکتے تھے۔

علمائے مدینہ کی تصدیقات کا حال

علمائے مدینہ کے نام سے التلبیسات میں عجب چال کھیلی ہے۔ مولانا سید احمد صاحب برزنجی کے کسی رسالہ کے چند مقاموں کی تھوڑی تھوڑی عبارتیں نقل کر کے اس پر جن چوبیس پچیس صاحبوں کے دستخط تھے سب نقل کر دیئے۔ وہ دستخط التلبیسات پر نہ تھے برزنجی صاحب کے رسالہ پر تھے۔ مگر التلبیسات میں سب نقل کر دیئے تاکہ عوام دھوکا کھائیں کہ مدینہ طیبہ کے اسقدر علماء اس سے متفق ہیں۔ چنانچہ التلبیسات کے صفحہ ۶۰ میں اس کا اقرار بھی کیا ہے برزنجی صاحب کا پورا رسالہ بھی نقل نہ کیا جسکو لوگ دیکھتے کہ وہ کیا فرماتے ہیں تین مقاموں کی کچھ عبارتیں لکھ ڈالیں۔ یہ کہاں کی دیانت ہے اہلِ عقل سمجھ سکتے ہیں کہ اس رسالہ کو بالکل نظر انداز کر دینا ضرور کسی مطلب سے ہے۔ اگر وہ موافق ہوتا تو اس کا حرف حرف لکھا جاتا۔

مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر

علمائے مدینہ کی تحریرات کے سلسلے میں سب سے آخر مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر ہے اس تحریر میں مولانا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تحذیر الناس۔ براہین قاطعہ، حفظ الایمان وغیرہ کی وہ عبارات جنپر حسام الحرمین میں کفر کا حکم دیا گیا ہے درست ہیں یا کفر نہیں ہیں۔ یا ان کے

مصنف مومن رہے۔ کافر نہ ہوئے بلکہ وہابیہ کا رد کیا ہے اور ان کی ناک کاٹ دی ہے کہ مولود شریف اور قیام وقت ذکر ولادت کو جائز و مستحب اور شرعاً محمود اور اکابر علماء کا قرناً بعد قرن معمول اور مسلمانوں کا شعار بتایا ہے (دیکھو التلبیسات صفحہ ۶۱ و ۶۲) اور اس سے بڑھکر حضور کی روح مبارک (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تشریف آوری کو امر ممکن اور اس کے معتقد کو غیر خاطی بتایا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور وہابی دین پر خاک ڈالنے کیلئے یہ بھی لکھدیا ہے کہ حضور باذنہ تعالیٰ جہان میں جیسا چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں (دیکھو التلبیسات صفحہ ۶۲) یہ وہابیہ کا ردّ اور ان کے دین کا ابطال ہے اس نے تقویۃ الایمان کو جہنم رسید کر دیا۔ اس کے علاوہ التلبیسات کی نقل کی ہوئی اور تحریرات بھی وہابیہ کے کھلم کھلا رد ہیں۔ یہ ایک نہایت مختصر نقشہ التلبیسات کا پیش کیا گیا جس سے ہر عاقل منصف اس دجالی کتاب کی فریب کاری پر نفرت کریگا۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا۔ کہ حسام الحرمین حق و صحیح اور التلبیسات کذب و زور و باطل و مردود ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ
رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ
اَجْمَعِیْنَ

تمت

تعارف

علماء دیوبند

تصنیفِ لطیف

خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ الباری

چاند کتاب محل ڈسکہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ــــ کراچی ○ پاکستان

جملہ حقوق بحق پسران خطیب پاکستان محفوظ ہیں

نام کتاب	تعارف علماء دیوبند
مصنف	مجدد مسلک اہلسنّت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ اشاعت	فروری 2007ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	دو ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 116
قیمت	-/60 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

به مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

(علامہ اقبال)



انتساب

بحضور

امام اہلِ سُنّت،

مجدّدِ دین وملّت، اعلیٰ حضرت

عظیم البرکت، علّامہ مولانا

شاہ احمد رضا خان

صاحب (بریلوی)

قدس اللہ سرّہ ونوّر اللہ مرقدہٗ

بتوسّط،

مکین دیار رحمۃ للعالمین،

نائب اعلیٰ حضرت صاحب الفضیلۃ والارشاد

قبلہ مولانا

ضیاءُ الدّین احمد القادری

رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ

عالِم کی موت کہتے ہیں عالَم کی موت ہے
اپنے کیے پہ موت پشیماں ہے آج بھی

خادم اہلِ سنّت

بندہ!

محمد شفیع اوکاڑوی غفرلہٗ

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
عرض ناشر	٦
نگاہِ اوّلیں	٨
تصویر کا پہلا رُخ	١١
مولوی رشید گنگوہی مُربّی خلائق ہیں	١١
گنگوہی کی مسیحائی	١٢
گنگوہی کے بندے	١٤
عبد بمعنی بندۂ عابد یا غلام	١٥
گنگوہی، خدا یا رسول کا ثانی	١٦
مکہ میں گنگوہ کی یاد	١٨
گنگوہی کی قبر مثل طور	١٩
گنگوہی حاجت روا اور مشکل کشا	١٩
گنگوہی کا حکم خدا کے حکم سے بڑا	٢٠
داغ غلامی تمغائے مسلمانی	٢٠
انبیاء سے تشبیہہ	٢٢
گنگوہی حضور کی نظیر تھے۔	٢٢
گنگوہی نور مجسم تھے	٢٣
گنگوہی آفتاب ہیں	٢٣
گنگوہی صدیق و فاروق ہیں	٢٣
گنگوہی صدیق و شہید و صالح ہیں	٢٤
گنگوہی جنید و شبلی اور غوث اعظم ہیں	٢٤
گنگوہی شیخ اکبر اور محی الدین گیلانی ہیں	٢٤
گنگوہی کے آگے اولیاء کی گردنیں خم ہیں۔	٢٥
امام بخاری و غزالی، خواجہ حسن بصری وغیرہ گنگوہی کے دم سے زندہ تھے۔	٢٥
نص قرآنی سے گنگوہی ہدایت کے پرنالے تھے۔	٢٥
مولوی اشرف علی تھانوی کے مُرید کے خواب اور بیداری کا واقعہ (اشرف علی رسول اللہ)	٢٦
دیوبندی حضرات سے سوال	٢٩
ایک اور کشف (حضرت عائشہ کی توہین)	٣٠
ایک اور خواب (اُردو کلام)	٣٢
ایک اور خواب (حضور باورچی)	٣٢

عنوان	صفحہ نمبر
چند اور خواب	۳۳
خواب (حضور بصورت اشرف علی)	۳۳
خواب 〃 〃 〃	۳۳
خواب 〃 〃 〃	۳۴
خواب 〃 〃 〃	۳۴
خواب (اشرف علی کی نماز جنازہ حضور نے پڑھی)	۳۵
خواب (حضور مقتدی)	۳۶
مُریدنی خاتون کا خواب (حضور عورت سے بغل گیر ہوئے)	۳۷
رحمۃ للعالمین صرف حضور نہیں	۳۹
حضور سے برابری	۴۰
شہیدانِ کربلا کے مرثیہ کا جلانا ضروری ہے۔	۴۱
دیوبندیوں کے نزدیک ان کے علماء کا مقام	۴۱
عقیدہ کے متعلق اصُول	۴۴
حضور کی توہین کفر ہے	۴۴
کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے	۴۵

عنوان	صفحہ نمبر
توہین وتنقیص علم رسالت	۴۶
شیطان کا علم حضور کے علم سے زیادہ ہے	۴۷
حضور کے علم کے لئے نص قطعی نہیں ہے	۴۷
دیوبندی کفر	۴۹
حضور کا سا علم جانوروں پاگلوں کو بھی ہے۔	۵۰
عبارت کفریہ اور علمائے دیوبند	۵۱
نتیجہ	۵۳
ایک اور توجیہہ	۵۳
اصل عبارت اور فوٹو	۵۵
ایک مغالطہ	۵۶
مخلصین کا مشورہ	۵۷
بدلی ہوئی عبارت	۵۹
لطیفہ	۶۱
حضور کے علم کی نفی	۶۲
توہین وتنقیص علم رسالت	۶۵
〃 〃 مقام مصطفیٰ	۶۶
گاؤں کا زمیندار	۶۶

عنوانات	صفحہ نمبر
انبیاء ذرۂ ناچیز سے کمتر	۶۷
نبی چمار سے بھی ذلیل	۶۷
بڑا بھائی	۶۸
بھائی	۶۹
حضور بے حواس ہو گئے	۷۰
محمد یا علی کسی چیز کا مختار نہیں جو اللہ کی شان میں کسی کو ملائے وہ مشرک ہے	۷۱
تلک عشرۃ کاملہ	۷۵
غیب کی بات کی رسول کو کیا خبر	۷۶
انبیاء و اولیاء ناکارہ	۷۸
پکارنا، نذر و نیاز وغیرہ شرک ہیں۔	۸۰
منتیں ماننا و نذر نیاز کرنی	۸۲
حضور شفیع ہیں	۸۳
اللہ کے سوا کسی کو نہ مانو	۸۷
نماز میں حضور کا خیال	۹۱
حضور آخری نبی ہیں	۹۳
آخری نبی ہونے پر کوئی فضیلت نہیں کسی اور نبی کے آنے سے ختم نبوت متاثر نہیں ہوتی	۹۴
	۹۶
	۹۸

عنوانات	صفحہ نمبر
علامہ کاظمی کی عبارت	۱۰۱
فتوے	۱۰۲
نانوتوی کا شعر اور فتوے	۱۰۳
نوٹ	۱۰۵
اللہ کو زمان و مکان اور ترکیب عقلی سے پاک کہنا کیسا ہے؟	۱۰۶
جوابات	۱۰۷
مولوی اسمٰعیل دہلوی فتووں کی روشنی میں	۱۰۸
لطیفہ	۱۱۰
ملائکہ اور رسول کو طاغوت کہنا	۱۱۱
تھانوی صاحب کا ترجمہ اور فائدے	۱۱۲
من دون اللہ سے مراد بت ہیں	۱۱۴
اللہ کو بندے کے افعال کا پہلے سے علم نہیں ہوتا۔	۱۱۵
حضور پر بہتان	۱۱۶
عذاب الٰہی سے نجات پانا رسول کا کمال ہے	۱۱۷
ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق گنگوہی کا فتویٰ	۱۱۷
سوال و جواب بحوالہ المہند	۱۱۸

عنوانات	صفحہ نمبر
نجدی کے متعلق مولوی حسین احمد مدنی کی عبارت	۱۱۹
عبدالوہاب نجدی کے عقیدے	۱۲۰
صحابہ کو کافر کہنے والا اہلسنّت سے خارج نہیں	۱۲۲
مولوی اسمٰعیل کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے	۱۲۳
حلال وحرام	۱۲۴
مجلس مولود ناجائز ہے	۱۲۴
کوئی عرس اور مولود دُرست نہیں	۱۲۵
محفلِ میلاد میں شریک ہونا ناجائز ہے	۱۲۵
کھانے وغیرہ پر فاتحہ پڑھنا بدعت ضلالت ہے	۱۲۵
رجبی شریف کو ختم قرآن، وعظ، شیرینی وغیرہ حضور کو ایصالِ ثواب	۱۲۶
۲۷ رجب کا روزہ سب بدعت ہے	۱۲۶
ذکر شہادتِ امام حسین، سبیل وغیرہ ناد رُست اور حرام ہے	۱۲۶
فاتحہ پڑھنا کھانے پر بدعت ہے	۱۲۷
سیوم دہم چہلم ہندوؤں کی رسمیں ہیں۔	۱۲۷
عیدین میں گلے ملنا بدعت ہے	۱۲۸
فتووں کا خلاصہ	۱۲۸
حلال وطیب کیا ہے	۱۳۰
ہندوؤں کے تہواروں کا کھانا مسلمان کو کھانا دُرست ہے	۱۳۰
ہندو کے سودی روپیہ کی پیاؤ کا مسلمان کو پانی پینا درست ہے۔	۱۳۰
کوّا کھانا ثواب ہے	۱۳۱
کوّے کا گوشت حلال ہے	۱۳۲
پاکستانی شراب پیو	۱۳۲
اختتام	۱۳۳
طرفہ تماشہ	۱۳۴
لمحہ فکریہ	۱۳۷

عرضِ حال

مجددِ مسلکِ اہلِ سُنّت خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نوراللہ مرقدہٗ نے پچپن برس کی ظاہری زندگی میں صدیوں کا سفر کیا ہے۔ اُن کی ریاضتوں، درس و تدریس، خطابات، مناظرے، مباحثے، تصنیف و تالیف، اصلاحی تبلیغی مشاغل اور علمی و تحقیقی کام کا جائزہ لیجیے تو یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مولانا نے اپنی مختصر زندگی میں صدیوں کا کام کیا ہے۔ دُنیا کے ہر بڑے آدمی کا یہی دتیرہ رہا ہے۔ وہ اپنے لیے کم دوسروں کے لیے زندگی زیادہ گزارتا ہے۔ مولانا کے حصّے میں جتنے شب و روز آئے تھے وُہ انھوں نے غلامانِ رسُولؐ کی نذر کر دیئے تھے۔ انھوں نے عاشقی کی زندگی گزاری تھی۔ ساری زندگی وُہ اپنے رسولؐ کا ذکر کرتے رہے۔ اور یہ ذکرِ حبیبؐ کا فیض تھا کہ چہار سمت مولانا کے طلب گار تھے۔ چار دانگ عالم میں اُن کی سرمستی کی دُھوم تھی۔ ہر سُو اُن کی آواز گونجتی تھی۔ وُہ اپنے رسولؐ کے نغمے سناتے تھے اور لوگوں کو دیوانہ کرتے تھے۔

وہ تحریکِ پاکستان، تحریکِ ختمِ نبوّت، تحریکِ نظامِ مصطفیٰؐ کے ہراول دستے میں نمایاں طور پر شامل تھے۔ اٹھارہ ہزار سے زائد اجتماعات سے خطاب اُن کا ایک مثالی امتیاز ہے۔ سیکڑوں موضوعات پر تقاریر کے علاوہ دینی اور علمی مسائل پر اُن کی تصنیفات اَن گنت ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں بار بار ان کتب و رسائل کی اشاعت ہوئی۔ اندازِ خطابت اُن کا جتنا دِل کش تھا۔ اندازِ تحریر بھی اتنا ہی رَواں شگفتہ اور دل نشیں تھا۔

زیرِ نظر کتاب "تعارف علمائے دیوبند" اُن کی تصانیف میں مشہور ہے حضرت مولانا

نے اس میں معتبر اور مستند دلائل و براہین کے حوالے سے حقائق بیان کیے ہیں۔ وُہ ہرگز فرقہ واریت کے قائل نہیں تھے۔ اُن کو اِس بات کا بہت قلق رہتا کہ مسلمان کہلانے والے صرف ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو وجہِ نزاع کیوں بناتے ہیں؟ وُہ تو چاہتے تھے کہ ہر کلمہ گو عاشقِ رسولؐ ہو جائے ؎

رقابت گو بُری شے ہے مگر یہ حسرت ہے زمانہ مبتلائے سیّدِ ابرار ہو جائے

اس کتاب میں حضرت مولانا مرحوم و مغفور نے ذاتی اختلافات سے قطع نظر اصلاحِ عقائد و اعمال کے لیے اپنی شبانہ روز کی بہترین تحقیق پیش کی ہے، تاکہ کتاب کے مندرجات سے حقیقت واضح ہو جائے اور شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جائے۔

کتاب کا پہلا ایڈیشن کب کا ختم ہو چکا تھا۔ مولانا کی زندگی میں دوسرے ایڈیشن کی تیاری کی جا رہی تھی۔ انھوں نے دوسرے ایڈیشن کے لیے کچھ اضافے بھی کیے تھے اور عنوانات و حوالہ جات تک کام کیا تھا کہ اُن کا بلاوا آ گیا۔ پھر تو سب کچھ منتشر ہو گیا۔ دوسرے ایڈیشن میں پھر دیر ہوتی رہی۔ اِدھر احباب کا اصرار شدید تھا چناں چہ یہ دُوسرا ایڈیشن من و عن شائع کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اضافہ بھی شامل کر دیا جائے گا۔

نورانی کتب خانہ، گزشتہ تقریباً پچیس برس سے حضرت خطیبِ پاکستان کی کتابوں کی اشاعت کر رہا ہے، یہ کوئی کاروباری ادارہ نہیں۔ دین کی خدمت اس کا شعار ہے۔ اَب تمام کتب ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور کے تعاون سے اشاعت پذیر ہو رہی ہیں۔ خدا انھیں اور توفیق دے اور حضرت قبلہ مولانا مرحوم و مغفور کے درجات بلند فرمائے اور اُن کے فیضان کو جاری و ساری رکھے۔

ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

مخلص: ایچ۔ کے۔ نورانی

نگاہ اوّلیں

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن اَمَّابَعْد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۔

برادرانِ اسلام کی خدمت میں نہایت خلوص کے ساتھ گذارش ہے کہ اس رسالہ کو اوّل سے آخر تک ٹھنڈے دل سے غور کے ساتھ ضرور پڑھیں تعصب طرفداری اور شخصیت پرستی سے الگ ہو کر ایمانداری اور حق پرستی سے کام لیں اور حق و باطل میں فیصلہ کریں۔ انشاء اللہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن اور واضح ہو جائے گی۔

اس رسالہ کے لکھنے کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ عوام و خواص کو معلوم ہو جائے کہ حلوے مانڈے کا چکر نہیں اور نہ ہی ضد یا ہٹ دھرمی ہے بلکہ اصل حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ علماء اہل سنت' علماء دیوبند سے کیوں اختلاف رکھتے ہیں اور یہ اختلاف اصولی ہے یا فروعی؟

مجھے قوی اُمید ہے کہ جن مسلمانوں کے دلوں میں حضور سیّد عالم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کی سچی عقیدت و محبت ہے اور وہ آپ کے مرتبہ و مقام، اور آپ کی عزت و عظمت کو جانتے اور سمجھتے ہیں' وہ اصل حقیقت کو سمجھ جائیں گے واللہ الھادی الی سبیل الرشاد اس رسالہ میں تصویر کے دو رُخ پیش کئے گئے ہیں۔ پہلے رُخ میں یہ بتایا گیا ہے کہ علماء دیوبند کو

خود اپنے علماء اور بزرگوں سے کتنی عقیدت و محبّت ہے۔ ان کی شان میں کس قدر مبالغہ آرائی کی گئی ہے اور اُن کو کس طرح حد سے بڑھایا گیا اور کیا کیا مقام اُن کو دیا گیا ہے۔ دوسرے رُخ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان ہی علماءِ دیوبند نے حضور سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان میں کیا کیا گستاخیاں، بے ادبیاں کی ہیں اور کس قدر آپ کی توہین و تنقیص کی ہے معاذ اللہ تصویر کے دونوں رخ دیکھ کر ناظرین حضرات کا خود ضمیر ہی اُن کو بتا دے گا کہ علماء دیوبند اسلامی نقطۂ نظر سے کون ہیں اور کس حکم میں داخل ہیں۔

مجھے کسی سے ذاتی عناد یا عداوت نہیں ہے الحب للہ وللرسول والبغض للہ وللرسول کے تحت غیرتِ ایمانی کا سچا اور صحیح مظاہرہ کیا ہے۔

اس رسالہ میں خود علماء دیوبند کی معتبر کتب کی عبارات درج کی گئی ہیں، اور جن کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں وہ میرے پاس موجود ہیں اور مارکیٹ میں بھی دستیاب ہیں، ہر شخص تسلی کر سکتا ہے۔

بہت ضروری

اللہ کے پلّے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو لینا ہے لے لیں گے محمد کے دَر سے
وہی جو مستوئ عرش تھا خدا ہو کر اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

یہ یا اس قسم کے ایسے اشعار جو عقیدۂ و ایمان کی رُو سے سراسر غلط ہیں، اُن کی نسبت علماء اہل سنّت (بریلوی) کی طرف کی جاتی ہے۔ حالانکہ علماء اہل سنّت نے بارہا ان کی تردید کے ساتھ مطالبہ کیا ہے کہ بتاؤ یہ اشعار کس عالم اہل سنّت نے کہے ہیں۔ اور کس کتاب میں ہیں؟ مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ باوجود اس کے پھر بھی ان

بے سند اشعار کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک طرف تو یہ بے سند اور غلط اشعار ہیں جن کا سہارا لے کر علماء اہل سنت کو بدنام کیا جاتا ہے اور دوسری طرف وہ اشعار جو آئندہ صفحات میں نقل کئے گئے ہیں، نہایت مستند اور علماء دیوبند کے شیخ المشائخ، امام المحدثین، زبدۃ المفسرین، شیخ الہند علامہ فروع واصول، جامع معقول ومنقول حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے ارشاد فرمائے ہیں اور یہ اس مژدے سے نقل کئے گئے ہیں جو انہوں نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی وفات پر لکھا اور وہ جب سے اب تک باقاعدہ چھپ رہا ہے اور فروخت ہو رہا ہے ؎

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

بندہ
محمد رفیع اوکاڑوی عفرلہ

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ

تصویر کا پہلا رُخ

۱۔ دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی ساری مخلوق کو پالنے والے ہیں۔ چنانچہ

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں۔

خدا ان کا مُربّی وہ مُربّی تھے خلائق کے

مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربّانی مرثیہ ۱۲

اس شعر میں مولوی محمود الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کو مربّیٔ خلائق لکھا ہے جو ربُّ العالمین کے ہم معنی ہے۔ کیونکہ ربُّ العالمین میں دو لفظ ہیں۔ رب اور عالمین، اسی طرح مربّیٔ خلائق میں دو لفظ ہیں۔ مربّی اور خلائق۔ مربی رب کے معنی میں ہے، کیونکہ رب کے معنی ہیں تربیت کنندہ و پرورش کنندہ۔ اور مربی کے معنی بھی تربیّت کنندہ ہیں۔ اگرچہ اُردو میں سرپرست کے معنی میں بھی آتا ہے۔ لیکن اس وقت جبکہ خلائق اور عالمین کی طرف اضافت نہ ہو اور یہاں خلائق کی طرف اضافت ہے۔ لہٰذا وہی حقیقی معنی تربیّت کنندہ یعنی پرورش کرنے والا ہوئے۔ اور خلائق عالمین کے معنی میں ہے۔ کیونکہ خلائق جمع خلق بمعنی مخلوق کی ہے۔ عالمین جمع عالم کی ہے اور اللہ کے سوا ہر شے جو موجود ہے اس کو عالم کہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے سوا ہر شے کو خلق بھی کہتے ہیں۔ یعنی جو چیز عالم ہے وہ خلق ہے اور جو خلق ہے وہ عالم ہے۔ معلوم ہوا کہ مربّیٔ خلائق ربّ العالمین کے

ہم معنی ہے۔ ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی مُربیٔ خلائق یعنی ساری مخلوق کو پالنے والے ہیں۔

۲۔ دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی مسیحائی میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے بہت بڑھ گئے چنانچہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی محمود الحسن صاحب صدر مدرس مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں۔

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

مرثیہ صفحہ ۳۳

اس شعر میں مولوی محمود الحسن صاحب نے ابنِ مریم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی مسیحائی دکھاتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے ابنِ مریم تم نے تو صرف ایک کام کیا کہ مُردے زندہ کئے اور ہمارے رشید احمد نے دو کام کئے مُردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہیں دیا، مُردوں کو زندہ کرنے میں تو تمہارے ساتھ برابری ہے مگر زندوں کو مرنے نہ دیا اس میں وہ تم سے آگے بڑھ گئے۔ اگر دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کی مسیحائی کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی مسیحائی سے بڑھ کر نہ جانتے تو یہ نہ کہتے

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

مرثیہ کے اس کفری قول پر پردہ ڈالنے کے لئے دیوبندیوں نے بڑا زور لگایا اور کہہ دیا کہ موت و حیات کا استعمال گمراہی اور ہدایت میں بھی ہوتا ہے لہٰذا شعر کا مطلب یہ ہے کہ

"گنگوہی صاحب نے گمراہوں کو ہدایت دی اور ہدایت یافتہ کو گمراہی سے بچالیا اور دوسرے مصرعہ میں یہ تمنا کی ہے کہ حضرت مسیح ابنِ مریم گنگوہی صاحب

کے اس فیض کو ملاحظہ فرمائیں اور خوش ہوں"

شعر کا مطلب تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا البتہ یہ دیوبندی وہابیوں کی خوش عقیدگی ہے کہ بالکل بے تکی اڑائے ہیں۔ بیشک موت وحیات کا استعمال مجازاً ہدایت وگمراہی میں ہوا ہے۔ مگر ہر جگہ موت وحیات سے گمراہی وہدایت مُراد نہیں ہوتی اور جہاں موت وحیات سے گمراہی وہدایت مراد لیا گیا ہے وہاں ضرور قرینہ موجود ہوتا ہے۔ کیونکہ مجازی معنی مراد لینے کے لئے قرینہ شرط ہے اور اس شعر میں معنیٰ مجازی پر قرینہ تو کجا بلکہ اس کے عدم پر قرینہ موجود ہے۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تقابل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصف مُردے زندہ کرنا جو مشہور ہے وہ مجازی معنی کے اعتبار سے ہرگز نہیں بلکہ حقیقی معنیٰ میں ہے۔ اس لئے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تقابل ہے تو وہی حقیقی معنی مراد لئے جائیں گے لہٰذا شعر میں ہدایت وگمراہی مراد لینا خود گمراہی ودھوکہ بازی ہے، بلکہ وہی مارنا وجلانا مراد ہے۔ اور گنگوہی صاحب اس میں حضرت مسیح سے بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے زندوں کو مرنے سے بچالیا، اگرچہ خود مرگئے اور اگر قرینہ وغیرہ سے آنکھیں بند کرکے ہر قاعدہ سے بے قید ہوکر ہدایت وگمراہی ہی مراد لی جائے تو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے گنگوہی صاحب کی ہدایت ضرور بڑھ جائے گی، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کھلی توہین ہے۔ کیونکہ دوسرا مصرعہ

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

پکار کر کہہ رہا ہے کہ گنگوہی صاحب کی ہدایت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھ گئی کیونکہ اگر محض عیسیٰ علیہ السلام کو خوش کرنا ہی ہوتا تو یوں کہا جاتا۔

اس مسیحائی سے خوش ہوں ذری ابن مریم

دیوبندی وہابی انبیاء علیہم السلام کی توہین کرتے ہیں اور جب مواخذہ کیا جاتا

ہے تو پردے ڈالتے ہیں، من گھڑت تاویلیں کرتے ہیں۔ سب محاورے اور قاعدے بھول جاتے ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اس شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقابل کر کے دکھایا ہے اور ہر زبان کا محاورہ ہے، اردو میں بھی مستعمل ہے کہ تعریف کے موقعہ پر جب بولا جاتا ہے کہ ذرا اس کو دیکھیں" تو تقابل ملی وجہ الفوقیت ہی مراد ہوتا ہے کہ ہیں کو مقابلہ کر کے دکھایا جا رہا ہے اس سے یہ بڑھا ہوا ہے۔ جیسے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت میں کہا گیا ہے ؎

بھوکے پیاسے نے ہزاروں کو تہ تیغ کیا
اس شجاعت کو ذرا دیکھے تو رستم آکر

اس طرح اس شعر میں حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو شجاعت میں رستم پر فوقیت ظاہر ہے اسی طرح مرثیہ کے اس شعر میں ؎

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر گنگوہی صاحب کی برتری اور فوقیت ظاہر ہے۔ معاذ اللہ۔

۳۔ دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی کے کالے کالے بندے بھی یوسف ثانی ہیں چنانچہ

دیوبند کے صدر مدرس و شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں۔

قبولیت ایسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی
مرثیہ صفحہ ۱۱

اس شعر میں مولوی محمود الحسن صاحب نے گنگوہی صاحب کے کالے کالے بندوں

کو یوسف ثانی کہا ہے۔ دیوبندی بڑی حیرانی اور پریشانی کے بعد اس شعر کی توجیہ یوں کرتے ہیں۔

کہ "عبید عبد کی جمع ہے اور عبد کے معنی غلام اور خادم کے ہیں۔ اور یوسف ثانی سے مراد حسین و جمیل ہے۔ لہٰذا شعر کا مطلب یہ ہوا کہ گنگوہی صاحب کے کالے کالے خدام بھی حسین و جمیل نظر آتے تھے" جو شخص دیوبندی مذہب سے ناواقف ہو وہ شاید دھوکہ میں آکر کہہ دے کہ یہ مطلب ہو سکتا ہے لیکن جو دیوبندی مذہب سے واقف ہے اس پر روشن ہے کہ دیوبندی کے اس شعر کا یہ مطلب قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ مطلب تو اس بات پر موقوف ہے کہ عبید کے معنی غلام اور خادم کے ہوں اور دیوبندی وہابی مذہب میں عبد کے معنی صرف عابد ہی کے ہیں غلام اور خادم کے نہیں۔ ورنہ عبد النبی اور عبد المصطفیٰ نام رکھنا جائز ہوگا جو دیوبندیوں وہابیوں کے نزدیک شرک و کفر ہے۔ دیکھو بہشتی زیور اور تقویۃ الایمان۔

دیوبندیو! جب تمہارے نزدیک عبد الرسول و عبد النبی نام رکھنا یقیناً شرک ہے تو تم کس منہ سے کہہ سکتے ہو کہ عبد کے معنی غلام اور خادم کے ہیں۔ تمہاری کتابیں پکار رہی ہیں کہ عبد کے معنی تمہارے مذہب میں بندۂ عابد کے ہیں۔

اور اگر تمہارے مذہب میں عبد کے معنی غلام اور خادم کے ہیں تو عبد النبی و عبد المصطفیٰ نام رکھنا شرک کیسے ہوا؟ کیا تمہارے مذہب میں نبی کا غلام اور خادم بننا شرک ہے۔ یہی تمہارا دین ہے، اسی پر مسلمانی کا دعویٰ ہے کہ نبی اکرم کا غلام اور خادم بننا شرک و کفر ہے؟

یقیناً تمہارے مذہب میں عبد کے معنی بندۂ عابد کے ہیں تو شعر کا مطلب تمہارے مذہب کے مطابق یہی ہوا کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے کالے کالے بندے

اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے حسین وجمیل بندہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ثانی ہیں۔

ماشاء اللہ چشم بددور! واقعی وہابیوں دیوبندیوں کے چہروں پر حسن وجمال کا جو منظر ہوتا ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں ہے۔

مقام غور ہے کہ رشید احمد گنگوہی کے تو کالے کالے بندے یوسف ثانی ہو جائیں اور آقائے دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی وپیارے بندے مشرک ہو جائیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور گنگوہی کی حمایت نہیں تو اور کیا ہے۔

۴۔ دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی بانیٔ اسلام کے ثانی ہیں۔

چنانچہ دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں۔

زباں پر اہل اہوا کی ہے کیوں اُعلُ ہبل شاید

اٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی مرثیہ ص۹

اس شعر میں مولوی محمود الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کو بانیٔ اسلام کا ثانی لکھا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اُن کی موت کے وقت اُعلُ ہبل کے نعرے بلند ہوئے اور یہ بات بہت ہی قابلِ غور ہے کہ یہاں ثانی مماثل کے معنی میں ہے ودم کے معنی میں نہیں کیونکہ یہاں تعریف ہو رہی ہے اور تعریف کے مقام پر جب ثانی اور لاثانی بولا جاتا ہے تو وہاں مماثلت ہی مُراد ہوتی ہے۔ اور دیوبندی مذہب میں بانیٔ اسلام خدا تعالیٰ ہے۔ دیکھو مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے وعظ ذکر الرسول مطبع کانپور کے صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے کہ بانیٔ اسلام خدائے تعالیٰ ہے اور تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۷ پر ہے۔

"یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے اُن کا جو جی چاہتا تھا اپنی

طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات ان کی اُمت پر لازم ہو جاتی تھی، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔"

ان عبارتوں میں صاف صاف تصریح ہے کہ بانیٔ اسلام خدا تعالیٰ ہے حضور نہیں ہیں۔ تقویۃ الایمان پر ایمان رکھتے ہوئے اور تھانوی صاحب کو مانتے ہوئے دیوبندیوں کو ماننا پڑے گا کہ بانیٔ اسلام خدا ہے ورنہ تقویۃ الایمان کا منکر اور تھانوی صاحب سے منحرف ہونا پڑے گا۔ معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی خدا کے مثل ہیں اور اگر اپنے مذہب کو چھوڑ کر تھانوی صاحب سے انحراف کر کے بانیٔ اسلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیں تو گنگوہی جی کم از کم دوسرے رسول ہوئے یا مثل رسول ہوئے۔ اور یہ کہنا کہ گنگوہی صاحب کی موت پر اُعلُ ھُبل اُعلُ ھُبل کے نعرے بلند ہوئے یہ سفید جھوٹ ہے۔ دُنیا جانتی ہے کہ اب نہ ھُبل ہے نہ اس کے پجاری۔ مصطفائی ہدایت کے انوار نے ھبل اور ھبل پرستوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب دیوبندیوں کے دماغوں ہی میں اُعل وھبل کی یاد ہو تو ہو دُنیا میں کوئی اس کے پکارنے والا نہیں۔

لہٰذا شعر کا مطلب دیوبندی مذہب کے مطابق یہی ہوا کہ جب بانیٔ اسلام کا ثانی یعنی مثل خدا یا دُوسرا خدا یا مثل رسول یا دوسرا رسول اس دُنیا سے اٹھ گیا تو پھر شرکیہ نعرے اُعلُ ھُبل بلند ہوئے۔ معاذ اللہ۔

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب اپنے پیر مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی مدح سرائی میں وہ کمال کر رہے ہیں کہ جمیع کمالات کو اُن کے لئے ثابت کر رہے ہیں۔ گنگوہی صاحب کو مربیٔ خلائق بنایا۔ بانیٔ اسلام (خدا) کا ثانی کہا۔ ان کے کالے کالے بندوں کو یوسفِ ثانی کہا۔ اسی دُھن میں تھے کہ بیتُ اللہ پر نظر پڑ گئی دیکھا کہ کعبہ معظمہ خانہ خدا بڑی عظمت والا گھر ہے۔ یہ عظمت و

فضیلت بھلا گنگوہی صاحب کے گھر کے لئے ثابت نہ ہوئی تو بات ہی کیا ہوئی اور جب وہ مربی خلائق و بانی اسلام کے ثانی ہیں تو ان کا مکان بھی ضرور کعبۃ اللہ کی عظمت میں شریک ہوگا بلکہ دو چار ہاتھ بڑھ کر رہے گا کیونکہ کعبہ معظمہ میں تو اہل ظاہر مسلمان باادب حاضر ہوتے ہیں اور اپنے شوق کو پورا کرتے ہیں مگر جو باطنی نظر رکھتے ہیں اور جامِ معرفت گنگوہی پی چکے ہیں ان کی تسکین کعبہ معظمہ میں ہرگز نہیں ہوتی بلکہ کعبہ میں پہنچ کر بھی یہی چیخ و پکار ہے کہ ہائے گنگوہ کدھر ہے بتاؤ گنگوہ کدھر ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ گنگوہ کی عظمت و بندگی عارفانِ گنگوہ کی نظر میں کعبہ شریف سے بہت بلند و بالا ہے۔ چنانچہ مولوی محمود الحسن فرماتے ہیں ؎

۵۔ پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی مرثیہ ۱۳

مسلمان اس حقیقت کو واضح طور پر جانتے ہیں کہ بیت اللہ کی حاضری کے وقت توجہ الی اللہ ہوتی ہے اور مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہیں مخصوص عبادتیں ادا کی جاتی ہیں مگر عارفانِ گنگوہ یعنی دیوبندیوں کی نظر میں کعبہ معظمہ تو جچتا ہی نہیں ان کی تسکین کا وہاں سامان ہی نہیں وہ تو وہاں جاکر بھی گنگوہ کی ہی دھن میں ہیں اور چلا چلا کر پکار رہے ہیں خدارا بتاؤ گنگوہ کدھر ہے؟ ہائے ہائے گنگوہ۔

مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا کیا بیت اللہ شریف کی حاضری کا حق اسی طرح ادا ہوتا ہے؟ کس قدر بدنصیب ہیں وہ لوگ جن کو بیت اللہ شریف پہنچ کر مدینہ منورہ کا خیال بھی نہ آئے اگر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی تو گنگوہ کی بجائے مدینہ منورہ کا نام لیتے لیکن

ہر کسے شایانِ ایں درگاہ نیست

۶۔ دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی کی قبر مثل طور ہے

مسئلہ سے ناواقف ہوں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ان کے مدرسہ دیوبند کے صدر مدرس بھی ناواقف تھے اس قاعدہ کی رُو سے شعر میں عموم ہے، یعنی ہر قسم کی حاجت کے قبلہ حاجات اور ہر مشکل کے مشکل کشا گنگوہی صاحب ہی ہیں۔

دیوبندیو! تمہارا مذہب تو یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی غیر سے حاجتیں طلب کرنا شرک ہے (دیکھو تقویۃ الایمان و فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ)

اب خدا کے لئے انصاف کر کے بتاؤ کہ اگر مولوی رشید احمد صاحب کو غیر اللہ کہا جائے تو ان کو اپنی ساری حاجتوں کا حاجت روا مان کر مولوی محمود حسن صاحب مشرک ہوئے یا نہیں اور تمام دیوبندی ان کو اپنا پیشوا مان کر مشرک ہوئے یا نہیں؟ اور اپنے آپ کو اور مولوی محمود الحسن صاحب کو شرک سے بچاتے ہو تو مولوی رشید احمد صاحب کو ضرور خدا ماننا پڑے گا۔ بولو اپنے شیخ الہند کو مشرک کہتے ہو یا گنگوہی جی کو خدا مانتے ہو؟

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

۸۔ دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی کا حکم خدا کے حکم سے بڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ مولوی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں۔

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا
اس کا جو حکم تھا، تھا سیف قضائے مبرم مرثیہ ص ۳۱

اس شعر میں مولوی محمود حسن صاحب نے فرمایا ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ہر حکم قضائے مبرم کی تلوار ہے۔ یاد رہے کہ قضائے الٰہی کی دو قسمیں ہیں ایک قضائے مُبرم دوسری قضائے معلّق۔ قضائے مبرم وہ حکم الٰہی ہے جو کسی کے ٹالے نہ ٹلے اور کسی دُعا و التجا وغیرہ سے رد نہ ہو۔ اور قضائے معلّق وہ حکم الٰہی ہے

اور خود گنگوہی صاحب خدا ہیں اور مولوی محمود الحسن صاحب مثل ذرہ کے ہیں جس کو کعبہ معظمہ نظر میں نہیں آتا۔

ملاحظہ ہو مولوی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں۔

تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار اپنی مری دیکھی بھی نادانی مرثیہ ۱۲

مولوی محمود الحسن صاحب نے جب اپنے پیر کو مربی خالق مانا اور بانی اسلام کا ثانی کہا۔ ان کی قبر کو طور سے تشبیہ دے کر خود اپنی کہنے والے موسیٰ بنائو ان کو خدا بنایا تو اب ضروری تھا کہ اپنی تمام حاجتیں مولوی رشید احمد سے ہی طلب کریں۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔

۷۔ حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہو یارب
گیا وہ قبلہ حاجات کعبہ عالی و ثانی مرثیہ

اس شعر میں مولوی محمود الحسن صاحب اپنی ساری حاجتوں کا حاجت روا اور ساری مشکلوں کا مشکل کشا مولوی رشید احمد صاحب ہی کو بتا رہے ہیں۔ حاجتیں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔ دینی ہوں یا دنیاوی۔ کھلی ہوں یا چھپی جسمانی ہوں یا روحانی سب کا مشکل کشا اور قبلہ حاجات انہی کو کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ شعر میں کسی قسم کی تخصیص نہیں ہے بلکہ انتہا درجہ کی تعمیم ہے۔ حوائج جمع ہے اور وہ بھی منتہی الجموع اس کی اضافت دین اور دنیا دونوں جہان کی طرف ہے۔ لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ دونوں جہاں کی جمیع حاجتیں خواہ روحانی ہوں یا جسمانی چھوٹی ہوں یا بڑی کھلی ہوں یا چھپی سب کے دینے والے اور پورا کرنے والے گنگوہی صاحب ہی ہیں۔ کیونکہ معانی کا مسئلہ ہے کہ جمع کی اضافت استغراق کا فائدہ دیتی ہے اگر آج کل کے بعض دیوبندی اس

کہ کسی اور پر اس کی تعلیق ہو وہ حکم الٰہی دُعا وغیرہ سے رُک جاتا ہے یعنی حکم الٰہی دو قسم کا ہے ایک دعا وغیرہ سے رک جاتا ہے دُوسرا نہیں رکتا اور جو حکم الٰہی دُعا وغیرہ سے نہیں رکتا اس کا نام قضائے مبرم ہے اور دیوبندیوں کے شیخ الہند فرماتے ہیں کہ خدا کا وہ حکم جو قضائے مبرم ہے جو دُعا والتجا وغیرہ سے نہیں رکتا رشید احمد گنگوہی کا کا حکم اسکی بھی تلوار ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ اگر کسی امر پر خدا کا حکم یوں ہو کہ یہ امر ہوگا اور رشید احمد گنگوہی کا حکم یوں ہو جائے کہ یہ امر نہیں ہوگا تو اللہ کے اس حکم کو جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتا۔ رشید احمد گنگوہی کا حکم اس کی بھی تلوار ہے یعنی اس کو ٹال اور رکاٹ سکتا ہے۔

فائدہ! واقعی کوئی حکم نہیں ٹلا اور ٹلتا کیسے مربیٔ خلائق تھے۔ بانی اسلام کے ثانی تھے کوئی مذاق تھے اور عقیدت مند لوگوں نے کسی حکم کو ٹلنے بھی نہ دیا اس سے زیادہ عقیدت مندی اور کیا ہوگی کہ جب مولوی رشید احمد گنگوہی نے کوّے کھانے کا حکم دیا تو علماء دیوبند نے یہ سمجھ کر کہ مربیٔ خلائق کا حکم ہے آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیا اور کوّے کھانے لگے۔

۹۔ دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد گنگوہی کی غلامی کا داغ مسلمانی کا تمغہ ہے۔

چنانچہ مولوی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں۔

زمانے نے دیا اسلام کو داغ اس کی فرقت کا
کہ تھا داغ غلامی جس کا تمغہ مسلمانی مرثیہ صـ۶

اس شعر میں مولوی محمود الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی غلامی کے داغ کو مسلمانی کا تمغہ قرار دیا ہے۔ تو جس کو ان کی غلامی کا داغ لگ گیا وہ مسلمان ہوا اور جس کو غلامی کا داغ نہیں لگا وہ مسلمانی کے تمغہ سے محروم رہا۔ لہٰذا دیوبندی یا تو ساری دنیا کے مسلمانوں کو گنگوہی صاحب کا غلام مانتے ہوں گے یا مسلمانی کے تمغہ سے محروم جانتے ہیں۔

۱۰۔ مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھپا چاہِ لحد میں وائے قسمت ماہ کنعانی ا مرشیہ ص۱

اس شعر کے مصرع اوّل میں غور فرمائیے۔ مسیحائے زماں پہنچا فلک پر۔ یعنی جس طرح عیسیٰ علیہ السّلام آسمان پر اٹھا لیئے گئے اسی طرح گنگوہی صاحب جو مسیحائے زماں تھے وہ بھی سب کو چھوڑ کر فلک پر پہنچ گئے۔ دوسرے مصرع میں ان کو ماہِ کنعانی یعنی یوسف علیہ السّلام بنا کر چاہ لحد میں چھپا دیا۔ گویا پہلے مصرع میں مسیحا بنا کر فلک پر پہنچا دیا اور دوسرے مصرعہ میں حضرت یوسف بنا کے لحد کے کنوئیں میں بھی چھپا دیا۔

۱۱۔ وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیر ہستیٔ محبوبِ سبحانی مرشیہ ص۱۶

یعنی گنگوہی صاحب اللہ کے محبوب یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر تھے تو ان کی رحلت بھی آپ کی وفات کا نقشہ تھی اور اس سے بھی زیادہ صراحت ملاحظہ فرمائیے کہ مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے گنگوہی صاحب کی وفات کے بعد ان کی سوانح لکھی جس کا نام ہے تذکرۃ الرشید۔ اس کے صفحہ ۱ پر لکھتے ہیں کہ اثنائے کتابت میں ایک صاحب دل دیندار شخص کا جن کی صورت میں نے کبھی نہیں دیکھی بسبیل ڈاک لفافہ پہنچا کہ میں نے خواب دیکھا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح لکھی جا رہی ہے یعنی گنگوہی صاحب کی سوانح کو صاف طور پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح قرار دے دیا۔ گنگوہی صاحب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی کا نظیر ٹھہرایا۔ ان کی وفات کو آپ کی وفات کا نقشہ بنایا۔ ان کی سوانح کو آپ کی سوانح قرار دیا۔ بتائیے قادیانی کیوں نہ ترقی کریں۔ جب کہ ان کو مرزا کی ظلی بروزی نبوت ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل مل جاتے ہیں۔

۱۲۔ چھپائے جامۂ فانوس کیوں کر شمع روشن کو
مرثیہ صہ ۱۶
تھی اس نورِ مجسم کے کفن میں وُہ ہی عریانی

یعنی جس طرح فانوس روشن شمع کی روشنی کو نہیں چھپا سکتا بلکہ فانوس کے باوجود بھی شمع کی روشنی بدستور رہتی ہے۔ اسی طرح گنگوہی صاحب جو نورِ مجسم تھے ان کا نور بھی کفن کے باوجود بھی روشن اور عریاں تھا۔ اس شعر میں صاف طور پر گنگوہی صاحب کو نورِ مجسم کہا ہے حالانکہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مجسم ہونے کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ وُہ ہمارے ہی جیسے بشر تھے۔

۱۳۔ ضرورت قابلیت کی تو ہر حالت میں ہے لیکن
مرثیہ صہ ۱۶
قریب و دور یکساں مہر کی ہے نور افشانی

یعنی گنگوہی صاحب آفتاب ہیں اور اُن کی نور افشانی دُور و نزدیک یکساں ہے یعنی ہر جگہ ہے مگر قابلیت کی ضرورت ہے جس سے اس آفتاب کے نور کو ہر جگہ دُور و نزدیک دیکھ سکے۔

۱۴۔ وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کیسے عجب کیا ہے
مرثیہ صہ ۱۶
شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی

صدیق اور فاروق حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے وہ مخصوص آسمانی القاب ہیں جو اللہ تعالےٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو عطا فرمائے اور امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تہجد کی نماز میں شہید ہوئے تھے۔ اور دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الہند نے یہ مخصوص القاب اور حضرت علی کی شہادت کا رتبہ گنگوہی صاحب کو دے دیا کہ شہادت نے تہجد میں اُن کی قدم بوسی کی۔

۱۵۔ شہید و صالح و صدیق ہیں حضرت باذن اللہ
مرثیہ صہ ۱۵
حیات شیخ کا منکر ہو جو ہے اُس کی نادانی

یعنی گنگوہی صاحب اللہ کے حکم سے صدیق و شہید اور صالح تھے مربی خلائق بانی اسلام کے ثانی۔ نورِ مجسم اُن کی وفات سرورِ عالم کی وفات کا نقشہ تھی وغیرہ وغیرہ تو پہلے آچکا۔ خدائی کے درجے اور نبوت کے درجے کے بعد صدیق و فاروق بھی ہو گئے اب تین درجے جو نبوّت کے بعد ہیں والصدیقین والشہداء والصالحین وہ بھی اس شعر میں آ گئے تو ایسے درجے و مرتبے والے کو جو زندہ نہ مانے گا وہ بے شک نادان ہوگا۔ افسوس صد افسوس کہ گنگوہی صاحب کی حیات کا منکر تو نادان اور حضور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا منکر، ان لوگوں کے نزدیک ولی اللہ۔ چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا کہ حضور مر کر مٹی میں مل گئے ہیں (معاذ اللہ)

۱۶۔ ہو سینہ جس کا مصباح نبوت کے لئے مشکوٰۃ
بجز مہدی نیابی ایں چنیں ہادیٔ حقانی مرثیہ صہ ۱۳

یعنی گنگوہی صاحب کا سینہ چراغ نبوّت کے لئے طاق تھا۔ ایسا ہادیٔ حقانی سوائے امام مہدی کے میسّر نہیں آسکتا۔

۱۷۔ جنید و شبلی ثانی ابو مسعود انصاری
رشیدِ ملّت و دیں غوثِ اعظم قطب ربّانی مرثیہ صہ ۵

یعنی گنگوہی صاحب حضرت جنید بغدادی۔ حضرت ابو بکر شبلی حضرت ابو مسعود انصاری کے ثانی اور غوثِ اعظم قطب ربّانی تھے۔

۱۸۔ محی الدین اکبر جاتے ہیں دار فنا سے بس
اُٹھے اُف دیر ویراں سے محی الدین گیلانی مرثیہ صہ ۱۹

اس شعر میں گنگوہی صاحب کو شیخ اکبر محی الدین اور حضرت غوثِ اعظم محی الدین گیلانی کہہ کر کہا گیا ہے کہ وہ دنیا سے اُٹھ گئے۔

۱۹- رقاب اولیا کیوں خم نہ ہوتیں آپ کے آگے
وہ شہبازِ طریقت تھے محی الدین جیلانی
مرثیہ صـ۱۱

اس شعر میں یہ صراحت ہے کہ جس طرح حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور تمام اولیائے وقت نے اپنی گردنیں خم کی تھیں اسی طرح گنگوہی صاحب چونکہ محی الدین جیلانی تھے تو ان کے آگے بھی اولیاء کی گردنیں کیوں نہ خم ہوتیں (حد ہوگئی جھوٹ کی)

۲۰- فقط اک آپ کے دم سے نظر آتے تھے سب زندہ
بخاری و غزالی، بصری و شبلی و شیبانی
مرثیہ صـ۱۷

یعنی حضرت امام بخاری - امام غزالی، حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت شبلی امام محمد شیبانی رضی اللہ عنہم فقط اک گنگوہی صاحب کے دم سے زندہ نظر آتے تھے اور جب گنگوہی صاحب کا دم نکل گیا تو اب یہ حضرات بھی زندہ نظر نہیں آتے گویا ساتھ اُن کا دم بھی نکل گیا۔

۲۱- نہ آئے مہدی موعود اور تم بھی چلے یاں سے
کرے گا گلشن اسلام کی کون اب نگہبانی
مرثیہ صـ۱۷

یعنی امام مہدی بھی نہیں آئے اور گنگوہی صاحب تم بھی چلے جا رہے ہو تو اب گلشن اسلام کی نگہبانی کون کرے گا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ جب تک امام مہدی دنیا میں نہیں آتے۔ دُنیا میں اب گلشن اسلام کی نگہبانی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

۲۲- ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جاگہ ہوا گمراہ
وہ میزاب ہدایت تھے کہیں کیا نصِ قرآنی
مرثیہ صـ۱۲

بس فیصلہ ہوگیا کہ جس نے گنگوہی صاحب کے آستانے کو چھوڑ کر کسی اور جگہ ہدایت ڈھونڈی وہ گمراہ ہوگیا۔ کیونکہ گنگوہی صاحب نصِ قرآنی سے ہدایت کے پرنالے تھے۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ کسی اور جگہ ہدایت تو ہے نہیں کہ تلاش کی جائے

دور جس نے تلاش کی اس کو سوائے گمراہی کے کچھ نہ ملا۔ ہدایت تو جبھی ملتی کہ کہیں ہوتی اور وہ تو کسی اور جگہ ہے ہی نہیں۔ وہ تو صرف گنگوہی صاحب کے پاس تھی۔ وہی ہدایت کے پرنالے تھے تو جب یہ پرنالہ ہی نہ رہا تو اب ہدایت کے آنے اور ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قارئین کرام! مرثیہ کے بائیس شعر مختصر سی تشریح کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔ ویسے تو سارا مرثیہ ہی کچھ ایسا ہے۔ مگر ان اشعار سے آپ کو ضرور اندازہ ہو گیا کہ کوئی مرثیہ ایسا نہیں ہے جو گنگوہی صاحب کو نہ دیا گیا ہو۔ حالانکہ اہل سنت جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن اور واقعی اوصاف حسنہ بیان کرتے ہیں تو یہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جی یہ سنی لوگ تو آپ کو حد سے بڑھا دیتے ہیں۔ افسوس! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ بیان ہوں تو حد سے بڑھ جانے کا فتویٰ، مگر اپنے ایک مولوی کا مرثیہ لکھا تو سب حدیں ختم۔ ایسا مبالغہ بلکہ قطعاً خلاف واقع باتیں لکھ ڈالیں یہ مولوی پرستی اور بعض رسول نہیں تو اور کیا ہے۔ آگے ملاحظہ ہو ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے ایک مرید کے خواب اور بیداری کا واقعہ

۲۳۔ مرید نے اپنا خواب تھانوی صاحب کو تحریر کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں (یعنی لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ) اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھے غلطی ہو رہی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ کے نام اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو معلوم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار

www.nafseislam.com

[illegible] کلمہ نکلتا ہے، فرمایا ایک بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (یعنی اشرف علی تھانوی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں یہ ہی یہ حالت ہوگئی کہ کھڑا کھڑا بوسہ اس کے کہ قعت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی، ورود اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب و بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں"۔

انتہی بلفظہ۔ (رسالہ الامداد ص ۳۵ مجریہ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ)

تھانوی صاحب کا جواب:

اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔

قارئین حضرات! آپ نے مرید کا خواب اور پیر کا جواب ملاحظہ فرمالیا۔ خصوصاً خط کشیدہ الفاظ کو دیکھتے ہوئے غور فرمائیے کہ کسی مومن سے سوتے جاگتے کبھی کلمہ شریف میں ایسی غلطی یا بھول نہیں ہوتی کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی جگہ کسی اور کا نام لے۔ نام لینا تو کیا بلکہ اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا تو جس کے منہ سے خواب میں باوجود علم اور کوشش کے صحیح کلمہ شریف نہ نکلا۔ موت کے وقت اس کا کیا حال ہوگا؟ کیونکہ نیند موت کی بہن ہے۔ النوم اخ الموت کما فی الحدیث اور یہ بھی احادیث میں آیا ہے کہ موت کے وقت شیطان مرنے والے کے سامنے آتا ہے اور کلمہ شریف میں اپنا نام لینے کا اشارہ کرتا ہے اور اس خواب میں مولوی اشرف علی صاحب اس کے سامنے ہیں اور وہ پھر بھی کلمہ میں ان کا نام لے رہا ہے اللہ کی [illegible] پھر وہ خواب سے بیدار ہو کر بیداری میں جانتے ہوئے بھی اس کے تدا[illegible] کے خیال سے دُرود شریف پڑھتا ہے تو بھی اس کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نہیں نکلتا بلکہ نبینا کہہ کر وہ اشرف علی کا نام لیتا ہے اور بہانہ یہ کرتا ہے کہ میں بے اختیار ہوں مجبور ہوں اندازہ کیجیے کہ اس مُرید پر کس قدر شیطان کا اثر ہو گیا اور اس کا دل کتنا تاریک ہو گیا تھا کہ وُہ بیداری میں بھی جانتے بوجھتے ہوئے کفر کا ارتکاب کر رہا ہے کیونکہ کسی غیر نبی اور غیر رسول کو نبی اور رسول اللہ کہنا صریح کفر ہے اور اس کفر پر وہ بے اختیار اور مجبور ہو گیا۔ اور پھر یہ کس قدر لرزا دینے والی بات ہے کہ مُرید کو تو یہ احساس بھی ہے کہ وہ غلطی پر ہے اگرچہ بے اختیاری کا بہانہ کرتا ہے مگر پیر اس کو اور پختہ اور مستحکم کرتا ہے کہ اس واقعہ میں تسلی تھی۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اطمینان رکھو گھبرانے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی مرید کے دل میں جو خطرہ تھا اس کو دور نہیں کیا بلکہ خوب جما دیا اور پھر اس کو شائع بھی کر دیا۔ حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ اس کو لکھتے کہ توبہ و استغفار کرو۔ یہ کفریہ کلمے تمہاری زبان سے شیطانی اثر کی وجہ سے جاری ہوتے ہیں۔ مجھے ان سے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ خبردار! ایسی بات پھر نہ ہونے پائے۔ اس میں ایمان کی ہلاکت ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے اہل اللہ کے حالات پڑھے اور سنے ہیں کہ جب مرید سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہونے لگتی ہے جس سے اس کے ایمان کی ہلاکت کا اندیشہ ہوتا ہے تو کامل پیر روحانی تصرف کر کے اس کو ہلاکتِ ایمان سے بچا لیتا ہے اور یہاں یہ حالت ہوئی کہ پیر کے آنے سے پہلے تو وہ خواب میں ہی کلمۂ کفر کہہ رہا تھا اور پیر کے آنے کے بعد وہ بیداری میں بھی کلمۂ کفر کہنے لگ گیا اور پھر اس کا سارا دن ایسے ہی کچھ خیال میں گزرتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دیوبندی حضرات سے سوال:

ایک شخص خواب میں اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور اس کو اس بات کا علم ہے کہ طلاق دینا بُرا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد اس کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس سے غلطی ہوئی تو اس کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے تاکہ پھر ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بایں خیال وہ بیٹھ جاتا ہے اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر وہ چاہتا ہے کہ اس غلطی کے تدارک میں وہ بیوی سے محبت کی باتیں کرے لیکن پھر بھی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو طلاق دی۔ میں نے اس کو طلاق دی حالانکہ اب وہ بیدار ہے۔ خواب میں نہیں ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں بے اختیار ہوں۔ مجبور ہوں۔ زبان قابو میں نہیں۔ تو کیا اُس شخص کی طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

اگر ہو گی اور ضرور ہو گی تو عجیب بات ہے کہ طلاق واقع ہونے میں تو یہ عذر مقبول نہ ہو اور مولوی اشرف علی کو اپنا نبی اور رسول اللہ کہنے میں عذر مقبول ہو جائے۔

یاد رکھیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بڑا نازک ہے ؎ با مصطفیٰ ہوشیار باش۔ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ کلمۂ کفر میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

شان میں گستاخی کے معاملے میں کسی کی نادانی وجہالت، زبان کا بہکنا اور بے قابو ہوجانا۔ کسی قلق اور نشہ کی وجہ سے لاچار و مضطر ہوجانا۔ قلت تنگہداشت یا بے پرواہی اور بے باکی یا نیت وارادۂ گستاخی نہ ہونا وغیرہ کے اعذار مقبول نہیں ایسا شخص کافر اور گستاخ قرار دیا جائے گا (شفا شریف)

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

دیوبندی حضرات نے اس واقعۂ مرید اور جواب کو صحیح اور درست ثابت کرنے میں بہت سے صفحات سیاہ کئے ہیں لیکن اس کو غلطی تسلیم نہیں کیا تفصیل کے لئے دیکھو کتاب "ردِ سیف یمانی" مصنفہ علامہ شاہ محمد اجمل صاحب علیہ الرحمۃ

ایک اور کشف

۲۴۔ ایک ذاکر صاحب کو مکشوف ہوا کہ احقر (اشرف علی تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا میرا (اشرف علی کا) ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا (کہ کمسن عورت ہاتھ آئے گی) اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے

(رسالہ الامداد۔ صفر ۳۵ھ)

قارئین حضرات! ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ یہ کتنی بڑی توہین اور گستاخی ہے اہل بیت نبوت امّ المؤمنین محبوبۂ سید المرسلین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی۔ ان کی وہ شانِ رفیع ہے کہ دنیا بھر کی مائیں اُن کے قدمِ پاک پر نثار۔ کوئی جاہل سے جاہل اور بے غیرت سے بے غیرت آدمی تمام مومنوں کی ماں

کے گھر تشریف لانے کو جو رد ملنے سے تعبیر نہیں کر سکتا اور پھر اس ذہن کی ذہنیت کا بھی اندازہ کر لیجئے کہ پچاس برس سے زائد عمر میں بھی معاکس طرف منتقل ہوا کہ کمسن عورت ہاتھ آئے گی۔

۲۵۔ لیجئے اور سنیئے۔ از طرف شفیق احمد خادم حضور عالی۔ خواب لکھتا ہوں جس کا حضور عالی سے وعدہ کر آیا تھا۔ احقر نے خواب میں دیکھا کہ ماہ مبارک رمضان شریف ہے اور عشاء کا وقت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور عالی کے در دولت میں تشریف فرما ہیں۔ تراویح میں حضور انور کا قرآن پاک سننے کا ارادہ رکھتے ہوئے حضور کے در دولت میں صفوف کے بچھانے اور پردے ڈلوانے کے اہتمام میں پھر رہی ہیں۔ اس کے بعد احقر کی آنکھ کھل گئی۔ (اصدق الرد یا صہ ۵۲)

ذاکر صالح کا کشف تو یہ تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ تھانوی صاحب کے گھر آنے والی ہیں اور اس خادم تھانوی کے خواب نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے گھر پہنچا دیا۔ نامعلوم اس کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ہیں، اس لئے کہ خواب میں تو کوئی ایسا اشارہ بھی نہیں ہے جس سے معلوم ہو۔ پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مائی صاحبہ کو ایسی جگہ تنہا کیسے بھیج دیا جہاں صفوف اور پردے کا انتظام بھی نہ تھا کہ مائی صاحبہ کو خود پھر کر یہ اہتمام کرنا پڑا۔ اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے جو اس خواب کے جھوٹ ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ کیا تھانوی صاحب نماز تراویح اپنے در دولت پر پڑھایا کرتے تھے یا مسجد میں؟ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خادم نے یہ خواب پہلے تھانوی صاحب کو خود سنایا اور پھر تھانوی صاحب نے اس سے وعدہ لیا کہ اس کو لکھ کر بھیجنا چنانچہ اس نے وعدے کے مطابق لکھ کر بھیج دیا اور اس کو شائع کر دیا گیا یہ تحقیق ہی نہیں کی کہ ایسا خواب سچا بھی ہو سکتا ہے

یا نہیں؟ ان کو تحقیق سے کیا ان کو اپنی تعریف سے مطلب تھا اگرچہ مائی صاحبہ کی توہین لازم آجائے۔

ایک اور خواب

۲۶۔ ایک صالح فخرِ عالم علیہ السّلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ سُبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہُوا۔ (براھین قاطعہ صـ۲۶)

قارئین حضرات! اس عبارت کا صاف اور واضح مفہوم یہی ہے کہ پہلے تو ہمیں اردو زبان نہیں آتی تھی جب سے مدرسہ دیوبند کے مولویوں سے ہمارا معاملہ یعنی تعلق ہوا ہمیں یہ زبان آگئی یعنی اُن سے سیکھ لی۔ معاذ اللہ۔ اور اس من گھڑت خواب کو مدرسہ دیوبند کی عظمت کی سند بنایا کہ کہا سُبحان اللہ! اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔

نامعلوم دیوبند کے مولوی روضۂ انور پر جاکر حضور کو اُردو پڑھاتے رہے یا حضور صلّی اللہ علیہ وسلم دیوبند تشریف لاکر اُن سے اُردو سیکھتے رہے؟ معاذ اللہ

ایک اور خواب

۲۷۔ ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اُٹھ تو اس قابل نہیں کہ حاجی امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ (تذکرۃ الرّشید جلد اوّل صـ۴۶)

قارئین حضرات! غور فرمائیں کہ اس خواب کے لکھنے اور شائع کرنے کا مقصد کیا ہے؟ یہی کہ علماء دیوبند کا مقام اتنا بلند ہے کہ وہ خاتون اس قابل نہیں تھی کہ دیوبند کے مولویوں کا کھانا پکائے بلکہ ان کا کھانا پکانے کے قابل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ معاذ اللہ حضور کو باورچی بنادیا۔

چند اور خواب

جس کتاب سے یہ خواب نقل کئے جارہے ہیں اُس کا نام ہے "اصدق الرؤیا" حصہ دوم یعنی سب سے زیادہ سچی خوابیں۔ تو اب چند خوابیں دیکھئے جو دیوبندی حضرات کے نزدیک سب سے زیادہ سچی خوابیں ہیں۔

۲۸۔ مولوی نذیر احمد کیرانوی اپنا خواب تحریر کرتے ہیں۔

حضور آقائے نامدار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہٖ و اتباعہٖ اجمعین کو خواب میں حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ کی صورت میں دیکھا اور حضور سیاہ اچکن بٹنوں والی زیب تن فرمائے ہوئے تھے جیسا کہ مولانا تھانوی گاہے گاہے سیاہ اچکن پہنتے ہیں۔ (اصدق الرؤیا ص ۲/۲)

خواب

۲۹۔ جناب آج چند روز ہوئے کہ اس خاکسار نے جناب اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی کہ آپ گویا ایک نہر کے کنارے سے جارہے تھے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جناب کی صورت کے مشابہ ہیں۔ (ص ۱/۲)

خواب

۳۰۔ مبارک پور میں جب میں تھا تو میں نے حضور صلی اللہ وسلم کو آپ کی صورت

میں دیکھا فقط زیارت ہوئی، کوئی بات چیت کی دولت نہیں نصیب ہوئی۔ مولوی وصی اللہ صاحب اعظم گڑھی (اصدق الرویا ص۱۵/۲)

خواب

۳۱۔ ملاجیون طالب علم مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون نے تین خواب دیکھے اور وہ کہتا ہے کہ:

اور تینوں خواب میں میں نے حضور کو آپ کی شکل میں دیکھا اور پھر میں اور آدمیوں سے کہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مولانا تھانوی کی شکل میں ہیں۔ (اصدق الرویا ص۲۵/۲)

خواب

۳۲۔ ایک اور صاحب اپنا خواب لکھ کر کہتے ہیں:

اس خواب سے پہلے تین مرتبہ ۳ خواب دیکھے اور تینوں مرتبہ ہمارے مولانا اشرف علی صاحب کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے۔ میں نے تینوں مرتبہ مصافحہ کیا مگر حضورؐ بولے نہیں۔ (اصدق الرویا ص۳۷)

بتائیے! ان خوابوں کے شائع کرنے کا مطلب کیا ہے؟ غالباً یہی کہ تھانوی صاحب در پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ معاذ اللہ۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھانوی صاحب کی شکل میں متشکل ہو کر اس لئے نظر آتے تھے کہ ہم گویا تھانوی ہی ہیں؟ معاذ اللہ۔ اصل میں مریدوں کے ذہنوں میں یہ بٹھانا مقصود ہے کہ تھانوی صاحب کو دیکھنا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھنا ہے۔ چنانچہ آگے اور اس کی صراحت ملاحظہ فرمائیے:

۳۳۔ نور محمد مدیر رسالہ "صراط مستقیم" حیدر آباد دکن اپنا خواب تحریر کرتے ہیں: حضور (اشرف علی تھانوی) سفر میں ہیں اور کسی جگہ قیام ہے جو ہمارے

قیام گاہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ عادت یہ ہے کہ روزانہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حسب معمول کسی وقت کی نشست میں مفاوضات فیضانیہ سے مستفید ہوتے ہیں ایک روز میں نے دیکھا کہ مختلف ملکوں کے لوگ توشہ وسامان سفر اپنے کاندھوں پر لئے ہوئے مختلف جہان سے آرہے ہیں ان میں خصوصاً بلوچستان کے لوگ زیادہ ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ مولانا صاحب یعنی حضور کا نام مبارک لے کر کہتے ہیں تشریف لائے ہیں اس لئے ہم لوگ سفر کر کے حاضر ہوئے ہیں اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ نہیں ہیں درحقیقت حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی ومالی ویہاتی وقومی ہیں اور اس وقت تک جتنے روز مجالس میں حضوری ہوئی ہے وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسیں تھیں۔

(اصدق الرویا ص۱۰)

خط کشیدہ الفاظ میں غور فرمائیے خصوصاً ان الفاظ میں کہ آپ نہیں ہیں درحقیقت حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں" اب تو بالکل واضح ہوگیا کہ تھانوی صاحب حقیقت میں تھانوی صاحب نہیں ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ معاذ اللہ۔

نیز اس خواب میں تبلیغی جماعت کی ٹولیوں کا نقشہ پیش کیا گیا ہے تاکہ اس خواب سے وہ اس فریب میں آجائیں کہ جہاں اُن کی مجلس ہوتی ہے وہاں حضور تشریف لاتے ہیں اور انکی مجلس حضور ہی کی مجلس ہوتی ہے چنانچہ خواب کے آخری جملے اس کی شہادت ہیں۔ ان کی مجالس میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور اُن کی مجالس حضور ہی کی مجالس ہوں اور اگر اہل سنت یہ کہہ دیں کہ حضور کسی خاص محفل میلاد میں تشریف فرما ہوجاتے ہیں تو پھر انہی حضرات کی طرف سے شرک کا فتویٰ۔

۳۴۔ محمود حسین از مدرسہ شاہی مراد آباد کا خواب:

آج کئی دن گذر گئے کمترین نے ایک خواب حضور (اشرف علی تھانوی) کے

متعلق دیکھا تھا لیکن فوراً بوجہ مشغولیت امتحان کے اطلاع نہ دے سکا اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص رات کو مجھے کہہ رہا ہے کہ مولانا کا انتقال ہوگیا ہے اور ہمارا ملنے والا ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینے کے لئے جارہا ہوں اب وہ شخص گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف پر جاکر آواز دی کہ مولانا کا انتقال ہوگیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خبر سُن کر فوراً قبر مبارک سے اُٹھے اور آپ کے جنازہ کے لئے چلے۔ خواب کا مضمون تمام ہوا (اصدق الرویا ص۱)

۳۵۔ شہاب الدین کشمیری گیٹ دہلی کا خواب:

یہ خواب نظر آیا کہ ایک اُونچی کرسی کی سی مسجد ہے اور جمعہ کی نماز کے لئے صف بندی ہو رہی ہے اور احقر صحن مسجد میں ہے کسی شخص نے کہا کہ یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احقر کے بائیں جانب تھے احقر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا اور احقر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنا رومال بچھادیا۔ اتنے ہی میں صحن مسجد میں دو شخصوں میں کچھ جھگڑا ہوگیا۔ آں حضرت اس طرف متوجہ ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک سب سفید تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مُبارک احقر کو یاد نہ رہا اور اس مسجد میں حضرت والا نماز جمعہ یعنی آپ (اشرف علی تھانوی) پڑھا رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احقر کا بازو پکڑ کر اپنے آگے کی صف میں کر دیا تھا۔ اس خواب کی وجہ سے دن کو ایک قسم کی خوشی ایسی معلوم ہوئی کہ جس کے اظہار کو کوئی لفظ ہی سمجھ میں نہ آیا جو تحریر کروں۔ (اصدق الرویا ص۲۳/۲)

ان دونوں خوابوں میں غور فرمائیے۔ پہلے خواب سے ثابت ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھانوی صاحب کی نماز جنازہ پڑھی۔ ظاہر ہے کہ تھانوی صاحب کی نمازِ جنازہ کسی مولوی نے پڑھائی ہوگی تو وہ مولوی امام ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی

بنے اور دوسرے خواب سے صراحتہً ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھانوی صاحب کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی تو تھانوی صاحب امام ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی۔ ان خوابوں کی اشاعت کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بتایا جائے کہ تھانوی صاحب کا مقام اتنا بلند ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی اقتدار کرتے ہیں۔ معاذ اللہ

۳۶۔ ایک مُریدنی خاتون کا خواب بھی ملاحظہ ہو وہ کہتی ہے:

ایک جنگل سے گزر ہوا وہاں ایک تخت ہے کچھ اونچا سا اس پر زینہ ہے ایک میں اور دو تین آدمی ہیں ہم سب کھڑے ہیں حضرت رسول اللہؐ کے انتظار میں اتنے میں معلوم ہوا کہ جیسے بجلی چمکی تھوڑی دیر میں حضرت تشریف لائے اور زینہ پر چڑھ کر میرے سے بغل گیر ہوئے اور مجھ کو خوب زور سے بھینچ دیا جس سے سارا تخت ہل گیا۔ حضرت بولے کہ تجھ کو پل صراط پر چلنے کی مادت ڈالتا ہوں صورت شکل بالکل مولانا اشرف علی صاحب کیسی ہے اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ (صدق الرؤیا ص ۲۳ ج ۲)

مُریدنی کے اس خواب خصوصاً خط کشیدہ الفاظ میں غور فرمائیے۔ پہلے تو کہا میں ہوں ایک تخت ہے۔ پھر کہا ایک میں اور دو تین آدمی ہیں نامعلوم یہ دو تین آدمی ایک دم کہاں سے آ گئے؟ چلئے ہو سکتا ہے کہ شاید پہلے نظر نہ آئے ہوں یا غیب سے ایک دم نمودار ہو گئے ہوں مگر اس کے بعد کے شرمناک الفاظ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر نہ تو ان دو تین آدمیوں سے سلام کلام نہ کیا آتے ہی ایک غیر عورت سے بغل گیر ہو گئے اور اتنا زور سے اس کو دبایا کہ سارا تخت ہل گیا وہ بھی دو تین آدمیوں کے سامنے بتائیے کوئی بزرگ یا عالم تشریف لائیں اور اُن کے انتظار میں دو تین آدمی اور ایک عورت از راہِ عقیدت مندی کھڑے ہوں اور وہ بزرگ یا عالم آتے ہی اس عورت سے چمٹ جائیں اور [illegible]

دبائیں اور ہل جل کریں کہ سارا تخت ہلا کر رکھ دیں نہ ان آدمیوں سے سلام نہ کلام تو ان آدمیوں پر اس کا کیا اثر ہوگا اور پھر اس بات کو شائع کر دیں تو پڑھنے والوں کی نظر میں اس بزرگ یا عالم کی حیثیت کیا ہوگی؟ ایک بزرگ اور عالم کے لئے یہ بات انتہائی نامناسب اور شرمناک تصوّر کی جائے گی چہ جائیکہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کی نسبت؟ العیاذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو غیر عورتوں سے مصافحہ بھی نہیں فرماتے تھے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ تو خواب ہے۔ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کو خواب میں ملتے ہیں تو وہ بلاشبہ آپ ہی ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسی حرکت نہیں فرما سکتے۔ ہاں اس خاتون نے آخر میں جو کہا ہے کہ صورت و شکل بالکل مولانا اشرف علی صاحب کی سی ہے تو اس سے مسئلہ کچھ حل ہو جاتا ہے اور یہ جو اس خاتون نے کہا کہ حضرت نے فرمایا تجھ کو پل صراط پر چلنے کی عادت ڈالتا ہوں تو یہ بھی خوب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری ظاہری حیات میں کسی صحابی یا صحابیہ کو اس طرح پل صراط پر چلنے کی عادت نہیں ڈالی نامعلوم اس خاتون کے لئے یہ طریقہ کیوں اختیار فرمایا؟ اور پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ عادت تو اس کام کی ڈالی جاتی ہے جو ہمیشہ کرنا ہوتا ہے پُل صراط پر تو ایک ہی مرتبہ چلنا ہے۔ شاید اس مُریدنی کو بار بار گزرنا ہوگا۔ بلاشبہ جو کوئی ایسی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے جو آپ نے نہیں فرمائی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

۳۷۔ محبوبانِ خدا کی شان میں گستاخی و ہمسری و برابری کرنا وہابیہ دیوبندیہ کا شیوہ ہے۔ ہمسری و برابری کا وہ سلسلہ قائم کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً سیّد الانبیاء حبیب کبریا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت میں حصّہ بانٹنے سا جھگڑنے کے لئے تیار ہیں۔ ہر خصوصیّت کا انکار کر کے اس میں خود شرکت

کرتے ہیں۔ چنانچہ

مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں

لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں بلکہ دیگر اولیاً وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔ فقط بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص۱۲)

اس عبارت میں کتنی صراحت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص صفت رحمۃ للعالمین کا انکار ہے۔ صاف کہہ دیا ہے کہ لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں۔ اور اس میں خود شریک ہونے کے لئے کہہ دیا کہ علماء ربانیین کو بھی رحمۃ للعالمین کہنا جائز ہے۔

ہر وہ شخص جس کو عبارت فہمی کا سلیقہ ہے وہ خوب جانتا ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ کی مذکورہ عبارت کے تین جُز ہیں۔ دعویٰ، دلیل، تفریع، لفظ رحمۃ للعالمین صفتِ خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں۔ یہ دعویٰ ہے۔ بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں یہ دلیل ہے۔ لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دے تو جائز ہے۔ یہ تفریع ہے۔

یہ کلام صراحۃً پکار رہا ہے کہ رحمۃ للعالمین حضور کی مخصوص صفت نہیں بلکہ علماء ربانیین کو بھی رحمۃ للعالمین کہنا جائز ہے۔ رہی بتاویل کی قید یہ گنگوہی صاحب نے عام لوگوں کو پھنسانے کے لئے ایک آڑ بنائی ہے۔ ورنہ دلیل اگرچہ مثبت مُدعا نہیں مگر ان کا مقصود تو صفتِ خاصہ ہی اڑانا ہے۔

اب دیوبندیوں سے پوچھو کہ علماء ربانیین اُن کے نزدیک کون ہیں۔ کیا بریلوی ہیں؟ یا غیر مقلد ہیں۔ یا شیعہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ بریلویوں کو وہ بدعتی کہتے ہیں۔ غیر مقلدوں اور شیعوں کو گمراہ کہتے ہیں اور اپنے آپ کو علماء حق اور علماء ربانیین کہتے ہیں۔ تو مطلب یہی ہوا کہ ہمیں بھی رحمۃ للعالمین کہو مگر تاویل یہ کرلو کہ حضور بڑے رحمۃ للعالمین ہیں اور دیوبند کے مولوی چھوٹے رحمۃ للعالمین۔

جیسا کہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ حضور ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ مسلمانو! خوب غور سے سن لو کہ دیوبندیوں کا سب سے بڑا مقصد ہی یہی ہے کہ انبیاء اولیا خصوصاً جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام خصوصیتیں اُڑا دو اور انکار کردو کیونکہ جب تک خصوصیت کا انکار نہیں کرو گے۔ اس وقت تک برابری اور ہمسری نہ ہوسکے گی ہمسری اور برابری کرنے کے لئے اور مخصوص صفت رحمۃ للعالمین میں شریک ہونے کے لئے کہہ دیا کہ دوسرے پر اگر اس لفظ کو بتاویل بول دے تو جائز ہے اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں اور کسی صفت میں اعلیٰ ہونا اسی بات کی دلیل ہے کہ اس صفت میں اور بھی شریک ہیں۔ اگرچہ وہ ادنیٰ ہیں۔ تو نتیجہ یہی نکلا کہ حضور بڑے رحمۃ للعالمین ہیں اور دیوبند کے مُلاں چھوٹے رحمۃ للعالمین۔

۳۸۔ چنانچہ گنگوہی صاحب نے جب یہ فتویٰ دیا تو ان کے متعلق مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے یہ لکھا۔

کمینۂ غلامان خلیل احمد اپنے ملجا و ماویٰ میرزاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علی العالمین غیاث المریدین غوث المشترشدین نائب رسول رب العالمین قطب زمانہ، مجتہد عصرہ دادا نحضرت مولائی و مرشدی مولانا مولوی رشید احمد صاحب دام اللہ ظلال برکاتہم علی العالمین۔

(تذکرۃ الرشید ص ۱۴۹ ج ۱)

دیکھیے اس میں گنگوہی صاحب کو میرزاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علی العالمین لکھا جس کا معنی

ہے۔ سارے جہانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پرنالے۔ آخر میں لکھا۔ دام اللہ ظلال برکاتہم علی العالمین۔ یعنی اللہ ان کی برکتوں کے سائے سارے جہانوں پر ہمیشہ رکھے۔ ان دونوں عبارتوں کا معنی یہ ہُوا رحمۃ للعالمین۔ برکات للعالمین۔ جیساکہ نائبِ رسول رب العالمین کہا تو جس طرح یہاں العالمین ہے اسی طرح دونوں عبارتوں میں العالمین ہے تو جس طرح اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کا رب ہے اُس کی ربوبیت سے کوئی چیز خارج نہیں اسی طرح گنگوہی صاحب سارے جہانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات ٹھہرے۔

۳۹۔ دیوبندی مولوی کے نزدیک شہیدانِ کربلا رضی اللہ عنہم کے مرثیہ کا جلانا یا زمین میں دفن کرنا ضروری ہے۔ دیکھو فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص۱۰۳

حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ کے لئے تو علماء دیوبند کا یہ فتویٰ کہ جلا دینا یا زمین میں دفن کر دینا ضروری ہے مگر دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے گنگوہی صاحب کا مرثیہ لکھا، پڑھا، پڑھوایا، چھپوایا، شائع کیا سارے دیوبندی مولوی اس سے متفق ہیں اس کا جلانا اور زمین میں دفن کرنا تو درکنار کسی نے اُس کی کراہت کا بھی فتویٰ نہ دیا۔ آخر یہ گنگوہی کی عقیدت اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عداوت نہیں تو اور کیا ہے۔

دیوبندیو! جب شہیدانِ کربلا کا مرثیہ جلا دینا اور دفن کر دینا ضروری ہوا تو گنگوہی صاحب کا مرثیہ لکھنا اور چھپوا کر شائع کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

۴۰۔ دیوبندیوں کے نزدیک ان کے اپنے علماء و مشائخ کا مقام۔

(۱)۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کا توکل میں صبر و قناعت میں ریاضت و عبادت میں تقویٰ و طہارت میں مجاہدہ میں استقامت میں استغنا میں حب فی اللہ و بغض فی اللہ میں جس طرح کوئی مثل نہیں اسی طرح تبحر علمی میں وسعتِ نظر میں

نفقہ میں تحدیث میں عدالت وثقاہت میں حفظ واتقان میں فہم وفراست میں اور روایت ودرایت میں بھی کوئی نظیر نہ تھا۔ (تذکرۃ الرشید ص۳۱)

۲۔ نیز مرثیہ کے پہلے صفحہ پر ہے۔ مخدوم الکل مطاع العالم جناب مولانا رشید احمد یعنی سارے عالم کے مخدوم ہیں اور سارا عالم اُن کی اطاعت کرتا ہے۔

۳۔ واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھوکر پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے۔ (تذکرۃ الرشید ص۱۱۳)

۴۔ خوش نصیب وہی ہے جو اپنے شیخ کی جوتیوں کے طفیل میں دین حاصل کرے۔ (تذکرۃ الرشید ص۷۰)

۵۔ گنگوہی صاحب کے متعلق لکھا "مجسم نور اور سرتاپا کمال" ص۳۱ اور دُوسرے مقام پر لکھا "سرتاپا نور" (تذکرۃ الرشید ص۶۲)

۶۔ حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق لکھا۔ حاجی صاحب بے شک چاند ہیں کہ اُن کے نور سے ہزارہا آدمی مستنیر ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے۔
(امداد المشتاق ص۱۲۹)

۷۔ مرشدوں کی محبت عین اللہ ورسُول کی محبت ہے کہ اُن کے نائب ہیں۔
(امداد المشتاق ص۲۷۱)

۸۔ پیر کی مدح خدا اور رسُول ہی کی مدح ہے۔ (امداد المشتاق ص۱۱۶)

قارئین حضرات! آپ نے ان چالیس۴۰ حوالوں میں دیوبندی حضرات کی اپنے علماء ومشائخ کے ساتھ عقیدت ومحبت جذبات وخیالات۔ انتہائی غلو مبالغہ اور حد سے بڑھانے کی جھلکیاں گزشتہ صفحات میں دیکھیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے اور یہ حوالے اور خیالات عوام اور جاہل مریدوں کے نہیں بلکہ ان کے اکابر علماء کے ہیں یا اُن کے مُصدقہ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو مُربی

خلائق بنایا۔ ان کی مسیحائی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحائی سے بڑھ کر بتایا۔ ان کے کالے کالے بندوں کو یوسف ثانی کہا۔ بانیٔ اسلام کا ثانی بنایا۔ گنگوہی کے مکان کی اتنی عظمت بڑھائی کہ اہل عرفان بیت اللہ شریف میں بھی گنگوہ کا راستہ پوچھتے پھرتے تھے۔ ان کی قبر کو طور سے تشبیہ دے کر ان کو خدا ٹھہرایا اور اَرِنی کہنے والے موسیٰ بنے۔ ان کو جمیع حاجاتِ جسمانی و روحانی کا حاجت روا کہا۔ ان کے حکم کو قضائے مبرم کی تلوار کہا۔ ان کی غلامی کے داغ کو مسلمانی کا تمغہ قرار دیا۔ ان کو مسیائے زماں یعنی حضرت عیسیٰ بنا کر فلک پر پہنچایا اور ماہِ کنعانی یعنی حضرت یوسف بنا کر چاہِ لحد میں چھپایا ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر اور ان کی وفات کو آپ کی وفات کا نقشہ قرار دیا۔ انکی سوانح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح قرار دیا۔ نورِ مجسم۔ سرتاپا نور۔ سرتاپا کمال اور تمام اوصافِ حسنہ علمی و عملی میں بے مثل و بے نظیر ٹھہرایا۔ ان کو تمام عالمین پر اللہ تعالےٰ کی رحمت و برکات قرار دیا۔ آفتاب نور بنایا۔ صدیق و فاروق شہید و صالح اور مرنے کے بعد بھی زندہ کہا اور اُن کی حیات کے منکر کو نادان ٹھہرایا۔ ان کے سینے کو چراغِ نبوت کا طاق کہا۔ حضرت جنید۔ شبلی۔ ابو مسعود۔ غوثِ اعظم محی الدین جیلانی اور شیخ اکبر کا ثانی کہا۔ اولیاء کی گردنوں کو ان کے سامنے خم بتایا۔ مریدوں اور طالبوں کا بڑا فریادرس یعنی غوث اعظم و غیاث وغیرہ بنایا۔ اُنہی کے دم سے بڑے بڑے ائمہ اسلام کا زندہ نظر آنا ٹھہرایا۔ انہی کو گلشن اسلام کا نگہبان قرار دیا اور جب تک امام مہدی نہیں آتے۔ اس وقت تک گلشن کو [illegible] نگہبان ٹھہرایا۔ ان کو میزاب ہدایت قرار دیا، اور جس نے ان کے سوا کسی اور جگہ سے ہدایت ڈھونڈی اس کو گمراہ بتایا۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو خواب و بیداری میں رسول اللہ اور نبی کہا گیا جس پر کوئی باز پرس تک نہ کی گئی اور اُن کے [illegible] ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُردو زبان کے سیکھنے میں اپنا شاگرد بنایا۔ حضور کو علماً

دیوبند کا کھانا پکانے والا کہا گیا۔ حضور کو تھانوی کی شکل وصورت میں بتایا اور ایک غیر عورت سے بغلگیر کروایا۔ تھانوی صاحب کو اور ان کا جنازہ پڑھانے والے کو حضور کا امام اور حضور کو ان کا مقتدی بنایا۔ اپنے مولویوں اور پیروں کے متعلق خوش اعتقادی کا یوں مظاہرہ کیا کہ دین انکی جوتیوں کے طفیل میں حاصل کرنے والا خوش نصیب ہے ان کی محبت اور مدح کو عین اللہ و رسول کی محبت اور مدح قرار دیا اور تھانوی صاحب کے پاؤں دھو کر پینے کو نجات آخرت کا سبب قرار دیا وغیرہ وغیرہ۔ ادھر تو یہ عالم ہے اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے کہ سرور انبیا حبیب کبریا باعث ارض وسما رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین عالم ما کان ومایکون صاحب قاب قوسین وسیلتنا فی الدارین صاحب لواء الحمد ومقام المحمود سید الوجود نبینا وحبیبنا وشفیعنا احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے متعلق ان لوگوں کے خیالات کیا ہیں؟ اس باب کو پڑھنے سے پہلے عقیدہ کے متعلق ایک ضروری اُصول ملاحظہ فرمالیجیے:

عقیدہ کے متعلق اُصول

عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہوجائیں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں (براہین قاطعہ صـ۱۵ مُصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ عقیدہ محض قیاس سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر ہے

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء علیٰ ان شاتم النبی صلی

اللہ علیہ وسلّم والمستنقص لہ کافر ومن شك فی کفرہ وعذابہ کفر (اکفار الملحدین مؤلفہ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی ص۵۱)

محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ تمام علماء اُمّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین وتنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وُہ بھی کافر ہے۔

کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے قصد ونیّت پر نہیں

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواھر ولا نظر للمقصود و النیات ولا نظر لقرائن حالہ (اکفار الملحدین ص۷۳)

کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے قصد ونیت اور قرائن حال پر نہیں۔ نیز اسی اکفار الملحدین کے ص۸۶ پر ہے۔

وقد ذکر العلماء ان التھور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر

علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کی شان میں جُرأت ودلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین آمیز کلمات کہنا کفر ہے اور اس بارے میں قائل کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا یعنی یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ کلمۂ توہین کہنے والے کی نیت توہین کی ہے یا نہیں۔ اگر الفاظ عرف ومحاورہ میں صریح توہین آمیز ہیں تو یقیناً اس کو کافر کہا جائے گا اور اس میں کوئی تاویل قابلِ قبول نہ ہوگی۔ اگر باوجود صراحت کے کوئی تاویل کرے گا تو وہ تاویل فاسد ہوگی اور تاویل فاسد خود بمنزلہ کفر ہے۔

قال حبیب بن ربیع ان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل (اکفار الملحدین ص۴۳) حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا۔ یہی علماء دیوبند کے مقتداء فرماتے ہیں التاویل الفاسد کالکفر (اکفار ص۶۲) کہ تاویل فاسد کفر کی طرح ہے۔

بلاشبہ یہی حق ہے ورنہ کفر و الحاد اور توہین و تنقیص کا دروازہ کھل جائے گا اور ہر دریدہ دہن اور بے ادب گستاخ جو چاہے گا کہتا پھرے گا جب گرفت ہو گی تو صاف کہہ دے گا کہ میری نیت توہین کی نہ تھی اور کوئی تاویل کر دے گا۔ یاد رکھیے جس طرح لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی ایسے ہی نیت کا عذر بھی اس میں قابل قبول نہ ہو گا۔ مثلاً کوئی شخص کسی بزرگ سے کہے گا کہ آپ بڑے ولد الحرام ہیں یعنی حرام کے بچے ہیں اور پھر تاویل یہ کرے کہ لفظ حرام کے معنی فعل حرام نہیں بلکہ محترم کے ہیں جیسے المسجد الحرام۔ لہٰذا ولد الحرام سے مُراد ولد محترم ہے اور معنی یہ ہیں کہ آپ بڑے محترم کے بچے ہیں تو کیا کوئی اہل انصاف کسی بزرگ کے حق میں اس تاویل کی رو سے لفظ ولد الحرام بولنے کو جائز قرار دے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ اس لفظ کو بر بنائے عرف و محاورہ اہل زبان کلمہ توہین ہی قرار دے گا۔

لہٰذا قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ وُہ علماء دیوبند کی توہین آمیز عبارات پڑھتے وقت اس اُصول کو پیش نظر رکھیں اور یہ دیکھیں کہ ان عبارات میں توہین ہے یا نہیں۔

توہین و تنقیص علم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ علماء دیوبند کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ملک الموت اور شیطان کا علم زیادہ ہے اور ملک الموت اور شیطان کے علم کی زیادتی نصوص قطعیہ یعنی

قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور حضور کے علم کی زیادتی کے لئے علمائے دیوبند کے نزدیک کوئی نص قطعی نہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (زیادتی) نص سے (قرآن وحدیث سے) ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی ص۵۱)

اس عبارت میں ساری زمین کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو شرک کہا مگر اسی شرک کو ملک الموت اور شیطان کے لئے نص سے ثابت مانا۔ چنانچہ الفاظ عبارت میں غور فرمائیے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی یعنی شیطان اور ملک الموت کے وسعت علم کے لئے تو نص ہے جس سے وہ ثابت ہے اور اس نص سے مراد بھی نص قطعی ہے بلکہ نصوص قطعیہ ہیں چنانچہ براہین قاطعہ کے اسی صفحہ پر اس عبارت سے چند سطر پہلے لکھا ہے۔ ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعتِ علم دی۔ اس کا حال نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ فخر عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے یعنی فخر عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی نہیں اگر نص ہوتی تو مانا جاتا چونکہ نص نہیں لہٰذا حضور کیلئے یہ علم ماننا شرک ہے کتنی صراحت ہے کہ جس وسعتِ علم کو شیطان اور ملک الموت کے لئے نصوص قطعیہ سے ثابت مانا اسی وسعتِ علم کا حضور کیلئے بوجہ نص نہ ہونے کے انکار کیا اور اس کو شرک بتایا اور شرک بھی وہ جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں کیسی جہالت کی بات ہے اس لئے کہ یہ بات مسلمہ ہے کہ شرک میں تفریق نہیں ہو سکتی۔

جو بات مخلوق میں ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہو وہ جس کے لئے بھی ثابت کی جائے گی شرک ہی ہوگی۔ کیونکہ کوئی خدا کا شریک نہیں ہو سکتا اور اس عبارت میں جس علم کا حضور کے لئے ثابت کرنا شرک خالص کہا خود اسی علم کو شیطان و ملک الموت کے لئے ثابت مانا۔ شیطان مردود سے ایسی خوش عقیدگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی عداوت۔ یہ بھی خیال نہ کیا کہ جس علم کا ثابت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرک ہے وہ شیطان مردود کے لئے کیسے ثابت ہو سکتا ہے وہ بھی قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ سے۔ معاذ اللہ۔

اس عبارت کے دو سطر کے بعد لکھا پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کی برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔ (براہین قاطعہ ص۵۲)

ان دونوں عبارتوں میں کتنی صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم ہے۔ یہ دونوں عبارتیں صریح کفر ہیں اور ان عبارات پر علماء عرب و عجم نے کفر کا فتویٰ دیا۔ جب فتویٰ لگا تو علماء دیوبند نے فوراً رخ بدلا اور اس فتوے کو غلط ثابت کرنے اور اپنے آپ کو کفر سے بچانے کے لئے کوشش کی مگر اس کوشش سے ان کا کفر اور پکا ہو گیا چنانچہ ملاحظہ ہو۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے لکھا:

ہمیشہ سے میرا اور میرے بزرگوں کا عقیدہ آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(بسط البنان ص۷ سیف یمانی ص۸)

مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی نے لکھا:

ہمارا اور ہمارے تمام اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ

تعالےٰ نے جس قدر علوم کمالیہ عطا فرمائے اتنے ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کی پاک جماعت میں بھی کسی کو نہیں دیئے۔ (سیف یمانی ص۸)

خود براہین قاطعہ کے مؤلف مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا:

میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے۔

(الختم علی لسان الخصم ص۶ قطع الوتین ص۱)

یہی انبیٹھوی صاحب المہند میں جس پر تمام دیوبندی کنبہ کی تصدیقیں ہیں، لکھتے ہیں: ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے (المہند ص۲۷)

قارئین حضرات! علماء دیوبند کے پلٹا کھانے کے بعد کی ان چار عبارتوں کو دیکھیے اور دیوبندی حضرات سے سوال کیجیے کہ تمہارے نزدیک اوپر والی دو۲ عبارتیں درست ہیں یا نیچے والی چار عبارتیں؟ اگر اوپر والی دو۲ عبارتوں کو درست کہو تو نیچے والی چار عبارتوں کے قائل کافر و مشرک قرار پاتے ہیں اور اگر نیچے والی چار عبارتوں کو درست کہو تو اوپر کی دو۲ عبارتوں کے قائل کافر مرتد اور ملعون قرار پاتے ہیں اور اگر دونوں کو درست کہو تو نیچے اور اوپر والے سب ہی کافر مرتد اور مشرک و ملعون ٹھہرتے ہیں۔ دیکھئے اوپر والوں نے کہا تھا کہ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی نہیں اور عقیدہ نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے تو نیچے والوں کو فتویٰ لگنے کے بعد کہاں سے نص قطعی ہاتھ میں آگئی کہ یہ کہا کہ ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ جمیع کمالات علمیہ عینیہ میں ساری مخلوقات سے افضل اور برتر ہیں اوپر والوں نے کہا تھا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی نہیں چہ جائیکہ زیادہ فتویٰ لگنے کے بعد نیچے والوں نے کہا ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں (کسے باشد) کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے۔ بہرصورت

نیچے اوپر والوں نے خود ہی اپنے حق میں کفر کی رجسٹری کر دی اب کسی طرح یہ کفر اٹھایا نہیں جا سکتا۔

عجب کچھ پھیر میں ہے سینے والا جیب و داماں کا

جو یہ ٹانکا تو وہ اُدھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ اُدھڑا

۲- دیوبندیوں تبلیغیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دی ہے جس میں حضور کی سخت توہین ہے۔ تھانوی صاحب کی عبارت یہ ہے:

پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ چار سطر کے بعد لکھا اور اگر تمام علوم غیب مُراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔

(حفظ الایمان ص ۸)

اس ناپاک عبارت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص بالکل ظاہر بلکہ اظہر ہے، یہ عبارت کوئی جرمنی چینی یا جاپانی زبان میں نہیں ہے جس کا مطلب و مراد سمجھنے میں کوئی دشواری ہو بلکہ صاف و صریح معمولی اُردو ہے اور ہر اُردو زبان جاننے والا اس کا مطلب و مُراد بآسانی خوب سمجھتا ہے کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب نے علمِ غیب کی دو قسمیں کی ہیں بعض غیب اور کل غیب دوسری قسم کل غیب کو تو حضور کے لئے نقلاً و عقلاً باطل بتایا اور نہ کوئی حضور کے لئے غیر متناہی

کا قائل ہے۔ جب دوسری قسم باطل ہو گئی تو صرف پہلی قسم بعض علم غیب ہی رہی۔ اسی کو حضور کے لئے ثابت مانا اور وہی واقعی حضور کا علم ہے اسی کو لے کر کہا۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے یعنی کوئی تخصیص نہیں اس میں صاف صاف تخصیص کی نفی ہے۔ جب تخصیص نہ رہی تو یہ آپ کی صفت خاصہ کمالیہ نہ رہی اسی لئے کہا ایسا علم غیب جیسا کہ حضور کو ہے تو زید و عمرو یعنی عام آدمیوں کو بلکہ ہر صبی و مجنون یعنی تمام نابالغ بچوں اور پاگلوں کو بلکہ جمیع حیوانات و بہائم یعنی تمام حیوانوں اور تمام چوپایوں کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔

اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں پاگلوں اور تمام جانوروں کے علم سے تشبیہ دے کر حضور کی سخت توہین کی گئی ہے اور حضور کی توہین کفر ہے۔ اسی لئے عرب و عجم کے سینکڑوں علماء کرام نے اس ناپاک عبارت کو کفریہ عبارت قرار دیا اور اس کے قائل کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا (تفصیل کے لئے دیکھو کتاب الصوارم الہندیہ دیوبندی مذہب) جب اس عبارت پر کفر کا فتویٰ لگا تو تھانوی صاحب اور ان کی پارٹی نے اس عبارت کی مختلف توجیہیں کرنی شروع کر دیں اور سر توڑ کوشش کی کہ کسی طرح اس کفریہ عبارت کو درست اور ایمانی عبارت ثابت کر دیں لیکن نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلا مثلاً مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی نے حفظ الایمان کی اس عبارت پر ایک کتاب لکھی توضیح البیان فی حفظ الایمان اس کے صفحہ ۸ پر لکھا۔ واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اسکے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔ یعنی حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ "ایسا" اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہیں مانند یا مثل کے معنی میں نہیں ہے۔

اسی کتاب کے صـ۱۷ پر لکھا عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا" بمعنی اس قدر اور

اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی ؟ یعنی حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ "ایسا" معنی میں اتنا اور اس قدر کے ہے تشبیہ کے معنی میں نہیں۔ مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی نے بھی دربھنگی صاحب کی ہمنوائی کرتے ہوئے فرمایا حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی "ایسا" تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ وہ یہاں بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔

(فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۳۲)

اسی کتاب کے صفحہ ۴۰ پر لکھا حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسے کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں وہ (یعنی لفظ ایسا) بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۴۸ پر ہے " ایسا تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں مستعمل ہے"

اسی کتاب کے صفحہ ۳۵ پر ہے۔ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو ہمارے نزدیک بھی موجب کفر ہے۔

نوٹ! مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی اور شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اسی عبارت پر بریلی شریف میں مناظرہ ہوا تھا اس میں مولانا سردار احمد صاحب قبلہ کا یہ فرمانا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ "ایسا" جو ہے وہ تشبیہ کے لئے ہے۔ مولوی منظور احمد صاحب کا یہ کہنا تھا کہ لفظ "ایسا" اتنا یا اس قدر کے معنی میں ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے مولوی منظور احمد صاحب نے کہا کہ اگر اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو ہمارے نزدیک بھی موجب کفر ہے۔

قارئین محترم! مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی اور مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی کی توجیہی عبارات کا حاصل اور نتیجہ یہ ہوا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا علم غیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ اتنا اور اس قدر کے معنی میں

ہے ہاں اگر تشبیہ کے لئے ہوتا تو ضرور توہینِ علم نبوّت ہوتی جو موجبِ کفر ہے۔ اب صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی ثم مدنی کی سنیئے۔ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا تھانوی عبارت میں لفظ "ایسا" فرما رہے ہیں لفظ "اتنا" تو نہیں فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ (الشہاب الثاقب ص۱۰۲)

اسی کتاب میں آگے فرماتے ہیں اس سے بھی اگر قطع نظر کر لیں تو لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے (ص۱۰۲)

یعنی اس عبارت میں لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے ہے اگر اتنا یا اس قدر ہوتا تو البتہ یہ احتمال ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اور چیزوں (یعنی بچوں اور پاگلوں اور جانوروں) کے برابر کر دیا۔ معاذ اللہ

نتیجہ تو نتیجہ اور حاصل یہ نکلا کہ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی اور مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی کی توجیہہ اور تاویل کی بنا پر مولوی حسین احمد صاحب کافر ہو جاتے ہیں اور مولوی حسین احمد کی تاویل و توجیہہ کے مطابق مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی منظور احمد کافر ہوتے ہیں اور آج کے دیوبندی ان سبکو اپنا پیشوا اور مقتدا مان کر کیا ہوئے؟ جواب ظاہر ہے۔

ایک اور توجیہہ حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا علم غیب سے حضور کا علم مراد نہیں بلکہ بعض مطلق علم غیب مراد ہے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ توجیہہ بھی بالکل غلط ہے کیونکہ پوری عبارت یہی شہادت دے رہی ہے کہ ایسا علم غیب سے مراد حضور ہی کا علم غیب ہے اس لئے کہ شروع میں ہے پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اس سے حضور کی ذات میں علم غیب کا حکم کرنے میں کلام ہے تو علم غیب بھی حضور ہی کا مراد ہوا [illegible] صاحب نے

زید سے دریافت کیا تو کس کے علمِ غیب کو بچھو رہی کے اور کہا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اس عبارت میں تھانوی صاحب نے کس کا علم پوچھا ہے؟ ظاہر ہے کہ حضور ہی کا علم غیب دریافت کیا ہے اور حضور ہی کے علمِ غیب کی دو قسمیں کیں بعض غیب یا کل غیب کل غیب تو خود ہی بعد میں نقلاً و عقلاً باطل کر دیا۔ تو کل غیب کس کے لئے باطل کیا حضور ہی کے لئے۔ اب رہ گیا بعض غیب تو بعض کس کا علم رہا حضور ہی کا رہا اسی کے متعلق تھانوی صاحب نے کہا اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے اس عبارت میں کس کی تخصیص کی نفی کی ہے۔ حضور ہی کی جب تخصیص نہ رہی تو مشارکت و مشابہت لازم آگئی۔ اسی لئے کہا ایسا علم غیب جیسا کہ حضور کو ہے تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ لہٰذا اب لفظ ایسا علم غیب سے مراد کسی اور کا علم غیب ہرگز نہیں ہو سکتا حضور ہی کا علم غیب مُراد ہوا اور اسی کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں سے تشبیہہ دی۔ تو یہ توجیہہ بھی غلط ثابت ہوئی کہ ایسا علم غیب سے مراد حضور کا علم غیب نہیں بلکہ بعض مطلق علم غیب ہے۔ اور اگر لفظ ایسا تشبیہہ کے لئے نہ بھی ہو بلکہ اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہو تو بھی یہ عبارت کفریہ ہی ہوگی چنانچہ ملاحظہ فرمائیں۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب یعنی اتنا اور اس قدر علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ ہر اُردو جاننے والا سمجھتا ہے کہ اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح توہین ہے اس لئے کہ اب اس کا مطلب یہ ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب اتنا اور اس قدر ہے جتنا بچوں، پاگلوں اور جانوروں کا ہے۔ معاذ اللہ بلاشبہ یہ عبارت کفریہ ہے کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔

تھانوی صاحب کے معتقدین کہتے ہیں کہ اس عبارت میں صریح توہین تو کیا توہین

کا شائبہ تک نہیں ہے تم سمجھے نہیں ہو وہ حکیم الامت تھے اُن کی بات سمجھنا کوئی معمولی بات ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان لوگوں کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ اگر واقعی آپ لوگوں کے نزدیک یہ عبارت گستاخانہ نہیں اور اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں تو ازراہِ دیانت اصل عبارت اور اس کے فوٹو میں نہایت ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔

اصل عبارت	فوٹو
پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدس پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مُراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔	پھر یہ کہ آپ کی ذات [illegible] پر علم کا حکم کیا جانا اگر [illegible] صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علم ہے یا کل علم۔ اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں تھانوی صاحب کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ایرے غیرے بلکہ ہر نابالغ بچے اور ہر پاگل بلکہ تمام حیوانوں یعنی گھوڑوں اور گدھوں وغیرہ اور ہر چار پائے یعنی کتوں بلوّں سوروں وغیرہ کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے۔

اب تھانوی صاحب کے معتقدین بتائیں کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب اور ان کے علم کی توہین ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور واقعی ہے تو تھانوی صاحب کی بالکل بعینہٖ اسی قسم کی عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے علم شریف کی توہین ہے یا نہیں؟ اور آپ کی توہین کفر ہے یا نہیں؟

اگر توہین نہیں ہے تو یہی عبارت تھانوی صاحب کے متعلق چھپوا کر شائع کر

دیں۔ مگر حاشا وکلا تھانوی صاحب کے معتقدین ہرگز ایسا نہیں کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر ایسا کریں گے تو تھانوی صاحب کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہوگی۔ رہا یہ سوال کہ پھر وہی عبارت وہی الفاظ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت بڑی گستاخی کیوں نہیں؟ کیا یہ تھانوی صاحب کے ساتھ عقیدت اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کی کھلی ہوئی دلیل نہیں کہ جو الفاظ تھانوی صاحب نے حضور کے لئے استعمال کیئے ہیں بعینہٖ وہی الفاظ تھانوی صاحب کے لئے استعمال کرنا گستاخی ہے کیا تھانوی صاحب کی شان حضور کی شان سے بڑھی ہوئی ہے۔ معاذ اللہ

ایک مُغالطہ

دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے تو فقط عالم الغیب کے اطلاق کے متعلق کہا ہے کہ اگر زید بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہتا ہے تو بعض علم غیب اگرچہ تھوڑا سا ہو تو زید و عمرو بلکہ ہر بچہ اور ہر دیوانہ بلکہ جملہ حیوانات اور چوپایوں کو بھی حاصل ہے تو پھر زید سب کو عالم الغیب کہے؟

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بہت سے علوم غیبیہ عطا فرمائے اور آپ بعطائے الٰہی غیب کے عالم ہیں اور آپ کی ذات میں اس لفظ کے معنی متحقق ہیں لیکن بعض الفاظ کی خصوصیت ہوتی ہے جیسے بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحم والے ہیں مہربان ہیں مگر آپ کو لفظی خصوصیت کی بنا پر "رحمٰن" کہنا جائز نہیں یا جیسا کہ آپ بلاشبہ عزیز و جلیل ہیں مگر آپ کو محمد عزوجل کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ آپ کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں مگر دیوبندی حضرات تعصب اور ضد کی پٹی آنکھوں سے اتار کر حفظ الایمان کی عبارت کے الفاظ دیکھیں پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو۔ تھانوی صاحب

تو عالم الغیب کیا آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا بھی صحیح نہیں مانتے اسی لئے کہا اگر بقول زید صحیح ہو یعنی ہم تو صحیح نہیں مانتے اگر زید کے قول کے مطابق صحیح ہو تو معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب تو علم غیب کے حکم ہی کو رد کر رہے ہیں۔ کیا حفظ الایمان کی عبارت میں علم غیب کا حکم کیا جانا ہے یا عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا ہے۔ عبارت میں حکم کا لفظ ہے یا اطلاق عالم الغیب کا؟ پھر یہ کہنا کہ عالم الغیب کے اطلاق کے متعلق کہا ہے غلط ہے یا نہیں؟

مخلصین کا مشورہ

حفظ الایمان کی اس ناپاک اور ایمان سوز عبارت کے متعلق خود تھانوی صاحب کے بعض مخلص مریدین نے بذریعہ خط تھانوی صاحب کی خدمت میں التجا کی کہ اس عبارت میں مناسب ترمیم کر دی جائے جس سے توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شائبہ نہ رہے۔ چنانچہ ان کے خط میں سے کچھ عبارت بعینہٖ نقل کی جاتی ہے

ایسے الفاظ جن میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو علوم مجانین و بہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوادبی کو مشعر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کر لیا جائے جس میں مخلصین حامیین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت اور ہیئت عبارت کا بحالہٖ ویا بالفاظہٖ باقی رکھنا ضروری ہے۔ (تغییر العنوان ص۱)

خط کی اس عبارت سے صاف طور پر یہ واضح ہے کہ خود تھانوی صاحب کے مریدین اور حامیین کو حسب ذیل باتوں کا اعتراف ہے۔

۱۔ کہ اس عبارت میں علوم غیبیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم مجانین و بہائم

سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ۲۔ اس میں سخت بے ادبی ہے۔ ۳۔ لہٰذا اس سے رجوع کر لینا چاہیے؟ ۴۔ اس عبارت پر بحث و مناظرہ میں ہم مخلصین و حامیین مخالفین و معترضین کو کوئی حق بجانب یعنی صحیح جواب نہیں دے پاتے اور ہمیں سخت دشواری پیش آتی ہے۔ ۵۔ یہ کوئی آسمانی اور الہامی عبارت تو ہے نہیں جس کا انہی الفاظ کے ساتھ باقی رکھنا ضروری ہے۔

قارئین حضرات! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ خود تھانوی صاحب ہی کے مخلصین و حامیین نے ان کو کیسا عاجزانہ و مخلصانہ اور کتنا مفید مشورہ دیا تھا جس کے مان لینے سے خود تھانوی صاحب کفر سے اور ان کے مخلصین و حامیین اس دشواری اور تکلیف سے نجات پا جاتے جو سُنّیوں کی گرفت کے وقت ان کو ہوتی ہے۔ لیکن تھانوی صاحب نے اس خیال سے کہ اگر اس مشورہ پر عبارت بدل دی تو عبارت کے کفریہ ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہے گا اور اس سے ہماری شان مجددیت میں فرق آجائے گا ان کے اس مشورے کو قبول نہ کیا۔ لیکن پھر ان کے چند خیر خواہوں نے عرض کیا جناب! آپ کی اس عبارت کے درست اور حق ہونے میں اصلاً کوئی شبہ نہیں۔ نہ اس میں کوئی بے ادبی ہے نہ اس میں کوئی تشبیہ ہے بڑی ایمان افروز عبارت ہے واہ واہ سبحان اللہ! لیکن حضور والا! لوگ چونکہ بدفہم ہیں اور وہ حضور کی بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ اس لئے آپ اس میں ترمیم فرمادیں۔ تھانوی صاحب نے فرمایا جزاکم اللہ بہت اچھا کیا تم نے پھر آنجناب نے عبارت کو بدلا لیکن یہ کہہ کر کہ وہ پہلی عبارت بھی بالکل حق اور درست ہے۔ گویا بات وہیں کی وہیں رہی۔

اے کاش! تھانوی صاحب اس عبارت کو بدلتے وقت پہلی عبارت کے غلط ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کر لیتے تو نہ آپس میں مناظروں اور مجادلوں کی نوبت آتی اور نہ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا دامن تار تار ہوتا۔ بڑے بڑے لوگوں سے بھی

غلطیاں ہوجاتی ہیں انسان کے تو خمیر میں ہی خطا و نسیان ہے اور یہ مقام بھی ضد اور ہٹ دھرمی کا نہیں تھا سرور انبیاء حبیب کبریا باعث ارض و سما حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کے تحفظ اور اپنے ایمان و کفر کا سوال تھا مگر بدنصیبی کا کیا علاج ع اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں۔

بدلی ہوئی عبارت

تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کی کفریہ عبارت کو حسب ذیل الفاظ میں بدلا۔

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔ (تغییر العنوان صہ۳)

پہلی عبارت جس کو بدلنے کے باوجود تھانوی صاحب حق اور درست مانتے ہیں، اس کے کفریہ ہونے پر کافی بحث ہوچکی ہے اب بدلی ہوئی عبارت ہدیۂ قارئین ہے۔

اس میں انہوں نے "ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے"۔ کے بجائے یوں کردیا کہ "مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں جس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ تھانوی صاحب مطلق بعض علوم غیبیہ کا حصول انبیاء تو کیا غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی مانتے ہیں دوسری جگہ یہی تھانوی صاحب فرماتے ہیں

"علم غیب جو بلاواسطہ (یعنی ذاتی) ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو (یعنی بذریعہ وحی وغیرہ) وہ مخلوق کے لئے ہوسکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں"۔ (بسط البنان صہ۲)

اس عبارت میں بھی انہوں نے علم غیب جو بواسطہ یعنی بذریعہ وحی وغیرہ عطا ہو کو مخلوق کے لئے صریح طور پر مانا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔

لیکن یہ تو ثابت ہو گیا کہ تھانوی صاحب مخلوق کے لئے علم غیب بلکہ علوم غیبیہ عطائی کے صریح طور پر قائل ہیں۔

لیکن اب ذرا انہی کے مسلک کے علماء کے ارشادات کی روشنی میں تھانوی صاحب کے متعلق فیصلہ کیجئے کہ وہ کون ٹھہرتے ہیں۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ:

○ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۰/۱ فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۲/۳)

○ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۰/۳)

○ اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۱/۲)

امام الوہابیہ دیوبندیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں:

○ کسی انبیاء اولیاء امام و شہیدوں کے جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر کے بھی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے (ورنہ مشرک ہو جائے گا) تقویۃ الایمان ص ۲۵

جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا یا کوئی امام یا کوئی بزرگ غیب کی بات جانتے تھے اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے سو وہ بڑا جھوٹا ہے بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوائے کوئی جانتا ہی نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۶)

مولوی قاری طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں:

اور جب آپ کو ہی علم غیب نہیں جو کمالات بشری کے منتہا اور خاتم ہیں تو مخلوقات میں کون رہ جاتا ہے جس کے لئے یہ کمال ثابت کیا جائے۔

(علم غیب ص ۱۵)

قارئین حضرات! ملاحظہ فرمایا آپ نے۔ تھانوی صاحب تو فرماتے ہیں کہ مطلق

بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیا علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں اور وہ علم غیب جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے اور گنگوہی صاحب، دہلوی صاحب اور دیوبند کے مہتمم صاحب فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے کسی تاویل سے بھی علم غیب ثابت کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا صریح شرک ہے اور اللہ کے سوا کسی کے متعلق بھی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتا ہے جو یہ عقیدہ رکھے گا وہ بڑا جھوٹا اور مشرک ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تھانوی صاحب عبارت بدل کر بھی نہ بچ سکے بلکہ اپنوں ہی کے ارشادات سے مشرک اور بڑے جھوٹے ثابت ہو گئے ؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

۳۔ لطیفہ! مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں

پس اس میں ہر چہار امام اور جملہ علماء متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں۔ (مسئلہ در علم غیب ص۲)

مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی زیر آیت ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب کے تحت رقمطراز ہیں:

خلاصہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے (ص۹۵)

مولوی قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جیسے علم غیب اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے جس میں کوئی غیر اللہ شریک نہیں ایسے ہی اللہ کی جانب سے غیب پر مطلع ہونا رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے جس میں کوئی غیر رسول شریک نہیں (علم غیب ص۳۲)

یہی قاری صاحب چند سطر آگے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے رسول کو غیب پر مطلع کر دیا ہے (علم غیب ص۳۵)

قارئین! غور فرمایئے۔ بڑے میاں تو فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں اور دو چھوٹے میاں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع ہیں اب ان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا یہ اُن کے ماننے والے ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

۴۔ خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں وَاللّٰہُ لَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (براہین قاطعہ)

اس عبارت میں براہین قاطعہ کے مصنف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی نفی میں دو روایتیں پیش کی ہیں پہلی روایت کا مفہوم اس کے نزدیک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ آخرت میں کیا معاملہ ہوگا۔ دوسری روایت کی نسبت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر کے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ معاذ اللہ۔ ان دونوں روایتوں کے متعلق گفتگو کرنے سے پہلے یہ عرض ہے کہ ثابت ہوا کہ دیوبندی حضرات کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو اپنی عاقبت اور نہ دوسروں کی عاقبت کا علم ہے بلکہ آپ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ العیاذ باللہ دیوبندیو! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ آیت نہیں اتری عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اور کیا اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ ط وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ ز وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۱۰/۱۷) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ ○ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا

اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۱۱/۲) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ط وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۙ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (۱۰/۹) وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۙ○ (۱۰/۱۵) لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (۲۶/۹) اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات نہیں ہیں کہ ہم دُنیا میں آخری ہیں لیکن قیامت کے دن اوّل ہوں گے۔ میں قیامت کے دن ساری اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا۔ سارے نبی میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ میں اگلوں پچھلوں میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں گا۔ لوگ جب خاموش ہوں گے تو میں خطیب ہوں گا۔ جب محبوس ہوں گے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ جب مایوس ہوں گے میں خوش خبری دینے والا ہوں گا۔ اس دن عزت و کرامت اور کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی جنتی حلّہ پہنایا جائے گا پھر میں عرش الٰہی کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا اور میرے سوا کوئی دوسرا اس جگہ کھڑا ہو۔ اور میں ہی پہلا وہ ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور زنجیر ہلاؤں گا تو اللہ جنت کا دروازہ کھولے گا پھر مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقرا مساکین ہوں گے۔ بہشت میں سب سے اونچا درجہ میرے لئے ہوگا۔ میں قیامت کے دن سارے نبیوں کا امام خطیب اور شفیع ہوں گا۔

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

شانِ رسالت کے منکرو! بتاؤ تمہارے بڑے مولوی خلیل احمد نے جو فرمانِ رسول کا مفہوم سمجھا اس پر ایمان و یقین اور عقیدہ رکھتے ہوئے تم کتنی آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ٹھہرتے ہو؟ آؤ ہم اہل سنت سے سنو کہ فرمانِ اقدس کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ لا ادری کے معنی صرف یہ ہیں کہ میں بغیر تعلیم خداوندی کے محض اٹکل و قیاس سے نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ کیونکہ ادری درایت سے ہے اور درایت کے معنی ہیں اٹکل و قیاس سے جاننا۔ فرمایا لا ادری میں اٹکل یا قیاس سے نہیں جانتا یعنی میرا علم قیاسی یا اٹکل پچو نہیں بلکہ میں تعلیم الٰہی سے جانتا ہوں۔

رہی دوسری روایت اس کے معاملے میں تو تمہارے بڑے مولوی نے بددیانتی کی انتہا کر دی کہ اس کو حضرت شیخ کی طرف نسبت کر دیا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت شیخ نے تو اس کا رد کرنے کے لئے اس کو بطور اشکال نقل فرما کر آگے اس کا رد فرمایا ہے کہ یہ روایت بے اصل اور غلط ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

اینجا اشکال می آرند کہ در بعضی روایات آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ من بندہ ام نمیدانم آنچہ در پس این دیوار است چرا باش آنست کہ این سخن اصلی ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است۔ (مدارج النبوت ص۹)

یعنی اس جگہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں بندہ ہوں اور نہیں جانتا ہوں کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بے اصل ہے اور یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

قارئین حضرات! غور فرمایئے کہ جس بے بنیاد اور غلط روایت کو حضرت شیخ نے رد کرنے کے لئے لکھا اس کو خود شیخ کی روایت کہنا کتنی جہالت اور ظلم ہے اور ایسی بے اصل اور غلط روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال علم کا انکار کرنا حضور

کے ساتھ عداوت نہیں تو اور کیا ہے ؟ ؎

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست صلی اللہ علیہ وسلم

توہین و تنقیص علم کمالات صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی کمالات کے متعلق مفصل بحث گذر چکی کہ آپ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے علم کی طرح کہا گیا اور شیطان لعین کے علم سے کم کہا گیا۔ اب عملی فضیلت و کمال کے متعلق [illegible] صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں:

۶۔ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم [illegible] باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر افضل مساوی ہو جاتا ہے [illegible]

تھانوی صاحب اور گنگوہی صاحب نے علم میں کمالات نانوتوی صاحب کو عمل میں گھٹا دیا لہٰذا دونوں فضیلتیں ختم ہو گئیں۔

دیوبندی حضرات اس عبارت کے متعلق کہتے ہیں کہ اس عبارت کا مفہوم ظاہر کا خلاف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ افضل عمل ظاہر میں نیز کم ہوتا ہے بلکہ ایسا ہوتا ہے بلکہ حقیقت میں نہیں۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ [illegible] انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں [illegible] انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت و امتیاز کو صرف علوم [illegible] سے کوئی امتیاز نہیں جبھی تو کہا علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں اگر کوئی امتیاز مانتے تو علوم ہی ہرگز نہ کہتے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب کے مزدیک انبیاء

علیہم السلام کا امتیاز صرف علوم ہی میں منحصر ہے۔ باقی رہا عمل اس میں انبیاء اُمت سے ممتاز نہیں ہوتے اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

حالانکہ اہلِ ایمان جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سجدے کا جو درجہ و مرتبہ ہے وہ اُمتی کی لاکھوں نمازوں کا نہیں ہو سکتا۔

حضور سیّد عالم کی تو بہت ہی بڑی شان ہے، حضور کے صحابہ کے عمل کی یہ شان ہے کہ وہ تھوڑے سے جَو راہِ خدا میں دیں اور کوئی دوسرا اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی دے کر ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔

توہین و تنقیص مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

امام الوہابیہ والدیابنہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کی کتاب ہے "تقویۃ الایمان" اس کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی رقم طراز ہیں:

اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردِّ شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۱)

دیوبندیوں کے نزدیک جس کتاب کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے اس کتاب کی چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

گاؤں کا زمیندار

۶۔ جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار۔ سو ان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۶۱)

کیا ٹھکانا ہے پیغمبروں کے مرتبے کا۔ اتنا بلند، اتنا برتر اور اتنا اونچا ہے کہ

قوم کے چودھری اور گاؤں کے زمیندار سے جا ملا (استغفر اللہ)

ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر

۷۔ اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیا اور اولیا، اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۵۴)

اللہ تعالیٰ کی شان بہت بڑی ہے اس کا کون بدبخت منکر ہے لیکن عبارت میں یہ جملہ کہ سب انبیا و اولیا، اس کے روبرو ایک ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ذرّہ ناچیز اس قدر کمتر نہیں جتنے انبیا و اولیا، کمتر ہیں۔ معاذ اللہ

چمار سے بھی ذلیل

۸۔ ہر مخلوق بڑا (نبی) ہو یا چھوٹا (غیر نبی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۴)

اس عبارت میں بھی جملہ "چمار سے بھی ذلیل ہے" کس قدر گستاخانہ اور لرزا دینے والا جملہ ہے کہ چمار اتنا ذلیل نہیں جس قدر اللہ کے نزدیک انبیا و اولیا، ذلیل ہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اللہ اور اُس کے رسول اور مومنین کے لئے عزت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرمایا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا کہ وہ اللہ کے نزدیک وجیہہ یعنی باعزت و باوقار ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرمایا وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ کہ وہ دنیا اور آخرت میں عزت و وقار والے ہیں۔

مہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی شان میں فرمایا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور یہی لوگ فائز المرام ہیں۔

افسوس کہ دیوبندیوں کے شہید نے ان آیات اور بے شمار احادیث جو انبیاء اولیا کی شان میں وارد ہیں سب کا انکار کر کے ان کی شان ذرہ ناچیز سے بھی کم کر دی اور ان کو ہمارے بھی ذلیل بنا دیا۔ معاذ اللہ۔

بڑا بھائی

۹۔ یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں ہر بڑا چھوٹے کا بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا ہے بہتر ہے کہ اس کو چاہیے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیا انبیا امام و امام زادے سید و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور ہمارے [illegible] اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی ہے وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (حدیقۃ الایمان ص۔)

اس عبارت میں غور فرمائیے مفہوم و مطلب بالکل واضح ہے کہ انبیا و اولیا اور امام وغیرہ سب انسان ہی ہیں اور ہمارے بھائی [illegible] اللہ نے بڑائی یعنی فضیلت دی وہ بڑے بھائی ہوئے اور ان کی [illegible] اور انبیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی یقیناً داخل ہیں [illegible] سب بھائی بھائی ہوئے اور آپ کی تعظیم بھی بڑے بھائی کی سی [illegible]

جب علمائے اہلسنت نے اس عبارت پر [illegible] اور دیوبندیوں کی [illegible] اور گستاخ و بے ادب ہونا عوام میں مشہور ہوا تو انہوں نے اپنے [illegible] کے

لیے کہا کہ جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ (المہند ص۲۲)

اگر واقعی دیوبندیوں کا عقیدہ "المہند" کی عبارت کے مطابق ہے تو اس عقیدے کی رو سے ان کے شہید صاحب دائرہ ایمان سے خارج ہیں اور اب اگر دیوبندی ان کو دائرہ ایمان سے خارج نہ مانیں تو خود دائرہ ایمان سے خارج ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو کافر کو کافر نہ مانے وہ خود کافر ہے۔

بھائی

سوال: اگر کسی شخص سے کوئی آدمی یہ کہے کہ آپ میرے بھائی ہیں تو کیا اطلاق نص کہتے ہیں یا نہیں؟ (براہین قاطعہ ص۳)

اس عبارت میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے تصدیق مولوی رشید احمد گنگوہی نے کی کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم ہونے اور حوا کی اولاد ہونے کی وجہ سے اپنا بھائی کہے تو بالکل ٹھیک ہے نص کے خلاف نہیں۔

اس کے جواب میں ایک سنی عالم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحبان بھی آدم ہونے کے ناطے سے ہمارے بھائی ہیں، تو کیا یہ حضرات اس پر خوش ہوں گے اور اسکو تسلیم کریں گے؟ اور اس کو ان حضرات کے حسب نسب کے خلاف نہیں سمجھیں گے کہ کتنی گستاخی ہے کہ ایسے تو ہین و تحقیر کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے محابا تحریر کئے جائیں اور خوش ہو کر شائع کئے جائیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب ان کے بزرگوں کے حق میں استعمال کئے جانے پر تو صریح ادب کے خلاف ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کے نزدیک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ان کے مولویوں کے برابر بھی نہیں یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا ہوتی ہو تو ان کو اچھی نہیں لگتی فوراً اٹھ کر چل دیں گے اور جہاں اُن کے مولویوں کی تعریف ہو رہی ہو وہاں بڑے خوش ہوں گے اور اٹھنے کا نام نہیں لیں گے۔ ہمارا اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی آپ کی آواز پر اپنی آواز بلند کردے تو اس کے عمر بھر کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلے کپڑوں کو اہانتاً میلے کہہ دے اسی وقت کافر ہو جائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات تمام مومنوں کی مائیں ہیں ان سے نکاح ابداً حرام ہے۔ کیا بڑا بھائی اگر فوت ہو جائے تو اس کی بیوہ سے نکاح حرام ہے؟ کیا بڑے کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنے سے ساری عمر کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں؟ کیا بھائی کے کپڑوں کو اہانتاً میلا کہنے سے کافر ہو جاتا ہے؟۔

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد　　بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے حواس ہو گئے

۱۱۔ سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلعم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی سی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے

(تقویۃ الایمان صـ۵۵)

توبہ توبہ۔ قارئین حضرات غور فرمائیں کہ اس عبارت میں کس قدر گرے ہوئے الفاظ حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استعمال کئے ہیں حالانکہ آپ کی عظمت وشان وہ ہے کہ معراج کی رات عین ذات خداوندی کے سامنے بھی بے حواس اور بیہوش نہ ہوئے بلکہ آنکھ بھی نہ جھپکی تو ایک جنگلی کے سامنے کس طرح بے حواس ہو سکتے ہیں۔

موسیٰ زہوش رفت بیک جلوۂ صفات تو عین ذات می نگری در تجلی

۱۲۔ اسی طرح ایک جگہ لکھا کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔

(تقویۃ الایمان ص۴۱)

کس قدر گستاخانہ عبارت ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ ان کو کسی چیز کا اختیار نہیں نیز بالذات اور بالعطا اختیار کا بھی ذکر نہیں بلکہ مطلقاً اختیار کا انکار ہے۔ دوسری جگہ لکھا ہے "جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے" ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ عالم میں کسی کے لئے اختیار اور تصرف ماننا شرک ہے۔

(تقویۃ الایمان ص۲۷)

اس کا جواب آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ خود انہیں سے اور انہیں کے گھرانے سے پیش کرتے ہیں۔ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں "فقر و فاقہ کی یہ حالت اس پر تھی کہ تمام دنیا کے مالک تھے لیکن زہد نے آپ کو دنیا سے باز رکھا باوجود اس کے کہ آپ مقدور رکھتے تھے۔ (نشر الطیب ص۱۹۲)

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

آپ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں۔ جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم۔ اگر کوئی صاحب پوچھیں گے اور فہیم ہوں گے تو شاید ہم اس بات کو آشکارا بھی کر دیں۔ القصہ آپ اصل میں مالک ہیں"۔ (ادلۂ کاملہ ص۹)

اور بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

اور اس وجہ سے اس (اللہ) کو مالک حقیقی سمجھنا چاہیے۔ دوسرے رتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مالکیت سمجھیے کیونکہ اول تو رسول اللہ محققین کے نزدیک وسیلۂ تمام فیوض اور واسطہ فی العروض تمام عالم کے لئے ہیں۔ (آبِ حیات ۱۸۶)

۷۴

حضرت علی کے ہاتھ میں ہے اور بادشاہوں کو بادشاہی اور امیروں کو امیری ان کے دخل یعنی فیض وکرم سے ملتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ پر لکھا۔

ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرّف عالم مثال وشہادت می باشند وایں کبار اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَار رامی رسد کہ تمامی کائنات را بسوئے خود نسبت نمایند مثلاً ایشاں رامی رسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ماست۔

یعنی اس بلند منصب کے لوگ عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرّف کرنے کا اختیار کامل رکھتے ہیں ماذون مطلق ہیں ان بڑے قدرت وعلم والوں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی طرف نسبت کریں مثلاً ان کو حق پہنچتا ہے کہ یہ کہیں کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔

بولو وہابیو، دیوبندیو! تمہارا امام اپنے ہی قول سے مشرک ہوا یا نہیں؟ کہ ان کا تصرف تام واختیار کامل مان رہا ہے اور یہ جملہ کہ ان کو حق ہے کہ وہ کہیں کہ فرش سے عرش تک ہماری حکومت ہے بلکہ ان دونوں عبارتوں کا ایک ایک لفظ جان وہابیت ودیوبندیت پر سخت آفت ومصیبت ہے جنکی حکومت ہوتی ہے۔ ان کو اختیار حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

۱۳۔ یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملاوے گو کہ کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب مثلاً یوں نہ بولے اللہ ورسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جاوے گا کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت پر کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔ (تقویۃ الایمان ص۵۶)

www.nafseislam.com

موسیٰ زہوش رفت بیک جلوہ صفات تو عین ذات می نگری در تجلی

۱۲۔ اسی طرح ایک جگہ لکھا کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔

(تقویۃ الایمان ص۴۱)

کس قدر گستاخانہ عبارت ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ ان کو کسی چیز کا اختیار نہیں نیز بالذات اور بالعطا اختیار کا بھی ذکر نہیں بلکہ مطلقاً اختیار کا انکار ہے۔ دوسری جگہ لکھا ہے "جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلے کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے" ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ عالم میں کسی کے لئے اختیار اور تصرف ماننا شرک ہے۔

(تقویۃ الایمان ص۲۷)

اس کا جواب آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ خود انہیں سے اور انہیں کے گھرانے سے پیش کرتے ہیں۔ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں "فقر و فاقہ کی یہ حالت اس پر تھی کہ تمام دنیا کے مالک تھے لیکن زہد نے آپ کو دنیا سے باز رکھا باوجود اس کے کہ آپ مقتدر رکھتے تھے۔ (نشر الطیب ص۱۹۳)

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب صدر مدرس دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں:

آپ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں۔ جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم۔ اگر کوئی صاحب پوچھیں گے اور فہیم ہوں گے تو شاید ہم اس بات کو آشکارا بھی کر دیں۔ القصہ آپ اصل میں مالک ہیں"۔ (ادلۂ کاملہ ص۹)

اور بانی دار العلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

اور اس وجہ سے اس (اللہ) کو مالک حقیقی سمجھنا چاہیے۔ دوسرے رتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مالکیت سمجھیئے کیونکہ اول تو رسول اللہ محققین کے نزدیک وسیلہ تمام فیوض اور واسطہ فی العروض تمام عالم کے لئے ہیں۔ (آب حیات ۱۸۶)

اسی صفحہ پر ہے:

کیونکہ بحکم وساطت عروض وجود روحانی ارواح مومنین جب مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئیں تو ثمرات ان کے یعنی حرکات ارادیہ اپنے آپ مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گی۔

چند سطر کے بعد فرماتے ہیں۔

چونکہ اموال مملوک مثل اموال مالک کے مملوک ہوتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اموال مومنین ومومنات میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار معلوم ہوتا ہے۔

اکابر علماء دیوبند کے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں:

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ (گلزار معرفت)

مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی زیر آیت وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہی دی تو "وہ جو چاہتے تھے تصرف کرتے تھے۔ (ص۳۱۳) اور حضرت سکندر ذوالقرنین کے بارے میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی ذوالقرنین کو ان لوگوں پر ہم نے دونوں بات کی قدرت دی جیسا کہ ہر بادشاہ ہر حاکم کو نیک وبد کی قدرت ملتی ہے چاہے خلق کو ستا کر بدنام ہو چاہے عدل وانصاف اور نیکی اختیار کر کے اپنا ذکر خیر جاری رکھے یا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ کافر تھے ہم نے ذوالقرنین کو اختیار دیا کہ چاہے ان کو قتل کر دے یا پہلے اسلام کی طرف دعوت دے (ص۴۹۲) اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرمایا یعنی کسی کو بخشش دو یا نہ دو تم مختار ہو (ص۵۹۱)

وہابیوں اور دیوبندیوں کے امام تو فرما رہے ہیں کہ ان کو کسی چیز کا اختیار نہیں اور جو یہ مانے کہ وہ عالم میں تصرف کر سکتے ہیں وہ مشرک ہے اور مقتدی کنبہ کہہ رہا ہے

کہ اللہ کے بعد آپ سارے عالم کے مالک ہیں اور تمام مومنین و مومنات کی روحوں کے اور روحوں کی حرکات ارادیہ کے بھی مالک ہیں اور مالک کو اپنے مملوک کی ہر چیز پر ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے اور پیر و مرشد دیوبندیہ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے امت کا پورا جہاز ہی آپ کے اختیار میں دے دیا ہے، اب آپ چاہیں ڈبائیں یا تراہیں آپ مختار ہیں اور عثمانی صاحب نے فیصلہ کر دیا کہ دنیا کے ہر بادشاہ ہر حاکم کو نیک و بد کی قدرت اور اختیار ملتا ہے جو چاہے کرے چنانچہ حضرت یوسف حضرت ذوالقرنین حضرت سلیمان علیہم السلام صاحبان قدرت و اختیار و تصرف تھے۔ چنانچہ آج بھی بادشاہوں اور حاکموں کو اپنی اپنی مملکت میں اختیار حاصل ہے جس طرح چاہیں تصرف کریں اور کرتے ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ وہابیوں دیوبندیوں کے گرو کے فرمان کے مطابق چیلے سب مشرک ہوئے اور جو ان کو مشرک نہ مانیں وہ بھی مشرک ہوئے۔

[illegible] انصاف سے کام لیا ہوگا۔ اگر یہ مقولہ صحیح ہے تو اس کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے اسی امام الوہابیہ والدیوبندیہ نے اپنی دوسری تصنیف صراط مستقیم کے صفحہ [illegible] پر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق لکھا:

قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضیٰ تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشان ست و در سلطنت سلاطین و امارت امرا ایشاں را دخلے ست کہ بر سیاحین عالم ملکوت مخفی نیست۔ یعنی قطبیت، غوثیت اور ابدالیت وغیرہا تمام مناصب حضرت علی مرتضیٰ کے زمانہ مبارک سے لے کر دنیا کے اختتام تک سب انہیں کے وسیلہ و واسطہ سے ہیں اور سلاطین کی سلطنت اور امیروں کی امارت میں انہیں ایسا دخل ہے جو سیاحین عالم ملکوت پر پوشیدہ نہیں۔

قارئین حضرات ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ ایک جگہ تو یہ ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں اور دوسری جگہ یہ کہ قطب۔ غوث۔ ابدال بنانا سب

حضرت علی کے ہاتھ میں ہے اور بادشاہوں کو بادشاہی اور امیروں کو امیری ان کے دخل یعنی فیض وکرم سے ملتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ پر لکھا۔

ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال وشہادت می باشند وایں کبار اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَار رامی رسد کہ تمامی کائنات را بسوئے خود نسبت نمایند مثلاً ایشاں رامی رسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ماست۔

یعنی اس بلند منصب کے لوگ عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کا اختیار کامل رکھتے ہیں ماذون مطلق ہیں ان بڑے قدرت وعلم والوں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی طرف نسبت کریں مثلاً ان کو حق پہنچتا ہے کہ یہ کہیں کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔

بولو وہابیو، دیوبندیو! تمہارا امام اپنے ہی قول سے مشرک ہوا یا نہیں؟ کہ ان کا تصرف تام واختیار کامل مان رہا ہے اور یہ جملہ کہ ان کو حق ہے کہ وہ کہیں کہ فرش سے عرش تک ہماری حکومت ہے بلکہ ان دونوں عبارتوں کا ایک ایک لفظ جان وہابیت ودیوبندیت پر سخت آفت ومصیبت ہے جنکی حکومت ہوتی ہے۔ ان کو اختیار حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

۱۳۔ یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملائے گو کہ کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب مثلاً یوں نہ بولے اللہ ورسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت پر کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔ (تقویۃ الایمان ص۵۶)

اس عبارت کی تین خط کشیدہ باتوں پر مختصر تبصرہ ہدیۂ قارئین ہے۔

اول! جو اللہ کی شان ہے اس میں کسی کو نہ ملائے خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور کیسا ہی مقرب ہو اگر ملائے گا تو مشرک ہوگا اس سلسلے میں چند آیات قرآنی ملاحظہ ہوں۔

۱ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ — غنی کر دیا ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔ ۱۰/۱۶

۲ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ — اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا تھا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔ ۱۰/۱۳

۳ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا — اور وہ (اللہ) مومنوں پر بڑا مہربان ہے ۲۲/۳

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ — (اور وہ رسول) مومنوں پر بڑا مشفق اور مہربان ہے۔ ۱۱/۵

۴ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں۔ ۶/۱۲

۵ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ — اور عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کیلئے اور مومنوں کے لئے ہے۔ ۲۸/۳

۶ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ — اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی ۹/۱۵

۷ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ — اور وہ حرام نہیں مانتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔ ۱۰/۱۰

۸ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ — عنقریب دیکھے گا اللہ اور اس کا رسول تمہارے عملوں کو ۱۱/۱

۴ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	جبکہ فیصلہ کردے اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا۔
۲۲/۳۳	
۱ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔
۴۹/۱	

تلک عشرۃ کاملہ

اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں۔ سر دست دس آیات قرآنی پیش خدمت ہیں۔ اب پوچھو ہم اولاد کو باپ والدہ یا بیٹے سے کہ غنی کرنا۔ (۲) اپنے فضل سے دینا۔ (۳) منعم ہونا (۴) مدد کا ہونا (۵) عزیز ہونا (۶) مطاع ہونا (۷) شارع ہونا (۸) لوگوں کے اعمال دیکھنا۔ (۹) فیصلہ کرنا (۱۰) اللہ پر تقدیم نہ کرنا۔ یہ اللہ کی شانیں ہیں یا نہیں؟ اور اللہ نے ان میں خود اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملایا ہے یا نہیں؟ تو اس کے مطابق تو قرآن پاک بھی شرک سے پاک نہ ہوا اور نہ قرآن پاک پر ایمان رکھنے والے شرک سے بچے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دوم! رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ العیاذ باللہ کس قدر گستاخانہ انداز ہے جس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقولوا ما شاء اللہ و شاء محمد یہ نہ کہو جو چاہے اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اوّل تو یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ منقطع ہے دیکھو مشکوٰۃ شریف۔ دوم حضور نے منع فرمایا شرک نہیں کہا اس نے شرکیات میں داخل کر دیا۔

سوم! اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ اس حدیث کا اصل مطلب پیش کرنے سے پہلے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی پیش کرتے ہیں فرمایا لا تقولوا ما شاء اللہ و شاء فلان و لکن

قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلان (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۸) نہ کہو جو چاہا اللہ نے اور چاہا فلاں نے لیکن یہ کہو جو چاہا اللہ نے پھر چاہا فلاں نے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمال ادب کی تعلیم دے رہے ہیں کہ ماشاء اللہ و شاء فلان واؤ جمع کے ساتھ نہ کہو بلکہ ثم شاء فلان کہو تاکہ معلوم ہو کہ مشیت الٰہی مقدم ہے اور مشیت عبد تابع ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کس قدر ظلم اور جہالت ہے۔ اب دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ ہوتا ہے یا نہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا عائشۃ لو شئتُ لسارت معی جبال الذھب اے عائشہ اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلا کریں۔ (مشکوٰۃ ص۵۲۱) فرمایا انی رایت الجنۃ فتناولت منھا عنقودا ولو اخذتہ لاکلتم منہ ما بقیت الدنیا۔ بیشک میں نے جنت کو دیکھا اور اس کا ایک خوشہ (گچھا) پکڑا اگر میں وہ خوشہ لے لیتا تو تم اس میں سے رہتی دنیا تک کھاتے رہتے (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۵) یعنی اگر چاہتا تو توڑ لیتا اس کا اختیار تھا مگر نہیں توڑا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ما اری ربک الا یسارع فی ھواک یارسول اللہ! میں تو یہی دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے (بخاری) یعنی آپ جو چاہتے ہیں اللہ بہت جلدی آپ کی چاہت کے مطابق کر دیتا ہے۔ [illegible] دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ جب بیت المقدس تھا اس [illegible] چاہا کہ ہمارا قبلہ کعبہ ابراہیمی ہو جائے چنانچہ چشم امید بار بار وحی الٰہی کے انتظار میں آسمان کی [illegible] تھی تو ارشاد باری ہوا قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا تو ہم ضرور پھیر دیں گے تمہیں اس قبلہ کی طرف جسے آپ چاہتے ہیں پسند کرتے ہیں چنانچہ اسی وقت

آپ کی پسند اور چاہت کے مطابق اللہ تعالےٰ نے کر دیا۔ فرمایا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تو ابھی پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔ سبحان اللہ کیا شانِ محبوبیت ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ آپ نے درختوں کو بلایا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا۔ ڈوبا ہوا سورج واپس آیا ؎

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم تیری انگلی اُٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

ہزاروں معجزات ظہور میں آئے اور جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہی ہو گیا۔ حکم بن عاص آپ کی مجلس میں آتا۔ آپ کلام فرماتے تو وہ منہ مار مار کر آپ کا سانگ لگایا کرتا۔ ایک دن آپ نے اس کو فرما دیا۔ كُنْ كَذَالِكَ ایسا ہی ہو جا بس آپ کی زبان سے کلمہ کن نکلنا تھا کہ وہ ویسا ہی ہو گیا اور مرتے دم تک منہ مارتا رہا۔ ایک شخص وحی لکھتا تھا وہ مرتد ہو گیا اور مشرکوں سے مل گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرما دیا ان الارض لا تقبلہ بے شک زمین اس کو قبول نہیں کرے گی۔ جب وہ مر گیا تو اس کو دفن کیا گیا مگر زمین نے باہر پھینک دیا۔ کئی مرتبہ اس کو دفن کیا مگر جب بھی دفن کر کے واپس ہوتے تو قبر باہر پھینک دیتی۔ زمین نے قبول نہ کیا حضرت ابو طلحہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص قبر کے باہر ہی پڑا گل سڑ گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حج ہر سال فرض ہے؟ فرمایا لا ولو قلت نعم لوجبت نہیں اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا۔ بیشمار دلائل ہیں مگر لا یستوی الاعمیٰ والبصیر۔

سوم۔ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔ معاذ اللہ۔ ذرا اس جملہ کو دیکھئے۔ رسول کو کیا خبر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا سینہ بغض و عداوتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہوا ہے۔ عقیدت و محبت اور ادب و احترام سے یکسر خالی ؎ بے ادب بے نصیب۔ اس سلسلے میں اسی بے ادب کے گھرانے کی چند عبارات پر

اکتفا کرتا ہوں۔ کیونکہ اس پر پہلے بھی بحث ہو چکی ہے۔ تھانوی صاحب کی عبارات گزر چکی ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ اگر بعض علوم غیبیہ مُراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے اور تھانوی صاحب کے امام دہلوی صاحب کہتے ہیں۔ رسول کو کیا خبر یعنی تھانوی صاحب تو ایرہ غیرہ اور ہر نابالغ بچے اور ہر پاگل اور تمام چوپایوں اور حیوانوں کے لئے بھی بعض علوم غیبیہ مان رہے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ رسول کو کیا خبر۔ اب ان کے ماننے والے ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

اکابر علماء دیوبند کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں:

لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاؑ و اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں و دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے

(شمائم امدادیہ ص۱۱۵ امداد المشتاق ص۷۶)

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں:

علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وُہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں (تحذیر الناس ص۴)

مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی فرماتے ہیں:

یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا۔ (حاشیہ قرآن کریم زیر آیت وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ)

لیجئے فیصلہ کیجئے۔ گروجی تو یہ فرما رہے ہیں رسول کو کیا خبر۔ اور گروجی کے ماننے والے کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علوم اولین و آخرین کے جامع اور ہر قسم کے

غیوب کی خبر دینے والے ہیں ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے غیوب جمع غیب کی ہے اور اس پر الفاظ ہر قسم کے اور آگے ماضی و مستقبل سے متعلق ہوں تو حاصل یہ ہوا کہ ماکان ومایکون کے ہر قسم کے غیبوں کی نسبت یقینا تو اگر رسول کو کوئی خبر ہی نہیں تو پھر وہ ہر قسم کے غیوب کی خبر کیسے دے سکتے ہیں جو خود خبر نہ ہو وہ دوسرے کو کیا خبر دے گا۔ مولوی محمد اسماعیل کو ماننے والو اور اس کی کتاب تقویۃ الایمان کو عین اسلام اور ایمان جاننے والو اب بتاؤ

اگر تقویۃ الایمان عین اسلام اور ایمان ہے تو پھر اس کے خلاف علماء دیوبند اور ان کے پیر و مرشد کی عبارات ضرور کفر ہوں گی اور اگر ان کی عبارات اسلام اور ایمان کے مطابق ہیں تو پھر تقویۃ الایمان کی عبارات کفر ہوں گی۔ فیصلہ تم پر ہے۔

۱۴- یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجئے۔ (تقویۃ الایمان صـ۲۹)

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ کو دیکھئے۔ چونکہ اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مقبولان الٰہی کو پکارتے ہیں یعنی یا رسول اللہ۔ یا علی۔ یا غوث وغیرہ کہتے ہیں تو اس عبارت میں ان کو تو عاجز اور ناکارے اور اللہ تعالیٰ کو بڑا شخص کہا ہے۔ معاذ اللہ۔ اور پکارنا بے انصافی قرار دیا ہے۔

انبیاء و اولیاء کو عاجز اور ناکارہ کہنا کتنی بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بڑا شخص کہنا سب لوگ جانتے ہیں کہ لفظ شخص کا استعمال عام طور پر انسان اور آدمی کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی شخص نہیں کہتا تو اس بے ادب نے اللہ تعالیٰ کو بھی بڑا آدمی بنا دیا۔ سرشتہ انبیاء و اولیاء کی بے ادبی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے جو ان کی عظمت شان سے ناواقف ہو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت و شان کو کیا جان سکے گا۔

اس سلسلے میں بھی گروجی کے ماننے والوں کا پکارنا پیش کیا جاتا ہے تاکہ گروجی کے فرمان کے مطابق اُن کے ماننے والے بے انصاف یعنی ظالم قرار پائیں۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کا پکارنا:

کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام — کرے گا یا نبی اللہ مجھ پہ کیسے پکار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی صـ۶)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی پکار:

یاشفیع العباد خُذ بیدی — انت فی الاضطرار معتمدی

اے بندوں کی شفاعت کرنے والے میری دستگیری فرمائیے۔ آپ مشکلات میں میری آخری اُمیدگاہ ہیں۔

لیس لی ملجاء سواکَ اغث — منی الضر سیدی وسندی

آپ کے سوا میرا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں۔ اے میرے آقا میری فریاد سنئے۔ میں سخت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ (نشر الطیب)

حاجی امداد اللہ صاحب کی فریاد:

یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے — اے حبیب کبریا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل — اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

(نالہ امداد غریب صـ۳۲)

۱۵۔ یہی پکارنا اور نذر[۳] نیاز[۴] اور نذر[۵] پیش کرنی اور ان کو اپنا وکیل[۶] اور سفارشی[۷] سمجھنا یہی اُن مشرکین عرب کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو اہل ہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۷) استغفر اللہ، استغفر اللہ۔

قارئین حضرات! اس عبارت کو دیکھئے اس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین عرب کا کفر و شرک پانچ باتیں تھیں وہ اپنے بتوں کو پکارتے تھے انکی منتیں مانتے تھے۔ اُن کی نذر و نیاز کرتے تھے ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھتے تھے۔ سو جو کوئی یہ معاملہ انبیاء اولیاء سے کرے گو کہ اُن کو اللہ کے برابر نہ جانے معبود نہ مانے بلکہ اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہے گویا وہ دوسرا ابوجہل ہے۔ ظالم نے انتہا کر دی ظلم و ستم کی۔ عرب کے مشرکین اپنے بتوں کو معبود مانتے تھے اور معبود مان کر یہ سب کچھ اُن کے لیئے کرتے تھے اور کسی کو معبود سمجھ کر اس کو پکارنا اس کی نذر و نیاز وغیرہ کرنا بلاشبہ شرک ہے مگر حاشا و کلا کوئی مسلمان انبیاء و اولیاء کو معبود نہیں مانتا اور معبود سمجھ کر اُن کو نہیں پکارتا اور ان کی نذر و نیاز نہیں کرتا پھر اس بنیادی فرق کو جس پر ایمان و کفر کا مدار ہے۔ نظر انداز کر کے مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ ملا دینا اور انبیاء و اولیاء کو بتوں کے ساتھ ملا دینا کتنا بڑا ظلم ہے اور فرمان باری تعالیٰ ہے وَالظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا اور ظالموں کے واسطے دردناک عذاب تیار ہے۔

علاوہ ازیں کہیں پتھروں کی مورتیاں اور کہیں انبیاء و اولیاء۔ پتھر کی مورتیوں کو اللہ تعالیٰ نے کوئی قدرت کوئی طاقت کوئی اختیار نہیں دیا۔ ان کو ہمارا وکیل اور سفارشی نہیں بنایا مگر انبیاء و اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بڑی قدرتیں۔ بڑی طاقتیں اور اختیارات عطا فرمائے ہیں اور ان کو ہمارا وسیلہ وکیل اور سفارشی بنایا ہے۔

اب ان پانچوں کے متعلق بھی گروجی کے ماننے والوں کے ہی حوالے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ پتہ چلے کہ ان کے ماننے والے خود انہی کے قول کے مطابق ابوجہل جیسے مشرک ہیں۔ پہلی بات پکارنا۔ اس سلسلے میں نانوتوی صاحب۔ تھانوی صاحب حضرت حاجی صاحب کا پکارنا گزر چکا ہے گروجی کے قول کے مطابق یہ تینوں حضرات تو ابوجہل کے برابر مشرک قرار پا چکے ہیں لیکن ایک ضرب اور باقی ہے جو بہت زیادہ

سخت ہے وہ بھی لگا ہی دوں۔ جناب گروجی کے جد امجد حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی بھی گروجی کے فتوے سے نہیں بچے ملاحظہ ہو۔

وصلے علیك الله ویاخیر خلقه

ویاخیر مامول ویاخیر واهب

اے بہترین کائنات آپ پر اللہ کا درود ہو۔ اے بہترین امیدگاہ اور بہترین عطا فرمانے والے:

ویاخیر من یرجی لکشف رزیته

ومن جوده فاق جود السحائب

اور اے وہ بہترین جن سے سختی و مصیبت کے دفع ہونے کی امید کی جاتی ہے اور اے وہ کہ جن کی سخاوت برسنے والے بادلوں سے بہت زیادہ ہے۔

وانت مجیر من هجوم ملمة

اذا انشبت فی القلوب شر المخالب

اور آپ سختی کے حملوں سے پناہ دینے والے ہیں جبکہ بدترین مصیبتیں آڑیں

(طیب النغم ص۲۲)

منتیں[۲] ماننا اور نذر[۳] و نیاز کرنی۔

یہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی [illegible] حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ [illegible] کے مزار شریف کی زیارت کے لئے قصبہ ڈاسنہ میں تشریف لے گئے۔ رات کو ایک ایسا وقت آیا کہ اس حالت میں فرمایا کہ مخدوم صاحب ہماری ضیافت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کے جانا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے ساتھی مزار شریف پر رک گئے اور باقی سب لوگ چلے گئے یہ دیکھ کر آپ کے ساتھی رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اس وقت ایک

عورت سر پر طبق رکھے ہوئے جسمیں چاول اور مٹھائی تھی، آئی

وگفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعتے ایں طعام پختہ بہ نشیندگانِ درگاہ مخدوم اللہ دیہ رسانم۔ دریں وقت آمد نذر ایفا کردم و آرزو کردم کہ کسے آں جا باشد تناول کند

(انفاس العارفین ص۴۵)

اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا شوہر واپس آجائے تو میں اسی وقت یہ کھانا مخدوم اللہ دیہ کی درگاہ پر بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی۔ میرا شوہر اس وقت آیا ہے تو میں نے یہ منت پوری کی ہے۔ میری تمنا تھی کہ کوئی وہاں موجود ہو جو اس کھانے کو کھالے (چنانچہ ان سب نے کھایا)

اور یہی شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:

وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصدِ ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورانند مضائقہ نیست جائز است واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیا را ہم خوردن جائز است۔

(زبدۃ النصائح ص۱۳۲)

دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکانے اور کھانے میں ہرج نہیں ہے جائز ہے اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو مالداروں کو بھی کھانا جائز ہے۔

۱۔ جناب گروجی کے چچا بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت امیر و ذریت طاہرہ را ہمہ امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور نام ان کا وظیفہ و ورد، صدقہ اور نذر و نیاز

وصدقت و نذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

ان کے نام کی ہمیشہ کرتے ہیں چنانچہ تمام اولیاء اللہ کا یہی حال ہے۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص۳۹۶)

یہی حضرت شاہ صاحب دُوسری جگہ فرماتے ہیں:

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند برآں فاتحہ وقل درود خواندن تبرک می شود خوردن اولیاء خوبست (فتاویٰ عزیزیہ ص۵۵)

وہ کھانا جو حضرت امام حسن وحسین کی نیاز کے لئے پکایا جائے اور اس پر فاتحہ قل شریف اور درود شریف پڑھا جائے وہ تبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت ہی اچھا ہے۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں:

کہ بعض یاران طریقت حضرت ایشاں نے ایک مکان خریدا اور بطور خود اس کی تعمیر کی اور حضرت ایشاں (یعنی حاجی امداد اللہ صاحب) کے نذر کیا (امداد المشتاق ص۳۳)

مولوی صادق الیقین فرماتے ہیں جب مثنوی شریف ختم ہوگئی (حاجی امداد اللہ صاحب) نے حکم شربت بنانے کا دیا اور فرمایا اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جائے گی گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا یہ جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے؟ (امداد المشتاق ص۹۲)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

طریق نذر و نیاز قدیم زمانے سے جاری ہے، اس زمانے کے لوگ انکار کرتے ہیں۔

(امداد المشتاق ص۹۲)

مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

بزرگوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہی ہے اور دُرست ہے اور جو اعتراض اولیا

نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب اُن کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صہ ۵۱)

دروغ گو را حافظہ نباشد کی دوسری مثال خود گروجی اپنے ہی قول سے مثل ابوجہل ہو گئے۔ ملاحظہ فرمایئے گروجی کے ارشادات:

اوّل طالب را باید کہ باوضو دوزانو بطور نماز بہ نشیند و فاتحہ بنام اکابر ایں طریقہ یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط ایں بزرگان نماید و بہ نیاز تمام و زاری بسیار دعائے کشود کار خود کردہ ذکر دو ضربی شروع نماید۔

(صراط مستقیم صہ ۱۱۱)

پہلے طالب کو چاہیے کہ باوضو دوزانو نماز کے طریقے پر بیٹھے اور اس طریقہ (چشتیہ) کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرھا کے نام کی فاتحہ پڑھ کر درگاہ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ و واسطہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع و زاری کے ساتھ اپنے حل مشکل کی دعا کر کے دو ضربی ذکر شروع کرے۔

پس در خوبی اینقدر امر از امور مرسومہ فاتحہ ہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست۔ (صراط مستقیم صہ ۵۵)

پس امور مروجہ میں سے اس قدر امر یعنی اموات کے لئے فواتح اور عرسوں اور نذر و نیاز کرنے کی خوبی میں شک و شبہ نہیں ہے۔

تقویۃ الایمان میں تو لکھا کہ منتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی یہی ان مشرکین عرب کا کفر و شرک تھا اور یہاں اپنے چھوٹوں بڑوں کے ساتھ خود بھی یہ لکھا کہ اکابر بزرگوں کے نام کی فاتحہ پڑھے۔ اور ان بزرگوں کے وسیلہ و وساطت سے درگاہ الٰہی میں التجا کرے اور نذر و نیاز اموات کی خوبی میں شک و شبہ بھی نہ کرے۔

وکیل اور سفارشی سمجھنا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربان الٰہی بلاشبہ مومنوں کے وکیل اور سفارشی ہیں اس پر بہت سی آیات اور احادیث موجود ہیں اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو شفاعتِ کبریٰ کے مالک ہیں اور الحمد للہ مومن ان کو اپنا وکیل اور شفیع سمجھتے ہیں لیکن یہ بھی حق ہے کہ وہ کافروں مشرکوں اور ظالموں کے وکیل اور سفارشی نہیں ہیں اور نہ ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (۶/۱۹)

اور آپ ان (مشرکوں) پر وکیل نہیں ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا (۱۵/۶)

اور ہم نے آپ کو اُن (نہ ماننے والوں) پر وکیل بنا کر نہیں بھیجا۔

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ط اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۙ (۲۵/۱۹)

کیا آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا آپ ہوں گے اس پر وکیل۔

ان تین آیات سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں منکروں اور خواہش پرستوں کے وکیل نہیں آپ مومنوں [illegible] کے وکیل ہیں اور انشاء اللہ ہوں گے۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ [illegible]

اور ظالموں کا نہ کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ [illegible]

تو ان کافروں [illegible] سفارشیوں کی سفارش [illegible]

پہلی آیت سے ثابت ہوا کہ ظالموں کافروں کا کوئی [illegible] اور سفارشی نہیں ہاں مومنوں کے دوست مددگار اور سفارشی ہوتے ہیں اور ہوں گے

دوسری آیت سے ثابت ہوا کہ سفارش [illegible]

اور ملائکہ وغیرہ جو باذن اللہ شافع ہیں اُن کی سفارشیں کافروں کو نفع نہ دیں گی۔ ہاں مومنوں کو نفع دیں گی۔ اسی لئے مومن اُن کے سفارشی ہونے پر ایمان ویقین رکھتے ہیں اور میں نے تو تقویۃ الایمان کے ماننے والوں پر یہ ثابت کرنا ہے کہ اس کے اقوال کی رو سے نہ تم بچتے ہو نہ تمہارے علماء اور نہ خود تقویۃ الایمان والا۔ بلکہ سب کے سب مثل ابوجہل مشرک قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

سب سے پہلے خود تقویۃ الایمان والے کی سنیے۔ رقم طراز ہیں:

ونیز سالک ایں سلوک را باید کہ	نیز اس سلوک کے سالک کو چاہیے کہ انبیاء اور
در ادائے حقوق انبیاء و اولیا بلکہ سائر مومنین	اولیاء بلکہ تمام مومنین کے حقوق اور تعظیم کے
و تعظیم ایشاں کوشش بلیغ کند کہ ہمہ	ادا کرنے میں انتہائی کوشش کرے کہ وہ
ایشاں ساعی و شافع رے شوند و سعی و	سب ان کے واسطے کوشش اور شفاعت
شفاعت انبیاء و اولیا پر ظاہر است	کرنے والے ہیں اور انبیاء و اولیا کی کوشش
(صراط مستقیم ص۱۳۸)	اور شفاعت تو نہایت ظاہر ہے۔

دوسرے مقام پر اہل اللہ صاحبان مقام وصال کے تین طبقے کرکے پہلے طبقے کے متعلق لکھا کہ وہ راضی برضا ہیں۔ دوسرے طبقہ کے متعلق لکھتے ہیں:

و قسمے دیگر در عرض حاجات و	اور وہ دوسرا طبقہ عرض حاجات و حل
استدلال مشکلات و طلب مرغوبات و استدفاع	مشکلات و طلب مرغوبات و دفع مکروہات
مکروہات و سعی در شفاعات بنابر استحکام اعلائے	اور شفاعات میں سعی و کوشش کرنے میں بنا
عبودیت و اظہار حاجت کہ شعار بندگی است	بر استحکام علائے عبودیت و اظہار حاجت
و بنابر رحمت بر اہل اضطرار و ذوی الحاجات	کے جو بندہ ہونے کا شعار ہے اور اہل اضطراب
چالاک و سرگرم میباشد۔	اور حاجت مندوں پر رحمت و شفقت کرنے
(صراط مستقیم ص۱۶۲)	کے لئے چست و چالاک اور سرگرم ہوتا ہے۔

عطا کی گئی ہے جو تمام عالم کے واسطے فصل حساب کے لئے ہوگی اور وہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے (نشر الطیب ص۲۱۱) تیسری جگہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور سب (شفاعت کرنے والوں) سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے اوّل میری شفاعت قبول کی جاوے گی۔ (نشر الطیب ص۲۱۱) یعنی اور بھی شفاعت کرنے والے ہوں گے مگر میں اوّل شفیع ہوں گا۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی دیوبندیوں کے مربی خلائق فرماتے ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے لیٹے تصوّر کرے اور کہے السلام علیک یارسول اللہ الخ اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دُعا کرے اور شفاعت چاہے کہے یا رسول اللہ اسئالك الشفاعة واتوسل بك الى الله یارسول اللہ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں۔ پھر حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجے اور اس میں یہ کہے جئنا کما نتوسل بكما الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشفع لنا ويدعو لنا ربنا کہ ہم آپ دونوں کے پاس حاضر ہوئے اور آپ دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ بناتے ہیں تاکہ حضور ہماری شفاعت فرمائیں اور ہمارے لئے ہمارے رب سے دُعا کریں (زبدۃ المناسک ص۱۴۷) دیوبندیوں کے قاسم العلوم والخیرات مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں ؎

کفیل بزم اگر آپ کی شفاعت ہو — تو قاسمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار
گناہ کیا ہے اگر کچھ گناہ کئے میں نے — تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار
یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں — کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

(قصائد قاسمی ص۶)

تبلیغی جماعت کے ہیڈ مولوی محمد ذکریا صاحب فرماتے ہیں:

زائرین کو چاہیے کہ بہت کثرت سے دعائیں مانگیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑیں اور حضور سے شفاعت چاہیں کہ حضور کی ذاتِ اقدس ایسی ہی ہے کہ جب ان کے ذریعہ سے شفاعت چاہی جائے تو حق تعالیٰ قبول فرمائیں۔ (فضائل حج ص۱۵۶)

لیجیے تقویۃ الایمان والے کے ساتھ ان حضرات کو بھی شامل کر لیجیے اور سب کو مس ابوجہل مشرک سمجھیے۔

وہابیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں ہے اعتراض غیروں پہ اپنی خبر نہیں

۱۶۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنَ (قرآن ۱۷/۲)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری۔

ف۔ یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۲)

قارئین حضرات۔ آپ نے آیت قرآنی اور اس کا ترجمہ اور ترجمہ سے حاصل شدہ فائدہ جو تقویۃ الایمان کے مصنف نے لکھا ہے ملاحظہ فرمایا۔ ترجمہ کی عبارت میں خط کشیدہ الفاظ کو دیکھئے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے۔ یہ ترجمہ کیا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا کا جو بالکل غلط ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے میرے۔ اس کے بعد فائدہ کی عبارت میں خط کشیدہ الفاظ دیکھئے کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ جس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ نہ رسولوں کو مانے نہ ان کے معجزات کو۔ نہ اولیا کو مانے نہ ان کی کرامات کو نہ اللہ کی کتابوں کو نہ فرشتوں کو نہ قیامت کو نہ جنت و دوزخ کو نہ تقدیر وغیرہ کو کیونکہ یہ سب اللہ کے سوا ہیں

اور سارے رسول اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانے لہٰذا اگر مانے گا تو حکم الٰہی کے بھی خلاف ہوگا اور سارے رسولوں کے بھی خلاف ہوگا اور جو اللہ اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرے وہ مومن نہیں۔

لطیفہ۔ جب سارے رسول اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے تو یہ تقویۃ الایمان والا بھی تو اللہ کے سوا ہے لہٰذا جو اس کو مانے گا اور اس کی باتوں کو حق سمجھے گا وہ بھی حکم الٰہی اور سارے رسولوں کا مخالف ہوگا۔

پوری کتاب تقویۃ الایمان کفر و شرک سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے مکمل اور مدلل رد میں لاجواب کتاب "اطیب البیان رد تقویۃ الایمان" مصنفہ صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۔ تقویۃ الایمان کے مصنف کی ایک اور سنیئے۔ اس نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں فصل قائم کی "فصل سوم در ذکر مخلات عبادت" یعنی تیسری فصل عبادت میں خلل انداز چیزوں کے بیان میں اس فصل کے تحت خلل انداز چیزوں کا اجمالی و تفصیلی بیان کیا ہے اس میں لکھا ہے:

بمقتضائے ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند چندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چسپد بخلاف خیال گاؤ و خر کہ نہ آں قدر چسپیدگی می بود نہ تعظیم بلکہ مہان و محقر می بود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ مقصود می شود بشرک می کشد۔

(صراط مستقیم ص۹۶)

یعنی بعض ظلمتیں بعض ظلمتوں پر فوقیت رکھتی ہیں کہ اقتضائے کے مطابق زنا کے وسوسے سے

اپنی بی بی سے صحبت کرنے کا خیال بہتر ہے اور پیر یا اس کے مثل بزرگوں کی طرف توجہ کرنا اگرچہ جناب رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں بہت ہی زیادہ بدتر ہے اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے اس لئے کہ ان کا خیال تعظیم و بزرگی کے ساتھ آتا ہے اور انسان کے دل سے چمٹ جاتا ہے۔ بخلاف بیل اور گدھے کے خیال کے کہ نہ اس قدر دلچسپی ہوتی ہے نہ تعظیم بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے اور یہ تعظیم و اجلال غیر کہ نماز میں ملحوظ و مقصود ہوتی ہے شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ اس ناپاک عبارت میں غور کیجئے! کہ زنا کے وسوسہ سے بیوی کے ساتھ صحبت کرنے کا خیال تو بہتر ہے لیکن بزرگان دین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ اور خیال کرنا بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدبہا بدتر ہے۔ اس میں بزرگان دین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی سخت توہین ہے۔ العیاذ باللہ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدبہا بدتر اس لئے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال چونکہ تعظیم کے ساتھ آتا ہے اور نماز میں غیر کی تعظیم شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ چنانچہ عبارت کے یہ الفاظ پیش نظر رہیں کہ خیال آں باتعظیم و اجلال دیکھئے ان الفاظ میں خیال آں ہے کہ ان کا خیال تعظیم و اجلال کے ساتھ آتا ہے اور بیل گدھے کے خیال میں تعظیم نہیں ہوتی بلکہ تحقیر ہوتی ہے اس لئے وہ اتنا برا نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے ماننے والوں کی نماز کیسے ہوگی۔ اس لئے کہ نماز میں قرآن شریف پڑھنا فرض ہے اور اگر قرآن شریف کی ایسی آیات یا صورت پڑھیں گے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف یا اسم مبارک کا ذکر ہوگا تو خیال ضرور آئے گا خاص کر التحیات میں تو آپ پر سلام بھیجا جاتا ہے اور آپ کی رسالت کی شہادت دی جاتی ہے اور پھر آپ پر اور آپ کی آل پر درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ اس وقت تو آپ کا خیال ضرور آتا ہے

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کو سلام کہا جائے۔ آپ کی رسالت کی گواہی دی جائے آپ پر درود شریف پڑھا جائے اور آپ کا خیال دل میں نہ آئے؟ اب خیال کی دو ہی صورتیں ہیں تعظیم کے ساتھ آئے گا یا تحقیر کے ساتھ؟ اگر تعظیم کے ساتھ آیا تو شرک کی طرف کھنچ گیا پھر نماز کہاں ہوئی اور اگر حقارت کے ساتھ آیا تو کفر ہوا پھر کیسی نماز کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر یقیناً کفر ہے۔ اب اس کفر و شرک سے بچنے کے لئے تیسری صورت یہ ہے کہ التحیات ہی نہ پڑھے مگر مصیبت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی نماز نہ ہوگی کیونکہ نماز میں التحیات پڑھنا واجب ہے اور واجب کے قصداً ترک پر نماز پوری نہیں ہوتی۔ اب بتائیے کہ ان لوگوں کی نماز کیسے ہوگی؟ یعنی التحیات پڑھیں تو بھی نہیں ہوتی نہ پڑھیں تو بھی نہیں ہوتی۔ جب ان کی اپنی ہی نماز نہ ہوئی تو اُن کے پیچھے کب ہوگی؟

خلاصہ یہ ہوا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے اس قول کی بنا پر نماز تو کسی دیوبندی وہابی کی ہوگی ہی نہیں ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ التحیات نہ پڑھنے کی صورت میں شاید کفر و شرک سے بچ جائیں نماز ہو یا نہ ہو۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا یہ وبال ہے کہ نماز ہی سے محروم ہوگئے۔

۱۸۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے حبیب مکرم شفیع معظم، نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا اور اس کے معنی معین ہیں اور وہ ہیں آخر الانبیاء اور اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام۔ تابعین تبع تابعین۔ ائمہ مجتہدین، ائمہ لغت وحدیث وتفسیر اور ساری امت کا اجماع و اتفاق ہے چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اپنی تصنیف ختم نبوت کامل کے صفحہ ۵۷ پر لغات عربیہ کے حوالے پیش کرنے کے بعد فرمایا:

لغت عرب کے غیر محدود دفتر میں سے چند اقوال ائمہ لغت اور بطور مشتے نمونہ

از خود ہے پیش کئے گئے ہیں جن سے انشاء اللہ تعالےٰ ناظرین کو یقین ہو گیا ہو گا کہ از روئے لغت عرب آیت مذکورہ میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے اور لفظ خاتم کے معنی آیت میں آخر اور ختم کرنے والے کے علاوہ ہرگز مراد نہیں بن سکتے۔ اس کے بعد احادیث مبارکہ پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ کہ آیت خاتم النبیین کے معنی جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائے وہ یہی ہیں کہ آپ سب انبیاء میں آخری نبی اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں (ص ۹۰)۔

اس کے بعد صحابہ اور تابعین اور ائمہ امت کے تفسیری اقوال پیش کرنے کے بعد حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پیش کرتے ہیں (ترجمہ جو خود انہوں نے کیا ہے وہی لکھا جاتا ہے)

خوب سمجھ لو کہ تمام امت نے خاتم النبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت یہ بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ رسول، اور اس پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ نہ اس آیت میں کوئی تاویل ہے اور نہ تخصیص اور جس شخص نے اس آیت میں کسی قسم کی تخصیص کے ساتھ کوئی تاویل کی اس کا کلام ایک بکواس و ہذیان ہے اور یہ تاویل اس کے اوپر کفر کا حکم کرنے سے روک نہیں سکتی کیونکہ وہ اُس نص صریح کی تکذیب کرتا ہے جس کے متعلق اُمت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں ہے (ختم نبوت کامل ص ۱۰۸)

قارئین حضرات! ایک دیوبندی مفتی اور معتبر عالم کے حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و تابعین، ائمہ لغت اور آئمہ حدیث و تفسیر وغیرہ اور ساری امت کے نزدیک بغیر کسی تاویل و تخصیص کے خاتم النبیین کے معنی صرف اور صرف آخری نبی ہیں اور جو کوئی بھی کسی قسم کی تخصیص کے ساتھ کوئی تاویل کرے اس کا کلام

بکواس ہے اور وہ بلاشبہ کافر ہے۔

اب اس کے بعد انصاف کے ساتھ شخصیت پرستی اور طرفداری سے بالاتر ہوکر مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب بانیٔ مدرسۂ دیوبند کی عبارات ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں:

بعد حمد وصلوٰۃ کے قبل عرض جواب گذارش یہ ہے کہ اوّل معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے (تحذیر الناس صـ۳)

آپ سطور بالا میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، تابعین ائمہ محدثین ومفسرین اور ساری امّت کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں اور دیوبند کے بانی اس معنی کو عوام کا خیال بتاتے ہیں اور یہاں عوام سے مراد ہیں جاہل نادان نافہم کیونکہ اُن کے مقابلے میں اہل فہم کا ذکر ہے۔ اب انصاف سے کہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام۔ تابعین۔ ائمہ حدیث وتفسیر وغیرہ سب کے سب عوام اور نافہم ٹھہرے یا نہیں؟ ضرور ٹھہرے۔ اس کے بعد جو کہا مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ یعنی اہل فہم اور دانش مندوں پر روشن ہے کہ پہلے یا بعد میں آنے میں ذاتی کچھ فضیلت نہیں تو مطلب یہ ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارے نبیوں کے آخر میں تشریف لانا بالذات کچھ فضیلت نہیں رکھتا۔ اسی لئے اسکے بعد کہا پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا خاتم النبیین فرمانا یہ مقام مدح میں معنی آخری نبی صحیح نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا حضور

کی ذاتی فضیلت اور مقام مدح ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی فضیلت اور مدح قرار دیا۔ ملاحظہ ہو فرمایا:

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون (مسلم شریف ص ۱۹۹)

مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے کلماتِ جامعہ عطا فرمائے گئے۔ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔ میرے لئے ساری زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور پاکی کا ذریعہ بنا دیا گیا۔ مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر تمام انبیاء کو ختم کر دیا گیا۔

دیکھئے اس ارشاد گرامی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری نبی ہونے کو صراحۃً اپنی فضیلت قرار دیا۔ ایک ارشاد گرامی میں ہے:

ان مثلی ومثل الانبیاء من قبل کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھٰذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔ (بخاری ومسلم)

بے شک میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کوئی مکان بنایا ہو اور اس کو بہت آراستہ وپیراستہ کیا ہو مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ تو لوگ اس کے گرد چکر لگاتے اور اس کی خوبصورتی پر تعجب کرتے ہوں اور کہتے ہوں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی۔ (تاکہ تعمیر مکمل ہو جاتی) فرمایا پس وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔

دیکھئے اس ارشاد میں بھی فرمایا کہ نبوت کے حسین وجمیل محل کی تکمیل میرے ساتھ

ہوئی کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں لہٰذا حو ذاتِ پاک خاتم نبوت ہو کر قصر نبوت کی تکمیل کا باعث ہو بلاشبہ یہ تکمیل اور خاتم ہونا اس ذاتِ پاک کی مدح ہے ایک ارشاد گرامی یوں ہُوا:

انا قائد المرسلین	میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور کوئی فخر
ولا فخر و انا خاتم النبیین	نہیں اور میں تمام انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں
ولا فخر و انا اول شافع	اور کوئی فخر نہیں اور پہلا شفاعت کرنے والا
و مشفع ولا فخر (مشکوٰۃ)	اور مقبول الشفاعت ہوں اور کوئی فخر نہیں۔

یعنی قائد المرسلین۔ خاتم النبیین اور اول شافع و مشفع ہونا ہے تو بہت بڑی فضیلت فخر اور مدح کا مقام لیکن میں اس پر کوئی فخر و غرور نہیں کرتا اس لئے کہ فخر و غرور کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ محبوب نہیں رکھتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ لہٰذا میرا یہ کہنا کہ میں رسولوں کا قائد۔ نبیوں کا خاتم اور اوّل شافع و مشفع ہوں یہ فخریہ طور پر نہیں بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر ہے۔ کیونکہ میرے رب کا فرمان ہے و اما بنعمت ربک فحدث ثابت ہوا کہ جس طرح آپ کے لئے رسولوں کا قائد ہونا اول شافع و مشفع ہونا مقام فضیلت و مدح ہے اسی طرح خاتم النبیین ہونا بھی مقام فضیلت و مدح ہے لیکن دیوبند کے مدرسہ کے بانی کہتے ہیں کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت ہی نہیں اور مقام مدح میں خاتم النبیین فرمانا صحیح ہی نہیں ہے۔ آگے دیکھئے لکھتے ہیں بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے (تحذیر الناس ص۱۳)

اس کے بعد لکھتے ہیں:

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے (تحذیر الناس ص۲۵)

ان عبارتوں کو دیکھیئے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں اور آپ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو (نازل ہو نہیں کہا بلکہ پیدا ہو کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے پیدا نہیں ہوں گے) تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا جب حضور کے زمانہ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا خاتمیت محمدی کے منافی نہ ہوا تو حضور آخری نبی کہاں رہے۔ نیز خاتمیت ذاتی لازم ہے خاتمیت زمانی کو۔ تو جب بعد زمانہ نبوی نیا نبی تجویز کیا تو لازم باطل ہوا تو ملزوم کہاں رہا۔ کیونکہ بطلان لازم دلیل ہے بطلان ملزوم کی۔ تو اب نہ خاتمیت ذاتی رہی نہ زمانی۔ سب کا خاتمہ ہو گیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبارت میں لفظ ہے اگر بالفرض تو لفظ بالفرض خود اس کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ بات محال ہے کسی طرح ممکن نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض پر تو ہمارا اعتراض ہی نہیں۔ ہمارا اعتراض تو اس پر ہے کہ حضور کے بعد کسی اور نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ ضرور فرق آئے گا۔ کیونکہ اس صورت میں حضور آخری نبی نہیں رہیں گے۔ جیسے کوئی کہے کہ اگر بالفرض[1] اللہ تعالےٰ کے بعد بھی کوئی اور خدا ہو جائے تو اللہ تعالےٰ کی توحید میں کچھ فرق نہیں آئے گا تو بتایئے کہ آئے گا یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں اور ہر عقل مند کہے گا کہ ضرور فرق آئے گا۔ اس لئے کہ دوسرا خدا ہونے سے خدا تعالیٰ کا ایک ہونا ختم ہو جائے گا۔ یا کوئی کہے اگر بالفرض کوئی مسلمان اللہ تعالےٰ کے الٰہ یعنی معبود ہونے کے بعد بھی کسی اور کو الٰہ (معبود) مانے تو اس کے عقیدہ توحید میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ تو بتایئے آئے گا یا نہیں آئے گا؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ضرور آئے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کا عقیدۂ توحید ختم ہو جائے گا اور وہ مشرک قرار پائے گا۔ یا کوئی کہے کہ اگر بالفرض[2] کسی کی دونوں آنکھیں نکال لی جائیں تو اس کی بینائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ تو بتایئے کہ آئے گا یا نہیں آئے گا؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ضرور آئے گا۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ اگر

۳
بالفرض کوئی مسلمان زنا کرے تو اس کی پاک دامنی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ تو بتایئے آئیگا یا نہیں آئے گا؟ تو ہم کہتے ہیں کہ ضرور آئے گا۔ اسی طرح اگر بالفرض حضورؐ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں بھی ضرور فرق آئے گا تو ہمارا اعتراض اس پر ہے کہ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ تو جو لوگ بالفرض کا سہارا لے کر نانوتوی صاحب کی ان عبارات کو صحیح اور بے غبار ثابت کرنا چاہتے ہیں ان سے صرف اتنی گذارش ہے کہ ذیل کی ان چار عبارتوں پر وہ اپنے موجودہ اکابر علماء سے دستخط کروا دیں کہ یہ عبارات بالکل صحیح ہیں اور واقعی کچھ فرق نہ آئے گا کیونکہ ان کے ساتھ بھی لفظ بالفرض ہے۔ انشاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔

۱۔ اگر بالفرض اللہ تعالےٰ کے بعد بھی کوئی اور خدا ہو جائے تو اللہ تعالےٰ کی توحید میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

۲۔ اگر بالفرض کوئی مسلمان اللہ تعالےٰ کے الٰہ ہونے کے بعد بھی کسی اور کو الٰہ مانے تو اس کے عقیدۂ توحید میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

۳۔ اگر بالفرض کسی کی دونوں آنکھیں نکال لی جائیں تو اس کی بینائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

۴۔ اگر بالفرض کوئی مسلمان زنا کرے تو اس کی پاک دامنی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

بات اصل میں یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے میدان تو ہموار کیا تھا اپنے لئے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں مگر دعویٰ کر دیا مرزا قادیانی نے یہی وجہ ہے کہ قادیانی جب بھی کوئی پمفلٹ وغیرہ شائع کیا کرتے تھے تو اپنی تائید میں وہ ان حضرات کے حوالے پیش کرتے اور ان کی وجہ سے قادنیوں کو بڑی ترقی ہوئی۔

چنانچہ مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی کو رسالہ لکھنا پڑا "حضرت مولانا محمد قاسم صاحب پر مرزائیوں کا بہتان و افترا" جس کو جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور کی طرف سے شائع کیا گیا

اب جو یہ حضرات قادیانیوں کے پیچھے زیادہ پڑے رہتے ہیں تو اس کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ میدان تو ہموار کیا تھا انھوں نے اپنے لئے اور کود پڑا مرزا قادیانی تو یہ اس کے پیچھے پڑ گئے کہ تو کیوں کودا اور تو نے ہمارا حق کیوں چھینا۔ دوسری یہ کہ لوگ یہ نہ جان لیں کہ ختم نبوت کی مخالفت کی ابتدا ہم سے ہوئی بلکہ ہم ہر وقت ختم نبوّت کا نعرہ بلند کرتے رہیں تاکہ پردہ پڑ جائے اور لوگوں پر یہ تاثر قائم ہو جائے کہ اگر ہم ختم نبوّت کے مخالف ہوتے تو ہم اس سلسلے میں اتنی محنت۔ کوشش اور تبلیغ واشاعت وغیرہ کیوں کرتے؟ بلاشبہ سیّدی وسندی واستاذی غزالیٔ دوراں علامۂ زماں استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر مولانا سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی نے بالکل حق فرمایا کہ

عرب وعجم کے علماء اہل سنت نے جو علماء دیوبند کی توہین آمیز عبارات پر تکفیر فرمائی اگر آپ سچ پوچھیں تو مفتیان دیوبند کے نزدیک بھی وہ تکفیر حق ہے اور علماء دیوبند اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان عبارات میں کفر صریح موجود ہے لیکن محض اس لئے کہ وہ ان کے اپنے مقتداؤں اور پیشواؤں کی عبارات ہیں تکفیر نہیں کرتے اور اگر مفتیان دیوبند سے انہی کے پیشواؤں کی کسی ایسی عبارت کو لکھ کر فتویٰ طلب کیا جائے جس کے متعلق انھیں یہ علم نہ ہو کہ یہ ہمارے بڑوں کی عبارت ہے تو وہ اس عبارت کے لکھنے والے پر بے دھڑک کفر کا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں پھر جب انہیں بتایا جائے کہ جس عبارت پر آپ نے کفر کا فتویٰ دیا یہ آپ کے فلاں دیوبندی مقتدا کا قول ہے تو پھر بجز ذلّت آمیز سکوت کے کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ بدرست ہیم ایک تازہ مثال ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ ایک دیوبندی العقیدہ مولوی صاحب نے جو مودودیت کا شکار ہو چکے ہیں مودودی صاحب کو دیوبندیوں کے عائد کردہ الزامات توہین سے بری الذمہ ثابت کرنے کے لئے مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند کی ایک عبارت ان کی کتاب "تصفیۃ العقائد" سے نقل کر کے دیوبند بھیجی اور اس پر فتویٰ طلب کیا مگر یہ نہ بتایا کہ یہ عبارت کس کی ہے تو دیوبند کے مفتی صاحب نے

اس عبارت پر بے دھڑک کفر کا فتویٰ صادر فرمادیا۔

ملاحظہ فرمائیے:۔ اشتہار بعنوان "دارالعلوم دیوبند کے مفتی کا مولانا محمد قاسم نانوتوی کو فتویٰ کفر" یہ فتویٰ دیوبندیوں کے گلے میں مچھلی کے کانٹے کی طرح پھنس کر رہ گیا مولوی محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند کی عبارت (جس کو لکھ کر فتویٰ طلب کیا گیا) یہ ہے:

19۔ دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے۔ جن میں ہر ایک کا حکم یکساں نہیں ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں، بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔

فتویٰ ۸۶ (۴۱) الجواب:

انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں ان کو مرتکب معاصی سمجھنا العیاذ باللہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ نہیں اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں فقط۔ واللہ اعلم سید احمد سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے ایسے عقیدے والا کافر ہے۔ جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے۔ اس سے قطع تعلق کرلیں۔ مسعود احمد عفی اللہ عنہ۔ مہر دارالافتاء فی دیوبند الہند

المشتہر: محمد عیسیٰ نقشبندی ناظم مکتبہ اسلامی لودھراں۔ ضلع ملتان

قارئین کرام غور فرمائیں کہ دیوبند سے مولوی قاسم صاحب پر یہ فتویٰ کفر منگوا کر اشتہار میں چھاپنے والا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور اکابر علماء دیوبند کا معتقد اور ان کو اپنا مقتدا و پیشوا ماننے والا ہے مگر مودودی ہونے کی وجہ سے اس نے مودودی صاحب کے مخالفین علماء دیوبند کو نیچا دکھانے کے لئے اور مودودی صاحب پر علماء دیوبند کے صادر کئے ہوئے فتووں کو غلط ثابت کرنے کے لئے یہ چال چلی۔ اگرچہ مشتہر دیوبندی العقیدہ ہونے کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند پر مفتی دیوبند کے اس فتویٰ کفر کو صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ لیکن ہمارے قارئین کرام پر اس فتویٰ کو پڑھ کر یہ حقیقت

بخوبی واضح ہوگئی ہوگی کہ مفتیان دیوبند کی نظر میں علماء دیوبند کی عبارات کفریہ یقیناً کفریہ ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے مقتدا اور پیشوا ہیں اس لئے ان کی عبارات کے سامنے خدا اور رسول کے احکام کی کچھ وقعت نہیں۔ اہل سنت پر پیر پرستی کا الزام لگانے والے ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ اس سے بڑھ کر بھی کوئی پیر پرستی ہو سکتی ہے کہ خدا تعالےٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اپنے پیروں اور پیشواؤں کو بڑھا دیا جائے۔ اہل انصاف کے نزدیک فی زمانہ یہی لوگ آیۂ کریمہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے صحیح مصداق ہیں یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے احبار و رھبان (عالموں اور درویشوں) کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک بات کوئی دوسرا کہے تو اسے کافر بنا ڈالیں اور وہی بات ان کے علماء اور پیشوا کہیں تو پکے مومن رہیں۔ العیاذ باللہ والی اللہ المشتکی (الحق المبین ص۲۴)

مثال نمبر۲۔ سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک میلاد خواں نے مندرجہ ذیل شعر محفل مولود میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں پڑھا شعر

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ ترا اس کی نعش
تو پھر خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

ف: یہ شعر مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کا ہے دیکھو قصائد قاسمی مگر مذکورہ طریقہ سے پوچھا گیا۔ اب علماء دیوبند کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

الجواب

۱۔ یہ شعر پڑھنا حرام اور کفر ہے اگر یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا اور اگر یہ علم نہ ہو تو اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے۔ یہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے۔ اس کو تا بہ مقدور اس حرکت سے روکنا شرعاً لازم ہے۔

احمد حسن ۱۵ شوال ۱۳۵۹ھ سنبھل

۲- اس شعر کا مفہوم کفر ہے لکھنے والا (یعنی شاعر) اور عقیدہ سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے۔ ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ ظہور الدین سنبھل

۳- کسی بیہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے بیوقوف اور بیہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے۔ دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط چاہیے۔ فقط۔ سعید احمد سنبھل

۴- اس شعر کا نعت میں پڑھنا اور لکھنا دونوں کفر ہے۔ وارث علی عفی عنہ سنبھلی۔

۵- تینوں حضرات دام ظلہم العالے کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں

محمد ابراہیم عفی عنہ مدرسۃ الشرع سنبھل

۶- شعر مذکور اگرچہ نعت میں ہے لیکن حد شریعت سے باہر ہے ایسا شعر نہ کہنے والے کو کہنا اور نہ پڑھنے والے کو پڑھنا جائز ہے۔ یہ غلو اور قبیح ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

۷- نمبر ۱۲۱- الف نمبر فتویٰ

مذکورہ شعر اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے۔ شعر میں حد درجہ کا غلو ہے۔ جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ شاعر کا فراس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ شعر کا پہلا مصرع شرط ہے (جو) معنی میں اگر کے ہے اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے۔ شرط کا وجود محال ہے اس لئے دوسرا مصرع بطور جزا کے ہے اس کا مترتب ہونا بھی محال ہے۔ مگر شعر نعت رسول سے بہت گرا ہوا اور رکیک ہے۔ ایسے غلو سے شاعر کو بچنا فرض اور ضروری ہے ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے قرآن کے حکم طابق ابلیس جنت میں نہیں جائے گا۔ مگر اس کے قائل کو کافر نہیں کہہ سکتے اس میں محال کو فرض کر رکھا ہے جب تک توجیہہ اس کے کلام کی ہو سکتی ہے اس وقت

تک اس کے قائل کو کافر کہنا جائز نہیں۔ ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہیے۔ واللہ اعلم

کتبہ سید مہدی حسن صدر مفتی دار العلوم، دیوبند ۱۳ ۲/ھ جمعہ۔

نمبر ۲۹ فتویٰ۔ شاعر کا مقصد بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے اور وہ فرطِ عقیدت میں سگِ کوچۂ نبی کو بھی ابلیس سے بھی برتر ثابت کرنا چاہتا ہے اس کا مقصد ابلیس کو جنتی کہنا نہیں ہے جو ان نصوص کا انکار بھی نہیں اور نہ ابلیس کے جنتی ہونے کا مدعی ہے۔ اس لئے شاعر کو کافر نہ کہا جائے گا۔ البتہ اس شعر سے چونکہ اس قسم کا ایہام ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ دوسرا فریق کہتا ہے اور ایہام کفر سے بھی بچنا واجب ہے اس لئے اس شعر کو ہرگز نہ پڑھا جائے اور توبہ کی جائے مگر دوسرے لوگوں کو بھی اس کے کافر کہنے میں احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ التزام کفر اور لزوم کفر میں فرق ہے اور جب کسی قول میں احتمال ادنیٰ کفر بھی ہو سکتا ہے اگرچہ بتاویل ہو قائل کو کافر نہ کہا جائے گا۔

واللہ اعلم سعید احمد غفرلہٗ۔ مفتی مظاہر العلوم سہارنپور ۱۵ صفر ۱۳۷۰ھ

نوٹ: ایک ہی سوال کے جواب میں قائلین نے بھانت بھانت کی بولی ملاحظہ فرمالی۔ یہ وہ اونٹ ہے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ کوئی تو مولوی قاسم نانوتوی کو جاہل اور بیہودہ کہہ رہا ہے کوئی کافر اور فاسق۔ کوئی التزام کفر اور لزوم کفر کی بحث میں الجھا ہے غرضیکہ ان کے یہاں فتویٰ نویسی کا کوئی معیار ہی نہیں اور یہ سارے فتوے اس بنیاد پر ہیں کہ کسی کو بھی اس کی خبر نہیں کہ تیر کے نشانے پر کون ہیں۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ بانی دار العلوم دیوبند کا شعر ہے تو پھر اس شعر میں نعت نبی کے وہ وہ گوشے نکالے جاتے کہ عالمگیری وشامی کے بجائے دیوانِ غالب وذوق کے صفحات اُلٹے جاتے اور اردو شاعری میں اس شعر کو ایک نئے مفہوم کا اضافہ کہا جاتا۔ یہ بھی ایک رہی کفر کے فتوے خود دیوبند سے دیئے جائیں اور بدنام بریلی کو کیا جائے۔ آج بلند بانگ نعروں سے یہ کہا جاتا ہے کہ "کافر کو کافر نہ کہو" حالانکہ یہ کہہ کر خود آں بدذلت نے کافر کہہ دیا یعنی کافر تو ہے مگر کافر

مت کہو۔ خون کے آنسو مصنفہ علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی رحمۃ اللہ علیہ

مثال نمبر ۳۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی کتاب ایضاح الحق مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۵ھ صفحہ ۳۵-۳۶ میں لکھا ہے۔

تنزیہ او تعالےٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات (الی قولہ) ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد۔ ملخصاً۔ اس میں صاف تصریح ہے کہ اللہ تعالےٰ کو زمان و مکان و جہت سے پاک جاننے اور اس کا دیدار بلا کیف ماننے کا عقیدہ بدعت و ضلالت ہے۔ حالانکہ تمام ائمہ کرام اور پیشوایان اسلام کا یہی عقیدہ ہے تو مولوی اسمٰعیل کے قول کے مطابق وہ سب کے سب معاذ اللہ بدعتی و گمراہ ٹھہرے۔

چنانچہ ایک صاحب نے یہی عبارت بغیر نام، کتاب لکھ کر علماء وہابیہ دیوبندیہ سے سوال کیا تو انہوں نے بے دھڑک کفر کے فتوے دے دیئے۔ سوال و جوابات ملاحظہ ہوں:

سوال: کیا ارشاد ہے علماء دین کا اس شخص کے بارے میں جو یہ کہے کہ جناب باری تعالیٰ عز اسمہٗ کو زمان اور مکان اور ترکیب عقلی سے پاک کہنا اور اس کا دیدار بے جہت و بے محاذات حق جاننا بدعت ہے۔ یہ قول کیسا ہے بینوا توجروا۔

(دیکھئے یہ وہی قول ہے جو مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا مگر سوال میں اس کا نام نہ لیا بلکہ ایک شخص کہا اب گرم جوش فتوے دیکھئے)

الجواب

۱۔ یہ شخص عقائد اہل سنت و الجماعت سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے۔ نعوذ باللہ حضرات سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب اور یہی احادیث صحیحہ و کلام اللہ شریف کی آیات صریحہ سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ

زمان اور مکان وجہت سے پاک ہے اور دیدار اس کا بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا۔ چنانچہ کتب عقائد اس سے مشحون ہیں فقط۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی۔

رشید
احمد ۱۳۰۱

۲۔ الجواب صحیح۔ اشرف علی عفی عنہ

۳۔ اگر حق تعالےٰ کو زمان و مکان سے اور ترکیب سے پاک نہ مانا جاوے گا تو حق تعالیٰ کا محتاج ہونا اور صفات حادث کے ساتھ متصف ہونا لازم آوے گا۔ حالانکہ حق تبارک وتعالیٰ احتیاج سے منزہ صمدیت ازلیہ کے ساتھ متصف ہے لم یزل لا یزال اس کی صفت ہے۔ زمان و مکان حادث و مخلوق ہیں کان اللہ ولم یکن معہ شیئ قال تعالےٰ کل شیئ ھالک الا وجھہ وقال تعالیٰ لیس کمثلہٖ شیئ وھو السمیع البصیر الغرض حق تعالےٰ کو زمان اور مکان سے اور ترکیب عقلی سے منزہ جاننا عقیدہ اہل حق اور اہل ایمان کا ہے اس کا انکار الحاد اور زندقہ ہے اور دیدار حق تعالیٰ جو آخرت میں ہوگا۔ مومنین کو وہ بے کیف اور بے جہت ہوگا۔ مخالف اس عقیدہ کا بددین و ملحد ہے۔ اس کی صحبت سے اہل اسلام کو احتراز لازم ہے۔

قال فی شرح العقائد النسفیہ ولا یتمکن فی مکان ولا یجری علیہ زمان ولا یشبھہ شیئ الی ان قال فیری لا فی مکان ولا علی جھۃ مقابلۃ واتصال شعاع او ثبوت مسافۃ بین الرائی وبین اللہ تعالیٰ الخ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ و توکل علی العزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ دیوبند

۴۔ الجواب صحیح۔ بندہ محمود عفی عنہ مدرس اوّل مدرسہ دیوبند

۵۔ الجواب صحیح۔ محمود حسن عفی عنہ

۶۔ الجواب صحیح۔ غلام رسول۔ عفی عنہ

۷۔ زمان ومکان اور ترکیب یہ سب علامات حدوث وخواص امکان ہیں۔ واجب تعالیٰ سبحانہٗ ان سب سے بری ہے۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے (آگے عبارت لکھی ہے) اللہ جل شانہٗ کا دیدار بے جہت بے محاذ عقلاً ونقلاً دونوں طرح ثابت ہے۔ چنانچہ شرح عقائد میں موجود ہے (آگے عبارت لکھی ہے) پس معلوم ہوا کہ جو شخص دیدارِ الٰہی کا منکر اور اس کے لئے ترکیب عقلی ثابت کرنے والا ہے وہ ہرگز اہل سنت میں سے نہیں۔ اس کو اختیار ہے کہ دوسروں کو بدعتی بنادے اور یہ بدعت کہہ دینا اس کا ایسے موقع پر غالباً اپنی مخترعات کی اشاعت کے لئے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ المسکین محمد عبدالحق عفی عنہ

۸۔ الجواب صواب۔ محمود حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی مراد آباد۔

۹۔ ایسے عقیدہ کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے۔

۱۳۱۵
ثناءاللہ المحمود

ابوالوفا ثناء اللہ کفاہُ اللہ

قارئین حضرات! فتوے ملاحظہ فرمائے آپ نے؟

کہ وہ شخص اہل سنت کے عقائد سے جاہل۔ بے بہرہ ہے۔ یہ اعتقاد اور مقولہ جو سوال میں درج ہے کفر ہے وہ ملحد۔ بددین زندیق ہے وہ ہرگز اہل سنت میں سے نہیں، دین سے ناواقف ہے وغیرہ۔

اب ان مفتیوں سے کہیے کہ جناب وہ شخص جس پر آپ نے یہ فتوے صادر کیے ہیں وہ آپ کا شہید مولوی اسمٰعیل دہلوی ہی ہے۔ ابھی ابھی دیکھیے الٹے پاؤں پلٹ جائیں گے۔ واضح طور پر ثابت ہوا کہ ان حضرات کی نگاہ میں جو قدر مولوی اسمٰعیل کی ہے وہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی نہیں اللہ تعالےٰ کی شان الوہیت میں چاہے کتنا ہی بٹہ لگے مگر مولوی اسمٰعیل کی ذات پر کوئی حرف نہ آئے۔ یہ ہے ان کا ایمان ان کو مولوی اسمٰعیل

اللہ تعالےٰ واحد قہار سے زیادہ عزیز ہے۔ اب بھی آپ اسکے ماننے والوں سے درج ذیل سوالات کرکے آزما سکتے ہیں۔

۱۔ کیا مولوی اسمٰعیل عقائد اہل سنّت وجماعت سے جاہل اور بے بہرہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ حالانکہ آپ کے مفتی صاحبان خود ہی حکم لگا چکے ہیں۔

۲۔ آپ کے مفتی صاحبان نے کہا۔ حضرات سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور مولوی اسمٰعیل نے اسی کو حقیقی بدعت کہا تو اس نے سلف صالحین اور ائمہ دین کو حقیقی بدعتی بنایا یا نہیں؟

۳۔ آپ کے مفتی صاحبان نے کہا۔ یہی احادیثِ صحیحہ وکلام اللہ شریف کی آیات صریحہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا مولوی اسمٰعیل آپ کے مفتی صاحبان ہی کے فتوے سے قرآن وحدیث کا منکر ہوا یا نہیں؟ اور جو منکر قرآن وحدیث کو اپنا امام مانیں وُہ کون ہوئے؟

۴۔ آپ کے مفتی صاحبان نے کہا یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے اور وہ مقولہ اور اعتقاد مولوی اسمٰعیل کا ہے تو بتائیے یہ حکم شریعت اور قانون اسلام اس پر بھی جاری ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہ تمہارا امام ہے۔ نیز جو کفریہ قول کرنے والے کو اپنا امام مانیں وہ کون ہوئے؟

۵۔ آپ کے مفتی صاحبان نے کہا۔ اس قول کی بنا پر اللہ تعالےٰ کا محتاج ہونا اور صفات حادث کے ساتھ متصف ہونا لازم آئے گا تو مولوی اسمٰعیل نے اللہ تعالیٰ کو محتاج اور صفات حادث کے ساتھ متصف ٹھہرایا یا نہیں؟ اور جو اللہ تعالیٰ کو محتاج وغیرہ ٹھہرائے وہ کون ہوا؟ اور اُس کے ماننے والے کون ہوئے؟

۶۔ آپ کے مفتی صاحبان نے کہا یہ عقیدہ اہل حق اور اہلِ ایمان کا ہے۔ مولوی اسمٰعیل نے اسی عقیدہ کو حقیقی بدعت کہا۔ تو جو اہل حق اور اہل ایمان کے عقیدہ کو حقیقی

بدعت کہے وہ اہلِ حق اور اہلِ ایمان کا دشمن ہے یا نہیں ؟

۷۔ آپ کے مفتی صاحبان نے کہا اس کا انکار الحاد و زندقہ ہے۔ مخالف اس عقیدہ کا بددین و ملحد ہے۔ کہیے آپ کے مفتی صاحبان کے فتوے سے مولوی اسمٰعیل ملحد بددین اور زندیق ہوا یا نہیں ؟ اور ملحد۔ بددین اور زندیق کو اپنا امام ماننے والے کون ہوئے ؟

۸۔ غیر مقلدین کے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بہت ہلکا فتویٰ لگایا کہ دین سے ناواقف ہے تو غیر مقلدو! بتاؤ کہ جو دین سے ناواقف ہو اس کو کم از کم جاہل تو کہو گے یا نہیں ؟

لطیفہ! مولوی اسمٰعیل کی عبارت پر پہلا فتویٰ جو درج ہے وہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا ہے اس میں یہ ہے کہ یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے۔ نیز یہی سلف صالحین اور ائمہ دین کا مذہب ہے اور یہی احادیث صحیحہ و کلام اللہ شریف کی آیات صریحہ سے ثابت ہے۔ اس فتوے کی رو سے مولوی اسمٰعیل صاحب کافر اور سلف صالحین اور ائمہ دین کے مذہب اور کلام اللہ شریف کی آیاتِ صریحہ اور احادیث صحیحہ کے منکر ٹھہرے اور جو قرآن کی آیاتِ صریحہ کا منکر ہو وہ بلا شبہ کافر ہے۔ تو گنگوہی صاحب کے فتوے سے مولوی اسمٰعیل صاحب کافر قرار پائے۔ اور انہی گنگوہی صاحب کا فتویٰ ہے کہ جو مولوی اسمٰعیل کو کافر کہے خود کافر ہے۔ عبارت یہ ہے (مولوی اسمٰعیل) ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۱۶/۳)

نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں کافر ٹھہرے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مثال نمبر ۳ کی پوری بحث و تفصیل کے لئے دیکھو رسالہ (دیوبندی مولویوں کا ایمان) شائع کردہ حضرت مولانا مولوی محمد معین الدین صاحب شافعی قادری رضوی مدظلہ۔ لائل پوری)

۲۰۔ مولوی غلام خاں صاحب جو آج کل غلام اللہ خاں صاحب کہلاتے ہیں کے استاد مولوی حسین علی صاحب شاگرد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی آیت کریمہ

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اور طاغوت کا معنی کلما عبد من دون اللہ فھو الطاغوت۔ اس معنی سے جب طاغوت جن اور ملائکہ اور رسول کو بولنا جائز ہوگا۔ یا مراد خاص شیطان[1] ہے۔

(بلغۃ الحیران فی ربط آیات القرآن)

اس لرزا دینے والی ناپاک عبارت جس میں فرشتوں اور رسولوں کی انتہائی توہین ہے کی تشریح کرنے سے پہلے قارئین حضرات کی خدمت میں پوری آیت مع ترجمہ پیش کی جاتی ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ	سو جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ
يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ	تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو تو اُس نے بڑا
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ	مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں
لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝	اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں اور خوب
اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ	جاننے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان
يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ	لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو تاریکیوں سے
اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا	نکال کر یا بچا کر نور کی طرف لاتا ہے اور جو
اَوْلِيٰٓـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ	لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں
مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ	وہ ان کو نور سے نکال کر یا بچا کر تاریکیوں کی
اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ	طرف لے جاتے ہیں ایسے لوگ دوزخ میں رہنے

---

[1] یا مراد خاص شیطان ہے یہ بھی ایک شق ہے اس سے فرشتوں اور رسولوں کو طاغوت کہنے کے جائز ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ غایت مافی الباب یہ کہ رسولوں اور فرشتوں کو بھی طاغوت کہنا جائز ہے اور شیطان کو بھی۔ (ماخوذ)

فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝ والے ہیں یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو ہیں
پارہ ۳ رکوع ۲ گے۔ (ترجمہ تھانوی صاحب)

دیوبندی حضرات کے بہت بڑے عالم مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے:

۱۔ کفر کا معنیٰ بداعتقادی اور ایمان کا معنی خوش اعتقادی۔ ثابت ہوا کہ ایمان نام ہے خوش اعتقادی کا اور کفر نام ہے بداعتقادی کا۔ لہٰذا بدعقیدہ کافر ہے اور خوش عقیدہ مومن ہے۔

۲۔ طاغوت کا معنی شیطان ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ساتھی اور طاغوت کافروں کے ساتھی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا کام ہے ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لانا اور طاغوت کا کام ہے نور سے نکال کر ظلمتوں کی طرف لے جانا۔ تو اگر معاذ اللہ فرشتوں اور رسولوں کو طاغوت کہنا جائز ہو تو یہ جائز اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ وہ طاغوت ہوں اور اگر وہ طاغوت ہوں تو پھر وہ اللہ تعالےٰ کے مخالف بلکہ دشمن اور کافروں کے ساتھی اور نور سے نکال کر ظلمتوں کی طرف لے جانے والے قرار پائیں گے۔ العیاذ باللہ۔ اور پھر ان کے ساتھ کفر کرنا یعنی بداعتقاد ہونا لازم وضروری ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے الخ

حالانکہ ان پر ایمان لانا لازم وضروری ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا:

كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ (پارہ ۳ رکوع ۸) یعنی رسول اور تمام مومنین یہ سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

ثابت ہوا کہ فرشتوں اور رسولوں کو طاغوت کہنا گویا ان کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ شیطان بنانا ہے تو خدارا انصاف سے کہیے کہ یہ فرشتوں اور رسولوں کی کتنی بڑی توہین

گستاخی اور ظلم ہے۔ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

نیز لفظ "طاغوت" ایک ایسا لفظ ہے جس کی نسبت اللہ کے معصوم اور نورانی بندے ملائکہ اور رسولوں کی طرف کرنا ایک جاہل مسلمان کے تصور میں بھی نہیں آسکتا چہ جائیکہ کوئی عالم دین کہلانے والا ایسی جسارت کا مرتکب ہو۔ کیونکہ لفظ "طاغوت" طغیان سے مشتق ہے اور مبالغہ کے لئے آتا ہے۔ طغیان کے اصل معنی ہیں ظلم اور معاصی میں حد سے گزر جانا۔ تو طاغوت کے معنی ہوں گے ظلم و سرکشی اور معاصی میں حد سے گزرنے والا۔ تو یہ صفت بلاشبہ شیطان کی صفت تو ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے معصوم اور مقدس فرشتے اور رسول علیہم السلام تو اس ناپاک صفت سے بالکل پاک ہیں۔ سچ پوچھیے تو یہ ان مقدس اور نورانی حضرات کے لئے ایک گالی ہے۔ العیاذ باللہ۔ حالانکہ اس انتہائی گستاخی کے مرتکب کا نام سرورق پر یوں لکھا ہوا ہے۔

از زبدۃ المفسرین۔ عمدۃ المحدثین۔ رئیس الفقہا۔ الصوفی الصافی مولانا حسین علی عم فیضہٗ وغیرہ۔

تو غور کیجئے کہ جب دیوبندیوں کے زبدۃ المفسرین اور عمدۃ المحدثین اور رئیس الفقہا کی گستاخی و بے ادبی اور بے سمجھی میں یہ حالت ہے تو اُن کے جہلا کا کیا حال ہوگا؟

اب رہا یہ سوال کہ کلما عبد من دون اللہ فہو الطاغوت جس کے معنی بموجب اس نے فرشتوں اور رسولوں کو طاغوت کہنا جائز لکھا ہے۔ اس کا معنی اور صحیح مفہوم کیا ہے؟ تو اُس کے متعلق عرض یہ ہے کہ عبارت کلما عبد من دون اللہ فہو الطاغوت کا معنی یہ ہے کہ "اللہ کے سوا ہر وہ جسکی عبادت کی گئی وہ طاغوت ہے"۔ تو اس زبدۃ المفسرین کے خیال کے مطابق چونکہ کفار و مشرکین نے فرشتوں اور رسولوں کو بھی معبود بنایا اور انکی عبادت بھی کی گئی لہٰذا وہ بھی طاغوت ہوئے (معاذ اللہ)

اصل میں "من دون اللہ" کو نہ سمجھنا ہی ان کی بے ادبی اور بدنصیبی کا باعث ہوا ہے گویا من دون اللہ ان کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ "من دون اللہ" سے مُراد بت ہیں اور کفار و مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور کرتے ہیں جیسا کہ آج کل عیسائیوں کے گرجوں میں ہی جا کر دیکھ لیجئے کہ انہوں نے بُت بنائے ہوئے ہیں اور کسی بُت کا نام انہوں نے معاذ اللہ عیسیٰ (علیہ السلام) اور کسی بُت کا نام مریم (علیہا السلام) اور کسی بُت کا نام جبریل (علیہ السلام) رکھا ہوا ہے اور ان کی وُہ پوجا کرتے ہیں۔ حالانکہ معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان بتوں سے ان مقدس حضرات کو کیا تعلّق اور کیا نسبت۔ اگر کسی بُت کا نام عیسیٰ رکھ دیا جائے تو کیا وُہ بُت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن جائے گا؟ جیسے کہ اگر کوئی مشرک یا مسلمان کسی بت کا نام "اللہ" رکھ کر اس کی پوجا کیا کرے تو کیا وُہ بت معاذ اللہ اللہ ہو جائے گا اور اس کی پوجا اللہ کی پوجا ہو گی۔ ہرگز نہیں بلکہ بُت کی پوجا ہو گی جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ	تم نہیں پوجتے ہو اللہ کے سوا مگر چند ناموں
اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ	کو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ
وَاٰبَآؤُكُمْ (۱۲/۱۵)	لئے ہیں۔

ثابت ہُوا کہ من دون اللہ سے مراد بت ہیں۔ نبی ولی یا فرشتے نہیں۔ اگرچہ نام کچھ بھی ہو یہی وجہ ہے کہ عبارت کل ما عبد میں ما کا لفظ ہے جو غیر ذوی العقول کے لئے ہے۔ اور ذوی العقول کے لئے من آتا ہے اور بُت بلاشبہ غیر ذوی العقول ہیں اور فرشتے اور رسول علیہم السلام تو کامل العقل ہوتے ہیں، اگر اس عبارت میں وہ مراد ہوتے تو ما عبد کی بجائے من عبد ہوتا۔

نیز اگر ما عبد من دون اللہ میں ملائکہ اور رسل کو شامل کیا جائے تو وُہ معاذ اللہ جہنم کا ایندھن قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ	بیشک (اے مشرکو) تم اور جن کی تم عبادت
دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۱۷	کرتے ہو اللہ کے سوا (سب) جہنم کا ایندھن

ہیں۔

ماننا پڑے گا کہ ما عبد من دون اللہ سے مراد بت ہی ہیں جن کی کفار و مشرکین عبادت کرتے تھے۔ اور وہ بت اور ان کے پجاری دونوں یقیناً جہنم کا ایندھن ہوں گے کما قال اللہ تعالیٰ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ○ نیز فرمایا قَالُوْا وَهُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۱۹/۱۹ چنانچہ ان آیات کی تفسیر میں خود دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی فرماتے ہیں یعنی بت اور بت پرست اور ابلیس کا سارا لشکر سب کو دوزخ میں اوندھے منہ گرا دیا جائے گا وہاں پہنچ کر آپس میں جھگڑیں گے ایک دوسرے کو الزام دیں گے اور آخر کار اپنی گمراہی کا اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم سے بڑی سخت غلطی ہوئی کہ تم کو (یعنی بتوں کو یا دوسری چیزوں کو جنھیں خدائی کے حقوق و اختیارات دے رکھے تھے) رب العالمین کے برابر کر دیا کیا کہیں یہ غلطی ہم سے ان بڑے شیطانوں نے کرائی اب ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں نہ کوئی بت کام دیتا ہے نہ شیطان مدد کو پہنچتا ہے:

الحمد للہ ہمارا دعویٰ دلائل حقہ سے ثابت ہو گیا اور ہمارے قارئین پر واضح ہو گیا۔ ما عبد من دون اللہ سے مراد بت ہیں اور ان میں ملائکہ اور رسولوں کو شامل کر کے ان کو طاغوت کہنا ان کی انتہائی توہین اور پرلے درجے کی گستاخی ہے۔

۲۱۔ انہی مولوی حسین علی صاحب نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے کاموں کا علم پہلے سے نہیں ہوتا بلکہ بندوں کے کرنے کے بعد اللہ کو انکے کاموں کا علم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو: اور انسان خود مختار ہے اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں ہوتا کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہو گا اور آیات

قرآنیہ جیسا کہ و یعلم الذین وغیرہ بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں۔ (تفسیر بلغۃ الحیران ص۱۵۶)

حالانکہ اہل سنت کے نزدیک ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے دیکھئے شرح فقہ اکبر ص۲۰۱

من اعتقد ان اللہ لا یعلم الاشیاء قبل وقوعھا فھو کافر وان عد قائلہ من اھل البدعۃ یعنی جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کے واقع ہونے سے پہلے نہیں جانتا وہ کافر ہے اگرچہ اس کا قائل اہل بدعت سے شمار کیا گیا ہو۔

اور یہ کہنا کہ انہوں نے اپنا مذہب بیان نہیں کیا بلکہ معتزلہ کا مذہب بیان کیا ہے درست نہیں اس لئے کہ جب انھوں نے قرآن کی آیات اور احادیث کو اس مذہب پر منطبق مان لیا تو اس کی حقانیت کو تسلیم کر لیا خواہ وہ معتزلہ کا مذہب ہو یا کسی اور کا۔ کیونکہ قرآن وحدیث جس پر منطبق ہے اس کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔

۲۲۔ انہی مولوی حسین علی صاحب نے لکھا ہے:

اور قبل الدخول طلاق دو تو اس عورت پر عدت لازم نہ ہوگی جیسا کہ زینب کو طلاق قبل الدخول دی گئی اور رسول اللہ صلعم نے اس کو بلا عدت نکاح کر لیا (بلغۃ الحیران ص۲۶۶)

معاذ اللہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا افترا اور بہتان ہے کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے عدت گذرنے سے پہلے نکاح کر لیا۔ حالانکہ تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے عدت گزاری اور عدت گزرنے کے بعد نکاح ہوا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت گذرنے سے پہلے نکاح کا پیغام تک نہیں بھیجا۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے۔

لما انقضت عدۃ زینب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لزید فاذکرھا علی (صحیح مسلم شریف ص۴۶۰)

یعنی جب (حضرت) زینب (رضی اللہ عنہا) کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت) زید سے فرمایا کہ تم میری طرف سے زینب کو پیغام نکاح دو۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضور نے بلا عدت نکاح کر لیا حضور پر بہت بڑا افترا ہے اور یہ آپ کی سخت توہین اور بدترین گستاخی ہے۔ نیز یہ کہنا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو قبل الدخول طلاق دی گئی اور ان پر عدت لازم نہ تھی یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ خلوت صحیحہ سے بھی عدت لازم ہو جاتی ہے۔ دخول ہو یا نہ ہو اور حضرت زینب تقریباً ایک سال تک حضرت زید سے ہم صحبت رہی ہیں۔

۲۳۔ انہی مولوی حسین علی صاحب نے لکھا ہے:

اور رسولوں کا کمال عذاب الٰہی سے نجات پا لینی ہے (بلغۃ الحیران ص۲۴۴)

جب رسولوں کا کمال صرف عذاب الٰہی سے نجات پا لینا ہی ہوا تو جو غیر رسول ہیں وہ تو عذاب الٰہی سے کبھی نجات نہیں پا سکیں گے کیونکہ ان کو تو رسالت کا کمال حاصل نہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تفسیر بلغۃ الحیران کی مذکورہ بالا عبارات پر خود علماء دیوبند وغیرہ نے بھی گمراہی اور کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو اشتہار "تفسیر بلغۃ الحیران علماء دیوبند کی نظر میں"۔

شائع کردہ دار العلوم رحمانیہ۔ ہری پور ہزارہ

۲۴۔ ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق گنگوہی صاحب کا فتویٰ:

محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں اُن کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ مزاج میں شدّت تھی۔ مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی کا ہے۔ رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ)

قارئین حضرات! ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق گنگوہی صاحب کا فتویٰ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب خود علماء دیوبند کی عبارات ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق ملاحظہ

فرمائیں اور فیصلہ فرمائیں کہ ان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

علماء دیوبند کے عقائد کی کتاب "المہند" صفحہ ۱۲ میں ہے:

۲۵ - بارھواں سوال۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو کو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے۔

جواب: ہمارے نزدیک ان کا حکم وُہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں آگے فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنّت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی شوکت توڑ دی۔

فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت میں ہے کہ ان کے عقائد عمدہ تھے اور المہند کی عبارت میں ہے کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور ان کے عقیدہ کے خلاف اہل سنت تھے اسی لئے ان کے نزدیک اہل سنت اور علماء اہل سنت کا قتل مباح تھا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک

تمام اہل سنت کو مشرک سمجھنا اور ان کا قتل جائز اور حلال جاننا یہ عمدہ عقیدہ ہے نیز گنگوہی صاحب کہتے ہیں کہ وُہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں اور دیگر سب علماء دیوبند کہتے ہیں کہ وہ خارجی اور باغی تھے معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک خارجی اور باغی اچھے ہوتے ہیں۔

۲۶۔ اور سنیے: مولوی حسین احمد صاحب مدنی صدر مدرس دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں:۔ صاحبو! محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتدا تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اُس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔

(الشہاب الثاقب ص۴۲)

گنگوہی صاحب کہتے ہیں: اُن کے عقائد عمدہ تھے وہ اور اُن کے مقتدی اچھے ہیں اور مولوی حسین احمد صاحب کہتے ہیں کہ اس کے خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ تھے۔ وہ اہل سنت کے قتل کو باعث ثواب و رحمت اور ان کے اموال کو مال غنیمت اور حلال سمجھتا تھا۔ اس نے اہل حرمین اور اہل حجاز کو سخت تکالیف پہنچائیں۔ یہاں تک کہ ان کو ہجرت کرنی پڑی۔ سلف صالحین اور ان کے متبعین کا بے ادب اور نہایت گستاخ تھا ہزاروں مسلمانوں کا قاتل اور ظالم، باغی، خونخوار اور فاسق تھا۔

اب اگر گنگوہی صاحب سچے ہیں تو یہ دوسرے جھوٹے اور اگر یہ سچے ہیں تو گنگوہی

صاحب جھوٹے فیصلہ ماننے والوں پر ہے۔

۲۷۔ گنگوہی صاحب کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور دیوبند کے صدر مدرس مولوی حسین احمد صاحب نے نمبروار بطور نمونہ ان کے چند عقیدے لکھے ہیں وہ ملاحظہ ہوں:

۱۔ محمد ابن عبدالوہاب کا عقیدہ یہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (الشہاب الثاقب صـ۴۳)

۲۔ نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں صـ۴۵)

۳۔ زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و حضوری آستانہ شریفہ و ملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام وغیرہ لکھتا ہے اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور و ممنوع جانتا ہے لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد ان کا مستدل ہے بعض ان میں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں صـ۴۵)

۴۔ شان نبوت اور حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں..... ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ اُن کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے

والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ (ص۴۷)

۵۔ وہابیہ اشغال باطنیہ و اعمال صوفیہ مراقبہ ذکر و فکر و ارادت و مشیخت و ربط القلب بالشیخ و فنا و بقا و خلوت وغیرہ اعمال کو فضول و لغو و بدعت و ضلالت شمار کرتے ہیں۔ ص۵۹

۶۔ وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت والجماعت کے مخالف ہو گئے چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں۔ وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقت اظہار دعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں، لیکن عمل درآمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے

(الشہاب الثاقب ص۶۲)

۷۔ مثلاً اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے (ص۶۴)

۸۔ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس ندا اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزا اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں۔ (ص۶۵)

۹۔ وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ و سلام درود بر خیر الانام علیہ السلام اور قرأت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے و ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں اور بعض اشعار کو قصیدہ بردہ میں شرک وغیرہ کی طرف نسبت کرتے ہیں مثلاً

یا اشرف الخلق مالی من الوذ بہ سواک عند نزل حلول الحادث العمم

اے افضل مخلوقات میرا کوئی نہیں جس کی پناہ پکڑوں بجز تیرے بوقت

حوادث۔ (ص۶۶)

۱۰۔ وہابیہ سوائے علم احکام الشرائع جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ سے ذاتِ سرورِ کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں۔ (ص۶۷)

۱۱۔ وہابیہ نفس ذکر ولادت حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح و بدعت کہتے ہیں۔ (ص۶۷)

قارئین حضرات! یہ گیارہ عقیدے بطور نمونہ ابن عبدالوہاب نجدی اور ان کے اتباع کے خود دیوبند کے صدر مدرس مولوی حسین احمد صاحب نے لکھے ہیں جو گنگوہی صاحب کے نزدیک عمدہ عقیدے ہیں۔ معلوم ہوا کہ انتہائی گندے خبیث اور کفریہ عقیدے ان کے نزدیک عمدہ ہوتے ہیں اور پاکیزہ اور اسلامی عقیدے ان کے نزدیک کفر و شرک اور بدعت ہوتے ہیں ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۲۸۔ گنگوہی صاحب کے نزدیک صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی صحابی کو کافر کہنے والا اہل سنّت وجماعت سے خارج نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہو:

جو شخص صحابۂ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص۱۴۱/۲)

غور فرمائیے کہ صحابۂ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر آخری صحابی تک سب آ گئے۔ حالانکہ فقہا اور ائمہ اہل سنت نے تصریح فرمائی ہے کہ ایسا شخص اہلِ سنت سے خارج ہے بلکہ حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان میں تبرّا کرنے والا بلاشبہ کافر ہے مگر گنگوہی صاحب کے

نزدیک کسی بھی صحابی کو کافر کہنے والا کافر تو کیا سنت جماعت سے بھی خارج نہیں ہوتا۔ ان کے بعض عقیدت مندان کی ناجائز طرفداری کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ ہوگا کی جگہ نہ ہوگا لکھ دیا ہے۔ مگر یہ محض غلط ہے اس لئے کہ فتاویٰ رشیدیہ کئی بار چھپا ہے مختلف مطبعوں میں طبع ہوا ہے اگر کاتب کی غلطی ہوتی تو ایک چھاپہ میں ہوتی دو میں ہوتی ہر کتاب اور ہر چھاپہ میں یہی عبارت ہے حالانکہ پہلی بار چھپنے پر ہی اس پر مواخذہ شروع ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں اس عبارت میں ہے کہ وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ مطلق گناہ کبیرہ سے آدمی اہل سنت سے خارج نہیں ہوتا۔ رہا یہ کہ انہوں نے ملعون کہا ہے تو یہ ملعون کہنا بھی سنت جماعت سے خارج ہونے پر قرینہ نہیں کیونکہ قرآن پاک میں جھوٹوں پر لعنت فرمائی گئی ہے اور حدیث شریف میں تارک سنت پر لعنت وارد ہے تو کیا جھوٹا اور تارک سنت، اہل سنت وجماعت سے خارج ہے[1]؟

دوسرا رُخ دیکھئے! انہی گنگوہی صاحب کے اسی فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے (ص ۱۶/۳) دوسرے مقام پر ہے:

علماء کی توہین وتحقیر کو چونکہ علمائے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم کے اور دین کے ہو (ص ۵/۳)

---

[1] خود گنگوہی صاحب نے اپنے فتوے میں اس کی تصریح کردی ہے، ملاحظہ ہو

شیعہ کے دفن وکفن کی بابت استفسار فرمایا ہے سو جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں ان کے نزدیک تو اس کی نعش کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے اور جو لوگ فاسق کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان کی تجہیز وتکفین حسب قاعدہ ہونی چاہیئے۔ اور بندہ بھی ان کی تکفیر نہیں کرتا۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۵/۲)

غور فرمایئے! گنگوہی صاحب کے نزدیک مولوی اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہنے والا اور علماء کی توہین اور تحقیر کرنے والا تو کافر ہے مگر صحابہ کرام کو کافر کہنے والا کافر تو کیا سنت جماعت سے بھی خارج نہیں ہوتا۔ فیا للعجب۔

ثابت ہوا کہ ان حضرات کے نزدیک اپنے علماء کی جتنی قدر ہے صحابۂ کرام کی اتنی قدر نہیں ہے۔

حلال و حرام

۲۹۔ سوال: انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں؟

جواب: انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۰/۲)

غور فرمایئے! سائل سوال کر رہا ہے کہ مجلس میلاد شریف جس میں قیام بھی نہ ہو یعنی کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام نہ پڑھا جائے اور روایات بھی صحیح بیان کی جائیں تو ایسی مجلس میلاد درست ہے یا نہیں؟ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں مجلس میلاد ہر حال میں ناجائز ہے اور وجہ اس کی تداعی ہے۔ اس گنگوہی فتویٰ پر حیرت اور سخت تعجب ہے کہ مجلس میلاد شریف کو تو تداعی کی وجہ سے ناجائز قرار دے دیا اور خود دیوبندیوں کے مدرسوں میں دستار بندی کے جلسے ہوتے ہیں اور جگہ جگہ تبلیغی کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں ان میں تداعی اہتمامات قیودات مجلس میلاد سے بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ تاریخ۔ وقت کا تقرر۔ مقام کا تعین۔ اشتہار۔ بذریعہ اخبارات اعلان۔ بذریعہ خطوط وغیرہ مولویوں کو بلانا۔ فرش بچھانا۔ اسٹیج سجانا۔ پنڈال سجانا۔ روشنی وغیرہ یہ تداعی واہتمامات وقیودات کس زور شور کے ہیں مگر یہاں کراہت کا فتویٰ بھی نہیں اور میلاد شریف کے لئے حکم مارشل لاء نافذ ہے کہ بدعت ہے حرام ہے ناجائز ہے۔ معاذ اللہ۔

پھر لطف یہ کہ مجالس میلاد شریف میں شرکت بھی کی جاتی ہے۔ دیوبندی مولویو! جب مجلس میلاد شریف ناجائز اور حرام ہے تو اس میں کیوں شریک ہوتے ہو۔ کیوں نذرانے وصول کرتے ہو؟ کیا تمہارے بڑے بڑے مولوی ہر سال کراچی اور پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں میلاد کے جلسوں میں شریک نہیں ہوتے۔ تقاریر نہیں کرتے؟ ضرور شریک ہوتے اور تقریریں کرتے ہیں! بندہ کے پاس بطور ثبوت سینکڑوں اخباری تراشے اور فوٹو موجود ہیں۔ یہ مذہب ہے یا ثکم پوری۔ یہ دین ہے یا مسلمانوں کو پھانسنے کی ترکیب؟

سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴/۳)

۳۱۔ **مسئلہ:** محفل میلاد جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب: ناجائز ہے۔ بسبب اور وجوہ کے۔ فقط: رشید احمد

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۵/۲)

۳۲۔ **مسئلہ:** فاتحہ کا پڑھنا کھانے پر یا شیرینی پر بروز جمعرات کے درست ہے یا نہیں؟

الجواب: فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ فقط رشید احمد۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۰/۲)

۳۳۔ **سوال ۱:** رجب کے مہینے میں تبارک الذی چالیس دفعہ پڑھ کر مُردے کی رُوح کو ثواب پہنچاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ **سوال ۲** جو کہ مدینہ شریف

میں رجبی ہوتی ہے سو وہاں کی طرح یہاں پر ہندوستان میں بھی بہت سے لوگ ۲۶ رجب ۲۷ کی شب کو محفل مولود یا ختم قرآن شریف یا فقط وعظ یا کچھ کھانا پکا کر یا کچھ شیرینی تقسیم تقسیم کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارواح مبارک کو ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ۲۷ تاریخ کو روزہ رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: ان دونوں امر کا التزام نادرست اور بدعت ہے اور وجوہ ان کے ناجواز کے اصلاح الرسوم۔ براھین قاطعہ۔ اور اربعہ میں درج ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۳)

۳۴۔ سوال: محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا معہ اشعار بروایت صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔ فقط رشید احمد۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۳)

۳۵۔ مسئلہ کتاب ترجمہ سر الشہادتین (مولفہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی) یا دیگر کتب شہادت خاص رات کو پڑھنا کیسا ہے حسب خواہش نمازیان مسجد یا کسی کے مکان پر

الجواب: ایام محرم میں سر الشہادتین کا پڑھنا منع ہے۔ حسب مشابہت مجالس روافض کے۔ فقط رشید احمد (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۳)

۳۶۔ مسئلہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر پنج آیت پڑھنا کیسا ہے جس کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس لئے کہ حاجی امداد اللہ صاحب سلمہٗ نے اپنے فتاویٰ میں جائز لکھا ہے بکر کہتا ہے کہ حاجی صاحب موصوف اگرچہ میرے پیر و مرشد ہیں یعنی میرے پیر طریقت ہیں پیر شریعت نہیں ہیں کہ

میں ان کے کہنے پر عمل کروں۔ یہ کہنا بکر کا کیسا ہے اور طریقت اور شریعت ایک ہیں یا دو ہیں۔ للہ ان مسئلوں کو زیب قلم فرما کر مزین بہر فرمادیں۔

الجواب: یہ سب امور بدعت ہیں۔ مسائل اربعین دیکھ لو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۴ ج ۲)

۳۷۔ سوال: طعام المیت یمیت القلب وطعام المریض القلب حدیث ہے یا قول طعام ایصال ثواب مثل یازدہم غوث الاعظم یا برسی وششماہی وغیرہ کہ ہندوستان میں رائج ہے یا بلا قیود یوم وغیرہ طعام ایصال ثواب کے واسطے تیار کیا جاوے تو اس کا کھانا حرام ہے یا مکروہ تحریمًا یا تنزیہًا یا جائز خصوصًا ذاکرین شاغلین کے حق میں کیا حکم ہے۔

الجواب: یہ قول ہے اور یازدہم (یعنی گیارھویں) کا طعام بھی ایسا ہی ہے سب صدقہ ہے اور سب کا کھانا موجب اماتت قلب ہے (یعنی دل کے مُردہ ہونے کا موجب ہے) فقط رشید احمد (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۴ ج ۲)

۳۸۔ اور سیوم، دہم وچہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۹ ج ۱)

۳۹۔ سوم ودہم وچہلم وغیرہ ہمہ بدعت و ماخوذ از کفار ہنود است وآنکہ طعام رو برو نہادہ چیزے می خوانند ایں طریقہ ہنود است ترک چنیں رسوم واجب است کہ من تشبّہ بقوم فھو منھم الخ (فتاویٰ اشرفیہ ص ۵۸ ج ۲)

یعنی سوم ودہم وچہلم وغیرہ سب بدعات اور کفار ہنود سے اخذ کی ہوئی رسمیں ہیں کہ وہ کھانا رو برو رکھ کر کوئی چیز پڑھتے ہیں یہ طریقہ ہندوؤں کا ہے ان رسُوم کا چھوڑنا واجب ہے کہ (فرمایا) جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔

۴۰۔ **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عیدین میں معانقہ

کرنا اور بغلگیر ہونا کیسا ہے؟

الجواب: عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے۔ فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۴/۲)

قارئین حضرات! آپ نے مذکورہ بالا فتوے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ عبارات کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ تشریح کی چنداں ضرورت نہیں خلاصہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کے مربی خلائق جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک محفل میلاد شریف جس میں صحیح روایات بیان ہوں اور کوئی خلاف شرع بات نہ ہو اور جس میں صرف قرآن خوانی ہو اور شیرینی تقسیم ہو اور کوئی بات نہ ہو۔ کھانے یا شیرینی پر فاتحہ پڑھنا، شب معراج میں محفل میلاد شریف، ختم قرآن شریف۔ وعظ۔ کھانا یا شیرینی برائے ایصال ثواب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کرنا۔ ۲۷ رجب کو روزہ رکھنا۔ ایام محرم شریف میں ذکر شہادت امامین کریمین صحیح روایات کے ساتھ کرنا۔ سبیل لگانا۔ شربت دودھ بچوں وغیرہ کو پلانا اور عیدین میں گلے ملنا سب ناجائز۔ حرام۔ بدعت اور گمراہی ہے۔ نیز گیارھویں شریف کے کھانے کا دلوں کے مُردہ ہونے کا باعث ہونا اور میت کا سوئم۔ دہم اور چہلم سب بدعت اور کافروں ہندوؤں کی رسمیں ہیں۔ وہ کھانا سامنے رکھ کر کوئی چیز پڑھتے ہیں۔ لہٰذا مسلمان جو سامنے کھانا رکھ کر اس پر درود و فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے تو ان کی مشابہت اختیار کرنے والے انہی میں سے ہوں گے۔ حالانکہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ ہندو کفار کھانا سامنے رکھ کر اس پر کبھی درود و فاتحہ نہیں پڑھتے۔ وہ درود و فاتحہ کو مانتے ہی نہیں اور نہ ان کو درود و فاتحہ خوانی آتی ہے وہ پڑھیں گے کیا۔ پھر ان کے ساتھ مشابہت کیسی درود و فاتحہ پڑھنے کو ہندوؤں کے کافرانہ کلام گیتا وغیرہ سے تشبیہ دینا کس قدر ناانصافی اور ظلم ہے۔ کلام میں تو تشبیہ نہ ہوئی البتہ کھانا آگے رکھنے میں ضرور تشبیہ ہے اور دُنیا میں جتنے بھی کھانے والے ہیں کفار، مشرکین، جانور، چوپائے، درندے، چرندے، پرندے سب کھانے کی چیزوں کو آگے ہی رکھتے ہیں اور کھاتے ہیں تو دیوبندیوں کو ان سب کی

مشابہت سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ کھانا کبھی آگے نہ رکھا کریں بلکہ پیچھے رکھ لیا کریں اور نہ اس پر کوئی چیز یعنی بسم اللہ وغیرہ پڑھا کریں کیونکہ ان کے حکیم الامت کے فتوے کی عبارت یہ ہے وآنکہ طعام روبرو نہادہ چیزے می خوانند ایں طریقہ ہنود است کہ وہ کھانا آگے رکھ کر کوئی چیز پڑھتے ہیں یہ طریقہ ہندوؤں کا ہے تو کھانا رکھ کر کوئی چیز پڑھنا اس میں تو بسم اللہ شریف کا پڑھنا بھی آجاتا ہے۔ کیونکہ بسم اللہ شریف بھی کوئی چیز ہے یا دیوبندیوں کے نزدیک کوئی چیز نہیں؟ معاذ اللہ۔ دیوبندیو! اگر کھانے پر قرآن کریم کی آیات کے پڑھنے کو ہندوؤں کے کلام گیتا وغیرہ سے تشبیہ دینے لگو گے تو پھر یہ بتاؤ کہ ہندو بھی گنگا جمنا کا پانی بطور تبرک عقیدت و محبت سے لاتے ہیں۔ اور مسلمان بھی زمزم شریف لاتے ہیں پانی میں تو بہت فرق ہے بطورِ تبرک عقیدت و محبت سے لانے میں تو تشبیہ ہے۔ ہندو بھی پتھروں کو چومتے ہیں اور مسلمان بھی حجرِ اسود کو چومتے ہیں پتھر کی مورتیوں اور حجرِ اسود میں تو بہت فرق ہے۔ چومنے میں تو تشبیہ ہے۔ کفار ملک گیری وغیرہ کی ہوس میں برائے جنگ میدان میں آتے ہیں۔ مسلمان راہِ خدا میں کلمۂ حق کو بلند کرنے کے لئے برائے جنگ میدان میں آتے ہیں۔ دونوں کی نیتوں اور مقاصد میں تو بڑا فرق ہے مگر میدان میں آنے اور جنگ کرنے میں تو تشبیہ ہے۔

ظالمو! امورِ خیر کو ناجائز و حرام کرنے اور عوام کو روکنے کے لئے بہانے بناتے ہو تشبیہ کی تہمتیں تراشتے ہو۔ کیا ہندو کفار وغیرہ بہت سے کارِ خیر نہیں کرتے؟ اور کیا کسی کارِ خیر کے کرنے سے وہ ان کا شعار ہو جائے گا؟ اور جو مسلمان بھی وہ کارِ خیر کرے گا وہ حرام کا مرتکب ہوگا۔ شعار کا کوئی معیار بھی ہے یا نہیں؟ کم از کم وہ فعل ان کے ساتھ مختص ہو ان کی مذہبی علامت ہو تو کیا میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے نیاز فاتحہ وغیرہ کرنا یہ مسلمانوں کی مذہبی علامت ہے یا ہندوؤں کی۔ ورد و وفاتحہ خوانی مسلمانوں کے ساتھ مختص ہے یا ہندوؤں کے ساتھ۔ کھانا سامنے رکھنا تو صرف مالی عبادات اور بدنی عبادات کو جمع کرنا ہے۔ کیونکہ دونوں کا ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ بہرصورت

ان فتووں کے مطابق مذکورہ بالا امور کے کرنے والے سب مسلمان بدعتی۔ گمراہ۔ ناجائز اور حرام کاموں کے کرنے والے اور مُردہ دل ٹھہرے اور میّت کا سوئم، دہم اور چہلم کرنے والے سب مسلمان ہندوؤں۔ کافروں میں سے ہونے والے قرار پائے العیاذ باللہ

اب سنیے کہ انہی اکابر علماء دیوبند کے نزدیک جائز اور حلال وطیب کیا ہے

۴۱۔ مسئلہ۔ ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد وحاکم ونوکر مسلمان کو دُرست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ دُرست ہے۔ فقط۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۳/۲)

۴۲۔ سوال۔ ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں۔ سو وی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا دُرست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۴/۳)

قارئین حضرات۔ خوب غور فرمائیے! یہ وہی گنگوہی صاحب ہیں جن کے نزدیک محرم کی سبیل کا پانی۔ شربت اور دُودھ وغیرہ سب حرام ہے اور گیارھویں شریف کا کھانا دلوں کو مُردہ کرتا ہے لیکن ہولی، دیوالی کا ہر کھانا جائز اور دُرست ہے۔ شاید وہ دیوبندی حضرات کے دلوں کو زندہ کرتا ہوگا۔ نیز ہندو جو مشرک ہے اور مشرک پلید ہے [انما المشرکون نجس] اور سود جو صریح حرام ہے تو پلید ہندو صریح حرام کا روپیہ خرچ کر کے سبیل لگائے تو اس کا پانی پینا مسلمانوں کے لئے جائز ہے اور شہداء کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایصال ثواب کا پانی شربت دودھ وغیرہ سب حرام، یہ ہندوؤں کے ساتھ خاص تعلق، عقیدت اور حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک طرف تو تشبہ بالروافض کی آڑ لے کر حرام کہا جائے اور دوسری طرف تشبہ بالہنود سے آنکھیں بند کر کے ہندوؤں کے مشرکانہ تہوار ہولی، دیوالی کے کھانوں کو حلال اور جائز قرار دیا جائے۔ جس چیز کی نسبت حضرت امام اور دیگر مقربان الٰہی کی طرف ہو جائے وہ تو نادرست اور حرام ہو جائے اور جس کی نسبت ہولی، دیوالی کی طرف اور ہندوؤں پلیدوں کی طرف ہو جائے وہ دُرست اور جائز و حلال ہی رہے۔

یہ کانگریسی مُلّا میں تم کو بتاؤں کیا ہیں
گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمہ ہیں (اکبر الہ آبادی)

۴۳۔ مسئلہ: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا؟ یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

الجواب: ثواب ہوگا۔ فقط رشید احمد۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰/۲)

۴۴۔ مسئلہ: چوہڑے چمار کے گھر کی روٹی میں حرج نہیں ہے اگر پاک ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰/۲)

لیجئے گنگوہی صاحب نے کوّا جو مردار اور نجاست کھاتا ہے اس کا کھانا ثواب قرار دے دیا اور چوہڑے چمار کے گھر روٹی بھی حلال کر دی۔ جیسا منہ ویسی غذا جن لوگوں کے دلوں کو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کا کھانا مردہ کرے اور جن کے لئے محرم کا شربت حرام ہو ان کے لئے کوّا اور چوہڑے چمار کے گھروں کی روٹیاں ہی مناسب ہیں تاکہ ان کے قلوب زندہ رہیں۔ دیوبندی حضرات کو چاہیے کہ خوب کوّے کھایا کریں اور اپنے علماء کی دعوت بھی کوّے پکا کر ہی کیا کریں کیونکہ مرغ تو صرف مباح ہے جس کے کھانے پر نہ ثواب ہے نہ عذاب لیکن کوّے کھانے پر تو ثواب بھی ہے یعنی ہم خرما و ہم ثواب دونوں باتیں حاصل ہوں گی۔ چنانچہ چند دیوبندی حضرات

نے پچھلے دنوں اس پر عمل بھی کیا۔ ملاحظہ ہو:

۴۵۔ کوّے کا گوشت حلال ہے۔

سلاں والی (۶ر اگست محمد اکبر نامہ نگار) یہاں جمعیۃ العلماء اسلام ہزاروی گروپ سے تعلق رکھنے والے مقتدر علماء کرام نے کوّے کے گوشت کو حلال قرار دیا اور اپنے فتوے پر عمل کرتے ہوئے کوّوں کے گوشت سے اپنے کام و دہن کی تواضع بھی کی۔ یہ علماء کرام مدرسہ جامعہ حسینیہ حنفیہ میں جمع تھے جس میں جمعیۃ العلماء اسلام ہزاروی سرگودھا کے صدر حکیم شریف الدین۔ قاری فتح محمد کراچی والے۔ قاری محمد صدیق جھنگ والے اور حافظ محمد ادریس سلاں والی شامل تھے۔ ان علماء کا متفقہ فیصلہ تھا کہ کوّے کا گوشت حلال ہے اور کوّے کا ذبیحہ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے اپنے اس فتوے پر اس طرح عمل کیا کہ کوّے کے گوشت کی ایک دعوت میں اس سے لطف اندوز ہوئے۔ (روزنامہ اخبار نوائے وقت لاہور، اگست ۱۹۷۶ء صفحہ ۲ کالم ۳

ٹھیک ہے کارِ ثواب میں شرم کس بات کی۔ سب دیوبندیوں کو علی الاعلان کوّا کھانا چاہیے نامعلوم بعض دیوبندی حضرات اس ثواب سے کیوں محروم ہیں۔

نوٹ: اہلِ سنّت کے نزدیک کوّا کھانا حرام ہے:

۴۶۔ پاکستانی شراب پیو۔ (مولوی غلام غوث ہزاروی دیوبندی کا اعلان)

میرپور خاص (۱۰ر ستمبر۔ نمائندہ جنگ) جمعیۃ العلماء اسلام کے ناظم اور صوبائی اسمبلی کے ممبر مولوی غلام غوث ہزاروی نے ۹ر ستمبر کی رات کو جمعیۃ العلماء اسلام میرپور خاص کے زیر اہتمام ایک جلسۂ عام کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانیوں کو اگر شراب پینی ہی ہے تو وہ غیر ملکی شراب کی بجائے ملکی شراب یعنی پاکستان میں تیار شدہ شراب استعمال کریں۔ غیر ملکی شراب کا استعمال ترک کرنے اور ملکی شراب پینے سے زرمبادلہ کی بچت ہوگی۔ موصوف نے کہا یہ بات میں اسمبلی

میں بھی کہہ چکا ہوں اور اس جلسہ عام میں بھی برملا کہتا ہوں -

ناپاک جسے کہتی تھی مشرق کی شریعت
مغرب کے فقیہوں کا یہ فتویٰ ہے کہ ہے پاک
(اقبال)



بندہ! محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہٗ
کراچی (پاکستان)

طُرفہ تماشا

زیرِ نظر کتاب طباعت کے لئے تقریباً تیار ہی تھی کہ دارالعلوم دیوبند (بھارت) کے "صد سالہ جشن" کی دُھوم مچی، حیرت ہوئی کہ اپنے مفادات کے لئے یار لوگ وہ کچھ بھی کر لیتے ہیں جو دوسروں کے لئے ہرگز رَوا نہیں جانتے، سچ ہے کہ حقیقت اپنا آپ بہرحال منوالیتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کو بہت بڑی مذہبی درس گاہ کہا جاتا ہے۔ اس درس گاہ سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء کا ذکر کتابِ ہذا میں تفصیلاً موجود ہے۔ پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان کے عقائد و نظریات کو پوری طرح پیش کیا جا سکے۔ کتاب کے مندرجات سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔

اسے کیا کہیے! کہ مسلمانوں کی اکثریت کو مشرک و بدعتی بنانے والی درس گاہ کے صد سالہ جشن کا افتتاح ایک عورت اور وہ بھی مشرکہ کے ہاتھوں ہوا، بھارت کی وزیرِ اعظم کی تقریر کے متن سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپس کے سیاسی نظریات وغیرہ میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے، مزید تفصیلات معلوم کی جائیں تو بہت کچھ سامنے آئے گا۔

بُت پرستوں کی تعظیم و توقیر یا اُن کی مدح از رُوئے شرع کیا حکم رکھتی ہے علماءِ دیوبند سے یہ پوشیدہ نہیں ؎

مے بلرزد عرش از مدح شقی

علمائے دیوبند کے اس فعل کے سلسلے میں خود کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے مشہور دیوبندی عالم مولانا احتشام الحق تھانوی کا اخباری بیان اور وہ خبر جس میں یہ اعلان تھا کہ مسز اندرا گاندھی دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کا افتتاح کریں گی، ہدیۂ قارئین ہے۔

(جنگ کراچی) نئی دہلی۔ ۱۹ر مارچ (ریڈیو رپورٹ) بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی جمعہ ۲۱ر مارچ کو دیوبند میں دارالعلوم کی صد سالہ تقریبات کا افتتاح کریں گی۔ صد سالہ تقریبات کے موقع پر بھارت کے محکمہ ڈاک نے ۲۰ پیسے کا ایک خصوصی ٹکٹ جاری کیا ہے جس پر دارالعلوم کی مرکزی عمارت کی تصویر ہے بھارتی حکومت نے دارالعلوم کی تقریبات کے لئے ۸ سو پاکستانیوں کو دیوبند آنے کی اجازت دے دی ہے، پاکستانیوں کی سہولت کے لئے ایک خصوصی ٹرین چلائی جارہی ہے۔

کراچی۔ ۲۲ر مارچ (پ ر) ممتاز عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی نے دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور کے مہتمم کے نام ایک تار بھیجا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ اجلاس جو بھارت اور پاکستان کے علاوہ دنیا کے دوسرے ممالک کے ہزاروں فارغ التحصیل مذہبی پیشوا اور علماؤ مشائخ کا خالص مذہبی اور عالمی اجتماع ہے اس کا افتتاح ایک خاتون کے ہاتھ سے کرانا نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی روایات کے خلاف ہے بلکہ دین اسلام کی برگزیدہ مذہبی شخصیتوں کے تقدس کے بھی منافی ہے جو اپنے حلقے اور علاقوں میں اسلام کی اتھارٹی اور ترجمان ہونے کی حیثیت سے اجتماع میں شریک ہوئے ہیں اگر بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو مسلمانوں کے ساتھ ان کی خیر سگالی اور ہمدردی پر خراج تحسین پیش کرنا تھا جس کی وہ بجا طور پر مستحق ہیں تو وہ مذہبی پیشواؤں کے خالص مذہبی اجتماع کی حیثیت کو مجروح کئے بغیر کسی دوسرے طریقے پر بھی پیش کیا جاسکتا تھا ایشیا کی دینی درس گاہ کے اس خالص مذہبی صد سالہ اجلاس کو ملکی سالمیت کیلئے استعمال کرنا اربابِ دارالعلوم کی جانب سے مقدس مذہبی شخصیتوں کا بدترین استحصال اور اسلاف کے نام پر بدترین قسم کی استحصال فروشی ہے

ہم ارباب دارالعلوم کے اس غیر شرعی اقدام پر اپنے دلی رنج وافسوس کا اظہار کرتے ہیں اور مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس شرمناک حرکت کو مسلک دیوبند کی ترجمانی تصور نہ کریں بلکہ اس کی ذمہ داری تنہا دارالعلوم دیوبند کے مہتمم پر ہے جنہوں نے دارالعلوم کی صد سالہ روشن تاریخ کے چہرے پر کلنک کا ٹیکہ لگا دیا۔"

(روز نامہ جنگ، کراچی

کراچی، ۲۰ مارچ (پ ر) غازی پور کے ممتاز عالم دین شاہ محمد احمد غزمی نے مہتمم دارالعلوم دیوبند کو ایک تار ارسال کیا ہے جس میں انہوں نے دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ کا افتتاح بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے ہاتھوں کرانے پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دارالعلوم جیسے علم کے بحر بیکراں کے یوم صد سالہ کو جشن وسیلہ جیسی تقریب بنایا گیا جس کے لئے کوئی عالم دین نہ مل سکا کہ اس کے ہاتھوں افتتاح ہو سکتا۔

(روز نامہ جنگ کراچی)

(ناشر)

لمحۂ فکریہ

یکم محرم الحرام ۱۴۰۰ھ کو مکہ مکرمہ میں جو سانحہ رونما ہوا وہ دُنیا کو معلوم ہے، جو کچھ ہُوا، بہت بُرا ہوا۔ جس جگہ کے لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ "جو وہاں آگیا وہ امن میں آگیا" وہاں جس شیطنت کا مظاہرہ ہوا ہے اس نے نوّے کروڑ سے زائد مسلمانوں کو چیلنج کیا ہے کہ یہ محض انکی غفلت اور عدم اتحاد کا نتیجہ ہے۔

مسلم دُنیا نے کعبۂ معظمہ پر قابض ہونے والے گروہ کو مرتدین کہا ہے اور کسی نے اختلاف نہیں کیا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خانۂ خدا جو بہرحال معظم و مکرم ہے، کی توہین اور بے ادبی کا مرتکب مرتد قرار دیا گیا ہے، اور حدیثِ نبوی کے مطابق مردِ مومن کی عزت و حرمت عنداللہ کعبۂ معظمہ سے کہیں زیادہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ مخلوقِ خدا میں کوئی افضل و برتر نہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ مسلم دُنیا نے سعودی حکومت کے مخالفین اور کعبے کی بے ادبی اور اہانت کرنے والوں کو مرتدین کہا ہے، تو کیا رحمتِ عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور توہین کرنے والے بدترین مرتدین نہیں ہیں؟

افسوس! کہ کعبے کے کچھ گستاخ تو اپنے انجام کو پہنچ گئے مگر گستاخانِ رسول و آل و اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم کو ہر سمت کھلی آزادی ہے، ان کی تحریر و تقریر پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ ہماری ایمانی بے حسی اور بے غیرتی نہیں تو کیا ہے؟

بارہا حکام کی توجہ اس جانب دلائی گئی کہ حضور سیدِ عالم، اہلِ بیتِ رسول، اصحابِ رسول اور اولیائے امتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ و بارک وسلم کی

ناموس وتقدیس کے تحفظ کا احساس کیا جائے مگر رسمی دعووں کے سوا کوئی قابلِ ذکر کاروائی نہیں کی گئی۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ان ہستیوں سے لاپرواہی اور بے اعتنائی ہی ہماری تباہی و بربادی کا موجب ہے۔ امن و آشتی، عزّت و وقار، استحکام و سالمیت کا حصول ان ہستیوں سے کامل وابستگی میں ہی ممکن ہے۔ ان کی سیرت و تعلیمات کو رہنما بنائے اور اپنائے بغیر ہم ہرگز کوئی ترقی نہیں کر سکتے۔

(ناشر)

قرآن کتاب ہدایت ہے۔
مکمل ضابطہ حیات ہے۔
قرآن ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی کا ضامن ہے۔
قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آرا تفسیر

خوبصورت ترجمہ — بہترین تفسیر

ضیاء القرآن

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ: جس کے ہر لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے
تفسیر: اہل دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

خوشخبری

معروف محدث ومفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری 10 جلد

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ ''ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف''

نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب

جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مگھالوی صاحب

سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

فون:۔ 7220479 -042-7221953 فیکس:۔ 042-7238010

042-7247350-7225085

021-2212011-2630411

اختلافی مسائل پر

تاریخی فتوی

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول قادری
بدایونی

ترجمہ، ترتیب، تخریج

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلۂ مطبوعات (۴۴)

Tarekhi Fatwa

By : Maulana Shah Fazle Rasool Qadri Budauni

عنوان کتاب	:	اختلافی مسائل پر تاریخی فتوی
مصنف	:	سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترجمہ، ترتیب، تخریج	:	مولانا اسید الحق قادری
طبع اول (فارسی)	:	مطبع مفید الخلائق دہلی، جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ
طبع جدید	:	ستمبر ۲۰۰۹ء/ رمضان ۱۴۳۰ھ
قیمت	:	

رابطے کے لیے

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,
Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720

Distributor	*Publisher*
Maktaba Jam-e-Noor	**Tajul Fahool Academy**
422, Matia Mahal,	Budaun
Jama Masjid, Delhi-6	

انتساب

مصنف کے جد محترم

حضرت مولانا شاہ عبدالحمید قادری بدایونی

(ولادت ۱۱۵۲ھ وفات ۱۲۳۳ھ)

کے نام

اسیدالحق قادری

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے　　یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جارہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد و ہدایت، اصلاح وارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لیے آپ کی جد و جہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک واحتشام سے ''پچاس سالہ جشن'' منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ''اس جشن کو ہم 'جشن اشاعت' کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب وتاب اور موجودہ تحقیقی واشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ 'پچاس سالہ جشن' یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو''۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت وسرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کردیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ ۲ سال کے عرصہ میں ۲۷/کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی مزید ۸/کتابیں منظر عام پر لارہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (آستانہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری
جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

حرفِ آغاز

تاج الفحول اکیڈمی اپنے اشاعتی منصوبے کے تیسرے مرحلہ میں سیف اللہ المسلول کا یہ تاریخی فتویٰ پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کر رہی ہے۔ اکابرین بدایوں کا وہ علمی سرمایہ جو گزشتہ ایک صدی سے بعض مخصوص کتب خانوں کی زینت تھا اب ایک جامع منصوبے کے تحت جامع شریعت وطریقت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں) مدظلہ العالی کی فعّال قیادت، معارف پروری اور مخصوص دعاؤں کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ جدید آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر آ رہا ہے۔ تاج الفحول اکیڈمی کا کارواں سبک خرامی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے، رب قدیر اس کے تمام منصوبوں کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچائے (آمین)۔

زیر نظر رسالہ سیف اللہ المسلول کا وہ تاریخی فتویٰ ہے جسے آپ نے ہندستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے استفتا کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ فتوے میں موجود علمی مباحث کی اہمیت اپنی جگہ مگر تاریخی حیثیت سے بھی یہ فتویٰ اس لیے اہم ہے کہ یہ ایک فرماں روا کے استفتا کے جواب میں تحریر کیا گیا اور یہ اس وقت کے اکابر اور جید علما کی تصدیق وتائید سے مزین ہے۔

آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے کے غیر منقسم ہندستان کا تصور کریں معقول ومنقول، تصوف و روحانیت اور علم ظاہر و باطن کے ایسے ایسے اساطین نظر آئیں گے کہ رہتی دنیا تک زمانہ ان پر ناز کرے گا۔ برصغیر کے علمی مرکز فرنگی محل کا شمس فضل وکمال دائرۂ نصف النہار پر تھا، خیرآبادی درسگاہ اپنے عہد شباب میں تھی، دارالخلافت دہلی میں تو اہل فضل وکمال کی ایسی انجمن آباد تھی کہ

پھر چشم فلک نے اس کے بعد اہل علم وفن کا ایسا اجتماع کبھی نہ دیکھا۔ مولانا عبدالوالی فرنگی محلی، مفتی نعمت اللہ فرنگی محلی، مولانا ولی اللہ فرنگی محلی اور مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی خانوادۂ فرنگی محل کی علمی وراثت کی نمائندگی کر رہے تھے، استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی اپنے پورے علمی جاہ جلال کے ساتھ رونق افروز تھے۔ مولانا حیدر علی فیض آبادی (مصنف منتہی الکلام) مفتی عنایت احمد کاکوروی اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اپنے علمی فیضان سے زمانے کو سیراب کر رہے تھے، دہلی میں مفتی صدرالدین آزردہ صدرالصدور دہلی انجمن علم وادب کی شمع فروزاں تھے اور خود شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ مخصوص اللہ دہلوی مدرسہ رحیمیہ کی مسند درس پر جلوہ افروز تھے اور علم وفن کے دریا بہا رہے تھے۔ خدانخواستہ ان اساطین علم وفن کی تنقیص یا تخفیف مقصود نہیں ہے مگر قابل توجہ بات یہ ہے کہ مختلف فیہ اور متنازع مسائل میں جب حکم شرعی معلوم کرنا ہوا تو بادشاہ وقت کی نگاہ نے کسی ایسی شخصیت کی تلاش کی ہوگی جو علم وتحقیق کی گہرائی کے ساتھ ساتھ علما اور عوام دونوں میں یکساں طور پر پایۂ اعتبار واستناد رکھتی ہو تا کہ اس کی رائے اس سلسلے میں قول فیصل قرار پائے، اس کے لیے پورے ہندستان میں طواف کرنے کے بعد بادشاہ وقت کی نگاہِ انتخاب ایک ایسی شخصیت پر جا کر ٹھہرتی ہے جو مسند درس اور بوریۂ فقر دونوں کو بیک وقت زینت بخش رہی تھی، یہ بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر بادشاہ اس ذات میں اپنے مطلوبہ تمام اوصاف نہ دیکھ لیتا تو نواب استقامت جنگ کو ہرگز آپ کی بارگاہ میں استفتا لے کر نہ بھیجتا۔ اس پہلو سے اگر اس فتوے کو دیکھا جائے تو اس حقیقت کا ادراک زیادہ مشکل نہیں کہ اپنے معاصر علما میں سیف اللہ المسلول کس بلند رتبہ اور ممتاز مقام کے حامل تھے۔ **ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء**

اس فتوے کے سلسلہ میں حضرت کے سوانح نگار مولانا ضیاء القادری اکمل التاریخ میں لکھتے ہیں:

> حضرت اقدس کی تصانیف مطبوعہ مشہورہ اور غیر مطبوعہ کے علاوہ ایک فتویٰ ہے جس کو ہندوستان کے آخری اسلامی تاجدار، خاتم السلاطین ہند

،حضرت ظل سبحانی، سلالۂ دودمان تیموریہ، خلاصۂ خاندان مغلیہ، سلطان ابن السلطان خاقان ابن خاقان ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہِ غازی جنت آشیانی نے دہلی سے بہ کمال حسنِ عقیدت آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا۔ یہ استفتا بارگاہ سلطانی سے نواب معلّی القاب علاء الدولہ یمین الملک سید محی الدین خان بہادر استقامت جنگ خلف الصدق جناب اعظم الدولہ معین الملک محمد منیر خان بہادر بدایوں لے کر آئے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں شاہانہ آداب کے ساتھ خریطۂ سلطانی پیش کیا آپ نے شاہی مہمان کو درویشانہ میزبانی کے ساتھ ٹھہرایا اور فوراً جواب استفتا مرتب فرمایا۔ دہلی کے تمام اکابر علمائے اعلام نے تصحیح وتصدیق کی مہریں کر دیں فرمان سلطانی سے یہ فتویٰ ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ میں دارالخلافت شاہجہان آباد محلّہ زینب باڑی مطبع مفید الخلائق میں مطبوع ہوا۔ (اکمل التاریخ، ج۲/ص۱۵۳)

جیسا کہ مذکور ہوا کہ یہ فتویٰ سب سے پہلے مطبع مفید الخلائق دہلی سے ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوا۔ مولانا ضیاء القادری کی کتاب اکمل التاریخ ۱۳۳۴ھ میں طبع ہوئی اس میں انھوں نے پورا فتویٰ نقل کر کے اس کو محفوظ کر دیا۔

۱۹۷۰ء-۱۹۸۰ء کے درمیانی برسوں میں حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی کے دامن سے وابستہ اوران کے خاص مرید وخادم ڈاکٹر شیخ علیم الدین قادری قدیری نے اس فتوے کا اردو ترجمہ کر کے اپنے قائم کردہ ادارہ مدینۃ العلم کلکتہ سے شائع کیا اور بعد میں یہی ترجمہ ماہنامہ مظہر حق بدایوں اور پاکستان کے کچھ رسائل میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ سلیس اور عمدہ تھا مگر اس کو اب ۳۰/۴۰ برس گزر گئے، لہٰذا بعض وجوہات کی بنیاد پر از سر نو ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، راقم الحروف نے اپنی کم علمی کے باوجود فارسی کو اردو کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے، ساتھ ہی یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ مصنف رسالہ نے جہاں علما کی عربی

عبارات لکھنے کے بجائے صرف فارسی ترجمہ لکھنے پر اکتفا کیا تھا، اب اصل کتابوں کی طرف رجوع کر کے ساتھ میں عربی عبارات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ اور حتی الامکان آیات، احادیث اور عبارتوں کی تخریج بھی کر دی گئی ہے، اب جدید آب وتاب کے ساتھ ۱۶۲ سال پرانا یہ فتویٰ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

بت سازی - یہاں ایک غلط فہمی کی وضاحت بھی ضروری ہے، جو اس فتوے کے ایک جملے کی وجہ سے بعض اذہان میں پیدا ہوگئی ہے۔ بہادر شاہ ظفر کے استفتا میں دو سوال یہ بھی تھے کہ ایک شخص کہتا ہے ''تعزیہ کو قصداً یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی کو دیکھنے اور دسہرہ کو جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگرچہ بغیر ارادے کے ہو، ایسے قائل کا کیا حکم ہے''؟

سوال کو دوبارہ غور سے پڑھیں قائل یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ تعزیہ دیکھنا اور دسہرے میں جانا حرام ہے بلکہ وہ اس کو کفر کہہ رہا ہے، اہل علم تو اہل علم ایک عام آدمی بھی حرام اور کفر کے درمیان فرق کو خوب سمجھتا ہے۔ اس فرق کو نگاہ میں رکھ کر اب حضرت کا جواب ملاحظہ کریں:

> اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان و کفر تصدیق وتکذیب کا نام ہے جو دل کا فعل ہے اور زبان سے اقرار کرنا ایک زائد رکن ہے یا زبان سے اقرار کرنا دنیا میں اجرائے احکام کے لیے شرط ہے اور باطل فرقوں میں سے خوارج کے نزدیک تصدیق مع الطاعت کا نام ایمان ہے لہٰذا ہر گناہ کو وہ کفر بتاتے ہیں اور ہر معصیت ان کے نزدیک شرک ہے خوارج کا یہ گمراہ عقیدہ چونکہ حد شہرت کو پہنچ چکا ہے لہٰذا اس کی سند کی حاجت نہیں ہے۔
>
> قائل نے فقط آنکھ کے فعل یعنی دیکھنے پر کفر کا حکم لگا دیا خواہ دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو، قائل کا یہ قول اس کے اہل سنت و جماعت کے دائرہ سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تعزیہ کے بارے میں یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ قوم اس کی عبادت کرتی ہے اس لیے اس کے دیکھنے سے کفر لازم آئے گا، تو قائل کا یہ حکم لگانا بھی باطل ہے ورنہ اس سے تو یہ لازم

آئے گا کہ چاند سورج دیکھنا، گنگا جمنا کو دیکھنا اور اس کا پانی پینا بھی کفر ہو۔

اس کے بعد سوال میں موجود دسہرہ کے تعلق سے یہ وضاحت کرتے ہیں کہ غیر مسلموں کے تیوہاروں میں شرکت اگر تعظیماً ہو اور ان کے کفریہ اعمال میں موافقت کرے تو کفر ہوگا ورنہ کفر نہیں ہے۔ اس کے لیے آپ نے طحطاوی اور عالمگیری کا حوالہ دیا ہے۔

فرماتے ہیں:

> ہاں البتہ فقہ کی کتابوں میں مشرکین کی عیدوں میں بقصد تعظیم جانے اور ان کے افعال میں موافقت کرنے کو کفر لکھا ہے، طحطاوی میں ہے کہ ''آدمی کا مشرکین کی عید میں تعظیماً جانا کفر ہے''۔ عالمگیری میں ہے کہ ''اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو مجوسیوں کے جشن نیروز میں جائے ان کی ان کاموں میں موافقت کی غرض سے جو وہ اس دن کرتے ہیں اور نیروز کی تعظیم کے قصد سے کوئی ایسی چیز خریدے جو اس نے اس سے پہلے نہیں خریدی نہ کہ اس چیز کو کھانے پینے کے لیے، اسی طرح اس دن مشرکوں کو اس دن کی عظمت کی وجہ سے کوئی ہدیہ وغیرہ دینے سے بھی کفر ہو جائے گا اگر چہ تحفہ میں ایک انڈا ہی دیا ہو، مجوسی کی دعوت جو وہ اپنے لڑکے کے سر منڈانے میں کرے تو اس دعوت میں جانے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی''۔

اس کے بعد آپ نے صحیح بخاری اور فتح الباری سے اس بات کو مزید مدلل کیا ہے۔ اس ضمن میں فتاویٰ عالمگیری سے یہ جزیہ نقل کیا کہ مسلمان کو مجوسی سے اس کی آگ روشن کرنے کے عوض مزدوری لینے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب محیط سے یہ جزیہ نقل کیا کہ کسی مسلمان کا کسی ذمی کے یہاں عبادت خانہ اور کلیسہ بنانے کے لیے مزدوری کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد بتوں کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے ایک عبارت نقل کی جس کے آخر میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ''بت اور صلیب بنانا حرام ہے''۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ عمل کفر نہیں ہے، چونکہ استفتا میں تعزیہ دیکھنے اور دسہرے میں جانے

کوحرام نہیں بلکہ کفر کہا گیا تھا اس لیے پوری بحث کرنے کے بعد اب اس قائل کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> بہ بیند کہ ساختن بت کفر نیست و در جواز بیع آن تفصیل علی لاختلاف و مزدوری ساختن بت خانہ و بر افروختن نارِ معبد مجوس جائز و دیدن تعزیہ بالقصد یا بلاقصد کفر؟
>
> دیکھنا چاہیے کہ بت بنانا کفر نہیں ہے اور بتوں کی خرید وفروخت کے جواز میں اختلاف موجود ہے، بت خانہ بنانے کی مزدوری اور مجوسیوں کے عبادت خانے کی آگ روشن کرنا تو جائز ہو اور تعزیہ کو قصداً یا بلاقصد دیکھنا کفر ہو؟

یہ اتنی صاف شفاف بحث ہے کہ اس میں کسی ذی شعور انصاف پسند کو اشکال نہیں ہوگا اور پھر اس میں مصنف نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ معتبر کتب کے حوالے سے کہا ہے مگر برا ہو تعصب وتنگ نظری کا کہ بعض نام نہاد محققین نے اس پر حاشیہ آرائی کر کے کیا سے کیا بنا دیا۔

دیوبندی مکتبۂ فکر سے وابستہ معاصر قلم کار ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے ''مطالعۂ بریلویت'' کے نام سے سات جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے، اس میں موصوف نے کئی جگہ مولانا فضل رسول بدایونی اور ان کے اخلاف پر بھی کرم فرمائی کی ہے۔ ان کے ایک بے بنیاد الزام کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ ہم اپنی کتاب ''تذکرۂ ماجد'' میں پیش کر چکے ہیں۔ ان کی باقی مہربانیوں کا حساب بے باق کرنا ابھی ہمارے اوپر قرض ہے۔ سردست ہم ڈاکٹر صاحب کی اس خامہ فرسائی پر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق زیرِ نظر فتوے سے ہے، ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

> ہندو بت پرست تھے اور ابھی پنڈت دیانند نے آریہ سماج کی تحریک شروع نہ کی تھی اور مسلمانوں کو بتوں سے بہت نفرت تھی اور وہ کبھی بتوں اور مندروں کے قریب نہ پھٹکتے تھے، ہندو چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں

کے ذہنوں سے بتوں کی نفرت اتاری جائے، اچانک یہ مسئلہ کھڑا کر دیا کہ بت بنانا کفر ہے یا نہیں؟ اس فتوے کے لیے دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ (رحیمیہ) کی طرف رخ نہ کیا گیا، ان علما کی تلاش کی گئی جو ان محدثین دہلی کے خلاف مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی مسند سنبھالے ہوئے تھے۔ مولانا فضل رسول بدایونی ان کے سرخیل تھے اور حضرت اسماعیل شہید کے خلاف متعدد کتابیں ''سیف الجبار'' وغیرہ لکھ چکے تھے، آپ نے فتویٰ دیا جسے مفید الخلائق پریس شاہ جہاں آباد نے ۱۲۲۸ھ میں بڑی آب و تاب سے شائع کیا: ''عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں'' دیکھئے مولانا نے ہندوازم کو کس گھناؤنے انداز میں سہارا دیا، مسلمانوں کو بتوں کے نام سے نفرت تھی وہ اسے ہاتھ لگانا بھی پسند نہ کرتے تھے، چہ جائے کہ بنانا، مگر مولانا نے مسلمانوں کے ذہن سے بتوں کی نفرت کو کم کرنے کے لیے ایک عجیب فقہی سہارا لیا۔

(مطالعۂ بریلویت ج ۳/ص ۱۱۵، ۱۱۶، حافظی بک ڈپو دیوبند)

اس اقتباس میں جس طرح تاریخی حقائق کو مسخ کیا گیا ہے وہ مسلکی زعم تعصب کی ایک عبرت انگیز مثال ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان سے ایسا لگ رہا ہے کہ یہ سوال ہندوؤں نے کیا تھا جب کہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ یہ استفتا مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا تھا، پھر یہ کہ بت بنانے کے سلسلہ میں کوئی سوال کیا ہی نہیں گیا تھا، آپ دیکھ چکے کہ یہ بات ضمناً آ گئی ہے، اصل استفتا میں اس تعلق سے کوئی سوال نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فتوے سے جو ایک جملہ نقل کیا ہے کہ ''عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں؟'' اس میں لفظ ''عبادت کے لیے'' اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے اصل فتوے میں اس لفظ کا وجود ہی نہیں ہے۔ یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ ''اس فتوے کے لیے دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ کی طرف رخ نہ کیا گیا بلکہ محدثین دہلی کے مخالف علما کو تلاش کیا گیا'' تاریخ کی اس ستم ظریفی کو کیا کہا جائے کہ (بقول ڈاکٹر صاحب) ''ہندوازم کو گھناؤنے

انداز میں سہارا دینے والے'' اس فتوے کی تائید وتصدیق کرنے والے علما میں آدھے سے زیادہ علما ''دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ رحیمیہ'' کے فارغ التحصیل اور ''محدثین دہلی'' کی درسگاہ کے فیض یافتہ ہیں، مثال کے طور پر (۱) مفتی صدرالدین آزردہ تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۲) مولانا حیدر علی فیض آبادی تلمیذ شاہ رفیع الدین دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۳) مولانا احمد سعید نقشبندی تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۴) مولانا کریم اللہ دہلوی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۵) مولانا حکیم امام الدین تلمیذ مولانا فضل حق خیرآبادی تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۶) مولانا فریدالدین دہلوی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ (دیکھیے: نزہۃ الخواطر وتذکرۂ علماے ہند از رحمان علی)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

ولا یجر منکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس حد تک نہ لے جائے کہ تم ناانصافی کرو، (بلکہ) ہمیشہ عدل کرو کہ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور کرم فرما ڈاکٹر ابوعدنان سہیل صاحب نے اپنی کتاب ''بریلویت طلسم، فریب یا حقیقت'' میں داد تحقیق دی ہے، پہلے انھوں نے الفاظ کی تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ بلاحوالہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی مذکورہ عبارت نقل کی ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں:

> اس بت کدۂ ہند میں سیکڑوں سال تک شان سے حکومت کرنے والے مسلمانوں کو روزی روٹی حاصل کرنے کے بہانے بت خانے بنانے کی ترغیب دینے کا یہ فتویٰ کہ ''عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں'' جہاں ان کی دینی غیرت کے لیے ایک تازیانہ ہے اور عقیدۂ توحید کے ساتھ ایک سنگین مذاق، وہاں ہندومت کی تائید وتوثیق اور اس کے احیاے نو کے لیے مولانا فضل رسول بدایونی کی فکر اور در پردہ اسلام کے خلاف ان کے

پوشیدہ عزائم کی بھی صاف نشان دہی کرتا ہے۔
(بریلویت طلسم فریب یا حقیقت، ص:۳۶۰، شیخ الہند اکیڈمی دیوبند ۱۹۹۹ء)

ڈاکٹر سہیل صاحب نے ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی تحقیق پر اپنی طرف سے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ:

''اس کے لیے محدثین دہلی کے پرانے مدرسے مدرسہ رحیمیہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے خاندان ولی اللہ کے کٹر دشمن اور ابوالفضل فیضی کے مداح مولانا فضل رسول بدایونی کو تلاش کیا گیا اور انھوں نے ہندوازم کی تائید میں یہ فتویٰ دے ڈالا''۔

(مرجع سابق ۳۵۹)

مولانا فضل رسول بدایونی کو ابوالفضل اور فیضی کا مداح ثابت کرنے کے لیے ڈاکٹر سہیل نے یہ دلیل دی کہ:

''مولانا فضل رسول بدایونی کے بیٹے عبدالقادر بدایونی کے بارے میں یہ تاریخی شہادت ملتی ہے کہ انھوں نے اپنی دینی تعلیم آگرہ میں ابوالفضل اور فیضی کے قائم کردہ انھیں اداروں میں حاصل کی تھی، چنانچہ واحد یار خاں اپنی کتاب ''ارض تاج'' میں آگرہ کی مشہور شخصیات کے بارے میں لکھتا ہے: ابوالفضل اور فیضی اسی اجڑے دیار کے باشندے تھے، عبدالقادر بدایونی نے آگرہ ہی میں تحصیل علم کیا''۔

(مرجع سابق ص ۳۵۹)

ڈاکٹر سہیل صاحب کی اس عجوبۂ روزگار ''تاریخی شہادت'' پر کچھ عرض کرنے سے پہلے ہم ڈاکٹر سہیل صاحب اور ان کی اس کتاب کے بارے میں کتاب کے مقدمہ نگار اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کی رائے پر بھی ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

یہ کتاب اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ یہ کسی مولوی کی تصنیف نہیں
ہے بلکہ ایک دانشور کی محنت ہے، جس نے تلاش حق میں کوہ کنی کی ہے۔
(مرجع سابق، ص:۱۴)

ہمیں افسوس ہے کہ ایک ''دانشور'' نے ''کوہ کنی'' کر کے جو تاریخی گوہر برآمد کیا ہے اس پر تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی تعجب کیے بنا نہیں رہ سکتا۔ یہ بات تاریخی طور پر بالکل بے بنیاد ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالقادر بدایونی کو آگرہ تحصیل علم کے لیے بھیجا۔ اپنے تعلیمی مراحل کے کسی بھی دور میں مولانا عبدالقادر بدایونی کا آگرہ سے کوئی تعلق نہیں رہا، بلکہ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالقادر بدایونی کو ''محدثین دہلی کے پرانے مدرسے مدرسہ رحیمیہ'' کے سند یافتہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے خاص شاگرد استاذ مطلق مولانا فضل حق خیرآبادی کی بارگاہ میں تحصیل علم کے لیے بھیجا تھا۔ واحد یار خاں نے جن عبدالقادر بدایونی کا ذکر کیا ہے وہ مولانا فضل رسول بدایونی کے صاحبزادے نہیں بلکہ مشہور مؤرخ اور اکبر کے فتنۂ دین الٰہی کے خلاف احقاق حق کرنے والے عظیم مجاہد ملاّ عبدالقادر بدایونی ہیں، جن کی وفات کے ۲۳۲ برس بعد مولانا فضل رسول بدایونی اس دنیا میں تشریف لائے۔ ملا عبدالقادر کی پیدائش ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء اور وفات ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء میں ہوئی۔ ملا عبدالقادر کے تمام سوانح نگار یہ بات لکھتے ہیں کہ انھوں نے آگرہ میں تحصیل علم کی تھی، مگر ملا عبدالقادر بدایونی کو ابوالفضل اور فیضی کا مداح یا ان کے افکار و خیالات سے متأثر وہی شخص قرار دے سکتا ہے جو علم و تاریخ سے بالکل نابلد ہو، اگر کوئی ایسا دانشور جس نے تلاش حق میں کوہ کنی کی ہو یہ بات لکھے تو تاریخ اور علم تاریخ کی مظلومیت پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

ملا عبدالقادر بدایونی کی مشہور زمانہ کتاب ''منتخب التواریخ'' عہد اکبری کے سلسلہ میں ایک بنیادی اور مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ کس طرح ملا عبدالقادر بدایونی نے ابوالفضل اور فیضی کی حقیقت عالم آشکارا کی ہے، نیز ملا عبدالقادر وہ

مردمجاہد ہے جس نے برسرِ دربار بادشاہ جلال الدین اکبر کے روبرو اس کے دین الٰہی کی مذمت کر کے اس حدیث پاک کا عملی نمونہ پیش کر دیا کہ ''ظالم بادشاہ کے روبرو کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے''، مگر یہ سب تاریخی حقائق اہل علم وانصاف کے لیے ہیں اگر کوئی دانشور قسم کھالے کہ میں تمام تاریخی تحقیقات سے منھ موڑ کر خود ہی تلاش حق میں کوہ کنی کروں گا تو اس کے لیے سوائے دعاے صحت کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

اس کتاب میں ڈاکٹر سہیل صاحب نے مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب البوارق المحمدیہ اور تصحیح المسائل کے دو حوالے دیے ہیں، ان میں بھی صورت حال زیادہ مختلف نہیں ہے، ان دونوں عبارتوں کی وضاحت اور ڈاکٹر صاحب کی تحقیق پر تنقید وتبصرہ ہم کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔

رب قدیر ومقتدر ہمیں ہر حال میں حق بولنے، حق سمجھنے اور حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ — اسید الحق قادری

۷؍ستمبر ۲۰۰۹ء — مدرسہ قادریہ بدایوں

☆☆☆

تعارف مصنف

از: علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ
لاہور پاکستان

آپ معقول ومنقول کے جامع اور شریعت وطریقت کے شیخ کامل تھے۔عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ خلق خدا کے جسمانی و روحانی امراض کے علاج میں صرف کیا۔ ان گنت افراد آپ سے فیضیاب ہوئے، اس کے علاوہ تحریر وتقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لیے قابل قدر کوششیں کیں۔

اس دور میں کچھ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' سے بری طرح متاثر ہو گئے اور شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدست اسرارہم کے مسلک سے منحرف ہوکر فتنۂ نجدیت کو پھیلانے میں بڑے زور وشور سے مصروف ہو گئے۔اس فتنے کے سد باب کے لیے علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی جگہ قابل قدر کوششیں کیں، جن میں استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیرآبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ دہلوی، مولانا منورالدین دہلوی (مولانا ابوالکلام آزاد کے والد کے نانا) اور معین الحق شاہ فضل رسول القادری وغیرہم نے نمایاں طور پر احقاق حق کا فریضہ ادا کیا۔ بے شمار سادہ لوح

مکتبہ رضویہ لاہور نے ۱۹۷۲ء میں سیف الجبار شائع کی تھی، علامہ شرف صاحب نے یہ تعارف بطور مقدمہ اس کے لیے تحریر فرمایا تھا۔تعارف بہت جامع ہے، اس لیے نیا تعارفی مضمون لکھنے کے بجائے میں نے اسی کو شامل کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔(اسیدالحق)

مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ فرمایا اور لاتعداد افراد کو راہ راست دکھائی۔ مولوی محمد رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

''بالخصوص ہنگام اقامت ملک دکن میں وہابیہ و شیعہ بکثرت آپ کے دست مبارک پر تائب ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور نیز جماعت کثیر مشرکین کو آپ کی ہدایت و برکت سے شرف اسلام حاصل ہوا تمام مشائخ کرام وعلمائے عظام بلاد اسلام کے آپ کو آپ کے عصر میں شریعت وطریقت کا امام مانتے ہیں''۔(۱)

آپ کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ العزیز (م:۱۲۶۳ھ) کے ہاں متواتر صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، لہٰذا آپ کی والدہ ماجدہ بہ کمال اصرار کہا کرتی تھیں کہ ''مرشد برحق شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں نرینہ اولاد کی دعاء کے لیے گزارش کریں''، لیکن شاہ عین الحق پاس ادب کی بنا پر ذکر نہ کرتے۔ جب حضرت شاہ فضل رسول کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔(۲)

چنانچہ ماہ صفر المظفر ۱۲۱۳ھ/ ۹۹-۱۷۹۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔(۳) حضرت اچھے میاں کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام فضل رسول رکھا گیا اور تاریخی نام ظہور محمدی منتخب ہوا۔(۴)

صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم جد امجد مولانا عبدالحمید سے اور کچھ والد ماجد مولانا شاہ عبدالمجید سے حاصل کی۔ بارہ برس کی عمر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے پاپیادہ لکھنؤ کا سفر کیا اور فرنگی

۱۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، حصہ اول، مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء/ص:۲۵۵

۲۔ ایضاً:ص:۲۵۰

۳۔ رحمٰن علی، تذکرہ علماء ہند: (اردو) مطبوعہ کراچی، ص:۲۸۰

۴۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۰ (نوٹ) تذکرہ علماء ہند مطبوعہ کراچی میں تاریخی نام ظہور محمد غلط لکھا ہے کیونکہ اس کے مطابق سن ولادت ۱۲۰۳ھ ہونا چاہیے، تاریخی نام ظہور محمدی ۱۲۱۳ھ ہے۔

محل لکھنؤ میں ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ کے جلیل القدر شاگرد مولانا نور الحق قدّس سرہ (م:۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نے خاندانی عزت وعظمت اور ذہانت کے پیش نظر اپنی اولاد سے زیادہ توجہ مبذول فرمائی، حتی کہ آپ چار سال میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہوگئے۔(۵)

جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ھ کو حضرت مخدوم شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے سامنے عرس کے موقع پر مولانا عبدالواسع لکھنوی، مولانا ظہور اللہ فرنگی محلی اور دیگر اجلۂ علما کی موجودگی میں رسم دستار بندی ادا کی اور وطن جانے کی اجازت دی۔(۶) وطن آکر مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ حضور اچھے میاں آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دے کر فرمایا: ''اب فن طب کی تکمیل کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ذات سے ہر طرح کا دینی و دنیاوی فیض جاری کرنا منظور ہے''۔ چنانچہ آپ نے دھولپور میں حکیم ببر علی موہانی سے طب کی تکمیل کی۔

ابھی آپ دھول پور ہی تھے کہ حضور اچھے میاں قدس سرہ کے انتقال پر ملال کا سانحہ پیش آ گیا۔ وصال سے قبل تنہائی میں شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ کو طلب فرما کر طرح طرح کی بشارتوں سے نوازا اور شاہ فضل رسول قادری کے دست شفا کی مبارک باد دی(۷)۔

والد ماجد کے بلانے پر دھول پور سے واپس وطن پہنچے اور مدرسہ قادریہ کی بنیاد رکھی، جہاں سے اہل شہر کے علاوہ دیگر بلاد کے لوگوں نے بھی فیض حاصل کیا، پھر صلۂ رحمی کے خیال سے ملازمت کا ارادہ کیا۔ ریاست بنارس وغیرہ میں قیام کیا، لیکن درس وتدریس کا سلسلہ کہیں منقطع نہ ہوا۔

اس عرصے میں کئی بار والد ماجد کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، ہر دفعہ معاملہ دوسرے وقت پر ٹال دیا جاتا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ مقصد یہ ہے کہ جب تک دنیاوی تعلق ختم نہیں کیا جاتا، حصول مقصد میں تاخیر رہے گی، چنانچہ تعلقات دنیاویہ ختم کر کے حاضر ہوئے اور حصول مدعا

۵۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۱

۶۔ ماہنامہ پاسبان، الہ آباد امام احمد رضا نمبر (مارچ واپریل ۱۹۶۲ء، ص:۴۸)

۷۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۱

کی درخواست کی والد ماجد نے قبول فرما کر ''فصوص الحکم شریف'' اور ''مثنوی مولانا روم'' کا بالاستیعاب درس دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اکثر اوقات ہولناک جنگلوں میں گزارتے کئی سال تک یہ حالت رہی پھر جا کر سلوک کی طرف رجوع ہوا(۸)۔

آپ کو والد گرامی کی طرف سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ اور سلسلۂ سہروردیہ میں اجازت وخلافت حاصل کی تھی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس پر معتکف تھے کہ اچانک مدینہ طیبہ کی زیارت کا شوق ایسا غالب ہوا کہ سفر کے خرچ کی فکر کیے بغیر پیادہ پا بمبئی روانہ ہوگئے۔ دو ماہ کا سفر تائید ایزدی سے اس قدر جلد طے ہوا کہ آپ ساتویں دن بمبئی پہنچ گئے حالانکہ زخموں کی وجہ سے کچھ وقت راستے میں قیام بھی کرنا پڑا۔

بمبئی سے سفر مبارک کی اجازت حاصل کرنے کے لیے والد ماجد کی خدمت میں عریضہ لکھا انھوں نے بہ کمال خوشی اجازت مرحمت فرمائی۔ حرمین شریفین پہنچنے کے بعد عبادت وریاضت کے شوق کو اور جلا ملی۔ شب وروز یاد الٰہی میں بسر کیے اور خلق خدا کی خدمت کے لیے پوری طرح کمر بستہ رہے۔

مولوی رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

> ''جو کچھ ریاضتیں آپ نے ان اماکن متبرکہ میں ادا فرمائیں بجز قدما اولیاء کرام کے دوسرے سے مسموع نہ ہوئیں۔ حرمین شریفین کی راہ میں پیادہ پا سفر فرمایا اور یتیموں مسکینوں کے آرام پہنچانے میں اپنے اوپر ہر قسم کی تکلیف گوارا کی''(۹)۔

اسی مبارک سفر میں حضرت شیخ مکہ عبداللہ سراج اور حضرت شیخ مدینہ عابد مدنی سے علم تفسیر و حدیث میں استفادہ کیا، اسی سال کامل جذب وارادت سے بغداد شریف حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے۔

۸۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۲

۹۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۳

درگاہ غوثیہ کے سجادہ نشین نقیب الاشراف حضرت سید علی گیلانی نے آپ کو از خود اجازت وخلافت مرحمت فرمائی (۱۰) اور ان کے بڑے صاحبزادے حضرت سید سلمان نے آپ کے تلمذ کا شرف حاصل کیا اور اجازت حاصل کی (۱۱)۔

جب آپ واپس وطن پہنچے تو والد ماجد ۸۰ سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کا قصد فرما کر بمقام بڑودہ پہنچ چکے تھے، حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس عمر میں آپ نے اس قدر طویل سفر کا ارادہ فرمایا ہے۔ لہٰذا میں مفارقت گوارا نہیں کر سکتا۔ وہیں سے والدہ ماجدہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اجازت طلب کی اور والد ماجد کے ساتھ پھر سوئے حرمین شریفین روانہ ہو گئے اس سفر میں عبادات و ریاضات کے علاوہ والد مکرم کی خدمت کا حق ادا کر دیا اور ان کی دعاؤں سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے۔ (۱۲)

مولانا کی ذات والا صفات مرجع انام تھی ان کے پاس کوئی علاج معالجے کے لیے آتا اور کوئی مسائل شریعت دریافت کرنے حاضر ہوتا، کوئی ظاہری علوم کی گتھیاں سلجھانے کے لیے شرف باریابی حاصل کرتا تو کوئی باطنی علوم کے عقدے حل کرانے کی غرض سے دامن عقیدت وا کرتا۔ غرض وہ علم و فضل کے نیر اعظم اور شریعت وطریقت کے سنگم تھے، جہاں سے علم و عرفان کے چشمے پھوٹتے تھے، وہ ایک شمع انجمن تھے جن سے ہر شخص اپنے ظرف اور ضرورت کے مطابق کسب ضیا کرتا تھا۔

ذیل میں وہ استفتاء نقل کیا جاتا ہے جو ہند کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دربار سے بعض اختلافی مسائل کی تحقیق کے لیے مولانا شاہ فضل رسول قادری کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، اصل استفتا، طویل اور فارسی میں ہے، لہٰذا اختصار کے ساتھ اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۰۔ رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند: مطبوعہ کراچی، ص: ۳۸۰

۱۱۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۳

۱۲۔ ایضاً

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ دن متعین کر کے محفل میلاد شریف منعقد کرنا گناہ کبیرہ ہے اور محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے اور فاتحہ کرنا طعام وشیرینی پر حرام ہے اور اولیاء اللہ سے مراد چاہنا شرک ہے اور حسب قدیم ختم میں پانچ آیتوں کا پڑھنا بدعت سیۂ ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے اور کہتا ہے کہ تعزیہ کا بالقصد یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی دیکھنا اور دسہرے میں سیر کرنا اگر چہ بلا ارادہ ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت پر طلاق ہو جائے گی اور کعبہ شریف ومدینہ منورہ کے خطہ میں کوئی بزرگی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمین میں ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے باشندگان ظالم ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظّمہ میں عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے باہر کیا۔

پس ایسی صورت میں ان لوگوں کی اقتدا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مسلمانوں کو ان سے بیعت ہونا درست ہے یا نہیں؟ اور شرع شریف کا ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے؟ و نیز ان کے متبعین پر کیا حکم ہے؟ فقط۔

نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ دیں پناہ وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ۔

محمد بہادر شاہ، بادشاہ غازی، ابوظفر سراج الدین

حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری نے پندرہ صفحات میں تفصیل سے جواب لکھا اور مسلک اہل سنت و جماعت کو دلائل سے بیان کیا اس فتویٰ پر اجلۂ علما نے تصدیقی دستخط فرمائے۔

آپ نے خدمت خلق، عبادت و ریاضت، درس و تدریس، وعظ وتبلیغ کے مشاغل کے باوجود تصنیف وتالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ سفر وحضر میں آپ کا دریائے فیض کمال کے استحضار

کے ساتھ جاری رہتا۔ آپ نے اعتقادیات، درسیات، طب اور فقہ وتصوف میں قابل قدر کتابیں لکھی ہیں۔ مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ سیف الجبار
۲۔ بوارق محمدیہ
۳۔ تصحیح المسائل
۴۔ **المعتقد المنتقد**
۵۔ فوز المؤمنین
۶۔ تلخیص الحق
۷۔ احقاق الحق
۸۔ شرح فصوص الحکم
۹۔ رسالۂ طریقت
۱۰۔ حاشیہ میرزاہد بر رسالہ قطبیہ
۱۱۔ حاشیہ میرزاہد ملاجلال
۱۲۔ طب الغریب
۱۳۔ تثبیت القدمین
۱۴۔ شرح احادیث ملتقطۃ ابواب صحیح مسلم
۱۵۔ فصل الخطاب
۱۶۔ حرز معظم

چند کتب کا قدرے تفصیلی تعارف –

۱. **المعتقد المنتقد** – (عربی) عقائد اہل سنت پر نہایت اہم کتاب ہے اس میں بعض نئے اٹھنے والے فتنوں کی بھی سرکوبی کی گئی ہے۔ مکہ معظّمہ میں ایک بزرگ کی فرمائش پر لکھی اس پر بڑے بڑے نامور علما مثلاً مجاہد آزادی استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیرآبادی، مفتی محمد

صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی، شیخ المشائخ مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی اور مولانا حیدر علی فیض آبادی مؤلف منتہی الکلام وغیرہم نے گراں قدر تقریظیں لکھیں اور نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔

مولانا حکیم محمد سراج الحق خلف الرشید مجاہد عظیم مولانا فیض احمد بدایونی نے اس پر حاشیہ لکھا اور جب یہ کتاب پٹنہ سے شائع ہوئی تو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے "**المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد**" کے نام سے قلم برداشتہ نہایت وقیع حاشیہ تحریر کیا۔ **المعتقد المنتقد** اس لائق ہے کہ اسے درسیات میں شامل کیا جائے۔

۲۔ بوارق محمدیہ المعروف بہ سوط الرحمٰن علی قرن الشیطان (فارسی) - مولوی محمد رضی الدین اس کی تصنیف کا باعث یوں بیان کرتے ہیں:

> ''بالخصوص ردوہابیہ میں جس قدر بلیغ کوشش بحکم اولیا کرام آپ نے فرمائی وہ مخفی نہیں ہے، چنانچہ جب آپ بمقام دہلی حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر مراقب تھے، عین مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ حضور جناب خواجہ صاحب رونق افروز ہیں اور دونوں دست مبارک پر اس قدر کتابوں کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حد نظر تک کتاب پر کتاب نظر آتی ہے، آپ نے عرض کیا کہ اس قدر تکلیف حضور نے کس لیے گوارا فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمہ لے کر شیاطین وہابیہ کا قلع قمع کرو۔ بہ مجرد اس ارشاد مبارک کے آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور تعمیل ارشاد والا ضروری خیال فرما کر اسی ہفتہ میں کتاب مستطاب بوارق محمدیہ تالیف فرمائی''۔(۱۳)

اس کتاب کو علما و مشائخ نے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مولانا غلام قادر بھیروی (۱۳۲۶ھ) نے ''الشوارق الصمدیہ'' کے نام سے خلاصہ و ترجمہ کیا جو عرصہ ہوا شائع ہو

۱۳۔ محمد رضی الدین بدایونی تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۴

چکا ہے، اس کی وقعت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (م ۱۳۵۶ھ) نے بھی اسے بطور حوالہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''صاحب بوارق محمدیہ صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں'' (۱۴)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''در بوارق می نویسد امام احمد وغیرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ھم آن حدیث روایت کردہ اند''۔ (۱۵)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''این جا بر ذکر چند از انفاس متبرکہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نقل نمودہ است آنہا را مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکتفا نمودہ می آید''۔ (۱۶)

حضور اعلیٰ گولڑوی قدس سرہٗ نے جا بجا بوارق محمدیہ کے حوالہ جات نقل کر کے اور ان پر اعتماد کا اظہار کر کے اس کی قبولیت وصداقت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں بیان توحید کے لیے بہت سخت زبان استعمال کی ہے جس کا خود انھوں نے ایک موقع پر اعتراف بھی کیا تھا۔ عقیدۂ توحید کی بنیادی حیثیت سے انکار کر کے کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا لیکن ایسا انداز بیان یقیناً قابل تردید ہوگا جس میں شان الوہیت کی عظمت کے اظہار کے لیے شان رسالت کو نظر انداز کر دیا جائے اور تنقیص شان کا ارتکاب کیا جائے۔ بتوں کے حق میں وارد ہونے والی آیات کو انبیا و اولیا کی ذوات مقدسہ پر چسپاں کیا جائے وہ توحید ہرگز قابل قبول نہیں جو شان رسالت کی تنقیص پر مشتمل ہو۔

۱۴۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ، اعلاء کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص: ۱۳۹۔

۱۵۔ ایضاً، ص: ۱۶۳

۱۶۔ ایضاً، ص: ۱۹۵

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ نے اس حقیقت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے،فرماتے ہیں:

''الحاصل مابین اصنام وارواح مکمل فرقی ست بین امتیازی ست باہر پس آیات واردہ فی حق الاصنام را بر انبیا و اولیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین حمل نمودن کمافی ''تقویۃ الایمان'' تحریفی است قبیح وتخریبی است شنیع''۔(۱۷)

ترجمہ: الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے،لہٰذا ان آیات کو انبیا و اولیا پر چسپاں کرنا جو بتوں کے حق میں وارد ہیں، جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تحریف اور بدترین تخریب ہے۔

دیگر علما اسلام کی طرح مولانا شاہ فضل رسول قادری نے بوارق محمدیہ اور سیف الجبار وغیرہ کتب میں تقویۃ الایمان کی اسی قسم کی عبارات پر محض جذبۂ دینی کے تحت عالمانہ تنقید کی ہے۔

۳۔ سیف الجبار (اردو) - متعدد دفعہ مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے، ہماری معلومات کے مطابق آخری دفعہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے شعبۂ تبلیغ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔(۱۸) اس کا تاریخی نام سیف الجبار المسلول علی الاعداء للابرار ۱۳۲۵ھ ہے۔اس میں فتنۂ نجدیت کی ابتدا اس کے پھیلاؤ، حرمین شریفین اور دیگر مقامات کے مسلمانوں پر نجدیوں کے لرزہ خیز مظالم کا تفصیلی نقشہ پیش کیا گیا ہے، تاریخی اعتبار سے یہ کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ مصنف نے نجدی مظالم کے اثرات بچشم خود ملاحظہ کیے تھے۔ایک جگہ فرماتے ہیں:

''زید یہ مذہب سیدوں ساکن نواح مخا وحدیدہ نے مذہب نجدیہ اختیار کر کے مکان کو فوج سے خالی دیکھ کر پھر تاخت وتاراج کیا اور ہر ایک مکان

۱۷۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ،اعلاء کلمۃ اللہ: طبع چہارم،ص:۱۷۱

۱۸۔ ادارہ مظہر حق بدایوں نے ۱۹۸۵ء میں شائع کی اور اب عنقریب تاج الفحول اکیڈمی بدایوں جدید آب وتاب اور ضروری تحقیق وتحشیہ کے ساتھ شائع کرنے جارہی ہے۔(اسید الحق قادری)

میں ایک ایک امیر المومنین ہو گیا، عجب ظلم برپا کیا۔ راقم نے ۱۲۵۷ھ میں اسی حال پر چھوڑا''۔(۱۹)

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں مولوی حسین احمد مدنی کی رائے قابل ملاحظہ ہے، لکھتے ہیں:

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل وقتال کیا اور ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار اور فاسق شخص تھا''۔(۲۰)

شاہ فضل رسول قادری نے مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کو قریب سے دیکھا ان کے عقائد اور عزائم کا بنظر غائر جائزہ لیا، ان کے طور وطریق کو بخوبی جانچا اور پھر ضمیر کی آواز کو بلاکم وکاست تحریر کر دیا۔ فرماتے ہیں:

''فاحشہ رنڈیوں کی بھی پیش کش (نذر) لینے میں تامل نہ تھا، یہاں تک کہ جو فرنگیوں کے گھروں میں تھیں، چنانچہ بنارس کا ریزیڈنٹ اگنسن بروگ نام اس کے گھر میں فاحشہ تھی بڑی اختیار والی اور صاحب مقدور مرید ہوئی

۱۹۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص: ۴۷

۲۰۔ مولوی حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب، ص: ۵۰

اور دس ہزار روپے نذر کیے اور اس کے مرید ہونے سے ریذیڈنٹ نے
بہت خاطر داری کی کہ سید صاحب نے اس کو اپنی بیٹی فرمایا تھا، راقم بھی
وہاں موجود تھا''۔(۲۱)

سیف الجبار میں تقلید کی حقیقت اور امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑے دل نشیں پیرائے میں ذکر کیے گئے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید (صغیر) ۷رمحرم بروز جمعہ ۱۲۲۱ھ کی صبح علمائے مکہ مکرمہ کے سامنے پیش ہوئی اس وقت نجدی لشکر طائف میں قتل و غارت گری اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منہدم کر کے مکہ مکرمہ جانے کا قصد کر رہا تھا۔علمائے مکہ مکرمہ نماز جمعہ کے بعد جمع ہوئے اور کتاب التوحید کا مطالعہ کر کے اس کا رد کیا۔مولانا احمد بن یونس باعلوی اس تردید کو ضبط تحریر میں لائے۔نماز عصر تک اس کے ایک باب کا رد مکمل ہوا تھا کہ طائف کے مظلوموں کا ایک گروہ مسجد حرام میں پہنچ گیا اور مشہور ہو گیا کہ نجدیہ کا لشکر حرم شریف میں پہنچ کر قتل و غارت کرنے والا ہے۔اس عام اضطراب کی وجہ سے دوسرے باب پر نظر نہ جا سکی۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے سیف الجبار کے آخر میں کتاب التوحید کا پہلا باب اور اس پر علمائے مکہ مکرمہ کا رد مع ترجمہ نقل کر دیا ہے۔جا بجا تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے یہ عجیب وغریب حقیقت سامنے آتی ہے کہ تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا ترجمہ اور شرح ہے،علمائے مکہ مکرمہ کی تقریرات کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی،حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی،حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی اور مولانا شاہ محمد فضل حق خیر آبادی کی عبارات نقل کی ہیں جن سے یہ امر کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ یہ حضرات نہ تو کتاب التوحید کے معتقد ہیں اور نہ تقویۃ الایمان کے مندرجات سے متفق،ان کے عقائد وہی ہیں جو اس وقت کے علمائے مکہ مکرمہ اور علمائے اہل سنت و جماعت کے ہیں۔

شاہ فضل رسول قادری پر عام طور پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے انگریز کی حکومت کے

۲۱۔ مولانا فضل رسول قادری،سیف الجبار،ص:۲۷،۳۷

دور میں منصب افتا قضا اور صدر الصدوری کے ذریعہ اقتدار حکومت کو بحال اور مضبوط تر کیا۔(۲۲)

تعجب ہے کہ جب علمائے دیوبند میں سے مولوی محمد احسن نانوتوی، مولوی محمد مظہر، مولوی محمد منیر، مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمٰن، مولوی مملوک علی اور مولوی محمد یعقوب نانوتوی وغیرہم بھی ''سرکار انگریز'' کے ملازم تھے (۲۳)، تو فرنگی حکومت کے اقتدار کو مضبوط تر کرنے کا الزام علمائے اہل سنت پر ہی کیوں عائد کیا جاتا ہے؟

پھر یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ اگر علما منصب افتا و قضا اور صدر الصدوری کو قبول نہ کرتے تو ان مناصب پر فائز ہو کر فیصلہ کرنے والے ہندو ہوتے یا انگریز۔ کیا یہ اچھا ہوتا کہ علما ان مناصب کو قبول نہ کرتے اور مسلمان اپنے مقدمات کے فیصلوں کے لیے ہندو یا انگریز کی کچہریوں میں مارے مارے پھرتے۔

اسی سلسلے میں ہمارے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک اور بات کہی ہے:

''مولانا فضل رسول بدایونی کی تصانیف کے سلسلے میں ایک بات ہم نے خاص طور پر نوٹ کی ہے کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں'' (۲۴)

بر تقدیر تسلیم ہمارے نزدیک مولانا پر یہ کوئی اعتراض نہیں کہ ان کی اکثر کتابیں کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں کیوں کہ انگریز دوستی یا انگریز سے ساز باز بیشک جرم اور قابل اعتراض امر ہے فقط سرکاری ملازم ہونا کوئی جرم کی بات نہیں ہے، بشرطیکہ کسی خلاف اسلام امر میں ان کا تعاون نہ کیا جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مولوی عبدالحئ کو ملازمت کی اجازت دے کر اس قسم کے شبہات کو ختم کر دیا تھا، سرکاری ملازمت سے ہر شخص کے بارے میں یہ رائے قائم کر لینا کہ یہ انگریز کا خیر خواہ و وفادار اور محبّ ہے، کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیوں کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اکثر و بیشتر انہی علما نے کھل کر حصہ لیا جو انگریز کے دور

۲۲۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص:۱۸

۲۳۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص:۲۶

۲۴۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص:۱۸

اقتدار میں صدر الصدور اور افتا وغیرہ کے مناصب پر فائز تھے۔

پھر یہ بھی ایک فکر انگیز حقیقت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی مشہور کتاب تقویۃ الایمان پہلے پہل رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے شائع ہوئی، اگر کسی کتاب کو سرکاری ملازم شائع کرے تو ضروری نہیں کہ اس میں حکومت کا ایما شامل ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ کتاب سرکاری پالیسی کے مطابق ہو، لیکن جب کسی کتاب کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی ایسا سرکاری ادارہ شائع کرے تو معمولی سی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ وہ کتاب یقیناً سرکاری پالیسی کے مطابق ہوگی مخالف ہرگز نہیں ہوسکتی۔

یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اگر مولا فضل رسول قادری کی تصانیف کو کسی ذریعہ سے بھی سرکاری حمایت حاصل ہوتی تو بعض دیگر مصنفین کی طرح ان کی تصانیف بھی کثرت سے طبع ہوتیں، حالانکہ تقویۃ الایمان وغیرہ کتابیں جس کثرت سے اشاعت پذیر ہوئیں، مولانا فضل رسول قادری کی کتابیں اس کثرت سے شائع نہیں ہوئیں۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے کتنے واضح الفاظ میں انگریزی اقتدار سے نفرت واستحقار کا اظہار کیا ہے اور انگریز کے اقتدار کو دین میں فتنہ وفساد کے پیدا ہونے کا سبب قرار دیا ہے درج ذیل اقتباس سے بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''جاننا چاہیے کہ ہندوستان میں بسبب ہو جانے کفر کی حکومت (انگریزی اقتدار) اور نہ رہنے اسلام کی سلطنت کے دین اسلام میں فتنے اور شرع کے احکام میں رخنے پڑ گئے۔ (۲۵)

دوسری جانب مولوی اسماعیل دہلوی کا بیان ملاحظہ ہو تا کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مولانا فضل رسول قادری اور دیگر علما اہل سنت پر انگریز دوستی کے الزام میں کتنی سچائی ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک موقع پر کہا:

> ''انگریزی سرکار گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم وتعدی نہیں کرتی، نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے، ہم ان کے ملک میں

۲۵۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار، ص: ۲۷

اعلانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع ومزاحم نہیں ہوتی، بلکہ اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے، سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصول مذہب کے خلاف بلاوجہ طرفین کا خون گرادیں''۔(۲۶)

مولانا شاہ فضل رسول قادری کے بارے میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے:

''مولانا حیدر علی ٹونکی نے اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ لکھی ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی نے مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی شہادت (۱۸۳۱ء) کے بیس سال بعد وہابیوں کے رد میں کتابیں لکھنی شروع کیں۔ ظاہر ہے پنجاب کے انگریزوں کے قبضہ میں آ جانے کے بعد مجاہدین کا مقابلہ براہ راست انگریز سے تھا''۔(۲۷)

مولوی اسماعیل دہلوی نے جب تقویۃ الایمان لکھ کر مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف عقائد وافکار کا اظہار کیا تو اکثر و بیشتر علما تحفظ دین ومسلک کی خاطر میدان میں اتر آئے، بعض نے ان سے اور ان کے ہم خیال علما سے مناظرہ کیا۔ مثلاً مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ (صاحبزادگان مولانا محمد رفیع الدین محدث دہلوی) منطق وکلام کے مسلم الثبوت استاذ مولانا محمد فضل حق خیرآبادی، مولانا رشید الدین خاں اور علمائے پشاور وغیرہم بے شمار علماء نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ تردید کی۔ بعض نے تقریری طور پر رد وابطال پر اکتفا کیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں اکثر و بیشتر حضرات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے صاحب علم وفضل شاگرد تھے بلکہ خود حضرت شاہ صاحب نے تقویۃ الایمان پر اظہار ناراضگی فرمایا:

''حضرت مولانا شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی قدّس سرہ فرماتے تھے کہ جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک و

۲۶۔ منشی محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید

۲۷۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص:۲۴

کافر بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے۔ افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں، آنکھوں سے بھی معذور ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدۂ فاسد کا رد بھی تحفۂ اثنا عشریہ کی طرح لکھتا کہ لوگ دیکھتے''۔(۲۸)

مولانا شاہ فضل رسول قادری ان علما میں سے تھے جنھوں نے اس نئے فتنے کی تردید کے لیے بھرپور تقریری کام کیا اور جب ضرورت محسوس ہوئی تو تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کیا اور ایسی کتابیں لکھیں جنھیں اہل علم سرآنکھوں پر جگہ دیتے ہیں۔ مولانا کی ساری زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی کوششوں میں حفاظت دین کے سوا اور کوئی مقصد نظر نہیں آئے گا۔ کیا اس بات کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں تقریر کے ذریعے عقائد باطلہ کی تردید نہیں کی، حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۳۹ تالیف ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری کے مطالعہ سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ مولانا طالب علمی کے زمانہ ہی سے ردوہابیت کی ابتدا کر چکے تھے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مولانا اسماعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے رفقا کو انگریزوں سے کوئی مخاصمت نہ تھی اور نہ وہ انگریزوں سے جہاد کا ارادہ ہی رکھتے تھے۔(۲۹)

آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے، جس شخصیت نے طویل مدت تک سفر وحضر میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہو اس کے شاگردوں کا شمار لازماً دشوار ہوگا، چند فضلا کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے، جنھوں نے آپ کے بحر علم سے استفادہ کیا:

۱۔ مولانا شاہ محی الدین ابن شاہ فضل رسول قادری (م:۱۲۷۰ھ)

۲۔ تاج الفحول مولانا شاہ محمد عبدالقادر محبّ رسول بدایونی ابن مولانا شاہ فضل رسول قادری (م:۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)

۳۔ مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی

۲۸۔ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص:۱۹، ۲۰

۲۹۔ اس سلسلے میں مقالات سرسید حصہ شانزدہم مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور کے حاشیہ پر شیخ اسماعیل پانی پتی کا نوٹ ص:۲۴۸ تا ۲۵۲ اور ص:۳۱۸ تا ۳۱۹ قابل ملاحظہ ہے۔ نیز سید صاحب کی تحریک کی صحیح پوزیشن سمجھنے کے لئے جناب وحید احمد مسعود بدایونی کی تحقیقی کتاب ''سید احمد شہید کی صحیح تصویر'' مطبوعہ لاہور ملاحظہ کی جائے۔

۴۔ قاضی القضاۃ مولانا مفتی اسداللہ خاں الہ آبادی (م:۱۳۰۰ھ)
استاد مولوی رحمٰن علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند
۵۔ مولانا عنایت رسول چریاکوٹی (۳۰)
۶۔ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی (م:۱۳۷۷ھ)
۷۔ مولانا کرامت علی جونپوری (م:۱۲۹۰ھ) مرید سید احمد بریلوی
۸۔ مولانا سید عبدالفتاح گلشن آبادی
۹۔ مولانا عبدالقادر حیدرآبادی (م:۱۳۲۹ھ)
۱۰۔ مولانا سید اشفاق حسین (م:۱۳۲۸ھ)
۱۱۔ مولانا خرم علی بلہوری (م:۱۲۷۳ھ)
۱۲۔ مولانا حکیم محمد ابراہیم سہارنپوری
۱۳۔ سید بنیاد شاہ سنبھلی
۱۴۔ مولانا سید خادم علی
۱۵۔ مولانا سید ارجمند علی
۱۶۔ مولانا سید اولاد حسن خلف سید آل حسین
۱۷۔ مولانا غلام حیدر
۱۸۔ مولانا جلال الدین رئیس سوتھہ محلّہ
۱۹۔ مولانا فصاحت اللہ متولی
۲۰۔ مولانا امانت حسین دانش مند
۲۱۔ مولانا بہادر شاہ دانش مند وغیرہ وغیرہ

آپ کے مریدین کا سلسلہ عرب وعجم میں پھیلا ہوا تھا، بے شمار لوگ مذاہب باطلہ اور عقائد فاسدہ سے تائب ہوکر آپ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔

آپ کے چند مریدین کے نام یہ ہیں:

۳۰۔ نامور فاضل مولانا محمد فاروق چریاکوٹی استاذ شبلی نعمانی، مولانا عنایت رسول کے چھوٹے بھائی اور شاگرد تھے۔

تاج الفحول مولانا شاہ محمد عبدالقادر محبّ رسول بدایونی خلف رشید شاہ فضل رسول قادری، مولانا حکیم سراج الحق ابن مولانا فیض احمد بدایونی (م:۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء)، مولانا سید نبی حسنی حسینی شاہجہاں پوری (م: ۱۲۷۸ھ)، مولانا حکیم عبدالعزیز، مولانا عبیداللہ بدایونی مدرس مدرسہ محمدیہ بمبئی (م:۱۳۱۵ھ)، ملا اکبر شاہ افغانی، مولانا عون الحق، حافظ محمد ضیاء الدین حیدر آباد دکن، قاضی حمید الدین خاں مچھلی بندر، شیخ محمد صدیق متوطن بریلی، شیخ عبدالرحیم رئیس بدایوں، شیخ عبدالہادی ملقب بہ شاہ سالار وغیرہ وغیرہ۔

جب آپ کی عمر شریف ۷۷ برس کی ہوئی تو آپ کے شانوں کے درمیان پشت پر زخم نمودار ہوا ایک دن قاضی شمس الاسلام عباسی جو آپ کے والد ماجد کے مرید تھے، سے آپ نے فرمایا:

> ''قاضی صاحب بمقتضائے 'واما بنعمة ربک فحدث' آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقہ وہابیہ کے لیے مامور کیا گیا تھا۔ الحمدللہ! کہ فرقۂ باطلہ اسماعیلیہ واسحاقیہ کا رد پورے طور ہو چکا، دربار نبوت میں میری یہ سعی قبول ہو چکی، میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی میں اس دار فانی سے جانے والا ہوں''۔(۳۱)

آخری دنوں میں کمزوری بہت زیادہ ہوگئی تھی مگر عبادت، ریاضت اور تہجد کے لیے شب بیداری میں دن بہ دن اضافہ ہوتا گیا۔ ۲۰/ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء بروز جمعرات خلف رشید مولانا شاہ محمد عبدالقادر قادری بدایونی کو بلا کر نماز جنازہ کی وصیت کی، ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مصروف تھے کہ اچانک دو دفعہ بلند آواز سے اللہ اللہ کہا ایک نور دہن مبارک سے چمکا اور بلند ہو کر غائب ہو گیا اور ساتھ ہی روح قفس عنصری سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.**

رحلت کے وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی پھر بھی ہزار ہا افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ مغرب کے بعد عیدگاہ شمسی میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور شب جمعہ والد ماجد کے روضہ میں مدفون

۳۱۔ ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص:۵۳

ہوئے (۳۲)۔مولوی عبدالسلام سنبھلی نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے۔

معدن فضل الٰہی حضرت فضل رسول — پیشوائے اہل عرفاں سرور اہل قبول
واقف اسرار شرع و کاشف استار دیں — ماہر کامل بہر فن از فروعش تا اصول
سطوت تقریر او بگداخت جان منکراں — ہیبت تحریر او انداخت در کنج خمول
جامع علم و ولایت دافع آثار جہل — قامع بنیاد کفر و رافع اوج قبول
رفت از دنیا و دنیا از غم او تیرہ شد — کرد روشن منزل اول بانوار نزول
ایں جہاں را سنگ ماتم برجبین مدعاست — آنجہاں را گوہر مقصود در دست وصول
خاستم تاریخ وصل وے نویسم ناگہاں — شد بمن الہام از روحش ''انا فضل الرسول''

۱۲۸۹ھ (۳۳)

مولانا معین الدین نے درج ذیل تاریخ وصال کہی ہے:

حضرت فضل رسول نامدار — با فضیلت با کرم با افتخار
کان فی عز و فضل کاملا — **فضله کالشمس فی نصف النهار**
واقف اسرار علم و معرفت — مرشد دیں سر حق را رازدار
دوئم از ماہ جمادی الآخرہ — راہ دار آخرت کرد اختیار
وقت رحلت داشت شغل ذکر حق — بود از دم ضرب اذکار آشکار
ناگہاں آورد با جہر تمام — اسم ذات پاک حق بر لب دو بار
اللہ اللہ گفت و جاں دادہ بحق — کرد برنام خدا جاں را نثار
گشت مفہوم آں زماں از شش جہت — لفظ اللہ از در و دیوار و دار

☆☆☆

۳۲۔ محمد رضی الدین بدایونی تذکرۃ الواصلین، ص:۲۵۴

۳۳۔ ایضاً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو مندرجہ ذیل باتیں کہتا ہے:

۱۔ دن مقرر کر کے محفل میلاد شریف کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۲۔ محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے۔

۳۔ کھانے اور شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے۔

۴۔ اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔

۵۔ قدیم رواج کے مطابق پنج آیات ختم کرنا بدعت سیئہ (بری بدعت) ہے۔

۶۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے۔

۷۔ قصداً تعزیہ کو دیکھنا یا بلا ارادہ دیکھنا کفر ہے۔

۸۔ ہولی کو دیکھنے اور دسہرہ کو جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگر چہ بغیر ارادے کے ہو اور اس سے اس کی بیوی پر طلاق ہو جاتی ہے۔

۹۔ کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کے خطہ کو کوئی بزرگی حاصل نہیں ہے کیونکہ اس سرزمین پر ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے رہنے والے ظالم ہیں اس لیے کہ انھوں نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظّمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا اور حضرت امام حسین کو مکہ شریف سے نکال دیا، اس وقت دین محمدی (**علی صاحبہا الصلوۃ والسلام**) کے علماے جو حقیقتاً مہاجرین تھے انھیں نکال کر ہندوستان بھیج دیا حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے والے نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جلاوطن کرنے والے اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

لہٰذا ایسی صورت میں قائل مذکور کی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

مسلمانوں کا اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ از روئے شریعت مطہرہ ایسے شخص کا کیا حکم ہے نیز اس کے متبعین کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی بادشاہ دیں پناہ

وفقه الله لما يحبه ويرضاه

المستفتی

ابوظفر سراج الدین

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی

الجـــــــواب

اولاً اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل امور میں سے ہرامر کے متعلق کیا فرماتے ہیں تا کہ قائل کے حق میں حکم شرعی کا جاننا آسان وسہل ہوجائے۔

(۱) دن مقرر کرکے محفل میلاد شریف کرنا -

علامہ احمد بن محمد قسطلانی علامہ ابن جزری کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

قال ابن الجزری فاذا کان هذا ابو لهب الکافر نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحه لیلة مولد النبی ﷺ به فما حال المسلم الموحد من امته علیه السلام الذی یسر بمولده ویبذل ما تصل الیه قدرته فی محبته ﷺ لعمری انما یکون جزاؤه من اللّٰه الکریم أن ید خله بفضله العمیم جنات النعیم. (۱)

ترجمہ: جب ابولہب جیسے کافر کو جس کی مذمت قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی رات میں خوش ہونے کے باعث جہنم میں اس کے عذاب میں تخفیف کے ذریعہ بدلہ دیا جائے تو حضور علیہ السلام کے اس موحد ومسلم امتی کا کیا عالم ہوگا جو آپ کی ولادت پر خوش ہوتا ہے اور اپنی طاقت کے بقدر نبی ﷺ کی محبت میں خرچ کرتا ہے، بخدا اللہ رب العزت کی جانب سے ایسے شخص کی جزا یہی ہے کہ خداوند قدوس اسے اپنے فضل عام سے جنت نعیم میں داخل فرمائے۔

---

(۱) المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة ج:۱/ص:۱۴۷، پور بندر گجرات ۲۰۰۱ء

علامہ قسطلانی آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

ولا يزال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه السلام ويعملون الولائم ويتصدقون فى لياليه بانواع الصدقات و يظهرون السرور ويزيدون فى المبرات ويعتنون بقرأة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم ومما جرب من خواصه انه أمان فى ذلک العام وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام فرحم اللّٰه امرء اتخذ ليالى شهر مولده المبارک اعيادا ليكون أشدعلة على من فى قلبه مرض واعياء داء. (۲)

ترجمہ: اہل اسلام حضور علیہ السلام کی ولادت کے مبارک مہینہ میں محفلیں قائم کرتے ہیں اور دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ماہ مبارک کی راتوں میں صدقات و خیرات کرتے ہیں خوشی و مسرت کا اظہار اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اس مولود شریف سے ان پر فضل عظیم کا ظہور ہوتا ہے، محفل میلاد شریف کے خواص میں یہ بات بھی مجرب ہے کہ اس سال امن وامان رہتا ہے اور جلد آرزوں وتمناؤں کے حصول کی خوشخبری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم وکرم فرمائے جو اس ماہ مبارک کی راتوں میں عید وخوشی مناتا ہے تاکہ یہ خوشی و مسرت اس شخص پر سخت گراں گزرے جس کے دل میں (بدبختی کی) بیماری ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شامی (م:۹۴۲ھ) اپنی کتاب ''سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد'' میں حافظ ابوالخیر سخاوی کا قول نقل فرماتے ہیں:

---

(۲) مرجع سابق

عـمـل المولد الشريف لم ينقل عن احد من السلف الصالح فـی الـقـرون الثـلاثة الفاضلة وانما حدث بعد ثم لازال اهل الاسـلام فـی سـائر الاقطار والمدن الكبار يحتفلون فی شهر مـولده ﷺ بعمل الولائم البديعة المشتملة على الامور البهجة الـرفـيـعة ويتـصـدقـون فی لياليه بانواع الصدقات ويظهرون الســرور و يزيدون فی المبرات ويعتنون بقرأة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم (۳)

ترجمہ: مولود شریف کا عمل قرون ثلاثہ میں سلف صالحین سے منقول نہیں ہے یہ عمل قرون ثلاثہ کے بعد پیدا ہوا پھر اہل اسلام آنحضرت ﷺ کے ولادت کے مہینہ میں ہر جانب بڑے بڑے شہروں میں محفلیں قائم کرنے لگے اور پرتکلف دعوتیں کرتے ہیں جو مسرت آمیز اور بلند امور پر مشتمل ہوتی ہیں اور اہل اسلام اس ماہِ مبارک کی راتوں میں صدقہ کرتے ہیں بہجت وسرور کا اظہار کرتے ہیں نیکیوں میں زیادتی کرتے ہیں اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اس مولود شریف کی برکت سے ان پر فضل عظیم کا ظہور ہوتا ہے۔

پھر صاحبِ سبل الہدی حافظ ابن الجزری کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ:

مـن خـواصـه انـه امـان فی ذلک العام و بشری عاجلة بنيل البغية والمرام. (۴)

ترجمہ: میلاد شریف کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس سال امن وامان قائم رہتا ہے اور جلد تر حاصل ہونے والی مراد کی خوشخبری ہوتی ہے۔

---

(۳) سبل الهدیٰ والرشاد فی سيرة خير العباد: ج:۱/ص:۴۳۹،الباب الثالث عشر فی اقوال العلماء فی عمل المولد الشريف واجتماع الناس له وما يحمد من ذلك وما يذم، مطابع الاهرام القاهره۱۴۱۸ھ

(۴) مرجع سابق،نفس الصفحہ

آگے چل کر علامہ ابن کثیر کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

قال الحافظ عماد الدین بن کثیر. رحمه اللّٰه تعالٰی فی تاریخه کان یعمل المولد الشریف فی ربیع الاول ویحتفل به احتفالاً هائلاً وکان شهما شجاعا بطلا عاقلا عادلا رحمه اللّٰه تعالٰی واکرم مثواه وقد صنف الشیخ ابو الخطاب بن دحیة رحمه اللّٰه تعالٰی کتابالہ فی المولد سمّاه "التنویر فی مولد البشیر النذیر" فاجازه بالف دینار. (۵)

ترجمہ: حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب تاریخ میں فرماتے ہیں کہ (صاحب اربل ملک مظفر) ماہ ربیع الاول شریف میں مولود شریف کرتا تھا اور اس ماہ میں وہ پر تکلف محفل میلاد کرتا تھا وہ جری بہادر، ذہین عدل و انصاف کرنے والا شخص تھا شیخ ابوالخطاب بن دحیہ نے اس کے لیے مولود شریف کی کتاب لکھی جس کا نام "التنویر فی مولد البشیر النذیر" رکھا تو صاحب اربل نے انہیں ہزار دینار انعام میں دیئے۔

صاحب سبل الہدی والرشاد تحریر فرماتے ہیں:

وقد اثنی علیه الائمة، منهم الحافظ ابو شامه شیخ النووی فی کتابه "الباعث علی انکار البدع والحوادث" و قال مثل هذا الحسن یندب الیه ویشکر فاعله ویثنٰی علیه قال ابن الجوزی لولم یکن فی ذلک إلا ارغام الشیطان وادعام اهل الایمان وقال العلامة ابن مظفر رحمه اللّٰه تعالٰی : بل فی الدرالمنتظم وقد عمل المحبون للنبی ﷺ فرحا بمولده الولائم فمن ذلک ما عمله بالقاهرة المعزیة من الولائم

(۵) مرجع سابق، نفس الصفحہ

الكبار الشيخ ابوالحسن المعروف بابن قفل قدس اللّٰه تعالٰی سره شيخ شيخنا ابی عبداللّٰه محمد بن النعمان وعمل ذلک قبل جمال الدين العجمی الهمذانی و ممن عمل ذلک علی قدر وسعه يوسف الحجّار بمصر وقد رأی النبی ﷺ وهو يحرض يوسف المذكور علی عمل ذلک. (٦)

ترجمہ: اس عمل پر (یعنی مولود شریف کرنے پر) ائمہ کرام نے تعریف فرمائی ان میں امام نووی کے شیخ حافظ ابوشامہ بھی ہیں جنھوں نے اپنی کتاب ''الباعث علی انکار البدع والحوادث'' میں فرمایا کہ اس طرح عمل کرنا مستحب ہے اس کے کرنے والے کو اجر دیا جائے گا اور وہ قابل تعریف ہوگا، ابن جوزی نے فرمایا اس محفل میلاد سے شیطان کو ذلت وخواری اور اہل ایمان میں مضبوطی وپختگی پیدا ہوتی ہے، علامہ ابن مظفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''الدر المنتظم'' میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت والفت کرنے والوں نے آپ کے میلاد شریف کی خوشی میں بڑی بڑی دعوتوں کا اہتمام کیا ہے، انیں میں سے وہ دعوتیں ہیں جو شیخ ابوالحسن معروف بہ ابن قفل کرتے ہیں، جو ہمارے شیخ ابو عبداللہ محمد بن النعمان کے شیخ ہیں، ان سے پہلے یہ عمل (عمل مولود) جمال الدین ہمذانی بھی کرتے تھے وہ لوگ جو اپنی وسعت کے بقدر یہ عمل کرتے تھے ان میں یوسف الحجار مصری بھی ہیں انھوں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کا دیدار کیا حضور علیہ السلام نے یوسف الحجار کو اس عمل پر ابھارا۔

صاحب سبل الہدی والرشاد نے ان اکابرین امت کے واقعات بیان کیے ہیں نیز نبی کریم ﷺ

---

(٦) مرجع سابق، ج:١/ص:٤٤٠

نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور خواب میں ایسا کرنے پر تاکید فرمائی ہے(۷)۔

صاحب سبل الہدی والرشاد اپنی تالیف میں فرماتے ہیں:

وقال الشیخ الامام العلامة نصیر الدین المبارک الشهیر بابن الطباخ فی فتوی بخطه اذا انفق تلک اللیلة و جمع جمعا اطعمهم ما یجوز اطعامه واسمعهم ما یجوز سماعه و دفع للمسع المشوق للاٰخرة ملبوسا کل ذلک سرورا بمولده ﷺ فجمع ذلک جائز ویثاب فاعله اذا احسن القصد ولا یختص ذلک بالفقراء دون الاغنیاء إلا ان یقصد موا ساة الاحوج فالفقراء اکثر ثوابا. (۸)

ترجمہ: شیخ امام علامہ نصیر الدین مبارک المعروف ابن الطباخ اپنے فتوی میں لکھتے ہیں شب ولادت جب کوئی شخص خرچ کرے لوگوں کو جمع کر کے انہیں جائز کھانے کھلائے اور جائز چیزیں انھیں سنائے نیز سننے والے آخرت کے مشتاق کو کپڑے وغیرہ دے اور یہ سارا عمل اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی خوشی میں کیا ہو تو یہ سب جائز ہے اور اس کے کرنے والے کو اجر وثواب دیا جائے گا جبکہ اس کی نیک نیتی اس میں شامل ہو اور یہ (عمل) فقرا کے ساتھ مخصوص نہیں ہے الّا یہ کہ وہ زیادہ ضرورت مند سے ہمدردی کا ارادہ کرتا ہو تو فقرا و مساکین میں زیادہ ثواب ہے۔

جمال الدین بن عبدالرحمٰن المعروف بہ المخلص فرماتے ہیں:

مولد رسول اللّٰه ﷺ مبجل مکرم قدس یوم ولادته وشرف وعظم وکان وجوده ﷺ مبدأ سبب النجاة لمن اتبعه و

---

(۷) مرجع سابق ج۱/ص:۴۴۱

(۸) مرجع سابق، نفس الصفحہ

تـقـلـيـل حظ جهنّم لمن اعد لها لفرحه بولادته ﷺ و تمت بـركـاتـه عـلى من اهتدى به فشابه هذا اليوم يوم الجمعة من حيـث ان يـوم الجمعة لا تسعرفيه جهنم هكذا وردعنه ﷺ فـمـن الـمـناسب اظهار السرور وانفاق الميسور واجابة من دعاه رب الوليمة للحضور. (۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا میلاد شریف مکرم ومعظم ہے اللہ نے اپنے حبیب کے یوم ولادت کو مقدس ومعظم بنایا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مسعود اس شخص کے لیے نجات کا سبب ہے جس نے آپ کی پیروی واتباع کی اور جہنم کے عذاب میں کمی ہے، اس شخص کے لیے جس نے حضور کی ولادت پر خوشی منا کر اس کے لیے تیاری کی، اللہ کے رسول علیہ السلام کی برکات اس پر مکمل ہوگئیں جس نے آپ سے رہنمائی حاصل کی، لہٰذا یوم مولود یوم الجمعہ سے مشابہ ہوگیا کیونکہ جمعہ کے دن جہنم نہیں بھڑکائی جاتی ہے ایسا ہی حضور علیہ السلام سے منقول ہے تو (یوم مولود میں) خوشی ومسرت کا اظہار کرنا بقدر وسعت خرچ کرنا اور کسی داعی کی دعوت قبول کرنا مناسب ہے۔

علامہ ظہیر الدین جعفر فرماتے ہیں:

هـذا الـفـعل لم يقع فى الصدر الاول من السلف الصالح مع تـعـظيـمهـم وحبهـم لـه اعظاما ومحبة لا يبلغ جمعنا الواحد مـنهم ولا ذرة منه وهى بدعة حسنة اذا قصد فاعلها جمع الـصـالـحين والصلوٰة على النبى ﷺ واطعام الطعام للفقراء والمساكين وهذا القدر يثاب. (۱۰)

---

(۹) مرجع سابق ج۱/ص:۴۴۲

(۱۰) مرجع سابق، نفس الصفحہ

ترجمہ: یہ فعل (یعنی مولود شریف منانا) سلف صالحین سے قرن اول میں واقع نہیں ہوا حالانکہ وہ حضرات حضور علیہ السلام سے اس قدر محبت و تعظیم فرمایا کرتے تھے کہ ہماری پوری جماعت (محبت و تعظیم میں) ان میں کسی ایک کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی۔ یہ عمل (محفل مولود) بدعت حسنہ ہے جبکہ اس کا کرنے والا نیک لوگوں کو جمع کرنے کا قصد کرے، حضور ﷺ پر درود وسلام بھیجے، فقراو مساکین کو کھانا کھلائے اتنی بات پر یقیناً ثواب دیا جائے گا۔

شیخ نصیرالدین (محفل میلاد شریف کے متعلق) فرماتے ہیں:

ليس هذا من السنن ولكن اذا انفق فى هذا اليوم واظهر السرور فرحا بدخول النبى ﷺ فى الوجود واتخذ السماع الخالى عن اجتماع المردان وانشاد ما يثير نار الشهوة من العشقيات والمشوقات للشهوات الدنيوية كالقد والخد والعين والحاجب وانشاد مايشوق الى الأخرة ويزهد فى الدنيا فهذا اجتماع حسن يثاب قاصد ذلک وفاعله عليه. (۱۱)

ترجمہ: یہ عمل (محفل میلاد شریف) سنت نہیں ہے لیکن کوئی شخص اس دن خرچ کرے اور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کرے اور (نعت و مناقب کی) محفل سماع قائم کرے جس میں امرد جمع نہ ہوں اور اس محفل میں عشقیہ اشعار نہ پڑھے جائیں جو شہوت کی آگ کو بھڑکاتے ہوں اور دنیوی خواہشات کا شوق دلاتے ہیں جیسے خدوخال، اور چشم وابرو کی باتیں (بلکہ) وہ اشعار ہوں جو آخرت کا شوق پیدا کریں دنیا سے بے رغبتی ہو تو ایسا اجتماع و محفل بہتر و مستحسن ہے اس کے کرنے والے کو اس پر اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

حضرت ابوشامہ فرماتے ہیں:

---

(۱۱) مرجع سابق، نفس الصفحہ

فالبدعة الحسنة متفق على جواز فعلها والاستحباب لها و رجاء الثواب لمن حسنت نيته عليها وهى كل مبتدع موافق لقواعد الشريعة غير مخالف لشئ منها ولا يلزم من فعله محذور شرعى وذلک نحوبناء المنابر والربط والمدارس و خانات السبيل وغير ذلک من انواع البر التى لم تعهد فى الصدرالاول فانه موافق لما جاء ت به الشريعة من اصطناع المعروف والمعاونة على البروالتقوىٰ ومن احسن ماابتدع فى زماننا هذا من هذا القبيل ماكان يفعل بمدينة "اربل" جبرها اللّٰه تعالىٰ كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولد النبى ﷺ من الصدقات والمعروف و اظهار الزينة والسرور فان ذلک مع مافيه من الاحسان الى الفقراء مشعربمحبة النبى ﷺ و تعظيمه وجلالته فى قلب فاعله. (۱۲)

ترجمہ: بدعت حسنہ کے جواز اور اس کے استحباب پر اتفاق ہے اور حسن نیت پر ثواب کی امید ہے (بدعت حسنہ) ہر وہ بدعت ہے جو قواعد شرعیہ کے موافق ہو اور کسی بھی اصول شرعی کے مخالف نہ ہو اور اس کے کرنے سے کوئی بھی شرعی محذور لازم نہ آتا ہو جیسے منبر، سرائیں، مدارس، مسافر خانے وغیرہ کی تعمیر جیسے نیک کام کرنا جو عہد نبوی میں نہیں تھے کیونکہ یہ جملہ کام شریعت مطہرہ کے موافق ہیں اس لیے کہ یہ نیکی اور تقویٰ پر معاونت کرنا ہے اور سب سے اچھی بدعت جو ہمارے زمانے میں اس قبیل (بدعت حسنہ کی قبیل سے) سے ایجاد ہوئی وہ وہ ہے جو شہر اربل میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے دن ہوتا ہے جیسے صدقات وخیرات کرنا زینت اور خوشی و

(۱۲) مرجع سابق ج۱/ص:۴۴۳

مسرت کا اظہار کرنا، یہ امور فقرا و مساکین کے واسطے احسان پر مشتمل ہونے کے ساتھ ہی محبت نبی ﷺ اور فاعل کے دل میں آپ کی تعظیم و تکریم کی دلیل ہے۔

صاحب سبل الہدی والرشاد رقم طراز ہیں کہ:

وکان اول من فعل ذلک بالموصل الشیخ عمر بن محمد الملا احد الصالحین المشھورین وبه اقتدی فی ذلک صاحب إربل وغیرھم رحمھم اللّٰه تعالٰی. (۱۳)

ترجمہ: سب سے پہلے یہ عمل (محفل مولود شریف) شہر موصل میں شیخ عمر بن محمد نے کیا جو مشہور صالحین میں سے تھے پھر ان کی اقتدا اس عمل میں صاحبِ اربل وغیرہم نے کی (اللہ ان پر رحم فرمائے)۔

امام صدرالدین فرماتے ہیں کہ:

ویثاب الانسان بحسب قصده فی اظھار السرور والفرح بمولد النبی ﷺ. (۱۴)

ترجمہ: انسان کو اس کی نیت وارادے کے مطابق میلاد نبی ﷺ کے موقع پر مسرت وخوشی کا اظہار کرنے پر اجر وثواب دیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

اصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن احد من السلف الصالح من القرون الثلاثة ولکنھا مع ذلک قد اشتملت علی محاسن وضدھا فمن تحری فی عمله المحاسن وتجنب ضدھا کان بدعة حسنة ومن لا فلا قال وقد ظھرلی

---

(۱۳) مرجع سابق، نفس الصفحہ

(۱۴) مرجع سابق، نفس الصفحہ

تخریجها علی اصل ثابت فی الصحیحین من ان رسول اللّٰہ ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود یصومون عاشوراء فسالهم فقالوا هذا یوم اغرق اللّٰہ تعالٰی فیه فرعون وانجی فیه موسی فنحن نصومه شکرا للّٰہ تعالٰی فقال انا احق بموسٰی منکم فصامه وامر بصیامه فیستفاد من فعل ذلک شکر اللّٰہ تعالٰی علی ما منّ به فی یوم معین من اسداء نعمة أودفع نقمة ویعاد ذلک فی نظیر ذلک الیوم من کل سنة والشکر للّٰہ تعالٰی یحصل بانواع العبادات والسجود والصیام والصدقة والتلاوة وای نعمة اعظم من النعمة ببروز هذا النبی الکریم نبی الرحمة فی ذلک الیوم. (۱۵)

ترجمہ: عمل مولود شریف بدعت ہے جو قرون ثلاثہ کے سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں لیکن اس کے باوجود وہ اچھائی اور بعض خرابیوں پر مشتمل ہے لہٰذا جس شخص نے عمل مولود میں خوبیوں کو اختیار کیا اور خرابیوں سے پرہیز کیا تو یہ بدعت حسنہ ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا (خرابیوں سے اجتناب کرنے کے بجائے اس کا ارتکاب کیا) تو اس کے لئے یہ بدعت سئیہ ہے میرے نزدیک اس کی (محفل مولود شریف کی) اصل بخاری ومسلم سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں آپ نے (اس کا سبب) ان سے دریافت فرمایا تو انھوں نے کہا کہ اس دن اللہ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو نجات دی اس پر ہم اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے زیادہ موسیٰ

(۱۵) مرجع سابق ج۱/ص:۴۴۴

کا حق دار ہوں آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا حضور کے اس فعل سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ جس پر اللہ نے کسی معین دن کوئی نعمت عطا فرما کر یا ضرر رساں چیز کو دفع فرما کر احسان کیا تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور ہر سال اس معین دن اس شکر کا اعادہ کرے اور اللہ کا شکر کا عبادت، سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن وغیرہ مختلف طریقوں سے ہوتا ہے، اور اس سے بڑی اور کون سی نعمت ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالی نے اس دن نبی کریم ﷺ کو پیدا فرمایا۔

سبل الہدیٰ کے مصنف حافظ ابن جزری اور حافظ دمشقی سے پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف والے واقعہ سے دلیل نقل کر کے علامہ جلال الدین سیوطی کا قول نقل فرماتے ہیں:

عندی أن اصل المولد الذی هو اجتماع الناس وقرأة ماتیسر من القرآن وروایة الاخبار الواردة فی مبدأ امر النبی ﷺ وما وقع فی مولده من الأیات ثم یمدلهم سِماط یاکلونه و ینصرفون من غیر زیادة علی ذلک من البدع الحسنة التی یثاب علیها صاحبها لما فیه من تعظیم قدر النبی ﷺ واظهار الفرح والاستبشار بمولده الشریف. (١٦)

ترجمہ: میرے نزدیک اصل مولود شریف بدعت حسنہ ہے، جو اس قدر ہے کہ لوگوں کا جمع ہونا اور بقدر وسعت قرآن کی تلاوت کرنا، نیز ان اخبار و آثار کا بیان کرنا جو نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں اور ان نشانیوں کو بیان کرنا جو آپ کے مولود شریف میں واقع ہوئیں ہیں پھر لوگوں کے واسطے دستر خوان آراستہ کرنا کہ لوگ کھائیں اور ان امور کے علاوہ اور کام کیے بغیر واپس چلے جائیں (یہ امور) بدعت حسنہ ہیں اس پر اس کے

---

(١٦) مرجع سابق ج١/ص:٤٤٥

کرنے والے کو ثواب دیا جائے گا کیونکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ کی تعظیم وتکریم ہے اور حضور کے میلاد پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنا ہے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اس عمل کی جو اصل حافظ ابن حجر نے بیان فرمائی اس کے علاوہ ایک اور دلیل مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ فرمایا، پھر امام سیوطی سنن ابن ماجہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

الصواب انه من البدع الحسنة المندوبة اذا خلا عن المنكرات شرعا. (۱۷)

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ (مولود شریف) بدعت حسنہ مستحبہ ہے جبکہ شرعاً منکرات سے خالی ہو۔

پھر اس کے بعد سبل الہدیٰ میں چند شعر ذکر کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے

يا مولداً فاق الموالد كلها – شرفا وساد بسيد الأسياد (۱۸)

ترجمہ: اے مولود جس نے تمام مولودوں پر فوقیت وشرف پایا اور سید السادات (حضور) کے سبب تو بھی صاحب سیادت ہوگیا۔

حافظ جلال الدین سیوطی علامہ فاکہانی (جنہوں نے میلاد کو بدعت سیئہ کہا ہے) کے کلام پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما احدثه ملك عادل عالم و قصد به التقرب الى الله تعالىٰ و حضرعنده فيه العلماء والصلحاء من غير نكير منهم وارتضاه ابن دحية رحمه الله تعالىٰ وصنف له من أجله كتابا فهو لاء علماء متدينون رضوه واقرّوه ولم ينكروه. (۱۹)

---

(۱۷) مرجع سابق ج۱/ص:۴۴۵

(۱۸) مرجع سابق ج۱/ص:۴۴۷

(۱۹) مرجع سابق ج۱/ص:۴۴۹

ترجمہ: میلاد شریف منانے کو ایک عالم عادل بادشاہ نے ایجاد کیا اور اس نے اس سے تقرب الی اللہ کا ارادہ کیا اس کے دربار میں علما وصلحا موجود تھے ان میں سے کس نے اس کا انکار نہیں فرمایا اور اس (مولود مبارک منانے) کو ابن دحیہ رحمہ اللہ نے پسند فرمایا اور اس کے واسطے انھوں نے ایک کتاب تصنیف فرمائی تو یہ سب دیندار علمائے کرام ہیں جنہوں نے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کو برقرار رکھا اور اسکا انکار نہیں فرمایا۔

یہ سبل الہدی والرشاد سے ہم نے اختصاراً نقل کیا ہے اور جو سبل الہدی والرشاد میں (میلاد مبارک کے متعلق) ذکر ہے وہ سمندر کا ایک قطرہ ہے اس کے مقابلے میں جو دوسرے اکابر نے ذکر کیا ہے، ہم نے اسی قدر پر اکتفا کیا جتنا اس کے اثبات کے لیے کافی ہے۔(۲۰)

---

(۲۰) مصنف کے صاحبزادے تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی نے محفل میلاد کے سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب ''سیف الاسلام المسلول علی المناع لعمل المولد والقیام'' فارسی زبان میں تالیف فرمائی ہے، اس میں آپ نے بعض علما اور ان کی تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جو محفل میلاد کے جواز واستحسان کے قائل ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ کے اکابر علما اور کبار ائمہ نے محفل میلاد شریف کے جائز و مستحسن ہونے کا حکم دیا ہے، ان میں سے بعض حضرات یہ ہیں: (۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۲) ملا علی قاری (۳) صاحب مجمع البحار (۴) علامہ ابن حجر مکی (۵) حافظ جلال الدین سیوطی (۶) امام جزری صاحبِ حصن حصین (۷) علامہ سلیمان برسوی (۸) شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبی (۹) امام حمد اللہ بن شیخ شمس الدین (۱۰) مولانا حسن بحری (۱۱) شیخ برہان ناصحی (۱۲) شیخ شمس الدین احمد بن محمد سیواسی (۱۳) حافظ زین الدین عراقی (۱۴) امام ابو زرعۃ (۱۵) سید عفیف الدین شیرازی (۱۶) علامہ مجدالدین فیروزآبادی صاحبِ قاموس (۱۷) شیخ محمد بن حمزہ الواعظ (۱۸) حافظ ابن ناصرالدین دمشقی (۱۹) علامہ شمس الدین دمیاطی (۲۰) امام برہان الدین ابوالصفا (۲۱) علامہ فخرالدین ابوبکر الدنقلی (۲۲) علامہ شیخ محمد بن عثمان (۲۳) حافظ ابو شامہ (۲۴) حابن حجر عسقلانی (۲۵) صاحب سیرت شامیہ (۲۶) صاحب سیرت حلبیہ (۲۷) علامہ ابوالقاسم محمد بن عثمان اللؤلوی (۲۸) علامہ ابوالحسن احمد بن عبداللہ البکری (۲۹) حافظ ابن رجب حنبلی (۳۰) علامہ ابوالطیب مالکی وغیرہ۔

پھر آپ نے کچھ کتابوں کا ذکر کیا ہے جو یا تو خاص میلاد شریف کے موضوع پر لکھیں گئی ہیں یا پھر ان میں ضمناً میلاد شریف کے جواز واستحسان کا حکم ہے، مثلاً (۱) انسان العیون فی سیرت الامین المامون (۲) التعریف فی المولد الشریف (۳) حسن المقصد فی عمل المولد (۴) موعد الکرام لمولد النبی علیہ السلام (۵) جامع الاثار فی مولد النبی المختار (۶) المورد الصادی فی مولد الہادی (۷) اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق (۸) عرف التعریف فی المولد الشریف (۹) الدرالمنظم فی المولد الاعظم (۱۰) اللفظ الجمیل بمولد النبی الجمیل (۱۱) فتح اللہ حسبی و کفی فی مولد المصطفی (۱۲) النفحۃ العنبریۃ فی مولد خیر البریۃ

خلاصۂ کلام یہ کہ ائمہ کرام کا جم غفیر اور امور مسلمین کے اہل حل وعقد کی بڑی جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ مولود شریف کرنا مستحب و مستحسن ہے، لہٰذا قائل کا یہ کہنا کہ مولود کرنا گناہ کبیرہ ہے یہ قول باطل جہالت پر مبنی ہے، اور سواد اعظم کے مخالف ہے، اور یہ امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کے عوام وخواص کو فاسق و کافر کہنا ہے کیونکہ یہ حضرات میلاد شریف کو مستحب و مستحسن سمجھتے ہیں۔

اگر یہ قائل دین کا ذرا بھی علم رکھتا ہے، تو یقیناً اس نے یہ علم دین عادل اور ثقہ علما سے حاصل کیا ہوگا، اور ضرور اس نے اپنے اساتذہ سے لے کر آخر تک سلسلۂ سند کی تحقیق کی ہوگی، اب (ہمارا مطالبہ ہے کہ) اپنی سند سے صحاح کی کوئی بھی ایک ایسی حدیث پیش کردے جس کے سلسلۂ سند میں اس ''گناہ کبیرہ'' کا مرتکب، اور اس کو ''مستحسن'' قرار دینے والا کوئی شخص نہ ہو، بفضلہٖ تعالیٰ اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے، اور اگر دعویٰ رکھتا ہو تو پیش کرے ''ہمی میداں ہمی گوئے'' (ہاتھ کنگن کو آرسی کیا) شاخ پر بیٹھ کر جڑ کاٹنا کسی عقل مند کا کام نہیں ہے۔

(۲) محفل میلاد شریف میں قیام کرنا -

محفل مولود شریف میں قیام کے متعلق امام برزنجی فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر مولده الشریف ائمة ذوروایة ورؤیة و طوبی لمن کان تعظیمه ﷺ مرامه و مرماه. (۲۱)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے مولود مبارک کے ذکر پر قیام کرنا صاحب الروایہ اور صاحب الرؤیہ دونوں قسم کے اماموں نے مستحسن قرار دیا ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کو جس نے حضور ﷺ کی تعظیم کو اپنا مقصد وغایت بنالیا۔

گزشتہ صفحہ کا بقیہ:-

(۱۳) مفتاح السرور والافکار فی مولد النبی المختار (۱۴) سیرت شامیه (۱۵) الضوء اللامع (۱۶) المورد الروی فی المولد النبوی (۱۷) ماثبت بالسنة (۱۸) المواهب اللدنیة (۱۹) مدارج النبوة وغیرہ

دیکھیے: سیف الاسلام المسلول علی المناع لعمل المولد والقیام: ص ۵/۶ مطبع الٰہی دہلی

(۲۱) مولود برزنجی ص: ۵۳ مطبع محمد رضا استنبول ۱۲۹۴ھ

مولانا حسن دمیاطی (مدرس مسجد الحرام) اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا قیام مذکور کے مستحب و مستحسن ہونے پر اتفاق ہے رسول انور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی علامہ مدائنی فرماتے ہیں کہ ذکر ولادت کے وقت قیام کی عادت جاری ہے اور یہ قیام بدعت مستحبہ ہے جس میں خوشی و مسرت اور تعظیم کا اظہار ہے۔

اس فتویٰ پر چاروں مذہب کے مفتیان کرام کے دستخط اور مہر ثبت ہیں سب نے کثیر علمائے کرام اور دین اسلام کے پیشواؤں سے قیام کا مستحسن ہونا نقل فرمایا ہے۔

مولانا عبداللہ سراج لکھتے ہیں:

ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا جلیل المرتبت ائمہ کرام سے توارثاً ثابت ہے،(۲۲) حکام اسلام نے اسے بغیر کسی نکیر کے برقرار رکھا ہے لہٰذا یہ عمل مستحسن (بہتر) ہے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں **مـــاراہ الـمـومنون حسنا فهو عند الله حسن** جس کو مومن اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

صاحبِ سیرت شامیہ نے قیام میلاد کو جو بدعت فرمایا ہے صاحب حلبی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذموم نہیں''۔ پھر صاحب حلبیہ بدعت محمودہ کی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں کہ'' آنحضرت ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کو امت اسلامی کے عالم جلیل قدوۃ العلما امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے پسند فرمایا ہے اور اس زمانے کے مشائخ کرام نے اس عمل میں آپ کی متابعت کی'' پھر امام سبکی کا واقعہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ متابعت واقتدا کے لیے اتنا ہی کافی ہے''۔

لہٰذا قائل کا اس قیام کو شرک کہنا سوائے جنون کے اور کچھ نہیں۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک از روئے شرع نفس الوہیت میں کسی کو شریک کرنے کا نام

---

(۲۲) بحر الرائق میں ہے کہ تعامل ناس اجماع کے تابع ہے۔(مصنف)

شرک ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتا زانی نے شرح عقائد نسفی میں اس کی صراحت فرمائی ہے(۲۳)۔قیام وقعود کو شرک سے کوئی تعلق نہیں قیام تو عبادت کے ساتھ خاص بھی نہیں ہے برخلاف سجود کے،اس کی صراحت آیت کریمہ **والرکع السجود** کے تحت تفسیر عزیزی میں موجود ہے۔

سجدہ عبادت کے ساتھ خاص ہونے کے باوجود عبادت کی نیت سے کرنا شرک ہے تعظیماً سجدہ کرنا شرک نہیں یہ سابقہ شریعتوں میں جائز تھا مگر سجدۂ تعظیمی اس شریعت میں حرام قرار دے دیا گیا،اس بات کی صراحت بھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں فرمادی ہے۔

تمام باتوں سے قطع نظر منکرین قیام کو ساکت کرنے کے لیے ان کے متقدا کی کتاب مأۃ المسائل (۲۴) کا ذکر کرنا کافی ہوگا اس میں بھی سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیت کے فرق کو

---

(۲۳) شرح عقائد میں ہے:**الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام.** (شرح عقائد:علامہ سعدالدین تفتازانی،ص:۶۱،کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

ترجمہ:شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے یعنی کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا مذہب ہے یا عبادت میں کسی کو شریک کرنا جیسا کہ بتوں کی پرستش کرنے والے کرتے ہیں۔

علامہ محمد عبدالعزیز فرہاری اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

الاشراک ھو اثبات الشریک فی الا لوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس فانھم یعتقدون الھین یزدان خالق الخیر واھر من خالق الشراو بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام فانھم یعتقدون ان الواجب واحد و یزعمون الاصنام مستحقۃ للعبادۃ لرجاء الشفاعۃ منھا. (نبراس)

ترجمہ:شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں شریک مانا جائے یعنی کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسی کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ دو خالق ہیں خیر کا خالق یزداں ہے اور شر کا خالق اہرمن ہے،یا کسی کو عبادت کا مستحق جاننا جیسا کہ بت پرست،کیونکہ وہ واجب الوجود تو ایک کو جانتے ہیں مگر یہ گمان کرتے ہیں کہ بت عبادت کے مستحق ہیں اس لیے کہ ان کی جانب سے شفاعت کی امید ہے۔

(۲۴) یہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نواسے شاہ اسحاق دہلوی کی کتاب ہے،اس کے رد میں مصنف نے ''تصحیح المسائل'' تالیف کی،جس کے جواب میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے ''تفہیم المسائل'' لکھی،تفہیم المسائل کا جواب مصنف کے بھانجے مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی نے ''تعلیم الجاہل'' کے نام سے دیا۔

تسلیم کیا گیا ہے۔(۲۵)

جب سجدہ کا یہ حال ہے (یعنی سجدۂ تعظیمی حرام ہے شرک نہیں) تو محفل میلاد میں قیام کو شرک ٹھہرانا نئے دین کی اختراع کے سوا اور کیا تصور کیا جاسکتا ہے۔

(۴) کھانے اور شیرینی پر فاتحہ کرنا۔

(۵) دائمی قدیم رواج کے مطابق پنج آیات ختم کرنا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان دونوں امر کے متعلق اپنے مشہور فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر محض بنا بر زیارت واستغفار بروندایں قدر از روئے روایات ثابت است و در تفسیر ''درمنثور'' نقل نمودہ کہ سرِ ہر سال آنحضرت ﷺ بر مقابر می رفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور می نمودندایں قدر ثابت و مستحب است دوم آنکہ بہئیت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں نمایندایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء واموات را حاصل می شود سوم طور جمع شدن بر قبور ایں است کہ مردمان یک روز معین نمودہ ولباس ہائے فاخرہ مثل روز عید پوشیدہ مثل

---

(۲۵) مأۃ المسائل میں ہے کہ:

۳۳واں سوال: صاحب قبر کی تعظیم کے لیے قبر کو سجدہ کرنا شریعت میں حرام ہے یا کفر وشرک ہے یا گناہ کبیرہ؟

جواب: غیر اللہ کو سجدہ کرنا خواہ قبر ہو یا غیر قبر حرام گناہ کبیرہ ہے اگر کوئی غیر اللہ کو سجدہ عبادت کی غرض سے کرتا ہے تو یہ موجب کفر وشرک ہے اگر کوئی غیر اللہ کو خواہ قبر ہو یا غیر قبر، ایسی حالت میں کرتا ہے کہ وہ (جسے وہ سجدہ کر رہا ہے) سامنے نہیں ہے تو یہ بھی موجب کفر ہے جیسا کہ کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے اور سجدۂ تعظیمی جو زمانہ سابق میں تھا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں منسوخ ہو گیا اور اس پر تفسیر و حدیث اور کتب فقہ دلالت کر رہی ہیں۔(ترجمہ ملخصا) مأۃ المسائل: شاہ اسحاق صاحب دہلوی، ص:۵۹، سیدالاخبار ۱۲۶۴ھ

روز عید شاد ماں شاد ماں بر قبر ہا جمع می شوند رقص مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور و طواف کردن قبر می نمایند ایں قسم حرام و ممنوع است۔(۲۶)

ترجمہ: سال میں کسی معین دن قبور پر جانے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) کسی معین روز ایک شخص یا دو شخص بغیر کثیر لوگوں کے اجتماع کے زیارت اور استغفار کی غرض سے قبور پر جائیں تو یہ احادیث سے ثابت شدہ ہے تفسیر درمنثور میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال قبروں پر تشریف لے جاتے اور اہل قبور کے لیے دعا و استغفار فرماتیا تنی بات ثابت ہے اور مستحب ہے۔

(۲) اجتماعی طور پر کثیر لوگ جمع ہوں اور قرآن کریم کا ختم کریں اور شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کریں تو اگر چہ یہ قسم رسول اکرم ﷺ اور خلفاے راشدین کے زمانۂ مبارک میں موجود نہ تھی، اگر کوئی ایسا کرتا ہے (یعنی مزارات پر جمع ہو کر شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کرتا ہے) تو اس میں (از روئے شرع) کوئی قباحت نہیں کیونکہ یہ طریقہ برا نہیں ہے بلکہ زندوں اور مردوں کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(۳) کسی معین روز لوگ روز عید کی طرح مسرور و شاد ماں بہترین لباس زیب تن کر کے جمع ہوں اور مزامیر کے ساتھ رقص کریں اور دیگر ممنوع بدعتوں کا ارتکاب کریں جیسے قبروں پر سجدے کرنا ان کا طواف کرنا تو یہ طریقہ حرام و ممنوع ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب علی محمد خاں صاحب مرحوم رئیس مراد آباد کے جواب میں رقم فرماتے ہیں کہ:

کہ در تمام سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد می شود مجلس ذکر وفات شریف و

---

(۲۶) فتاوی عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص: ۴۰، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

مجلس ذکر شہادت حسنین کہ مردم روز عاشورا با یک دو روز پیش قریب چہار پانچ صد کس بلکہ گا ہے قریب یک ہزار کس فراہم می آیند و درود می خوانند بعد ازاں کہ فقیر می برآید می نشیند ذکر فضائل حسنین کہ در حدیث شریف وارد شدہ درمیان می آید و آنچہ در احادیث اخبار شہادت ایں بزرگاں و تفصیل بعض حالات و بد مآلی قاتلان ایشاں وارد شدہ نیز مذکور می شود الی آخر ما قال بعد ازاں ختم قرآن و پنج آیت خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودہ می آید پس اگر ایں چیز ہا نزد فقیر ہمیں وضع کہ مذکور شد جائز نمی شود اقدام بر آن اصلا نمیکر دو بعد ازاں آنچہ نامشروع است حاجت بیان ندارد (ملخصاً)

ترجمہ: پورے سال میں فقیر (شاہ عبدالعزیز صاحب) کے گھر دو مجلسیں منعقد ہوتی ہیں ایک ذکر وفات شریف کی مجلس، دوسری ذکر شہادت حسنین کریمین کی مجلس۔ عاشورا سے ایک دو دن پہلے چار پانچ سو لوگ بلکہ کبھی ایک ہزار لوگ جمع ہو کر درود پاک کا ورد کرتے ہیں اس کے بعد فقیر (گھر کے کمرے سے) باہر نکلتا ہے اور فضائل حسنین کریمین کے ذکر کے واسطے بیٹھتا ہے اور جو کچھ احادیث مبارکہ میں ان بزرگوں کی شہادت کے متعلق خبریں وارد ہوئیں لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے اور بعض دیگر احوال کی تفصیل کے ساتھ ان حضرات کے قاتلین کا جو برا انجام (روایات میں) وارد ہوا ہے، بیان کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بعد ختم قرآن اور پنج آیات پڑھی جاتی ہیں پھر کھانے پر فاتحہ ہوتی ہے، لہٰذا یہ چیزیں جس طریقہ پر ذکر کی گئیں ہیں اگر فقیر کے نزدیک جائز نہیں ہوتیں تو فقیر اس پر عمل ہرگز نہیں کرتا اور جو چیزیں ناجائز ہیں (وہ ایسی مشہور و معروف ہیں) ان کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

مولوی عبدالحکیم پنجابی جس نے بزرگان دین کے عرس پر طعن کیا تھا اس کے جواب میں شاہ

صاحب لکھتے ہیں:

ایں طعن مبنی است بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں بامداد ثواب وتلاوت قرآن ودعاے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علما وتعیین روز برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب۔

ترجمہ: یہ طعن مطعون علیہ (جس پر طعن کیا گیا) کے احوال سے جاہل ہونے پر مبنی ہے کیونکہ کوئی شخص سوائے فرائض مقررہ کے کسی کو فرض نہیں سمجھتا، صالحین کی قبور کی زیارت کرنا، ایصال ثواب، تلاوت قرآن اور دعاے خیر کے ذریعہ ان کی امداد کرنا اور کھانا اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا ایک امر مستحسن ہے اس پر علماے کرام کا اتفاق ہے۔

دن کو متعین کرنا اس لیے ہے کہ یہ دن ان کے دار العمل سے دار الثواب کی جانب منتقل ہونے کو یاد دلاتا ہے۔

آخر میں ہر سال کے شروع میں قبور شہدا پر حضور ﷺ کے تشریف لے جانے والی روایت نقل کی ہے، اور ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے جس میں ہے کہ چاروں خلفا کا بھی یہی معمول رہا۔

مولوی رفیع الدین صاحب (۲۷) اپنے مشہور فتویٰ میں عرس کی صحت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر کے دن روزہ رکھنے کی دلیل سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''حضرت بلال اس لیے روزہ رکھتے تھے کیونکہ اس روز ولادت رسول، ہجرت اور وحی کا نزول نیز حضور علیہ السلام کا وصال مبارک ہوا۔ وہی دن (وصال کا دن) اہل اللہ کے انتظار کے ختم ہونے کا دن ہے

(۲۷) شاہ رفیع الدین دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند گرامی ہیں، ۱۱۶۳ھ/۱۷۴۹ء میں ولادت ہوئی، اپنے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ماموں شاہ محمد عاشق پھلتی وغیرہ سے تحصیل علم کی، شاہ عبدالعزیز صاحب کے ضعیف ہونے کے بعد مدرسہ رحیمیہ کی مسند درس کو زینت بخشی، خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا، عربی، فارسی، اردو میں ۳۰ سے زیادہ کتابیں یادگار چھوڑیں، ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں وفات پائی۔ دیکھیے: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان: حکیم محمود احمد برکاتی ص ۱۰۵ تا ۱۰۸، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی ۱۹۹۲

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی روز اللہ والوں کی ارواح کا اجتماع ہوتا ہے اور عالم برزخ کے معاملات منکشف ہوتے ہیں'' پھر یہ تمام تفصیلات ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ''دعا، ختم قرآن اور کھانے کے ذریعہ ان کی امداد کرنا بدعت مباح ہے اور ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں:

> یہیں سے مشائخ کرام کے عرسوں کی محافظت، ان کی قبور کی پابندی سے زیارت، فاتحہ خوانی اور صدقہ کا التزام، ان کے آثار، اولاد اور منتسبین کی تعظیم کی طرف متوجہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شاہ صاحب انفاس العارفین میں اپنے والد گرامی کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''حضور رسالت مآب ﷺ کے یوم وفات میں حضور کی نیاز کے واسطے کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی جس سے کھانا پکایا جا سکے صرف بھنے ہوئے چنے اور کالے گڑ پر مَیں نے نیاز کر دی، رات کو خواب میں مَیں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے ہیں اور ان ہی کھانوں میں چنے اور گڑ بھی ہیں۔ حضور نے انتہائی خوشی و مسرت کے ساتھ اسے قبول فرما کر اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا اور باقی کو اپنے اصحاب میں تقسیم فرما دیا۔ (۲۸)

ان اکابرین امت کے کلام نے جن کا ہم نے ذکر کیا ہمارے مدعا کو ظاہر کر دیا لہٰذا اس جاہل کا قول بھی باطل و مردود ہو گیا جو ان مستحسن امور کو حرام اور بدعت سیئہ کہتا ہے۔ ان شہروں میں اکثر اہل علم کے علوم کی اسناد کی انتہا ان ہی بزرگان دین کی جانب ہوتی ہے (یعنی شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی وغیرہ) پھر ان اکابرین کی طرف اس بات کا منسوب کرنا کہ انہوں نے حرام کو حلال قرار دے دیا تھا، اپنے دینی سلسلے کی جڑ کاٹنا ہے۔

(۴) کیا اولیاے کرام سے مدد طلب کرنا شرک ھے ؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ آیت مقدسہ ''اماتہ فاقبرہ'' (۲۹) کی تفسیر میں

---

(۲۸) انفاس العارفین: ترجمہ سید فاروق احمد قادری، ص ۱۰۶/۱۰۷، مکتبہ الفلاح دیوبند

(۲۹) عبس آیت ۲۱، ترجمہ: پھر اسے (انسان کو) موت دی اور اسے قبر میں پہنچا دیا

فرماتے ہیں:

توجہ روح بزائرین ومستانسین ومستفیدین بسہولت می شود کہ بسبب تعین مکان بدن گویا مکان روح ہم متعین است وآثار ایں عالم از صدقات و فاتحہ ہا وتلاوت قرآن مجید چوں دراں بقعہ کہ مدفن بدن اوست واقع شود بسہولت نافع می شود پس سوختن گویا روح را بے مکان کردن است ودفن کردن گویا مسکنے برائے روح ساختن بنا برایں است کہ از اولیاے مدفونین ودیگر صلحاے مومنین انتفاع واستفادہ جاری است وآنہارا افادہ و اعانت نیز متصور(۳۰)

ترجمہ: روح کی توجہ زائرین، مستفید ہونے والوں کی جانب بآسانی ہوجاتی ہے بدن کی جگہ کے تعین کے سبب گویا روح کا مکان بھی متعین ہوگیا اور اس عالم کے آثار جیسے صدقات، فاتحہ خوانی، تلاوت کلام مجید کا ثواب جب زمین کے اس ٹکڑے کے پاس کیا جاتا ہے جس میں بدن مدفون ہے تو بآسانی نفع بخش ہوتا ہے لہٰذا بدن کو جلانا گویا روح کو بے مکان کرنا ہے اور بدن کو دفن کرنا گویا روح کے واسطے ایک مسکن بنانا ہے اسی بنا پر اولیاے کرام اور دیگر صلحاے مومنین جن کو دفن کیا جاتا ہے ان سے انتفاع واستفادہ جاری ہے اوران کو بھی فائدہ پہنچنا اوران کی اعانت کرنا متصور ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سورۂ انشقت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بہ جہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واو یسان تحصیل کمالات باطنی از آنہا می نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند و

(۳۰) تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص:۶۱، پارۂ عم مطبع العلوم دہلی ۱۲۶۷ھ

می یابند وز بان حال آنہا دراں وقت ہم مترنم بایں مقالات است۔(۳۱)

مصرع- من آیم بجان گر تو آئی بہ تن

ترجمہ: بعض خواص اولیا جو اپنے جوارح کو بنی نوع انسان کی تکمیل اور ارشاد میں لگا چکے ہیں اس حالت میں بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں، جہت کمال کی طرف ان کا استغراق اس جانب توجہ کرنے میں مانع نہیں ہوتا ہے، اور اویسی حضرات اپنے کمالات باطنی کی تحصیل انہیں حضرات سے کرتے ہیں ،اور حاجت مند اپنی مشکلوں کا حل انہیں سے طلب کرتے ہیں، اور ان سے پاتے ہیں اور زبان حال سے گویا وہ یہ فرماتہ ہیں کہ اگر تم اپنے بدن کے ساتھ آئے ہو تو میں ش اپنی روح کے ساتھ حاضر ہوں

اس مسئلہ میں وہابیہ پر رد کرتے ہوئے مولوی محمد موسیٰ صاحب (۳۲) خلف الصدق حضرت مولوی رفیع الدین صاحب قدس سرہ رسالہ ''حجۃ العمل'' میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

دریں جا سخنے است واجب التنبیہ کہ استعانت از غیر خدا بوجہے کہ اور اخالق عون و مستقل در تصرف داند حرام است و اگر اورا مظہر عون الٰہی دانستہ استعانت نماید جائز است و این نوع استعانت از صحابہ تا حضرت مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب و مولوی رفیع الدین صاحب در تصحیح المسائل وغیرہ

---

(۳۱) تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص:۱۳۹، تحت سورۂ انشقت، مطبع العلوم دہلی ۱۲۶۷ھ

(۳۲) آپ کی ولادت ۱۱۹۳ھ سے قبل ہوئی، اپنے اسلاف کی شہرۂ آفاق درسگاہ مدرسہ رحیمیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، اپنے چچازاد بھائی شاہ اسماعیل دہلوی کے افکار ونظریات کے رد میں دو رسالے تالیف فرمائے، حجۃ العمل فی ابطال الحیل، اور رسالہ در تحقیق استعانت، جامع مسجد دہلی کے مشہور تاریخی مناظرے میں مولانا اسماعیل دہلوی اور مولانا عبدالحی بڈھانوی کے مقابلے میں علمائے اہل سنت کے ساتھ آپ نے بھی سرگرمی سے حصہ لیا، علامہ فضل حق خیرآبادی نے جب شاہ اسماعیل دہلوی کے رد میں تحقیق الفتویٰ لکھی تو اس پر دیگر علمائے دیلی کے ساتھ آپ نے بھی تائیدی دستخط فرمائے، ۱۲۵۹/۱۸۴۳ء میں وفات پائی۔ دیکھیے: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان: حکیم محمود احمد برکاتی ص ۱۸۳ تا ۱۸۶، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی ۱۹۹۲

بخوبی ثابت کردیدہ است پس مقصود قائل اگر معنی اول است دراں کلام نیست و نہ کسے مدعی آن و اگر معنی دویم ارادہ کردہ است شک نیست در خروج او از اہل حق و دخول در مذہب نجدیہ کہ کافہ علماے عرب و عجم خصوص دریں مسئلہ ضلال او بادلہ قطعیہ ثابت کردہ اند۔

ترجمہ: اس جگہ ایک قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ غیر خدا سے استعانت اس طریقہ پر کرنا کہ اس کو خالق عون اور تصرف میں مستقل بالذات ماننا تو یہ حرام ہے اور اگر اسے عون الٰہی کا مظہر سمجھ کر استعانت کی تو یہ جائز ہے اور اس قسم کی استعانت صحابہ کرام کے مقدس گروہ سے لے کر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب تک تصحیح المسائل وغیرہ کتب میں بہت اچھی طرح ثابت کی جا چکی ہے۔ لہٰذا اگر (منکر استعانت) قائل کا مقصد پہلے والے معنی ہیں تو اس (پہلے والے معنی کے حرام و کفر ہونے) میں کوئی کلام نہیں اور اس معنیٰ کا کوئی مدعی بھی نہیں اور اگر قائل نے دوسرے معنیٰ کا ارادہ کیا ہے (یعنی غیر اللہ کو عون الٰہی کا مظہر سمجھ کر استعانت کو حرام و کفر کہا ہے) تو اس قائل کے اہل حق کی جماعت سے نکلنے اور نجدی فرقہ کے اندر داخل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیوں کہ تمام عرب و عجم کے علماے کرام نے خاص طور سے اسی مسئلہ میں قطعی دلائل کے ساتھ اس کی گمراہی ثابت کردی ہے۔ (۳۳)

(۶) حضور انور ﷺ کے نقش پا کا معجزہ -

علامہ احمد بن محمد القسطلانی علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''المواہب اللدنیہ'' میں حضور علیہ السلام کے نقش پا کے معجزہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

---

(۳۳) مسئلہ توسل واستعانت پر تحقیقی اور تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے مصنف کی کتاب ''احقاق حق''، ترجمہ وتحقیق از راقم الحروف، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں۔

أنـه صـلـى اللّٰه عليه وسلم كان إذا مشى فى الصخر غاصت قدماه فيه كما هو مشهور قديماً و حديثا على الألسنة. (۳۴)

ترجمہ: حضور انور ﷺ جب پتھر پر چلتے تھے تو آپ کے دونوں قدم مبارک اس پتھر میں اثر فرماتے جیسا کہ زمانۂ قدیم اور موجودہ عہد میں زبانوں پر مشہور ہے۔

حضور کے نقشِ پا کے معجزہ کا ذکر علامہ محمد رہاوی نے کتاب المعجزات میں اور قاضی دیار بکری نے تاریخ خمیس میں علامہ فخر الدین الرازی سے نقل کیا ہے اور امام جلال الدین سیوطی نے انموذج اللبیب، امام رزین العبدری صاحب صحاح نے خصائص میں، اور علامہ حلبی نے ''انسان العیون'' میں امام سبکی کے استشہاد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور اس معجزہ کا ذکر امام زبری وتلمسانی نے فتح المتعال میں حافظ متولی، ابن سبع اور نیشاپوری کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ اور امام بوصیری نے قصیدۂ ہمزیہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ البتہ کتب صحاح ستہ میں حضور کے نقش پا کا معجزہ مذکور نہیں ہے مگر ان میں اور بعض دیگر کتب میں اس کے نہ ہونے اور بعض لوگوں کے اس پر مطلع نہ ہونے کی بنیاد پر اس کا انکار کرنا درست نہیں، جبکہ ائمہ کرام کی ایک جماعت نے اس معجزہ کو وصف شہرت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اسے قبول کر کے اس کے منکر پر نکیر قائم فرمائی ہے۔

اس معجزے کے انکار کی بنا فقط (۳۵) اس پر ہے کہ یہ معجزہ مواہب لدنیہ وغیرہ کتب سیر سے ثابت نہیں ہے اسی وجہ سے صاحب سیرت شامیہ نے لکھ دیا ہے کہ ''اس معجزہ کا وجود حدیث اور کتب تواریخ میں نہیں'' اور جب اہل ایمان نے خود مواہب لدنیہ اور دیگر معتبر کتب سے اس

---

(۳۴) المواهب اللدنية ۲/ص:۶۳۰ پوربندر گجرات ۲۰۰۱ء

(۳۵) اس معجزے کے رد میں یہ اور اس کے بعد والی دلیل میاں سید نذیر حسین دہلوی صاحب نے دی تھی، انہوں نے اس کے رد میں ایک فارسی رسالہ ''الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم'' تصنیف کیا، یہ رسالہ ذی الحجۃ ۱۲۶۶ھ میں تالیف کیا گیا اور ربیع الاول ۱۲۶۷ھ میں فخر المطابع دہلی سے شائع ہوا، اس کے رد میں مولانا محمد کریم اللہ شاہجہان آبادی (م:۱۲۹۱) نے ''برہان محکم علی خذلان من نفی اثر القدم'' (مطبع دارالسلام دہلی رجب ۱۲۶۷ھ) اور مولانا محمد فرید الدین دہلوی (م:۱۲۷۴) نے ''السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول'' (مطبع اردو اخبار دہلی ۱۲۶۷ھ) تالیف کی۔

معجزہ کو ثابت کر دیا تو منکر کے دعویٰ کی بنیاد جڑ سے اکھڑ گئی۔ صاحب سیرت شامیہ کا اس معجزہ کو کتب حدیث وتاریخ میں نہ پانا ہمارے مطلوب کے لیے ضرر رساں نہیں کیونکہ ان کے استاذ امام جلال الدین سیوطی نے اسے صاحب صحاح امام رزین کی خصائص میں پایا اور اپنی کتاب ''انموذج'' میں ذکر کیا، اور علامہ حلبی وتلمسانی نے حلبی پر تعریض کی اور اس کو حلبی کے معتبر اور مستند (امام سیوطی) ہی سے ثابت کر دیا۔

منکر کی دوسری دلیل یہ کہ امام قاضی بیضاوی، امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر، صاحب مدارک، نیشاپوری، حسینی وجواہر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا پتھر پر اثر اور اس کا زمانۂ دراز تک قائم وباقی رہنا حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کا خاصہ ہے۔ اس سے قطع نظر کہ یہاں بیضاوی، حسینی اور صاحب جواہر کا نام ذکر کر کے منکر نے ان پر اتہام کیا ہے (کیونکہ ان حضرات نے یہ بات نہیں لکھی) میں عرض کرتا ہوں کہ منکر کے کلام کے سیاق وسباق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کو صرف اسی خصوصیت سے انکار نہیں بلکہ وہ اس قاعدۂ کلیہ (جو جامع معجزات کثیرہ ہے) کا منکر ہے کہ ''جو بھی خصوصیت کسی نبی کو دی گئی اس کا مثل ہمارے حضور ﷺ کو ضرور دیا گیا''۔

مواہب لدنیہ کے چوتھے مقصد کی دوسری فصل میں یہ قاعدہ موجود ہے اور گویا پوری فصل اسی قاعدے کی فروع کے بیان میں ہے، مثلاً لکھتے ہیں:

> **واما ما اعطيه سليمان عليه السلام من كلام الطير وتسخير الشياطين والريح والملك الذى لم يعطيه احد من بعده فقد اعطى سيدنا محمد ﷺ مثل ذلك وزيادة(٣٦)**
>
> وہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو خصوصیت دی گئی مثلاً پرندوں سے کلام کرنا، جنات اور ہوا کی تسخیر اور بادشاہت وغیرہ ان کے بعد کسی اور کو نہیں دی گئی، لیکن وہی خصوصیت بلکہ اس سے بڑھ کر حضور ﷺ کو عطا کی گئی۔

---

(٣٦) المواهب اللدنية: ج٢،ص٥٩٢، پور بندر گجرات ٢٠٠١ء

اور معجزہ نقش قدم کا حضرت ابراہیم کا خاصہ ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ویسا ہی معجزہ اس ذات گرامی کو دیا جائے کہ جس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہو کہ وہ تمام انبیا علیہم السلام کی خصوصیتوں کی جامع ہے بلکہ حضور علیہ السلام کی یہ خصوصیت تو تقاضا کر رہی ہے کہ آپ بھی حضرت ابراہیم کی مذکورہ خصوصیت کے حامل ہوں، دیکھو صاحب مواہب امام قسطلانی حضرت ابراہیم کے معجزۂ نقش قدم کو حضور ﷺ کے معجزۂ قدم کی تائید میں لائے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

اذما خص نبی بشی من المعجزات والکرامات الا ولنبینا ﷺ مثله کما نصوا علیه(۳۷)

اس لیے کہ جو بھی معجزہ یا بزرگی کسی نبی کو ملی اس کی مثل ہمارے نبی ﷺ کے لیے ثابت ہے جیسا کہ علما نے بیان کیا ہے۔

منکر اعجاز کی دلیل کا مدار لفظ ''خاصہ'' پر ہے، جو مفسرین کے کلام میں وارد ہوا ہے، مفسرین کے امام امام رازی ہیں اور صاحب تاریخ خمیس نے انہیں امام ہمام (رازی) سے یہ معجزہ نقل کیا ہے۔

(۷) کیا تعزیه قصداً یا بلا قصد دیکھنا کفر هے -

(۸) کیا هولی دیکھنے یا دسهره میں جانے سے آدمی کافر هو جاتا هے ؟ -

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان وکفر تصدیق وتکذیب کا نام ہے جو دل کا فعل ہے اور زبان سے اقرار کرنا ایک زائد رکن ہے یا زبان سے اقرار کرنا دنیا میں اجرائے احکام کے لیے شرط ہے اور باطل فرقوں میں سے خوارج کے نزدیک تصدیق مع الطاعت کا نام ایمان ہے لہٰذا ہر گناہ کو وہ کفر بتاتے ہیں اور ہر معصیت ان کے نزدیک شرک ہے خوارج کا یہ گمراہ عقیدہ چونکہ حد شہرت کو پہنچ چکا ہے لہٰذا اس کی سند کی حاجت نہیں ہے۔

قائل نے فقط آنکھ کے فعل یعنی دیکھنے پر کفر کا حکم لگا دیا خواہ دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو قائل کا یہ قول اس کے اہل سنت و جماعت کے دائرہ سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ

---

(۳۷) مرجع سابق: ج۲، ص۵۹۲

تعزیہ کے بارے میں یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ قوم اس کی عبادت کرتی ہے اس لیے اس کے دیکھنے سے کفر لازم آئے گا، تو قائل کا یہ حکم لگانا بھی باطل ہے ورنہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ چاند سورج کا دیکھنا، گنگا جمنا کو دیکھنا اور اس کا پانی پینا کفر ہو حالانکہ زمانۂ بعثت سے لے کر فتح مکہ تک ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد بھی حضور اکرم ﷺ کا عمرہ کرنے آنا اور صحابہ کا اس زمانہ میں حج کرنے آنا اور فتح مکہ کے روز حضور اور تمام صحابہ کا ان باطل معبودوں کو دیکھنا ظاہر ہے، حج کی فرضیت کے بعد فتح مکہ سے پہلے جب صحابہ کرام حج کی ادائیگی کے لیے آئے اساف و نائلہ (جو بتوں کے نام ہیں) کی وجہ سے صفا اور مروہ پر سعی کرنے میں کچھ تامل ہوا تو آیت کریمہ **فلا جناح علیه ان یطوف بهما** (۳۸) نازل ہوئی۔

ہاں البتہ فقہ کی کتابوں میں مشرکین کی عیدوں میں بقصد تعظیم جانے اور ان کے افعال میں موافقت کرنے کو کفر لکھا ہے، طحطاوی میں ہے:

ویکفر باتیانه عید المشرکین تعظیما (۳۹)

ترجمہ: آدمی کا مشرکین کی عید میں تعظیماً جانا کفر ہے۔

عالمگیری میں ہے

(یکفر) بخروجه الی نیروز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذلک الیوم وبشرائه یوم النیروز شیئًا لم یکن یشتریه قبل ذلک تعظیما للنیروز لا للاکل والشرب وباهدائه ذلک الیوم للمشرکین ولو بیضة تعظیما لذلک لاباجابة دعوة مجوسی حلق رأس ولده. (۴۰)

ترجمہ: اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو مجوسیوں کے جشن نیروز میں جائے

---

(۳۸) البقرۃ:۱۵۸

(۳۹) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ج:۲/ص:۴۷۹، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان

(۴۰) الفتاوی العالمگیریہ، ج:۲/ص:۲۷۷، الباب التاسع فی احکام المرتدین۔

ان کی ان کاموں میں موافقت کی غرض سے جو وہ اس دن کرتے ہیں اور نیروز کی تعظیم کے قصد سے کوئی ایسی چیز خریدے جو اس نے اس سے پہلے نہیں خریدی نہ کہ اس چیز کو کھانے پینے کے لیے ،اسی طرح اس دن مشرکوں کو اس دن کی عظمت کی وجہ سے کوئی ہدیہ وغیرہ دینے سے بھی کفر ہو جائے گا اگر چہ تحفہ میں ایک انڈا ہی دیا ہو، مجوسی کی دعوت جو وہ اپنے لڑکے کے سر منڈانے میں کرے تو اس دعوت میں جانے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اسی طرح دیگر فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

شام کے شہروں میں یہ رسم تھی کہ مسافر کافروں کے عبادت خانوں میں ٹھہرتے تھے جیسا کہ یہ ابھی تک ہندوستان کے جنوبی شہروں میں رائج ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں کے ذمی کافروں سے یہ عہد نامہ لکھوایا کہ وہ مسلمان مسافروں کو اپنے عبادت گھروں میں ٹھہرنے سے منع نہیں کریں گے یہ روایت طحطاوی وغیرہ معتبر کتب میں موجود ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مسلمان کو مجوسی سے اس کی آگ روشن کرنے کے عوض مزدوری لینے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ خلاصہ میں لکھا ہے،نوادر ہشام میں امام محمد سے مروی ہے کہ:''گھر یا خیمہ کو تصاویر یا بت سازی کے لیے کرایہ پر دینا مکروہ ہے،لیکن کرایہ پر دینے والا اس کی اجرت کا مستحق ہے''۔ ہشام کہتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اصباغ اجیر کی جانب سے ہو جیسا کہ ذخیرہ میں ہے، نیز اگر گھر بت سازی کے لیے کرایہ پر دیا جائے اور اس میں اصباغ مستاجر کی جانب ہو تو اجرت جائز نہیں ہے، جیسا کہ سراجیہ میں ہے اور کسی مسلمان کا کسی ذمی کے یہاں عبادت خانہ اور کلیسہ بنانے کے لیے مزدوری کرنا جائز ہے اور اس کی مزدوری حلال ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

باب الاسواق التی کانت فی الجاهلية فتبايع بها الناس فی

ترجمہ: یہ باب ان بازاروں کے بیان میں جو زمانۂ جاہلیت میں تھے اور لوگ زمانۂ اسلام میں بھی ان بازاروں میں خرید وفروخت کرتے تھے۔

فتح الباری میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت کے افعال اور گناہوں کی جگہوں میں طاعت وفرماں برداری کے کام کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

اور اس باب میں جو حدیث مروی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

کانت عکاظ و مجنة وذوالمجاز اسواقا فی الجاهلية فلما کان الاسلام تأثموا من التجارة فيها فانزل اللّٰه ليس عليكم فی مواسم الحج قرأ ابن عباس کذا. (۴۲)

ترجمہ: عکاظ مجنّہ اور ذوالمجاز زمانۂ جاہلیت میں بازار تھے جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ان بازاروں میں تجارت کرنا برا سمجھا تو اللہ نے حکم نازل فرمایا کہ حج کے موسم میں ان بازاروں میں تجارت کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی پڑھا ہے۔

عینی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ان بازاروں میں جانا اور کپڑا خریدنا ثابت ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

عن جابر بن عبداللّٰه انه سمع رسول اللّٰه ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة ان اللّٰه و رسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام. (۴۳)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فتح

---

(۴۱) صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب الاسواق التی کانت فی الجاهلية فتبايع بها الناس فی الاسلام۔

(۴۲) مرجع سابق

(۴۳) صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب بیع المیتة والاصنام۔

مکہ کے سال حضور ﷺ کو مکہ مبارکہ میں فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام کر دیا۔

فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی حدیث مذکور کے تحت لکھتے ہیں:

والعلة فی منع بیع الاصنام عدم المنفعة المباحیة فعلی هذا ان کانت بحیث اذا کسرت ینتفع برضاضها جاز بیعها عند بعض العلماء من الشافعیة وغیرهم والاکثر علی المنع حملا للنهی علی ظاهره والظاهر أن النهی عن بیعها للمبالغة فی التنفیر عنها ویلتحق بها فی الحکم الصلبان التی تعظمها النصاری ویحرم نحت جمیع ذلک وصنعته. (۴۴)

ترجمہ: بیع اصنام کی ممانعت کی وجہ ان سے منفعت مباحیہ کا نہ ہونا ہے، لہذا اس تقدیر پر ایسے بت جو ٹوٹنے کے باوجود اپنے ریزوں کے ذریعہ نفع کا سبب بنے تو ان بتوں کی بیع بعض شوافع اور دیگر علما کے نزدیک جائز ہے لیکن اکثر علمائے کرام حدیث میں وارد نہی کو اس کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ بیع اصنام میں نہی بتوں سے نفرت دلانے کے باعث بطور مبالغہ مستعمل ہے اور یہی حکم صلیبوں کا ہے جس کی نصاری تعظیم وتکریم کرتے ہیں ان تمام بتوں اور صلیبوں کی صنعت حرام ہے۔

دیکھنا چاہیے کہ بت بنانا کفر نہیں ہے اور بتوں کی خرید وفروخت کے جواز میں اختلاف موجود ہے، بت خانہ بنانے کی مزدوری اور مجوسیوں کے عبادت خانہ کی آگ روشن کرنا تو جائز ہو اور تعزیہ کو قصداً یا بلا قصد دیکھنا کفر ہو جائے؟۔

تعزیہ کو قصداً یا بلا قصد دیکھنے کو کفر کہنے والے قائل کے شریعت محمدیہ کی مخالفت کرنے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

---

(۴۴) فتح الباری شرح صحیح بخاری: ابن حجر عسقلانی ج:۴/ص:۴۲۶، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۷۹ھ

(۹) کیا کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کے خطہ کو کوئی بزرگی حاصل نہیں ؟ -

کعبہ شریفہ اور مدینہ منورہ کے خطہ کی بزرگی کا انکار کرنا صرف مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت کا انکار نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کا انکار اور اس کو ہلکا سمجھنا ہے اور اللہ اور اس کے رسول سے مخاصمت کرنا ہے، قرآن اور حدیث ان دونوں جگہوں کی بزرگی کے بیان سے پُر ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

(۱) وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَاَمْنًا. (۴۵)

ترجمہ: اور یاد کرو ہم نے گھر کو (خانۂ کعبہ کو) مرجع انام اور جائے امن بنادیا

(۲) وهذا البلد الامين. (۴۶)

ترجمہ: قسم ہے اس امن دینے والے شہر کی۔

(۳) رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرَ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (۴۷)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے مقدس گھر کے پاس اس وادی میں بسادیا جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہے۔

(۴) اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً وَّمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ. (۴۸)

ترجمہ: سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا یقیناً وہ مکہ مکرمہ میں

---

(۴۵) البقرۃ:۱۲۵

(۴۶) التین:۳

(۴۷) ابراہیم:۳۷

(۴۸) آل عمران:۹۷

ہے جو برکت والا اور سارے جہان کے لیے ہدایت ہے اس میں کھلی ہوئی نشانیاں اور مقام ابراہیم ہے تو جو شخص اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ محفوظ ہے اور اللہ کے لیے ان لوگوں پر حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور جس نے انکار کیا تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

(۵) وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ. (۴۹)

ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم وتکریم کرتا ہے تو یہ تعظیم دلوں کی پرہیز گاری ہے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت و فضیلت احادیث مبارکہ کی روشنی میں :

(۱) قال رسول اللّٰہ ﷺ لمكة ما اطيبک من بلد واحبک الیّ ولو لا ان قومی اخرجونی منک ما اسكنت غيرک. (۵۰)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو ہر شہر سے اچھا اور سب سے زیادہ مجھے پسندیدہ ہے اگر میری قوم مجھے تیری حدود سے باہر نہ کرتی تو میں تیرے علاوہ کہیں سکونت پذیر نہیں ہوتا۔

(۲) قال رسول اللّٰہ ﷺ واللّٰہ انک خير ارض اللّٰہ ولولا انی اخرجت منک ما اخرجته. (۵۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اے مکہ تو اللہ کی بہترین زمین ہے اگر مجھے تجھ سے باہر نہ کیا جاتا تو میں تجھے چھوڑ کر کبھی نہ جاتا۔

(۳) وقال رسول اللّٰہ ﷺ لا تزال هذه الامة بخير ما عظموا

---

(۴۹) الحج:۲۲

(۵۰) سنن الترمذی: كتاب المناقب : باب فی فضل مكة

(۵۱) مسند احمد بن حنبل: ج۴،ص۳۰۵،مؤسسة قرطبه القاهره

هذه الحرمة حق تعظيمها فاذا ضيعوا ذلک هلکوا. (۵۲)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا امت جب تک اس حرم کی تعظیم وتکریم کرتی رہے گی خیر و برکت میں رہے گی اور تعظیم نہیں کرے گی تو ہلاکت مقدر بن جائے گی۔

(۴) قال رسول اللّٰہ ﷺ انی احرم ما بین لا بتی المدینة ان یقطع عضاهها اویقتل صیدها وقال المدینة خیر لهم لو کانو یعلمون لایدعها رغبة الا ابدل اللّٰہ فیها من هو خیر منه ولا یثبت احد علی لا وائها وجهدها الا کنت شفیعاله یوم القیمة. (۵۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینے کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان کو حرم قرار دیتا ہوں کہ اس میں کوئی درخت کاٹا جائے یا اس کے جانور کا شکار کیا جائے۔ لوگ اگر جانتے تو کسی غرض کو خاطر بھی اس کو نہ چھوڑتے مگر یہ کہ اللہ ان کو مدینہ میں اس سے بہتر عطا فرماتا، جو شخص بھی مدینہ کی سختی اور بھوک پر ثابت قدم رہا میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔

(۵) وعن ابی سعید الخدری قال رسول اللّٰہ ﷺ اللهم ان ابراهیم علیه الصلوة والسلام حرم مکة فجعلها حرما وانی حرمت المدینة حراما مابین مأزمیها ان لا یهراق فیها دم ولا

---

(۵۲) الف: ابن ماجہ: کتاب المناسك ، باب فضل مکة

ب: مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳/ص: ۲۶۸، مکتبہ الرشد الریاض ۱۴۰۹ھ

(۵۳) الف: صحیح مسلم: کتاب الحج، باب فضل المدینة دعاء النبی ﷺ فیها بالبرکة

ب: سنن البیہقی الکبری: کتاب الحج : باب ماجاء فی حرم المدینة

ج: مسند احمد بن حنبل: ج ۱/ص: ۱۸۱، مؤسسة قرطبة القاهره

یحمل فیها سلاح لقتال ولا یخبط فیها شجرة الا لعلف. (۵۴)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم ہے یہاں خوں ریزی نہ کی جائے، نہ لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں، چارہ کے علاوہ یہاں کے درختوں سے کسی اور غرض کے لیے پتے نہ توڑیں جائیں۔

(۶) قال رسول اللّٰہ ﷺ امرت بقریة تاکل القری یقولون یثرب وهی المدینة تنفی الناس کما تنفی الکیر خبث الحدید (۵۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک بستی کی طرف ہجرت کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہوگی جسے لوگ یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے، مدینہ برے لوگوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔

(۷) قال رسول الله ﷺ لا تقوم الساعة حتی تنفی المدینة شرارها کما ینفی الکیر خبث الحدید. (۵۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مدینہ برائیوں کو دور کردے جیسا بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کردیتی ہے۔

(۸) عن عائشة بنت سعد قالت سمعت سعدا قال سمعت

---

(۵۴) صحیح مسلم: کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینة

(۵۵) بخاری: کتاب الحج، باب فضل المدینة وانها تنفی الناس

(۵۶) مسلم: کتاب الحج، باب المدینة تنفی شرارها

النبی ﷺ یقول لا یکید اهل المدینة احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء.(۵۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ بنت سعد سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میں نے حضرت سعد کو فرماتے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نے فرمایا جو بھی مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے وہ ایسے گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۹) من استطاع ان یموت فی المدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها(۵۸)

ترجمہ:تم میں سے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو کہ مدینہ میں اس کو موت آئے تو اس کو مدینہ میں مرنا چاہیے،اس لیے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(۱۰) وعن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه ﷺ انّ الایمان لیأرز الی المدینة کما تا رزالحیة الی حجرها. (۵۹)

ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان مدینہ میں سمٹ جائے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل میں سمٹ جاتا ہے۔

(۱۱) قال عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه سمعت رسول اللّٰه ﷺ وهو بواد العتیق یقول اتانی الیلة آت من ربی فقال

---

(۵۷) بخاری:کتاب الحج،باب اثم من کاد اهل المدینة

(۵۸) ترمذی:کتاب المناقب،باب فی فضل المدینة

(۵۹) الف:صحیح بخاری : کتاب الحج،باب الایمان یأرزالی المدینة

ب:صحیح مسلم:کتاب الایمان : باب بیان أن الاسلام غریبا و سیعود غریباً وإنه یأرزبین المسجدین

ج:ابن ماجہ: کتاب المناسك، باب فضل المدینة

د:مسند احمد بن حنبل:ج۲/ص:۲۸۶،مؤسسة قرطبة القاهره

صل فی هذا الوادی المبارک . (٦٠)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس وقت آپ وادیٔ عتیق میں تھے، کہ میرے پاس میرے رب کی جانب سے ایک آنے والا آیا اور مجھ سے کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے۔

یہ تمام احادیث مشکوٰۃ شریف میں مروی ہیں۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ سے عناد رکھنے والے شخص نے جو دلیل پیش کی ہے کہ ''اس سرزمین پر ظلم ہوتا ہے'' بالفرض محال اگر وہاں ظلم ہوتا بھی ہو تو یہ مدینہ و مکہ کی عظمت و بزرگی کے انکار کی دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ ساکنین مکہ کی جانب سے عہد رسول انور ﷺ میں وہ ظلم وستم وقوع پذیر ہوا جو وجود آدم سے اب تک نہیں ہوا اور اس کی صراحت تفسیر عزیزی میں **لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد.** آیت کے تحت مذکور ہے، اس ظلم و جور کے باوجود بھی مکہ معظّمہ کی بزرگی وعظمت ختم نہیں ہوئی جیسا کہ تفسیر عزیزی میں آیت مقدسہ **انّ الصفا والمروة من شعائر اللّٰه** کے تحت ذکر کیا گیا۔ خانۂ کعبہ اس وقت بھی قبلہ ومطاف تھا جبکہ وہ کفار کے غلبہ کے باعث بت کدہ بنا ہوا تھا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ **ما بالذات لایزول بما بالغیر** یعنی ذاتی فضیلت غیر کے باعث زائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر مکہ کے جاہلوں نے اساف و نائلہ نامی دو بتوں کو رکھ کر پوجنا شروع کر دیا تو ان کے اس شرک سے ان پہاڑیوں کے شعائر اللہ ہونے میں کچھ فرق نہ آیا اور ان پہاڑیوں کی عظمت زائل نہیں ہوئی اس لیے کہ جو ہر ذاتی وہ ہے جو غیر کے سبب زائل نہ ہو۔

مدینہ منورہ کو ظلم وستم کی سرزمیں کہنے والے جاہل بے دین شخص نے مصر و عراق کے بلوائیوں کو مدینہ منورہ کا رہنے والا سمجھ لیا ہے حالانکہ مدینہ میں مہاجر و انصار تھے ان کی جانب

---

(٦٠) الف :صحیح بخاری:کتاب الحج، باب قول النبی ﷺ العتیق واد مبارك

ب: صحیح ابن خزیمہ: کتاب المناسك ، باب استحباب الاستقبال بالراحة

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی نسبت کرنا رافضیوں کا شیوہ ہے۔تحفۂ اثنا عشریہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے رافضیوں کے وہ طعن نقل کیے ہیں جو وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کرتے ہیں،ان میں دسواں طعن یہ ہے کہ ''تمام صحابہ ان کے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے) قتل پر راضی تھے''،اس کے جواب میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''یہ ایسا صریح جھوٹ اور بہتان ہے کہ جو بچوں پر بھی مخفی نہیں''۔(۶۱)

ساکنان مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی تھی،اور آپ کا قتل حجاج بن یوسف ثقفی نے کیا جو شام کے لشکر کا سپہ سالار تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی درخواست اور طلب پر وہاں تشریف لے گئے تھے اور اہل مکہ نے اس وقت از روئے مشورہ اور مصلحتاً کوفہ جانے سے روکا تھا ہر عام و خاص ان واقعات کو جانتا ہے مگر ان ظاہری و باطنی اندھے حرمین شریفین کی عظمت و بزرگی کے شامتِ انکار کے باعث اس راہ پر لگا دیا۔حرمین شریفین کی بزرگی وعظمت کے منکرین،ساکنینِ حرمین کے دشمن،چھوٹے،جاہل،باطل پرست،بدعتی،دین میں تحریف کرنے والے،مسلمانوں کے سواد اعظم کی تکفیر کرنے والے،قرآن وحدیث کے مقابل ایک نیا مذہب گڑھنے والے ہرگز دین محمدی کے عالم نہیں بلکہ دین محمدی کے دشمن اور شریعت احمدی کی مخالفت کرنے والے ہیں۔

سبحان اللہ تعجب کا مقام ہے کہ کفار نے حضور ﷺ کو مکہ سے نکال دیا تو بھی اس کی بزرگی میں کوئی حرج واقع نہیں ہوا بلکہ اسی زمانے میں کعبہ کو اعلیٰ درجہ کی بزرگی یہ حاصل ہوئی کہ اسے قبلہ بنا دیا گیا،اللہ رب العالمین کی طرف سے اکثر آیات کا نزول اسی زمانے میں ہوا،عین اسی زمانے میں کعبہ شریف کی فضیلت و بزرگی پر حضور سید المرسلین کے پاکیزہ ارشادات ظاہر ہوئے۔دین میں فساد برپا کرنے والے ملحدین نے خانۂ کعبہ کو بزرگی سے معزول کر دیا ایسے لوگوں کی گمراہی پر ہر زمانہ کے ائمہ کرام اور اہل حل وعقد کا اتفاق ہے اور چاروں مذاہب کے افتا وقضا کی رو سے ان لوگوں کی گمراہی پر مسلمانوں کے سواد اعظم خیر الامم کا اجماع ہے۔

---

(۶۱) تحفۂ اثنا عشریہ:۵۲۰،مطبع ثمر ہند لکھنؤ ۱۲۹۵ھ

خلاصۂ کلام - اب جاننا چاہیے کہ ان مذکورہ باتوں کا قائل اہل سنت و جماعت کا مخالف اور جماعت اہل سنت سے خارج ہے اور فرق باطلہ جیسے خوارج، روافض وغیرہ اہل بدعت کے فرقوں میں داخل ہے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا کسی خارجی یا کسی رافضی کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مثل ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب.**

کتبہ

فضل الرسول

اھب اللہ علیہ قبول القبول

اصل فتوی پر جن معتبر و معتمد علما کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں ان کے اسمائے گرامی یہاں نقل کیے جاتے ہیں تا کہ عام مومنین اور دین متین کے متبعین کے واسطے جواب کی حقیقت و درستگی ظاہر ہو جائے۔

۱۔ جناب مولانا مفتی محمد صدر الدین صاحب صدر الصدور شہر شاہجہاں باد **دام اجلالہ**

۲۔ جناب مولانا مولوی سید محمد صاحب مدرس مدرسۂ عربی دہلی دام فیوضہ

۳۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب

۴۔ جناب مولوی محمد مظہر صاحب

۵۔ جناب مولوی محمد عمر صاحب

۶۔ جناب مولوی کریم اللہ صاحب

۷۔ مولوی محمد فرید الدین صاحب واعظ جامع مسجد

۸۔ حکیم محمد امام الدین خاں صاحب

۹۔ جناب حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب

۱۰۔ قاضی احمد الدین صاحب

۱۱۔ قاضی محمد علی صاحب

۱۲۔ مولوی محمد عزیز الدین صاحب

۱۳۔ مولوی تفضّل حسین خاں صاحب نواسۂ حضرت مولوی رشید الدین خاں صاحب مرحوم

۱۴۔ سید بشیر علی صاحب امروہوی

۱۵۔ جناب مولوی حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام

یقیناً وہابیہ کے واعظین نے اپنا قدم دائرۂ اہل سنت و جماعت سے نکال کر وادیٔ اعتزال و رفض وخروج میں رکھا ہے اور کیا اچھا یہ کہا گیا ہے کہ واعظ شہر کو کبھی لوگ اپنا بادشاہ جانتے ہیں اور ہمارا قول یہ ہے کہ وہ آدمی بھی نہیں ہے بحمد اللہ مذہب حق میں ابھی ایسے علما ہیں جو احقاق حق میں مشغول ہیں

حیدر علی عفی عنہ

۱۶۔ مولانا دلدار بخش صاحب

جواب کی حقیقت اظہر من الشّمس ہے اور ہمیشہ سے یہی مشرق ومغرب میں اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

دلدار بخش عفی عنہ

۱۷۔ مولانا حسن الزماں صاحب

تمام جواب صحیح و درست ہیں اور اس کے منکرین ذلیل وخوار مردود الخطاب اور عتاب کے مستحق ہیں۔

حررہ العبد المفتاق الی رحمۃ اللہ الصمد

حسن الزماں محمد عفی عنہ

☆☆☆

بسلسلۂ جشن زرّیں

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ احقاق حق (فارسی)

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی — ترجمہ وتخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

۲۔ عقیدۂ شفاعت کتاب وسنت کی روشنی میں

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی — تسہیل وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۳۔ سنت مصافحہ (عربی)

تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی — ترجمہ وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۴۔ الکلام السدید (عربی)

تاج الفحول مولانا عبدالقادر قادری بدایونی — ترجمہ: مولانا اسید الحق قادری

۵۔ طوالع الانوار (تذکرۂ فضل رسول)

مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی — تسہیل وترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۶۔ مردے سنتے ہیں

مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی، — ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۷۔ مضامین شہید

مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی — ترتیب وتخریج: صاحبزادہ مولانا عطیف قادری بدایونی

۸۔ ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل

مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی — ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۹۔ عرس کی شرعی حیثیت

مولانا عبدالماجد قادری بدایونی — ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۰۔ فلاح دارین

مولانا عبدالماجد قادری بدایونی، — ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۱۔ خطبات صدارت

عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی — ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۲۔ مثنوی غوثیہ

عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی — ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۳۔ **عقائد اهل سنت**

مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی　　تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۴۔ **دعوت عمل** مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی

۱۵۔ **احکام قبور**

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی　　تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۶۔ **ریاض القرأت**

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی　　ترتیب: قاری شان رضا قادری

۱۷۔ **تذکار محبوب**

(تذکرۂ عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی)

مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی

۱۸۔ **مدینے میں** (مجموعۂ کلام) تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۱۹۔ **مولانا فیض احمد بدایونی**

پروفیسر محمد ایوب قادری،　　تقدیم وترتیب: مولانا اسیدالحق قادری

۲۰۔ **قرآن کریم کی سائنسی تفسیر** ایک تنقیدی مطالعہ مولانا اسیدالحق قادری

۲۱۔ **حدیث افتراق امت** تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں مولانا اسیدالحق قادری

۲۲۔ **احادیث قدسیه**　　مولانا اسیدالحق قادری

۲۳۔ **تذکرۂ ماجد**　　مولانا اسیدالحق قادری

۲۴۔ **عقیدۂ شفاعت** (ہندی)　　سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۵۔ **عقیدۂ شفاعت** (گجراتی)　　سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۶۔ **دعوتِ عمل** (گجراتی)　　مولانا عبدالحامد قادری بدایونی

۲۷۔ **احکام قبور** (تمل)　　مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی

۲۸۔ **معراجِ تخیل** (ہندی) (مجموعۂ نعت ومناقب)

تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۲۹۔ **مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء** (ہندی)

محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۰۔ **سیرت مصطفیٰ (ﷺ) کی جھلکیاں** (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۱۔ **پیغمبرِ اسلام کا مہان ویکتتو** (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی

عنقریب منظرعام پرآنے والی کتابیں

سیف الجبار

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

تخریج وتحقیق: مولانا اسید الحق قادری

المقامة البغداد یة (عربی دیوان)

مولانا فیض احمد قادری بدایونی

الدرر السنیة

شیخ احمد بن زینی دحلان مکی

ترجمہ: مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی

نگارشات محب احمد

علامہ محبّ احمد قادری بدایونی

ترتیب وتحقیق: مولانا اسید الحق قادری

احوال و مقامات

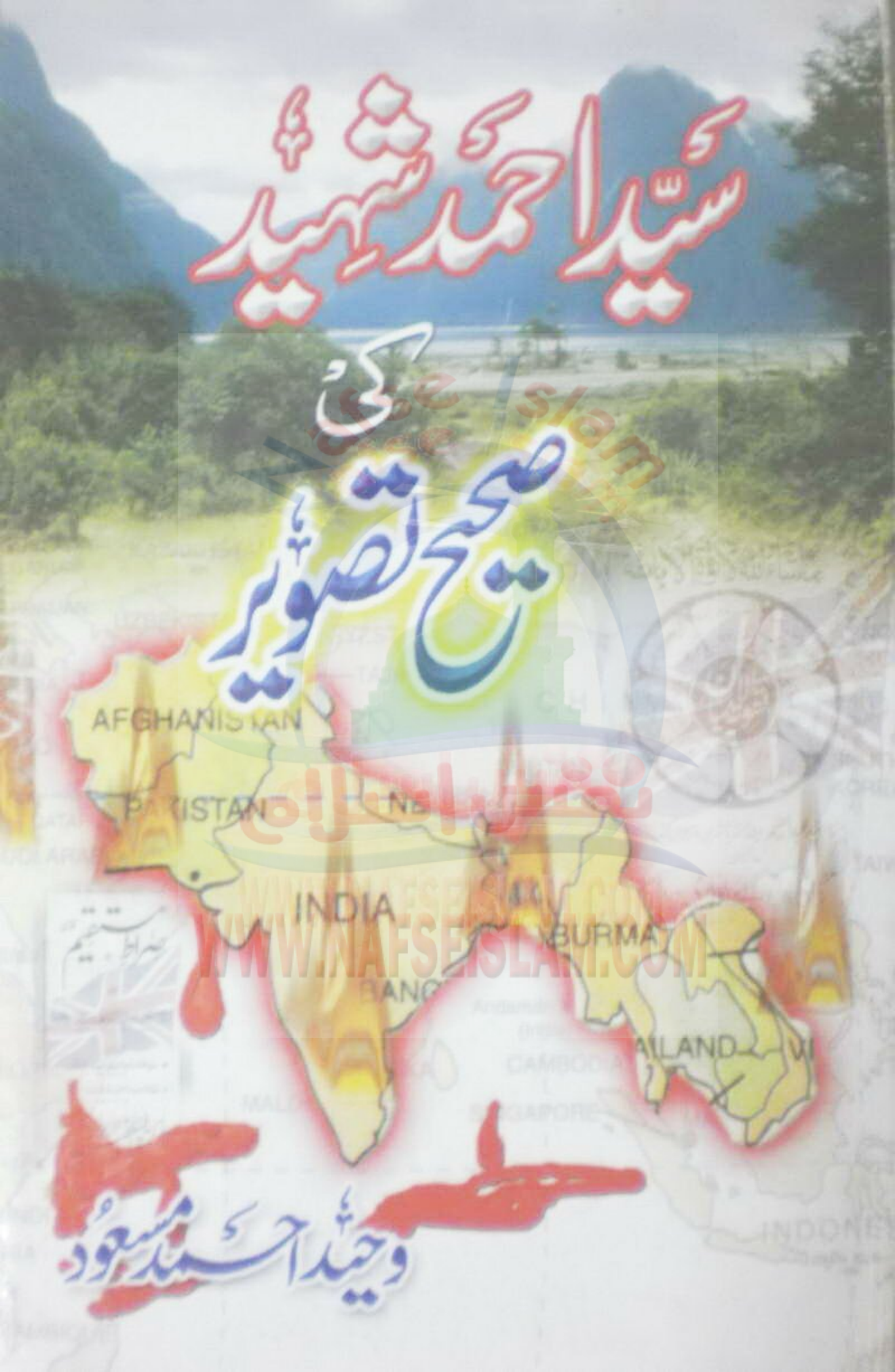
مولانا محمد عبد الہادی قادری بدایونی

ترتیب وتلخیص: مولانا اسید الحق قادری

سید احمد شہید

کی

صحیح تصویر



وحید احمد مسعود

سید احمد شہید

کی

صحیح تصویر

وحید احمد مسعود

WWW.NAFSEISLAM.COM

رضا پبلی کیشنز لاہور

مسلہ مقبول محفوظ

بیاد : امام اہل سنت مجدد دین وملت، نائب غوث اعظم
امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

بفیضان نظر : حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ الرحمۃ

کتاب ---------- سید احمد شہید کی صحیح تصویر
مصنف ---------- وحید احمد مسعود
تعارف ---------- پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری
صفحات ---------- 244
تعداد ---------- گیارہ سو
اہتمام ---------- صاحبزادہ میاں زبیر احمد علوی گنج بخشی قادری ضیائی
اشاعت چہارم ---------- ماہ غوث اعظم ۱۴۲۴ھ، جون 2003ء
ناشر ---------- رضا پبلی کیشنز۔ لاہور
قیمت ---------- [illegible] روپے

تقسیم کار

فرید بکسٹال۔ اردو بازار۔ لاہور

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس کتاب کے اس سے قبل تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، تیسرا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۶۷ء میں مکتبہ مسعود، مسجد گرا وَنڈرام گڑھ لاہور نے شائع کیا تھا، پھر کچھ عرصہ بعد کتاب کے مصنف شیخ وحید احمد مسعود فریدی صابری بدایونی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۷۷ء) نے اس کتاب میں ترمیم واضافہ کے بعد تصحیح شدہ و مستند نسخہ حضرت مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ، لاہور (متوفی ۱۹۹۹ء) کو ارسال فرمایا۔ اسی تصحیح شدہ نسخہ کو احقر راقم الحروف نے بڑی دیدہ ریزی سے دوبارہ صاف کر کے نقل کیا، تصحیح شدہ نسخہ بقلم مصنف علیہ الرحمۃ جناب میاں زبیر احمد علوی گنج بخشی قادری ضیائی مدظلہ لاہور کے پاس محفوظ ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

خلیل احمد رانا

جہانیاں

پیش گفتار

جناب ''سید احمد شہید'' اور ان کی ''تحریک جہاد'' کے بارے میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ ان کے عقیدت مندوں اور ان کی تحریک جہاد کے روح رواں جناب شاہ محمد اسماعیل صاحب کے مقلدوں کے اذہان کی پیداوار ہے اور ہر تذکرہ نگار نے اپنا نیا راگ الاپا ہے، کسی نے بھی عقیدت کی عینک اتار کر اصلیت تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ سارا زور قلم سید صاحب کو مامور من اللہ، معصوم عن الخطاء، مجدد وقت، امام زمان اور تحرک آزادی کا ہیرو ثابت کرنے میں صرف کر دیا ہے، مگر پھر بھی نتیجہ لاحاصل اور ہر ذی شعور انسان ان ضخیم و حجیم تذکروں کو بہ نظر غائر پڑھ لینے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچتا ہے، کہ اس تحریک کے مایہ ناز مؤرخوں سے بات نہیں بنی، اور ان سے وہ بات بھی چھپائی نہیں جا سکی، جس کو چھپانے کے لئے انہوں نے اس قدر مغز مارا ہے اور بے چارے محمد جعفر تھانیسری کو تحریف کا مرتکب ''ثابت'' کر کے اس کے کفن کو داغدار کیا ہے۔

ہاں یہ تذکرے عقیدت مندوں اور اندھے مقلدوں کے قلوب کو بہلا سکتے ہیں، گو ان کے دماغوں کو اپیل نہ کریں، مگر دل کا بہل جانا بھی تو بڑی بات ہے۔

ایسے تذکروں کو لکھ اور پڑھ کر اگر ایک خاص گروہ کے دل بہل جاتے ہیں تو یہ اپنی جگہ ٹھیک، مگر تاریخ کو مسخ کرنے اور زید کی پگڑی بکر کے سر رکھنے کی اجازت دے دینا، بہت بڑا ظلم ہے، چنانچہ تاریخ کو مسخ ہونے سے بچانے کی خاطر جناب مولانا وحید احمد مسعود مصنف کتب کثیرہ نے ان موقع شناس قلم کاروں کے خلاف اپنے قلم حقائق رقم کو حرکت میں لا کر ان کی مصلحت آمیز تحقیقات کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا، اور جناب ''سید احمد شہید'' کی صحیح صحیح تصویر کھینچ کر عوام کے سامنے پیش کر دی ہے، محترم مولانا وحید احمد مسعود صاحب یہ عظیم کارنامہ سرانجام دے کر اپنے فرض سے

سبکدوش ہونے کے علاوہ اہل علم کے شکریہ کے مستحق ہو گئے ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا۔

پیش نظر کتاب ''سید احمد شہید کی صحیح تصویر'' جناب مولانا مسعود صاحب نے ماہ نامہ ''منادی'' دہلی بابت ستمبر ۱۹۶۵ء کے خاص نمبر کی صورت میں شائع کروائی تھی اور مدیر ''منادی'' نے اپنے ادارتی نوٹ (۱) میں بڑی فراخدلی سے دعوت دی تھی، کہ اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو ''منادی'' کے صفحات اس کے لئے حاضر ہیں، مگر آج تک مدیر صاحب کی دعوت کو کسی نے شرف قبولیت نہیں بخشا، ظاہر ہے کہ ان سے ان کے مریدین نے وجہ خاموشی ضرور دریافت کی ہوگی، مگر منطقیانہ جواب دے کر ٹال دیا ہوگا۔ لیکن جواب نہ دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں عافیت اسی میں سمجھی کہ جواب نہ دے کر جواب الجواب کی زد سے بچا جائے اور بذریعہ خاموشی اس اٹھ کھڑے ہوئے مسئلے کو ختم کر دیا جائے، وگرنہ بنا بنایا کھیل خراب ہو جائے گا، (۲) مگر یہ خیال خام ہے۔

جملہ تذکرہ نویسوں کے بقول جناب سید صاحب متنوع خوبیوں کے مالک بزرگ تھے، لیکن ان کی بنیادی اور سب سے اہم خوبی ان کی بے پناہ روحانیت اور کمال ولایت ہے اور ان ہی کمالات عالیہ کی بدولت انہوں نے تسخیر خلائق کی تھی اور روحانیت کے زور سے لوگوں کو آمادۂ جہاد کیا تھا، اور سلاسل فقر میں ایک نئے سلسلے (طریقہ محمدی) کا اضافہ کیا تھا۔۔۔ لہذا سید صاحب کی ذات کو پہچاننے کے لئے سب سے اول ان کی اس مبینہ حیثیت کو زیر بحث لایا گیا ہے، اور حاصل بحث یہ ہے کہ جناب کی یہ حیثیت بھی مشتبہ ہے، اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ آج محمدی سلسلہ معدوم ہے اور اس وقت اس ''عظیم'' سلسلے کا کوئی شیخ نظر نہیں آتا، اور اسی معدومیت کی بنا پر خود معتقدین سید صاحب میں سے دیوبندی گروپ کے لوگ دوسرے سلسلوں میں بیعت ہوتے ہیں تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ فیضان ولایت محمدی

۱۔ یہ نوٹ افتتاح سخن کے زیر عنوان ص: ۹ پر درج ہے۔

۲۔ اب یہ کتاب تیسری بار شائع ہو رہی ہے، مگر تا حال کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔ (محمد موسیٰ)
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چوتھا ایڈیشن مفید اضافوں کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے، مگر اس کا جواب ابھی تک نہیں آیا۔ (میاں زبیر احمد)

نہیں تھا لکہ جناب شاہ صاحب کے علم و فضل کی کرشمہ سازیاں تھیں، غرض کہ جناب مصنف نے سید صاحب کی روحانی کیفیت کا نقشہ اس خوبی سے کھینچا ہے کہ اس کی داد نہیں دی جا سکتی۔

مسائل تصوف عوام تو کجا بہت سے مولویوں کے فہم سے بھی بالا ہوتے ہیں، لہذا اس بحث کو پڑھ کر وہی لوگ پورے طور پر محظوظ ہو سکتے ہیں جنہوں نے تصوف کی حقیقت کو سمجھا ہے لیکن عوام کی دلچسپی کے سوالات یہ ہیں:۔

------ سید صاحب کے جہاد کا رخ انگریزوں کی جانب تھا یا سکھوں کی طرف؟

------ سید صاحب نے تحریک جہاد کا آغاز انگریزوں کے اشارے پر کیا تھا یا حکم الہی سے؟

------ سید صاحب نے انگریزی علاقے میں کھلے بندوں جہاد کی تیاری کی اور چندہ جمع کیا، مگر انگریز آڑے کیوں نہیں آئے؟

------ سید صاحب اگر انگریز کے مخالف تھے تو انہیں انگریزی عملداری سے سرحد میں مدد کیوں پہنچتی رہی؟

------ سید صاحب کو انگریزی عملداری سے باہر ہر مقام پر انگریزوں کا جاسوس کیوں سمجھا گیا؟

------ سید صاحب کی دعوتیں انگریزوں نے کیوں کیں؟

------ سید صاحب نے غیر ملکی انگریزوں کو نکالنے کے لئے سکھوں سے کوئی بات چیت کی تھی؟

------ سید صاحب نے سکھوں کے علاوہ سرحدی و قبائلی پٹھانوں کا جو خون بہایا کہاں تک جائز تھا؟

------ سید صاحب مجدد تھے تو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مسلمانوں کی اصلاح کر کے انہیں متحد و متفق کیا یا بیسیوں اختلافی مسائل پیدا کر کے باہمی سر پھٹول میں مبتلا کر دیا؟

------ سید صاحب کے حکم سے بیوگان کے زبردستی نکاح کر دیئے گئے

کون سی دانشمندی تھی؟

ان سب سوالوں کے جواب اس کتاب میں موجود ہیں، مگر تفصیل کے بجائے اشاروں کنائیوں سے دیئے گئے ہیں جو حقیقت کے متلاشی کو مطمئن کرنے کے لئے کافی ہیں، ہٹ دھرمی، ضد اور تعصب بے جا کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔

''سید احمد شہید کی صحیح تصویر'' کی اشاعت یہاں بے حد ضروری تھی، کیونکہ پاکستان ہی میں سب سے زیادہ اس تحریک کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے، کارکنان رضا پبلی کیشنز۔ لاہور مستحق صد ستائش و مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے، اس کتاب کی اشاعت سے تصویر کا صحیح رخ عوام کے سامنے آجائے گا، محققین کے لئے غور و فکر کی نئی راہیں کھل جائیں گی اور یہاں کے عقیدت مند مصنفین جانبدارانہ تحقیقات کو چھوڑ کر حقیقت کو تلاش کرنے کی سعی فرمائیں گے۔

۲۴ر جولائی ۱۹۶۶ء

لاہور

محمد سعید نعمانی

(محمد موسیٰ غفی عنہ)

WWW.NAFSEISLAM.COM

زیرِ حوالہ کتاب: ''سید احمد شہید کی صحیح تصویر'' از وحید احمد مسعود (لاہور۔ مکتبہ مسعود ۱۹۶۶ء) کا اندراج ''فہرست ذخیرۂ کتب حکیم محمد موسیٰ امرتسری (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری)'' مرتبہ سید جمیل احمد رضوی کی جلد چہارم (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۱ء) کے صفحہ ۹۹ پر کیا گیا ہے (شمارہ انداج: ۷۲۴۷)۔ مرتب نے اس اندراج کے ذیل میں ایک نوٹ دیا ہے:۔

''اس کا پیش گفتار (از صفحہ ۳ تا ۶) محمد سعید نعمانی کے نام سے شائع ہوا۔ ۲۵ جون ۱۹۹۸ء کو حکیم صاحب نے اس نام کے سامنے خط دے کر اپنا اسم گرامی (محمد موسیٰ عفی عنہ) لکھا ہے۔ گویا یہ تحریر حکیم صاحب کی ہے (دیکھئے ۶)''

فہرست کی جلد چہارم پر تبصرہ رسالہ: ''نقطہ نظر''، اسلام آباد (اپریل۔ ستمبر ۲۰۰۲ء) کے صفحات ۱۰۱ اور ۱۰۲ پر شائع ہوا۔ تبصرہ نگار نے درج بالا اقتباس کا حوالہ ان الفاظ میں دیا ہے (ص ۱۰۲)

''جناب سید جمیل احمد رضوی نے ترتیب فہرست میں اس امر کا خیال رکھا ہے کہ اگر کسی کتاب پر حکیم صاحب نے کوئی اہم یادداشت لکھی ہے تو اسے نقل کر دیا جائے۔ اس حوالے سے زیرِ نظر ''جلد چہارم'' میں ''صاحبِ ذخیرہ'' کے بارے میں یہ اطلاع غالباً پہلی بار سامنے آئی ہے کہ وحید احمد مسعود کی تالیف ''سید احمد شہید کی صحیح تصویر'' (مکتبہ مسعود۔ لاہور، ۱۹۶۶ء) کے دیباچہ نگار ''محمد سعید نعمانی'' کے پردے میں اصلاً حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی ذات گرامی تھی (ص ۹۹)''۔

میاں زبیر احمد علوی گنج بخشی قادری ضیائی

افتتاح سخن

اس حقیقت سے کوئی انصاف پسند آدمی انکار نہیں کر سکتا کہ برصغیر کے صوفی بزرگ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ان عقائد سے مختلف تھے جو آج ان کے مبینہ پیروکاروں کا طرۂ امتیاز ہیں اور جن کی وجہ سے چشتی صابری نسبت کے باوجود دیوبندی اسکول کو تصوف اور چشتیت کے لئے ایک تہمت سمجھا جانے لگا ہے، پیر و مرشد کے عقائد اور طریقہ کار سے ایسا اختلاف حیرت انگیز بھی ہے اور تصوف کی تاریخ میں اس کی اور کوئی مثال بھی نہیں ملتی، تاہم عام لوگ اب تک اس اختلاف کی وجوہات سے ناواقف تھے اور انہیں اس تاریخی پس منظر کی بھی خبر نہ تھی، جس میں یہ اختلاف رونما ہوا، لیکن حال میں حضرت مولانا وحید احمد صاحب فریدی قطبی کا ایک بصیرت افروز مقالہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسا شائع ہوا، جس نے ہر چیز کی وضاحت کر دی اور عقائد اور طریقہ کار کا یہ اختلاف عام لوگوں کے لئے بھی کم از کم حیرت انگیز نہیں رہا۔

ناظرین کو مولانا فریدی کا یہ مقالہ یاد ہوگا، کیونکہ اسے "منادی" میں بھی شائع کیا گیا تھا اور اس کے بعد مشہور صحافی مولانا غلام رسول مہر کے جواب اور مولانا فریدی کے جواب الجواب کے طویل سلسلے کو بھی ناظرین نے فراموش نہ کیا ہوگا جس کا "منادی" میں باقاعدگی سے اندراج ہوتا رہا، اور جس سے عوام و خواص سب نے بے انتہا دلچسپی لی، اس دلچسپ بحث میں سب سے زیادہ گفتگو حضرت سید احمد شہید کے بارے میں رہی، کیونکہ ان کے متعلق مولانا فریدی کے بعض ریمارکس مولانا مہر کو شاق گزرے تھے، اور انہوں نے بڑی شدومد کے ساتھ مولانا فریدی کو اس کا جواب دیا تھا، منادی اس ساری بحث کو غیر جانبداری کے ساتھ چھاپتا رہا اور موافقت مخالفت

میں کوئی رائے نہیں دی اور نتائج اخذ کرنے کے لئے ناظرین کے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔

حضرت مولانا وحید احمد صاحب فریدی کا زیر نظر جامع مقالہ بھی (جس پر منادی کا یہ خاص نمبر مشتمل ہے) اسی بحث کا ایک حصہ ہے اور سابق کی طرح اب بھی منادی غیر جانبداری کو قائم رکھتے ہوئے اور کوئی رائے دیئے بغیر اسے بے کم وکاست ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے، اب تک منادی میں مولانا مہر کے جوابات بھی چھپتے رہے تھے، لیکن ہمیں افسوس ہے کہ مولانا فریدی کا یہ مقالہ ہندوستان پاکستان کی موجودہ جنگ کے باعث مولانا مہر کی نظر سے جلدی نہ گزر سکے گا۔ تاہم مولانا مہر کے ہم خیال ہندوستان اور ان غیر ممالک میں بھی کم نہیں جہاں منادی جنگ کے دوران میں بھی بھیجا جا سکے گا۔ اس لئے ان میں سے اگر کوئی صاحب مولانا فریدی کی رائے سے اختلاف کرنا چاہیں تو ان کے لئے منادی کے صفحات حاضر رہیں گے اور امن ہونے کے بعد مولانا مہر بھی اگر اس کا جواب لکھنا چاہیں گے تو اس کو بھی شکریے کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔ تاکہ پڑھنے والوں کے سامنے تصویر کے دونوں رخ رہیں اور وہ کسی صحیح فیصلے پر پہنچ سکیں۔

یہ ایک علمی اور تاریخی بحث ہے، اس سے کسی کو برا نہیں ماننا چاہیے، سنجیدگی سے غور کیا گیا اور لوگ تعصب میں مبتلا نہ ہوئے تو ان شاء اللہ اس سے افہام وتفہیم کی راہ نکلے گی اور اختلافات کی خلیج پاٹنے میں مدد ملے گی، کیونکہ اب تو حالت یہ ہے کہ تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم نامی کتابوں کا ذکر کرتے ہی خانقاہی حلقے وہابیت کے خطرے سے چونک پڑتے ہیں اور ان کے سامنے وہ روایت آجاتی ہے کہ شاہ اسماعیل جب سکھوں سے لڑنے جانے لگے تو دلی میں انہوں نے درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی بابت کہا کہ "سکھوں کی مہم سے فارغ ہو جاؤں تو اس بت خانے کو بھی ڈھاؤں گا"۔ (۱)

۱۔ شاہ صاحب نے یہ بات اس لئے کہی ہوگی کہ انہیں یہ یقین تھا کہ انگریز ان کی اس خواہش کو پورا کر دیں گے۔ کیونکہ ان کے تعلقات انگریزوں سے ایسے ہی تھے۔ (محمد موسیٰ)

اس طرح سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل وغیرہ سے ذہنی طور پر وابستہ طبقہ اور دیوبندی اسکول، خانقاہ اور درگاہ کا نام آتے ہی بدعت اور شرک کے ڈراؤنے خواب دیکھنے لگتا ہے۔ اور ذرا نہیں سوچتا کہ جس چیز کو وہ بدعت اور شرک سمجھ رہا ہے وہ در حقیقت بدعت اور شرک ہے بھی یا نہیں اور اس کے ذہن میں اس واہمے نے کس طرح اور کیوں جگہ پائی ہے، اس سلسلے میں یہ دلچسپ بات بیان کرنے کے قابل ہے کہ مولانا قاری طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے مجھ سے خود بیان فرمایا کہ میں اجمیر شریف گیا تو ڈر رہا تھا کہ ابھی کوئی خادم آئے گا اور زبردستی میری گردن پکڑ کر مزار کے سامنے سجدہ کرنے کے لئے مجبور کرے گا، لیکن جب میں وہاں پہنچا تو گردن پکڑنا تو الگ رہا کسی نے زبان سے یا اشارے کنائے تک میں مجھ سے سجدے یا آستان بوسی کے لئے نہیں کہا اور سب لوگ بڑے اخلاق سے پیش آئے اور میں نے اپنے عقیدے کے مطابق حاضری دی۔

ناظرین ''منادی'' حضرت مولانا وحید احمد صاحب سے بخوبی واقف ہیں، ان کو حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد میں سے ہونے کا فخر حاصل ہے اور مشرقی و مغربی قدیم اور جدید دونوں قسم کی تعلیمات سے بہرہ ور ہیں، ایک عرصے تک انگلستان میں رہے، تحریک خلافت میں نمایاں حصہ لیا، حکومت یو۔ پی کی پارلیمنٹری سیکرٹری کی حیثیت سے بیش بہا خدمات انجام دیں، گوشہ نشینی، ترک و تجرید اور مجاہدات سے بھی آشنا ہے، غرض یہ کہ وہ ہمہ صفت موصوف بزرگ ہیں اور ایک دنیا ان کی دیکھی ہوئی ہے، ان کے سوچنے اور نتیجہ اخذ کرنے کا انداز تقلید سے آزاد ہے، ان کے نزدیک تاریخ ایک پس منظر کی حیثیت رکھتی ہے، وہ تاریخ کو بس گواہ اور شاہد سمجھتے ہیں اور اس کے طے شدہ اور ریڈی میڈ فیصلے نہیں مانتے اور جو تاریخ اس قسم کے فیصلے دیتی ہے، اس کو ایجاد بندہ سمجھتے ہیں، وہ دروغ گو راوی کی گردن پر رکھ کر بے فکر نہیں ہو جاتے بلکہ راوی کی گردن کو اس کے بوجھ سے ہلکا کرنا چاہتے ہیں اور آخری فیصلے اور حکم کا حق راوی کے بجائے اپنے لئے محفوظ رکھتے ہیں اور فیصلہ دیتے

وقت کسی قسم کی رورعایت پسند نہیں کرتے، ان کا فیصلہ تذبذب سے پاک اور دوٹوک ہوتا ہے، اکثر اوقات اس سے سنگدلی ٹپکتی ہے اور قائم شدہ عقیدوں اور تصورات کو ٹھیس پہنچتی ہے، عدل وانصاف میں فریدی صاحب رحم دلی جائز نہیں سمجھتے، شاید اس لئے کہ یہاں کرپشن کا روپ دھار لیتی ہے۔

زیر نظر مقالے میں مولانا فریدی نے حضرت سید احمد شہید کی ایک نئی تصویر پیش کی ہے، لیکن یہ تصویر کسی قدر دھندلی ہے، اس کے نقوش واضح نہیں، مولانا کا زیادہ وقت ان تصویروں کو ضائع کرنے میں صرف ہوا ہے جو دوسروں کی بنائی ہوئی ہیں اور جن کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ اصلیت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتیں اور لوگوں کے تصورات کی پیداوار ہیں، ان تصویروں سے محروم ہونے پر لوگ کڑھیں گے، کیونکہ یہ تصویریں بہت خوبصورت اور بڑی دلکش تھیں، ان کے بدلے میں فریدی صاحب کی بنائی ہوئی جو تصویر لوگوں کو ملے گی وہ بری نہ سہی لیکن اتنی حسین بھی نہیں ہے لیکن حقیقت پسند آدمی کے لئے اس کے سوا چارۂ کار بھی کیا ہو سکتا ہے؟

اگر مولانا فریدی کی رائے مان لی جائے اور ان کے فیصلے کو صحیح اور قطعی اور آخری فیصلہ سمجھا جائے تو ہندوستان کی تمام "نیم وہابی" تحریکوں کا سرچشمہ ایک ایسی تحریک قرار پائے گی، جس کو ایک غیر مسلم اور غیر ملکی اقتدار یعنی انگریزوں کی شہ پر شروع کیا گیا تھا اور جس کے بعد کے آنے والے بے سمجھے بوجھے باپ دادا کا قابل احترام ورثہ سمجھتے رہے اور جس کی خاطر اپنے اصل راستے سے بھٹک جانے میں بھی انہوں نے کوئی قباحت محسوس نہ کی۔

امید ہے مولانا فریدی کے اس بصیرت افروز مقالے سے کماحقہ فائدہ اٹھایا جائے گا۔

حسن ثانی نظامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاتحہ

حمد بے حد ہے خدائے پاک کی اور نہایت ادب سے مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے، ایسا شکر جس کی نہایت نہیں، رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مہربانی ہے، ایسی مہربانی جس سے اخلاق الٰہی حاصل ہوتے ہیں اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی توجہ ہے، جو ہر وقت ہدایت کرتی رہتی ہے کہ یہ رسالہ تکمیل کو پہنچ سکا، میں اپنے احباب ومعاونین کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، مگر اسمائے گرامی ظاہر کرنے کی ممانعت ہے، حکمت اسی میں ہے کہ ید بیضا بغل میں رہے، مگر میری دعائے خیر ان تک پہنچ جائے گی، میں ان حضرات سے معافی کا خواستگار ہوں جو میری اس کاوش کو منجملہ مخالفت واعتراض سمجھیں، ان سے میری یہی التجاء ہے کہ اپنے گمان کو دور کریں اور قابل اعتراض امور کی میری کوتاہی سمجھ کر اصلاح فرمادیں، ان کا یہ کرم میرے اور ان کے بلکہ سب کے حق میں مفید ہوگا، ورنہ میری تسلی کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ تنقید عقیدت مندی کی تاریکیوں کو کسی قدر چھانٹ دے گی یا انہیں اور زیادہ تنگ نظر بنادے گی۔ میرا مدعا عابیت بازی نہیں ہے بلکہ اتحاد بین المسلمین ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ رسالہ حضرت سید احمد شہید کی سوانح عمری نہیں ہے بلکہ ان تذکروں کی جو ان کے متعلق اس وقت تک لکھے گئے ہیں، ایک تنقید ہے، سوانح نویسوں نے حضرت

سید احمد کو نہیں سمجھا اور کریکٹر کو نباہنے کی طرف توجہ نہیں کی، عقیدت مندی نے ذم کے پہلو کو سمجھنے نہیں دیا، کبھی آسمان کی کہہ دی اور کبھی زمین کی لکھ دی، یہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے میں قطعی ناکام ہیں، لہذا سید صاحب کی عظیم شخصیت معمہ بن کر رہ گئی، ان کے سوانح یہی ظاہر کرتے ہیں کہ پیش ہر دو بیچ، نہ انہیں ملا سمجھا جا سکتا ہے نہ طبیب بتایا جا سکتا ہے، نہ ولی کہا جا سکتا ہے اور نہ عالم، ضرورت ہے کہ سب سے پہلے ان کی شخصیت کا تعین کیا جائے کہ وہ کس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، پھر اسی معیار سے ان پر روشنی ڈالی جائے۔

وہ مرشد تھے؟ شاہ اسماعیل اور مولوی عبدالحی (بڈھانوی) ان کی پالکی پکڑ کر ادبا پیدل چلا کرتے تھے، لیکن بعد میں یہی ادب گستاخیوں میں منتقل ہوتا چلا گیا، ان کے احکامات کی تعمیل نہیں کی گئی، گویا سید صاحب کی روحانیت شاہ اسماعیل کے ظاہری علم کی تعظیم کرنے لگی، اگر وہ ولی تھے؟ تو ان کی کرامتیں معجزات سے مقابلہ کرتی نظر آتی ہیں، باوجود ان کی بے نفسی و عجز کے غصہ و غضب کے آثار بھی دکھائے گئے ہیں، مدینہ منورہ میں بحالت خواب سید الکونین ﷺ سے جو بے تکی گفتگو کی ہے، اس میں ادب کا شائبہ نہیں، واقعہ پشاور کے بعد، وقت وداع سب کو بیعت سے آزاد کر کے یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

''مجھے ان لوگوں سے نفرت ہے جیسے کسی کو قے سے ہو'' معصومیت اور ولایت کی مکمل تردید ہے، اگر وہ بہادر اور سپاہی تھے تو سرحد میں وہ اپنی بہادری اور سپہ گری کے جوہر نہ دکھا سکے، اگر ان کو عالم سمجھ لیا جائے؟ تو انہیں وہبی علم حاصل تھا، مگر وقت ضرورت ان کی علمیت روپوش ہو گئی، اخلاق کریمانہ کی دھوم ہے مگر جب داغ لگا ہوا گوشت سامنے آیا تو دال پر گزر کی اور پکانے والے کو سخت الفاظ سے یاد کیا، ان کے جو اوصاف بتائے گئے ہیں، ان میں تناقص پایا جاتا ہے، ہندوستان کو دار الحرب سمجھتے ہیں مگر یہاں جہاد نہیں کرتے، انہوں نے سکھوں سے جہاد کیا لیکن اس جہاد کے متعلق جتنی پیشین گوئیاں کیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں نکلی، پنڈاریوں میں رہ کر شب خون مارنا سیکھا، حالانکہ حدیث اس کی ممانعت کرتی ہے کہ بے خبری میں حملہ نہ کیا

جائے، مسلمانوں کی درخواست کہ جہاد ہندوستان میں انگریزوں سے کیا جائے، مسترد کر دیا، اس لئے کہ ان کے خیال میں انگریزوں سے جہاد کرنا بلوہ کے مترادف تھا، ظاہر ہوا کہ وہ انگریزوں کے مداح و معترف تھے۔

سید صاحب کا پہلا تذکرہ "سوانح احمدی" یعنی "تاریخ عجیبہ" ہے، اس کے مصنف محمد جعفر تھانیسری کی قابلیت و دیانت میں کلام نہیں، اس نے خود لکھا ہے کہ:

"میں نے دس برس کی عمر تک کوئی تعلیم حاصل نہیں کی، بارہ برس کی عمر میں والد کے انتقال کے بعد میری والدہ نے مجھے تعلیم دلائی۔ ۱۸۵۶ء میں عرضی نویسوں کے زمرہ میں داخل ہوا، تمام وکیل مجھ سے قانونی مشورے لیتے۔"

آمدنی خاصی تھی مگر عدالتوں سے حاصل کئے ہوئے روپیہ کو وہ اپنے صرف میں نہیں لاتا تھا اور اس کو حرام سمجھتا تھا، بعد غدر وہ پٹنہ کے مولوی یحییٰ علی کا شریک کار ہو گیا، ان دونوں نے ۱۸۶۴ء کی مذہبی سازشوں کے قیدیوں میں نمایاں جگہ حاصل کی۔ یہ دونوں مخلص و با اصول انسان تھے، انہیں سزا ہوئی، سر رابرٹ ایڈورڈ نے مقدمہ انبالہ کے فیصلہ میں جعفر کی قابلیت کا اعتراف کیا ہے اور سزا کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے جرم میں کوئی شک نہیں، لہذا اس کی سزا میں تخفیف نہیں ہو سکتی، جب کالے پانی سے رہائی پا کر ۱۸۸۳ء میں ہندوستان واپس آئے تو انہوں نے کتابیں لکھیں، سوانح احمدی ان کی مشہور کتاب ہے اور مستند ہے، انہوں نے خود اعلان کیا ہے کہ قریب چار سو صفحوں کے مختلف مؤلفوں کے لکھے ہوئے سوانح میرے سامنے ہیں، مگر میں نے ان پھولوں سے عطر کھینچ لیا ہے تا کہ ہر کہ و مہ اس کا پھولیا لے کر معطر ہو جائے، بایں اختصار اہم مطالب کو فوت نہیں ہونے دیا ہے، گو کہ قیمتی کرامات واقعات کو دانستہ چھوڑ دیا ہے۔

۱۔ سید صاحب کے متعلق جتنا مواد ممکن تھا، وہ انہوں نے فراہم کر لیا، ان کی تحقیق قابل داد ہے، ان کے تدین کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ سید صاحب کی ناکامی کے اسباب جو ان کی سمجھ میں آئے وہ صاف صاف لکھ دیئے، برخلاف ان کے دوسرے تذکرہ نویس سخن سازی و تاویل کے ذریعے ناکامی پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں، سولہ برس کی عمر میں انہوں نے شاہ اسماعیل کی تقویۃ الایمان پڑھی اور اس جماعت پر

ایمان لے آئے، مولانا ولایت علی عظیم آبادی کی جماعت میں شمار کئے جاتے ہیں، کالے پانی کی سزا ان کو دی گئی تھی۔

۲۔ حیات طیبہ میں مرزا حیرت دہلوی نے تمام سہرے شاہ اسماعیل کے سر باندھے ہیں اور اس کے ضمیمہ میں ادب وعقیدت مندی کے ساتھ سید صاحب کا ذکر خیر کیا ہے اور بات بھی یہی ہے کہ ولی اللہی تحریک کے اجراء میں مولوی عبدالحی (بڈھانوی) اور شاہ اسماعیل کو سید صاحب پر تقدم حاصل تھا، اس تذکرہ کی روایات میں بعض جگہ اختلاف ہے، لیکن اس کی وجہ سے یہ رائے قائم کرنا کہ ان کا ذریعہ معلومات غلط تھا، صحیح نہیں (اور نہ ان کی رائے اور معیار کو غلط سمجھا جا سکتا ہے)

مرزا حیرت نے خود لکھا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے۔۔۔ سمجھ لیا جائے گا کہ میں نے بزرگ سید کے صحیح حالات لکھے ہیں اور دوسرے سوانح نویسوں کی طرح ڈھکوسلہ بازی نہیں کی ہے، چاہے اس سے دلچسپی لے اور چاہے تسکین کرے، اور سید صاحب سے (نواب ٹونک) وزیر الدولہ کو جب اعتقاد تھا تو (پنجاب سے واپس آنے والے ہمرائیوں کو) وقعت پیدا کرنے کی اور کوئی صورت نہ تھی، سوا اس کے کہ ان کے غائبانہ پیر کی مدح سرائی کریں اور ایسی ایسی کرامتیں اس بزرگ سید کے سر چپکیں جن سے ان کی ذات مبرا تھی۔ (حیات طیبہ ص ۵۲۹)

۳۔ سیرت سید احمد شہید، مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے، وہ سید صاحب کے خاندان کے چشم وچراغ ہیں، سید صاحب کے متعلق جو خانگی روایات تھیں، وہ بھی درج کی ہیں، اسی لئے دوسرے تذکرہ نویسوں پر انہیں فوقیت حاصل ہے، نہایت خوبی واحتیاط سے انہوں نے حالات لکھے ہیں، مگر کریکٹر نہ نباہ سکے اور تناسب جاتا رہا۔

۴۔ ''منظورہ'' سید جعفر علی گورکھپوری کی غیر شائع شدہ تصنیف ہے، اس میں انہوں نے اپنے ذاتی چشم دید واقعات درج کئے ہیں، جناب مولانا غلام رسول مہر صاحب کا اصل ماخذ یہی ہے۔

۵۔ مولانا غلام رسول مہر صاحب کی ''سید احمد شہید'' معرکۃ الآرا ضخیم تالیف

ہے۔ بڑی جانکاہی سے معلومات فراہم کروائی ہیں اور بڑے ذوق وشوق کے ساتھ مفصل حالات لکھے ہیں، ان کا ذخیرہ معلومات لاجواب ہے، اور ہر معاملہ وواقعہ کو اتنی وضاحت وقابلیت سے لکھ دیا ہے کہ پڑھنے والوں کو اپنی ذاتی رائے قائم کرنے کی زحمت نہیں گوارہ کرنی پڑتی، مبالغہ آمیز مدح کرنا اور قصیدے پڑھنا شاعر کا کام ہے مگر سوانح نگار کے لئے یہ طرز مناسب نہیں ہے، مگر جناب مہر صاحب کی عقیدت مندی اس عیب کی روادار ہے، انہوں نے سید صاحب کو افسانوی ہیرو بنانے کی کوشش کی ہے، صحیح ربط ومدارج کا ان کے یہاں بھی پتا نہیں چلتا جس کی وجہ سے تصویر بھدی ہو گئی ہے، ان سب کتابوں کو ایک ساتھ پڑھا جائے اور موازنہ کیا جائے تو دماغ چرخ ہو کر رہ جاتا ہے اور کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی، معلوم ہوتا ہے کہ یہ کل داستان طلسم ہوش ربا کا نمونہ ہے، ہر مؤلف نیا ترانہ الاپ رہا ہے۔ ان حضرات نے محض اپنے نظریہ اور عقیدت کے مطابق روایات کا انتخاب کیا ہے اور بقیہ کو نظر انداز کر دیا ہے، ضرورت تھی کہ دقت نظر سے جملہ روایات پر تنقید کر کے نتیجہ نکالا جاتا، سید صاحب کی ہستی برگزیدہ تھی، وہ اپنی کیفیات میں محورہ کر اصلاح کرنا چاہتے تھے، این وآں کی انہیں پرواہ نہیں تھی، مگر حاشیہ نشین اور ارادت مند ان کی اصلاح کو مادی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور عجیب انداز میں بیان کیا کرتے تھے، لہذا یہ مضمون صادق آیا!

"ولیکن قلم در کف دشمن دست"

شاہ اسماعیل کو ترجمانی کرنے میں ید طولیٰ حاصل تھا، سید صاحب کے اصولوں کو انہوں نے اپنی قابلیت سے اپنی زبان میں ادا کیا، معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحی (۱) (بڈھانوی) کی حیات میں شاہ اسماعیل احتیاط سے کام لیتے تھے، مگر مولوی عبدالحی کی عدم موجودگی میں اور ان کی وفات کے بعد وہ مختار کل بن گئے تھے، یہی وجہ ہے کہ سید صاحب کے حالات مولوی عبدالحی کی وفات سے پہلے اور وفات

۱۔ مولوی عبدالحی ابن شیخ ہبۃ اللہ، بڈھانہ ضلع مظفر نگر (یو۔پی، بھارت) کے رہنے والے تھے، شاہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے داماد تھے، سید احمد رائے بریلوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، ۸/شعبان ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۸ء بروز اتوار کو عارضہ بواسیر میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ علماء ہند، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص: ۲۸۷) خلیل احمد رانا۔

کے بعد دولخت نظر آتے ہیں، مولانا عبید اللہ سندھی نے اسی حقیقت کو اپنی سیاسی زبان میں اس طرح ادا کیا ہے کہ مولوی عبدالحی کی وفات کے بعد مرکز دہلی کی اہمیت جاتی رہی، دہلی سے یعنی شاہ محمد اسحاق سے تعلقات منقطع کر لئے گئے اور نیا مرکز سرحد میں بنا لیا گیا، مطلب یہ ہوا کہ شاہ اسماعیل کی علمیت و مصلحت اجازت دیتی تھی کہ سید صاحب کی تصویر جس رنگ میں چاہیں کھینچیں۔

واقعہ یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے جب شاہ اسماعیل کے بجائے شاہ محمد اسحاق کو اپنا جانشین بنایا تو کوئی وجہ نہیں کہ شاہ اسماعیل کو تحت شعور میں مایوسی نہ ہوئی ہو، ایسی حالت میں شاہ اسماعیل کو اپنی وجاہت قائم رکھنے کے لئے نیا راستہ بنانا تھا اور وہی بنا بھی لیا، ابتداء میں مولوی عبدالحی کی سرپرستی حاصل کر کے شاہ اسماعیل، شاہ محمد اسحاق سے ملتے رہے اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے جہاد کا منصوبہ گانٹھا، سید صاحب کے مرید ہونے کے بعد تعلقات ترک نہیں کئے، بلکہ ایک قسم کا بعد اختیار کیا، باوجود سید صاحب سے بیعت کر لینے کے ان کی فضیلت علمی اور مصلحت بینی نے سید صاحب کا کلی طور پر اتباع نہیں کیا، اور اس کو اتفاق ہی کہنا چاہیے کہ جہاد کو جاتے ہوئے مولوی عبدالحی کو اجمیر سے دہلی بھیج دیا گیا اور تمام تر ذمہ دار شاہ صاحب ہی بنا دیئے گئے۔

ضرورت ہے کہ سید صاحب کے حالات علیحدہ کر کے خالص سید صاحب کے رنگ میں دکھائے جائیں، سید صاحب صلح کل تھے، امن کے حامی تھے اور اتحاد بین المسلمین کو فروغ دے کر توحید کی لاانتہا وسعت کو چمکانا چاہتے تھے، مگر اتنی مدت مدید کے بعد تاریکیوں میں سے ان کے درخشاں اصول کو علیحدہ کرنا بہت مشکل ہے، مگر ممکن ہے۔ عجائب پرستی نے ان کے حالات پر پردہ ڈال رکھا ہے، اب یہی ہو سکتا ہے کہ ان تذکروں سے خرافات دور کر کے سید صاحب کی خصوصیات کا لحاظ رکھ کر ان کے حالات جمع کئے جائیں، تاکہ سید صاحب کی عظمت نمایاں ہو سکے، میں نے ان تذکروں کے خس و خاشاک کو چھانٹنے کی کوشش کی ہے، کوئی اہل ہمت جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے، سید صاحب کے گوہر گرانمایہ کو صاف صاف منظر عام پر پیش کر دے تو بعید نہیں۔

اس صاحبان نے فروعی مسائل میں اپنی جدتوں سے جو انقلاب پیدا کرنا چاہا، اس کی تردید علماء اہل سنت نے کی ہے اور جواب میں حدیث و قرآن سے استدلال کر کے بہترین مواد جمع کر دیا، لیکن نتیجہ نہیں نکلا، اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ علماء اہل سنت فروعات کا جواب دینے میں مبتلا ہو گئے، انہوں نے نہ سید صاحب کی حیثیت کو سمجھا اور نہ اس تعلیم پر غور کیا جو سید صاحب سے منسوب کی گئی ہے، سید صاحب کو گوشہ نشین ہونے کی وجہ سے ولی کہا جا سکتا ہے، ایسے لوگ اپنی جگہ بیٹھ کر ہدایت کیا کرتے ہیں اور منظر عام پر نہیں آیا کرتے، اگر کوئی بڑا اور ظاہری کام کرنا ہوتا ہے تو اپنے خلفاء اور مریدوں کے ذریعہ کروا دیتے ہیں، یہ تعلیم جو سید صاحب سے منسوب کی ہے، شریعت اور طریقت دونوں سے مرکب ہے، مگر ان کے اصحاب تعلیم، طریقت کے اصولوں سے سطحی طور پر واقف تھے، لہذا علم معقول کے ذریعہ طریقت کی جو گت انہوں نے بنائی وہ بے تکی اور ناقص ہے، علمائے اہل سنت نے ان کے طریقت والے جز پر توجہ نہیں کی، اگر وہ اس کا بھی لحاظ رکھتے تو یقین ہے کہ خلیج پٹ جاتی اور افہام و تفہیم کی شکل نکل آتی، اصلاح کی خاطر یہ کام آج بھی کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ فریقین کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لیں، اصلی مقصد چھوڑ کر فروعات کی خاطر وحدت اسلامی کو خطرے میں ڈالنا مذہب اسلام کی توہین اور انسانیت کی تذلیل ہے، تقاضائے وقت طرح طرح سے شیر و شکر ہو جانے کی ہدایت کر رہا ہے، اب بھی اگر آیات الٰہی پر توجہ نہیں کی اور ذاتی خود مطلبی و اغراض پر قائم رہی تو نتیجہ معلوم، ڈوبنے والی کشتی ڈوبنے سے بچ نہیں سکتی۔

فاعتبروا یا أولی الأبصار

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحریر

وحید احمد مسعود قطبی صابری

شیخوپور۔ بدایوں

یکم جولائی ۱۹۶۵ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

فاتحہ ثانی

ہم سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی

''سید احمد شہید کی صحیح تصویر'' پر یہ نظر ثانی رواداری میں بغیر یکسوئی، سکون و قرار کے کی گئی ہے، یہ مضمون رسالہ منادی دہلی کے خاص نمبر بابت ستمبر ۱۹۶۵ء میں چھپا تھا، پھر جولائی ۱۹۶۶ء میں مکتبہ مسعود، لاہور سے کتابی صورت میں شائع ہوا، اور اس کی جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل گئیں، مجھے مسرت ہے اور ممنون ہوں کہ یہ جسارت قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی، اب اتنی جلد نظر ثانی کے لئے اصرار اس لئے ہے کہ بعض اشارے تفصیل چاہتے ہیں، اور اس لئے بھی کہ جہاد کے متعلق میری رائے واضح طور پر نہیں سمجھی گئی اور میرے علم میں یہ بات بھی لائی گئی کہ ابھی تک سید صاحب کے معتقدین نے کوئی جواب نہیں لکھا ہے۔

میں نے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ مجھے بیت بازی منظور نہیں ہے اور اگر میری کسی رائے سے اختلاف ہو اور وہ صحیح بھی ہو تو مجھے تسلیم کرنے میں کبھی تکلف نہ ہوگا، گزشتہ مرتبہ اپنے خیال میں سید صاحب کے جہاد کے متعلق میں نے واضح بحث کی تھی، مگر شاید میری بے بضاعتی کی وجہ سے میرا مفہوم واضح نہ ہوا، اس مرتبہ مزید تشریح کر رہا ہوں، اب بھی کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو میں معذور ہوں۔

جو اشارے محتاج تفصیل ہیں، ان کی بھی وضاحت حتی المقدور کر دی ہے، ترمیم و تنسیخ کے علاوہ تین باب اور لکھے ہیں، جن سے عقائد اور ماحول کے متعلق کچھ واقفیت حاصل ہوگی۔۔۔ والسلام مع الاکرام

بندۂ محبت

وحید احمد مسعود

شیخوپور۔ بدایوں۔ یوپی۔ نومبر ۱۹۶۶ء

ابتدائی حالات

رائے بریلی کا مشہور و معروف قطبی خاندان سادات کسی تعارف کا محتاج نہیں، شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، ان کی اولاد میں متعدد بزرگ علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے، سید نعمان کے بھائی سید محمد عرفان زہد و تقویٰ میں مشہور تھے، ان ہی کے صاحبزادے جناب سید احمد تھے، یہ یکم ماہ محرم یا ماہ صفر ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء کو یہ عہد شاہ عالم ثانی (۱۸۰۶ء تا ۱۸۵۹ء) میں پیدا ہوئے تھے، اور اسی سال لارڈ کارنا والس نے ہندوستان کی حکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں لی تھی، ان صاحبزادے میں عام بچوں کی سی باتیں نہیں تھیں، خصوصیت یہ تھی کہ من موجی تھے، اپنی کہتے تھے اور جو کہتے تھے مختصر کہتے تھے اور خود ہی سمجھتے تھے، زبان صاف نہیں تھی اور آخر تک صاف نہیں ہوئی، مسکینی، غریبی، کم سخنی اور آہستہ بات کرنا آپ کی خصوصیات تھیں۔ (حیات طیبہ)

ان کے بڑے بھانجے سید محمد علی ان سے عمر میں بڑے تھے، انہوں نے اپنی کتاب ''مخزن احمدی'' میں لکھا ہے کہ سید صاحب کی تعلیم مکتب میں شروع ہوئی، تحصیل علم سے رغبت نہ تھی، ''حیات طیبہ'' کا بیان ہے کہ غیر معمولی سکوت کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کے غبی مشہور تھے، بچپن میں ہی نہیں بلکہ جوانی میں بھی پڑھنے لکھنے کی طرف رغبت نہیں تھی، قرآن پاک ناظرہ پڑھا تھا، اس کی چند سورتیں یاد ہو گئی تھیں، کریما کا پہلا مصرع دعائیہ ہے، مگر یاد کر کے نہیں دیا، تین برس کی تعلیمی کوشش کے بعد ان کے والد سید محمد عرفان صاحب نے فرمایا:

''انہیں خدا پر چھوڑ دو، وہ ان کے حق میں جو بہتر سمجھے گا، کرے گا۔''

بہ ہر حال ان صاحبزادے کی حرکات وسکنات سے بے رغبتی ظاہر تھی، انہیں این وآں کی پرواہ نہیں تھی، لہذا ان کی غور وپرداخت پر کسی نے توجہ نہیں کی اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔

تعلیم سے نجات پا کر ان کے دو شغل تھے، قلم کے بجائے ڈنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے گھومتے پھرنا اور ہمسایوں کے گھروں کا سودا سلف بازار سے لا دینا، اس خدمت گزاری نے انہیں بستی بھر کا محبوب بنا دیا تھا، وہ کسی کے ہنسنے کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اچھی بری نظروں کو بھی نہیں پہچانتے تھے، انہیں محض اپنی دھن سے سے کام تھا، جیسا پہننے کو مل جاتا پہن لیتے، جیسا کھانے کو دے دیا جاتا کھا لیتے، البتہ کچی کھانے کا شوق تھا، جب سترہ اٹھارہ سال کے ہوئے تو مشفق باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس کے بعد کچھ عرصہ جوں توں گزارا، آخر کار ترنگ جو اٹھی تو بغیر کسی کو خبر کئے اپنے سات عدد ہم جولیوں کو ساتھ لے کر اصحاب کہف کی طرح چل دیئے، چلتے چلتے بجائے غار کے شہر لکھنؤ پہنچ گئے، غازی الدین حیدر کا زمانہ تھا، وہاں کی معاشرت سے ناواقف تھے، وہ شیعہ سنی جھگڑوں کو نہیں جانتے تھے اور کچھ پتہ نہ تھا کہ وہاں سنیوں کو خارجی کہہ کر نفرت سے دیکھا جاتا تھا، سابقہ پڑا تو کھو گئے، وہاں تسلیم وکورنش کو گوارا کر لیا، از راہ ترحم شریف اور سادہ سمجھ کر اگرچہ ان کی مدارت ہوئی، مگر دل ہی دل میں وحشت ہوئی اور جی نہ لگا، چھ سات مہینے گزار کر ایک دن بے علم واطلاع ساتھیوں کو چھوڑ کر لکھنؤ سے جدھر سینگ سمایا چل پڑے۔

کہا جاتا ہے کہ اس تنہائی و بے کسی کے سفر میں لوگوں نے ان کی کرامات کا بھی مشاہدہ کیا اور ہر ایک نے اپنے یہاں ٹھہرانے کی کوشش کی مگر یہ رکنے والے نہیں تھے، گردش روزگار نے ۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ء میں چلتے چلاتے انہیں دہلی پہنچا دیا، دہلی پہنچ کر انہیں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا خیال آیا، کیونکہ گھر والوں سے ان کا ذکر سنا تھا لہذا پوچھتے پوچھتے شاہ صاحب کے ہاں پہنچ گئے، شاہ صاحب ان کے خاندان سے

واقف تھے، ہاتھوں ہاتھ لیا اور شاہ عبدالقادر کے پاس اکبری مسجد بھیج دیا،" مقالات سر سید" جلد ۱۶، صفحہ ۲۴۵ پر مذکور ہے کہ سید صاحب پہلے شاہ عبدالقادر کے پاس پہنچے تھے اور انہوں نے تعلیم کے لئے بٹھال لیا تھا مگر تعلیم پر توجہ کرنے کے بجائے وہ ان درویشوں کی خدمت زیادہ کرتے تھے جو مسجد میں مقیم تھے، بعد میں شاہ عبدالعزیز نے ان پر توجہ فرمائی، اس زمانہ میں شاہ اسماعیل بھی مدرسہ میں درس دیا کرتے تھے، لہذا کچھ دن سید صاحب نے شاہ اسماعیل سے بھی تعلیم پائی تھی، قیام دہلی میں جب شاہ صاحب کے خاندان میں آداب عرض کرنے کا رواج دیکھا تو اعتراض کر دیا کہ السلام علیکم کہنا چاہیے، یہاں جتنی بھی کتابیں پڑھی ہوں مگر حسب معمول نتیجہ صفر تھا، کہتے ہیں کہ کافیہ تک پڑھا تھا، اور یہ بھی مشہور ہے کہ مشکوٰۃ شریف کا بھی مطالعہ کیا تھا، مگر بے دلی و بے رغبتی کا حال معلوم کر کے شاہ عبدالعزیز نے انہیں اپنے پاس بلایا اور جائزہ لے کر یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ اس دنیا کے آدمی نہیں ہیں، اس کے بعد انہیں روحانی تعلیم دینے کے لئے مرید کیا اور مجاہدات کروانے کے لئے حجرے میں بٹھا دیا، قیام دہلی کی مدت ڈیڑھ سال بتائی جاتی ہے، مجاہدات سے انہیں فائدہ ہوا، اس خوش آئندہ تبدیلی کا باعث شاہ صاحب ہوئے، لہذا ان کے فیض صحبت سے وہ کچھ سے کچھ ہو گئے:

اتنی سی بات تھی اسے افسانہ کر دیا

WWW.NAFSEISLAM.COM

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیعت کا فسانہ

بیعت معمول کے مطابق لی گئی تھی، مگر اس کو اہمیت دے کر عجائبات کا ایک ڈھکوسلا بنا دیا ہے۔ اقرار ہے کہ طریقہ نقشبندیہ میں بیعت لی تھی، مگر تشریح غرابت کے ساتھ کی گئی ہے۔ لکھا گیا ہے کہ بیعت لیتے وقت شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ:

''اگرچہ اس صاحب باطن کو رشد و ہدایت کے لئے وسیلہ کی احتیاج نہیں ہے، مگر اہل ظاہر کی رفع حجت کے لئے بیعت لئے لیتا ہوں۔''

شاہ صاحب کے طریقہ میں رشد و ہدایت کے لئے وسیلہ کی احتیاج لازمی ہے۔ اگر شاہ صاحب سمجھتے کہ وہ کامل ہیں تو بیعت لے کر فعل عبث نہ کرتے۔ مرید اقرار کیا کرتا ہے کہ مرشد کی فرمانبرداری کیا کروں گا، بیعت کے معنی ہیں:۔

''دل بدستے دگرے دادن و حیران بودن''۔ بیعت ہو جانے کے بعد مرید کی کوئی مرضی نہیں رہتی اور چون و چرا کا اسے کوئی حق نہیں رہتا۔ بیعت صفائی باطن کے لئے لی جاتی ہے۔ بیعت کے وقت ۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ء میں سید صاحب کی عمر اکیس سال کی تھی، ظاہر کیا گیا ہے پہلے دن لطیفہ قلب کی تعلیم فرمائی گئی۔ دوسرے دن پانچوں لطیفے کھل گئے۔ تیسرے دن سلطان الاذکار کی منزل طے ہوئی۔ چوتھے جلسہ میں نفی و اثبات حاصل ہو گیا۔ پانچویں دن کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے، غالباً چھٹی رہی ہو گی۔ چھٹے جلسہ میں طریق یاد داشت پر عبور ہو گیا، معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے محض اصطلاحیں جانتے تھے اور طریقت سے واقف نہ تھے ورنہ ایسی بے تکی روایت نہ کرتے۔ حضرت شیخ مجدد سرہندی قدس سرہ نے باوجود علم و فضل رکھنے کے یہ منازل ڈھائی مہینے میں طے کی تھیں، اس داستان کو سن کر یہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ سید صاحب کا ظرف نہایت درجہ عالی تھا، جو توجہ کو برداشت کر کے چھ دن میں یہ مرحلے طے کر گئے، ورنہ اتنی تیزی میں حواس ہی نہیں جان بھی جاتی رہتی ہے، جب شاہ

صاحب نے شغل برزخ یا تصور شیخ کے لئے کہا تو سید صاحب نے سادگی سے عرض کیا کہ یہ از قسم بت پرستی ہے، شاہ صاحب نے اس پر حافظ شیرازی کا شعر سنایا کہ "بہ مئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید"، یہ سن کر سید صاحب نے ادب کے ساتھ سر تسلیم خم کر دیا اور کہا اگر چہ مئے نوشی حرام ہے مگر میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا، مگر خدا کے واسطے شغل برزخ سے مجھے معاف کر دیا جائے، ان کی فہم و فراست کو سمجھ کر، سید صاحب کو اپنی بغل میں لے کر ان کے رخسار اور پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے انہیں خوش خبری سنائی کہ اے فرزند ارجمند حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء تم کو مرحمت کی ہے۔(۱)

بغل گیری اور بوسہ شیخی تو صحیح ہے مگر ولایتوں کے عطیہ کا ایک مبتدی سے ذکر کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا، بہ حیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہ است، اب یہ صاحب باطن نابلد ہونے کا اقرار خود کر رہا ہے کہ براہ کرم بتا دیجئے کہ یہ ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء کس چڑیا کا نام ہے۔

یا تو تصور شیخ سے وہ انکار یا یہ لاعلمی کہ ولایتوں کے معنی و فرق کو دریافت کرنا پڑا، لکھنے والے شاید خود بیعت سے نابلد ہیں ورنہ ایسی بے سروپا نہ اڑاتے، یا پھر ان امور سے یہ بھی ترجیح ہوتا ہے کہ سید صاحب نے خود مرشد کی اصلاح کرنا چاہی تھی لیکن ایسی حجت بازی مدرسوں میں ہوتی ہے، خانقاہ میں نہیں ہوا کرتی، شاہ صاحب نے قال کا جواب حال سے دیا یعنی بغل میں لے کر رخسار و پیشانی کو بوسہ دیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ شاہ صاحب نے اپنی روحانی قوت کا اثر ڈالا۔ یہ بوسہ شیخی بذات خود راز بستہ ہے جس کو ناواقف راہ طریقت نہیں سمجھ سکتے۔ مہر صاحب نے سید احمد شہید کے صفحہ ۱۷۷ کے نوٹ میں طریقت سے اپنی ناواقفیت کا اقرار کرتے ہوئے اپنا قیاس ظاہر کیا ہے کہ:۔

۱۔ کتاب نور محمدی، مصنف نسیم احمد علوی جھنجھانوی میں ہے کہ سید صاحب رائے بریلی سے حضرت شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ آپ کے خاندان میں تو منصب ولایت موروثی ہے، ان شاء اللہ آپ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح رتبہ خصوصی پر فائز ہوں گے۔ (منقول از نقش حیات، ص: ۳۹) مسعود

"شاہ صاحب سمجھ گئے کہ یہ دوا سید صاحب کے مزاج کے سازگار نہیں آ سکتی۔ کیونکہ سید صاحب کی طبیعت اتنی پاک اور مزکی تھی کہ تصور شیخ کو قبول نہ کر سکی۔ لہذا اسے چھوڑ دیا۔ اور تصور شیخ کی ضرورت نہ سمجھی۔"

جس علم سے واقفیت نہ ہونے کا اقرار ہو۔ اس کے متعلق قیاس کرنا عقلمندی سے بعید ہے۔ ورنہ کہہ دیا جائے گا کہ ھذا بھتان عظیم۔ شیخ طبیعت کو پاک و مزکی بنانے کے لئے یہ تمام پاپڑ بیلا کرتا ہے۔ اگر جناب مولانا غلام رسول مہر صاحب کے قیاس کو تسلیم کر لیا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ شاہ عبدالعزیز نے اپنے اصول سے شاہ ولی اللہ کی تعلیم سے حضرت مجدد سرہندی کے طریقہ سے اور چاروں سلاسل کے معمولات سے انحراف و اختلاف کر دیا، کیونکہ یہ سب تصور شیخ کے عامل و قائل ہیں، محمد عاشق پھلتی۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اس کو صحیح سمجھتے ہیں اور سید صاحب نے خود صراط مستقیم میں اس کو جائز لکھا ہے۔ اسی اصول پر مولوی مرتضیٰ کو سینہ سے لگا کر سید صاحب نے خود تسکین دی ہے اور میاں محمد حسین کا اقرار ہے کہ:

"جس وقت میں نے سید صاحب سے بیعت کی مجھ پر میرا وجود منکشف ہو گیا اور پھر دل میں نظر ڈالتا تھا تو سید صاحب ہی سید صاحب نظر آتے تھے۔" (سیرت سید احمد شہید ص ۲۷۵)

مولوی رشید احمد گنگوہی "ارواح ثلاثہ" کے صفحہ ۲۹۰ پر رقمطراز ہیں کہ:۔

"تین سال کامل حضرت حاجی امداد اللہ کا چہرہ قلب میں رہا اور میں نے بغیر اس سے پوچھے کوئی کام نہیں کیا۔"

اس آخری فقرہ کے معنی یہ ہوئے کہ تصور بولتا تھا اور جواب دیتا تھا، تصور کو بت اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ تصور بول سکتا ہے۔ بہر حال مفہوم کچھ ہی ہو مگر بغل گیری اور بوسہ بیعتی کے بعد سید صاحب کو ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء کا مژدہ سنایا گیا، معلوم نہیں یہ مبارک باد ہے یا پیشین گوئی ہے۔ استحکام محبت کے لئے تصور

ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس کو شرک فی العلم سمجھنا سمجھ کی غلطی ہے۔ اس سے جملہ وساوس دفع ہو جاتے ہیں۔ اس کے کامل ہو جانے پر عالم ملکوت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ حدیث احسان تصور کے دو طریقے بتاتی ہے۔ یا یہ سمجھو کہ خدا تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یا یہ خیال جماؤ کہ تم اللہ جل شانہ کو دیکھ رہے ہو۔ پھر یہ تو واقعہ ہے کہ تصور شیخ کے متعلق تواتر اجماع امت کی دلیل ہے۔ حضرت مجدد سرہندی، شاہ ولی اللہ، شیخ کلیم اللہ جہان آبادی۔ یہ سب تصور کے قائل ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:۔

چوں خلیل آمد خیال یار من
صورتش بت، معنی او بت شکن

اب بھی اگر دھاندلی، ضد اور ہٹ کی جاتی ہے تو اعلانیہ اقرار ہے:۔

آرے آرے میکنم با خلق وواعظ کار نیست

بہت اچھا! تصور شیخ شرک ہی سہی، تو حدیث احسان کے دوسرے حصہ پر کہ نماز پڑھتے میں یہ سمجھو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے، عمل کیجئے اس عمل میں، التحیات اور درود شریف پڑھتے وقت رسول ﷺ کا خیال ضرور آئے گا، اگر اس کو ہٹانا چاہا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کو قائم رکھا تو شاہ اسماعیل کے مسلک سے خارج ہونا پڑے گا۔ فاعتبروا یا أولی الأبصار۔

یہ انکار تصور ہی اس نئے مسلک کی بنیاد ہے، جس کی تردید خود سید صاحب کے طرز عمل سے ہو جاتی ہے۔ پھر اس سنگ بنیاد کو ولایتوں کے فرق سے تقویت پہنچائی گئی ہے۔ اور شاہ صاحب کی توجیہ وتشریح تقویۃ الایمان میں وضاحت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ ولایت اولیاء حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے بعد جب سالک تکمیل کر لیتا ہے تو مخلوق کی تبلیغ کرنے کو متعین کیا جاتا ہے، اس خدمت تبلیغ کی اہلیت کو ولایت انبیاء کہا جاتا ہے۔ یہ مرتبہ جملہ ولایت سے افضل ہے۔ اتنا لکھنے کے بعد ارشاد کیا گیا ہے کہ:۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

"اس میں ایک نکتۂ باریک ہے جس کو اس زمانہ کے لوگ نہیں سمجھتے، اور وہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے تحصیل کر کے جب ولایت انبیاء میں پکے ہو جاتے تھے تو ولایت اولیاء کو شروع کرتے تھے۔ دونوں ولایتوں میں تخالف نہیں ہے اور دونوں کی جو تعریف کی گئی ہے وہ ہر طرح صحیح ہے۔ مگر قابل لحاظ یہ امر ہے کہ ولایت انبیاء جڑ۔ بنیاد اور اصل ہے اور ولایت اولیاء مثل نقش ونگار کے ہے، جب ولایت انبیاء کی عمارت تیار ہو جاتی ہے تو اس پر ولایت اولیاء کے گل بوٹے لگائے جاتے ہیں۔ مگر اب جاہل فقراء اور نادان سالکوں نے ثانی کو اول مقرر کر کے ولایت انبیاء کو ہاتھ سے کھو دیا ہے۔ اور شروع ہی سے ولایت اولیاء میں پڑ کر برباد ہو گئے ہیں۔ حالانکہ "أمن ثم جاهد" کی حدیث مشہور ہے کہ پہلے ایمان لاؤ پھر مجاہدہ کرو۔"

اس حدیث سے یہ ثابت کیا کہ ایمان لانا ولایت انبیاء ہے، اور مجاہدہ کرنا ولایت اولیاء ہے۔۔۔ صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے۔۔۔ اس نکتہ باریک میں جدت، فراست اور عجوبیت علم وفضل کے ذریعہ اس درجہ بھر دی ہے کہ اس کو جہالت وخرابی دماغ اور شیطنت کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہتے ہیں کہ ابتدا سے جملہ بزرگان دین ولایت انبیاء کو اول اور ولایت اولیا کو مؤخر مانتے چلے آئے ہیں، مگر خود لکھا ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ ولایت اولیاء حاصل کی جاتی ہے، جس سے تبلیغ کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے، اس کے بعد ولایت انبیاء ملتی ہے۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد

علمیت کا یہ زور ہے کہ حدیث کے معنی پلٹ دیئے۔ اور یہ کہہ کر دنیا بھر کی آنکھوں میں خاک جھونک دی۔ گویا مؤخر کو مقدم بتا کر اسماعیلیہ نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنالی۔ اب کس طرف کو سجدہ کیا جائے۔ یہ جدت تقویۃ الایمان میں سید صاحب کی بیعت سے پہلے لکھی گئی تھی۔ پھر بیعت کے بعد صراط مستقیم میں بھی دوہرا

دی ہے۔ سید صاحب کو اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ صراط مستقیم کے مسلک کے خلافت شاہ عبدالعزیز صاحب کی زبان سے تائید کروائی گئی ہے، اندھیر ہے۔۔۔۔۔ یہ شیطان کی پھونکی ہوئی کرامت ہے۔۔۔۔

بیشک حدیث وقرآن کی تعلیم سے ایمان پختہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد مجاہدے کئے جاتے ہیں۔ قدیمی اور عام طریقہ یہی ہے کہ مجاہدات کو ولایت عامہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ولایت خاصہ کی دو قسمیں ہیں۔ ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء، ولایت اولیاء کو ہمیشہ سے تقدم حاصل ہے۔ بیشک شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا مقصد محبت الٰہی ہے۔ اور محبت کے بھی کئی اقسام ہیں۔ حب عقلی اپنے فائدہ کے مدنظر کڑوی دوا کو گوارا کر لیتی ہے۔ حب ایمانی کا نام شریعت ہے۔ اور یہ بالکل اختیاری ہے۔ چونکہ اختیاری ہے اسی لئے اس پر جزا وسزا مرتب ہوتی ہے۔ یہی حب ایمانی ترقی کر کے حب عشقی بن جاتی ہے۔ اُسد جباللہ کی آیت کریمہ اسی حب عشقی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ حب ایمانی گویا حب عشقی کا مقدمہ ہے۔ حب عشقی میں نہ اختیار ہے نہ ارادہ۔ لہذا اب یوں سمجھنا چاہیے کہ حب ایمانی کے دو درجے ہیں۔ یعنی ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء، ولایت اولیاء میں اللہ تعالیٰ کی ذات بحت کی تجلی صفات کے پردے میں ہوتی ہے۔ جہاد نفس اس کے لئے لازمی ہے اور تصور شیخ کی اسی منزل میں ضرورت ہوتی ہے اور اسی کو جہاد اکبر بھی کہا جاتا ہے۔ ولایت انبیاء میں تجلی کا ظہور بلا واسطہ ہوا کرتا ہے۔ اس درجہ کا جہاد، جہاد اصغر ہے۔ یہی منزل فنا فی اللہ کی ہے۔ صاحب ولایت انبیاء کا مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود اس کا ہاتھ۔ کان اور زبان بن جاتا ہے۔ اور گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ اندریں صورت کون ہے جو قدم اول پر ہی بلا واسطہ تجلی کو برداشت کر سکے۔ اور اگر کر سکتا ہے۔ تو یا تو جان سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں یا ہوش وحواس کھو کر مجذوب مطلق بن کر رہ جاتا ہے۔ اب تجدد نواز بمشورہ ابلیس جو کچھ بھی تاویل کریں ان کی زبان کون پکڑ سکتا ہے۔ مگر ان کا یہ کہنا ہے

خلاف فطرت، بلندی سے دیکھنا انبیاء کے لئے مختص ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پستی سے بلندی کی طرف رخ کرنا عامی کی خصوصیت ہے۔ صوفیہ کی منزلیں پستی سے بلندی کی طرف جاتی ہیں۔ چنانچہ ان کی ترقی کے مدارج یہ ہیں: ۱۔ سالک ناقص ۲۔ سالک مجذوب ۳۔ مجذوب ۴۔ مجذوب سالک اور پھر ۵۔ سالک کامل۔ ایمان لانے کے بعد سالک۔ مخلوق سے حق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی کو ولایت اولیاء سیر الی اللہ اور مرتبہ اولیاء کا مقام کہا جاتا ہے، جب کمال حاصل کر کے سالک حق کی طرف سے مخلوق کو تربیت دینے کے لئے متعین ہوتا ہے تو اسے ولایت انبیاء، سیر فی اللہ اور جمع الجمع کہتے ہیں۔ لہذا ناممکن ہے کہ کوئی ولایت اولیاء سے پہلے ولایت انبیاء حاصل کر سکے۔ اب اگر ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء کی تربیت وہی ہے جس کی مدعی تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم ہے تو ظاہری و باطنی اصول سے غلط ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بحث بھی کی جاتی ہے کہ ولایت کا درجہ نبوت سے افضل ہے یا نہیں؟ یہ سوال نبی کی ولایت اور نبی کی نبوت کے متعلق ہے۔ ہر نبی پہلے منزل ولایت طے کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کو نبوت تفویض کی جاتی ہے اس لئے نبی کی ولایت کو نبی کی نبوت پر تفوق حاصل ہے۔ ولایت نبی کی صفت ہے۔ اور نبوت نبی کا عہدہ ہے۔ اسی صفت ولایت کی وجہ سے اسے نبوت کا عہدہ دیا جاتا ہے۔ لہذا صفت کو عہدہ پر ترجیح ملنا چاہیے۔ جہاں تک ولی کا تعلق ہے تو ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء دونوں مجاہدے اور صفات ہیں۔ اس میں کسی کو بھی عہدہ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ ولایت اولیاء میں نبی کے سے اختیارات و حقوق مل جاتے ہیں۔ مگر ایسے ولی کو نبی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ ان حقوق کے ذریعہ نبی کا اتباع کرنے کے لئے مجبور ہے۔ اس کے علاوہ نبی معصوم ہوتا ہے اور ولی محفوظ ہوتا ہے۔ اندریں اشکال مشابہت و مطابقت کی وجہ سے ولی و نبی کو مساوی و برابر بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ ایسا سمجھنا نہ صرف بے ادبی ہے بلکہ کفر ہے:۔

اب وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے قدیمی طرز و طریقے کو چھوڑ کر ولایت انبیاء کو مقدم کبھی نہیں سمجھا۔ اس لئے شاہ اسماعیل

کے نئے خیالات اور جدت طرازیوں سے شاہ عبدالعزیز کا کوئی تعلق نہیں۔ اور شاہ اسماعیل کو تحریف کر لینے میں کمال بھی حاصل ہے۔ شاہ اسماعیل کی طباعی و ذہانت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر وہ بہک گئے۔ ان کی نکتہ آفرینیاں فقہی مسائل میں کوئی معنی رکھتی ہوں۔ مگر انہوں نے غضب کیا کہ طریقت میں بھی اپنے علم معقول سے کام لیا۔ سب سے زیادہ کفران نعمت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی طبع آزمائی کا تختہ مشق شاہ عبدالعزیز صاحب کو بنانے کی کوشش کی۔ اور یہی روشنی طبع سید احمد صاحب کے لئے بلائے جان ثابت ہوئی، جو مژدہ سید صاحب کو وقت بیعت شاہ عبدالعزیز سے دلوایا ہے۔ اگر منجملہ پیشین گوئی ہے تو خیر ورنہ قطعی جھوٹ اور مہمل ہے۔ ولایت اولیاء کو محذوف کر کے ولایت انبیاء پر جست لگانا ناممکن العمل اور خلاف فطرت ہے۔ بغیر معرفت حاصل کئے ہوئے کفار یا سلاطین جائر سے جہاد نہیں کیا جا سکتا۔ جہاد اکبر کو منطق و فلسفہ کے زور پر مؤخر کر دینا مشتے بعد از جنگ کا مصداق ہوگا۔ یعنی گوشہ گزینی اختیار کر کے ٹھنڈے ٹھنڈے آغوش لحد میں آرام فرمائیے۔ یہ اسماعیلیہ تشبیہ کو گوارا نہیں کرتے اور تنزیہ میں انتہائی غلو اختیار کرتے ہیں۔ یہی ان کے نزدیک محبت الٰہی کا بہترین ثبوت ہے۔ صفات کو نظر انداز کر کے محض جامد اسم کے درپے ہو جانا اور رٹنا خلاف شان اسلام ہے، شانوں اور صفتوں سے حرکت و حیات ثابت ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف اسم جامد ہی کو بت کہا جاتا ہے، صفتوں کا صرف منہ سے اقرار کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا جب تک کہ ان شیون و صفات کی خود سیر نہ کی جائے اور حامل نہ بنا جائے، یہ سیر لامتناہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نہ حد ہے نہ نہایت۔ ولایتوں کی ترتیب بدل دینے کا اگر عملی تجربہ کیا جائے تو منزل ہی طے نہیں ہوتی۔ ہر مقام پر لکھا نظر آئے گا کہ۔۔۔۔ ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است۔۔۔۔ یہ سب قیاسی حجت سید صاحب کو کامل بنانے کے لئے ایجاد کی گئی ہے۔ اور دنیا کو دھوکہ دیا گیا ہے۔ مقالات سرسید جلد ۱۶ سے یہی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ سید صاحب نقشبندیہ دستور کے مطابق مرید بنائے گئے اور خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ سوانح نگاروں کی منطق نو ایجاد نے سید صاحب کی جامعیت کو محدود و تنگ بنا دیا ہے اور درخشاں ستارے کو

معمولی سے قطرۂ آب کے اندر مقید کر کے دکھایا ہے۔۔۔۔ پہلے ہی قدم پر ان کو نہ صرف ولایت انبیاء سے مزین کر دیا ہے۔ بلکہ امام، معصوم اور مامور بھی مشہور کر دیا ہے، اور مہدی بھی بنا دیا ہے۔(۱) وہ جو کچھ بھی بنائیں مگر ماورزادولی کو رسمی علوم کے مباحث سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ اس کا ذریعہ معلومات علم معقول سے علیحدہ ہوا کرتا ہے وہ مدرسہ والوں کی خو بو نہیں رکھتا۔ وہ اپنی روحانیت کے سامنے ان واہیات فروعی مسائل پر توجہ نہیں کیا کرتا۔

اعتراض سے بچنے کے لئے خواہ مخواہ سید صاحب کو ظاہری تعلیم سے مزین کرنے کی بھی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ اور جب اطمینان نہیں ہوا تو باطل پرستی کی آڑ لے کر شہرت دے دی کہ نعوذ باللہ من ذلک، سید صاحب حضور نبی کریم ﷺ کی مشابہت پر مخلوق کئے گئے تھے۔ اسی سبب سے بے علم رہے۔ اسی لئے انہیں ''امی'' سے ملقب اور علم لدنی سے متصف کیا گیا۔ پھر اسی بنیاد پر نبوت سے ملا کر ان کے مرتبہ کو نبوت کے برابر ظاہر کر دیا۔ مگر ظاہر ہے کہ رسول ہاشمی صلوا علیہ وآلہ کا امی ہونا بے مثال معجزہ ہے۔ پھر حیرت ہے کہ اسماعیلیہ اپنی موحدیت کے باوجود عجائب پرستی وتشبیہ کی تقلید کیسے کرنے لگے، معتقدین نہیں سمجھتے کہ جناب سید احمد صاحب سے روز حشر ان خطابات وکرامات کے متعلق جب پرسش ہوگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح وہ صاف فرمادیں گے کہ میں ان پرستاروں سے بری ہوں اور ان ہذیانات سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ بہر حال:

کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے انداز
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

۱۔ ملاحظہ ہو نواب صدیق حسن کی ''اربعین'' اور ولایت علی صادق پوری کا رسالہ تسعہ اور جعفر تھانیسری کی برکات اسلام۔

بیعت کے بعد

سید صاحب کا دہلی میں قیام تقریباً ڈیڑھ سال رہا۔ کچھ دن ظاہری تعلیم میں صرف ہوئے۔ کچھ دن مجاہدے کئے اور کچھ دن شاہ عبدالعزیز کی صحبت میں رہے۔ گوشہ نشینی کی زندگی خاموش زندگی تھی۔ مدرسہ والوں سے رسم وراہ پیدا نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ شاہ اسماعیل بھی اپنے اس شاگرد کو نا قابل توجہ سمجھے۔ ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء کے آخر میں سید صاحب وطن مالوف تشریف لے گئے۔ یہ وہ سال ہے جب کہ روسی حملہ کی خبر سن کر تیموری شاہزادہ زمان شاہ لدھیانہ سے کابل گیا ہے اور اسی سال زمان شاہ کے گورنر رنجیت سنگھ نے کشمیر ملتان اور پشاور پر تسلط جما کر پنجاب میں سکھ حکومت کی بنیاد رکھی ہے۔ وطن والوں نے جوش و مسرت سے سید صاحب کو خوش آمدید کہا۔ مسرت اس بات کی تھی کہ ان کا لاابالی پن سنجیدگی سے بدل گیا تھا اور ان کے حرکات وسکنات سے تہذیب و اخلاق ظاہر ہوتے تھے۔ وہ نہ صرف خود پابند شریعت ہو گئے تھے، بلکہ دوسروں کو بھی پابند شرع بننے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ مگر پھر بھی محویت کی ایک جھلک ان میں دکھائی دیتی تھی۔ اہل خاندان نے موقع کو غنیمت سمجھ کر ان کے گلے میں سنت پیغمبری کا طوق ڈال دیا کہ گریزپائی کا علاج ہو جائے۔ اور گھر کی رونق میں اضافہ ہو۔ ان کی ازدواجی زندگی حوالہ قلم نہ کر کے ان کے سوانح نگاروں نے اپنی کم نظری و کوتاہ بینی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ البتہ سوانح احمدی میں اس قدر بتایا گیا ہے کہ ان دو برس کے ایام میں ایک صاحبزادی تولد ہوئی تھیں جن کے بطن سے ایک صاحبزادے اسماعیل پیدا ہوئے اور سید صاحب کے اصل واقعات کو نظر انداز کر کے عجائب پرستی

کے دھکوسلوں پر طبع آزمائی کی ہے۔ مثلاً سید صاحب کو رسول مقبول ﷺ اور حضرت صدیق اکبر ؓ کی جسمی زیارت کی خواب میں سعادت حاصل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے خواب میں تین چھوارے اپنے دست مبارک سے ان کے منہ میں رکھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ہاتھ سے انہیں غسل دیا اور سیدتنا بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود اپنے دست مبارک سے انہیں کپڑے پہنائے۔ حضرت غوث الثقلین اور خواجہ نقشبند میں ایک مہینہ تک برابر کشمکش ہوتی رہی کہ کون ان کو اپنی طرف جذب کرے، اور آخر کار بڑی مشکل سے یہ طے پایا کہ دونوں ایک ساتھ اپنی روحانیت سے انہیں مستفیض فرمائیں۔ اس سے پہلے قیام دہلی کے زمانہ میں کبھی سید صاحب نے حضرت خواجہ بختیار کاکی کے مزار مبارک پر اعتکاف کیا تھا تو ان کی روح پاک نے بہ حکم رب خود بخود نسبت چشتیہ عطا کر دی تھی وغیرہ وغیرہ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان خوابوں کی اصلیت کیا ہے، مگر ان کے اظہار سے واقفان رموز خوش نہیں ہوتے، مگر ان امور سے یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ سید صاحب کی طرح ان کے معتقدین ان مقدس ہستیوں کے وصال کے بعد بھی ان کی فیض رسانی کے قائل ہیں۔ استغاثہ سے منحرف نہیں ہیں اور عالم برزخ کی حیات کو تسلیم کرتے ہیں اور جو شخص ان حقائق کو نہیں مانتا وہ سید صاحب کی جماعت سے یقیناً خارج ہے۔ یہ خواب کچھ ہی ہوں مگر ان سے سید صاحب کے اعزاز و منزلت کا اظہار مقصود ہے۔ بہر حال وطن کے اس قیام میں ان کی وجدانیت میں ان کا اضطراب محسوس کیا جا سکتا ہے اور اعزاء و اقارب کو اسی سے اندیشہ تھا، چنانچہ دو برس کے صبر و سکون سے وہ اکتا گئے اور ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں جب کہ انگریزوں اور رنجیت سنگھ سے معاہدہ ہوا تھا، وطن سے ایسے گئے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سید صاحب پنڈاریوں میں

مالوے کے لٹیرے پنڈاری کہے جاتے تھے، یہ درندگی اور خونخواری میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور امن کے جانی دشمن تھے، بستیوں میں آگ لگانا، کھیتوں کو اجاڑ دینا اور لوٹ مار کر کے رفو چکر ہو جانا، ان کا وطیرہ تھا، گھوڑوں پر بیس پچیس کوس تک دھاوا مار لیا کرتے تھے۔ اپنے ساتھ دو یا تین عورتوں یا لڑکیوں کو لاد کر لے جاتے تھے اور فروخت کر دیتے تھے، ان کا خوف اس درجہ طاری تھا کہ ان کی خبر سنتے ہیں مرد اور عورت کنوؤں میں چھلانگ مار کر جان دے دیا کرتے تھے، مالوے کے راجہ ان سے مدد لیا کرتے تھے اور اپنے یہاں ملازم بھی رکھتے تھے، یہ پنڈاری کالی دیوی کو پوجتے تھے، اپنی لوٹ مار میں اس سے شگون لیا کرتے تھے، دسہرہ کا تہوار دھوم دھام سے مناتے تھے، اسی دن نئی بھرتی کی جاتی تھی، سال بھر کا پروگرام بنایا جاتا تھا اور افسروں کو ترقی دی جاتی تھی، ان کے سردار چیتو، واصل خان، کریم خان اور امیر خان تھے۔

امیر خان سنبھل (ضلع مراد آباد۔ یوپی) کے رہنے والے تھے، بچپن میں عسرت کی وجہ سے بھینسیں چرایا کرتے تھے، جب پچیس سال کے ہوئے تو کسی طرح پنڈاریوں میں شامل ہو گئے، ان کے یہاں رفتہ رفتہ ایسے ایسے نمایاں کام کئے کہ سب نے انہیں افسر اعلیٰ تسلیم کر لیا، امیر خان کے راجہ ہلکر سے گہرے تعلقات تھے، راجہ انہیں نواب کہا کرتا تھا، ان کی دیکھا دیکھی پنڈاریوں کا ہر افسر اپنے آپ کو نواب کہنے لگے۔

راجہ ہلکر کی رانیوں میں سب سے زیادہ حسین تلسی بائی تھی، راجہ کے مرجانے کے بعد وہی قارث تخت اور نابالغ صاحبزادی کی ولی بنی، اس کا دل امیر خان سے مل گیا تھا، لہذا اپنے ساتھ ان کو بھی ولی بنا لیا تھا، اس طرح امیر خان کی شان میں اور بھی

WWW.NAFSEISLAM.COM

چار چاند لگ گئے، اسی جلن میں تلسی بائی کو کسی پنڈاری نے ۱۸۱۸ء میں قتل کر دیا تھا(۱)

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ سید صاحب وطن سے فرار ہو کر ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں پنڈاریوں کے جتھے میں نمودار ہوئے، پتہ نہیں کہ مالوہ جانے کا انہیں الہام ہوا تھا، شاہ عبدالعزیز نے ہدایت کی تھی یا بھائی سے ملنے کا ذاتی شوق اس کا محرک تھا، ان کے بھائی کا نام کسی نے عبدالرحمٰن لکھا ہے اور کسی نے ابراہیم بتایا ہے، سید صاحب کے پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا، سید صاحب کا قیام ان لوٹیروں میں سات سال رہا، اس کے دو سبب بتائے جاتے ہیں، ایک یہ کہ ان بدقماشوں کی اصلاح منظور تھی، دوسرے یہ کہ ان بلائے درمانوں سے فوجی تعلیم حاصل کرنا تھی، واقعات مظہر ہیں کہ دونوں وجوہات میں سے کسی ایک میں بھی کامیابی حاصل نہ کر سکے، البتہ ان لوگوں سے سیکھ کر شب خون مارنے میں کمال حاصل کر لیا تھا، جس کی حدیث ممانعت کرتی ہے، یعنی یہ کہ غفلت میں یا سوتے میں دشمن پر حملہ نہیں کرنا چاہیے، نواب امیر خاں کے یہاں کسی کی تنخواہ مقرر نہیں تھی، مال غنیمت مل جاتا تو عید ہو جاتی ورنہ محرم کا مہینہ رہتا، سید صاحب حسب عادت لشکریوں کی خدمت کیا کرتے تھے، ان کے لئے دعا فرماتے تھے، ان کے ضمیر کا حال بتا دیتے تھے، برکت کے لئے یہ لوگ انہیں مہموں میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے، بعض کا خیال تھا کہ سید صاحب کو نجوم آتا ہے، بعض کی رائے تھی کہ ان کے قبضے میں ہمزاد ہے، ان کے بھائی سے معلوم ہو گیا تھا کہ سید صاحب پڑھے لکھے نہیں ہیں، مگر دہلی کے ایک سپاہی نے بتایا کہ شاہ عبدالعزیز نے ان پر نظر ڈال دی ہے اور وہ ان ہی کے مونڈے ہوئے ہیں، ایک مرتبہ دوران جنگ میں مخالف انگریز کے خیمہ میں بے درنگ داخل ہو گئے، انگریز افسران کے والہانہ انداز دیکھ کر مشکوک نہیں ہوا بلکہ محظوظ ہوا، سوانح احمدی میں جعفر تھانیسری کی روایت ہے کہ اس انگریز سے سید صاحب نے نواب امیر خان کی سفارش کی تو اس نے

---

(۱) ہسٹری آف انڈیا، مرتبہ کلارک مارشمین سی ایس آئی، باب: ۱۰، ص: ۳۲۶

وعدہ کرلیا کہ وہ نواب سے نہیں لڑے گا اور انگریزی سرکار سے صلح بھی کرادے گا، اسی وجہ سے سید صاحب انگریزوں کے معترف و مداح تھے، سید صاحب بے کہے سنے نواب امیر خان کی محفل خاص میں بھی پہنچ جاتے تھے اور ترقی و بہبود کی دعائیں دیا کرتے تھے، ایک روایت ہے کہ جب میجر اکٹرلونی ۱۸۱۸ء میں دہلی کا ریزیڈنٹ مقرر ہوا تو سید صاحب یہ سن کر کہ میجر اکٹرلونی صلح کی گفتگو کرنے نواب امیر خان کے پاس آرہا ہے، آدھی رات سے اٹھ کر نواب امیر خان کی خدمت میں پہنچے اور سمجھایا کہ انگریز سے صلح نہ کرنا، مگر نواب امیر خان کا عذر تھا کہ لشکر کا سامان درست نہیں ہے، لشکری بھی بد دل ہو گئے ہیں، لہٰذا مصلحت یہی ہے کہ صلح کر کے انگریزوں سے دس پانچ ہزار روپیہ لے لوں، اس کے بعد ان کی خبر لوں گا، سید صاحب نے فرمایا کہ مصالحت کے بعد آپ سے کچھ نہ ہو سکے گا (وقائع)، وزیر الدولہ نے وقائع میں یہ بھی لکھا ہے کہ سید صاحب پہلی مرتبہ جس روز لشکر میں تشریف لائے تو اعلان کیا کہ امیر خان کو ریاست و نوابی ملے گی، پھر کچھ عرصہ بعد ان کی ریاست سے مجاہدین کا لشکر لے کر ہم گزریں گے۔ مرزا حیرت اپنی کتاب ''حیات طیبہ'' میں رقمطراز ہیں کہ بیچ میدان جنگ میں خیمہ نصب کیا گیا تھا، اس میں سید صاحب، لارڈ ہیسٹنگز اور امیر خان کے درمیان گفتگو ہوئی تھی، نواب امیر خان صلح کے لئے تیار نہیں تھے، سید صاحب نے بڑی مشکل سے انہیں شیشے میں اتارا کہ اپنے لئے نہیں بلکہ اپنی اولاد کی خاطر صلح کر لینا چاہئے، چنانچہ لارڈ ہیسٹنگز اسی وجہ سے سید صاحب کی تعظیم و توقیر کیا کرتا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ جملہ تذکرہ نگاروں کی روائتیں بر بنائے عقیدت فرضی و قیاسی ہیں، صاحب ''سیرت سید احمد شہید'' نے خرافات سے بچ کر کمالات کا اظہار مختصر و مبہم کیا ہے، سوانح احمدی میں کرامتوں کی بھرمار ہے، مولانا غلام رسول مہر صاحب نے اپنی تاویلوں سے کرامتوں کو قابل قبول بنا دیا ہے، جس کا منشا یہی ہے کہ منہم کردہ ام رستم داستان، بہر حال سید صاحب کی مالوہ والی زندگی کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔

ہونے والی بات کہ لارڈ ہیسٹنگز نے نیپال کی جنگ میں کامیابی حاصل کر کے ایک بہت بڑی فوج سے مالوہ کا محاصرہ کرلیا، جب مرہٹوں اور راجاؤں نے ہتھیار ڈال دیئے تو امیر خان کے سامنے موت تھی یا صلح۔ سید صاحب کی ولایت و کرامت جب کچھ نہ بنا سکی تو نواب امیر خان نے انگریزوں سے صلح کر لی، یہ صلح ۱۸۱۷ء میں ہوئی تھی جس کی بنا پر امیر خان کو وہ علاقہ دیا گیا جو ان کی جولانگاہ تھا یعنی ٹونک اور باقاعدہ نواب بنا دیا گیا، واصل خان کا انتقال ہو گیا، چیتو نے راہ فرار اختیار کی، جنگل میں اسے چیتے نے ہڑپ کرلیا، کریم خاں کو گورکھپور میں جاگیر دی گئی اور نوابی کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔

سید صاحب پندرہویں میں سات سال رونق افروز رہے مگر حیرت ہے کہ ان کے متعلق خاندان والوں نے یا دہلی کے احباب نے تجسس نہیں کیا اور نہ سید صاحب کو اپنی اہلیہ اور صاحبزادی اور نواسی کی یاد آئی، البتہ مرزا حیرت نے اشارہ کیا ہے کہ سید صاحب لشکر سے چندہ جمع کر کے مدرسہ رحیمیہ کو دہلی بھیجا کرتے تھے، ایک رسالہ "مکاتیب بریلی" کے نام سے بھی شائع کیا گیا تھا، اس میں وہ خطوط تھے جو سید صاحب نے اپنی ازواج کو لکھے تھے، ان خطوط سے سید صاحب کی خانگی زندگی کے مستند حالات معلوم ہو سکتے تھے لیکن مولانا غلام رسول مہر صاحب اور مولوی سید ابوالحسن ندوی صاحب نے اس رسالہ کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے کہ در گفتن نہ می آید، بہر حال کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

جب انگریزوں سے صلح ہو گئی تو سید صاحب کا مالوے میں رہنے کا کوئی مصرف نہیں رہا، چنانچہ انہوں نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ یہاں کا کارخانہ خراب ہو گیا ہے، لہذا میں آپ کی خدمت کے لئے دہلی آ رہا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

مذہبی انقلاب

زاہد ز دیں برآمد و صوفی ز اعتقاد
ترسا محمدی شد و عاشق ہماں کہ ہست

شام وسحر کی دونوں شفقوں کے درمیان کی تاریکی چھٹ گئی تو پو پھوٹتے ہی معلوم ہوا کہ مغلوں کی شہنشاہیت کا ستارہ ڈوب گیا اور انگریزوں کی قسمت جاگ اٹھی تحریک ولی اللہی کو شاہ عبدالعزیز خوبی سے چلا رہے تھے کہ اتنے میں شاہ اسماعیل نے سید احمد رائے بریلوی کی سرکردگی میں اپنی جودت طبع سے نئی راہ نکالی، اٹھارھویں صدی عیسوی کے نصف میں کچھ ایسی ہوا چلی تھی کہ دنیا کے ہر حصہ میں اصلاحات و ایجادات ہونا شروع ہوگئیں تھیں۔

ضرورت ایجاد کی ماں کہلاتی ہے۔ اقتصادی بحران انقلاب کا باعث ہوا۔ یورپ میں اس کے دفعیہ کے لئے سائنس ٹیکنالوجی اور صنعت وحرفت کی طرف توجہ کی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ضعیف البیان انسان خدائی کا دعویٰ کرنے لگا۔ اور ترقی کی نئی نئی راہیں کھل گئیں۔ اس جدوجہد میں انگلستان کو تمام یورپ پر سبقت وفوقیت حاصل ہوئی۔ فیکٹری سسٹم کی ایجاد اور دولت کی افراط نے تہذیب وتمدن میں چار چاند لگا دیئے۔

فرانس اپنی فوجی قوت سے غیر منتظم یورپ کی ریاستوں پر اپنا سکہ جما رہا تھا، مگر اب اس کی فوجیں ملک ملک مساوات آزادی اور اخوت کا جھنڈا لے کر جانے لگیں اور انہوں نے یورپ کے پرانے آئین اور محدود اصولوں کو حرف غلط کی طرح مٹانا شروع کیا، نپولین نے نہ صرف یورپ سے اپنا کلمہ پڑھوایا بلکہ انگلینڈ کا بھی اپنے

سامنے سر جھکانے کی کوشش کی۔ اس کی کامیابیوں کا شور تمام ایشیا میں پھیل گیا۔ ان انقلابات سے مفلسی، آمریت اور محکومیت کے تخیلات کے بجائے قومیت و آزادی پروان چڑھنے لگی۔ یورپ میں والٹیر۔ روسو۔ کانٹ اور دیگر مصنفین نے تصورات، جذبات اور اخلاق میں نئی روح پھونک دی۔ ورڈ سورتھ شاعر ایڈیم اسمتھ ماہر اقتصادیات اور فلاسفر بینتھم نے ان رجحانات کو قبول کر کے گزشتہ موجودہ اور مستقبل کے لحاظ سے علمی و فنی حکمت، اخلاقیات اور کمالیت کے سبق دے کر قومی زندگی کی اصلاح کی۔ برک قدیمی وضع اور رسم و رواج کا حامی تھا۔ مگر اس کے ساتھ بینتھم فراخدلی کی تعلیم دے کر بنی نوع انسان کو بے پایاں مسرت کے حصول کی تلقین کر رہا تھا۔ برک نے دستور قدیم کی حمایت کی اور بینتھم نے ترقی پسندوں کی جماعت بنائی۔ انگلستان والوں نے دونوں کو سراہا اور دونوں سے استفادہ کیا۔ ان فلسفیانہ تحریکات کا اثر مذہب پر پڑنا لازمی تھا، لہذا مذہبی جماعتوں میں تحقیق و تجدید کا جذبہ ابھرا، عہد ہنوور کے مذہب پرست چرچ کے قائل تھے، مگر اس کو من جانب اللہ نہیں مانتے تھے، اور ہر قسم کی برائیوں کے عادی تھے۔ لہذا ان پر نکتہ چینی ہونے لگی۔ ویلزلی اور ویک فیلڈ نے ان تمام خرابیوں کے دور کرنے کا بیڑہ اٹھایا، اور ان کی تحریک ''میتھوڈزم'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ دونوں نے اپنی جوشیلی تقریروں اور وعظوں سے زہد و تقویٰ کی اشاعت کی ترک دنیا کی مذمت کی۔ ضمیر کی صفائی اور روحانی پاکیزگی کی تعلیم دے کر گناہوں کے کفارے اور تقدس کا سبق پڑھایا۔ ان کو دیہات و قصبات میں مقبولیت حاصل ہوئی، اس تحریک کے مؤرخ کا بیان ہے کہ اگر میتھوڈزم یا اسی قسم کی کوئی تحریک وجود میں نہ آتی تو انگلستان قعر مذلت سے کبھی نہ نکل سکتا۔

میتھوڈزم کے ہمعصر ''ایونجیکلز'' چرچ کے مؤید تھے، اور ان کی جماعت بہترین طریقہ سے منظم و متحد تھی۔ یہ لوگ چرچ کی دوسری جماعتوں کے برخلاف اپنے مخالفین پر تشدد کو جائز سمجھتے تھے۔ ان کا اثر اونچے اور درمیانی طبقات پر بہت تھا۔ اسی لئے عوام ان سے خائف تھے۔ ان میں کی ایک جماعت ''کلپہم'' کہلاتی تھی۔ رسم غلامی کا دشمن ولبر فورس اور مشہور شاعر کوپر اسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے، ان کے

اصول کے مطابق ہر انسانی مفاد کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور دنیا کا ہر مذہب ان کا نمائندہ بنایا جاسکتا ہے۔(۱)

مدعا یہ کہ انقلابات و تنازعات مغربی ممالک میں ترقی کا باعث ہوئے، مگر مشرق میں ان سے ترقی معکوس ہوئی، یہاں اقتصادیات اور نظام حکومت کی خرابیوں نے پنپنے نہیں دیا، ہدایت و اصلاح کا کام علماء کے فرائض میں تھا مگر علماء نفسانیت میں مبتلا تھے اور سیاست و حالات زمانہ سے نابلد تھے، ان کی توجہ عقائد کی ادھیڑ بن اور مسائل کی کاٹ چھانس میں ہی مرتکز رہی، امام ابن تیمیہ نے اصلاح کی، انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی تھی، وہ نہایت قابل تھیں، ان ہی کے نام سے خاندان مشہور ہوا، امام ابن تیمیہ، حضور غوث پاک ؓ کے سو سال بعد حران میں پیدا ہوئے، ان کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے زبان سے، قلم سے اور تلوار سے جہاد کیا، ان کے زبان و قلم نے دوست کم بنائے اور دشمن زیادہ، چنانچہ انہی قیل و قال کی وجہ سے متعدد مرتبہ انہیں قید و بند سے سابقہ پڑا، مسلمان بادشاہ تاتاری غازن خان ان کا ادب کرتا تھا، مگر جب غازن خان نے مصر پر حملہ کیا تو ابن تیمیہ کی شمشیر آبدار نے جوہر دکھائے اور غازن خان کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

امام ابن تیمیہ کے اجتہادات کچھ اس قسم کے ہیں۔

۱۔ قرون اولیٰ کے طرز و تقلید میں اشاعت اسلام ہونی چاہیے، ان کے عقائد اگرچہ حنبلی تھے مگر آزاد قسم کے تھے۔

۲۔ ائمہ اربعہ کے اجتہاد کے قائل نہیں تھے، تقلید شخصی کے مخالف ہونے کے باوجود عوام کو تقلید کی اجازت دی تھی۔

۳۔ قرآن شریف کے لفظی و ظاہری معنوں سے استدلال کرتے تھے اور تاویل کو غلط سمجھتے تھے۔

۴۔ باری تعالیٰ کی تجسیم کے قائل تھے، فلسفہ دانوں کے اعتراضوں کو غلط سمجھتے۔

۱۔ ماخوذ از ہسٹری آف فریڈم موومنٹ ان انڈیا مصنفہ تارا چند ص: ۳۱۰۔۳۱۲

۵۔قرون اولی کی تقلید کی وجہ سے ہر نئی بات ان کے نزدیک بدعت تھی، عقائد و معاشرے میں نئی باتوں کو روا نہیں رکھتے تھے۔

۶۔زیارت قبور کے مخالف تھے حتی کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مزار اقدس کی زیارت کو بھی گناہ خیال کرتے تھے، جب "شد رحال" کی حدیث سنی تو یہ ترمیم کر دی کہ زیارت قبور کی وجہ سے سواری وغیرہ کا انتظام کرنا درست نہیں ہے، ویسے جائز ہے۔

۷۔جناب رسول کریم ﷺ کی شفاعت کے قائل ہیں مگر ان کے وصال کے بعد ان کی شفاعت کو تسلیم نہیں کرتے البتہ یہ تسلیم ہے کہ قیامت میں انہیں حق شفاعت مل جائے گا، حیات بعد الموت کے منکر ہونے کی وجہ سے مردوں کو ندا کرنے کو گناہ سمجھتے تھے، کیونکہ ندا ذی روح کو دی جاتی ہے۔

۸۔وسیلہ سے انہیں انکار ہے۔

۹۔تصوف کے قائل ہیں، صوفیہ متقدمین کو سادات مومنین اور اخیار المسلمین میں شمار کیا ہے، مگر صوفیہ متاخرین پر اعتراض ہے، اس لئے کہ انہوں نے عقلیت وتاویل سے کام لیا ہے، زہد وتقویٰ میں غلو کیا ہے، وحدت الوجود، سماع اور خلوت کے اضافے کر لئے ہیں، ان کے خیال میں خلوت سے معرفت حاصل نہیں ہوتی بلکہ عقل وسمع سے ہوتی ہے اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ ولایت طاعات سے ملا کرتی ہے، ابدال وغیرہ کے وجود کو نہیں مانتے، عبادت شرعیہ اور عبادت بدعیہ کی تشریح کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ مراقبہ وغیرہ غیر شرعی ہیں۔

۱۰۔صوفیہ خام اور علماء سوء کی دھجیاں اڑائی ہیں، رفاعیہ فرقے سے دو بدو اور دست بدست مقابلہ کیا، فتنۂ عقائد کی اصلاح کر کے عقلیت کی تردید کی، تاتاریوں اور شیعوں سے جہاد کرنا ضروری بتایا، ان کی تصانیف و تقاریر میں جدت اور انفرادیت پائی جاتی ہے، عقلی و منطقی دلائل، مناظروں اور مباحثوں

میں بے تکان استعمال کئے ہیں، جناب رسول اللہ ﷺ کی قبر مطہر کی زیارت کے متعلق بحث کرنے کو علماء دمشق نے اپنا نمائندہ شیخ صفی الدین ہندی کو بنایا تھا۔ خاتمہ بحث پر ہندی مولوی نے اعلان کیا کہ اے ابن تیمیہ تمہاری مثال پھدکنے والی چڑیا کی سی ہے، جب تمہاری گرفت کرتا ہوں تو اچھل کر دوسری شاخ پر چلے جاتے ہو، معتقدین نے اس کے یہ معنی لئے کہ شیخ صفی الدین ہندی نے اپنی شکست مان لی کہ وہ ابن تیمیہ کی گرفت نہیں کر پائے، امام ابن تیمیہ چاہتے تھے کہ اپنے عہد کی سیاست کی اصلاح کریں مگر وہ سیاست کا دین سے رشتہ نہ ملا سکے اور ان کا اجتہاد کامیاب نہ ہو سکا، وہ ۶۶۱ھ/۱۲۶۲ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔

ابن عبدالوہاب

ابن تیمیہ کے بعد اپنے زمانہ میں ابن عبدالوہاب نجدی نے اعلان کیا کہ میں نیا دین لے کر آیا ہوں، پھر اپنے عقائد کے مطابق مقامات مقدسہ پر فوج کشی کی، طائف، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور کربلا کے تقریباً تمام قبے اور مشاہد منہدم کر دیئے، روضۂ نبی کریم ﷺ کے متعلق کہا کہ "ھذا اصنم اکبر" لیکن کسی طرح اس کو نقصان نہیں پہنچا سکا، اپنی کتاب توحید میں میں لکھا ہے کہ "لات گلے کا فر لات، عزیٰ اور سواع کو پوجتے تھے اور اب یہ پچھلے کافر محمد، علی اور عبدالقادر کو پوجتے ہیں، لہذا یہ اور وہ سب برابر ہیں، اس نے حضرت نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ خیالات گندے الفاظ میں بدتمیزی کے ساتھ ظاہر کئے، مشرک چونکہ واجب القتل ہوتے ہیں، اس لئے ان کلمہ گویوں کو جو اس کے عقائد کے نہیں ہیں، مشرک قرار دے کر ان کے قتل میں دریغ نہیں کی، اس کے عقائد یہ ہیں:۔

۱۔ علماء وائمہ کے اقوال کو مہمل سمجھتا ہے، تقلید شخصی کو غلط کہتا ہے۔

۲۔ اس کے نزدیک قرآن وحدیث کا مطلب جو بظاہر سمجھ میں آئے وہی قابل

عمل ہے۔

۳۔ اس کی تعلیم عقلیت اور یونانی علوم سے مختلف ہے۔

۴۔ تصوف اور اصلاحات تصوف کا اس کے یہاں دخل نہیں۔

۵۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کا ادعا کرتا ہے مگر اپنے اجتہاد کو ان کی رائے سے بہتر سمجھتا ہے۔

۵۔ توحید کا قائل ہے، صفات الٰہی کو تسلیم کرتا ہے، مگر تشبیہ، تجسیم اور تاویل کی نفی کرتا ہے۔

۷۔ غیر اللہ سے استغاثہ و توسل کو شرک خیال کرتا ہے۔

۸۔ جناب رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وسیلہ نہیں مانتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور آنحضرت ﷺ کی دعا و شفاعت کے متعلق اس کا مقولہ ہے کہ ان کو حیات میں یہ حق حاصل تھا، عالم برزخ کی حیات سے انکار ہے اور کہتا ہے کہ ہماری یہ لکڑی بہتر ہے، اس لئے کہ وہ ہمارے کام آتی ہے مگر وہ وفات پا گئے، ان سے کوئی نفع نہیں رہا، وہ ڈاکیہ جیسے تھے، لہذا گزر گئے، قیامت میں البتہ انہیں حق شفاعت پھر مل جائے گا، جناب رسول پاک ﷺ کے وسیلہ کو ذات رسول ﷺ سے علیحدہ کر کے تسلیم کرتا ہے، انبیاء صالحین کی ذات کے واسطہ کو ناجائز سمجھتا ہے۔

۹۔ قبروں پر سلام جائز ہے لیکن درخواست دعا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے، زیارت قبور مشروع ہے بشرطیکہ تجاوز نہ کیا جائے۔

۱۰۔ منکر کو مٹانے کی وجہ سے وہ قبروں کو منہدم کرتا ہے۔

۱۱۔ اس کے نزدیک اسماء صفات کے علاوہ کسی مخلوق کی پناہ لینا شرک ہے اور غیر اللہ کی قسم کھانا خلاف توحید ہے۔

ابن عبدالوہاب سلف صالحین کی پابندی کو صحیح سمجھتا ہے، اپنے مخالفین کو مرتد و کافر خیال کرتا ہے، لہذا ان پر تشدد کرنا جائز ہے، ان ہی اصولوں کی وجہ سے وہ عام

WWW.NAFSEISLAM.COM

طور پر اہل قبلہ کی تکفیر کرنے کے سبب ملزم خیال کیا جاتا ہے۔ مگر وہ جواب میں عمومی تکفیر سے انکار کرتا ہے، لیکن بایں ہمہ اتمام حجت وتبلیغ کی وجہ سے مکمل تکفیر و قتال کا روادار ہے، قبر پرستی اور ظاہری مشرکانہ اعمال کو عملی کفر کہتا ہے، مگر علماء اسلام کفر عمل اور کفر اعتقاد میں امتیاز کرتے ہیں۔ یہ وہابی توحید ربوبیت کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ توحید الوہیت کو اصل سمجھتے ہیں، تمبا کو نوشی کے خلاف ہیں، مگر قہوہ نوشی ان کے یہاں جائز ہے، ان لوگوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ جناب رسول ہاشمی ﷺ کی پیشین گوئیاں نجد والوں کے خلاف ہیں، ان کے مشار الیہ یہی لوگ خیال کئے جاتے ہیں۔

ابن عبد الوہاب کو حکومت کی مدد حاصل تھی، ابن سعود یعنی امیر درعیہ عثمان نے اس کی دعوت قبول کر لی تھی اور اپنی صاحبزادی کی شادی بھی اس سے کر دی تھی، اس طرح دونوں کو فائدہ ہوا، اس کی تعلیم و مذہب پر سیاست کا غلبہ رہا، اس کی اصلاح کی یہی خصوصیت اس کے مہمل ہونے کا ثبوت ہے۔

ہندوستان میں حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کا تجدد یقیناً کامیاب ہوا، انہوں نے اپنے والد سے سلسلہ صابریہ میں بیعت کی تھی، بعد میں سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور ان سے خلافت پائی، اس عہد میں علماء سوء اجتہاد اور بدعت حسنہ کے حیلہ سے فسق و فجور میں مبتلا تھے، اور صوفیائے خام نے کرامات کی دکانیں کھول دی تھیں، شہنشاہ اکبر اپنی ابتدائی زندگی میں پابند مذہب تھا اور تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے اس نے عبادت خانہ کی بنا ڈالی تھی، مگر علماء کی نفسانفسی، جاہ طلبی اور آپس کی ضدوں نے اکبر کو دل برداشتہ کر دیا، اس کی مایوسی دیکھ کر ابوالفضل اور بیربل نے اسے صاحب زمان بنا دیا اور دین الٰہی وجود میں آ گیا، عبادت خانہ بت خانہ بن گیا، اکبر کے الحاد کی مخالفت جن بزرگوں نے کی ان میں حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی سرفہرست ہے، انہوں نے دین کی تعلیم سلوک

پر مقدم رکھی، احیاء سنت اور اجتناب بدعت پر خاص طور پر زور دیا ہے، جزیہ کی موقوفی پر انہیں ملال تھا، ذبیحہ گاؤ کو وہ اعظم شعائر اسلام میں شمار کرتے ہیں، وحدت الوجود کا مسئلہ مختلف فیہ تھا، بہ تقلید شیخ علاء الدولہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ وحدت الشہود کو رائج کیا، حضرت کا ارشاد ہے کہ حال تابع شریعت ہے اور شریعت تابع احوال نہیں ہے، شریعت وطریقت کے خلاء کو دور کر کے دونوں میں ربط وضبط قائم کیا، شیعہ عقائد کی تردید کی، رسوم قبیحہ کی اصلاح فرمائی اور بدعتوں کو مہمل ثابت کیا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ دعویٰ الٰہی کا تخیل اکبر بادشاہ کو مجدد بنانے کے لئے ابوالفضل کے دماغ میں پیدا ہوا تھا، اسی غرض کے لئے سنہ ہجری کے بجائے اس نے سنہ الٰہی ایجاد۔

حضرت سرہندی کو مجدد الف ثانی ہونے کا اشارہ غیب سے ہوا تھا، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی اصلاح وتجدید ان کا زبردست کارنامہ ہے، مجدد رحمۃ اللہ علیہ سراپا ادب اور معلم ادب ہیں اور ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب بے ادبوں کے سردار ہیں، مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتجدید نے اکبری الحاد کا خاتمہ کیا، لیکن جہانگیری و شاہ جہانی دور میں اتنی مقبولیت نہیں ہوئی جتنی عالمگیری عہد میں ہوئی، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق وہابیہ نے جو غلط فہمیاں پیدا کی ہیں ان کو غلط ثابت کرنے کے لئے "مسلک امام ربانی" از مولانا سعید احمد نقشبندی نامی کتاب کو ملاحظہ کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

۱۱۱۴ھ۔۔۔۱۱۷۶ھ

۱۷۰۳ء۔۔۔۱۷۶۲ء

اس زمانہ میں ہندوستان عجیب کشمکش میں تھا، سلطنت مغلیہ کے انحطاط و زوال پر معاشرے کے انتشار و ابتذال کی داستان سے ہندوستان کی تاریخ بھری ہوئی ہے، انفرادیت کا غلبہ جب ہو جاتا ہے تو صورت حال کچھ اسی قسم کی ہو جاتی ہے، نفسانیت کے خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوا کرتے اور زندگی کے ہر شعبہ میں رخنے پڑ جاتے ہیں، وحدت کے جاتے رہنے سے مغلیہ حکومت مختلف ریاستوں میں منقسم ہو گئی، شریعت و طریقت میں افتراق واقع ہو گیا، تہذیب و اخلاق کی صورتیں بدل گئیں اور دہلی اپنی سیاسی و مذہبی عظمت سے محروم ہو کر اوباشوں کی تفریح گاہ بن گئی، اس خلفشار کو دور کرنے کے لئے چند بزرگ ہستیاں بروئے کار آئیں اور انہوں نے از سر نو سب کو جمع کر کے اجتماعیت کو تقویت دینا چاہی، سب سے پہلے شاہ عبدالرحیم نے حدیث کی تعلیم و اشاعت کے لئے مسجد فتح پوری میں مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے انہوں نے ہی نظام الملک آصف جاہ اول کو خط لکھا کہ مرہٹوں سے جہاد کریں۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ کے دروازے کھول دیئے، شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیری دروازے میں اپنا مدرسہ جاری کیا، پھر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ رحیمیہ کو فروغ دیا، اگرچہ ان حضرات کا طریق تبلیغ جدا جدا تھا، مگر ایک دوسرے کے مدد و معاون تھے، ان حضرات کی مساعی جمیلہ کا انعام یہ ملا کہ ان کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی، ان پر ستم ڈھائے گئے اور ہر طرح

اذیتیں دی گئیں، مگر یہ دھن کے پکے برابر تبلیغ میں منہمک رہے۔

روایت ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور ابن عبدالوہاب مدینہ منورہ میں ایک ہی استاد کے شاگرد تھے یا یہ کہ وہاں دونوں ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے تھے۔(۱) ۱۱۴۵ھ میں حجاز سے واپس آ کر شاہ صاحب نے پہلی کتاب ''البلاغ المبین'' تصنیف فرمائی تھی، (۲) اس میں ابن عبدالوہاب کے بعض مضامین کی تائید کی تھی، لیکن بعد میں ان مضامین کو ترک کر کے اس کتاب کو ضائع کر دیا، لہٰذا ان کی تصانیف میں اس کتاب کا ذکر نہیں پایا جاتا، مولانا ابوالکلام کا بیان ''ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی'' کے صفحہ ۳۵۴ پر اسی حقیقت کا اعادہ کر رہا ہے کہ ''شاہ ولی اللہ جو عین محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ظہور وشیوع عقائد کے زمانہ میں حرمین میں مقیم تھے، کتاب'' التوحید'' کو دیکھ کر ان کے خیالات میں بھی گونہ فطور ہوا، وہ اس فتنہ کو اپنے ہمراہ لائے۔'' یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شاہ ولی اللہ دامن نہ بچا سکے، (۳) اگرچہ ان کی زندگی میں ان کی خاص تصنیفات شائع نہیں ہوئی تھیں، ان کے محرم راز شاگرد مولانا محمد عاشق نے لکھا ہے کہ خاص خاص لوگ ان کے خاص ذوق ومشرب سے واقف تھے، تاہم ''حجۃ اللہ البالغہ'' اور ''تفہیمات الٰہیہ'' پر لوگوں کی نظریں پڑ چکی تھیں اور گو ان کی صولت علم، ذی تصوف وطریقت ہونے کی وجہ سے زیادہ فتنہ نہ اٹھ سکا تاہم لوگوں کے دلوں میں گھر میں پڑ چکی تھیں۔ شاہ ولی اللہ کے ان خیالات کی تائید مولوی عبید اللہ سندھی نے بھی کی ہے اور ان کی کتاب ''شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک'' میں یہ مفہوم موجود ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۔ اسی قسم کی بات شیخ محمد اکرام نے اپنی کتاب ''رود کوثر'' مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۷ء کے صفحہ ۵۴۳ پر بھی لکھی ہے۔ یہ ایک بے بنیاد مفروضہ ہے جس کا کوئی ثبوت اور دلیل نہیں۔ (خلیل احمد رانا)

۲۔ بلاغ المبین، شاہ ولی اللہ دہلوی کی طرف منسوب جعلی کتاب ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری کا مقالہ ''شاہ ولی اللہ سے منسوب بعض رسالے مجلہ ''تحقیق'' شمارہ خاص (۱۱۔۱۰) ۱۹۹۷ء مطبوعہ شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی جامشورو، ۱۹۹۸ء، ص ۷۱۔ (خلیل احمد رانا)

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حالات پر مشتمل مفصل ومستند کتاب ''القول الجلی'' از شاہ محمد عاشق پھلتی، کی دریافت نے ایسی تمام باتوں کا خاتمہ کر دیا ہے، اصل مخطوطہ کا عکس دہلی سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔ (خلیل احمد رانا)

بہر حال شاہ ولی اللہ نے ہر شعبہ زندگی کے لئے اپنے اجتہاد سے تدابیر نافع ایجاد کی ہیں، ان کی تحریک مذہبی، اخلاقی، سیاسی اصولوں پر مبنی تھی، ان کا استدلال استغراقی بھی ہے اور استخراجی بھی ہے، وہ مشائی اور اشراقی مکاتیب کے سنگم ہیں، مخالفین میں اتحاد پیدا کرتے ہیں، وحدت الوجود کے قائل ہیں، اس لئے ان کے افکار میں جامعیت ہے، حنفی، شافعی اختلافات میں تطبیق کی ہے اور شریعت وطریقت کے فرق کو دور کیا ہے، حدیث وفقہ میں راہ اتحاد نکالی ہے، اہل دین اور اہل عقل میں سمجھوتہ کرانے کے لئے قرآن وحدیث وضاحت قدیم وجدید فلسفہ کے ذریعہ کی ہے، ارشاد ہے کہ اہل دین کلی تصورات پر جمے بیٹھے ہیں اور ارباب عقل جزوی امور میں الجھ کر رہ گئے ہیں، مگر دونوں حقیقت سے دور ہیں، انہوں نے نہ صرف صوفی وملا کے اختلافات کو دور کرنا چاہا بلکہ نظام حکومت کو بدلنے کی بھی تجاویز بتائیں تاکہ اجنبی واغیار کے تسلط سے نجات مل سکے، انہوں نے دو مغلیہ بادشاہوں کا زمانہ پایا، خلفشار کو بہ چشم خود دیکھا، سیاسی احوال میں ابتری تھی، علماء جہل وغوایت میں مبتلا تھے، فرقہ بندیوں کا زور تھا، مباحثوں کا شوق تھا، غرض ہندی مسلمان پر سیاسی، اقتصادی، معاشرتی ومذہبی تباہیوں کے بادل چھائے ہوئے تھے، انہوں نے اپنی تحریک کی اشاعت کے لئے جمعیۃ مرکزیہ قائم کی تھی، جس کی شاخیں نجیب آباد، بریلی اور سندھ کے مشہور شہر ٹھٹھہ میں کھل گئی تھیں لیکن بایں ہمہ ان کی تعلیم کتاب میں بند رہی، بجائے عملی ہونے کے قولی ثابت ہوئی، اس لئے کہ اس کی تعمیل کرنے کے لئے فضاء میں آثار نہیں تھے، عقائد کی درستی، بدعت اور اصلاح رسوم ان کے مقاصد عظیم تھے لیکن غلط ذہنیت نے بدترین مخالفت پر کمر باندھ لی، پھر انگریزی حکومت کب گوارا کر سکتی تھی کہ شاہی نظام حکومت کی اصلاح کی جائے، اس زمانہ کی حالت کا نقشہ کسی دوست کو بزبان عربی لکھا تھا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانے کا رنگ بدل گیا ہے، مذہب کا سرچشمہ مکدر ہو گیا ہے، جو پوشش مسلمانوں کو رونق دے رہی ہے وہ غیر اسلامی ہے، ضرورت ہے کہ پانچ قسم کے

لوگوں سے پرہیز کیا جائے۔

۱۔ جھگڑالو معقولی سے جو شکوک واوہام کو شہ دیتا اور خدا کا مطیع ومنقاد نہیں ہے۔

۲۔۲۔ شیخی خور فقیہ سے جو مردہ قوتوں پر خوش ہوتا ہے اور نبی پاک ﷺ نے جن باتوں کی توضیح فرمائی ہے ان کی پیروی نہیں کرتا ہے۔

۳۔ خشک زاہد سے جو دین میں اس درجہ تشدد کرتا ہے کہ گویا اسے کسی بارے میں کوئی اجازت نہیں ہے۔

۴۔ بے حیا صوفی سے جو رفع تکلیف کے لئے حیلہ کرتا ہے اور اپنے مجازی امور میں توقف نہیں کرتا۔

۵۔ سرکش مالدار سے جو تکلف بناوٹ کے ساتھ عجمیوں کی ہیئت اختیار کرتا ہے اور ان کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہونے کو دوست رکھتا ہے۔

بہر حال ان کی تصنیفات ان کے اصول تعلیم سے لبریز ہیں، اور اس کا خلاصہ انہوں نے اپنے وصیت نامہ میں بھی کھول کر مختصراً بیان کیا ہے، معاشرتی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اصلاحات کی تھیں۔

۱۔ نکاح بیوگان کا اجراء۔

۲۔ بڑے مہر باندھنے کی ممانعت۔

۳۔ غمی وخوشی کے مواقع پر اسراف سے پرہیز، رسوم چہلم، چھ ماہی و برسی کی ممانعت۔

مذہبی اصلاحوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ اجتہاد کو ضروری سمجھتے ہیں، مگر یہ عوام کا کام نہیں ہے۔

۲۔ اختلافات میں تشدد کے مخالف ہیں، اس لئے کہ اس سے تنگی پیدا ہوئی ہے، دین کے معاملہ میں وسعت کی ضرورت ہے۔

۳۔ عامی کو مجتہد کا مقلد ہونا چاہیے ورنہ نظام شرع درہم وبرہم ہو جائے گا،

WWW.NAFSEISLAM.COM

مگر تقلید میں اعتدال ضروری ہے۔

۴۔ نفی خودی کے بارے میں مشائخ سے انہیں اختلاف تھا۔

۵۔ اغیار سے نجات پانے کے لئے جہاد کو ضروری لکھا ہے، شاہ صاحب کا خیال تھا کہ حکومت کرنے کی قابلیت افغانوں میں منتقل ہوگئی ہے۔ اس لئے نجیب الدولہ کو ترغیب دی کہ احمد شاہ ابدالی کو دعوت دیں، گویا پانی پت کی فتح کے ذمہ دار شاہ صاحب ہی ہیں، شاہ صاحب چاہتے تھے کہ جہاد کیا جائے، لیکن اس وقت جبکہ عقائد ٹھیک ہو جائیں، اقتصادی حالت سنبھل جائے اور صحیح احساس کے بعد مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو جائے، حجۃ اللہ البالغہ میں عقائد و عمل کی وضاحت کر کے صراط مستقیم دکھائی ہے، شاہ صاحب کے وصال کے دو سال بعد شاہ عالم نے کمپنی بہادر کو دیوانی کے حقوق دیئے تھے، ان کا وصال لارڈ کلایو کے جانے کے بعد اور میر جعفر کے انتقال سے تین برس پہلے ہوا تھا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ولی اللہ نقش اول تھے اور ان کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اسم با مسمی ہونے کی وجہ سے نقش ثانی تھے، مذکور ہے کہ "وے جامع علوم بلکہ آیت الٰہی بود" والد کے وصال کے بعد ان کی جانشینی کے وقت دستار باندھتے ہوئے ان کے کان میں شاہ فخر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا، تمہارے والد کی چادر پر ایک سیاہ دھبہ ہے تم اسے دھونا، یہ اشارہ تھا مضامین بلاغ المبین کی طرف،(۱) مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی لکھا ہے کہ والد مرحوم کہتے تھے کہ شاہ ولی اللہ کے انتقال کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز کی سجادہ نشینی کی مجلس میں شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سر پر

۱۔ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی علیہ الرحمۃ نے شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں اتصال نسبت کے حوالے سے ایک شبہ پر بات کی تھی، فخر الطالبین و مناقب فخریہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ شاہ ولی اللہ نے آخر میں اپنا خیال بدل لیا تھا، بلاغ المبین والی بات درست نہیں۔

پگڑی رکھی تو کان میں کہا کہ تمہارے خاندان کی چادر پر ایک دھبہ لگ چکا ہے، اپنی سعی و ہمت سے اسے دھوڈالنا، شاہ ولی اللہ کے متعلق مشہور تھا کہ اپنے ذوق فن میں اعتزال کی طرف بھی ان کا میلان رہا ہے، چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے کمال سادگی اور خوش اخلاقی سے اس سیاہ دھبہ کو دھوڈالا، ان مسائل میں والد کی تقلید نہیں اور تعلیم ولی اللہ میں بے حد فراخی و وسعت پیدا کی، عظمت و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دہلی سے لے کر کلکتہ و پشاور تک شاگردوں اور مریدوں کا سلسلہ پھیل گیا، علمائے ہندوستان بغیر ان کا مشورہ لئے اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتے تھے اور نزاعی مسائل میں حجاز، روم اور شام کے علماء ان سے ہی رجوع کیا کرتے تھے، ان کی تصانیف و تقاریر سے ان کی وسیع النظری کا پتہ چلتا ہے، آخر میں کثرت امراض کی وجہ سے جسمانی طاقت نے ساتھ چھوڑ دیا تھا لیکن برکات باطنی اور حدت قوئ روحانی کی بدولت جب مسائل کی شرح فرماتے تو ایک دریائے زخار موجزن ہو جاتا اور حاضرین و سامعین پر کیفیت طاری ہو جاتی، ہفتہ میں دو بار مجلس وعظ منعقد کرتے تھے، مخلوق مور و ملخ کی طرح جمع ہو کر رشد و ہدایت حاصل کرتی تھی، خود فرمایا کرتے تھے کہ باوجود بیماریوں کے حواس اس لئے قائم ہیں کہ خادم حدیث سے ہرزہ سرائی سرزد نہیں ہو سکتی، میں بچپن سے اسی کام میں ہوں، حضرت کی خدمت میں اجناء بھی درس لینے حاضر ہوا کرتے تھے اور حضرت کی رسائی ارواح مقدسہ کی خدمت میں بھی تھی، ملفوظات میں برملا ہدایت کی ہے کہ بزرگان سلف کی روحوں سے توسل و استمداد حاصل کرنا چاہیے کہ اس میں ان کو بڑا دخل اور بڑی قوت حاصل ہے، فرمایا کہ شب برأت میں نان یا حلوہ پر فاتحہ دینا اور قبرستان میں جا کر فاتحہ پڑھنا رسول پاک ﷺ کی سنت ہے، علی محمد خاں رئیس مراد آباد کے جواب میں فرمایا کہ!

"فقیر کے مکان پر سال بھر میں دو محفلیں ہوتی ہیں، محرم کے دسویں دن یا ایک دو دن پہلے، قریب ایک ہزار آدمی کم و بیش آتے ہیں، پھر بعد فاتحہ جو کچھ موجود ہوتا ہے تقسیم کرا دیا جاتا ہے اور بارہویں تاریخ ربیع الاول کو

اسی قدر آدمی ہوتے ہیں، حال ولادت شریف، رضاع وحلیہ وغیرہ بیان کر کے جو کچھ کھانا یا شرینی ہوتی ہے اس پر فاتحہ دے کر تقسیم کر دی جاتی ہے۔"

ملفوظات میں یہ بھی لکھا ہے کہ تیوہاروں میں رسمیں آتی ہیں، عید میں، عشرہ محرم وغیرہ میں، حدیث کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضرت ایوب انصاری ؓ حضرت ﷺ کے مزار مبارک پر منہ رکھے ہوئے رو رہے تھے، اس سے بزرگوں کے مزار پر بوسہ دینے کی حجت نکلتی ہے، مردے کے سرہانے پھول یا خوشبو رکھی جائے تو اسے پہنچ جاتی ہے، قبر کو سجدہ گاہ نہیں بنانا چاہیے، بزرگوں کے نام پر بکرے وغیرہ ذبح کرنا ممنوع ہے، خدا کے نام پر کر کے ان کو ایصال ثواب کرنا چاہیے، شریعت مستقل طریقت کا نام ہے، فنا و بقا کا کمال یہی ہے کہ عشق وشوق کے ساتھ شریعت محمدی کا اتباع کیا جائے، شیطانی خطرہ میں اصرار نہیں ہوتا اور نفسانی خطرات پے بہ پے آتے ہیں، نفسانی خطرات زیادہ سخت ہوتے ہیں، اس لئے کہ نفس انسان کے ساتھ جنگ کرتا ہے، اس طرح جیسے مرہٹوں اور انگریزوں کی جنگ میں کی جاتی ہے، نفسانی وساوس مشکل سے رفع ہوتے ہیں، کیونکہ نفس باقاعدہ منظم صورت سے جنگ کرتا ہے اور شیطان دور سے نظر آتا ہے، نفس کا سامان جنگ عورت، اولاد، لباس و مال ومتاع ہیں، شیطان ادنیٰ جنگ سے رفع ہو جاتا ہے اور نفس بڑی کوشش اور دقت سے صحیح ہوتا ہے، دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے، شیطان کا علاج ذکر اللہ اور تلاوت قرآن ہے اور دنیا کا علاج زہد وتقویٰ ہے، مخلوق کا علاج گوشہ نشینی ہے مگر نفس کا علاج دشوار ترین ہے اور سمجھنا مشکل ہے، نفس کی جو خواہش ہو تو کوئی ہرگز اس کے مطابق نہ کرے مگر شریعت کے اتباع میں کام کرے، عجب وحسد شیطان کے داؤ ہیں، عجب عبادت سے تعلق رکھتا ہے، کمال وطوائف عجب کے مرض میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔ (ملفوظات عزیزی ص ۱۳۴)

یہ سمجھنا چاہیے کہ پیر کی اتباع سلوک ذکر وفکر میں ہوتی ہے اور معارف وکشوفات خود اپنے ہوتے ہیں، اگر ایسا ہی ہے تو مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد

کے نظریہ کے خلاف تھے کیونکہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ عالمِ وجودی نظریہ رکھتے تھے، دوسری بات یہ ہے کہ لوگ کم سمجھتے ہیں، تجلی الٰہی جو اولیاء پر، پرتو فگن ہوتی ہے، جس سے وہ سب کچھ دیکھ لیتے ہیں، بعض اوقات صرف اپنے ہی وجود پر نظر ہوتی ہے، جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ "میں نے ہی حضرت نوح کی کشتی کو ٹھہرایا تھا، میں ہی قیامت کا باعث ہوں، میں زندہ رہوں گا، مجھے موت نہیں آئے گی، یا دوسرے بزرگ جو اپنے اندر تجلی الٰہی پاتے ہیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ نے تجلی الٰہی کا نظارہ کیا پر فرمایا کہ میرا ہاتھ بیعت کرنے والوں کے ہاتھ پر ہے یا یہ کہ تو نے پتھر نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا ہے، درحقیقت ایک مٹھی سنگریزے ایک ہزار آدمیوں کی آنکھوں کو کیسے اندھا کر سکتے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی معلوم ہوا کہ جو ہاتھ خدا کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہو، اس ہاتھ سے شرم گاہ کو کیسے چھوا جا سکتا ہے، جس طرح دریا سے ایک کوزہ پانی بھر کر لائیں، جب برتن کی قید اور دریا کی جدائی پانی کو دیکھے گی تو تامل کرے گی کہ میں ہی ہوں جس میں جاری ہوتی ہیں کشتیاں وغیرہ، میں ہی دریا ہوں، میں ہی اکبر آباد میں ہوں میں ہی سارنگ پور میں ہوں، غرض کہ اس کی قسم کی باتیں اس سے ظاہر ہوں گی، اسی کو تجلیات کہتے ہیں، وجودی و شہودی سب ان تجلیات کے قائل ہیں، یہ حال ہمیشہ ہر شے کی حقیقت میں ہوتا ہے یا نہیں، ہم نہیں کہہ سکتے، کیونکہ یہ اور تحقیق ہے، اگر ذرا تامل کیا جائے تو ہر ہر چیز کی نفس الامر تحقیق پر موقوف نہیں ہے بلکہ سلوک کی غرض و غایت یہ ہے کہ تجلیات الٰہی کا وجود ہے، اگر اس کا وجود نہ ہو تو ولی کا وجود نہ ہو۔ (ملفوظات عزیزی ص ۱۹۰، ۱۹۱)

شاہ صاحب نے اپنے عہد کی تصویر لطف کے ساتھ کھینچی ہے!

"اس زمانہ میں سلامتی ہونے کے لئے منہیات کے ارتکاب کی ضرورت نہیں بلکہ قرآن ہاتھ میں رکھنا اور قرآن و حدیث پر عمل کرنا سلامتی بننے کے لئے بس ہے، کیونکہ ایسے آدمی کو آج کل برا سمجھا جاتا ہے۔ (ملفوظات ص ۱۹۴)

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر زمانہ میں نصاریٰ کا تسلط ہوگا، ملک کفر کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے، مگر ظلم کے ساتھ نہیں، اہل اسلام میں ظلم شائع ہو گیا ہے اور ارشاد رسول کریم ﷺ ہے کہ ان (نصاریٰ) کو مہدی علیہ السلام قتل کریں گے۔ شاہ عبدالعزیز نے شاہ عالم اور اکبر شاہ کے عہد دیکھے تھے۔ لارڈ ہیسٹنگز نے ۱۸۳۳ء میں استعفیٰ دیا تھا۔ اس کے سال بھر بعد شاہ صاحب کا وصال ہوا۔ فرمایا: ''امن صرف طاقت کے سہارے قائم ہو سکتا ہے۔ دنیا دار ہمیشہ حکومت کا ساتھ دیتے ہیں۔''

سیاست کے متعلق ان کے فتووں سے ان کی وسیع النظری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ انگریزی تعلیم کا جب اجراء ہوا تو مسلمان اس کے خلاف تھے، مگر شاہ صاحب نے زیر و زبر بنا کر فتویٰ دیا کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں فائدہ ہے۔ انگریز کی ملازمت کرنے کے متعلق فتویٰ دیا کہ خاص اشکال سے جائز ہے۔ جلاوطنی کے بعد جونپور سے واپس آ کر دہلی پر انگریزوں کا تسلط ہو چکا تھا۔ جہاد کا فتویٰ دیا تھا اور وہ یہ ہے:۔

''دارالاسلام، دارالحرب نہیں ہوتا، مگر تین چیزوں سے۔

۱۔ احکام شرک جاری کرنے سے۔

۲۔ دارالحرب کے متصل ہونے سے اور اس وجہ سے کہ نہ باقی رہے اس میں کوئی مسلمان یا ذمی امن کے ساتھ۔ جس طور سے کہ پہلے امن تھی اپنی جان کی۔'' ۔۔۔۔۔ مراد دارالحرب سے وہ شہر ہے کہ جن میں کفار کے بڑے کا حکم جاری ہو اور وہ شہر اس کے قبضہ و تصرف میں ہو۔ اس شہر میں حکم امام المسلمین کا قطعاً جاری نہیں ہے۔ اور حکم رؤسا نصاریٰ کے لئے دغدغہ جاری ہیں۔ مراد جاری ہونے احکام کفریہ سے یہ ہے کہ معاملہ ملک داری و بندوبست رعایا اور خراج و باج و عشور، اموال تجارت و سیاست،

قطاع الطریق اور چوروں کی، اور فیصلے لڑائی جھگڑوں کے اور سزا گناہوں کی۔ کفار بطور خود دیتے ہیں۔ ہاں اگر بعضے احکام اسلام کا، مثل جمعہ و عیدین واذان وذبیحہ بقر کے تدارک نہ کرتے ہوں، لیکن اصل اصول ان چیزوں کا ان کے نزدیک غلط و بیکار ہے۔ اس لئے کہ مسجدوں کو بے تکلف منہدم کر دیتے ہیں اور کوئی مسلمان یا ذمی بغیر امن حاصل کئے ہوئے ان کے اس شہر میں اور اطراف میں نہیں آسکتا۔ اپنی منفعت کے لئے وار دین اور مسافرین وتجار کی مخالفت نہیں کرتے ہیں، اور دوسرے اعیان مثل شجاع الملک اور ولایتی بیگم بغیر ان کے حکم کے ان شہروں میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اس شہر سے کلکتہ تک عمل نصاریٰ پھیلا ہوا ہے، دائیں بائیں مثل حیدرآباد لکھنؤ ورامپور نے اپنے احکام جاری نہیں کئے ہیں۔ بہ سبب مصالحت واطاعت مالکان ان ممالک کے۔۔۔۔۔ (عہد نبوت اور حضرات شیخین کے زمانہ میں دارالحرب بنائے جانے کی مثالیں ثبوت میں پیش کی ہیں۔ (فتاویٰ عزیزی، جلد اول ص ۱۷) لکھنؤ، ورامپور دارالحرب نہیں بلکہ کلکتہ سے لاہور تک کا علاقہ دارالحرب ہے۔ (ملفوظات عزیزی ص ۱۷۳)۔۔۔۔ یعنی اس فتویٰ میں شاہ صاحب نے انگریزوں کے ہی نہیں بلکہ سکھوں کے وحشیانہ وظالمانہ طریقہ پر بھی توجہ فرمائی ہے۔ شاہ صاحب ضعف زمانہ اور اپنی بیماریوں کی وجہ سے خود جہاد نہ کر سکے، مگر جہاد کا فتویٰ دے کر جہاد کا راستہ کھول دیا تاکہ تحریک ولی اللہی کی تعمیل کی جا سکے، مذہبی ومعاشی اصلاحیں جو شاہ ولی اللہ نے فرمائی تھیں، ان پر عمل کروانے کی بہترین کوشش کی اور ان کی یہ کوشش کامیاب بھی ہوئی۔ شاہ صاحب کا وصال ۷ر شوال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء کو ہوا۔ مومن خان نے تاریخ وصال لاجواب لکھی تھی۔"

WWW.NAFSEISLAM.COM

دست بے داد اجل سے بے سروپا ہو گئے
فقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم، علم و ادب

شاہ عبدالعزیز صاحب کے اولاد نرینہ نہیں تھی مگر اولاد معنوی بے شمار تھی۔ تین صاحبزادیاں تھیں، ایک مولوی عبدالحی کو بیاہی گئی تھیں، دوسری کی شادی شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے مولوی عیسیٰ صاحب سے ہوئی تھی۔ مولوی عیسیٰ کے حقیقی بھائی مولوی مخصوص اللہ تھے، تیسری شیخ محمد افضل کی زوجیت میں دی گئی تھیں، شیخ محمد افضل کے دو صاحبزادے شاہ محمد اسحاق اور مولوی محمد یعقوب تھے، شاہ صاحب نے اپنا درثہ و ترکہ اپنی تینوں صاحبزادیوں کو دیا اور اس کے بعد شاہ محمد اسحاق ان کے جانشین بنے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

شاہ محمد اسماعیل

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھائی شاہ عبد الغنی مجذوب تھے، شاہ عبد القادر، چندر وسا دہلی اور خصوصاً بخشی بھوانی شنکر ان کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔

(مقالات سرسید حصہ شانزدہم۔ص ۲۶۰)

ان مجذوب صاحب کے صاحبزادے شاہ محمد اسماعیل تھے جو ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء کو عہد دارین ہسنگز میں پیدا ہوئے تھے، ان کی تعلیم و تربیت شاہ عبد القادر اور شاہ عبد العزیز کے زیر سایہ ہوئی تھی، شاہ اسماعیل نے پندرہ برس کی عمر میں تعلیم سے فراغت پائی، علم و فضل میں طاق اور ذہانت و فراست میں برق تھے، کچھ دن مولوی عبد الحی (بڈھانوی) کی شاگردی میں رہے تھے اور بعد میں کچھ دن سید احمد رائے بریلوی کو پڑھایا تھا، ان کی تقریر دل کش تھی، وعظ بے تکان فرماتے تھے اور تحریر میں ید طولیٰ رکھتے تھے، شہ سواری، سپہ گری، پہلوانی اور تیراکی میں بھی کمال رکھتے تھے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ترکہ اپنی صاحبزادیوں کو دیا تھا اور وصال سے کچھ پہلے اپنے نواسے شاہ محمد اسحاق کو اپنا جانشین بنایا تھا، شاہ اسماعیل اور مولوی عبد الحی کو اس بات سے مایوسی ہوئی، شاہ صاحب کو شاہ اسماعیل کا خیال تھا اس لئے شاہ رفیع الدین کے انتقال کے بعد ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۷ء میں شاہ اسماعیل کو ان کی مسند درس عطا کر دی، شاہ اسماعیل نے شاہ عبد العزیز کے مسلک کے خلاف اپنا مسلک بنایا تا کہ اہمیت حاصل کر سکیں، ان کے عقائد نجدیوں سے ملتے جلتے ہیں، اپنے مسلک کی اشاعت ابتداء میں طبقہ اسفل سے شروع کی، جامع مسجد کی سیڑھیوں پر وعظ دینے

شروع کیے، ان کی جادو بھری تقریروں سے لوگوں کا رجحان ان کی طرف بڑھنے لگا، خاندان کے علماء اور مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں تنبیہ وفہمائش کی مگر وہ اپنی روش پر قائم رہے، چنانچہ مناظروں اور مباحثوں کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ ہوا تو ریزیڈنٹ چارلس مٹکاف (۱۸۱۱ء-۱۸) نے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر وعظ کہنے کی ممانعت کردی، شاہ اسماعیل نے ریزیڈنٹ سے صفائی کرنا ضروری سمجھی، اس زمانہ میں انگریز آرزو کرتا تھا کہ صاحب اثر علماء وشرفاء سے ربط وضبط پیدا کرے، ریزیڈنٹ نے بڑے تپاک سے شاہ اسماعیل کا استقبال کیا اور ان کی تقریر سے مرعوب ہوکر جامع مسجد کی سیڑھیوں پر وعظ کہنے کی اجازت دے دی، اس طرح دونوں میں مراسم دوستی بڑھ گئے، وعظ کی بندش سے پہلے شاہ اسماعیل نے اپنی کتاب ''ردشرک'' عربی میں تصنیف کی تھی، اس کا ترجمہ ''تقویۃ الایمان'' کے نام سے بعد میں شائع کیا، اس کا مسودہ احباب کو سناتے وقت انہوں نے اقرار کیا تھا کہ بعض جگہ شرک خفی کو شرک جلی لکھ دیا ہے، لہذا ترمیم کر کے تصحیح کردوں گا، مومن خاں نے رائے دی کہ ایسی ہی رہنے دیجئے، بدلنے کی ضرورت نہیں، تقویۃ الایمان میں جہاد کا مطلق ذکر نہیں ہے، ریزیڈنٹ نے کسی ملاقات میں یقیناً شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دارالحرب والے فتوے کا مطلب ومقصد سمجھا اور ایسا مفہوم بھی ظاہر کیا ہوگا کہ ہم لوگ کسی کے مذہب میں دراندازنہیں ہوتے اور امن قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، پھر یہ فتویٰ ہمارے خلاف کیوں جاری کیا گیا ہے، برخلاف ہمارے سکھوں کو دیکھئے کہ مسلمانوں پر کس درجہ مظالم کرتے ہیں اور انہیں معافی دے دی گئی ہے۔ پتا نہیں کہ شاہ صاحب نے کس منطقی اصول سے ریزیڈنٹ کی تسلی کی، مگر سکھوں کے مظالم والی بات کو گرہ میں باندھ لیا۔ دارالحرب والے فتوے کے معنی سمجھے جس میں کلکتہ سے لاہور تک کا ملک دارالحرب قرار دیا ہے اور اس کا اشارہ انگریز اور سکھ دونوں کی طرف ہے پھر: ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کے اصول پر پنجاب کا خفیہ دورہ کیا، سکھوں کے مظالم بہ چشم خود دیکھے اور یہ بھی ملاحظہ کیا کہ بے کس مسلمان سکھوں کی عملداری سے بھاگ کر انگریزی عملداری میں آکر پناہ لیتے ہیں۔ اور حفاظت وامن کے ساتھ رہتے ہیں، نتیجہ یہی نکالا

WWW.NAFSEISLAM.COM

جا سکتا تھا کہ سکھوں سے انگریز اچھے ہیں، پھر سکھوں کے خلاف انگریز سے مدد بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز کے معتقدین بھی ساتھ ہو جائیں گے اور ہندوستانی مسلمان جو کارنوالس اور ولزلی کے اصولوں کی وجہ سے ابتلاء میں مبتلا ہیں خود بخود ہم نوا بن جائیں گے۔

دہلی واپس آ کر تکالیف برداشت کرنے کی عادت ڈالنا شروع کر دی۔ تیرنے لگے۔ ننگے پاؤں تپتی زمین پر ٹہلنا شروع کر دیا۔ پیاس اور بھوک پر غالب آنے کی مشق کی۔ گویا ہر تکلیف کو راحت بنا لیا۔ اور سکھوں کے خلاف اجرائے جہاد کی تدبیریں سوچنے لگے۔ اس عرصہ میں دہلی کا ریزیڈنٹ بدل گیا تھا اور اس کرم فرما کے بجائے ڈیوڈ آکٹرلونی ریزیڈنٹ ہو کر دوبارہ آ گیا تھا، جس سے شناسائی نہ تھی۔ اندریں حالات اپنے استاد مولوی عبدالحی (۱) کو ہمراز بنا کر مشورہ کر سکتے تھے۔ اور چونکہ مولوی صاحب میرٹھ میں انگریز کے دفتر میں ملازمت کرنے کی وجہ سے صاحبان والاشان کے مزاج اور عادات سے بھی واقف تھے۔ ان سے بھی بہترین مدد ملنے کی پوری امید تھی۔ جب مشکلات کی وجہ سے اسکیم تیار نہ ہو سکی تو مولوی عبدالحی نے مشورہ دیا کہ اس مشکل کو سید احمد صاحب سے حل کرنا چاہیے اور وہ اپنی روحانیت سے صحیح رائے بتا دیں گے۔ بقول سر سید احمد خاں:

> ''مولوی محمد اسماعیل قائم مقام علوم رسمی کی درس تدریس میں مصروف تھے اور اہل باطن کی طرف چنداں ملتفت نہ ہوتے تھے۔''

(مقالات سر سید حصہ شانزدہم، ص ۲۴۶)

وہ اس تجویز پر راضی ہونے والے نہ تھے۔ مگر غرض بری بلا ہوتی ہے، مولوی عبدالحی کے ساتھ انہیں سید احمد صاحب کی خدمت میں جانا پڑا۔ سید صاحب کی روحانیت کی عام شہرت تھی۔ اور یہ بھی مشہور تھا کہ امیر خاں کو نوابی انہوں نے ہی دلوائی ہے اور اس معاملہ میں ڈیوڈ آکٹرلونی کا بھی دخل تھا۔ لہٰذا یہی دو امور ایسے تھے جن کی

۱۔ بڈھانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے، شاہ عبدالعزیز کے بھانجے، شاگرد اور داماد تھے۔ مدرسہ رحیمیہ میں معلم رہے تھے۔ علمی فضیلت اور طبعی متانت کی وجہ سے انہیں تفوق حاصل تھا اور شاہ عبدالعزیز کے معتمد خاص تھے۔

وجہ سے شاہ اسماعیل سید احمد صاحب کی خدمت میں جانے کو تیار ہو گئے۔ سید احمد صاحب نے جس طرح دو نفل مولوی عبدالحی کو پڑھوا کر متاثر کیا تھا، اسی طرح شاہ اسماعیل کو بھی دو نفل پڑھنے کی فہمائش کی۔ دو سجدوں میں سارا وقت گذر گیا۔ علم معقول شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ فہم و فراست اس کی توجیہ نہ کر سکی۔ وہ سمجھتے تھے کہ روحانیت بغیر عقل کے ایسی ہے جیسے خودرو گھاس، لیکن عقل کے ذریعہ اس سے گل و ثمر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اس مشاہدہ سے حیرت اس درجہ ہوئی کہ سکھوں سے جہاد کرنے کا تصور غائب ہو گیا:۔

''شاہ اسماعیل نے سید احمد صاحب کی خاص باتوں میں اطاعت قبول کر لی اور سنت نبوی کے مطابق بیعت بھی کی''۔ (حیات طیبہ ص ۲۰۹)

میرزا حیرت کی اس صداقت کا ثبوت شاہ اسماعیل کے عقائد و اعمال سے مل جاتا ہے۔ بہر حال شاہ اسماعیل سید صاحب کی روحانیت سے زیادہ ان کی مقبولیت کے قائل ہوئے، کیونکہ ان کی مقبولیت سے انہیں کام لینا تھا۔ سید احمد صاحب روحانی آدمی تھے۔ ان کی رطف مخلوق کا رجحان بھی اسی وجہ سے تھا مگر انہیں دنیوی و سیاسی امور کی سوجھ بوجھ مطلق نہیں تھی، سوائے اس کے کہ اپنے ''علم لدنی'' یا روحانیت سے کچھ بتا دیا کرتے تھے۔ بچپن میں بجائے تعلیم حاصل کرنے کے انہوں نے سوداسلف لا کر محلہ والوں کی خدمت کی۔

مدرسہ رحیمیہ کی طالب علمی کے زمانہ میں بھی وہاں کے رہنے والے درویشوں کی خدمت کی اور امیر خان کے یہاں رہ کر بھی سپاہیوں کی برابر خدمت کرتے رہے۔ سچ یہ ہے کہ اسی خدمت سے انہیں عظمت حاصل ہوئی تھی۔ ایسے بزرگوں سے ان کی وجدانیت کے باعث ان کے معتقدین و خدام ان سے اپنی عجیب عجیب من مانی اغراض منوا لیا کرتے ہیں، اور نیا بھر میں ایسی باتوں کو کرامت سے مشہور کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ واقعات سے ثابت ہے کہ شاہ اسماعیل نے یہی کیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

یہ صحیح ہے کہ سیاست مذہب کی لونڈی ہے، مگر شاہ اسماعیل کا تصور تھا کہ مذہب میں اختراع کر کے اپنی نئی حکومت بنالیں گے اور حاجی شریعت اللہ سے سبقت لے جائیں گے، مگر ان کی جدتیں تیز مزاجیاں اور تنگ نظریاں تفرقہ کا باعث بنیں۔ ان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا، ان کی تعلیم آج تک اتحاد سے محروم ہے۔ ان عبدالوہاب کی تقلید میں یہاں کی حکومت کو اپنا سرپرست بنانا چاہا، مگر انگریز ان سے زیادہ ہوشیار تھا۔ جب تک سکھوں سے باوجود معاہدہ خوف رہا، شاہ اسماعیل کو آلۂ کار بنایا۔ مگر ان کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد ان کے معتقدین پر وہ ستم ڈھائے کہ توبہ ہی بھلی، کیونکہ اب رنجیت سنگھ اور انگریز کے درمیان دائمی صلح کا معاہدہ ہو گیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ سید صاحب کی روحانیت شاہ اسماعیل کی خودرائی اور تیزئ مزاج کو کیوں نہیں دور کر سکی۔ اس کے دو ہی جواب ہو سکتے ہیں۔ یعنی یہ کہ سید صاحب کی روحانیت اس درجہ کامل نہیں تھی، یا شاہ اسماعیل کی استعداد میں نقص تھا، دونوں وجوہ صحیح ہو سکتے ہیں، مگر بظاہر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شاہ اسماعیل بجائے حقیقت پر غور کرنے کے اپنے علم معقول کی بنا پر فروعات میں مبتلا ہو گئے، معقولات سے پیدا ہونے والی ضد اور نخوت نے بے باک بنا کر ادب سے بھی بے نیاز کر دیا، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدات سے شاہ اسماعیل کے اختراعات نہیں ملتے، اگرچہ مصلحتاً شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ہی منسوب کئے جاتے ہیں، شاہ اسماعیل کے اختراعات ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کسی حسین کی کمر ہو، اور کمر کی تعریف میرزا غالب جیسے رند شاعر نے بڑے لطف سے بیان کی ہے:

ہے کیا جو کس کے باندھیے، میری بلا ڈرے
کیا جانتا نہیں ہوں تمہاری کمر کو میں

اپنی کتاب "تحقیق الحقیقۃ" (۱) میں مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ نے مولوی مخصوص اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ (فرزند رشید شاہ رفیع الدین) کی روایت لکھی ہے

کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نابینائی کی وجہ سے معذور ہو گئے تھے، جب تقویۃ الایمان کی بابت سنا تو فرمایا:

''اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو تحفہ اثنا عشریہ کی طرح اس کا بھی رد لکھتا۔''

اس کے علاوہ یہ بھی سنا ہے کہ شاہ اسماعیل اپنے اختراعات کے متعلق دوسروں کے ذریعہ شاہ عبدالعزیز سے اکثر استفسار کیا کرتے تھے اور ہم خیالی نہ دیکھ کر چپ ہو جایا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ اسی تحقیق الحقیقۃ کے صفحہ ۱۳ پر مندرج ہے کہ مولوی مخصوص اللہ نے یہ بھی بتایا تھا کہ ''اسماعیل کو ہم لوگوں نے سمجھایا، نہیں مانا اور جتنا ہندوستان مین فتنہ پھیلا ہے، اسی کی ذات سے پھیلا ہے۔'' اور یہ بھی کہا کہ ''حق یہ ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ دو شخص اسماعیل و اسحاق ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز و فرق، نیتوں، حیثیتوں اور اعتقادوں اور اقراروں اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا۔''

شاہ اسماعیل قرون اولیٰ اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی نقل کرنے کے مدعی ہیں مگر دونوں میں بعد بعید ہے، ان حضرات میں بیدار دل تھا اور ان کی نگرانی نبی پاک ﷺ کیا کرتے تھے، اور ان صاحبان میں محض دماغ تھا، جس کے زور پر نقل کرنے کا دعویٰ تھا اور سید احمد صاحب جیسی ہدایت کر سکتے تھے وہ ظاہر ہے،

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

ان لوگوں کا شعور صحیح نہیں تھا، اپنے عیب کو ہنر سمجھتے تھے، سید احمد صاحب کی ہدایات مضمر ہوتی تھیں، وہ صاف بول بھی نہیں سکتے تھے، لہذا شاہ اسماعیل ترجمان بن

۱۔ رسالہ ''تحقیق الحقیقۃ'' ۱۲۶۷ھ میں بمبئی سے شائع ہوا، مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی علیہ الرحمۃ (م ۱۹۴۷ء) نے اپنی کتاب ''انوار آفتاب صداقت'' مطبوعہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء لاہور میں صفحہ ۲۰۔۶۱۷ پر اس رسالہ کو نقل کر دیا ہے۔ (خلیل احمد رانا)

کر وہ ظاہر کیا کرتے تھے جو خود ان کا مافی الضمیر اور منشاء ہوتا تھا، مثلاً جو معتقدات ''تقویۃ الایمان'' اور ''صراط مستقیم'' کے ذریعے ظاہر کئے گئے ہیں، وہ کبھی بھی سید صاحب کے نہیں تھے، جیسا کہ سید صاحب کے بعض اقوال و افعال سے ظاہر ہو جاتا ہے جو ان صاحبان نے خود نقل کئے ہیں، وہ نہ اس قدر بلیغ وعظ کہہ سکتے تھے اور نہ اس قدر سیاسی خطوط لکھ سکتے تھے اور نہ ایسے بیانات دے سکتے تھے، جو ان سے منسوب کئے گئے ہیں، ان سب میں علم معقول کی شمولیت اس کا اظہار کر رہی ہے، یہ تصور و اظہار کہ معتقدین کا کثرت سے ہجوم میسر آ گیا، صحیح نہیں مانا جا سکتا، انگریز کے ستائے ہوئے اس امید پر جمع ہو جاتے تھے کہ ان کے وسیلہ سے گئی ہوئی عزت و ناموس واپس مل جائے گی، ان جمع ہونے والوں میں وہ جوش و یقین نہیں تھا جو قرون اولیٰ میں تھا، یہ تو غرض اور طمع کے بندے تھے، ان مردہ دلوں کو فریب دینے کے لئے سید صاحب کو امام مشہور کر دیا تھا اور امام ثابت کرنے کے لیے بے سر و پا کرامتیں اور پیش گوئیاں مشہور کی جاتی تھیں، یہ ایسی باتیں تھیں جن سے روشنی و زندگی نہیں پیدا ہو سکتی تھی اور اخلاق بگڑ کر رہ گئے، ہمتیں ساقط ہو گئیں اور مضمون سمجھانے والی روح جاتی رہی اور اس مذہبی انقلاب و انحطاط کا بھگتوان آج تک بھگتا جا رہا ہے۔

شاہ اسماعیل نے اپنی ایجادات میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی معاشرتی اصلاحوں کو اختیار کیا ہے اور ان کی مذہبی جدتیں ابن تیمیہ، ابن عبدالوہاب نجدی اور مشرقی بنگال کے حاجی شریعت اللہ کی ممنون ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تبلیغی دورے

بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ بیعت کے بعد چھ دن کے اندر شاہ صاحب نے دولت روحانیت سے مالامال کر کے ولایت اولیا اور ولایت انبیاء مرحمت کر دی تھی، خزانے کی کنجیاں کمر بند میں باندھ کر وہ اس دولت کے خرچ کرنے کے اہل ہو گئے تھے اور مخلوق کو تبلیغ کرنے کا حق انہیں حاصل ہو گیا تھا، تو دیکھنا یہ ہے کہ اس دولت کا استعمال انہوں نے صحیح کیا یا نہیں، اب جو روائتیں درج کی گئی ہیں، اور معتقدین و سوانح نویسوں نے جو حالات لکھے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب نے اسراف کیا اور دونوں ہاتھوں سے دولت کو خوب لٹایا، اس کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ ان کی جیب و آستیں خالی ہو کر رہ گئیں، بہر حال ان فضولیات کو نظر انداز کرنے کے بعد یہ ظاہر و ثابت ہے کہ نمائش آٹھ نو برس رہی، جس کے بعد امیر خان کے یہاں سے سید صاحب دہلی آ گئے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

فخر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ سید صاحب نے جب خط بھیجا ہے تو اسی زمانہ میں شاہ صاحب نے خواب دیکھا تھا کہ انہیں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، تفصیل یہ ہے کہ:

> ''جامع مسجد دہلی میں آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں، باہر کثیر مجمع مشتاق زیارت ہے، سب سے پہلے شاہ صاحب کو سعادت باریابی حاصل ہوئی، عصائے مبارک مرحمت فرما کر حکم دیا کہ دروازے پر بیٹھو اور بغیر ہماری اجازت کے کسی کو اندر نہ آنے دو۔''

فن تعبیر میں شاہ صاحب کو خود کمال تھا، مگر از راہ احتیاط یا رسماً شاہ غلام علی صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی، انہوں نے فرمایا کہ آپ کے سلسلہ کی اشاعت یا آپ سے خود ہوگی یا آپ کے کسی شاگرد رشید کے ذریعہ ہوگی، اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ڈیڑھ سو برس سے یعنی سید حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ہدایت بند ہوگئی تھی۔ (سوانح احمدی)

اس خواب کے ایک ہفتہ بعد اوائل ۱۸۱۸ء میں سید صاحب دہلی آئے، خواب کی تعبیر یقیناً ایک مژدہ ہے مگر واضح ہے کہ خواب میں عصا شاہ صاحب کو عطا کیا گیا ہے، کسی شاگرد وغیرہ کا برائے نام بھی ذکر نہیں ہے، لہٰذا حیرت ہے کہ یار لوگوں نے شاگرد رشید کا مفہوم کس طرح اضافہ کر دیا، سید صاحب کے دہلی آنے کے بعد انہیں خلافت دی گئی تھی اور اسی وقت شاہ صاحب نے اپنے شاگردوں اور رشتہ داروں کو بھی ان کا مرید کروا دیا تھا، پھر اس قدر شہرت ہوئی کہ دور دور سے لوگ مرید ہونے کے لئے آنے لگے، اس کے بعد گشت اور دورہ کرنے کا منصوبہ گانٹھا گیا، مگر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دورے کا تخیل کس کے دماغ کی پیداوار ہے اور اس کا منشا کیا تھا، حیات طیبہ اور سوانح احمدی میں مذکور ہے:

> ''شاہ صاحب نے حکم دیا کہ آپ خود آس پاس کے شہروں میں وعظ فرمائیں، حالانکہ شاہ صاحب جانتے تھے کہ سید صاحب اپنی کج مج زبانی کی وجہ سے وعظ نہیں کہہ سکتے تھے۔''

جناب غلام رسول مہر اپنی کتاب ''سید احمد شہید'' میں رقمطراز ہیں کہ:

> ''سید صاحب کا نصب العین جہاد تھا، دہلی میں رہ کر اس کا پروگرام سال بھر میں بنایا اور تجربہ کرنے کے لئے دورے کا منصوبہ گانٹھا، جب مختلف جگہوں سے دعوت نامے آنے لگے تو شاہ صاحب سے دورے کی اجازت لی۔۔۔۔ شاہ صاحب نے خطوط بھی لکھ دیئے کہ یہ ہمارے ہیں ان کی تواضع کرنا، یہ دورہ شاہ صاحب کے مشورے سے ہوا تھا''۔

یہ دورہ تبلیغی تھا، سید صاحب کے دماغ میں بھی جہاد کا وہم نہیں تھا اور نہ ہو سکتا تھا، وہ اس لغت سے بھی واقف نہیں تھے، اگر یہ کہا جاتا کہ ان دوروں کا مفہوم شاہ اسماعیل کے دماغ میں جہاد تھا تو اس کو تسلیم کرنے میں کسی کو بھی تکلف نہ ہوتا، کیونکہ شاہ اسماعیل ریذیڈنٹ کے اشارہ پر سکھوں کے مظالم کو دیکھ آئے تھے اور سید صاحب کے دہلی آنے سے قبل جہاد کا تہیہ کر چکے تھے، مگر سید صاحب کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے کچھ دن کے لئے فراموش کر چکے تھے اور کفران نعمت کی بہترین مثال اس بلاغت اور شاعری کے کمال سے ظاہر ہوتی ہے جو جناب مہر نے یہ ظاہر کی ہے کہ:

"لیکن شاہ صاحب کے خطوط شناسائی کا ذریعہ تھے نہ کہ تبلیغ و اشاعت کے"۔

اب اگر اس شاعری پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس دورے میں تبلیغ و اشاعت کا سہرا مولوی عبدالحی اور شاہ اسماعیل کے سر ہے، سید صاحب غریب نہ وعظ فرما سکتے تھے اور نہ تقریر کر سکتے تھے، سید صاحب کی روحانیت کو مولوی عبدالحی اور شاہ اسماعیل جیسے عالموں کی ضرورت تھی اور ان دونوں صاحبان کی علمیت سید صاحب کی روحانیت کی محتاج تھی، پہلے ہی قدم پر اتنی روشنی پھیلی کہ شاہ صاحب کے حلقہ اثر میں دہلی سے لے کر پٹنہ اور کلکتہ کے زمین و آسمان چمک اٹھے، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی تصور تھا کہ سید صاحب کی روحانیت سے شاہ اسماعیل اپنی لغویات سے باز آسکیں گے، یہ دورہ محض تبلیغی تھا، اس دورے میں سید صاحب کی سیادت و قیادت کا عام طور پر چرچا رہا، اور سید صاحب خود بھی اپنی امامت و برتری کے مدعی تھے، سوانح احمدی کے مکتوب نمبر ۵۷ سے جو وزیر الدولہ کے نام ہے ظاہر ہوتا ہے۔ انہوں نے صاف لکھا ہے کہ دعویٰ امامت میں نے خود نہیں کیا بلکہ غائب سے ہدایت ہوئی ہے اور اس کا اظہار کرنے پر مامور ہوں، اس میں کسی قسم کے کذب کا دخل نہیں ہے، معتقدین کا دعویٰ و اعلان ہے کہ سید صاحب پیدائشی طور پر ولایت انبیاء کے حامل تھے۔ یہی نہیں بلکہ مامور من اللہ، مہدی زمان اور مسیح موعود بھی تھے۔ فدائی ابن تیمیہ کی طرح ان

WWW.NAFSEISLAM.COM

اوصاف سے متصف کرتے تھے، اسی وجہ سے سید صاحب کی بیعت وخلافت کو خبط کر کے ان کے مختار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، پھر امام تو سمجھتے ہی ہیں، حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو امام ربانی اور مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے، وہ بھی جبلی طور پر روحانیت رکھتے تھے، مگر انہیں حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت وخلافت کا نہ صرف اقرار ہے بلکہ نازاں بھی ہیں، جیسا کہ ان کے مکتوبات سے ظاہر وثابت ہے، غالباً سید صاحب کے یہ فدائی ابن تیمیہ کی تقلید میں بغیر حصول خلافت کے اور عدم وجوب تقلید کے قائل ہیں لیکن بایں ہمہ ان کی ظاہری طور پر بیعت کا عجیب انداز سے اقرار ہے، اگر کسی طرح عربی گھوڑا اور اسپ تازی لاکھ اصیل وذہین ہو اور قدرت کی طرف سے خاص عطیات بھی اسے ملے ہوں، مگر وہ بھی تربیت اور کاڑھے جانے کا محتاج ہوتا ہے۔ لیکن تربیت پانے کے بعد بھی اس میں چوگان بازی، پولو کھیلنے اور میخ بازی کی اہمیت وقابلیت نہیں پیدا ہوتی، لہٰذا اس کی اسے مزید تعلیم وتربیت دی جاتی ہے، یہ اوقات کے منکر غالباً کمزور حافظہ رکھتے ہیں، ان کے بیانات سے خود ان کی خلافت کا اظہار ہو جاتا ہے، جب شاہ اسماعیل، سید صاحب کے مرید ہو گئے تو شاہ عبدالعزیز نے مصلحتاً ان سے سید صاحب کے کمالات کے متعلق استفسار کیا، شاہ اسماعیل کا جواب ''سوانح احمدی'' کے صفحہ ایک سو بیس اور مولانا غلام رسول مہر کی کتاب ''سید احمد شہید'' کے صفحہ ایک سو اٹھارہ پر محفوظ ہے کہ ''سید صاحب'' پر پروردگار عالم کی نظر کرم ہے اور یہ سب آپ ہی کی توجہ کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو علم مرحمت فرمائے ہیں، علم ظاہری سے شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ فیض یاب ہوئے اور علم باطنی کے حامل سید صاحب ٹھہرے''۔

اب رہا دعویٰ مہدیت تو اس پر امتداد زمانہ نے پردہ ڈال دیا ہے، اور دعویٰ غیبوبت بھی آج ضرف غلط کی طرح غائب ہو گیا ہے، امامت کے متعلق یہ ہے کہ وہ ہمیشہ شاہ اسماعیل کے علم معقول سے زیر رہی لیکن باوجود ان بدیہی مشاہدات کے ان کے پرستاروں کی آنکھ نہیں کھلتی کہ ان کی اصلی اور واقعی عظمت کو گندگی میں مبتلا نہ کریں، اسے کہتے ہیں اندھی تقلید، تقلید کے منکر اندھی تقلید کے قائل ہیں، لیکن سول یہ ہے کہ نو

ایجاد سلسلہ محمدیہ کا آج کہیں نام ونشان بھی ہے؟

۱۔ شاہ صاحب سید صاحب کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ خاندان مجددی ''نسبت(۱) آدمی بسوئے خدا کے نام سے جونسبت'' ہے وہ ان کو کرامت ہوئی ہے، دہلی میں بہت سے آدمی ان سے منتفع ہوتے تھے۔

۲۔ سید احمد بریلوی سے فرمایا کہ دنیا بکھیڑے کی جگہ ہے، اگر خالص اللہ کے لئے اس سے کچھ حصہ مل جائے تو بہتر ہے۔ (اور اسی کی سید صاحب نے پروا نہیں کی)

مختلف تذکروں میں سوانح نویسوں نے صحیح یا غلط جو کچھ بھی لکھا ہے وہی پیش نظر ہے اور اسی پر یہاں بحث کی گئی ہے، بعض سوانح نگار شاہ محمد اسحاق کو سید صاحب کے چندہ جمع کرنے کا منصب عطا کرتے ہیں، خصوصاً جناب مہر صاحب، لہٰذا اس کو تنگ نظری یا حسد ہی کہا جا سکتا ہے۔

قصہ مختصر سوائے جناب مہر کے ہر تذکرہ نویس کو اقرار ہے کہ شاہ صاحب نے ہدایت فرمائی تھی کہ ''بطور خود آس پاس کے شہروں کا دورہ کریں''، چنانچہ ان کے ہی حکم کے مطابق دورہ کیا گیا اور ان ہی کی بتائی ہوئی تدبیر کے مطابق خالص طور پر دعوتوں اور تبلیغ کا دورہ کرنے کے لئے مختلف مقامات پر اعلان واشتہار دینے کی غرض سے اور چندہ جمع کرنے کے لئے سفیر بھیجے گئے، چنانچہ منجملہ دیگر حضرات کے شاہ اسماعیل، مولانا عبدالحی اور مولوی محمد یوسف کو انہوں نے ہی سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس کے بعد مختلف جگہوں سے دعوت نامے آنا شروع ہوئے، پھر شاہ صاحب نے ہر جگہ تعارف کے خط لکھے کہ ''یہ ہمارے ہی آدمی ہیں'' (سوانح احمدی، وحیات طیبہ) (۲)

معلوم نہیں سید صاحب کے تذکرہ نویس کتنے چیں بہ جبیں ہوں گے، اگر سفارش وتعارف کے ساتھ وسیلہ کا بھی اضافہ کر دیا جائے، کیونکہ یہ سب الفاظ مترادف

۱۔ یہ الفاظ تحریف شدہ ہیں یا سہو کاتب ہیں۔

۲۔ کسی نوعیت سے شاہ عبدالعزیز کی تحریر تقریر میں اس قسم کی روایتوں کی سند نہیں ملتی، اسی واسطے ان کا احکامات کے متعلق تذکرہ نویسوں کے درمیان اختلاف بھی ہے، بہتر ہوتا کہ شاہ عبدالعزیز کو معاف کر دیا جاتا اور ان کو شامل نہ کیا جاتا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ خاندان ولی اللہی کی نسبت اور شاہ عبدالعزیز کی ہر دل عزیزی اور تعلیم بھی سید صاحب کی شہرت کا سنگ بنیاد بنی ورنہ یلے بود در سیستان۔

ابھی دوآبہ کے دورے کی تیاری ہو ہی رہی تھی کہ سید صاحب کی بازیافتگی کی خبر اتنے زمانہ کے بعد ان کے بڑے بھائی کو ہوئی اور سید محمد اسحاق صاحب (۱) ان کو وطن لے جانے کے لئے بے تابانہ طور پر دہلی آ گئے، لیکن سید صاحب کی مشغولیتوں اور شان و شوکت کو دیکھ کر انہوں نے مناسب سمجھا کہ ان امور سے فارغ ہو کر سید صاحب وطن آئیں۔ اور الٹے قدم واپس چلے گئے۔ وطن والوں کو فخر و مسرت کے ساتھ سید صاحب کے حالات سے آگاہ کیا اور وہ سب ذوق و شوق کے ساتھ سید صاحب کی مراجعت کے لئے دعائیں مانگنے لگے، سید صاحب کا یہ دورہ تبلیغ جس میں جہاد کا کوئی ذکر نہ تھا، اپنی قسم کا عجیب و غریب دورہ تھا، شاہ عبدالعزیز کا دوآبہ میں بے حد اثر تھا، ان کے مریدوں، شاگردوں اور رشتہ داروں نے جی اور جان سے ان کا استقبال کیا، بیس تیس رفیق جلو میں ہوتے تھے اور بعد اس جماعت کی تعداد سو سوا تک پہنچ گئی تھی، اتنی بڑی جماعت کے ساتھ گھر گھر جانا بذات خود مرعوب کرنے کے لئے کافی تھا، ہر جگہ وعظ فرمائے جاتے تھے، مذہبی اصول سمجھائے جاتے تھے اور نذرانے لئے جاتے تھے، شاہ اسماعیل اور مولوی عبدالحی، سید صاحب کی پالکی کے ڈنڈے تھام کر مسلسل پیدل چلا کرتے تھے، یہ گشت پھلت، مظفر نگر، لہاری، سہانپور، دیوبند اور نانوتہ وغیرہ میں ہوا تھا، اس کی مدت چھ ماہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ جتنی مقبولیت یہاں حاصل ہوئی اتنی کسی اور جگہ نہیں ہوئی، عام خیال تھا کہ تاریکی چھٹ جائے گی، کچھن دور ہو جائیں گے، نحوست مٹ جائے گی، ادبار جاتا رہے گا، چاند نکل آئے گا۔

رامپور کے دورے میں ایک حکیم عطاء اللہ خان نائب وزیر رامپور نے خود سید صاحب سے ان کے "طریقہ محمدیہ" کے متعلق استفسار کیا تھا اور سید صاحب نے خود اپنی زبان مبارک سے بالتفصیل اور طول وطویل وعظ کی صورت میں تشریح

۱۔ انہوں نے شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر سے استفادہ کیا تھا۔

فرمائی تھی، جس کا لب لباب یہ ہے کہ پہلے جملہ سلاسل صوفیہ میں بیعت لینے کے بعد اپنے ''طریقہ محمدیہ'' میں بیعت اس لئے لیتا ہوں کہ دوسرے طریقوں میں رسول ﷺ کا تعلق بطور باطن کے ہے اور ''طریقہ محمدیہ'' میں بطور ظاہر کے اور اس کے فضائل بتائے ہیں، گویا سید صاحب رسول سے ظاہری تعلق رکھنے کو باطنی تعلق پر ترجیح دیتے ہیں اور لازمی سمجھتے ہیں، یہ وعظ اور تشریح سن کر حکیم صاحب مطمئن ہو گئے، شائد حکیم صاحب محض قارورہ دیکھ کر جو ظاہری شے ہے، علاج کیا کرتے تھے اور نبض سے انہیں تشخیص کرنا نہیں آتی تھی کیونکہ یہ باطنی چیز ہے، اسی وجہ سے مطمئن ہو گئے ورنہ وہ یقیناً ایسی مبہم بات کو کبھی تسلیم نہیں کرتے، آخر انہوں نے سید صاحب سے کیوں نہیں دریافت کیا کہ آپ کی پوری کائنات علم لدنی پر ہے جو باطنی خوبی ہے اور ظاہری علم یعنی شریعت کے متعلق آپ کو پوری دستگاہ نہیں ہے، اس لئے اپنی خصوصیات کے مطابق آپ کو رسول سے باطنی تعلق و نسبت رکھنے کی تلقین کرنا چاہیے تھی، مگر جو وعظ ارشاد فرمایا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہم اُلٹے، بات اُلٹی، یار اُلٹا، ممکن ہے کہ اپنے آپ کو ملامتیہ ظاہر کرنے کے لئے ایسا وعظ فرمایا ہو، یا پھر اس کی وجہ ظاہری یہ ہو کہ سب سے زیادہ وہ انگریزوں پر عقیدہ رکھتے تھے اور انگریز اسلام کو محمڈن ازم کہا کرتے ہیں، لہذا ان کی خوشی کی خاطر انہوں نے ظاہر پرستی اختیار کی اور اپنے طریقہ کا نام بہ تقلید انگریز ''طریقہ محمدیہ'' رکھ لیا، اور اگر رامپوری حکیم صاحب کو کچھ بھی شائبہ علم شریعت وطریقت ہوتا تو وہ بآسانی تردید کر سکتے تھے کہ شریعت سیڑھی ہے اور اس کے ذریعے چھت پر چڑھا جاتا ہے اور اس چھت کا نام طریقت ہے اور یہی مقصد ہے، لیکن اگر یہ شریعت کی سیڑھی ہوا میں کھڑی ہوئی ہے تو نتیجہ ظاہر ہے کہ گر پڑے گی، نماز پڑھنی ضروری ہے، اس کی بہت تاکید ہے، مگر ظاہری رکوع وسجود کا نام نماز نہیں، صاف بتایا گیا ہے کہ نماز بغیر حضور قلب کے قیامت میں منہ پر ماری جائے گی، اور حضور قلب باطنی شئے ہے، جو رکوع وسجود کے ذریعہ قلب ودماغ کو متاثر کر کے حاصل کیا جاتا

ہے۔ لہذا باطنی نسبت کو مقدم کر کے ظاہری نسبت کو مؤخر کر دینا۔ اور باطنی نسبت کو ظاہری نسبت کے مقابل میں کم درجہ سمجھنا مومن کا کام نہیں ہے۔ بغیر انجام کا خیال کیے ہوئے محض آغاز پر قناعت کر لینا صحیح نہیں۔ جدت کے رسیا ہونے کی وجہ سے کہ بدنام بھی گر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا۔ یہ اسمٰعیل ہی کہہ سکتے تھے۔ سید صاحب سے ممکن نہ تھا۔ یہ اتہام ہے سید صاحب سے ان کی منسوب کرنا بدترین ظلم وفسق ہے۔

قیام سہارنپور میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو مختلف نوعیت سے اہمیت رکھتا ہے۔ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ مولانا مناظر احسن گیلانی نے سوانح قاسمی میں لکھا ہے کہ۔۔۔۔ "سہارنپور میں ایک مسجد بونی والی کے نام سے مشہور تھی۔ سید صاحب اس مسجد کے پاس سے گذر رہے تھے کہ اچانک ٹھٹکے۔ دریافت فرمایا کہ اس مسجد میں کوئی بزرگ رہتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ جی ہاں، سید صاحب مسجد میں جا کر ان سے ملے۔ اور اس کے بعد عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جس کا ذکر یہاں مقصود ہے۔ کہتے ہیں کہ بونی والی مسجد میں جو صاحب رہتے تھے ان کا نام شاہ عبدالرحیم ولایتی تھا۔۔۔۔ امروہہ پہنچ کر حضرت شاہ عبدالباری سے مرید ہوئے اور ان کی تعلیم و تربیت سے مستفید ہو ہی رہے تھے کہ شاہ عبدالباری کا بھی انتقال ہو گیا اور خلافت کی سند نہ مل سکی۔ سہارنپور میں آ کر بونی والی مسجد میں قیام فرما لیا تھا کہ ایک دولت بیدار خود ان کے سرہانے آ گئی۔ یعنی سید احمد شہید ان کے پاس ملنے آ گئے ملنے کے ساتھ خلوت ہو گئی۔ پھر باطنی قسم کے بڑے قضیے درمیان میں پیش آئے۔ آخری نتیجہ یہ تھا کہ دو پیروں سے مرید اور باضابطہ تعلیم پانے کے بعد سید شہید کے دست حق پرست پر شاہ عبدالرحیم نے بیعت فرمائی۔ اور اجازت بھی ان کو سید صاحب سے حاصل ہوئی۔ ارواح ثلاثہ میں حکیم الامت تھانوی کی روایت ہے کہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی طرف ہو کر کیفیات ونسبت کا مبادلہ کرتے تھے۔ ص ۱۲۵، اور میر شاہ خان کا بیان مولانا نانوتوی کی زبانی یہ ہے کہ:

آخر میں شاہ عبدالرحیم پر سید صاحب کی نسبت کا غلبہ ہو گیا تھا۔ص ۱۲۶، مشائخ دیوبند کے شیخ الشیوخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرشد برحق میاں جی نور محمد جھنجھانوی کے پیر یہی حضرت عبدالرحیم ولایتی ہیں۔ جن پر سید احمد شہید کی نسبت کا غلبہ بقول نانوتوی ہو گیا تھا۔۔۔۔ایک طرف۔۔۔ سید احمد شہید کی خدمت میں میاں جی نے عرض کیا کہ میں ذکر و شغل حضرات قادریہ و چشتیہ کر چکا ہوں، (ارواح ثلاثہ) اور دوسری طرف سید احمد شہید سے آپ کو نئی چیز کیا ملی تو فرمایا سید صاحب کی برکت سے نماز پڑھنا آ گئی اور روزہ رکھنا آ گیا۔ص ۱۲۵۔ یعنی باطن کے ساتھ ظاہر کی تکمیل ہو گئی۔

''سوانح احمدی'' میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ سید احمد شہید کے خلفائے اعظم میں حاجی عبدالرحیم کا نام لکھ دیا ہے۔ ''سیرت سید احمد شہید'' میں حاجی عبدالرحیم اپنی خلافت سے دستبردار ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ پہلی نسبت کی کمزوریاں بتاتے ہیں اور نئی نسبت و خلافت کا اقرار کرتے ہیں۔ یعنی وہ بقول خود سید صاحب کی خلافت پر نازاں ہیں۔ گویا صابری نسبت کو انہوں نے ترک کر دیا۔ جناب مہر صاحب نے بھی اسی حقیقت کے متعلق نہایت لطف کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

''سہارنپور میں سید صاحب مسجد بوہی میں ٹھہرے تھے۔ وہیں حاجی عبدالرحیم ولایتی سے ملاقات ہوئی، وہ بڑے پیر مانے جاتے تھے۔ (۱) سید صاحب کو دیکھا تو خود بیعت کی۔ اور مریدوں کو بھی بیعت کا حکم دیا۔ فرمایا کرتے تھے۔ ہمیں نماز پڑھنی آتی تھی نہ روزہ رکھنا آتا تھا۔ سید صاحب کی برکت سے ہم دونوں کام سیکھ گئے۔

حقیقت کچھ ہی ہو مگر ان بیانات سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ حضرات اپنا

۱۔ جب خلافت نہیں ملی تھی تو پیر کیسے ہو گئے، چونکہ پیر وہ نہیں تھے اس لئے ان کے مرید بھی نہیں تھے۔

سلسلہ مخدوم صاحب سے ملاتے ہیں، وہ غلط ہے اور ان کو ان شہادتوں کی بنا پر اپنے آپ کو سید احمدی کہنا چاہیے۔ روایتوں میں عبدالرحیم کا نام ہے مگر اس نام کے اس زمانہ میں دو شخص تھے۔ ایک عبدالرحیم کاندھلوی اور دوسرے عبدالرحیم ولایتی۔ ان روایتوں میں عبدالرحیم کی شخصیت کا متعین نہ ہونا امیر حمزہ کی داستان بن جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ سید صاحب سے مغلوب ہو جانے والے عبدالرحیم کاندھلوی ہوں۔ واللہ اعلم۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ عبدالرحیم ولایتی جہاد میں شریک تھے اور وہیں شہادت نصیب ہوئی۔ یہ بر بنائے فتویٰ شریک جہاد ہوئے تھے۔

جناب مہر صاحب کی تحقیق انیق ہے کہ دورہ ختم کر کے جب دہلی واپس آئے تو اپنے بھائی سید محمد اسحاق کے انتقال کی خبر سنی، اس لئے وطن جانے کے لئے مجبور ہو گئے، بقیہ تذکرے متفق البیان ہیں کہ بڑے بھائی کے انتقال کی خبر سہارنپور کے قصبہ منہاراں میں سنی تھی اور وہیں سے ساٹھ ستر رفیقوں کو ساتھ لے کر سیدھے وطن چلے گئے تھے۔ اثنائے راہ میں مختلف مقامات گڈھ مکتیشر امروہہ اور مراد آباد میں تبلیغ کرتے ہوئے ریاست رامپور پہنچے۔ وہاں کچھ دن قیام کیا۔ یہاں ایک افغانی نے مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم کی دردانگیز طریقہ سے داستان سنائی، اس ریاست پر انگریزوں کا اثر ہو چکا تھا۔ بھائی کے انتقال کا صدمہ تو تھا ہی مگر اس غیر محض افغانی کا بیان سن کر دل دہل گیا۔ پھر بانس بریلی (۱) وغیرہ میں تنظیم و تبلیغ کے جلسے کرتے ہوئے شعبان ۱۲۳۴ھ کی چاند رات کو مطابق ۲۳ جون ۱۸۱۹ء دس سال کی فراری و غیر حاضری کے بعد وطن مالوف رائے بریلی تشریف فرما ہوئے، یہاں چھبیس ماہ قیام کیا۔ یعنی ۲۳ راگست ۱۸۲۱ء تک تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ طعام و قیام کا انتظام پوری جماعت کا بفضلہ تعالیٰ بخیر و خوبی ہوا۔ اہل وطن کے اختلافات دور کئے۔ سب میں صلح کروائی۔ اعتقاد کی درستی میں خاص سعی کی۔ شرک کے معنی سمجھائے (جن سے

۱۔ بانس بریلی سے خاموشی سے گزر گئے اور تبلیغ نہیں فرمائی، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب اور حضرت شاہ نیاز احمد کچھوچھوی اس کی بابت لکھتے۔

وہابیوں کے شرک کی تائید منظور نہیں تھی۔) بدعتوں کی تردید کی اور معاشرہ کی اصلاح فرمائی۔ تعزیوں کے جلوس کے متعلق قریب کے قصبہ نصیر آباد میں شیعہ سنی اختلاف کو دور کروانا چاہا۔ صلح نہ ہوسکی مگر جلوس نہیں نکلا۔ مجتہد صاحب نے لکھنؤ جا کر حکومت سے شکایت کی۔ اس پر سید صاحب کی طلبی ہوئی۔ لکھنؤ مجرم بن کر گئے تھے۔ مگر لکھنؤ سے فاتح بن کر لوٹے۔ اس مرتبہ بھی یہاں کی کورنش اور تسلیمات پر معترض نہیں ہوئے۔ مگر کچھ ایسا ہوا کہ لکھنؤ والوں کے تکلفات اور نمائشی اصولوں سے سید صاحب کی سادگی مات کھا گئی۔ جب لکھنؤ والوں کی تہذیب کو گوارا کر لیا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ قبولیت عامہ نہ ہوتی، لکھنؤ سے واپس آ کر جب دیکھا کہ نکاح بیوگاں کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی تو نمونہ اور مثال قائم کرنے کے لئے اپنے بڑے بھائی سید محمد اسحاق کی بیوہ سے خود نکاح کر لیا۔ پتا نہیں کہ زوجہ اولیٰ موجود تھیں یا نہیں۔ پھر تو یہ ہنوانہ رسم غائب ہوگئی۔ اس سلسلہ میں تذکرۃ الرشید کی روایت دلچسپ ہے۔ یعنی بعد نکاح ثانی سید صاحب کی نماز فجر قضا ہونے لگی اور جماعت چھوٹ گئی۔ آخر کار مولانا عبدالحی نے فرمایا کہ اب عبادت الٰہی ہوگئی یا شادی کی عشرت منائی جائے گی۔ سید صاحب نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ پھر نماز فجر باجماعت ہونے لگی۔ (۱) ''سوانح احمدی'' اور ''سیرت سید احمد شہید'' میں یہ روایت ہے کہ سید صاحب غوطہ مار کر دو رکعت نماز پانی کے اندر پڑھ لیتے تھے۔ اسی زمانہ میں گویا ۱۸۲۰ء میں صراط مستقیم منصۂ وجود میں آئی (۲)۔ کہتے ہیں کہ سید صاحب اپنا مفہوم بتا دیتے تھے اور شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی اپنے اپنے مطابق پورا مضمون لکھ دیتے تھے۔ صراط مستقیم نے تقویۃ الایمان کو منسوخ کر دیا ہے۔

اب یہاں کی بستی میں مختلف مقامات سے آ کر جمع ہونے والے معتقدین کی تعداد چار سو کے قریب پہنچ گئی تھی۔ رامپور میں افغانی کا بیان سن کر قلب کے اندر پھانس چبھ گئی تھی۔ سال دو سال میں اپنی مقبولیت دیکھ کر طے کیا کہ کار تبلیغ اتمام کو پہنچ گیا۔ اب قلوب کو جہاد کی طرف نگانا چاہیے۔ شاہ عبدالعزیز کو اس ارادہ کی

۱۔ اب معتقدین اس روایت کو الحاقی بتاتے ہیں۔

۲۔ صراط مستقیم ۱۸۲۲ء میں کلکتہ میں چھاپی گئی تھی جبکہ سید صاحب حج کو گئے ہیں، ۱۸۱۸ء والی روایت غلط ہے۔

خبر نہیں کی گئی۔ جب جہاد کا ارادہ طے ہو گیا تو کچھ دن بعد اپنے طریقہ محمدی کے اصول پر اعلان کیا گیا کہ ورد و وظائف ترک کئے جائیں۔ عزلت نشینی کا حاصل کچھ نہیں۔ فنون جنگ پر طبع آزمائی کی جائے۔ روحانیت کو جنگ کی مشقوں سے زیادہ تقویت حاصل ہوتی ہے۔ کس کی مجال تھی کہ کوئی دم مار سکتا۔ مگر ہر شخص دم بخود تھا۔ مولانا مہر کی روایت کے مطابق عبدالرحیم کاندھلوی کی وساطت سے لوگوں نے اس مژدہ کے معنی سمجھنے چاہے۔ سید صاحب نے یہ فرما کر کہ مجاہد کا درجہ عابد سے افضل ہے سب کو مطمئن کر دیا گیا۔ اس کے برخلاف سیرت سید احمد شہید کا یہ بیان ہے کہ مولوی محمد یوسف کے استفسار پر یہی توجیہ بتا کر کہا تھا کہ اب بھی کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ شاہ عبدالرحیم ولایتی سے اپنا اطمینان کر لے۔ یہ عبدالرحیم ولایتی شاہ عبدالباری امروہوی کے سلسلہ صابریہ میں خلیفہ تھے، مگر وہ سلسلہ صابریہ کو ترک کر کے حسب روایت ''سوانح قاسمی'' و ''تذکرۃ الرشید'' سید صاحب کے خلیفہ بن گئے تھے۔ جب ولایتی صاحب سے لوگوں نے سید صاحب کے اس نئے حکم کا مطلب سمجھنا چاہا تو انہوں نے سید صاحب سے اپنی بیعت کا ماجرا بتایا۔ پھر سمجھایا کہ گھاس کھودنے، لکڑی کاٹنے، مٹی ڈھونے، دیوار بنانے اور جسمانی محنت کرنے سے میری مادیت زائل ہو گئی۔ اور روحانیت بڑھ گئی۔ یہ بھی بتایا کہ اگر میں اپنی پرانی حالت میں مر جاتا تو میری نجات نہیں ہوتی، مگر مہر صاحب نے اس سے بہتر توجیہ لکھی ہے۔ گویا تصفیہ کے بعد یہ نسخہ تجویز کیا گیا تھا۔ بہر حال اس نئے حکم کے بعد بجائے تسبیح کے یہاں ہر ایک ہاتھ میں تیر و تفنگ نظر آنے لگے۔ مصلے پر بیٹھنے کے بجائے ہر شخص کبڈی کے کھیل میں مصروف ہو گیا۔ اس طرح روحانیت میں بے حد و بے قیاس ترقی ہوئی۔ جب جسمانی مشقت سے روحانی معراج حاصل ہو گئی تو ایک نیا مکان اور دو نئی مسجدیں تعمیر کروائی گئیں۔ اب جو دورہ کیا جاتا تھا تو ایک سو ستر غازی ساتھ میں ہوتے تھے۔ چنانچہ فوجی قواعد کے ساتھ سلون، کانپور، الہ آباد، بنارس اور سلطانپور وغیرہ کا دورہ کیا گیا۔

بنارس میں آگسٹس بروک کی طوائف حیات النساء نے بیعت کی، مگر اس کی بیعت کا واقعہ سفر حج کا ہے۔ بہر حال بنارس میں اس نے سات ہزار روپیہ کی رقم نذر کی تھی جس کو سید صاحب نے حرام ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد اس کے مختار عام نے اس رقم کو تجارت میں لگایا، اور منافع کثیر پیدا کیا جو سید صاحب کی روانگی حج کے موقع پر نذر کیا۔ اور انہوں نے قبول فرمالیا۔ شاید حرام اس رقم کو اس لئے سمجھا تھا کہ حیات النساء مغل نہیں بلکہ کسبی تھی اور اس انگریز کے یہاں مدخولہ کی طرح رہتی تھی۔ حرام کمائی کا منافع جائز ہو جانا ایک نیا مسئلہ ہے، مگر جناب مہر صاحب کا خیال ہے کہ:۔

''جہاد کے غلبہ و جوش کی داستان سوانح نگاروں کے تخیل کا کرشمہ ہے ورنہ جہاد تو پہلے ہی سے ان کی سرشت میں داخل تھا۔''

لیکن بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بقول ''حیات طیبہ'' شاہ اسماعیل سکھوں سے جہاد کا تہیہ سید صاحب کے دہلی آنے سے پیشتر اپنے قلب میں رکھتے تھے۔ اس لئے مہر صاحب کا خیال خود ان کے تخیل کا کرشمہ ہے اور یہ جہاد کسی کے بھی تخیل کا کرشمہ ہو۔ مگر عقل سلیم ہنستی ہے۔ بغیر سامان جہاد مٹھی بھر آدمیوں کے سہارے انگریزوں یا سکھوں سے جہاد کرنا خود مضحکہ خیز ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ بربنائے قوت ایمانی یہ ارادہ کیا تھا تو اس کا ثبوت دیوانے کا خواب معلوم ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ کا ارشاد ہے:

''عمل جہاد کو انجام دینے کے لئے اس کے اسباب ولوازم کا مہیا کرنا بھی ازبس ضروری ہے''۔ (ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۹۱)

یہ صحیح ہے کہ بچپن میں سید صاحب ہوائی نہیں بلکہ ریتے کے قلعے بناتے تھے اور توڑتے تھے اور اگر یہی بنائے جہاد ہے تو کون ایسا بچہ ہے جو ایسے کھیل نہیں کھیلا کرتا۔ اور اس کو مجاہد و غازی نہیں کہا جا سکتا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ۱۸۰۸ء میں رنجیت

سنگھ نے سکھوں کی حکومت قائم کی تھی۔ اس کے بعد مسلمانوں پر ستم ڈھائے، دہلی کے ریذیڈنٹ سے ۱۸۰۹ء یا ۱۸۱۰ء میں اشارہ پا کر شاہ اسماعیل نے پنجاب کا خفیہ دورہ کیا تھا اور اس کے بعد جہاد کا تصور جمایا تھا۔ جس زمانہ مالوہ سے سید صاحب دہلی آئے تھے، وہ جہاد تو جہاد سکھوں کے نام سے بھی واقف نہیں تھے۔ البتہ جب رامپور میں افغانی نے سکھوں کا نام سنایا اور ان کے مظالم بتائے تو سید صاحب متاثر ہوئے اور شاہ اسماعیل کو اپنا بھولا ہوا خواب یاد آ گیا۔ پھر تو شاہ اسماعیل سید صاحب کو جہاد کی ترغیب دینے لگے۔ برابر تقاضے کرتے رہے اور مختلف پہلو دکھاتے ہوئے انہیں راہ پر لگا لائے۔ ماحصل یہ ہے کہ اصلی تخیل جہاد شاہ اسماعیل کا تھا۔ چونکہ سید صاحب کو سردار بنا لیا تھا، اس لئے جہاد کا سہرا ان کے ہی سر باندھ دیا۔ گویا شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی سید برادرز کی طرح یہاں ولی گر بن گئے۔

جہاد کی تبلیغ کے ان دوروں کے بعد حکومت اودھ کے نواب معتمد الدولہ نے کسی نامعلوم وجہ سے سید صاحب کو لکھنؤ آنے کی دعوت دی۔ سید صاحب مع خدم وحشم دوبارہ لکھنؤ پہنچے۔ اس مرتبہ علمائے لکھنؤ اور شاہ اسماعیل سے حج کے ساقط ہونے پر بحث ہوئی۔ اور فریقین نے راہ کے خطروں کی وجہ سے حج کے ترک کرنے یا نہ کرنے کے متعلق فتوے لکھے اور ان فتووں کو منشی خیر الدین لکھنوی نے شاہ عبد العزیز کی خدمت میں فیصلہ کے لئے بھیج دیا۔ ان کا فیصلہ شاہ اسماعیل کے حق میں ہوا۔ ان مباحثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی معشوق تھا اس پردۂ زنگاری میں۔ اور مسئلہ حج پر اس خاص وقت میں بحث کروانے کا کچھ منشا بھی تھا۔ اب اس مناظرے اور فتووں کی وجہ سے سید صاحب نے پلٹا کھایا کہ خطرات راہ کی وجہ سے حج کے ترک کرنے کا جو رجحان پیدا ہو رہا ہے اسے ختم کر دینا چاہیے۔ لہذا قصد جہاد کو منسوخ کر کے حج کرنے کا تصور جمایا۔ (۱) شاید اس زمانہ میں سکھوں اور انگریزوں میں مزید راہ و رسم پیدا ہونے کی باتیں بھی ہو رہی تھیں۔ ریاست رامپور میں افغانی کی داستان سن کر جہاد کا تصور بندھا تھا۔ اب ریاست اودھ میں حج کا تصور بندھا اور سمجھایا گیا کہ محض

ہندوستانی مسلمانوں سے سکھ مار کھانے والے نہیں ہیں۔ اس لئے بیت اللہ جا کر سکھوں سے جہاد کرنے کے لئے عالم اسلامی کی حمایت حاصل کر لینا چاہیے۔

اس سفر لکھنؤ میں ایک اور نعمت ہاتھ لگی یعنی مولوی اشرف علی لکھنوی کے شاگرد مولانا ولایت علی عظیم آبادی بڑے دم خم سے مباحثہ کرنے آئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رام ہو کر نہ صرف حلقہ بگوش ہوئے۔ بلکہ سید صاحب کے ساتھ بھی ہو لئے۔

سید صاحب کی شہادت کے بعد کالے پانی میں سید صاحب کے دوبارہ تشریف لانے کا انتظار کرتے ہوئے راہی ملک بقا ہو گئے۔

خدا جانے کونسی بات صحیح ہے۔ بہر حال بنارس یا لکھنؤ کے سفر سے واپسی میں سید صاحب نے معتقدین کو نہایت سادگی سے مطلع کیا، اب ہم حج کو چلیں گے۔ تبدیلی ارادہ کا باعث اللہ ہی جانتا ہے کہ فقہ تھا۔ الہام تھا یا کسی دشمن کا سکھانا تھا۔ بہر حال پردۂ زنگاری کی بات ہے۔ اس کا کسی کو علم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے متعلق قیاس کر کے کیوں گنہگار بنا جائے۔ مولوی مرتضیٰ علی صاحب کا بیان ہے کہ:

شاہ عبدالعزیز کہا کرتے تھے کہ حج سے سید صاحب جب واپس آئیں گے، تو میں سید صاحب سے بیعت کر لوں گا، لیکن جب وہ واپس آئے تو شاہ صاحب کا وصال ہو چکا تھا۔ اور یہ شرف ان کو نصیب نہیں ہوا۔ (سوانح احمدی) مگر تاریخ بتاتی ہے کہ شاہ صاحب کا وصال ان کے واپس آنے کے بعد ہوا ہے۔ غالباً حافظہ ضعیف ہو جانے کی وجہ سے مرتضیٰ صاحب کو سہو ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ا۔ کاش اس قسم کے مسائل سے خود واقف ہوتے اور فتنہ کو سمجھتے۔

حج

جہاد کی راہ میں قدم اٹھنے ہی والا تھا کہ حج کا اعلان فرمادیا گیا۔ جہاد کے التوا کے اسباب جو بتائے گئے ہیں، ان کا ملخص یہ ہے:

سوانح احمدی: (محمد جعفر تھانیسری) اعلان بنارس سے واپس آ کر کیا تھا۔ صاحب "مخزن احمدی" کے حوالے سے لکھا ہے کہ بچپن سے طبیعت میں شوق اعلائے کلمۃ اللہ وانطفأ نائرۂ کفر وبدعت کا بھرا ہوا تھا۔ اس واسطے ہر گھڑی جہاد وقتال کفار کا ارادہ کرتے رہتے تھے اور سرکار انگریزی گو کافر تھی، مگر اس کی مسلمان رعایا سے آزادی اور سرکار انگریزی کی بے روریائی اور بوجہ موجودگی ان حالات ہماری شریعت کے شرائط سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کے مانع تھے۔ اس واسطے (سکھوں کے مظالم کی وجہ سے) سکھوں پر جہاد کا ارادہ کیا مگر جہاد کا کام آسان نہ تھا۔ آپ نے چاہا کہ جہاد کرنے سے پہلے فرض حج ادا کرلیں، اور بعد ادائے اس فرض کے سکھوں سے جہاد شروع کردیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

سیرت سید احمد شہید (مولانا ابوالحسن علی ندوی)

محبت وشوق وجذب الٰہی کا۔۔۔۔۔۔

مگر صاحب مخزن کا بیان بایں الفاظ "سوانح احمدی" میں ہے کہ چونکہ انگریزی عدل گستری کی وجہ سے ان سے جہاد کرنا جائز نہیں تھا، لہذا سکھوں سے جو بارج ومانع مذہب تھے، جہاد کرنے کی ٹھہری اور طے کیا کہ حج پہلے کیا جائے اور سب

مریدوں کو اس کی اطلاع دی گئی۔ مخزن احمدی کی معلومات یقیناً صحیح ہو سکتی ہیں، کیونکہ مصنف سید صاحب کے بڑے بھانجے تھے اور سفر و حضر میں ساتھ رہتے تھے۔۔۔ جناب مہر صاحب رقمطراز ہیں کہ شدید تقاضا تھا کہ حج کو چلئے۔۔۔ سید صاحب جن کو اللہ تعالیٰ نے مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا تھا فرض کو کس طرح نہ کرتے۔ حج عرصہ سے۔۔۔ متروک ہو گیا تھا۔۔۔ حج جہاد کا مقدمہ بھی ہے۔ سید صاحب نے حج کی تیاری کر دی۔

حیات طیبہ (مرزا حیرت دہلوی)

ابھی مجاہدین اور روپیہ جمع ہونے کے لئے عرصہ دراز کی ضرورت تھی۔ اس نظریہ سے بہتر سمجھا گیا کہ حج بیت اللہ کر آنا چاہیے جب تک خلفاء چندہ اور آدمی جمع کر رکھیں گے۔

سید احمد شہید (مولانا غلام رسول مہر)

چنانچہ لکھنؤ سے مراجعت کے تھوڑی دیر بعد آپ نے رفقاء خاص۔۔۔ کو رائے بریلی سے رخصت فرما دیا کہ اپنے خانگی معاملات سے فراغت حاصل کر لیں۔ ۔۔(تا کہ جہاد کے لئے چل سکیں) اس اثناء میں اچانک آپ نے ادائے حج کا ارادہ فرمالیا۔۔۔ فرمایا کہ۔۔۔ اب حج کو چلیں گے۔۔۔ حیرت کو دور کرنے کے لئے فرمایا اب مرضی الٰہی یہی ہے کہ پہلے حج کیا جائے۔" میرے نزدیک اس فیصلہ کی وجہ یہ تھی کہ حج جو متروک ہو گیا ہے اس کو جاری کرنے کی تدبیر یہی تھی کہ خود حج کریں۔"

ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالم بالا سے تنبیہ ہوئی تھی کہ قصد جہاد قبل از وقت ہے۔ ابھی شرائط پورے نہیں ہوئے ہیں۔ اور وہ شرائط کیا تھے؟ اس کو عالم بالا کے رازدار ہی جان سکتے ہیں اور وہ کون ہیں؟ کہ کسی کو نہیں معلوم۔ یہ واقعہ ہے کہ اس سے پہلے تنظیم و تبلیغ سے منہ پھیر کر جہاد کا فوری ارادہ کیا تھا۔ غالباً اس میں بھی بالائی

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

اشارہ تھا، اور اس اشارہ کی تائید و تصدیق شاہ اسماعیل نے کی تھی۔ اب لکھنؤ کے مناظرے اور شاہ عبدالعزیز کے فیصلہ کے اثر سے سقم محسوس کیا اور اس کو مرضیٔ الٰہی سے موسوم کیا۔ ظاہر ہے کہ شاہ اسماعیل ہی کی معرفت دونوں مرتبہ مرضیٔ الٰہی کا علم ہوا۔

بہر حال وجہ کچھ ہی ہو جب حج کے متعلق رائے قائم کر لی گئی تو اعلان بھی کر دیا گیا۔ دعوت نامے بھیجے گئے اور مشتہر کر دیا کہ کل مصارف کے ذمہ دار سید صاحب ہوں گے، جس کا جی چاہے چلے۔ مفت کا حج ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ بغیر اسباب کے اس قسم کا اعلان حیرت زا ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ اسباب نہ ہونے کی وجہ سے ارادۂ جہاد فسخ کیا گیا تھا۔ اس کو کرامت ہی کہا جا سکتا ہے اور کرامت کے متعلق کسی کو حق نہیں کہ چون و چرا کرے۔ اعلان کے ہوتے ہی ہزاروں کا چندہ اور عازمین کا اجتماع ہو گیا۔ جب زائرین کی تعداد چار سو ہو گئی تو ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۲ء میں بقول مولانا مہر صاحب:

> ''شوال کی آخری تاریخ کو یا بروایت دیگراں بعد نماز عید یکم شوال کو یہ قافلہ رائے بریلی سے روانہ ہوا۔ اور ساڑھے چار ماہ بعد چندہ اور آدمی جمع کرتا ہوا صفر ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء میں کلکتہ پہنچ گیا۔ بندرگاہ بمبئی سفر حج کے لئے آسان مناسب تھی اور بقول مرزا حیرت یہیں سے جہاز میں سوار ہوئے تھے اور جناب مہر صاحب وغیرہ کی تحقیق ہے کہ کلکتہ سے جہاز لئے تھے۔ کثرت رائے کی وجہ سے یہی بات معتبر معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس میں کئی بھید ہیں۔ ایک تو یہ کہ کلکتہ میں مسلمانوں کو انگریزوں نے دبا کر پست کر دیا تھا۔ لہذا مسلمانوں کو مراعات دلوانا تھیں۔ پھر یہاں شاہ عبد العزیز کے مریدوں اور شاگردوں کی کثرت تھی، اور حاجی شریعت اللہ نے بھی مسلمانوں کی بہتری کے لئے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دے دیا تھا۔ اور اپنے جھنڈے کے نیچے بہت سے غازی مشرقی بنگال میں جمع کر لئے تھے۔ لہذا ان سے مل کر بھی گفت و شنید کرنا تھی۔

اثنائے راہ میں جن جن مقامات میں قیام فرمایا(۱) وہاں دل کھول کر لوگوں نے استقبال کیا، قیاس سے زیادہ فتوحات حاصل ہوئیں اور ہر قیام میں جس جس نے مدارات کی ان میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جن کی رسائی انگریزوں کی خدمت میں تھی اور بعض جگہ خود انگریز تاجروں نے بھی خاص طور پر تواضع کی۔ کانپور میں منڈروصاحب کی میم مرید ہوئی اور سات روز دونوں وقت دعوت کی۔ اور ایک مکان مع سامان نذر کیا تو اسی کو متولیہ بنا دیا۔ کوڑہ جہاں آباد سے مجھاون پہنچے، پھر کجوہ اور فتح پور ہوتے ہوئے رائے بریلی آئے۔ اور ایک ماہ قیام کیا۔ اب دہلی سے حج کے لئے قافلے آنا شروع ہو گئے۔ غرض مجمع چار سو کا ہو گیا۔ پھر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ڈلمو سے کشتیوں میں چلے، موضع گڑھ میں امام حسین کے نام کے چبوترے کھدوائے اور علموں کو تباہ کیا۔ آگے چل کر ایک انگریز کھانا لایا اور دو گھنٹے حاضر رہ کر چلا گیا۔ یہ نیل کا سوداگر تھا۔''

(سوانح احمدی)

بروایت وقائع ''سید صاحب نے وعظ فرمایا'' معلوم نہیں لوگ اس کا مفہوم سمجھے یا نہیں۔ اس لئے کہ سید صاحب کم گو تھے۔ اور ان کی زبان صحیح الفاظ ادا نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔۔۔ موضع گڑھ میں مولوی یار علی نے اس حج پر بحث کی۔ شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی نے انہیں قائل کر دیا۔ چیری کے بعد اوجھنی سے آگے بڑھے، تو ایک انگریز کی مسلمان (مدخولہ کسبی) نے دعوت دی، مگر قبول نہیں کی، مگر اس انگریز کی دعوت قبول کر لی۔ الہ آباد میں شیخ غلام علی وغیرہ سے بے حد دولت ملی اور سامان علیحدہ۔ مرزا پور میں ایک طوائف نے بیعت کی۔ شاہ اسماعیل نے اپنی بہن سے کہا کہ اسے اپنے پاس بٹھا لو۔ بادل نخواستہ بٹھا لینا پڑا۔ یہاں سے بھی دولت کثیر ملی۔

۱۔ کوڑہ جہاں آباد۔ مجھوہ۔ فتح پور۔ رائے بریلی۔ ڈلمو کانپور۔ دھمی دھمہ۔ ڈگڈگی۔ مھنہ۔ کیا۔ چیری۔ الہ آباد۔ سرسا۔ مرزا پور۔ چنار گڑھ۔ بنارس۔ زمانیہ۔ غازی پور۔ بازا۔ بلیا۔ بکسر۔ چھپرا۔ داناپور۔ پھلواری شریف۔ عظیم آباد۔ بازہ۔ مونگیرہ۔ بھاگلپور۔ راج محل۔ مرشد آباد۔ ہگلی۔ پرمٹ۔ شیورام پور اور آخری مقام کلکتہ (سید احمد شہید)

بنارس میں باوجود بارش کے دعوتوں کا سلسلہ نہیں ٹوٹا۔ عید قربان میں گائیں قربان کی گئیں۔ وہاں کے مسلمانوں کے اختلاف کو دور کیا۔ تلوکا پجار کو مسلمان کر کے اس کا نام الٰہی بخش رکھا۔ تیموری شہزادے بھی سلام کو حاضر ہوئے۔ اگسٹس برکس کی بیوی (۱) (مدخولہ کبیٰ) نے سات ہزار روپیہ نذر کیا جس کو قبول نہیں کیا کہ یہ حرام کی کمائی ہے۔ اس کے بعد اس کے مختار عام نے بیگم (یعنی اس کبیٰ) کی اس رقم سے تجارت کی۔ اور اس سے جو کثیر منافع ہوا وہ وقت روانگی جہاز نذر کی، جس کو قبول فرمایا۔ اس لئے کہ اس میں حرام کا شائبہ نہیں رہا تھا۔ زمانیہ پہنچ کر سب نے کبڈی کھیلی۔ غازی پور میں ایک پیر زادے نے دعوت کی مگر بیعت نہیں کی، چھپرے میں چند طوائفوں نے نذرانہ دیئے، مگر قبول نہیں کئے۔ داناپور میں شیخ علی جان نے کہا کہ کئی صوفیوں سے میں نے بیعت کی ہے مگر حالت نہیں بدلی، مگر سید صاحب کی بیعت سے تسکین ہوئی۔ پھر تعزیہ خانہ کو مسجد بنایا اور امام باڑہ کو مسافر خانہ میں منتقل کیا۔ جہاد کی رقمیں ان کے پاس جمع تھیں۔ داناپو میں کسبیاں تائب ہوئیں اور لوگوں سے ان کا نکاح پڑھوا دیا۔ (سوانح احمدی)

میرے استفسار پر ۱۸۶۸ء میں پھلواری شریف کے سجادہ نشین حضرت غلام حسنین رحمۃ اللہ علیہ نے جو بتایا تھا، اس کا خلاصہ یہ ہے:

"سید صاحب یہاں آئے تو شاہ نعمت اللہ قادری کے حجرے میں کئی گھنٹہ قیام فرمایا، ان سے تصوف اور محبت و مودت کی باتیں رہیں، لیکن شاہ اسماعیل نے حضرت شاہ ابوالحسن فرد سے مراسم محرم کے بارے میں مناظرانہ گفتگو کی، سید صاحب اس گفتگو میں شریک نہیں تھے۔ حضرت قبلہ والدی مرشدی مولانا شاہ سلیمان سے میں نے سنا ہے کہ ان کا جہاد سکھوں کے خلاف تھا، انگریز چونکہ سکھوں کے خلاف تھے لہذا انہوں نے ان سے بھڑنے کے لئے راستے ملا لئے، سید صاحب کی حیثیت روحانی پیشوا کی سی تھی اور جنگ کی کمان شاہ اسماعیل کے ہاتھ میں تھی۔

۱۔ سوانح احمدی نے اس کو خاندان تیموریہ کی مالدار حیات النساء بیگم لکھا ہے۔

حضرت قبلہ کو بزرگوں کی نیک نیتی پر شبہ نہیں تھا، ان کی قربانیوں کا ذکر تاثر کے ساتھ فرمایا کرتے تھے، شاہ اسماعیل کو غایت درجہ سید صاحب سے اعتقاد تھا، وہ ان کو معصوم سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "منصب امامت" میں ایسے ہی الفاظ لکھے ہیں، دیکھنے والوں کی یہاں یہ رائے تھی کہ سید صاحب نیک آدمی ہیں، مگر اب حیرت انگیز امر یہ ہے کہ سید صاحب کی وفات کے بعد متبعین نے جن میں نہ فقط عوام تھے، بلکہ ذمہ دار علماء بھی تھے، سید صاحب کو امام غائب کا درجہ دے دیا ہے اور یقین رکھتے ہیں کہ عنقریب ظاہر ہو کر پھر جہاد کریں گے۔ میرے بچپن میں اس شعر کے پڑھنے والے موجود تھے کہ:

کون سی رات آن ملے گا
دن بہت انتظار میں گزرے"

عظیم آباد میں مولوی ولایت علی کے والد وغیرہ سے ملے اور انہوں نے بیعت کی۔ مرشد آباد میں بوجہ رفض کوئی ملاقات کو نہیں آیا۔ (سوانح احمدی) شیعوں نے انگریزوں سے شکایت کی کہ سید صاحب انگریزوں کے خلاف جہاد کا ارادہ رکھتے ہیں، مگر حاکم نے فرقہ وارانہ رقابت سمجھ کر اعتنا نہیں کی۔

ابتداء میں جب قصبہ مجھاون کی مسجد میں ہاتف غیب نے بشارت دی کہ سب ہمراہیوں کو بخش دیا، پھر غیبی ہاتھ نے مسجد کو اٹھا کر جنت ماویٰ میں داخل کر دیا، بمقام ڈلمو قادر برحق کے وعدے کا اعلان فرمایا کہ ہمارے ساتھی اب اللہ کے مہمان ہیں۔ اور میرے ہاتھ سے لاکھوں کو ہدایت نصیب ہو گی۔ دعائے فتح حرمین بھی مستجاب ہوئی۔ غرض رد بدعات، منع شرک، ترغیب احکام شرعی کے متعلق شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی تلقین فرماتے ہوئے اور سید صاحب مژدے سناسنا کر اپنی کرامتوں سے قلوب پر تصدیق کی مہر لگاتے ہوئے مع قافلہ کلکتہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر مولانا عبدالحی سے فرمایا:

"اگرچہ ہم حج کی نیت سے آئے ہیں لیکن خدا کے فضل سے امید ہے کہ اس شہر میں باب ہدایت اس طرح مفتوح ہوگا کہ دیکھنے والے حیران ہو جائیں گے، کلکتہ میں قیام تین ماہ امین الدین احمد وکیل سرکار کے یہاں رہا۔ یہ وکیل صاحب بڑے مالدار تھے اور عیش سے زندگی بسر کرتے تھے۔ شراب کے عادی تھے اور ایک طوائف سے آشنائی تھی۔ سید صاحب نے ان کے یہاں ممنوعات شرعی دیکھ کر سب سامان پھینکوا دیا، ایک روز وحید الدین کی موجودگی میں امین الدین کی رنڈی آ گئی۔ اتفاق سے اسی وقت سید صاحب بھی پہنچ گئے۔ رنڈی کو چھپا دیا گیا۔ اس موقع پر وحید الدین نے کہا کہ مریض مرض اور طبیب حاذق حاضر ہیں، تو سید صاحب نے احسن الخالقین پر وعظ فرمایا۔ وہ بی جو کوٹھری میں بند سن رہی تھی، نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگی، دروازہ کھول کر حاضر خدمت ہوئی اور توبہ کر کے مرید ہو گئی۔ اس کے بعد امین الدین نے بیعت کی تو سید صاحب نے دونوں کا نکاح کروا دیا۔ مگر صاحب "مخزن احمدی" نے ذرا فرق سے اس قصہ کو لکھا ہے۔ یعنی جب نوکر نے جام شراب منشی امین الدین کو دیا تو دیکھا کہ سید صاحب دانتوں میں انگلی دبائے موجود ہیں۔ کئی مرتبہ تصور کا یہی واقعہ پیش آیا۔ اسی طرح شراب سے توبہ کی۔ (سوانح احمدی) بے نکاح بیبیوں کے بھی نکاح کروائے۔ غیر محتونوں کے ختنے کروائے۔ شراب بند کروا دی تو شراب کی سب دکانیں بند ہو گئیں۔ ٹیپو کے شہزادوں نے عربی میں گفتگو کی اور سید صاحب نے جواب دے کر قائل کیا۔ کلکتہ کے متعلق جو پیشین گوئی کی تھی وہ ٹھیک نکلی۔ شب و روز نیازمندوں کا میلہ لگا رہتا تھا، دوران قیام میں کلکتہ رشک ارم بن گیا تھا۔ بعض حاسدوں نے انگریزوں سے شکایت کی کہ انگریز کے خلاف جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ مگر شنوائی نہیں ہوئی۔ انگریزوں نے حاجی جیون کی معرفت اپنے یہاں وعظ فرمانے کی دعوت دی اور شاہ اسماعیل نے جا کر دس ہزار انگریز مرد اور عورتوں (۱) کے مجمع میں وعظ فرمایا، اثر اس قدر ہوا کہ سب کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اگرچہ مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ جب نذرانہ پیش کیا تو واپس کر دیا کہ ہم اجرت وعظ نہیں لیا کرتے۔ مولانا مہر نے

---

(۱) تاریخ میں اس تعداد کو گوارا نہیں کرسکتی اور خصوصاً اس لئے کہ ابھی تک انگریز عورتیں ہندوستان میں نہ ہونے کے برابر تھیں، اور انگریز پیشہ ور عورتوں کو ملازم رکھتے تھے۔

انگریزوں کے یہاں اس وعظ کا ذکر نہیں کیا ہے، پھر کلکتہ میں ''سوانح احمدی'' کے مطابق کسی نے شاہ اسماعیل سے سوال کیا تھا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو شاہ اسماعیل نے واضح کر دیا کہ ایسی بے رو رعایا اور غیر متعصب سرکار سے کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں (۲)۔ مولانا مہر اس روایت اور ''سوانح احمدی'' کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔ اس روایت کو اس لئے مسترد کر دیا کہ مہر صاحب کو تاریخی واقعات اور انگریزوں کے سلوک کا علم ہے اور وہ انگریزی سرکار کو بے رو رعایا غیر متعصب سمجھنے کو غلط سمجھتے ہیں، مگر کیا کیا جائے کہ شاہ اسماعیل نے خفیہ سفر پنجاب کے بعد ہی رائے قائم کی تھی کہ انگریز رحمدل ہیں اور سکھ ظالم و جابر ہیں۔ مختصر یہ کہ جب بروایت ''سوانح احمدی'' عازمین حج کی تعداد رائے بریلی میں جو چار سو تھی اور سیرت ''سید احمد شہید'' الہ آباد میں سات سو ہو گئی، پھر مہر صاحب کی ''سید احمد شہید'' کے مطابق کلکتہ میں سات سو ترپین تک پہنچ گئی تو اس قافلہ کے لئے دس گیارہ جہاز کا انتظام کیا گیا۔ مگر ان جہازوں میں غیر مسافر بھی تھے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کلکتہ جو رشک ارم بن گیا تھا محض ترپین کا اضافہ کر سکا، اسی سے کلکتہ میں باب ہدایت کے مفتوح ہونے کے متعلق رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ الوداعی جلوس کا نظارہ مسلم و غیر مسلم اپنی اپنی چھتوں سے دیکھ رہے تھے اور (خوش قسمتی سے) لاٹ صاحب (۲) نے بھی اپنی کوٹھی سے یہ تماشا دیکھا تھا (سیرت سید احمد شہید) مگر وہ نظارہ قابل دید تھا جب کہ لنگر اٹھتے وقت ایک انگریز نے وحشت میں روانہ دواں آ کر سید صاحب کی خدمت میں نذر عقیدت کے طور پر کھانا پیش کیا اور سید صاحب نے فخر و مسرت کے ساتھ قبول فرما لیا۔ سید صاحب کے سامان پر جو جہاز پر لادا گیا تھا ایک سو ستائیس کا نمبر لکھ دیا گیا تھا تا کہ امتیاز کیا جا سکے، از روئے ابجد سید صاحب کے نام کے اتنے ہی عدد ہوتے ہیں (۳)۔ سید صاحب کا جہاز سب سے آخر میں روانہ ہوا تھا۔ الوداعی ہدایتوں میں سید صاحب نے

۱۔ لیلیٰ را بہ چشم مجنوں باید دید ۲۔ اس زمانہ میں لاٹ صاحب ہیسٹنگز تھا۔
۳۔ یہ یا تو الہامی حکم تھا یا شاہ اسماعیل کی جدت تھی یا انگریزوں کی تقلید۔

خصوصیت کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی تھی کہ جو شخص کہے کہ سید احمد کی توجہ میں تاثیر ہے اسے مفتری سمجھنا۔ یہ بات محض منجانب اللہ ہے۔ اس کے بعد سیلون۔ اپی۔ کالیکٹ، لنکا دیپ، اینی، عقیدی، ستوطرہ، عدن، مخا، حدیدہ، جدہ اور حدیبیہ کی راہ سے ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء کو بتاریخ ۲۸ شعبان (۲۱ مئی) مکہ معظمہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا، گویا یہ سفر ۱۰ ماہ میں طے کیا۔ اس بحری سفر کے عجائب وغرائب بے شمار ہیں۔ بوجہ جہازی بیماری مولانا عبدالحی سے مسئلہ دریافت کر کے جمع بین الصلاتین کا حکم دے دیا۔ کوئی پشت پر آتا تو سید صاحب سلام کرتے اور سلام میں کسی کو سبقت نہیں کرنے دیتے تھے۔ لنکا کے قریب شیاطین نے حملہ کیا مگر شکست دے دی (سوانح احمدی) کچھ حالات سید صاحب نے شاہ عبدالعزیز کو تحریر فرمائے تھے اور اس خط کو شاہ اسماعیل نے طبع کروا کر سب میں تقسیم کیا تھا۔ (سوانح احمدی) کے مکتوب نمبر ا ص: ۱۶۹ کا خلاصہ یہ ہے:۔

آخری ماہ شعبان ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء ہم بخیریت مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ بعد ازاں حج، زیارت مدینہ کا عزم ہے۔۔۔ (مختلف مشغولیتوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے)

رائے بریلی کے نئے مکان کی روحانیت نے مجسم ہو کر وقت وداع گریہ وزاری کی۔ میں نے بہ حکم خدا اسے جنت میں ساتھ لے جانے کا وعدہ کر کے تسلی دی۔ ڈلمو سے جب ہم کشتیوں میں سوار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ فلاں کشتی میں تم نہ بیٹھنا۔ اسے ہم غرق کر دیں گے، مگر میں اپنی خطا کو محسوس کر کے اسی میں سوار ہوا۔ غیب سے ارشاد ہوا کہ تیری وجہ سے ہم نے حکم واپس لے لیا، اور کشتی کو غرق نہیں کیا۔ جب ہم کلکتہ سے چل کر دریائے شور میں پہنچے تو سمندر کی روحانیت نے مجسم ہو کر مجھے ڈرانا چاہا، میں نے کہا میں اور تو دونوں اللہ کے بندے ہیں۔ تو اللہ سے ڈر، میں تجھ سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ پھر وہ منفعل ہو کر قائل ہو گئی۔ جب جہاز قاب وقوسی میں پہنچا جو بے حد خطرناک مقام ہے تو تجلی نمودار ہوئی اور فرمایا تجھے غرق کر دیا جائے گا۔ میں نے سر نیاز جھکا دیا۔ ارشاد ہوا: اب غرق نہیں کریں گے (۱)۔ عدن میں نماز جمعہ

۱۔ اس خوشی میں سید صاحب نے جہاز پر محفل میلاد منعقد کی تھی۔ (سوانح احمدی ص ۸۱۰)

کی جامع مسجد میں پڑھنا چاہتا تھا مگر اہل قافلہ کی وجہ سے متردد تھا کہ ان کو ساتھ لے جانا مشکل ہے۔ بشارت ہوئی کہ تم نماز پڑھنے جاؤ، جہاز پر قافلہ کی نگرانی ہمارے ذمہ ہے۔۔۔ میری دعا کی اجابت کی بشارت ہوئی کہ تیرے ہاتھ سے نشر و اشاعت ملک عرب میں ہوگی اور اس کے آثار اقالیم روم تک پہنچیں گے۔۔۔ مجھ میں اسی طرح ایک ماہ کے قیام میں ہزاروں نے بیعت کی۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اس سال جتنے حج کریں گے تیری وجہ سے سب کو بخش دوں گا۔ محاذ یلملم پر احرام کے لئے میں نے غسل کیا، جن لوگوں نے مجھے غسل کروایا ان سب کی بخشش کی اطلاع دی گئی۔ پھر خبر دی گئی کہ جو تلبیہ میں تجھ سے سبقت کرے گا اس کا تلبیہ میں نہیں سنوں گا، بئر ذی طوی سے گزر کر عجیب حالت طاری ہوئی اور حاضرین نے دیکھا کہ میری لبیک کو شرف اجابت بخشا گیا اور ارشاد ہوا کہ جتنے گنہگار و شرمندہ دور سے ہمارے حرم میں آئے ہیں ان کو میں لایا ہوں اور مدعا ایسا ایسا ہے تو وہ خود مستحق رحمت و عنایت ہیں اور کچھ ایسا محسوس ہوا کہ ہند سے اقصائے بخارا تک سب کو بخش دیا۔ مجھے خطرہ و خیال ہوا کہ یہ عنایات محض احیاء کے لئے ہیں یا اموات بھی اس میں داخل ہیں۔ جواب ملا کہ سب کے لئے ہیں۔ چنانچہ سب کو رنج و تکلیف سے نجات مل گئی اور وہ سب خوش ہو گئے۔۔۔

(آخر میں تحریر ہے کہ)۔۔۔ دریں سفر سعادت اثر بسیار بشارات و عنایات رفیعہ از درگاہ رحمان جل شانہ، ایں فقیر یافتہ است۔ اور یہ سب آپ کی توجہ کا صدقہ ہے۔ آئندہ بھی دعا فرمائیں۔ (اور اس خط کو اس جملہ پر ختم کیا ہے کہ) زیادہ بجز آداب چہ عرض نماید۔ والسلام والاکرام۔"

اس خط کو سن کر شاہ صاحب کے دوست مولوی محمد نعیم صاحب نے اعتراض کیا تھا، چنانچہ شاہ صاحب نے بذریعہ خط اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ سوانح احمدی خط نمبر ۲)۔

"از جانب خدا برائے تربیت طفلان طریقت کہ تابع شیخے شوند۔ آنہا را بسوی فطرت رضا کنند، اتفاق شود مانند آن کہ طفلے در مکتب می برند و استاد

او۔۔۔ اورا مواعید عمدہ می دہند کہ برائے تو خلعتے ساختہ ام۔۔۔۔ وعلی ہذہ القیاس۔۔ از روئے حدیث چہل ابدال کا وجود ثابت ہے۔۔۔ چہ تعجب است کہ میر سید احمد را بعضے مراتب حاصل شدہ باشد۔ لہذا انتظار باید کشید کہ حق تعالیٰ آثار ایں مواعید را بر منصۂ ظہور جلوہ گر سازد۔ پس ایں ہمہ صادق ان۔ زیادہ بجز ترقیات دارین چہ نویسد۔"

معلوم نہیں یہ خط شاہ صاحب کا ہے بھی یا نہیں۔ اس کو سخن سنج ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اسکے علاوہ سید صاحب کو آداب سے نفرت تھی، چنانچہ خاندان ولی اللہی کو آداب کہنے کی وجہ سے تنبیہ بھی فرمائی تھی، مگر اس خط میں خود اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ ہو نہ ہو یہ یقیناً شاہ اسماعیل کی کرامت ہے۔ میرزا حیرت نے لکھا ہے کہ:۔

"ہمارے فاضل عبدالقیوم بریلوی نے سید صاحب کے خاندان کا ذکر کیا ہے اور بڑی بڑی کرامتیں سید صاحب کے آباؤ اجداد کی نہایت رنگ آمیزی سے بیان کی ہیں، مگر یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ باوجودیکہ مصنف کتاب کرامات مافوق الفطرت کا قائل ہے۔ پھر بھی اس نے سید احمد صاحب کی ان کرامتوں کا جن سے ہمارے معاصر سوانح نویسوں کے صفحے سیاہ ہو رہے ہیں کہیں بھی تذکرہ نہیں کیا ہے، بلکہ بجائے اس کے پارسا پرہیزگار، صائم الدہر، سچا، نیک بخت، شیریں کلام، خلیق، خود فروشی و خود نمائی سے کوسوں دور، جیسی صفتوں سے بریلوی نے سید صاحب کو یاد کیا ہے"۔

لیکن بالفرض ان کرامتوں کو مان بھی لیا جائے تو شاہ عبدالعزیز کا مندرجہ بالا خط ان کرامتوں کی حقیقت بیان کر رہا ہے کہ یہ سب بچوں کا کھیل ہیں۔ اس کے علاوہ کمال یہ ہے کہ سوانح نویس جن مافوق الفطرت کرامتوں کے ذریعہ اشتہار دیتے ہیں، کہ ہمچو او دیگرے نیست۔ خود اپنے قلب میں عقیدہ نہیں رکھتے اور دوسروں کو منوا کر خوب مضحکہ اڑاتے ہیں۔ چنانچہ جب ان کرامتوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو قلعی کھل جاتی

ہے، مولانا ابوالکلام آزاد کے والد ماجد نے لطافت کے ساتھ ان کی کرامات کا ذکر کیا ہے، یعنی جب کوئی سید صاحب کی زیارت کے لئے آتا تو دروازہ پر شاہ اسماعیل سمجھا دیا کرتے تھے کہ سید صاحب پہلی نظر میں اللہ کے جلووں سے مشرف کر دیا کرتے ہیں، لیکن آنے والا اگر ولد الزنا ہو تو اس کو یہ سعادت نہیں ملتی، لہذا ولد الزنا ہونے سے بچنے کے لئے ہر شخص یہی کہہ دیتا کہ سید صاحب نے واصل بحق کر دیا، پھر وہ ہزاروں کرامتوں کا بھی اقرار کیا کرتا تھا، حالانکہ اسے نظر کچھ بھی نہ آتا تھا، بہر حال ۲۸ر شعبان ۱۲۳۷ھ کو حرم محترم میں داخلہ ہوا اور یکم ذیقعدہ ۱۲۳۹ھ کو حجاز سے واپس آئے۔ مکہ معظمہ میں ابتدائی قیام کی مدت چار ماہ ہے۔ اس عرصہ میں فتوحات، عنایات اور نشر و اشاعت کا ذکر آب و تاب سے لکھا گیا ہے۔ مدینہ منورہ میں پچیس دن یا ایک ماہ گزارا۔ پھر وہاں سے واپس آ کر مکہ مکرمہ دو یا ڈھائی ماہ سے زیادہ قیام فرمایا۔ مگر اس قیام کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے، سفر حج کے جو حالات لکھے گئے ہیں ان کا مطالعہ و مقابلہ بصیرت افروز ہوگا، لہذا املا حظہ ہو:۔

سوانح احمدی۔ جہاز سے اتر کر جدہ میں پانچ روز قیام کیا، بعد نماز عشا اونٹوں پر مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ حدیبیہ میں یاروں کے ساتھ دعا میں مشغول رہے۔۔ داخل حرم ہونے پر مسجد کو دیکھ کر قافلے والوں پر اس قدر رقت و زاری طاری ہوئی کہ ہچکیاں بندھ گئیں، یہاں تک کہ معلم و مطوف اور حاضرین سب کے سب رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے اپنی ساری عمر میں ایسا بابرکت قافلہ کسی ملک سے آتا نہیں دیکھا۔

ملک عرب کے بہت سے لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ بلگار کے قافلہ کا ایک بہت بڑا عالم جو فارسی جانتا تھا، بیعت سے مشرف ہوا۔ اس کو ملک بلغار کی ہدایت کے لئے خلیفہ مقرر کیا اور ایک نقل صراط مستقیم کی عنایت فرمائی۔ مکہ کے تین بزرگ صاحب کمال اولیاء میں سے تھے انہوں نے کشف باطن سے معلوم کر کے

WWW.NAFSEISLAM.COM

اطاعت و فرمانبرداری کی۔ یہ تینوں سید صاحب کے ساتھ طواف کیا کرتے تھے۔ جب ان پر اعتراض کیا گیا تو جواب دیا کہ اس بزرگ کا ہر طواف مقبول بارگاہ ایزدی ہے، اور ان کے ساتھ طواف میں رہنے والوں کا بھی طواف مقبول ہے۔

جبل رحمت پر دعا مانگی کہ ہمارے قافلہ والوں میں سے کسی کو بھی ساتھ لقب "حاجی" کے ملقب نہ کرنا۔ سب تذکرہ نویس متفق ہیں کہ بوجہ قبولیت دعا کے آج تک کوئی آدمی اس قافلہ کا حاجی کے لقب سے ملقب نہیں ہوا۔ اس واسطے قوی امید ہے کہ باقی دعائیں بھی قبول ہوئی ہوں گی۔۔۔ اب تیاری سفر مدینہ کی ہونے لگی، اثنائے راہ میں عرب کے لوٹیرے گھات میں تھے مگر کچھ ایسا ہوا کہ ان کے سردار نے حاضر خدمت ہو کر سر تسلیم خم کر دیا۔ آدھی رات کو وادی فاطمہ میں حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرقد مبارک پر واسطے زیارت کے تشریف لے گئے۔ صاحب "مخزن احمدی" کا کہنا ہے کہ خلاف فصل ہمیں وہاں تازہ انگور کے خوشے ملے۔ وادی صغریٰ میں شیخ عبدالرحیم اور حضرت ابوعبیدہ بن الحارث جو غزوہ بدر میں زخمی ہوئے تھے ان کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ جب مدینہ تین کوس رہ گیا تو سید صاحب کو بخار آ گیا، یہاں بھی لوٹیرے حملہ کرنا چاہتے تھے مگر بخیر گزشت۔ حضرت خاتون جنت اور حسنین رضوان اللہ عنہم اجمعین نے خواب میں بشارتیں دیں۔ باوجود بیماری کے متبرک مکانات کی زیارتیں کیں۔ اہل مدینہ نے بیعت کی، دو دو گھڑی تک سید صاحب مرقد مبارک رسول اللہ ﷺ کے سامنے مراقب رہتے تھے۔

۲۶ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ کو خواب میں رسول کریم ﷺ نے اجازت دی کہ مکہ کو واپس جاؤ، کیونکہ شدت سرما سے قافلہ کو تکلیف ہو رہی ہے۔ لہٰذا ۲۹ ربیع الاول کو وہاں سے روانہ ہوئے۔ مکہ شریف آ کر ۱۵ شوال کو ساڑھے چھ ماہ بعد وطن مالوفہ کو مراجعت کا الہام ہوا۔ پھر بادل محزون یکم ذیقعدہ کو جانب وطن روانہ ہوئے۔۔۔ جدہ میں چھ روز قیام کیا۔ اس سفر میں شاہ جنات اور اس کی ذریات کو بھی بیعت کا شرف عطا

کیا۔ اور غائبانہ طور پر وہ حفاظت کے لئے ساتھ رہنے لگے۔ اس کی مفصل تفصیل وزیر الدولہ نے اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ محاذ میں پندرہ روز قیام رہا۔ پھر یہاں سے چودھویں روز بمبئی پہنچ گئے۔ بمبئی میں تھوڑا قیام کیا، یہاں سے ایک مہینہ کے بحری سفر کے بعد کلکتہ تشریف لائے اور دو ماہ سے زیادہ قیام رہا۔

حیات طیبہ: بمبئی سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ جدہ پہنچتے پہنچتے دو تین جانیں تلف ہوگئیں۔ حاملہ عورتوں کے بچے پیدا ہوئے۔ ایک کا حمل گر بھی گیا تھا۔ جدہ والوں کو سید صاحب کے آنے کا علم نہ ہوا، اس لئے آرام کرنے کا موقع مل گیا، ورنہ وہ لوگ حاضر خدمت ہو کر بہت پریشان کرتے۔ مکہ شریف میں پہلے سے خبر ہوگئی تھی کہ وہابیوں کا قافلہ آرہا ہے۔ وہابیوں کی پابندیٔ شرع کی وجہ سے مکہ و مدینہ والے خائف تھے۔ سید صاحب وغیرہ کو شریف مکہ نے طلب کیا، انہوں نے اپنے عقائد کے متعلق صفائی پیش کردی، تو نجات مل گئی۔ پھر شریف مکہ نے اپنے یہاں مہمان رکھا۔ اس کے بعد ہر بلا سے محفوظ ہو گئے۔ اور مادر وطن کو بخیریت واپس آئے۔ حج بیت اللہ کے وقت نجدیوں سے ملاقات ہوئی تھی، اسی وجہ سے ڈاکٹر ہیوجز نے لکھا ہے کہ:۔

"سید صاحب نے نجدیوں سے تعلیم حاصل کی تھی اور ان سے عقائد لئے تھے مگر یہ غلط ہے۔ ان کو تعلیم دینے کے لئے ان کے ہمراہ خود شاہ اسماعیل، مولانا عبدالحی اور دیگر علماء موجود تھے۔ سید صاحب کا اثر بمبئی میں اتنا نہیں تھا جتنا کلکتہ میں تھا۔ ہندوستان آکر جہاد کی تحریک شروع کی۔ ۲۹ر شعبان ۱۳۳۰ھ کو وطن میں داخل ہوئے۔"

سیرت سید احمد شہید

اس ارض مقدس میں آپ کا فیض بند نہیں ہوا۔ حجاز کے بعض نامور اہل علم وکمال وفضل وصلاح بیعت میں داخل ہوئے۔ سید صاحب کے حکم سے مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی نے برابر وعظ فرمائے۔ یہاں تمام ممالک اسلامیہ کے وفود آتے ہیں۔ اس لئے باہر کے لوگوں کو بھی فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ بلغار کے قافلہ نے

بیعت کی۔ مغربی قافلہ بھی بیعت سے مشرف ہوا۔ مولانا عبدالحی نے صراط مستقیم کا ترجمہ عربی میں کر کے اس کی نقلیں تقسیم کیں، بخیر و خوبی مراسم حج ادا ہوئے۔ جبل رحمت پر دعا مانگی۔ کہ ہمارے قافلے کا کوئی آدمی بھی حاجی کے لقب سے ملقب نہ ہو۔ جاوا کے تین آدمیوں نے بیعت کی، مکہ مکرمہ سے آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور کافی قیام کیا۔ ۹ ربیع الاول ۱۲۳۸ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ آئے۔ اور وہاں رمضان وعید کے مہینے گزارے اور یکم ذیقعدہ ۱۲۳۸ھ کو مکہ مکرمہ کو الوداع کہا۔ ۲۹ رشعبان ۱۲۳۹ھ کو دو سال گیارہ مہینے کے بعد وطن آ گئے۔

سید احمد شہید

ایک مہینہ قیام کر کے مخا سے چلے تو حدیدہ ٹھہرے۔ یلملم کے محاذ میں پورے قافلہ نے غسل کر کے عمرے کا احرام باندھا۔ صدائے لبیک سے پورا جہاز گونج اٹھا۔۔۔ جدہ میں اماحوا کے مزار کی زیارت کی۔ جو ہم سے پہلے پہنچ چکے تھے ان میں سے اکثر مکہ معظمہ جا چکے تھے۔ کچھ لوگ سید صاحب کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔۔ مولانا اسماعیل کو یہاں محاصل کے تصفیہ کے لئے چھوڑ دیا اور خود روانہ ہو گئے۔۔ کلکتہ میں مختلف جماعتوں کے امیروں کو کچھ رقمیں متفرق مصارف کے لئے دے دی گئی تھیں۔ جدہ میں ان رقموں کا حساب لیا گیا۔ معلوم ہوا کہ دو ہزار ایک سو روپیہ زائد خرچ ہوئے۔۔۔ سید صاحب نے یہ رقم ادا کر دی۔ جدہ کے بعد ایک مقام حدیدہ میں قیام کیا۔ پھر حدیبیہ ٹھہرے۔۔ تیسرے روز چاشت کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔۔۔ قافلہ کے لوگ خدا کے فضل سے عموماً ہر آفت سے محفوظ رہے۔ مکہ معظمہ میں دیر تک حضرت خدیجہ کے مزار پر مصروف دعا رہے۔ عبیداللہ کی بیوی سے اپنی نوزائیدہ بچی کو دودھ پلوایا، بعد کو سید صاحب کی عبادت میں پریشانی ہوئی تو اس سے معافی مانگی۔ شاہ اسماعیل کی والدہ ایسی بیمار ہوئیں کہ زندگی کی امید نہیں رہی۔ شاہ صاحب کی آرزو تھی کہ والدہ صاحبہ سید صاحب سے بیعت کر لیں، لیکن وہ فرماتیں کہ یہ تو خود ہمارے خاندان کے مرید ہیں۔ میں بیعت نہیں کر سکتی۔ شاہ صاحب ان کے

مرید ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہتے تھے۔ ایک رات مرحومہ نے خواب دیکھا تو اس کے مطابق سید صاحب سے بیعت کر لی۔ اسی بیماری میں بعد بیعت دوسرے دن فوت ہو گئیں اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔۔۔ ادائیگی حج کے موقع پر جبل رحمت پر دعا مانگی کہ قافلے والے حاجی کے لقب سے ملقب نہ ہوں، اس لئے کہ حج اسلامی فرض ہے، اسے بجا لانے پر امتیازی لقب کیوں اختیار کیا جائے۔۔۔۔ سینکڑوں علماء وصلحاء واشراف سے ملاقاتیں ہوئیں، ان میں سے ایک مغرب اقصیٰ کے تھے۔۔۔ جاویوں اور بلغاریوں نے بھی بیعت کی مولانا عبدالحی نے حرم پاک میں مشکوٰۃ کا شاہ اسماعیل نے حجۃ البالغہ کا درس شروع کیا، مولانا عبدالحی نے اس اثناء میں صراط مستقیم کا ترجمہ عربی میں کیا جس کی نقلیں بعض اصحاب نے لیں (۱)۔ اواخر محرم میں مدینہ منورہ کا قصد فرمایا۔ راستہ میں سید صاحب سخت بیمار ہو گئے۔ بعض اوقات بیہوش ہو جاتے تھے، مگر مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے تندرست ہو گئے۔ آدھی رات کے وقت مدینہ منورہ پہنچے۔ منافہ میں اترے۔ غسل کر کے لباس بدلا۔ صبح کو شہر کا دروازہ کھلا تو اندر داخلہ ہوا۔ حرم مدینہ کے تمام ترکی آثار کی زیارت کی۔ اس زمانہ میں نجدیوں سے ارباب حکومت بگڑے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ جنگ ختم ہوئے چند سال ہی گزرے تھے۔ اگر کوئی شخص موحدانہ عقیدے کی اشاعت میں سرگرم ہوتا اور بدعات ومحدثات کے رد میں سختی سے کام لیتا تو اسے وہابی سمجھ کر مواخذہ کا تختۂ مشق بنا لیا جاتا تھا۔ سید صاحب کے ساتھیوں میں مولوی عبدالحق نیشاپوری بہت تیز مزاج تھے۔ ان کی شکایت ہوئی کہ وہابی ہیں، ان پر مقدمہ چلا تو مولانا عبدالحی نے ضمانت و وکالت کر کے نجات دلوائی۔ مدینہ منورہ میں سید عبدالرحمٰن نے دو پستول خریدے، مگر وہ چوری کے تھے، لہذا حاکم احمد شاہ کو واپس کر دیئے، حضرت ابوعبیدہ کے مزار کی زیارت کی۔ نواب وزیرالدولہ نے زیارت رسول ﷺ اور قرآن کی اجازت کا خواب لکھا ہے

۱۔ حیرت ہے کہ عربی میں لکھی ہوئی تقویۃ الایمان یعنی رد الاشراک تقسیم کیوں نہیں کی۔ شاید اس لئے کہ تقویۃ الایمان مسترد ومنسوخ ہو چکی تھی۔

(وصایا)۔۔۔ بیت المقدس جانے کا ارادہ تھا مگر ہمراہیوں کے اضطراب کی وجہ سے ترک کرنا پڑا۔ اس لئے کہ سب کو لے جانا مشکل تھا اور پیچھے چھوڑنا گوارا نہ تھا۔ مدینہ میں سردی تیز ہوگئی تو واپس آئے۔ دس گیارہ دن سفر میں لگے۔ ایک مہینہ مدینہ منورہ میں گزار کر ۲۹ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ کو واپس ہوئے۔ وزیر الدولہ نے لکھا ہے کہ جس روز مدینہ منورہ پہنچے تھے اسی روز رات کو بخار آ گیا تھا۔۔ اپنے قیام گاہ کی کھڑکی میں روضۂ مقدسہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ عرض کیا کہ ''غلام علی الہ آبادی نے جو قرآن شریف یہاں کی تلاوت کے لئے بھیجا ہے، اگر حضور اجازت دیں تو الماس صاحب کو وہ نسخہ دے دوں، کیونکہ وہ باقاعدہ تلاوت کے عادی ہیں، ورنہ یہاں قرآن شریف رکھے ہوئے ہیں اور کوئی تلاوت نہیں کرتا۔۔ مکہ شرف اگر ہمراہیوں میں سے جن جن کے کئے جہاز میں جگہ نکلتی گئی انہیں ہندوستان بھیجتے گئے۔ خود پہلے کی طرح مشغول عبادت رہے۔۔۔ فرماتے ہیں کہ خیال آیا ہندوستان دار الحرب ہے۔ بہتر ہے کہ حرم پاک میں بیٹھا رہوں (۱)، لیکن غیب سے اشارہ ہوا کہ اگر تم نہیں جاؤ گے تو ہم اپنا کام کسی دوسرے سے لے لیں گے۔ اسی پر واپس کا ارادہ پختہ ہوگیا۔ ۱۵ر شوال کو مکہ سے چلے۔ ذیقعدہ کے آغاز میں جدہ سے روانہ ہوئے۔ اس وقت تک صرف اتنے ساتھی رہ گئے تھے کہ چار جہاز کرایہ پر لینے پڑے (گویا نصف سے زیادہ ساتھی روانہ کئے جا چکے تھے) مخا میں ایک مہینہ گزارا پھر ذوالحجہ کو بمبئی پہنچ گئے، وہاں سے الپی وغیرہ ہوتے ہوئے ۶ر صفر ۱۲۳۹ھ کو کلکتہ آ گئے۔ کلکتہ میں خاصی دیر قیام رہا، پھر مختلف مقامات پر ٹھیرتے ہوئے دو سال دس ماہ بعد ۲۹ر شعبان ۱۲۳۹ھ مطابق ۹ر اپریل ۱۸۲۴ء کو وطن آ گئے۔ کچھ مدت بعد بیت المال کا جائزہ لیا تو دس ہزار روپے موجود تھے۔

سفر حجاز کے حالات و واقعات مختلف راویوں اور سوانح نویسوں کے بیان

۱۔ مگر جہاد تو ان کی سرشت میں تھا، ہندوستان کو جب دار الحرب تسلیم کر لیا تو ایسا خیال کیوں آیا۔

کردہ اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ سخن سنج اس سے مضمون آرائیوں کا خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ خواب یک خواب است، اما بعد تعبیر ہا۔ اور اس سب کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ ہر شخص نے اپنے قیاس سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے، اور حقیقت سے بے نیاز ہو کر ان سب کی چگونگی اور بوقلمونی بذات خود دلچسپی کے ساتھ وقت کاٹنے کا ذریعہ بن سکتی ہے، مگر ان سب کے اختلافات نشاندہی کر دیتے ہیں کہ اصلیت و واقفیت کچھ اور ہے۔ لب ولباب ان بیانات اور خوش خیالیوں کا یہ ہے کہ خلاف قیاس و امید حد سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ کرامتیں حسب معمول تماشے دکھا کر جادو کا کام کرتی رہیں اور ان کرامتوں کی تشریح شاہ عبدالعزیز والے خط میں موجود ہے جو انہوں نے مولوی محمد نعیم کو لکھا تھا یعنی اس طرح طفلان طریقت کو ایسے عجائبات کے ذریعے ترغیب دی جاتی ہے، تاکہ ہمت افزائی ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک سید صاحب کی حیثیت طفل طریقت سے زیادہ نہیں تھی۔ اس خط میں یہ بھی امید ظاہر کی گئی ہے کہ شاید آگے چل کر سید صاحب ابدال بنا دیئے جائیں مگر عام طور پر ابدال مجذوب و مستتر ہوا کرتے ہیں۔ کشف و کرامات کے متعلق خود "صراط مستقیم" میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"ان طلسماتی نظاروں سے مومن کا ایمان عزم و اتباع سنت بڑھتا ہے لیکن وہ کمال جو انسان سے مطلوب ہے ان کشف و کشود سے حاصل نہیں ہوا کرتا۔"

اس حقیقت کے کھل جانے پر ان کے معتقدین سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ کرامتوں کا جو ڈھونگ رچایا ہے وہ کمال کی علامت کیسے بن گیا۔ یہ ان صاحبان کی عجائب پرستی اور بدعت دوستی کی دلیل ہے۔ انہوں نے ان کرامتوں کے اظہار سے سید صاحب کو جھنجھنا بنایا ہے اور سیدھے سادے مسلمانوں کو فریب میں ڈالا ہے۔ اہل فہم اس حرکت کو ذلت کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے مجبور ہیں۔ الفاظ کو چمکا کر انہوں نے معنوں کو خبط کر دیا ہے۔ اس لئے ان کے عقائد بھی مجوب ہو کر رہ گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس قافلہ مبشرہ کے پہنچنے سے پہلے یہ خبر مکہ معظمہ میں پہنچ چکی تھی کہ ان صاحبان کے عقائد نجدیوں اور وہابیوں جیسے ہیں۔ ایسی افواہوں سے بدگمانی کا پیدا ہو جانا فطرتی ولازمی تھا۔ قدم اول پر شریف مکہ نے ان سے استفسار کیا تو انہوں نے صفائی پیش کر کے یقین دلا دیا کہ ہم نہ وہابی ہیں اور نہ نجدیوں کے اعتقادات رکھتے ہیں، ہر چند انہوں نے منطقی مغالطوں سے کام لیا ہو مگر اسی کو تقیہ کہا جاتا ہے۔ بہر حال شریف مکہ کو مطمئن کر دیا گیا مگر یہ درون خانہ کی صفائی افواہ کی عام شہرت کو نہیں مٹا سکتی تھی اور اسی کو کہتے ہیں "بد اچھا بدنام برا" اس شک وشبہ کی حالت میں لوگ ان سے دور رہے اور درمیان میں ایک خلیج واقع ہو گئی۔ لہذا پر جوش استقبال کا دعویٰ اور ادعائے مقبولیت معلوم۔ مرزا حیرت کہتا ہے کہ حج میں نجدیوں سے ملاقات ہوئی تھی جس کی بنا پر ڈاکٹر ہیوجز نے یہ رائے قائم کی۔ انہوں نے نجدیوں سے عقائد مستعار لئے مگر میرزا صاحب کو اس سے قطعی انکار ہے اور علانیہ کہتے ہیں کہ نجدیوں کی ملاقات سے پہلے ہی سے ان کے عقائد ذاتی طور پر ایسے ہی تھے، اور اگر ان کے عقائد میں کوئی سقم ہوتا تو اس کو دور کرنے کے لئے مولانا عبدالحی، شاہ اسماعیل اور دیگر علما خود ان کے پاس موجود تھے۔ لہذا نجدیوں سے انہوں نے سبق نہیں پڑھا، اس کے مقابل میں مولانا مہر صاحب کا اعلان ہے کہ ترکوں اور مصریوں نے نجدیوں کو اس درجہ کچل دیا تھا کہ حجاز میں آنے کی نجدیوں کو ہمت ہی نہیں تھی لہذا ایسی صورت میں نجدیوں کے حجاز آنے اور ان سے سبق لینے کی افواہ غلط ہے مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مولانا تھانوی کے ملفوظات "حسن العزیز" (۱) کی جلد اول میں لکھا ہے کہ:۔

ترکوں کے تسلط کے بعد بھی حجاز میں نجدیوں کے خفیہ اڈے موجود تھے۔ چنانچہ ایک نجدی سے حاجی امداد اللہ کے مناظرہ کا حال بھی لکھا ہے۔ اس بیان سے میرزا حیرت کے بیان کی تائید اور جناب مہر کے ارشاد کی تردید ہو جاتی ہے۔ "موج

۱۔ مرتبہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب۔

کوثر" میں شیخ محمد اکرام صاحب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ: "سید صاحب کو حجاز میں وہابیوں کے عقائد سے باخبر ہونے کا موقع ملا تھا۔ سید صاحب کے اور وہابیوں کے عقائد میں بہت اشتراک ہے، اس لئے ان کے بہت سے ساتھی وہابی عقائد سے متاثر ہوئے تھے۔۔۔ چنانچہ شاہ اسماعیل نے سفر حج سے واپس آ کر اپنے آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا۔ البتہ مولانا عبدالحی ان سے متفق نہیں تھے اور سید صاحب کے متعلق اختلاف رائے ہے"۔

جناب اکرام کی تحقیق مستشرقین جیسی ہے جو محض قیاس سے گول مول نتیجہ نکال لیا کرتے ہیں اور کلیہ بنا لیتے ہیں۔ اکرام صاحب نے تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کا خود مطالعہ فرمایا ہے اور اس پر اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔ پھر کیا وجہ کہ انہوں نے نجدیوں کے اثرات کا حجاز میں قبول کرنا لکھا۔ میرزا حیرت اور جناب مہر کا خیال یقیناً صحیح ہے کہ اس موقع پر نجدیوں سے ان لوگوں نے تعلیم حاصل نہیں کی۔ مہر صاحب نے تو صاف کہا ہے کہ:

مدینہ طیبہ میں موحدانہ عقائد رکھنے کی وجہ سے مولوی عبدالحق نیوتنوی پر مقدمہ چلا تھا۔ تاریخ سے اگر شواہد طلب کئے جائیں تو واضح ہوگا کہ ترکوں کے تسلط کے بعد نجدیوں کا اثر مخا اور حدیدہ میں باقی و جاری تھا۔ وہیں سے یہ لوگ خفیہ طور پر حجاز کے اوپر اثر ڈالتے تھے اور سید صاحب کے حالات سے ظاہر ہے کہ آتے جاتے مخا میں طویل قیام کیا اور حدیدہ میں ہندوستانی دوست نے دعوت کی تھی۔ قافلہ کے نجدی الخیال ہونے کی خبر حجاز میں یقیناً ان ہی مقامات سے پہنچی تھی۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کے خیالات و عقائد اس قافلہ کے سفر حجاز سے پیشتر کے تھے۔ اور تاریخی حقائق مظہر ہیں کہ اس قسم کے موحدانہ عقائد ہندوستان میں محمد تغلق کے عہد میں موجود تھے۔ اسی زمانہ میں ابن تیمیہ کی تعلیم ہندوستان میں رائج ہوئی تھی۔ یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ امام ربانی حضرت مجدد سرہندی کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ کی اصلاحی تحریک نے ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب نجدی کی تجدید کو مخلوط کر کے موحدانہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

عقائد کو فروغ دیا تھا۔ شاہ فخر، شاہ ولی اللہ کے ہم عصر ہیں، ان کے ملفوظات سے منقول ہے کہ محمد فاخر نامی ایک عرب نے دہلی آ کر اس قسم کی تبلیغ کی تھی اور نجدیوں کے اصول کے مطابق دہلی میں قبروں اور قبوں کو ڈھانے کا آغاز کیا تھا۔ لوگ انہیں ''وہابی لہابی'' کہا کرتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے زمانہ میں بھی نجدی تعلیم کی تبلیغ کی جاتی تھی۔ کتاب التوحید کا نسخہ سب سے پہلے ایک مرادآبادی صاحب حجاز سے یہاں لائے تھے۔ مختصر یہ کہ اس قسم کے جملہ سامان دہلی میں سید صاحب کی بیعت اور تبلیغی دوروں سے پہلے ہی سے موجود تھے، اور اسی پر اپنی تجدید کی بنیاد رکھ کر شاہ اسماعیل نے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر وعظ فرمانا شروع کئے تھے۔ اور ان ہی ''موحدانہ'' عقائد پر علامہ فضل حق خیرآبادی سے مباحثہ ہوا کرتے تھے۔ انہیں مباحثوں کی وجہ سے شاہ اسماعیل میں افراط وغلو کی شان پیدا ہو گئی تھی۔ اور انہوں نے علی الرغم شرک کے دائرہ کو از حد وسیع کر دیا تھا۔ چنانچہ تقویۃ الایمان کا مسودہ اپنے احباب کو دکھاتے وقت اس امر کا انہوں نے خود اقرار کیا تھا۔ ''تحفہ محمدیہ'' میں بتایا گیا ہے کہ جس وقت شاہ اسماعیل تقویۃ الایمان لکھ رہے تھے۔ اس وقت ان کا ایک شاگرد مسمی امام بخش اس کا مسودہ ہر روز رات کو مولانا مملوک علی کو لے جا کر دکھا دیا کرتا تھا۔ اور وہ روزانہ اس حصہ کا رد لکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب تقویۃ الایمان مکمل ہوئی تو مولانا مملوک علی کا رد بھی تکمیل کو پہنچا۔ اس رد کو مولانا مملوک علی نے ۱۸۱۷ء میں شائع کیا تھا۔ مولانا مملوک علی تقویۃ الایمان کا تلفظ قاف کو فے سے بدل کر لیا کرتے تھے۔ یعنی ''ایمان کو فوت کرنے والی کتاب'' کہتے تھے۔ اس واقعہ سے تقویۃ الایمان کی تصنیف کا تعین ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۷ء سے پہلے کیا جا سکتا ہے۔ تقویۃ الایمان (۱) میں وہی مسائل ہیں جن پر بحث ہوئی تھی۔ جہاد کے متعلق ایک حرف بھی اس میں موجود نہیں ہے، اس کے معنی یہ ہوئے کہ پنجاب کے خفیہ دورہ سے پہلے شاہ اسماعیل تقویۃ الایمان لکھ چکے تھے اور تقویۃ الایمان سید

۱۔ موجودہ تقویۃ الایمان کا دوسرا حصہ شاہ اسماعیل کی وفات کے بعد محمد سلطان خان صاحب نے لکھا ہے مگر مطالب شاہ اسماعیل کے ہی ہیں۔ (حیات طیبہ) لیکن وہ کامیابی کے ساتھ نہ لکھ سکے۔ (سوانح احمدی)

صاحب کے دوبارہ دہلی آنے سے یقیناً بہت پہلے لکھی گئی تھی۔ صراط مستقیم دراصل تقویۃ الایمان کی نقل ریٹ ہے، اس میں کچھ ترمیم و تنسیخ بھی کی گئی ہے اور اس میں مسئلہ جہاد کا بھی ذکر ہے۔ ان جملہ واقعات سے بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ سفر حج سے بہت پہلے ہی قافلے والوں کے موحدانہ عقائد تھے۔ صراط مستقیم کا عربی میں ترجمہ کر کے حجاز میں نقلیں تقسیم کی گئی تھیں۔ اس میں بھی موحدانہ عقائد بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اب وہ کون سی عقل ہے جو اس بات کو تسلیم کر لے کہ صراط مستقیم کے مضامین کو اہل حجاز نے اچھی نظروں سے دیکھا، اور اس کی وجہ سے اس قافلہ کو وہاں مقبولیت حاصل ہوئی۔ دور کے ڈھول سہانے ہوا کرتے ہیں، ان حضرات کے بیانات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ وہاں بیعت کرنے والوں کی تعداد انگلیوں پر شمار کی جا سکتی ہے، بلغار کا ایک عالم مرید ہوا تھا۔ نہ بلغار کا کل قافلہ۔ جاویوں میں محض تین شخصوں کی بیعت کا اعلان ہے۔ یعنی اقبال ہے کہ کل قافلہ نے بیعت نہیں کی۔ اس طرح پیشین گوئی صحیح ثابت نہیں ہوئی، کہ اقلیم روم اور اقصائے بخارا تک ان کی تعلیم کی رسائی ہوئی۔ لہذا یہ داستان محض زیب دستان ہے اور صفحۂ قرطاس کی رونق ہے۔

مدینہ منورہ کی واپسی کا سبب بھی ایک چستان ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ سرد موسم کی وجہ سے قافلہ کو تکلیف ہو رہی تھی، اس لئے از راہ ترحم رسول کریم ﷺ نے اجازت رخصت دے دی، پھر یہ بھی خیال ہے کہ مولوی عبدالحق نیوتنوی کے موحدانہ خیالات پر جو مقدمہ چلایا گیا تھا وہ بھی واپسی کا سبب ہے، اور سب سے زیادہ یہ کہ مدینہ منورہ پہنچ کر شاہ اسماعیل نے گل افشانی کی تھی کہ شدّ رحال کی حدیث کے مطابق مسجد نبوی کے لئے سفر جائز ہے۔ اس لئے میں صرف مسجد نبوی میں نماز پڑھنے آیا ہوں۔ رسول پاک کے مزار اطہر کی زیارت ضمناً حاصل ہو گئی۔ ان امور کی وجہ سے مدینہ والے ان صاحبان سے الفت نہیں جتا سکتے تھے۔ وہ ان کے درپئے آزار ہو گئے، اور خیریت اسی میں تھی کہ وہ جلد از جلد وہاں سے رخصت ہو آئیں۔ (تحفہ محمدیہ: ۱۲۶) اگر رسول مقبول ﷺ کی بشارت صحیح ہے تو انہیں عقائد کی وجہ سے انہیں خارج البلد کرنے

کا مفہوم ترجیح ہوتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ مولوی عبدالحق نیوتنوی کے مقدمہ اور شاہ اسماعیل کے شذ رحال والے اعلام نے مکہ معظمہ والوں کے کان نہ کھولے ہوں۔ اور ابتدائی افواہوں کی وجہ سے جو انہوں نے غلط تاویل کر کے مطمئن کیا تھا، ان کی فریب دہی کو نہ سمجھ لیا ہو۔ مکہ معظمہ کے اسی آخری قیام میں یہ لوگ کچھ خاموش نظر آتے ہیں۔ پہلے کا سا جوش اور کرامتوں کا مینہ برستا نہیں معلوم ہوتا۔ نشر و اشاعت کرامات اور سلسلہ بیعت کے بجائے ان پر جمود اور سراسیمگی کا غلبہ ہے۔ یہی خلوت گزینی اور اچانک واپسی ظاہر کرتی ہے کہ تیار حج کو چھوڑ دینا معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔ اگر واپسی کے لئے فرمان الٰہی ہوا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ انہیں دوسرے حج سے محروم کرنا تھا، اسی وجہ سے وہ حاجی کے لقب سے ملقب بھی نہیں ہوئے اور یہ اللہ کا کرم خاص ہے کہ مکہ والوں کے غصہ و عتاب سے انہیں بچ جانے کا موقع دیا۔ حکم الٰہی ۱۵ شوال کو ہوا تھا اور انہوں نے یکم ذیقعدہ کو حج سے ایک ماہ پیشتر حجاز کو بادل مخزون الوداع کہا۔ پندرہ دن کے اندر اتنے بڑے قافلہ کو جہازوں کا مہیا ہو جانا بھی ایک کرامت ہے، مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ کی واپسی کے بعد قافلے والوں کو جہازوں کی گنجائش کے مطابق بھیجنا شروع کر دیا تھا۔ اس صورت میں حکم الٰہی کا تعین ۱۵ شوال غلط ٹھہرتا ہے۔ آخر یہ راز کیا ہے کہ بات بنائے نہیں بنتی۔ شاہ اسماعیل کی والدہ صاحبہ کی نیت کے خلاف مرض موت میں مرید کرنا بھی ایک معمہ ہے۔ مولوی معین الدین صاحب پھلتی بیمار ہونے کی وجہ سے مکہ معظمہ میں چھوڑ دیئے گئے تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے دن سید صاحب نے مدینہ منورہ میں بتایا کہ آج سید معین الدین کا انتقال ہو گیا اور ان کا ذکر ملا، اعلیٰ میں ہو رہا ہے۔ (سوانح احمدی) اب اعجوبہ ترین حقیقت ہے کہ شاہ عبدالعزیز کا جب وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء میں ہوا تو سید صاحب کو مطلق خبر نہیں ہوئی، اور ملا، اعلیٰ میں ان کا ذکر انہوں نے نہیں سنا، اور نہ ان کے وصال کے بعد سید صاحب نے اپنے پیر و مرشد کا کبھی ذکر کیا۔ البتہ شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی

بڑی تاخیر کے بعد ۱۲۴۰ء میں دہلی پہنچے تھے۔ رسم تعزیت ادا کرنے کے ساتھ عقائد کے متعلق مسجد جامع میں مباحثہ بھی کیا۔ ان واقعات کو سن کر اور حالات معلوم کر کے کہنا پڑتا ہے کہ شے لطیف کی کمی یا ادھر ہے یا اُدھر ہے، اور بات طے نہیں ہوتی۔ اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہ کیوں۔ اس سفر حجاز کا مبشرات سے سلسلہ ملانا ہر عامی کا کام نہیں۔ بادی النظر میں حال قال سے جدا معلوم ہوتا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۷ کا مفہوم یہ ہے کہ حج میں رفث، فسوق اور جدال نہیں ہونا چاہیے، مگر یہاں یہ سب کچھ ہوا۔ ایسی حالت میں اس سفر حجاز کو وسیلہ ظفر کوئی کیسے مان سکتا ہے۔

اس بے بسی پہ ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

سیاسی ماحول

بہ ہر لحظہ بہر ساعت بہ ہر دم
دگرگوں مے شود احوال عالم

دنیا جانتی ہے کہ سلطنت مغلیہ انگلشیہ کس طرح بن گئی۔ آخری تاجداران مغلیہ کی غفلت وعیش پسندی کا مرثیہ اور انگریز سوداگروں کی فتح مندی کا قصیدہ سنتے سنتے کان تھک گئے ہیں، مگر کچھ ایسی ہوا بندھ گئی کہ کسی نے حقیقت واقعی کی طرف توجہ نہیں کی۔ انگریز سوداگروں کے عروج کی داستانوں میں خود ایسا سوز موجود ہے کہ سینہ کوبی کو جی چاہتا ہے اور خون کے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ صوبیداروں نے خودمختاری اختیار کرلی تھی، مگر یہ خودمختاری راس نہیں آئی، جنوبی وسطی وشمالی صوبیداروں کی زندگی بجلیوں کے سایہ میں گزری۔ شمالی حملوں اور جنوب میں جاٹوں اور مرہٹوں نے قیامت برپا کردی، مگر مشرق میں بنگال چین سے بیٹھا ہوا دولت کے انبار لگا رہا تھا۔ دیوان بنگال مرشد قلی خان کے سامنے انگریز سوداگر سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اس نے ۱۷۱۷ء کے معاہدہ کے ذریعہ انہیں جکڑ بند کر رکھا تھا۔ وہ قلعہ کلکتہ یعنی فورٹ ولیم سے تجاوز نہیں کرسکتے تھے۔ اس کے بعد علی بردی خان کی نوابی کے حضور میں بھی وہ دم نہیں مار سکتے تھے۔ مگر ۱۷۵۶ء میں جب سراج الدولہ تخت نشین ہوا تو انہوں نے پر پرزے نکالنا شروع کردیئے۔ یہ جرأت یوں ہوئی کہ پرتگال اور فرانس والوں کی طرح وہ بھی ملکی سیاست میں حصہ لے کر دولت کمانا چاہتے تھے۔ یہ افواہ کہ سراج الدولہ

ناتجربہ کار، نااہل، رنگیلا اور ناعاقبت اندیش تھا۔ کوئی معنی نہیں رکھتی، اب تک فرانسیسی اور ڈچ فوجیں اکٹھی کرتے تھے۔ ریاستوں کی فوجوں کو تعلیم دیا کرتے تھے، اور حکومتوں کی خانہ جنگیوں میں کسی نہ کسی فریق کے ممد و معاون بن کر معاوضہ و منافع حاصل کیا کرتے تھے۔ اب انگریز سوداگروں کو بھی طمع اور ہوس پیدا ہوئی، اور یہی اصول اختیار کیا۔

ہندوستان میں سلطنت انگلشیہ کا بانی کلایو کو مانا جاتا ہے، وہ انگلستان کے آوارہ گرد نوجوانوں میں سے تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت کے سلسلہ میں اس کا ہندوستان میں آنا ۱۷۴۴ء میں ہوا۔ کئی برس کے بعد نظام اور نواب ارکاٹ کی جنگ ہوئی تو فرانسیسی سردار ڈوپلے نے ناصر جنگ کی حمایت کی اور ادھر انگریزوں کا کلایو نواب ارکاٹ محمد علی کی طرف سے نمودار ہوا۔ ۱۷۵۱ء کی اس جنگ میں ڈوپلے نے کلایو سے منہ کی کھائی اور کلایو کی بہادری سے محمد علی کی ریاست ارکاٹ ہر خطرہ سے محفوظ ہوگئی۔ اس کے بعد کلایو کی قسمت میں بنگال کی فتح لکھی ہوئی تھی، سوائے سیم وزر کی طمع کے اس کا کوئی اور تصور و مقصد نہیں تھا۔ اپنی ان فتوحات کے بعد وہ اپنے وطن چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد اس کے کارناموں کے نتائج کی وجہ سے ایسا فتنہ اٹھا کہ انگریزی سوداگروں کو جان بچانا مشکل ہوگئی لہذا اس فتنہ و فساد کے فرو کرنے کے لئے ۱۷۶۵ء میں وہ پھر بھیجا گیا لیکن بیمار ہو جانے کی وجہ سے ۱۷۶۷ء میں انگلستان جانے کے لئے مجبور ہو گیا، پہلی مرتبہ جب وہ وطن گیا ہے تو اس آوارہ گرد نوجوان کی آمدنی مستقل طور پر چالیس ہزار پونڈ سالانہ کی ہوگئی تھی، اور وہ اپنے ساتھ اعزاء و اقربا کے لئے پچاس ہزار پونڈ کی رقم لے کر گیا تھا(۱)۔ اس کا استقبال بڑی عزت و احترام کے ساتھ کیا گیا۔ اس کی دولت کی فراوانی کا علم عوام کو ہی نہیں بلکہ ڈائریکٹروں کو بھی تھا(۲)۔ اسی لحاظ سے کمپنی کے دوسروں افسروں کی دولتمندی کا بھی

1. HISTORY OF ENGLAND IN THE 18th CENTURY, VOL PAGE 263.
2. MILL & NELSON, HISTORY OF INDIA 5th EDITION, PAGE 279.

WWW.NAFSEISLAM.COM

اندازہ لگایا گیا اور اس نتیجہ پر پہنچ کر کہ ہندوستان میں دولت آسانی سے مل جاتی ہے، انگلستان والوں نے اپنے بیکار و مجہول لڑکوں کو بھی کمپنی کا ملازم کروا دیا(۱)۔ دوسری مرتبہ جب لارڈ کلایو کا علیل ہو کر انگلستان جانا ہوا تو کمپنی کے ملازمین نے اس کی بے ایمانیوں اور رشوت ستانیوں کی شکایت کی۔ تحقیق کے لئے کمیٹی بٹھائی گئی، جس نے عرصہ دراز کے بعد فیصلہ دیا کہ شکایت صحیح نہیں ہے، مگر کلایو کے دل کے چور نے بیماری و پریشانی میں اس درجہ اضافہ کیا کہ بیزار ہو کر بانی سلطنت انگلشیہ ہند نے ۱۷۷۴ء میں خودکشی کر کے تمام بلاؤں سے نجات پالی۔ کیتھ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر لکھا ہے کہ

"کلایو نے کمپنی کو بدنام و ذلیل کر دیا۔"

انگریز سوداگروں کی داستان کی ابتدا اس طرح ہوئی۔ بنگال میں انگریز سوداگروں کے سر میں روپیہ کمانے کا سودا سوار ہوا تو سب سے پہلی حرکت یہ کی کہ نذرانہ اور دام لے کر کلکتہ کے فورٹ ولیم میں سراج الدولہ کے مجرموں کو پناہ دینے لگے۔ سراج الدولہ نے جواب طلب کیا تو ان بہادروں کو مجرم معافی مانگنے کے کوئی چارہ نہ تھا مگر معافی حاصل کرنے کے بعد ان خطا کاروں نے ۱۷۱۷ء کے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے مرمت کے بہانے فورٹ ولیم کو وسیع کرنا شروع کر دیا تا کہ اپنے آپ کو اور زیادہ محفوظ کریں اور مجرموں کو چھپانے میں آسانی ہو۔ سراج الدولہ نے پھر جواب طلب کیا اور صاحب بہادروں نے ندامت کا اظہار کر کے اقرار کیا کہ اب ایسی خطا قبل حاجات نہ ہوگی۔ سراج الدولہ کچھ سہی مگر مروت کا آدمی تھا، اس نے اعتبار کر لیا اور درگزر کی۔ مگر یہ باز آنے والے نہ تھے۔ اس مرتبہ اپنی کیا دی سے ہندوستانیوں کو بھرتی کر کے اپنی فوج میں اضافہ کرنا شروع کر دیا۔ اب نواب نے ایک نہ سنی اور فوج کشی کر کے نہ صرف قاسم بازار کی کوٹھی پر قبضہ کر لیا، بلکہ فورٹ ولیم کو فتح کر کے ان

1. A.B. KIETH A., CONSTITUTIONAL HISTORY OF INDIA 2nd EDITION 1937, PAGE 57

مکاروں کو بھگا دیا۔ اس معرکہ میں چند انگریز گرفتار ہوئے تھے۔ انہیں مفتوحہ فورٹ ولیم کی ایک کوٹھڑی میں مقید کر دیا گیا تھا۔ ہونے والی بات کہ کافی ہوا کا گزر نہ ہونے کی وجہ سے کچھ قیدی دم توڑ گئے۔ انگریز مورخین نے بلیک ہول کی اصطلاح ایجاد کر کے عجیب روح فرسا داستان گڑھی اور نواب کو مطعون کر کے ساری دنیا کے دماغ سے یہ خیال محو کر دیا کہ ان قیدیوں کو محبوس کرنے کے بجائے قتل کرنے کا بھی سراج الدولہ پورا حق حاصل تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد فورٹ ولیم کو واپس لینے کے لئے مدراس سے کمک آئی۔ بحری فوج کا امیر مسٹر واٹسن تھا، اور بری فوج کی قیادت کلایو کے سپرد تھی، کلایو کے قدم پہلی مرتبہ بنگال میں اسی وقت آئے تھے۔ بحری حملہ کی مدافعت سراج الدولہ کے بس کی بات نہیں تھی۔ لہذا انگریزی افواج نے کلکتہ کو تسخیر کر کے ۲ر جنوری کو ۱۷۵۷ء کو ہگلی بھی فتح کر لیا، صلح ہو جانے پر نواب کو فورٹ ولیم اور ہرجہ دینا پڑا۔ اس کے بعد کامیابی پر نازاں ہو کر انگریزوں نے چندر نگر کا رخ کیا۔ نواب نے فرانس والوں سے مدد لے کر مدافعت کی، مگر قسمت نے یاوری نہ کی اور شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور دوبارہ صلح ہو گئی۔

یہی وہ زمانہ تھا جبکہ ابدالی نے پنجاب پر تاخت کی تھی۔ کلایو کی آنکھوں میں سراج الدولہ خار کی طرح کھٹک رہا تھا۔ اب کلایو کو کوئی سودمند اتفاق سے ایک سکھ تاجر امی چند کلایو سے مشورہ کرنے کے لئے آیا۔ کلایو نے اس سے کہا کہ نواب سے اپنا قرضہ کس طرح وصول کروں۔ کلایو نے جواب دیا کہ میر جعفر کو میر اطر فدار بنا دو تو تمہارا قرضہ ادا کر دوں گا اور جعفر کو نواب کی گدی دلوا دوں گا، جب یہ تدبیر مکمل ہو گئی تو خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ سراج الدولہ کو الٹی میٹم دیا کہ گزشتہ معاہدہ کی خلاف ورزی جو آپ سے سرزد ہو رہی ہے، وہ گوارہ نہیں کی جا سکتی۔ نواب ابھی جواب نہیں دے پایا تھا کہ پلاسی پہنچ کر کلایو نے حملہ کر دیا۔ میر جعفر نے سازش کے مطابق سکوت اختیار کیا اور سراج الدولہ کو گرفتار

WWW.NAFSEISLAM.COM

کر کے کچھ عرصہ بعد شہید کر دیا گیا۔ پلاسی کی یہ جنگ ۲۳ رجون ۱۷۵۷ء کو ہوئی تھی۔
معاہدہ کے وقت امی چند نے قرضہ کی ادائیگی کی شرط لکھنے کے لئے اصرار کیا۔ کلایو کے تکلف کو دیکھ کر اس نے دھمکی دی کہ سازش کا راز افشا کر کے پانسہ پلٹ دوں گا۔ لہذا کلایو نے دو معاہدے لکھوائے۔ ایک میں قرضہ والی شرط مذکور تھی، اور دوسرے میں نہیں تھی۔ پہلی کاپی دکھا کر امی چند کو مطمئن کر دیا، مگر دوسری کاپی پر دستخط کروائے جس میں قرضہ کا ذکر نہیں تھا۔ معاہدہ بغیر واٹسن کے دستخطوں کے مکمل نہیں ہو سکتا تھا، اور اس نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ پلاسی کے حملہ کو وہ غلط سمجھتا تھا، مگر کلایو نے واٹسن کو اطلاع کئے بغیر اس کی لاعلمی میں خود اپنے ہاتھ سے اس کے دستخط بنا دیئے۔ کلایو کی ان ہی حرکتوں کی وجہ سے سلطنت انگلشیہ کی بنیاد پڑی۔ میر جعفر نے نوابی کی خوشی میں ملازمین ممبران کونسل کو دس لاکھ کا انعام دیا۔ اور کمپنی کے نام چوبیس پرگنہ کا علاقہ لکھ دیا۔ یہ علاقہ کلایو کی جاگیر کے نام سے مشہور ہوا۔

پلاسی کی فتح کے بعد انگریز سوداگر اپنے آپ کو حاکم سمجھنے لگے۔ ان کی نظر میں حکومت کا مقصد ہر جائز و ناجائز طریقہ سے روپیہ وصول کرنا تھا۔ چنانچہ خوب نذرانے لئے، ڈٹ کر جرمانے کئے، زبردستی لوٹ مار کی اور پھر ضرورتمند امراء کو حد سے زیادہ شرح سود پر قرضے دیئے، ان حرکات ناشائستہ کی وجہ سے لوگ تھرانے لگے۔ انگریز کی صورت دیکھ کر گاؤں والے اپنے اپنے گھروں سے بھاگ جاتے تھے۔ دکانیں بند ہو جاتی تھیں اور راہگیر بدحواس ہو کر رہ جاتے تھے۔(۱)

میر جعفر کے نواب ہو جانے کی خبر سن کر دہلی کا شہزادہ عالی گہر یعنی شاہ عالم نواب وزیر اودھ کی معیت میں حملہ آور ہوا، مگر کلایو کا نام سنتے ہی نواب اودھ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور مجبوری میں شاہزادے نے اپنے آپ کو کلایو کے حوالے کر دیا مگر کلایو کی سمجھ بوجھ اور دور اندیشی قابل غور ہے۔ اس نے شہزادے کی تعظیم و تکریم دل کھول کر کی اور نذرانہ کے طور پر پانسو اشرفیاں پیش کیں۔ شاہزادہ بنسی خوشی واپس چلا

1. LOEKY; A HISTORY OF ENGLAND IN THE 8th CENTURY VOL IV, PAGE 264.

گیا۔ اب میر جعفر کو وہم پیدا ہوا کہ اس کا کرم فرما اس کی دولت لوٹ کر اسے ذلیل و تباہ کر رہا ہے۔ لہذا نجات پانے کے لئے میر جعفر نے ڈچ سے سازش کی مگر اس مقابلہ میں بھی کلایو کو فتح ہوئی اور اس نے پھر میر جعفر کو اپنی غلامی میں قبول کر کے بحال کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۷۵۹ء کا ہے جس کے بعد ۱۷۶۰ء میں کلایو انگلینڈ واپس گیا۔

فتح پلاسی کے بعد جو دور شروع ہوا۔ اس کی مثال دنیائے تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ اب تک متعدد ایشیائی فاتحین نے ہندوستان پر تسلط جمایا تھا مگر اس قسم کی تبدیلی کبھی نہیں ہوئی۔ شائد اس لئے کہ ان فاتحین کا طرز زندگی اور طرز حکومت مفتوحین سے زیادہ مختلف نہیں تھا۔ مسلمان فاتحین کا مذہب اور ان کی زبان عربی یا فارسی اگرچہ مفتوحین سے ملتی جلتی نہیں تھی۔ مگر اس سے اجنبیت و غیریت نہیں پیدا ہوئی۔ مسلمانوں نے یہاں کی اقتصادیات، زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت کو نقصان نہیں پہنچایا۔ قصبات کی زندگی کو بحال رکھا۔ ان کے یہاں سیاسی معاملات فاتح کے قبضہ میں رہے۔ اور نظامی و مالی معاملات میں ہندوستانیوں کو شریک کیا۔ یہی نہیں بلکہ وہ ایسے گھل مل کر رہے کہ یہاں کے تمدن کو خود قبول کر لیا۔ بعض ہندو مصلح اگرچہ ذات پات کے خود مخالف تھے مگر مسلمانوں نے ان کے ذات پات اور رسم و رواج اپنے یہاں رائج کر لئے، اس کے برخلاف انگریزی راج میں ان کے اصول اس درجہ علیحدہ تھے کہ سوسائٹی میں یکسانیت نہیں رہی اور زندگی کے ہر معاملہ اور شعبہ میں غیریت پیدا ہوگئی۔ فاتح و مفتوح میں بعد ہونے کی وجہ سے جو اختلاف ہوا وہ برطرف ملازمین کی دولت اندوزی سے خود کمپنی کو بے حد نقصان ہوا، اور ان میں تفریق پیدا ہوگئی۔ ملازمین مالدار بن گئے اور کمپنی غربت و افلاس کی زد میں آگئی۔ میر جعفر میں اتنی استطاعت نہیں تھی کہ بدنظمی کو دور کرنے کے لئے ہر مرتبہ روپیہ مہیا کر سکے۔ لہذا بدامنی کا ملزم بنا کر اسے معزول کر دیا گیا اور اس کے داماد میر قاسم کے سپرد نوابی کی گئی۔ اس صلہ میں میر قاسم کو بہت بڑی رقم اور چند اضلاع نذر کرنا پڑے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ میر

قاسم میں اپنے خسر سے زیادہ شئے لطیف تھی، اس نے مرشد آباد کے بجائے مونگیر کو اپنی راجدھانی بنایا اور کمپنی کے ناجائز طریقوں پر کڑی نظر رکھی جس کی وجہ سے کمپنی کے ملازمین اور نواب کے گماشتوں میں جھڑپیں ہونے لگیں۔ مئی ۱۷۶۲ء میں اس نے گورنر اور کونسل سے شکایت کی کہ کمپنی کے ملازمین ریاست میں فساد کرتے ہیں۔ لوٹ مار کرتے ہیں، گماشتوں کو زدوکوب کرتے ہیں، بازار سے چوتھائی قیمت پر اشیاء خریدتے ہیں۔ اور اپنا مال پانچ گنی قیمت پر فروخت کرتے ہیں (۱)۔ جب شنوائی نہیں ہوئی۔ تو اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا کہ جہاں ملیں، انگریزوں کو قتل کردو۔ اس کے بعد شاہ عالم (۱۸۰۶ء۔۱۷۵۹ء) اور نواب اودھ سے میر قاسم نے سازش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۷۶۳ء میں اسے معزول کر کے میر جعفر کو سہ بارہ نوابی عطا کر دی۔ مگر میر قاسم اپنے رفیقوں کو ساتھ لے کر ۱۷۶۴ء میں انگریزوں کے مقابل آیا۔ اس جنگ بکسر کی کامیابی نے انگریز سوداگروں کو مستقل طور پر بنگال کا مالک و حاکم بنا دیا۔ بوجہ علالت کلایو کو ۱۷۶۷ء میں ہندوستان چھوڑنا پڑا اور اسی سال میر جعفر کا بھی انتقال ہو گیا۔۔۔ دوسری مرتبہ جب لارڈ کلائیو ہندوستان تشریف لائے تو حسب عادت اپنی حرفت سے کام چلایا۔ مگر تھوڑے ہی دن بعد کمپنی کے ملازمین نے ڈائرکٹروں سے ان کی رشوت ستانی اور اضافیات کی شکایت کی۔ لہٰذا صاحب بہادر بیمار ہو گئے اور یہاں سے چلے گئے۔ شاہ عالم سے ۱۷۶۵ء میں دیوانی حقوق حاصل کر لینے کے بعد سات برس تک خوب جبر و تشدد کیا اور دوعملی کی اصلاح کی کوئی صورت نہ نکل سکی۔ پھر آسمانی غضب یہ ٹوٹا کہ ۱۷۶۹ء میں زبردست قحط پڑا جس کی وجہ سے ایک تہائی آبادی جانبر نہ ہو سکی، اور ہزاروں بیگھہ زمین بنجر ہو کر رہ گئی۔ (۲) رابرٹ اور کیتھ نے اس قحط کے جانی نقصان کو بہت زیادہ لکھا ہے۔ اب کمپنی کی جان مصیبت میں تھی۔ نہ آمدنی ہوئی نہ مصارف پورے ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۷۶۷ء میں شرکاء کمپنی کے منافع کی شرح جو

1. WOODRUF PHILIP, THE MAN WHO RULE IN INDIA, THE FOUNDERS,PAGE106
2. MILLS, HISTORY OF INDIA, VOL V PAGE 376.

WWW.NAFSEISLAM.COM

چند فی صدی سے دس فی صدی تک تھی۔ وہ اب ۱۷۷۲ء میں ساڑھے بارہ فیصدی تک پہنچ گئی۔ اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے کمپنی کو حکومت انگلستان سے دس لاکھ پونڈ قرض لینا پڑا۔ غرض انقلاب یوں آتے ہیں۔ اور قسمتیں یوں بنتی اور بگڑتی ہیں۔ بہرحال کلائیو کو بانی سلطنت انگلشیہ کا لقب ملنا تھا۔ وہ بغیر کسی حجت کے مل گیا۔

۱۷۷۲ء میں گورنر بنگال وارین ہیسٹنگز ہوا۔ اس نے اپنے ہندوستانی تجربہ اور ذاتی فراست سے کلائیو کی حکمت عملیوں کو شرمندہ کر دیا۔ اخلاق و قانون اس کی نظر میں بے معنی الفاظ تھے۔ نواب بنگال اور مغل بادشاہوں سے جو معاہدے تھے اس نے سوخت کر دیئے۔ ۱۷۷۳ء کا ریگولیٹنگ ایکٹ جو خرابیوں کو دور کرنے کے لئے بنایا گیا تھا ہیسٹنگز کی بے ضابطگیوں کی وجہ سے ناکام ہو گیا۔ دیسی عملہ کو اس نے برطرف کر دیا۔ روہیلوں کو تباہ کر کے روہیل کھنڈ نواب اودھ کے سپرد کر دیا۔ نواب سے روپیہ نہ ملنے پر جبر و تشدد کے ساتھ بیگمات اودھ سے روپیہ وصول کیا۔ مہاراجہ بنارس سے کئی مرتبہ روپیہ وصول کیا مگر وہ جب نہ دے سکا تو اسے معزول کر دیا۔ اپنے مظالم سے ہندوستانیوں کو تباہ و ذلیل کیا مگر یہ سب کچھ کمپنی کو مالدار بنانے کے لئے کیا۔ لہٰذا ۱۷۷۴ء میں وہ گورنر جنرل بنا دیا گیا۔ زمینداری کا نیا بندوبست بنایا۔ مالگذاری وصول کرنے کے لئے کلکٹر کا عہدہ ایجاد کیا۔ مگر بایں ہمہ کاشتکاروں اور زمینداروں میں حد درجہ اختلاف بڑھ گیا اور اس سے کسی کو فائدہ نہیں ہوا بلکہ رشوت ستانی اور منافع کے لئے راستے کھل گئے۔ ۱۷۷۳ء سے ۱۷۹۳ء تک حکام نے تباہی اراضی کا مالک اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ بنیوں کو بنا دیا۔ لگان و مالگذاری ادا نہ ہونے پر جائدادیں نیلام ہوتی تھیں اور بنئے روپیہ دے کر خرید لیتے تھے۔ (۱) مثال کے طور پر اس طرح اس نے اپنے ملازم خاص کنٹو کو بہت بڑی جائداد حاصل کر لینے کا موقع دیا (۲)۔ ہندوستانیوں کے مقدمات فیصل کرنے کے لئے صدر دیوانی اور صدر نظامت کے محکمے قائم کئے جن سے مقدمہ بازی میں اور بھی اضافہ ہوا۔ اس کی زیادتیوں اور بدعنوانیوں کی وجہ سے

1. R.C. DUT PAGE 51.
2. COMMITTEE OF CIRCUITS MINUTES DATED SEP 15- 1775

WWW.NAFSEISLAM.COM

کونسل کے ممبروں نے اعتراض کیے تو ۱۷۸۵ء میں اس نے استعفیٰ دے دیا اور بعد کو انگلستان میں اسی وجہ سے مقدمات میں ماخوذ ہوا۔

لارڈ کارنا والس کا عہد (۹۳-۱۷۸۶ء) دانشمندی و بیوقوفی کا مجموعہ۔ اس کی قابلیت میں کچھ شک نہیں۔ وہ نہ صرف ہندوستانی رسم ورواج سے ناواقف تھا بلکہ ہندوستانیوں سے نفرت کرتا تھا اور ان کا بہترین دشمن تھا۔ ان کے مذہبی اختلافات کی وجہ سے انہیں نااہل، بے ایمان اور ننگ نظر سمجھتا تھا۔ اس لئے کہ وہ توہمات عجائبات اور خرافات کی پرستش کرتے تھے۔ سر جان شور نے لکھا ہے کہ:۔

''وہ ہندوستانیوں کی عزت و ناموس کو فنا کرنا چاہتا تھا اور انہیں بیکار بنا کر اور شرفاء کو ذلیل کر کے اپنی قوم کو فائدہ پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ ہندوستانیوں کو عہدوں سے علیحدہ کر کے اپنے نالائق اور نکمے انگریزوں کو آسانیاں بہم پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کے استمراری بندوبست کا نتیجہ یہ ہوا کہ نیلام کی کثرت کی وجہ سے ۱۸۱۳ء تک زمینداری بنیوں کے قبضہ میں پہنچ گئی۔ کاشتکار اس قدر پریشان ہوئے کہ بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ اس کی قانونی اصلاحات سے طویل مقدمہ بازی کا آغاز ہوا۔ جرائم بڑھے، فساد پھیلا اور بدامنی میں اضافہ ہو گیا۔ وہ اپنی قوم کی برتری اور افضلیت کا قائل تھا۔ انگریزوں کو اس قدر فوقیت حاصل ہو گئی تھی کہ وہ ہندوستانیوں کو نیٹو کہا کرتے تھے''(۳) کمپنی کے فوجی افسر آوارہ و بدمعاش قسم کے تھے۔ ان کو دولت کمانے کے علاوہ اپنے فرائض کا مطلق خیال نہیں تھا۔ ڈیوک آف یارک کا خط بنام کارنا والس اور ٹامس و گراٹ کی کتاب ان حقائق سے بھری ہوئی ہیں۔ ڈیوک آف ولنگٹن کی کتاب Making ریمزے میور کی کتاب Narrative of Marguess of welish Govt. of India The English of tilitarian & India اور برک اسٹوکس کی کتاب of India Page-209 اور گلیگ کے Memories میں کارنا والس نے جو اصلاحیں کیں وہ کامیاب نہ ہو سکیں۔ ہندوستانیوں کے خلاف جو قوانین بنائے وہی اس کی غیر مقبولیت کا باعث ہوئے۔ مگر

1. NOTES OF INDIAN AFFAIRS, VOL II, PAGE 577

راس نے گورنمنٹ کو مضبوط بنانے کے لئے جو خاکہ بنایا اگرچہ اس کے عہد میں ناکام ہوا مگر آئندہ اسی پر عمل کر کے سرکار انگلشیہ کو تقویت حاصل ہوئی۔ اس کے صرف دو اصول تھے۔ یعنی انگریزی حکومت کا استحکام اور ہندوستانیوں کی آزادی کو فنا کرنا تاکہ وہ بغاوت نہ کرنے پائیں۔ مگر اس کے استمراری بندوبست سے ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جو دولت جمع کرنے کے بعد حکومت کے لئے مضر ہوا۔ فوجداری اور عدالت ہائے انصاف کی علیحدگی کی وجہ سے افسروں کے اختیارات کم ہو گئے اور گورنمنٹ کے وقار کو نقصان پہنچا۔

وارین ہیسٹنگز کے عہد سے لے کر ۱۷۹۳ء تک ہندوستانی اور انگریزوں میں روابط رہے اور قومی و ملکی امتیازات تفرقہ نہ پیدا کر سکے۔ انگریزوں نے ہندوستانی رسم ورواج سیکھے اور میل جول کو جائز رکھا۔ وارین ہیسٹنگز خود فارسی و بنگالی خوب جانتا تھا۔ سر ولیم جونز سنسکرت کا ماہر تھا۔ اور اس نے کالی داس کی شکنتلا کا ترجمہ انگریزی میں کیا تھا۔ انگریز ہندوستانی رؤساء و شرفا کی دعوتوں اور جلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ انہیں ناچ رنگ کا شوق تھا۔ ہاتھی کی لڑائیوں کا تماشا دیکھتے تھے اور حقہ بھی پیتے تھے۔ کمپنی کے ملازمین ناکتخدا ہوتے تھے۔ اس لئے ہندوستانی عورتوں کو ملازم رکھ لیا کرتے تھے۔ اور چار روپیہ ماہوار پر ان کے یہاں رہتی تھیں۔ ہندوستانی شرفاء انگریزوں کی دعوتوں میں شرکت کرتے تھے۔ انگریزی کھانے کھاتے تھے اور شراب پیتے تھے۔ مسلمان سور کا گوشت بھی کھانے لگے تھے۔ اور اس کا نام انہوں نے ولایتی ہرن کا گوشت رکھا تھا۔ ہیسٹنگز کے ہم جلیس اور خاص دوست بینی رام، اس کا بھائی بشمبر، پنڈت گنگا، گوبند سنگھ اور علی ابراہیم خان تھے۔ مگر کارنا والس کے زمانہ میں یہ سب باتیں متروک ہو گئیں۔ تفریق شروع ہو گئی۔ غیرت کے حجاب حائل ہو گئے اور ملنا جلنا ختم ہو گیا۔ (۱)

ویلزلی (۱۷۹۸،۱۸۰۵) دیسی ریاستوں کو ختم کرنے کے درپے تھا۔ ڈانگریز ہوں

1. TG. SPEAR THE NOBLES PAGE 131

کی ہدایات کی پرواہ نہ کر کے اس نے ریاستوں میں امدادی طریقہ جاری کیا کہ فرانسیسی و پرتگالی علیحدہ کر دیئے جائیں، اور ان کے بجائے انگریزی فوج اپنے خرچ پر رکھی جائے۔ ٹیپو نے انگریزی فوج اپنے یہاں رکھنے سے انکار کر دیا۔ تو اس کے خلاف ۱۷۹۹ء میں جنگ شروع کی۔ وزیر میر صادق کی سازش سے سلطان ٹیپو شہید ہوا۔ سب ریاستوں پر قابو پا لینے کے بعد مرہٹے رہ گئے تھے۔ لہٰذا جنرل لیک نے شمالی ہند کی طرف کوچ کیا۔ کرنل ویلزلی (ڈیوک آف ولنگٹن) اور اسٹیونسن دکن کی طرف روانہ ہوئے، جنہوں نے سندھیا اور بھونسلا کو شکست دی۔ جنرل لیک نے علی گڑھ کا قلعہ لیا۔ دہلی پر حملہ کیا اور آگرہ فتح کیا۔ شاہ دہلی کی پنشن مقرر کر دی گئی اور اس کی حکومت قلعہ کے اندر رہ گئی۔ ویلزلی سے ڈائریکٹر خوش نہ تھے۔ اس لئے ۱۸۰۵ء میں اس نے استعفیٰ دے دیا۔ پھر انگلستان میں اس پر بڑی بوچھاڑ ہوئی۔ ناخوشی کی وجہ یہ تھی کہ برٹش حکومت کے استحکام کے ساتھ وہ عوام کو قعر مذلت سے نکال کر خوش حال بنانا چاہتا تھا۔

لارڈ منٹو (۱۸۱۳-۱۸۰۷ء) کا کارنامہ یہ ہے کہ ۱۸۰۹ء میں رنجیت سنگھ سے معاہدہ کر کے دوستی کی۔ اور کابل و ایران کو سفارت بھیجی کہ یورپ کی کسی حکومت کو اپنے ملک سے ادھر آنے کا راستہ نہ دیا جائے۔ ۱۸۱۳ء میں لارڈ موٹرا یعنی لارڈ ہیسٹنگز نے مغل بادشاہ اکبر ثانی (۱۸۳۷-۱۸۰۶ء) کو نذرانہ دینا بند کر دیا، اور اکبر ثانی سے اختیارات چھین لئے۔ اسی سال انگریزی تعلیم شروع ہوئی۔ مسلمان انگریزی تعلیم کے خلاف تھے، مگر شاہ عبدالعزیز نے جب فتویٰ دے دیا تو استفادہ کرنے لگے۔

لارڈ ہیسٹنگز (۱۷۱۳-۲۳) کے آنے پر یہاں غدر مچا ہوا تھا اور ریاستوں میں جھگڑے ہو رہے تھے۔ اس نے ڈائریکٹروں کو لکھا کہ ویلزلی کے طرز عمل سے جو فتنہ اٹھا ہے اس کو رفع کرنے کے لئے مجھے اختیار دیا جائے۔ چنانچہ گورکھوں کو اس نے ۱۸۱۶ء میں زیر کیا۔ اس کے بعد بمبئی اور مدراس سے فوجیں منگا کر پنڈاریوں کو محصور

WWW.NAFSEISLAM.COM

کرلیا۔ پنڈاری حکومت نہیں چاہتے تھے۔ صرف لوٹ مار کے عادی تھے۔ اور معاوضہ لے کر مرہٹوں کے ساتھ انگریزوں سے لڑے تھے، ۱۸۱۷ء و ۱۸۱۸ء میں میدان صاف کر کے امیر خان کو ریاست ٹونک دی۔ کریم خان کو گورکھپور میں ریاست ملی، مگر چیتو فرار ہو گیا، اور چیتے کا شکار ہو گیا، ۱۸۱۹ء تک مرہٹوں سے فیصلہ کیا، ۱۸۲۳ء تک ہندوستان پر تسلط ہو گیا۔ اسی سال ڈائریکٹر کو ناراض دیکھ کر استعفیٰ دے کر وہ وطن چلا گیا۔

۱۸۳۱ء میں لارڈ بینٹنگ نے رنجیت سنگھ سے دائمی صلح کا معاہدہ کیا اور شاہ عالم کو قلعہ سے ہٹا کر قطب مینار کے محلوں میں بھیج دیا۔ بہادر شاہ (۱۷۵۷ء۔۱۸۳۷ء) کے بعد لارڈ کیننگ نے مغلوں کی فرضی بادشاہی بھی ختم کر دی۔ اور ۱۸۵۷ء میں غدر پڑا(۱)۔ کارنا والس نے بڑے عہدوں سے ہندوستانیوں کو محروم کر دیا تھا، جس کی وجہ سے بد امنی ہوئی۔ ویلزلی نے کورٹ آف ڈائرکٹر کو لکھا کہ یہ قانونی کوتاہی ہے جس کی وجہ سے محکموں میں ہر دلعزیزی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا ان کے قلوب سے نفرت و مخالفت کو دور کرنا ضروری ہے۔ ہم نے ان کے اختیار، آمدنی اور عزت چھین کر ابھی تک ان کے زخموں کا مداوا نہیں کیا ہے۔ (مکتوب ویلزلی مورخہ ۲۳ اپریل ۱۷۹۹ء) جوٹامسن اور گیراٹ نے اپنی کتاب The rise and fulfilment of British rule in India میں درج کیا ہے۔ منرو نے اپنی رپورٹ ۱۲ اگست ۱۸۱۷ء میں لارڈ ہارڈنگ کو لکھا کہ برٹش گورنمنٹ کی فوجی قوت بغاوت کو دفع کر سکتی ہے۔ بیرونی حملوں کا تدارک کر سکتی ہے۔ اور رعایا کی حفاظت کی ضامن ہو سکتی ہے جو کسی نیٹو ریاست سے ممکن نہیں۔ قانون و اصول ان کی خانگی معاملات کی بھی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ مگر یہ قوت و طاقت بڑی قیمت پر خریدی گئی ہے یعنی اپنے نیشنل کیریکٹر کو فنا کر کے۔ اس لئے اس قوت کو معزز و وقیع نہیں سمجھا جا سکتا۔ برٹش صوبوں کے باشندے بغیر کسی خوف کے اپنے اپنے پیشوں میں مصروف رہ سکتے ہیں اور محنت کے پھل پا سکتے ہیں۔ مگر ان میں

1. CAMBRIDGE SHORT HISTORY OF INDIA.

سے کوئی بھی اس وحشیانہ حالت میں رہ کر ترقی نہیں کر سکتا۔ ان کا مستقبل کچھ نہیں ہے۔ قانون سازی میں ان کا دخل نہیں ہے نہ ان کا کوئی حصہ فوجی وسول ملازمتوں میں ہے وہ محض حاکموں کے حکم کے بندے ہیں لیکن جہاں کوئی حاکم نہیں ہے وہاں ان کی جماعت میں بھی کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو رہبری کر سکے۔ یہ لوگ پسماندہ ہو کر رہ گئے ہیں، ان کے اخلاق میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ لہذا برٹش کی فتح و کامیابی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بجائے ترقی یافتہ اور مہذب ہونے کے یہ لوگ مردہ دل ہو کر رہ جائیں گے۔ اس کے بعد ۱۲ نومبر ۱۸۱۸ء کو پھر لکھا کہ بیرونی فاتحین نے ہندوستانیوں پر سختی کی بلکہ مظالم بھی کئے لیکن ان فاتحین کے برتاؤ سے ہمارا برتاؤ سب سے زیادہ قابل نفرت ہے۔۔۔ یہ نہ صرف نامہربانی نہیں ہے بلکہ سیاست سے بھی بعید ہے کہ ان لوگوں کے کیریکٹر جو ہمارے دست نگر ہیں حد سے زیادہ گرا دیں۔ پھر چند برس کے بعد اس سے بھی زیادہ سخت لکھا(۱)۔ الفنسٹون نے لکھا ہے کہ ہم نے ان کے ذہن کو خشک کر دیا ہے اور ہماری فتوحات نے انہیں مردہ بنا دیا ہے۔ اب ان میں نہ علم رہ سکتا ہے نہ ان میں کوئی مجتہد پیدا ہو سکتا ہے۔ لہذا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ اپنے پہلے والے مورثوں کو بھی بھول جائیں گے۔ مرہٹوں کی جنگ کے آخر میں میلکم نے بھی لکھا ہے کہ ہمارے قانون و آئین بغاوت آفرین ہیں۔ کیونکہ یہاں والوں کے سامنے ان کی موت کھڑی ہے۔ ہمارا سلوک اگرچہ صحیح ہے مگر سخت و سرد ہے۔ اس سے خوف پیدا نہیں ہوتا، مگر خوف کے آثار محسوس ہوتے ہیں۔ لوگ اگرچہ محفوظ ہیں، مگر بیکار و نادار ہیں اور ان سے کوئی ہمدردی نہیں کی جاتی۔ یہ صحیح ہے کہ انہیں جان کی امان حاصل ہے۔ مگر ان کی عزت و ناموس خطرے میں ہے اور ترقی کے مواقع نہیں ہیں۔ جس کی آزادی سلب کر لی جاتی ہے، اس کے اخلاق گر جاتے ہیں۔ اور قومی عزت کا پاس جاتا رہتا ہے۔ ان کے گلوں میں طوق غلامی ڈال دیا گیا ہے۔ ہر فرقہ کمزور ہے۔ سانس لینا دشوار ہے۔ ہندو اور مسلمان کی جاگیریں ختم کر دی گئیں ہیں۔ ان کے اسلحہ ضبط کر لیے گئے ہیں۔ ہر

1. REGENOL REYNOLD,THE WHITE SAHIES OF INDIA.

عہدے سے برطرف کر دیئے گئے ہیں اور ان کی سرپرستی وحمایت نہ کر کے کتے کی موت مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ رہا عام طبقہ تو اس پر ٹیکس لگا دیئے گئے ہیں، سختی سے مالگذاری وصول کی جاتی ہے۔ کسانوں کی زندگی حرام ہو گئی ہے اور اہل حرفہ گورنمنٹ کی پالیسی کی وجہ سے بے زمین کے کاشتکار معلوم ہوتے ہیں۔ اس مایوس کن حالت اور زمانہ کا تقاضا ہے کہ ان کے سدھارنے کے لئے نیا عنصر پیدا ہو اور وہ حکومت کا نشہ اتار دے۔ (1)

ڈبلو ڈبلو ہنٹر گو مسلمانوں کا دشمن ہے مگر اس نے اپنی کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' میں مسلمانوں کی زبوں حالی کی صحیح تشخیص کی یعنی لکھا ہے:

اس حقیقت سے چشم پوشی بے سود ہے کہ ہم پر کیسے کیسے شدید الزام عائد کرتے ہیں۔۔۔۔ وہ ہمیں اس بات کا ملزم ٹھہراتے ہیں کہ ہم نے ان پر ہر قسم کی باعزت زندگی کا دروازہ بند کر دیا ہے۔۔۔۔ وہ ہمیں یہ بھی الزام دیتے ہیں کہ ہم نے مسلمان قاضیوں کی برطرفی سے ہزاروں خاندانوں کو مبتلائے آفات کر دیا ہے۔۔۔ ان کو شکایت ہے کہ ہم نے مسلمانوں سے مذہبی فرائض ادا کرنے کے ذرائع چھین لئے ہیں۔ اور اس طرح روحانی اعتبار سے ان کے ایمان کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ہمارا بڑا جرم یہ ہے کہ ہم نے مسلمانوں کے مذہبی اوقاف میں بد دیانتی سے ان کے تعلیمی سرمایہ کا غلط استعمال کیا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی شکایتیں ہیں جو جذبات پر مبنی ہیں۔۔۔۔ وہ علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہم نے بنگال میں قدم رکھا تو مسلمانوں کے ملازمین کی حیثیت سے لیکن اپنی فتح ونصرت کے وقت ان کی مطلق پرواہ نہیں کی اور نو دولتوں نے گستاخانہ ذہنیت کے ساتھ اپنے سابق آقاؤں کو پاؤں تلے روند ڈالا۔۔۔ ہنٹر صاحب ہی مسٹر بیلے حکومت ہند کے محکمہ داخلہ کے سیکرٹری کی رائے نقل کرتے ہیں کہ:۔

''کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ (مسلمان) اس طریقہ تعلیم سے پرہیز

1. THOMSON EDWARD: THE MAKING OF INDIAN PRINCES.

کرتے ہیں، جو کتنا ہی اچھا ہو ان کے ملی رجحانات کے خلاف ہے۔ ان کی ضروری احتیاجات بھی پوری نہیں ہوتیں، یہ طرز تعلیم ان کے مفاد کے خلاف اور ان کی مدنی روایات کے منافی ہے۔ تعلیم یافتہ مسلمان۔۔۔ حکومت کے ان عہدوں اور ملازمتوں پر کوئی جگہ نہیں پاتے، جن پر ان کی اجارہ داری قائم تھی۔۔۔ جن مسلمانوں کی تعلیم ذرا بہتر ہے وہ بھی نالاں ہیں۔ ان کا یہ احسان ایذا رسانی تک نہیں پہنچتا مگر ان کے مذہبی خیالات کے مطابق لاپروائی تک ضرور پہنچ جاتا ہے۔ ان کے تعصب کو۔۔۔ یہاں تک برانگیختہ کیا گیا ہے کہ ڈر ہے کہیں ساری مسلمان قوم بے وفا، جاہل اور متعصب باغی کی شکل اختیار نہ کر لے۔۔۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ بڑے افسروں سے لے کر چھوٹے افسروں تک کسی نے بھی مسلمانوں کے متعلق ناانصافیوں پر زیادہ غور نہیں کیا۔۔۔ ہندوستان کی آبادی کا بہت بڑا حصہ۔۔۔ اپنے آپ کو برطانوی حکومت کے ماتحت تباہ و برباد ہوتا دیکھ رہا ہے، اس کو شکایت ہے کہ جو لوگ کل تک اس ملک کے فاتح اور حکمران تھے آج نان جویں کے روکھے سوکھے ٹکڑوں کو ترس رہے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ یہ نتیجہ ہے ان کے اپنے انحطاط کا، عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہوگا۔ ان کا انحطاط بھی ہماری ہی سیاسی غفلت و لاپروائی کے سبب ہوا ہے۔ جب تک اس ملک کی عنان حکومت ہمارے ہاتھ میں نہیں آئی تھی تب بھی مسلمانوں کا یہی مذہب تھا۔ وہ ایسا ہی کھانا کھاتے۔ اور جملہ ضروریات زندگی میں ویسی ہی بود و ماند رکھتے تھے جیسا کہ اس زمانہ میں۔ وہ اب بھی وقتاً فوقتاً اپنے احساس قومیت اور جنگی اولوالعزمیوں کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ بایں ہمہ یہ وہ قوم ہے جسے برطانوی حکومت نے تباہ کر دیا ہے۔۔۔ انہیں گلہ ہے تو یہ کہ اور کہیں نہیں تو کم از کم بنگال میں ان کے لئے عرصہ حیات تنگ ہو چکا ہے۔ مختصر الیوں کہئے کہ یہ قوم وہ ہے جس کی روایات شاندار ہیں مگر جس کا

WWW.NAFSEISLAM.COM

مستقبل کچھ نہیں ہے۔۔۔۔ دنیا کی بے ثباتی بھی کیا چیز ہے کہ جو شے مضبوطی سے قائم کی جائے وہی تباہ ہو جاتی ہے اور جو شے نقل مکانی کرتی رہتی ہے اس کو ثبات و دوام ہے۔۔۔۔ ان تبدیلیوں کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو لارڈ کارنا ولس نے رائج کیں، جن سے ۱۷۹۳ء کا دوامی بندوبست مرتب ہوا۔ اس سے مسلمانوں کا سب کاروبار ہمارے ہاتھ میں آ گیا۔ مسلمان گھرانوں کو سخت نقصان پہنچایا۔۔ وغیرہ وغیرہ۔"

مگر افسوس کہ ہندوستان میں کسی کو بھی ہمت نہیں ہوئی کہ اپنی زبوں حالی کو سرکار والا جاہ کے سامنے پیش کر کے داد خواہی کرتا۔ البتہ دور بیٹھے ہوئے غم و غصہ میں بغیر اسباب کے گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کا جذبہ بھڑکایا گیا اور یہ تجاویز ایسی تھیں کہ باوجود صحیح اور جائز ہونے عوام کے موافق نہ آ سکیں، اور کیوں آتیں جبکہ ان کی بیماری دور کر کے روح کو قوی نہیں بنایا گیا مگر شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کی یہی کوشش تھی کہ پہلے قوت اور اتحاد پیدا کرنے کی طرف توجہ کرنا چاہیے اور جب ایسا کر لیا جائے تو جہاد کی تیاری کی جائے۔ ان کے بعد جو جہاد کیا گیا وہ طفلانہ جہاد تھا، اور جملہ عیوب سے بھرا ہوا تھا اور بغیر سیاسی حالات کو سمجھے ہوئے محض مذہب کے نام سے کیا گیا تھا۔ اب آخر میں سرسید احمد نے ہنٹر کی پیدا کردہ نفرت کو دور کرنے کے گورنمنٹ کے سہارے مدرسہ جاری کیا کہ مسلمانوں میں روح پیدا ہو مگر دیوبند کے بعض علماء نے سرسید کی مخالفت کو عین مذہب سمجھا کہ کافر گورنمنٹ سے مدد کیوں لی مگر آج دیوبند سرکار کی مدح سرائی میں اس درجہ منہمک ہے کہ ایسے اپنے اتحاد کا مطلق خیال نہیں اور اس میں بھی مختلف جماعتیں پیدا ہو گئیں ہیں، مطلب یہ کہ ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلمان ہو گیا۔

گورنمنٹ برطانیہ کی ایک معزز ہستی نے جو کرنل ولیرلی اور ڈیوک آف ولنگٹن کے نام سے شہرۂ آفاق ہے۔ لکھا ہے کہ:۔

"برٹش حکومت تلوار کے زور سے قائم ہوئی ہے اور ثبوت یہ دیا ہے کہ جتنے بھی حاکم ہوئے ان میں زیادہ تر سپاہی اور فوجی تھے۔ مثلاً کارنا والس، ہسٹنگز، بارونگ،

WWW.NAFSEISLAM.COM

ویلزلی، ہیسٹنگ، آکلینڈ اور الن برد وغیرہ"۔ مگر وہ بیانات جو ان صفحات میں مذکور ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلطنت مغلیہ کو انگشتہ مکاری اور کیادی سے بنایا گیا ہے یا پھر یہ بھی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جان کر یا بے صبری میں اس استقلال حکومت کا سہرا شاہ اسماعیل کے سر ہے۔ اس لئے کہ قبل از وقت جہاد کا رخ انگریز کی طرف سے پھیر کر سکھوں کی طرف کر دیا اور اگر وہ اپنی رائے میں حق بجانب تھے تو انہیں یہ بھی مدنظر رکھنا تھا کہ سکھوں کو کمزور کرنے سے انگریز کو طاقت پہنچے گی، جب رنجیت سنگھ نے بذریعہ سفارت صلح کی پیش کش کی تھی تو وہ صلح کر لیتے اور اس سے مل کر انگریزوں پر حملہ کرتے، بہر حال ان کے اس کارنامہ جہاد نے وہ کام کیا جو میر جعفر اور میر صادق سے نہ ہو سکا اور مزید یہ کہ شاہ اسماعیل نے مسلمانوں میں ایسی فرقہ بندی پیدا کر دی جس سے توحید کی علانیہ توہین ہو گئی۔ ان کی تو تو میں میں سن کر کوئی ذی ہوش اور صاحب تہذیب اس کو گوارہ نہیں کر سکتا۔ ضرورت ہے کہ گذشتہ سے سبق لے کر حال کو درست کر کے مستقبل کو سنبھالنے کی فکر کی جائے کہ مقصد توحید کی تکمیل ہو سکے۔ یہ اختلاف رائے اور اختلاف عقائد ذاتی معاملات ہیں، ان سے اصلی مقصد کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ان اختلافات کو بجائے زحمت کے رحمت بن جانا چاہیے۔ یہ فساد پیدا کرنے والے اگرچہ توحید کے مدعی ہیں مگر درحقیقت دشمن توحید ہیں اور نئی نئی اشکال نکال کر فتنے پیدا کرتے ہیں۔ یہ لوگ توحید کے معنی علم معقول کے ذریعے سمجھتے ہیں لیکن پائے استدلالیان چوبین و دلہذا ازق رق و بق بق میں مبتلا ہیں اور اتحاد کی غلط طریقہ سے عبث کوشش کرتے ہیں۔ توحید کا مفہوم صحیح جذبات و احساسات کی معرفت پر خلوص عمل سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اغراض و نفسانیت سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ جس تحریک میں اضداد و افتراق کا شائبہ ہو وہ پروان نہیں چڑھ سکتی اور اتحاد سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

دیکھیں کیا ہوتا ہے آہوں کا اثر ہونے تک

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جہاد

شہنشاہ عالم گیر اورنگ زیب کے بعد جب ہندوستان تباہی میں مبتلا ہوا تو سلطنت مغلیہ سلطنت انگلشیہ بن گئی، غیر مسلموں سے زیادہ مسلمانوں پر آفتیں آئیں، ان ہی کو سب سے زیادہ پامال بھی ہونا تھا، کیونکہ یہ تباہی ان ہی کے کرتوتوں کا نتیجہ تھی، ان کا سب سے بڑا دشمن انگریز تھا، وہ حکومت اپنی قائم کرنا چاہتا تھا، اس نے نہ صرف غیر مسلموں کو برگشتہ کیا بلکہ مسلمانوں میں بھی جوتہ چلوایا اور خوب لڑایا، مظالم کی ان فضاؤں میں مسلمان جان سے بیزار تھے، زمین سخت تھی آسمان دور تھا، خیال تھا کہ پنجاب کے مسلمانوں سے تقویت حاصل ہوگی مگر وہ خود سکھوں کے مظالم سے بے چین و پریشان تھے، مسلمان بادشاہوں نے ہی سکھوں کو پنجاب میں بسایا تھا اور ہر طرح ان کی سرپرستی کی تھی۔

علماء وصوفیاء اپنے مدرسوں اور خانقاہوں سے مردہ تنوں میں روح پھونکنے کی کوشش کر رہے تھے، مردہ قلوب میں شگفتگی کی لہر آبھی جاتی تھی مگر قیام وسکون کی کوئی صورت نہ تھی، جب سید احمد بریلوی کا قافلہ زیارت حرمین سے واپس آیا تو وہ اپنی کارگزاریوں پر نازاں تھا۔ اس نے اپنی للّٰہیت کی بنا پر سینہ ٹھونکا اور اپنے ملتوی کردہ جہاد کی تبلیغ شروع کردی کہ ہندوستان نمونہ سقر ہے، یہاں سے ہجرت کر کے پنجاب جانا چاہیے، پھر وہاں کے مسلمانوں کو بھی سکھوں کی دستبرد سے نجات دلا دیں گے۔ یہ اقدام بڑی جرأت کا کام تھا مگر انہیں فخر تھا کہ تبلیغی دوروں کے ذریعہ ضائع شدہ قوتوں میں روح پیدا کر چکے ہیں، سفر حج میں درخشاں کامیابی حاصل کی ہے، لہٰذا ہجرت اور

جہاد کا اعلان کر دیا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے تبلیغی دوروں سے اتحاد کے بجائے اختلاف پیدا ہو گئے اور سفر حج میں تنازعات کی وجہ سے تیار حج چھوڑ کر واپس آنا پڑا تھا۔ یہ بہر حال ان کی شان بے نیازی نے ان کو ڈگر سے ہٹنے نہیں دیا، اور ذوق وشوق میں بغیر زمان ومکان اور اونچ نیچ کا لحاظ کئے ہوئے ہجرت وجہاد کی طے کر لی۔

تذکرہ نویسوں نے جہاد کی داستانیں جو لکھی ہیں ان سے تنگ نظری ٹپکتی ہے اور وسیع النظری کا کسی طرح پتہ نہیں چلتا، کاش وہ زمان ومکان کو پیش نظر رکھتے تو بات بن جاتی۔

نواب صاحب پیر سید امروہوی کا شعر ہے:

ہر زمانہ کا اک فسانہ ہے
ہر فسانہ کا ایک زمانہ ہے

اور مکان کے متعلق مولانا حالی نے لکھا ہے:

جا کے کابل میں آم کا پودا
کبھی پروان چڑھ نہیں سکتا

مقصد نصب العین مستقل رہتا ہے مگر وقت ومقام کی وجہ سے اس کے حصول کا طریقہ بدل جایا کرتا ہے، وہی بات شمال میں ایک طریقہ سے حاصل ہوتی ہے اور جنوب میں دوسرے انداز سے، ایک زمانہ تھا کہ لڑائیوں میں تیر وتیغ سے کام لیا جاتا تھا مگر آج توپ وٹینک اور ایٹمی اسلحہ ان کے قائم مقام بن گئے ہیں، موجودہ دور میں انجینیروں نے سبک اور خوبصورت عمارتیں بنائی ہیں مگر پہلے والے محلوں کی بنیادیں سنگین ہوتی تھیں، اور دیواریں لحیم شحیم قلعوں کی مانند بنائی جاتی تھیں، کون نہیں جانتا کہ صبح بنارس، شام اودھ اور شب وروز مالوہ وکشمیر کس قدر روح افزا ہوتے ہیں مگر دوپہر کو ان میں ناگوار کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، موسم گرما میں یہ سب جھانسی اور ایبٹ آباد کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور بارش کے وقت چیرا پونجی بن جاتے ہیں، معلوم ہوا کہ اصولوں کی تعمیل میں وقت وزمانہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، قرآن پاک خود اپنی

تنزیل سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے، صحیح حدیث ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایمان تالاب کے کناروں کے جھاگ کی طرح ہوگا کہ جلد بنتے ہیں اور بگڑ جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ زمان و مکان سے جو فائدہ اٹھالے وہی میر کامران و کامیاب ہے، یہاں یہ اصحاب ہر بنیاد غلط، ترغیب جہاد اور فراہمی اسباب کے لئے ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل گئے، اپنے ظاہری و باطنی کمالات سے ایک سال دس ماہ کے اندر اپنے جھنڈے کے نیچے پانسو چھ سو مجاہد جمع کر لئے۔

ان حضرات کی تبلیغ کا رنگ ڈھنگ نیا تھا، اصلاح رسوم کے انداز نرالے تھے اور ادائیگی حج بھی امتیازی شان رکھتی تھی۔ اب اس ہجرت و جہاد کو بغیر کسی ظاہری اسباب وسامان کے کرامت ہی خیال کیا جا سکتا ہے، معتقدین و مریدین کو یقین تھا کہ دوران حج میں سید صاحب کو الہام ہوا ہے کہ پشاور سے تا دریائے سندھ کا ملک بھی سید صاحب کے اثر سے ہندوستان کی طرح رشک چمن ہو جائے گا۔ (۱) اس پر اگر کسی کو شک ہوا تو آئندہ کے الہامات نے مکرر وسہ کرر اطمینان دلا دیا کہ "۔۔۔ میرے رب نے مجھے وعدہ واثق کرایا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ سے پورا کر کے مجھے مارے گا "فقیر دریں باب باشارت غیبی مامور است و بہ بشارت الٰہی مبشر، ہرگز ہرگز شبہہ و وسوسہ شیطانی وشائبہ ہوا نفسانی بایں الہام صحیح نیست" (۲)

اب کون متنفس ایسا تھا جو یقین نہ کرتا، خوشا وہ قوم جس کا نصب العین اعلاء حق اور رضائے خدا ہو، بہر حال نہایت خلوص سے مسلمانوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے ۷ر جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۷ر جنوری ۱۸۲۶ء کو بہ عمر چالیس سال قدم اٹھا دیا، اس میں توکل و تدبر دونوں شامل تھے، خادمہ سے تہہ خانہ میں سے دس ہزار روپے نکلوائے، پانچ ہزار بیویوں کو دیئے اور بقیہ پانچ ہزار چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں سلوا کر غازیوں کی کمر میں باندھ دیئے۔ اس وقت یہاں غازیوں کی تعداد چھ سو بہت کم تھی مگر یاغستان میں یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی، اس بے سروسامانی میں عزم و ایمان کی

۱۔ سوانح احمدی اور مہر صاحب کی سید احمد شہید ۲۔ جملہ تذکرہ جات

قوت سے ساڑھے چار برس سکھوں کے چھکے چھوڑا دیئے اور وہاں کے مسلمانوں میں صحیح وغلط کا امتیاز کر کے دکھا دیا، سکھوں نے تنگ آ کر صلح کی درخواست کی مگر جذبہ ایمانی کی تقویت پر مستزد کر دی، اس کے بعد مقامی حکومتوں اور روساء نے سکھوں سے ساز کر لیا اور سید صاحب کی مخالفت کی، وہاں کے مسلمانوں کے فریب و دغا کی وجہ سے الہام غلط ٹھہرا اور نتیجہ وہ ہوا جو تاریخ میں موجود ہے۔ اس طرح وہ دنیا کو ایسا سبق دے گئے جو قیامت تک نہیں بھلایا جا سکتا، اتنے بڑے لشکر کا انتظام کرنا معمولی بات نہ تھی، جیسی جیسی ضرورت پڑتی گئی، ویسے ویسے اصول بناتے رہے، اب اگر بدانتظامی کی وجہ سے کسی کو تکلیف ہوئی تو مرضی الٰہی سمجھ کر صبر کر لیا۔

لاہور فتح کرنے کے لئے سیدھا راستہ براہ دہلی بعد عبور دریائے ستلج تھا، مگر ۱۸۰۹ء میں انگریزوں اور سکھوں سے معاہدہ ہو گیا تھا کہ دونوں کے درمیان دریائے ستلج حد فاصل رہے گا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے، سید صاحب نے یہ راستہ اس لئے اختیار نہیں کیا کہ انگریزی عمل داری میں خلل پڑے گا اور راہ درازیوں پسند کی کہ درمیانی بستیوں اور ریاستوں کو جہاد پر آمادہ کر لیں گے، پھر بخارا، ایران اور ترکستان سے بھی مدد مل سکے گی، اس سفر کی ابتدائی منزلوں کے اختلاف کو دور کرنے کے لئے مولانا غلام رسول مہر صاحب نے قلم رائے لکھی ہے کہ سید صاحب نے ٹونک یا اجمیر، شکار پور پہنچے، گوالیار میں پنڈاریوں والے رفیق غلام حیدر کو سب سے پہلے سید صاحب کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اور ان ہی کی وجہ سے وہاں شاندار استقبال ہوا۔

مہاراجہ کے سالے اور وزیر راجہ ہندو رائے نے سید صاحب کو موتیوں کا ہار اور چغہ نذر کیا، مہاراج خود ادب سے حاضر ہوئے اور مہارانی نے اصرار کیا کہ ان کے خاص محل میں قیام فرمائیں، لیکن سید صاحب نے معذرت کر لی، افغانستان کے ایک شاہزادے یہاں مہمان آئے ہوئے تھے وہ اس قدر گرویدہ ہوئے کہ احتراماً اپنی

صاحبزادی کو سید صاحب کی خدمت میں زوجیت کے لئے پیش کیا، مگر سید صاحب نے اپنے بھتیجے یا بھانجے کے لئے اسے قبول فرمالیا، یہاں دس دن کے قیام میں لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا، اس کے بعد ٹونک میں نزول اجلال فرمایا، یہاں قیام ایک مہینہ سے کچھ زائد رہا، سب سے پہلے نواب امیر خاں کو ایک عربی گھوڑا مرحمت کیا، پھر انہیں مرید کیا، نواب نے دل کھول کر تواضع کی اور مستقل مدد دینے کا یقین دلایا، ٹونک کے قیام میں ایک عجیب کرامت ظاہر ہوئی، سید صاحب کے محبوب مرید میاں الطاف پر وحی نازل ہوتی تھی، شاہ اسماعیل نے بڑے طوم وطراق سے سید صاحب کے مناقب میں لکھا ہے کہ یہ مرتبہ سید صاحب کی عنایت سے میاں الطاف کو حاصل ہوا تھا، وہ روزانہ حلقہ قائم کرتے تھے اور اپنی چادر میں سے نکال کر سید صاحب کو اور حاضرین کو بہشتی میوے دیا کرتے تھے، ایک روز سید صاحب کے بھانجے سید حمید الدین کو ایک چھوارہ عنایت کیا، اس میں کیڑے تھے تو سید حمید الدین نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے تمسخر کے ساتھ سب کو بتایا کہ بہشتی میووں میں بھی کیڑے ہوا کرتے ہیں، سید صاحب نے اس گستاخی پر بھانجے صاحب کو تنبیہ فرمائی، دوسرے دن حمید الدین صاحب نے بہشتی میووں کی تقسیم کے وقت میاں الطاف کے جسم سے ان کی چادر گھسیٹ لی، کرامت یہ کھلی کہ ان کی رانوں کے بیچ میں میووں کی تھیلی رکھی ہوئی تھی، لہذا وہ خبیث وذلیل وخوار ہوا۔[1]

نواب وزیر الدولہ رقمطراز ہیں کہ ٹونک سے اجمیر تک میں سید صاحب کے ہمرکاب تھا۔ میں نے دیکھا کہ سید صاحب کبھی ایک طرف کو منہ پھیر کر سلام کرتے ہیں اور کبھی دوسری طرف گردن موڑ کر سلام کا جواب دیتے ہیں اور بعض اوقات سوال وجواب کی بھی نوبت آجاتی ہے، یہ گفتگو جنات یا رجال الغیب سے ہوتی تھی، سید صاحب نے تشریح فرمائی تھی کہ ایک جماعت رجال الغیب کی من جانب اللہ سفر وحضر

---

[1] مولانا فضل رسول بدایونی نے سیف الجبار میں اس کرامت کو لکھا ہے اور اس کتاب کی اشاعت تک میاں الطاف بقید حیات تھے۔

میں ہمارے ساتھ رہتی ہے، جس جگہ ترویج ہدایت باری تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے تو یہ جماعت قدسیہ کثرت سے جمع ہو جاتی ہے اور جس جگہ رب العزت کو ہدایت کم کرنا ہوتی ہے تو یہ جماعت قدسیہ کم ہو جاتی ہے، دوسرا حال اس جماعت قدسیہ کا یہ ہے کہ ہمارے مقام کے وقت یہ جماعت ہمارے لشکر سے فاصلہ پر اترتی ہے اور جب ارادۂ الٰہی ہمارے کسی طرف کوچ کرنے کا ہوتا ہے تو یہ جماعت اس طرف کو چلنے لگتی ہے، پھر اس سمت کو ہم بھی چلتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کسی جگہ زیادہ قیام کرنا پڑتا ہے اور کسی جگہ کم، اجمیر میں چند روز قیام رہا مگر سید صاحب حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کی درگاہ میں نہیں گئے، کھٹیار پر جودھ پور کی حد ختم ہوئی اور سندھ میں داخلہ ہوا، حاجی عبد الرحیم فاطمی کو پروانہ راہداری حاصل کرنے کے لئے عمر کوٹ بھیجا مگر نائب قلعدار بے رخی سے پیش آیا اور اجازت نہیں دی، کھاورہ میں اونٹ گم ہو گئے تو ان کی تلاش کے لئے شاہ اسماعیل چھوڑ دیئے گئے، کارو میں چورن شاہ نے امیران سندھ کو سفارش لکھی، چنانچہ حیدر آباد میں خیر مقدم کیا گیا، یہاں سے بہاولپور کو درخواست بھیجی مگر مسموع نہیں ہوئی اور نہ یہاں کسی نے استقبال کیا، رانی پور میں سو مریدوں کے ساتھ سید صبغۃ اللہ راشدی ملاقات کو آئے، ان کی جماعت خود جہاد کی مبلغ تھی مگر راستہ مسدود ہونے کی وجہ سے وہ سید صاحب کے جہاد میں شرکت نہ کر سکے، ان کے اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر سید صاحب نے اپنے اہل و عیال کی بود و باش کے لئے پیر کوٹ (پیر جو گوٹھ) کو پسند کیا، شکار پور والوں نے اول اول سید صاحب کو انگریزوں کا جاسوس سمجھا مگر بعد کو خاطر تواضع کی، وقت رخصت سید صاحب نے میر کاظم علی کو گھوڑا نذر کیا اور انہوں نے جواب میں اونٹنی دی جو کابل تک ساتھ رہی، میر صاحب نے جہاد میں شریک ہونے کا وعدہ کیا تھا مگر باوجود کئی مرتبہ بلائے جانے کے شریک جہاد نہ ہو سکے اور ثواب سے محروم رہے، اب بلوچستان کے حدود شروع ہوئے، یہاں بھی انگریزوں کے جاسوس ہونے کا شبہہ کیا گیا، لیکن کوئٹہ میں استقبال کیا گیا اور وہاں

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے رئیس نے بیعت بھی کی، چھتر پہنچے تو حاکم ولی محمد کی معرفت محراب خاں کو دعوت دی، یہاں بھی اہل وعیال کے ٹھہرانے کے لئے خواہش ظاہر کی، یکم محرم ۱۲۴۲ھ کو دھار پہنچے، یہ درہ بولان کا جنوبی دھانہ ہے، اس کو پار کر کے قندھار آئے، یہاں کے حاکم پر دل خان کو ان کی بے مائیگی پر سخت حیرت ہوئی مگر قندھاریوں نے زور شور سے عقیدت کا اظہار کیا، حاکم نے کہلا بھیجا کہ آپ کے اجتماع کی وجہ سے انتظام میں خلل پڑتا ہے لہذا یہاں سے تشریف لے جائیے۔ اس کے بعد سید صاحب نے قلعہ اعظم پور جا کر قیام کیا، یہاں خود بخود چار سو قندھاری آ گئے تو سید صاحب نے حاکم سے اجازت لے کر دو سو ستر کو ساتھ لے لیا اور بقیہ سے وعدہ کر لیا کہ بعد کو بلا لیا جائے گا، آگے بڑھے تو غلزئیوں کا دعوت نامہ ملا مگر اس کا جواب نہیں دیا، جلدک میں غلزئیوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم چالیس پچاس ہزار سواروں سے شرکت کریں گے لیکن سید صاحب نے نہ ان سے بیعت لی اور نہ ان کی درخواست قبول فرمائی، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ناقابل اعتبار تھے اور پشاور والوں سے ان کے تعلقات خوشگوار نہ تھے، مشکئی سے روساء غزنی و کابل کو خط لکھے، غزنی میں دو روز قیام کیا وہاں سب نے بیعت کی، جب کابل سے پروانہ آ گیا تو وہاں کا رخ کیا، کابل کے حاکم سلطان محمد خاں نے شہر کے دروازے پر آ کر پیشوائی کی، ان لوگوں نے سکھوں سے بیزار ہونے کی وجہ سے سید صاحب کو فرشتۂ رحمت سمجھا، مگر قدسی جماعت کی قلت و بے سروسامانی دیکھ کر ان کے دل افسردہ ہو گئے، شاید عقائد کے اختلاف بھی بے دلی کا باعث ہوئے ہوں، یہاں ۴۵ دن کے قیام میں سرداروں کے اختلاف دور کرنے کی کوشش کی مگر دور نہ کرا سکے، بہرحال اس پورے سفر میں خاطر و مدارت ہوئی، سب نے بیعت بھی کی، لیکن ریاست ٹونک کے علاوہ کسی نے مدد نہیں کی، ہر جگہ لشکر کی قلت کی وجہ یہ بتائی کہ سب کو ساتھ لانا مشکل تھا، رفتہ رفتہ مجاہدین کے قافلے آتے رہیں گے، چنانچہ بعد میں ہندوستان سے چھ قافلے آئے، جن میں مجاہدین کی تعداد تقریباً ڈھائی سو تھی، قافلوں

WWW.NAFSEISLAM.COM

کی پہلی قسط کولی گرام پہنچی تھی، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ مولوی قلندر کا قافلہ۔۔۔۔ اسی عدد

۲۔ احمد اللہ میر نخی کا قافلہ۔۔۔۔۔ ستر عدد

۳۔ رسالدار عبدالحمید کا قافلہ۔۔۔ پانچ عدد

۴۔ محمد رمضان رڑکی والے کا قافلہ۔۔ سو عدد

۵۔ قافلہ سید مقیم رامپوری۔۔۔۔۔ چالیس عدد

۶۔ مولانا عبدالحی۔۔۔۔۔۔۔ تعداد نہیں معلوم ہو سکی

قافلوں کی دوسری قسط سوات میں موصول ہوئی، اس میں پندرہ صاحبان شامل تھے اور یہ چنگلئی میں جا کر ملے تھے، ان پندرہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔(۱)

۱۔ سید احمد علی خواہر زادہ سید صاحب ۲۔ عنایت علی عظیم آبادی

۳۔ مولوی قمر الدین عظیم آبادی ۴۔ قافلہ مولوی عثمان علی

۵۔ مولوی مظہر علی عظیم آبادی ۶۔ مولوی خرم علی بلہوری

۷۔ مولوی عبدالقدوس کانپوری ۸۔ مولوی سید محمد علی رامپوری

۹۔ مولانا باقر علی ۱۰۔ مولوی عبداللہ امروہوی

۱۱۔ حافظ قطب الدین پھلتی ۱۲۔ مولوی عبدالحق نیوتنہ

۱۳۔ مولوی محبوب علی دہلوی ۱۴۔ حکیم اشرف علی دہلوی

۱۵۔ میر ن شاہ نارنولوی

آخری دور کے قافلوں کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سید صاحب کا قیام لمب میں تھا۔

۱۔ محمد اسحاق گھور کھپوری کا قافلہ۔۔۔۔۔ ۵ عدد

۲۔ جعفر علی گور کھپوری کا قافلہ۔۔۔۔۔۔ ۱۹ عدد

۱۔ جماعت مجاہدین از غلام رسول مہر، صفحہ ۱۶۷

سید جعفر علی گورکھپوری نے چشم دید واقعات اپنی کتاب ''منظورہ'' میں لکھے ہیں جو غیر مطبوعہ ہے اور اس کتاب منظورہ کی روایات پر مولانا غلام رسول مہر صاحب کو اعتماد کامل ہے مگر اس میں حالات امب سے پہلے کے چشم دید نہیں ہیں۔

۳۔ حاجی وزیر علی خاں کا قافلہ۔۔۔۔۵ عدد

کالا باغ میں یہ جعفر علی نقوی سے مل گئے تھے۔

۴۔ محمد رمضان کا قافلہ۔۔۔۔۔۵۰ عدد

یہ قافلے اپنے ساتھ روپیہ بھی لاتے تھے جو چند روز کے لئے کافی ہوتا تھا، اس کے بعد وہی املی کے تین پات، عسرت کی گھٹائیں ہر وقت سر پر منڈلاتی رہتی تھیں، سیدو کی جنگ سے پہلے اور بعد عسرت انتہا کو پہنچ گئی تھی، ہندوستانی مجاہدین کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان تھی، قندھاری اور سرحدی مجاہدین سے جو اضافہ ہوا اس کی تفصیل یہ ہے، اکوڑہ میں مجموعی تعداد پندرہ سو ہو گئی، منڈ میں پانچ ہزار تک بڑھ گئی اور سیدو کی جنگ کے وقت مجاہدین ایک لاکھ تھے، تعداد کی قلت و کثرت کوئی معنی نہیں رکھتی، دل کی قوت اصل شے ہے، دل کی قوت محض روح سے نہیں ہوا کرتی، اس کے لئے ظاہری غذا بھی ہونی چاہیے، جب بے سروسامانی اور عسرت ڈیرے ڈال دیتی ہے تو جان پر بن جاتی ہے، مگر یہاں مژدۂ الٰہی کی وجہ سے دل بڑھے ہوئے تھے، سید صاحب کی توجہ سے فطرت بدل گئی تھی، عسرت کی داستان بھی عجیب و غریب ہے، پہلے قدم پر چارسدہ میں کھانے کا فوری انتظام کرنا پڑا تھا اور برتن کہاں سے لائے گئے تھے، بیعت امامت کے بعد جب سکھوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تو ان دنوں سامان معیشت کی بے حد قلت تھی، روپیہ ختم ہو گیا تھا اور روپیہ آنے کی بھی امید نہیں تھی، لہذا فاقے کرنے پڑے، ساگ پات پر گذر کی، یہ عسرت کئی مہینے رہی، لیکن سب مطمئن تھے۔(۱) چنگلئی میں زہر کے اثر سے سید صاحب کو صحت ہوئی تو غازیوں میں وبا پھیل گئی، روزانہ تیس تیس موتیں ہونے لگیں، معاش کی تنگی رہی، سخت ابتلا میں مبتلا ہوئے

۱۔ اقتباس ''سید احمد شہید'' از غلام رسول مہر صفحہ ۱۷۱

لیکن رضا بہ قضا کا معاملہ تھا، نالے کا پانی بند ہو گیا تو پن چکیاں بیکار ہو گئیں، لہذا دستی چکیاں خریدنا پڑیں اور غازی خود آٹا پیسا کرتے تھے، کلگئی میں شاہ اسماعیل وغیرہ کو دو روز کے فاقے ہوئے، درانیوں کے خلاف ہو جانے کی وجہ سے پشاور کے ساہوکاروں نے ہنڈیاں لینے سے انکار کر دیا تو بڑی مشکل سے منارہ کے ساہوکاروں سے تبادلہ کا انتظام کرنا پڑا۔ خیبر کے قیام میں عسرت کا یہ عالم تھا کہ غازی گنے چھیل کر گذر کرتے تھے، ایک روز پیش قبض کی کفالت پر بنیئے سے چاول لئے اور منارہ کے بزازوں سے کپڑے خریدے، خستگی اور بدحالی دیکھ کر یہاں کی عورتیں کہا کرتی تھیں کہ سید صاحب کے ساتھی یا تو خواہش نفس سے محروم ہیں یا پھر اولیا ہیں، زندگی کے یہ اطوار تھے مگر ہنسی خوشی سب برداشت کر لئے جاتے تھے۔ عالی ہمتی یہ تھی کہ غازیوں نے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلا، جب زیدہ کی جنگ کا مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو غازیوں نے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا، بدیں وجہ کہ خرچ جو بیت المال سے ملتا ہے وہی کافی ہے، البتہ بعض غازیوں نے فوری ضرورت کی کچھ چیزیں لے لی تھیں، یہ سب انہیں اس لئے گوارہ تھا کہ اسلام کو دور اول مین جو برتری حاصل تھی وہ خدمت دین کا ثمرہ تھی، دور اول میں جذبہ جہاد کی روح پیدا ہو گئی تھی، سب کو یقین تھا کہ تبلیغی دوروں اور سفر حجاز کے بعد دور اول کی ایمانی فراست حد کمال کو پہنچ چکی ہے۔

اس زمانہ میں جب کہ سید صاحب جہاد کے لئے روانہ ہوئے، سکھ بارک زئیوں کی لڑائیوں کی وجہ سے خستہ و پریشان تھے اور رنجیت سنگھ خود امرتسر میں بیمار پڑا ہوا تھا۔ (قندھار، غزنی، کابل، پشاور، کوہاٹ اور ہشت نگر میں بارک زئیوں کی حکومت تھی) سید صاحب نے جاتے ہی اسلامی اصول کے مطابق بمقام لاہور اعلام نامہ بھیجا، جواب نہ ملنے پر معلوم ہوا کہ بدھ سنگھ دس ہزار فوج لے کر خیر آباد (صوبہ سرحد) پہنچ گیا ہے، امیر خاں ٹنک نے مشورہ دیا کہ اگر بدھ سنگھ نے دریائے لنڈ عبور کر لیا تو سمہ میں قتل و غارت کرے گا اور وہاں والے آپ کا ساتھ نہیں دیں گے، لہذا پیش قدمی کر کے اسے روک دینا چاہیے اور نوشہرہ پہنچ کر اس سے مقابلہ کیا جائے، یہ امیر خان سید صاحب کا معتقد و رفیق نہیں تھا، چونکہ اس کا بھتیجا سکھوں کا طرف دار اسی کی

ضد پر اس نے ایسا مشورہ دیا تھا۔

جنگ اکوڑہ

سید صاحب باحال تباہ چارسدہ میں ایک مہینہ قیام کر کے خویشگی تشریف لے گئے، ان کا لشکر پندرہ سو غازیوں پر مشتمل تھا، جس میں پانسو ہندوستانی، دوسو ستر قندھاری اور باقی ملکی و مقامی غازی تھے۔ اٹک سے تین میل خیر آباد ہے، وہاں سے پانچ میل جہانگیرہ روڈ ہے، پھر تین میل کے بعد شیدو ہے اور اس کے بعد اکوڑہ ہے، سید صاحب ۱۸ر دسمبر ۱۸۲۶ء کو روانہ ہوئے، ۱۹ر دسمبر کو ڈیرہ پھر دن چڑھے نوشہرہ میں داخل ہوئے، بدھ سنگھ اکوڑہ پہنچ چکا تھا، سید صاحب نے شب خون کی تیاری کی، اس پر بدھ سنگھ نے لکھا کہ اگر بہادر ہو اور سید ہو تو سامنے آ کر لڑو، مگر یہ اس کی چال میں کب آنے والے تھے، رات کے تین بجے جب سکھ کھلے میدان میں سو رہے تھے، شب خون مارا گیا، سکھ سراسیمہ ہو کر ادھر ادھر بھاگ گئے، کامیابی سمجھ کر سرحدیوں نے مال لوٹنا شروع کر دیا، صبح ہوتے جب غازی واپس ہوئے تو سکھوں نے تعاقب کیا، سکھوں کا مالی و جانی نقصان بہت ہوا، غازی تیس کے قریب شہید ہوئے اور شاید اسی قدر زخمی ہوئے، سید صاحب کو اس کا بے حد رنج ہوا اور اس نقصان عظیم سمجھتے تھے، بدھ سنگھ بھاگ کر شیدو چلا گیا، سید صاحب نے اپنی پہلی کامیابی کا مژدہ ہندوستان کو لکھ بھیجا اور امیر دوست محمد خان کو بھی خوش خبری سنادی۔(۱) اب اہل سرحد جوق در جوق بیعت کے لئے آنے لگے کیونکہ اس فتح سے انہیں اپنے مجاہدانہ مقاصد کی امید ہو گئی تھی۔(۲)

خاوے خان رئیس ہنڈ نے تعاون میں سبقت کی، اشرف خان رئیس زیدہ نے بھی بیعت کی، سید صاحب ہنڈ تشریف لے گئے اور اسے اپنا مرکز بنایا، اس سے پہلے نوشہرہ میں قیام تھا، سرحد والوں کی تعداد پانچ ہزار تک ہو گئی، ہندوستانی و قندھاری اتنے ہی رہے جتنے تھے، جوش و خروش میں معتد بہ ترقی ہوئی، مگر عملی تعاون کے لئے لوگوں نے قدم بہت کم اٹھائے۔(۳)

۱۔ سوانح احمدی صفحہ ۱۰۲ ۲۔ "سید احمد شہید" از غلام رسول مہر ۳۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

جنگ خضرو بازار

عرض کیا گیا کہ خضرو بازار بڑی منڈی ہے، یہاں سے مال زیادہ ملنے کی امید ہے اس پر قبضہ کرلیا جائے، سید صاحب نے اس تجویز کو مناسب نہیں سمجھا کیونکہ جنگ اکوڑہ میں نقصان عظیم ہوا تھا، لیکن اجازت دی کہ تم لوگ اس شرط پر کہ کسی مسلمان کو گزند نہ پہنچے حملہ کر سکتے ہو، چنانچہ ملکیوں کے تیس چالیس قندھاری بھی ساتھ ہو گئے، قندھاریوں نے گڑھی پر قبضہ کیا اور سرحدیوں نے منڈی کو لوٹا، سرحدی سامان لے کر واپس آرہے تھے اور قندھاری پیچھے سے ان کی حفاظت کر رہے تھے تو پندرہ بیس سکھوں نے ان کا تعاقب کیا، قندھاری ان سے جٹ گئے، سرحدی بھاگ کھڑے ہوئے جن میں سے گھبراہٹ میں کچھ دریا غرق ہو گئے، اتنے میں پانسو سکھ آ گئے، سید صاحب نے ملکیوں کو حکم دیا کہ قندھاریوں کی مدد کریں، ان کے ساتھ چند ہندوستانی بھی بغیر اجازت چل دیئے، غازیوں کو دیکھتے ہی سکھوں نے راہ فرار اختیار کی، غازی کشتیوں میں واپس آرہے تھے کہ سکھ پلٹ پڑے اور گولے پھینکے گئے، اب سید صاحب خود بہ نفس نفیس تشریف لے گئے، ان کو دیکھتے ہی سکھ ایسے غائب ہوئے جیسے شیطان لاحول سے بھاگ جاتا ہے، مال غنیمت کی تقسیم پر جھگڑا ہوا، خادی خان کے فیصلہ کو نہ سرحدیوں نے مانا نہ قندھاریوں نے، سید صاحب نے فیصلہ دیا کہ جو مال جس کے پاس ہے وہی لے لے، دو تین دن کے بعد تین ہزار سکھوں نے دریا پر آکر شاھینین چلائیں تو اشرف خان کو ان کے دفع کرنے کو کثیر لشکر کے ساتھ بھیجا، مگر گولوں کی شدت کی وجہ سے سرحدی نہ ٹھہر سکے، جب ملکیوں نے وسط دریا سے گولیاں ماریں تو سکھوں کو بھاگ جانا پڑا۔

سرحدیوں کی بے قاعدگیاں، دشمنیاں اور لوٹ مار کے مدنظر نظم جمعیت کی خاطر ۱۳ جمادی الثانی ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء کو ھنڈ کے تالاب کے کنارے سید صاحب کو امیر منتخب کیا گیا، یہ امارت محض تنظیم جہاد کے لئے تھی، اس کا ریاستوں کے انتظام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ آپس کے اختلافات کو دور کرنا اصل مدعا تھا، مگر اس کے پردے میں اختلافات نے اور بھی سر نکالا، جب یہ امارت ناقابل تسلیم ٹھہری تو سب سے پہلے

فتح خان نے سید صاحب کی امامت کی بیعت کی، پھر روساء پشاور نے بذریعہ تحریر قبول کی، لیکن وہ اس وجہ سے ناقابل اعتبار سمجھے گئے کہ رنجیت سنگھ سے بے حد دبے ہوئے تھے، بہرحال جب جمعیت اسی ہزار کی ہوگئی تو طے کیا گیا کہ نوشہرہ پر سکھوں سے مقابلہ کیا جائے۔

جنگ شیدو

شیدو میں سید صاحب یار محمد خان درانی کے یہاں مہمان ہوئے، صبح کو جنگ ہونے والی تھی، رات کے کھانے میں سید صاحب کو زہر دیا گیا، میدان میں جانے کے لئے شاہ اسماعیل صبح کو جب آئے تو سید صاحب کی حالت غیر تھی، اسی حالت میں سید صاحب میدان جنگ میں لے جائے گئے۔ ان کے پہنچتے ہی درانیوں اور سمر والوں نے راہ فرار اختیار کی اور ساتھ چھوڑ دیا، بڑی مشکل سے سید صاحب کی جان بچا کر انہیں چندلئی لے جایا گیا، ساتویں دن جب افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا، یہ سب کچھ میری خطاؤں کی وجہ سے ہوا، تکلیف کے بعد اللہ راحت دے گا۔(۱) یہ صحیح ہے کہ یار محمد خان نے سکھوں سے سازش کر لی تھی لیکن مومنوں کی ہمتیں پست نہیں ہوئیں۔

اب سید صاحب نے خیبر اور سوات کا دورہ کیا اور خوب جوش کے ساتھ تبلیغ کی، ہندوستان کو داعی بھیجے، پھر اکبر، کشمیر اور بخارا کو بھی دعوت نامے لکھے، دو مہینوں کے بعد اوائل ذوالحجہ میں دہلی سے مولوی عبدالحی آ گئے، اس دوران میں عسرت انتہاء کو پہنچ گئی تھی، مگر غازیوں نے دست سوال دراز نہیں کیا، البتہ امداد قبول کرلی، پنج تار کے فتح خان نے غلہ سے مدد کی، ہندوستانی قافلے اپنے ساتھ روپیہ بھی لاتے تھے، پہلا قافلہ ۲۷/اپریل ۱۸۲۷ء کو چنگلئی میں آیا، اس وقت قندھاریوں کے علاوہ ساتھ سو غازی ہندوستان کے تھے، یہاں سے سید صاحب پنج تار گئے، پھر کچھ دن خیبر میں قیام فرمایا اور جنوری ۱۸۲۹ء تک درانیوں کے خرخشے اور دغدغے کو دور کیا، شاہ چترال نے جو لڑکی نذر کی تھی اس کا نام فاطمہ تھا، زہر کا اثر دور کرنے کے لئے سید

۱۔ "سید احمد شہید" از غلام رسول مہر

صاحب نے اس سے نکاح کر لیا(۱) خیبر سے واپس آ کر مستقل طور پر پنج تار کو مرکز بنایا(۲) یہ تبدیلی خادی خان کو ناگوار ہوئی، ھنڈ میں سکھوں کے حملے کا خوف رہتا تھا اس لئے مرکز کی تبدیلی ضروری سمجھی گئی تھی، ہر چند یہ تبدیلی بر بنائے مصلحت ہو مگر ضعف کی علامت سمجھی گئی، اس عرصہ میں شاندار تبلیغ کی وجہ سے دعوت جہاد کی قبولی و پذیرائی خوب ہوئی، جملہ خوانین نے اطاعت قبول کی اور سکھوں کے خلاف زبردست محاذ تیار ہو گیا۔ والی چترال نے گلگت کے راستہ سے مدد دینے کا وعدہ کر لیا، لہذا اپچھلی (ہزارہ) کی طرف جہاد کے امکانات قوی ہو گئے۔ (۳) سید صاحب کو اتنی کامیابی کی امید نہیں تھی، ستمبر ۱۸۲۷ء میں شاہ اسماعیل کو ہزارہ بھیجا، اب اور اگرور میں تبلیغ کر کے ہزارہ کو فتح کرنے کی کوششیں کیں مگر کوئی صورت نہ نکل سکی (۴) صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ ڈمگلہ اور شنکھاری پر معرکے کیوں ہوئے، گڑھی میں حبیب اللہ خان کا لڑکا بند کر لیا گیا تھا، غازیوں کی آمد کی خبر سن کر سکھوں نے گڑھی سے محاصرہ اٹھا لیا اور حبیب اللہ خان کا لڑکا ان کی قید سے آزاد ہو گیا، ڈمگلہ کے شیخوں میں تقریباً چار سو ملکیوں نے علیحدگی اختیار کر لی مگر جب سنگھر کے باہر سکھ نکال دیئے گئے تو علیحدہ ہو جانے والے ملکی آملے اور لوٹ مار میں شریک ہو گئے، اس کے بعد سکھ تیار ہو کر آئے تو مراجعت کرنا پڑی، شنکھاری میں کھیت کاٹنے کے لئے سکھ جا رہے تھے، شاہ اسماعیل نے حملہ کر دیا اور سکھ بھاگ گئے، اس حملہ میں شاہ اسماعیل کی چچی کو شہادت نصیب ہوئی، ہندوستان سے آنے والے قافلوں کو درانی دق کیا کرتے تھے لہذا شاہ اسماعیل بھیجے گئے تا کہ درانیوں سے ملاہمت کریں، چنانچہ شاہ اسماعیل نے ۱۸۲۷ء کو سلطان محمد خان کو خط لکھا اور ان کے شر کو دفع کر دیا۔

مولوی محبوب علی دہلی سے جہاد میں شریک ہونے کے لئے آئے مگر یہاں کے حالات دیکھ کر دل برداشتہ ہو گئے اور واپسی کی ٹھہرائی، ان کے ساتھ کچھ اور بھی مجاہدین بیزاری کی وجہ سے واپس ہوئے، اب سید صاحب نے سمہ اور خیبر کا دورہ کیا، پھر شعبان ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۸ء کو مولوی عبدالحی کا خیبر میں انتقال ہوا، اس عرصہ میں

۱، ۲، ۳، ۴۔ "سید احمد شہید" از غلام رسول مہر

سید صاحب کو تنخواہ دار مجاہدین رکھنا پڑے، دو ماہ کے بعد ان کی تنخواہ دے کر انہیں برخاست کر دیا۔ خیبر میں قیام دسمبر ۱۸۲۸ء یا جنوری ۱۸۲۹ء تک رہا، درانیوں کی منافقت اور مخالفت دور کرنے کے لئے مئی ۱۸۲۸ء میں پیش قدمی کی گئی، اس جنگ تنازئی (عثمان زئی) میں وہاں کے رئیس کا لڑکا درانیوں سے ساز کر گیا، اس لئے غازیوں کو واپس آنا پڑا۔

دو سال بعد ۲۵ شعبان ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء کو اقامت شریعت کی بیعت کا نسخہ ایجاد کیا گیا تا کہ یہاں کے لوگ شرع کی پابندی کریں اور بیعتوں کی تعمیل کو فرض سمجھیں، اس اجتماع میں علماء کے علاوہ فتح خاں پنجپائی، اشرف خاں (زیدہ) اور خاوی خاں (ھنڈ) موجود تھے، انہوں نے اقامت شریعت کی بیعت بھی کی تھی، اس جدید بیعت کا اصل مقصد یہ تھا کہ شرعی احکام کو نفاذ ہو، اس طرح حکومت الہیہ کی بنیاد رکھ دی گئی، اس سے اختلافات میں اور بھی زیادہ ترقی ہوئی، شرعی احکام کی تعمیل ناروا سختیوں کے ساتھ کی گئی اور مصیبتوں میں اضافہ ہو گیا۔

نظام شرعی کے سلسلہ میں قصبہ مانیر کا جھگڑا طے کیا گیا، توے برس ہوئے تو مانیر کے باشندوں کو کابل کے حاکموں نے قبضہ کر لیا تھا، اب اس مسئلہ کو اٹھایا گیا، باشندوں کے طرف دار زیدہ کے اشرف خاں تھے اور حاکموں کے حمایتی خاوی خان ھنڈ والے تھے، شرعی فیصلہ ہوا کہ قدیم باشندوں کو حق دلایا جائے، یہ فیصلہ بزور شمشیر منوایا گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اشرف خاں اور خاوی خان میں ٹھن گئی، سید صاحب ان دونوں میں صلح نہ کرا سکے، آخر کار جب خاوی خان کو شکست دے کر اشرف خان اترائے ہوئے گھوڑے پر آ رہے تھے کہ سید صاحب کو خوش خبری سنائیں تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، راکب و مرکوب دونوں گرے اور اشرف خان جاں بہ حق ہو گئے، اشرف خان، خاوی خان کے خسر تھے، اشرف خان کی وراثت کا جھگڑا ابھی چونٹیوں بھرا کباب تھا، خاوی خان، اشرف خان کے لڑکے مقرب خان کے لئے کوشاں تھا، سید صاحب نے دوسرے لڑکے فتح خان کے حق میں فیصلہ کیا، اس فیصلہ کی وجہ سے خاوی خان سید صاحب سے منحرف ہو گیا اور میجر ونتورا سے سید صاحب پر اعتراض کروایا کہ آپ اس

WWW.NAFSEISLAM.COM

ملک میں کیوں دخل انداز ہوتے ہیں، سید صاحب نے مولوی خیر الدین کی معرفت جواب دیا کہ یہ ملک خالصہ جی کا نہیں ہے بلکہ خدا کا ہے، اس گفتگو میں میجر اور مولوی میں تیزی پیدا ہوگئی، لڑائی کی نوبت آنے والی تھی مگر دنتورا اپنا اسباب تک چھوڑ کر بھاگ گیا، عام طور پر سمجھا یہی گیا کہ اقامت شریعت والی بیعت کے سبب دینی فضا خوشگوار ہوگئی ہے اور امن قائم ہوگیا ہے، لیکن خدا جانے واقعات کو کیا دشمنی ہے کہ اُن سے ان افسانوں کی تائید نہیں ہوتی۔

سید صاحب نے سکھوں کے قبضہ سے اٹک کو خالی کرانے کا وعدہ کیا تھا، تجویز یہ ہوئی کہ غازی برات کا جلوس بنا کر شہر میں داخل ہو جائیں اور تسلط جمالیں، اتفاق سے یہ راز فاش ہوگیا، کچھ غازی گرفتار کر لئے گئے اور کچھ نے بھاگ کر امان زئی میں سید صاحب کو یہ خبر سنائی، شرعی احکامات کی تعمیل کے غلط نتائج دیکھ کر پختیار میں ۶ فروری ۱۸۲۹ء کو علماء کا اجتماع ہوا اور طے ہوا کہ جو امام کے حکم سے سرتابی کرے گا، اسے باغی سمجھا جائے گا اور باغی کی سزا قتل ہے، اس تین ہزار کے مجمع میں سید صاحب نے جو خطبہ پڑھا وہ بصیرت افروز ہے، فرمایا کہ مجھ کو جناب باری سے ارشاد ہوا کہ دار الحرب ہند سے ہجرت کر کے دار الامان پنجاب میں جا اور کفار سے جہاد فی سبیل اللہ کر، ہندوستان میں اس لائق کوئی جگہ نہیں ملی، لوگوں نے کہا کہ ہندوستان میں جہاد کر، ہم ہر طرح سے مدد کریں گے اور سامان دیں گے، یہ مجھ کو منظور نہیں ہوا، اس لئے کہ جہاد موافق سنت کے ہونا چاہیے، ہمیں بلوہ کرنا منظور نہیں ہے۔ (۱)

اب آنے والوں نے اپنے ملک کو پیش کیا کہ سب مسلمان شریک ہوں گے، رنجیت سنگھ نے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے، توہین اسلام کرتا ہے، اذان تک کی ممانعت کر رکھی ہے، مسجدوں میں گھوڑے باندھے جاتے ہیں اور گاؤکشی بھی بند کر دی ہے، اس پر میں نے کہا کہ بہتر ہے کہ ہندوستان سے ہجرت کر کے وہیں چلیں اور مسلمانوں کو متحد کر کے کفار سے جہاد کریں، پھر علماء سے خطاب کیا کہ آپ نے ہمیں جگہ دی، بیعت امامت کی، آپ کے مشورہ کے مطابق جہاد کیا، اب آپ دست کش ہو

۱۔ ہندوستان میں جہاد کرنے کو بلوہ خیال کرتے ہیں، اس کے معنی یہ ہوئے کہ انگریز سے لڑنا نہیں تھا۔

رہے ہیں، اس کا سبب کیا ہے، اب شاہ اسماعیل نے جو تقریر کی اس کا خلاصہ یہ ہے،،
،،قصور آپ کا ہے، آپ اظہار حق میں مداہنت کرتے ہیں، ورنہ خرابی نہ ہوتی،، یہ
سنتے ہی خادی خان مجلس سے اٹھ کر چلا گیا، رات کو سید صاحب نے اسے بلا کر منانے
کی کوشش کی، مگر اس نے بتایا کہ ان علماء کی گزر بسر اسقاط و خیرات پر ہے، وہ ہمارے
تابع ہیں، انہیں کاروبار ریاست کا شعور نہیں ہے، لہذا ان کے مشورے قابل عمل نہیں
ہو سکتے، اور آخر میں یہ بھی عرض کیا کہ آپ کا اصول میری سمجھ میں نہیں آتا، یہ سن کر سید
صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا اور گفتگو ختم ہو گئی۔ خادی خان چاہتا تھا کہ مقرب خان کو
اشرف خان کا وارث اور زیدہ کا حاکم بنایا جائے اور قصبہ مانیر پر اس کے حلیفوں کا حق
تسلیم کیا جائے، لہذا وہ میجر ونتورا کو پنجتار پر حملہ کرنے کے لئے بلا لایا، یہ خبر سن کر سید
صاحب نے پنجتار میں مدافعت کی تیاری کی، چنانچہ مجاہدین نے موت کی بیعت اور
رنگ برنگ کے جھنڈے دے کر سید صاحب نے اپنا سر ننگا کر کے دعا مانگی، خود
ہتھیاروں سے اپنے آپ کو مسلح کیا، ونتورا آیا مگر خفیف سی جھڑپ کے بعد واپس چلا
گیا۔ اس جنگ پنجتار میں دو سکھ مارے گئے اور غازی محفوظ رہے۔

سید صاحب نے مفاہمت کی غرض سے خادی خان کو بلایا مگر وہ نہیں آیا، شاہ
اسماعیل اس کے پاس گئے تو اس نے صاف طور پر کہہ دیا کہ میں سید صاحب کی
ولایت کا قائل نہیں ہوں بلکہ ایک دنیادار سمجھتا ہوں۔

سید صاحب اس کی تنقیص کے لئے گئے اور شاہ اسماعیل کو شرزئی کرنے
کے لئے تنگی بھیجا، مگر ان کے ساتھیوں میں سے نصف سے زیادہ درانیوں سے مل گئے،
اس لئے ناکام واپس ہونا پڑا، یہ واقعہ ۱۷ر جولائی ۱۸۲۹ء مطابق ۱۵ محرم ۱۲۴۵ھ کا
ہے، یہاں اقامت شریعت کی بیعت پر اکثر لوگ تیار تھے مگر سرداران پشاور اور خادی
خان نے انہیں باز رکھا، اس لئے ان مخالفین کو زیر کرنے کے لئے ہنڈ پر حملہ کی ٹھہرائی
اور تجویز کی کہ رات کو ۲۵ غازی قلعہ کے دروازے کے قریب چھپ جائیں، صبح کو
جب دروازہ کھلے تو اندر جا کر حملہ کر دیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، خادی خان سراسیمہ ہو

WWW.NAFSEISLAM.COM

کر اپنے آدمیوں کو بلا رہا تھا کہ اس کے ایک گولی لگی اور اس کا کام تمام ہو گیا، غازیوں کی فتح ہوئی مگر اس کا مال اور روپیہ نہیں ملا، سید صاحب نے اس اہل وعیال کو معاف کر دیا اور مقرب خان کی سفارش پر امیر خان کو سردار ھنڈ بنا دیا۔ اور یہ فیصلہ شاہ اسماعیل کی مرضی کے خلاف تھا، خاوی خان کے انحراف وقتل کے متعلق علما، سرحد کا بیان اس سے مختلف ہے، ھنڈ سے مرکز ہٹا لینے کا اسے ملال اگر تھا تو اتنے عرصہ تک اس کی عقیدت مندی قائم نہیں رہ سکتی تھی اور نہ وہ اقامت شریعت کی بیعت کرتا، اصل یہ ہے کہ سوات کے حضرت اخون عبدالغفور صاحب کا وہ مرید تھا، اخون صاحب نے سوات و بنیر کے دورے کے زمانہ میں سید صاحب کی خاطر وتواضع کی تھی اور ہمنوائی وتائید بھی کی تھی، لیکن جب شاہ اسماعیل نے عدم وجوب تقلید کا اعلان کیا تو علما، سرحد ان سے علیحدہ ہو گئے، لہذا اخون صاحب کی تقلید میں خاوی خان نے بھی سید صاحب سے انحراف کیا اور یار محمد خان سے مل گیا، سید صاحب نے ان پر حملہ کیا تو یار محمد خان جاں بحق ہوا، یہ ستمبر ۱۸۲۹ء کا واقعہ ہے، اس طرف سے جب سید صاحب کو اطمینان ہو گیا تو کشمیر کی فتح کا منصوبہ کا نشا۔

کشمیر میں اس وقت تر ملا غیر محفوظ تھا، اس پر شاہ اسماعیل نے قبضہ کر لیا مگر دسمبر ۱۸۲۹ء میں ہری سنگھ نے واپس لے لیا، قیام کھبل میں سید اکبر شاہ نے خوب سمجھا دیا تھا کہ کشمیر والوں کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے، مگر سید صاحب نے امب کے سردار پائندہ خان سے تعلقات بڑھائے اور اس سے یہ طے کیا کہ وہ اپنے ملک سے راستہ دے، مگر شاہ اسماعیل جب بھیجے گئے تو کشمیر کے لئے اس نے راستہ نہیں دیا، اس لئے امب پر چڑھائی کرنا پڑی، عشر اور کوٹلہ فتح کرنے کے بعد ۱۸۳۰ء میں یہ فیصلہ ٹھیرا کہ پائندہ خان نہ صرف راستہ دے گا بلکہ ہر قسم کی مدد بھی کرے گا اور بعد فتح کشمیر اسے مشرقی اٹک میں علاقہ دینے کے ساتھ کشمیر میں بھی جاگیر دی جائے گی، اس صلح سے پہلے شوال ۱۲۴۵ھ میں پھوٹرے پر سکھوں کے خلاف لشکر بھیجا گیا، اس زمانہ میں پائندہ

خان بچنے کے لئے ادھر ادھر بھاگتا پھرتا تھا اور اس نے حسب معاہدہ مدد نہیں کی، لہذا غازیوں کو شکست ہوئی، لیکن سکھ خود بخود میدان چھوڑ کر چلے گئے، اب پائندہ خان سے پھر صلح ہو جانے پر امب کو مرکز بنایا اور شرعی قانون جاری کیا گیا، طے ہوا کہ مشرقی سمت میں پیش قدمی کی جائے۔

سید صاحب کی کامیابیاں دیکھ کر رنجیت سنگھ نے وزیر سنگھ اور حکیم عزیز الدین کی معرفت صلح کا پیغام بھیجا کہ سید صاحب فقیر ہیں اور میں امیر ہوں، امیروں کو فقیروں کی خدمت کرنا لازمی ہے اور فقیروں کا فرض ہے کہ امیروں کے لئے دعا کریں، میں اپنی طرف سے ماورائے سندھ کا علاقہ نذر کرنے کو تیار ہوں، اس سے زیادہ مطالبہ سید صاحب کریں گے تو مثل دنیا داروں کے حریص سمجھے جائیں گے، اس پیغام کا جواب مولوی خیر الدین شیر کوٹی اور حاجی بہادر خان کی سفارت میں بھیجا گیا، لیکن یہ سفارت رنجیت سنگھ کے بجائے میجر ونتورا کے یہاں پہنچی، مولوی صاحب اور میجر میں جو گفتگو ہوئی وہ تاریخ میں یادگار ہے۔

میجر ونتورا: میں آپ سے کچھ علمی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

مولوی خیر الدین: (اس سے پہلی ملاقات میں چند علمی گفتگو ہو گئی تھی لہذا جواب دیا گیا) اگر دینی گفتگو منظور ہے تو خلاف امید جوابات پر کبیدہ نہ ہونا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

میجر: میں یقین دلاتا ہوں کہ کبیدہ نہیں ہوؤں گا، لیکن جواب عالمانہ ہوں، سوقیانہ نہ ہوں۔۔۔۔ میں نے سنا ہے کہ خلیفہ صاحب کو اپنے یہاں ہر طرح کا عیش حاصل تھا۔

مولوی صاحب: ایسی ثروت و جاہ و جلال کو چھوڑ کر ایسی تکالیف سفر اختیار کرنا بلا کسی سبب کے نہیں ہے، اب آپ غور سے سنیں، وہ قوی سبب یہ ہے کہ دین اسلام میں بعد ایمان توحید کے پانچ احکام فرائض اور ضروری رکن

ہیں، ان کے ادا کرنے کی تاکید ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور جہاد، جہاد کا ثواب سب سے زیادہ ہے، جہاد انبیاء اسرائیل پر بھی فرض تھا۔

میجر: بجا ارشاد ہے، مجھے معلوم ہے کہ جہاد کی اہمیت قدیم زمانہ سے ہے۔

مولوی صاحب: اب خلیفہ صاحب کی ذات مقدس مثلاً انبیاء سابقین مقبول بارگاہ ایزدی ہے۔۔۔ اس جہاد شاقہ کی دو شرطیں ہیں، ایک وجود امام اور دوسری جائے امن، قوم یوسف زئی سکھوں سے لڑتی رہتی ہے، لیکن ان کے پاس قابل سردار رہنمائی کے لئے نہیں ہیں، اسی غرض کے لئے سید صاحب آئے ہیں، ان ملک کے لاکھوں آدمیوں نے خلیفہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت امامت کر لی ہے اور آپ کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ جہاد سے مطلب ملک گیری اور جنگ و جدال نہیں ہے بلکہ واسطے اعلاء کلمۃ اللہ و اطفاء نائیدہ ادیان باطلہ اور کفار کی ذلت کے لئے کوشش کرنا ہے۔۔ جہاد سے اصل مطلب ترقی دین ہے اور فتوحات اس کا ثمرہ ہیں، مجاہدین کے فرائض قرآن شریف اور حدیث میں بہت ہیں۔

میجر: مجھے یہ سب باتیں قبول ہیں لیکن ایسی بے سروسامانی میں بادشاہوں سے لڑنا میری سمجھ میں نہیں آتا۔

مولوی صاحب: دیکھو ہم کو فتح و ظفر اور کامیابی پر اعتماد ہے اور ہم کو خدا پر بھروسہ ہے، ہمیں نہ جیتنے کی خوشی اور نہ ہارنے کا غم۔

میجر: میرے دل میں خلیفہ صاحب کی بے حد عظمت ہے۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اور خلیفہ صاحب کے درمیان ارسال تحائف کی رسم جاری ہو جائے، پہلے میں ان کی خدمت میں ہدیہ بھیجوں گا، پتہ نہیں اس کے جواب میں وہ کیا تحفہ دیں گے، تاکہ یہاں سے جا کر اپنی اس عزت پر فخر کر سکوں، اس سلسلہ میں ملک یوسف زئی پر ان کا تصرف کرا دوں گا اور

WWW.NAFSEISLAM.COM

خالصہ کی فوج پھر کبھی خلیفہ صاحب کے خلاف حملہ نہیں کرے گی۔

مولوی صاحب: خلیفہ صاحب کو آپ کے اظہار عقیدت و عظمت کی پرواہ نہیں، اگر آپ کی کوئی غرض ہے تو سلسلہ جنبانی کیجئے، خلیفہ صاحب عالی حوصلہ اور صاحب ہمت ہیں، آپ کے تحفوں کے جواب میں اچھا سے اچھا تحفہ دیں گے۔

میجر: اگر سر بند و کلاہ یا اسلحہ سے مجھے نوازنا تو ایسے تحفے میرے کام کے نہیں، لیکن گھوڑا مرحمت فرمائیں تو ان کی ناموری اور میری سرخروئی ہو۔

مولوی صاحب: آپ کا مطلب اب میں سمجھا، ہم آپ کو گھوڑا کبھی نہیں دیں گے۔

میجر: یہ آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہو مگر میں سمجھتا ہوں خلیفہ صاحب بڑی اور عالی حوصلہ ہیں وہ میری درخواست ضرور قبول فرمائیں گے۔

(پرچہ نویس حاجی بہادر شاہ خان اور حکیم عزیز الدین نے مولوی صاحب سے اشارہ کیا کہ میجر کی بات مان لیں۔)

مولوی صاحب: یہ بات وہ مان سکتا ہے جو ملک و جاگیر کا خواہش مند ہو، ایسی نیت و ارادہ سے جہاد کا ثواب باطل ہو جاتا ہے۔

بہر حال جب میجر نے گھوڑے کے لئے اصرار کیا تو مولوی صاحب نے فخریہ فرمایا! گھوڑا تو گھوڑا ہے ہم آپ کو گدھا بھی نہیں دیں گے، ہمیں تو آپ کی سرکار سے جزیہ لینا ہے۔

میجر: یہ آپ کا محض وہم ہے، اگر آپ نے خالصہ جیسی سرکار کو زیر کر کے جزیہ لے لیا تو میں حتمی وعدہ کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا۔

مولوی صاحب: اگر مسلمان ہونا چاہتے ہو اور آپ کی یہی شرط ہے تو آپ خلیفہ صاحب سے مل لیں، ان کو دیکھتے ہی آپ مسلمان ہو جائیں گے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

میجر: (مولوی صاحب کی فہم وفراست کو سمجھ کر) خیر دیکھا جائے گا، مہربانی کر کے میری درخواست کا جواب خلیفہ صاحب سے بمقام حضرو بھجوادیں۔

مولوی صاحب: میں خلیفہ صاحب سے عرض کروں گا، جواب دینا ان کی مرضی پر منحصر ہے۔

میجر: معاف فرمایئے گا، آپ کے نزدیک سکھ کافر ہیں اور ہم نصرانی بھی کافر ہیں، تو ہم دونوں کے کفر میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب: کفر میں دونوں برابر ہیں۔

میجر: ہندوستان پر انگریز نصرانی مسلط ہیں تو خلیفہ صاحب ان سے جہاد کیوں نہیں کرتے؟

مولوی صاحب: انگریزی سرکار ہم کو دینی فرائض ادا کرنے سے منع نہیں کرتی اور سکھ مانع ہیں، اسی لئے ہم ان سے جہاد کرنے آئے ہیں۔(۱)

یہاں سے جا کر مولوی صاحب نے سید صاحب کو جملہ احوال سے مطلع کیا، انہوں نے ارشاد فرمایا: شاباش! جزاک اللہ، تمہارے جوابات میری مرضی کے مطابق ہیں، گھوڑے اور گدھے کی بات سن کر محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ آپ نے اچھا کیا کہ ارسال جواب کا وعدہ نہیں کیا۔(۲)

اس گفتگو کے متعلق "جماعت مجاہدین" کے صفحہ ۱۵۶ پر جناب مہر صاحب نے یہ رائے قائم کی کہ مولوی صاحب نے اچھے انداز میں مسائل کی توضیح فرمائی اور تاریخی حوالوں سے اپنے موقف کو ثابت کیا، پھر "سید احمد شہید" کے اکیسویں باب

۱۔ مگر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتویٰ میں لکھا ہے: اگر بعضے احکام اسلام کی مثل جمعہ وعیدین، اذان اور ذبیحہ بقر کے تدارک نہ کرتے ہوں لیکن اصل اصول ان کے نزدیک (یعنی انگریزوں کے) غلط و بیکار ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۱۰۱) اس فقرے میں انگریزوں کے ہی نہیں بلکہ سکھوں کے وحشیانہ وظالمانہ طریقے پر بھی توجہ فرمائی ہے۔)

۲۔ منقول از سوانح احمدی اور مہر صاحب کی سید احمد شہید، باب اکیسواں

کے آخر میں رقم طراز ہیں: یہ گفتگو ۱۸۳۰ء میں ہوئی تھی، یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ونتورا جب پہلی مرتبہ مولوی خیر الدین سے مل چکا تھا تو اس ملاقات کا حوالہ کیوں نہیں دیا، اس کے متعلق یہی خیال ہے کہ یہ فروگذاشت راوی سے ہوئی، جس نے صرف خاص مطلب بیان ضروری سمجھا، مگر مہر صاحب یہ نہ بتا سکیں گے کہ مولوی صاحب نے تاریخی حوالے کون سے دیئے تھے اور انہوں نے توجہ نہیں فرمائی کہ ونتورا نے پہلی ہی ملاقات کے متعلق کہا تھا کہ جوابات حاضر نہ ہوں اور سوقیانہ نہ ہوں، اب راوی کو ملزم بنانا مہر صاحب کی زیادتی ہے بیان کی خوش مذاقی ہے، مولوی صاحب کی گفتگو اور سید صاحب کی پسندیدگی پر کسی کو چوں وچرا کرنے کا حق نہیں ورنہ کافر گردی کی مثل صادق آئے گی، بہر حال اس گفتگو اور تصدیق سے اور کچھ نہیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ سید صاحب کا انگریزوں سے جہاد کرنے کا خیال کبھی ہرگز نہیں تھا، لہذا سید صاحب کے وہ خطوط جن میں انگریزوں سے جہاد کرنے کا ذکر ہے جو شاہ بخارا اور راجہ صاحب سندھیا کو لکھے ہیں وہ بر بنائے مصلحت ہی ہو سکتے ہیں، مولوی خیر الدین نے رنجیت سنگھ کی پیش کردہ شرائط صلح کو مسترد کر دیا لیکن اپنے شرائط کیوں نہیں بتائے اور محض جہاد کی تعریف کر کے رہ گئے، ارشاد قرآنی ہے کہ جہاد کے دوران میں اگر کفار صلح کرنا چاہیں تو کر لینی چاہیے۔ اس کے علاوہ اقتضائے سیاست بھی یہی تھا کہ صلح کر لی جاتی، پھر سید صاحب اور سکھ دونوں مل کر انگریزوں کی خبر لیتے، ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں پادری صاحبان لوگوں کو زبردستی عیسائی بنا رہے تھے اور انگریز مسلمانوں کا ہی نہیں کل ہندوستان کا خون چوس رہا تھا۔

یار محمد اور خادی خان کے مارے جانے کے بعد سید صاحب کے یہاں عید منائی جا رہی تھی جس کی وجہ سے سلطان محمد خان پر بری بنی تھی، آخر کار اپنی ماں کی ہدایت سے مجبور ہو کر اسے ہنڈ پر حملہ کرنا پڑا، اس زمانہ میں سید صاحب کھبل میں قیام پذیر تھے اور کشمیر فتح کرنے کی تدابیر سوچ رہے تھے، ہنڈ فتح کر کے سلطان محمد خان نے امیر خان کے سپرد کر دیا اور خلاف معاہدہ غازیوں کو قید کر کے چارسدہ بھیج دیا، مگر

WWW.NAFSEISLAM.COM

غازی دیوار میں نقب لگا کر سیدھے سید صاحب کی خدمت میں پنجتار پہنچ گئے، جب پنجتار سے اسب تک کے علاقہ پر سید صاحب کا تسلط ہو گیا تو سلطان محمد خان اور پائندہ خان نے سکھوں سے ساز کر کے سید صاحب کی مخالفت کی، لہذا سید صاحب مورچوں کی مرمت کروانے لگے اور شاہ اسماعیل کو بار بار لکھا کہ مستورات کو یہاں سے لے جا کر ستھانہ پہنچا دیں، انہوں نے جواب دیا کہ اگر مستورات اور خصوصاً آنجناب کے حرم محترم کو اسب سے ستھانہ پہنچانے سے شوکت اسلام کو ضرر پہنچا تو خدا کے یہاں آپ جواب دہ ہوں گے، یہ بھی یقین رکھیے کہ جب تک سو غازیوں کے سر نہیں کٹ جائیں گے، خدانخواستہ آپ کے حرم تک نوبت نہیں آئے گی، سید صاحب نے اس تحریر پر فرمایا کہ میرے بھانجے سید احمد علی کی طرح سچی بات کہنے میں میاں صاحب بھی مراعات ادب کی پرواہ نہیں کرتے، مگر مہر صاحب سید صاحب کے اس شبہ کی تکذیب کرتے ہیں کہ اس تحریر میں مراعات ادب کے خلاف کوئی بات نہیں ہے۔(۱)

عشر وصول کرنے کے لئے عمال مقرر کر دیئے گئے، سب نے اسے قبول کیا مگر ہوتی مردان کے احمد خان نے عمال کی تقرری پر اعتراض و اختلاف کیا، لہذا سید صاحب کے عتاب سے بچنے کے لئے اس نے گڑھی ہوتی کو چھوڑ کر پشاور میں پناہ لی۔

سلطان محمد خان ہنڈ فتح کرنے کے بعد پنجتار پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن پائندہ خان اس سے علیحدہ ہو کر ہزارہ چلا گیا، لہذا ارادہ ترک کرنا پڑا، مگر بعد کو احمد خان کی تقویت پر جب حملہ کیا تو مہبار پر شکست ہوئی۔

ہوتی پر تسلط جمانے کے بعد مفاہمت کے لئے سید صاحب نے سلطان محمد خان کو خط لکھا، اس نے جواب میں لکھا کہ تم مصنوعی فقیر ہو، ہم نے تمہارے قتل کی ٹھان لی ہے اور تمہارے ناپاک وجود سے ہم اپنے ملک کو بچانا چاہتے ہیں، اس جواب کے بعد لڑائی ناگزیر تھی، مہبار پر سلطان محمد خان کے خلاف مردان والوں سے تصفیہ کر لیا اور شرط یہ ٹھہری کہ سید صاحب کا لشکر گڑھی کے باہر ٹھہرے اور امیر المومنین گڑھی

۱۔ سید احمد شہید، ص ۲۳۱

میں قیام فرمائیں، مگر جب تورو سے سید صاحب یہاں آئے تو مع لشکر کے گڑھی میں داخل ہو گئے، مردان والوں نے اس کی شکایت شاہ اسماعیل سے کی تو شاہ اسماعیل نے سید صاحب کے پاس جا کر فرمایا کہ جناب خود خلاف شرع امور کے مرتکب ہوتے ہیں۔۔۔ لشکر کو باہر میدان میں ٹھہرنا چاہئے تھا، آپ پیرزادوں کے قافلہ کی طرح گڑھی میں کیسے گھس آئے، حاضرین کو شاہ صاحب کا یہ طرز کلام پسند نہیں آیا تو شاہ اسماعیل نے اپنی سخت کلامی کی معافی مانگی، اس پر سید صاحب نے اقرار کیا کہ مجھے معاہدہ کی خبر نہ تھی ورنہ مع لشکر کے اندر نہ آتا۔(۱)

تورو کے قیام میں سید صاحب کو جو گوشت کھانے میں دیا گیا وہ کچھ جل گیا تھا، سید صاحب نے نہیں کھایا، دال پر گزر کی اور گوشت پکانے والے کو خطابات از قسم مردود وغیرہ مرحمت فرمائے، میاں نظام الدین کے ٹوکنے پر اقبال کیا کہ بے اختیاری میں منہ سے یہ الفاظ نکل گئے اور گوشت پکانے والے میاں عبداللہ سے معافی مانگی (۲)

سلطان محمد خان کی منافقت کی وجہ سے سید صاحب پشاور پر حملہ کیا، راہ میں ہر جگہ استقبال ہوا اور پشاور فتح کر لیا، سلطان محمد خان کے وکیل ارباب فیض اللہ خان نے سید صاحب سے سلطان محمد خان کو معافی دلوائی تو امارت شرعیہ کا انتظام اسی کے سپرد کر دیا۔ سلطان محمد خان کی بحالی کے ہر شخص خلاف تھا اور خود بھی سید صاحب صحیح نہیں سمجھتے تھے۔(۳)

بہر حال یہ سب انتظام کر کے سید صاحب پیشاور کو تشریف لے گئے، اثناء راہ میں گڑھی امان زئی (عثمان زئی) کے بالا خانہ پر قیام فرمایا، ایک لڑکا تحفہ میں کچھ پھل لایا تھا اور لکڑی کی سیڑھی پر کھڑے کھڑے زیادہ انعام کی درخواست کر رہا تھا، جس کی وجہ سے راستہ مسدود ہو گیا تھا، شاہ اسماعیل نے ہٹانے کی کوشش میں اس کے چند طمانچے رسید کئے، اتفاق سے ایک مرتبہ وار خالی گیا اور سیڑھی کی ایک کیل ان کے ہاتھ میں چبھ گئی جس کی وجہ سے خون نکلنے لگا۔ سید صاحب نے سبب دریافت کیا تو منشی

۱۔ سید احمد شہید، ص ۲۶۴، ۲۔ سید احمد شہید ۳۔ سید احمد شہید صفحہ

محمد انصاری نے شاہ اسماعیل کے اس جہاد کی پوری روئیداد سنا دی تو سید صاحب نے فرمایا کہ ان دنوں میاں صاحب کا غصہ تیزی پر ہے، اسے دور کرنا چاہیے، اس پر منشی محمد انصاری نے کہا کہ مولانا عبدالحی کو جب غصہ آتا تھا تو وہ جادہ شرع سے نہیں ہٹتے تھے، لیکن شاہ اسماعیل نے اس کی توجیہ فرمائی۔۔۔ان کا غصہ آورد تھا۔۔۔ اور میرا غصہ آمد ہے، جب آتا ہے تو عقل و ہوش پر غلبہ کر لیتا ہے۔ زبان کیا کسی عضو پر قابو نہیں رہتا۔

یہ آخری فقرہ وضاحت کی جان ہے، مہر صاحب نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ شاہ صاحب حقانی ربانی آدمی تھے، اس لئے اپنے عیوب کا اقرار کر لیتے تھے۔(۱) یہ تشریح فصاحت کے ساتھ ظرافت بھی رکھتی ہے، قربانش شوم، بروز محشر پیش داور مولانا مہر کی تشریح و تاویل کام نہ آسکے گی پنبہ کجا کجا نہم۔

فتح پشاور کے بعد راوی چین لکھتا ہے، لہٰذا سکھوں کی مزاج پرسی کرنے کا یہ بہترین موقع تھا، مگر قضاء و قدر اور شامت اعمال کو کیا کہا جائے، عمال اور قاضیوں کی نفسانیت بروئے کار آئی، عشر کی وصولی کے لئے بے حد زیادتیاں کی گئیں، شادی شدہ کنوایوں اور بیواؤں کے زبردستی نکاح پڑھوا دیئے گئے، اس سے پہلے یہاں کی عورتیں سمجھتی تھیں کہ سید بادشاہ کے غازی اولیاء ہیں، اب وہ سمجھیں کہ اولیاء بے قید ہیں، مرد و زن ان سے پناہ مانگنے لگے، اپنی عزت و ناموس کو برباد ہوتے ہوئے دیکھ کر ان اولیاء بے قید کے خلاف سازش کا بھٹی جانے لگی، سید صاحب کو متعدد مرتبہ اس سازش سے آگاہ کیا گیا مگر سمجھا دیا گیا کہ مجاہدین کفار و شیاطین سے مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر رہتے ہیں، ان کے قدم جادۂ اعتدال سے نہیں ہٹ سکتے اور شیطان انہیں نہیں بہکا سکتا، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز فجر پڑھتے میں مجاہدین کو فردوس بریں کا رستہ دکھا دیا گیا، انا للہ و انا الیہ رجعون۔ (۲) جب پشاور میں یہ واقعہ ہو گیا تو طوطے ہران ہو گئے اور زبان فیض ترجمان گویا ہوئی کہ ''ہم ابتداء میں یہاں آئے تھے تو ان لوگوں کے

۱۔ سید احمد شہید، صفحہ ۲۸۵ ۲۔ ''سید احمد شہید'' از غلام رسول مہر

عادات وحالات سے واقف نہیں تھے، وعظ ونصیحت کا اثر نہ ہوا تو حاکمانہ فہمائش سے کام لیا، مگر یہ بھی غلط ٹھہری، اجراء دین کے علاوہ ہمارا کچھ اور مدعا نہ تھا۔۔۔ اب ہم وہاں جا کر مقیم ہوں گے جہاں صادق القول ہوں گے۔"(۱)

نہایت سچائی سے سید صاحب نے حقیقت واقعی کا اقرار کر لیا، مگر ان کی سادگی ومعصومیت نے ان کے ابتدائی دعووں اور پیش گویوں کو فراموش کر کے الزام یہاں والوں کے سر تھوپ دیا، ناکامی وپشیمانی کا ثبوت یہ ہے کہ سب کو بیعت کے بندھن سے آزاد کر دیا اور اعلان فرمایا کہ مجھے ان لوگوں سے ایسی نفرت ہے جیسے کسی کو قے سے ہو، لہذا یہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہے، فتح خاں سے کہا کہ یہ لوگ کلمۂ توحید عادۃً پڑھتے ہیں، لہذا ضروری ہے کہ ہم اپنے دل کی دوا کریں تا کہ کلمہ گویوں کی طرف سے شک زائل ہو جائے، یہ فقرے جذباتی تھے اور ان کو سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں، وقت وداع آخری خطبہ میں نصیحت کی کہ ہمارے ساتھ وہی آئے جو تکالیف پر مالک کے خلاف حرف شکایت زبان پر نہ لائے، ایسا نہ ہو کہ تکلیف کی صورت میں کہا جائے کہ سید نے دھوکہ دیا، پھر وصیت فرمائی کہ ہم سے جدا رہ جانے والے بھائیوں کو خراسان یا ہندوستان یا دوسرے ممالک میں نہیں بسنا چاہیے، مجملاً عرب کے سوا اور کہیں وطن اختیار نہ کریں، اگرچہ عرب بھی بدعات سے خالی نہیں ہے، سب سے آخر میں شاہ اسماعیل سے سرگوشی کی کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت فرمائیں اور میں مراقبوں میں مشغول رہوں گا، یہاں تک کہ ہم ایسے مقام پر پہنچ جائیں جہاں سے جہاد کا انتظام ہو سکے، دیوانہ بہ کار خویش اسی کو کہتے ہیں، چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد۔

یہاں سے رخصت ہو کر دامن کوہ میں پہنچے، جنوری ۱۸۳۱ء کی ابتداء میں راج دواری میں قیام فرمایا اور ہمراہیوں سے اس امر پر بیعت لی کہ خواہش نفسانی وغیرہ میں مسلمان بھائیوں کو مقدم رکھیں اور مقام تکلیف میں اپنے آپ کو مقدم سمجھیں، سب نے بیعت کی مگر شاہ اسماعیل نے بیعت سے انکار کر دیا کہ وہ اس شرط کو نباہ نہ سکیں گے،

۱۔ "سید احمد شہید" از غلام رسول مہر

دراصل یہی جواں مردی کی بات ہے کہ صاف انکار کر دیا۔

۵/ذی قعدہ کو اتوار کے دن بچوں سے جماعت کے ساتھ چلے اور اپریل ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ پہنچے، اب ان کی طبیعت میں تغیر واقع ہوا، تفویض وتوکل کا رنگ نمایاں ہوا اور تدبیروں سے دل چسپی نہیں رہی، اتنے میں شیر سنگھ نے بالاکوٹ کا محاصرہ کر لیا اور سید صاحب کے کسی فرشتہ صفت مجاہد نے گڑھی میں داخل ہونے کا خفیہ راستہ اسے بتا دیا۔ ۶/مئی ۱۸۳۱ء مطابق ۲۴/ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو سید صاحب مسجد زریں میں اطمینان ومحویت کے ساتھ مصروف عبادت تھے، لیکن شیر سنگھ نے جب حملہ کیا تو یکدم تکبیر پڑھتے ہوئے چل پڑے اور دلدل میں چھلانگیں مارتے ہوئے جا رہے تھے کہ ایک پہاڑی پر ٹکے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے نہ بصارت کو نظر پڑے نہ بصیرت کو دکھائی دیئے، اب جس کا جیسا جی چاہے ویسا ہی قیاس کر لے، کسی نے کہا کہ توپ کا گولہ اڑا لے گیا، کوئی سمجھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر چڑھا لئے گئے، بعض نے قیاس کیا کہ کسی بگڑے دل غازی نے تلوار کے گھاٹ اتار کر دلدل میں دبا دیا اور خوش عقیدہ اصحاب نے وثوق سے کہا کہ پھر نمودار ہونے کے لئے پردہ فرما لیا ہے، پروفیسر فری لینڈ ایبٹ کی تحقیق ہے کہ لاش پہچان لی گئی تھی اور نذر آتش کر دی گئی تھی، یہ بھی شہرت ہے کہ شیر سنگھ نے سید صاحب اور شاہ اسماعیل کی لاشوں کو دوسرے دن اچھی طرح شناخت کروانے کے بعد عزت کے ساتھ دفن کروا دیا تھا، اب شاہ اسماعیل کی قبر بالاکوٹ میں موجود ہے اور سید صاحب کی قبر مشتبہ ہے۔ (۱) شاہ اسماعیل کی قبر پر لوگ نسوار چڑھا کر مرادیں مانتے ہیں حالانکہ شاہ صاحب قبر پرستی کے سخت مخالف تھے۔ (۲)

نتیجہ قدرت کے اختیار میں ہے مگر مرد آخر بیں مبارک بندۂ ایست، لہذا یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس ناکامی یا کامیابی کے اسباب کیا ہوئے، سید صاحب کے سوانح نگاروں کے بیان لکھ دیئے گئے، اب دوسروں کی رائے بھی دیکھنا چاہیے، مولانا

۱۔ حیات طیبہ ۲۔ موج کوثر صفحہ ۲۱ کا نوٹ

ابوالکلام آزاد صاحب نے اپنے والد سے سن کر جو حالات لکھے ہیں، ان میں اہمیت ہے۔(۱) مولانا کے والد کی روایت ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی جائیداد اپنے عزیزوں میں تقسیم کردی۔۔۔اور مولوی اسماعیل کے لئے کچھ بھی نہ رہا تو دنیا کی طلب ان کے دل میں سمائی اور یہ ڈھنگ نکالا کہ پیری مریدی کا نیا کارخانہ جمایا جائے، سید احمد بریلوی ٹونک کی فوج میں ایک ان پڑھ سپاہی تھے، سازش کر کے انہیں پیر بنایا، مولوی عبدالحی جو شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے داماد تھے وہ بھی بیٹی کے محروم رہ جانے سے برداشتہ خاطر تھے، شریک سازش ہو گئے اور صورت یہ قرار دی کہ خدا کی دین میں کسی کا کیا لینا دینا ہے، ہم نواسے اور داماد تھے مگر محروم رہ گئے اور شاہ صاحب کا تمام باطنی فیض ٹونک کے اس سپاہی کو مل گیا، آدمی یعنی مولانا اسماعیل شہید ذہین ولسان تھے، بہت جلد لوگوں میں غلغلہ مچا دیا، لوگوں نے جب دیکھا کہ ایک معمولی ان پڑھ آدمی کو شاہ صاحب کے نواسے (۲) نے پیر مان لیا ہے، اس کی پالکی پکڑ کر جوتی بغل میں داب کر دوڑتا ہے اور اعلانیہ اپنی محرومی اور ان کے فیضان کا اقرار کرتا ہے تو اس سے لوگوں میں بڑا ہی رنگ جما اور ہر طرف سے چاندی سونے کی بارش ہونے لگی، اس زمانہ میں "صراط مستقیم" لکھی اور اس میں سید احمد کو ولایت سیکھی بڑھا کر نبوت تک پہنچا دیا اور ساری باتوں میں آنحضرت ﷺ سے تشبیہ دی، گویا پورا آنحضرت ﷺ کی ریس اور مقابلہ کر دکھایا، مہر میں "اسمہ احمد" نقش کریا، لوگوں سے کہتے کہ جو شخص مرید ہوتا ہے اسے فوراً کشف و مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے، لوگ اس شوق میں آتے اور مرید ہو جاتے، چالاکی یہ تھی کہ ڈیوڑھی پر مولوی اسماعیل موجود رہتے، وہ نو واردوں کے کان میں کہہ دیتے کہ جو شخص صدق دل سے مرید ہوتا ہے، ان کی پہلی ہی توجہ میں فائزہ المرام ہو جاتا ہے، ہاں جو شخص خدانخواستہ ولد الزنا ہو اسے خبث ولادت کی وجہ سے کچھ بھی نظر نہیں آتا، اب وہ غریب جاتا ہے اور مرید ہونے کے بعد نکلتا ہے تو نظر تو اسے خاک نہیں آیا تھا، لیکن وہ سوچتا ہے کہ اگر کہتا ہوں

۱۔ ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی، صفحہ ۳۵۴ ۲۔ نواسے کے بجائے بھتیجا ہونا چاہیے۔

کہ کچھ نظر نہیں آیا تو سب ولد الزنا کہیں گے، اس ڈر سے وہ کچھ نہ کہتا اور جب لوگ مبارک، مبارک کی صدائیں بلند کرتے تو سر جھکا کر خاموش رہ جاتا، اس طرح جب خوب رنگ جم چکا تو اب موقع آیا کہ جو اصل شیطنت اس کارخانہ سے مقصود تھی اسے عمل میں لایا جائے، وہ کیا تھی، یہ بھی ایک مشکل کہانی ہے، یہ گویا ہندوستان میں وہابیت کی تولید و شیوع کی تاریخ قرار دی گئی تھی اور زیادہ تر مقصود اس سے یہ تھا کہ ہندوستان کی وہابیت کا شجرہ نسب بہ آسانی نجد کی وہابیت سے ملا دیا جائے۔

جب دیکھا کہ دین جدید کی مخالفت کی وجہ سے پیری مریدی کا رنگ پھیکا پڑنے لگا ہے اور علماء اہل سنت کی مقاومت روز بروز بڑھتی جاتی ہے تو جلب زر کی نئی راہ پیدا کرلی اور لوگوں کی توجہ فتنے کی طرف سے ہٹانے کے لئے جہاد کا غلغلہ بلند کیا اور سید احمد کی امامت کا اعلان کیا، اس پر خوب حسن برسنے لگا، جوق در جوق احمق دام میں پھنسنے لگے، ہزاروں روپیہ کی ہنڈیاں آنے لگیں، اور مجاہدین کا غول لے کر سکھوں سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے، سکھوں سے کیا لڑنا تھا خود مسلمانوں کو مشرک و بدعتی بنا کر دین جدید کا فتنہ پھیلانا تھا، سرحد پہنچ کر خود مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیا، آخر کار جب غیرت مند سرحدی جوش میں آئے اور سلطان محمد خان غیرت دینی سے آمادۂ مقابلہ ہوا تو جان بچا کر بھاگنا چاہا مگر اس نے مہلت نہ دی اور سب کا قلع قمع کر دیا، مریدوں نے سوچا کہ پیروں کا قتل خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہوا ہے اور جہاد و شہادت کی جگہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہلاکت ہوتی ہے، اب کس طرح بات بنانی چاہیے، تب یہ سازش کی کہ سکھوں سے لڑائی کا بہانہ گھڑا، اور مسلمانوں کو لوٹنے کے لئے مشہور کر دیا کہ سکھوں سے لڑتے ہوئے میدان جہاد میں سید احمد اور مولوی اسماعیل شہید ہوئے، لیکن وہ اب پھر زندہ کئے جائیں گے اور بھیجے جائیں گے تاکہ سکھوں سے پنجاب کو نجات دلائیں، چنانچہ کچھ دنوں بعد سرحد کے ایک پہاڑ کی چوٹی پر کھال میں بھوسہ بھر کر ایک ڈھانچہ تیار کیا گیا اور سید احمد کے کپڑے پہنا کر مشہور کیا

کہ وہ زندہ وسلامت مشغول مراقبہ ہیں اور اس طرح اپنی دکان جمائی۔"

اپنے والد کا یہ بیان لکھنے کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے اپنے عقیدے کے مطابق لکھا ہے کہ بلاشبہہ ان کی شہادت کے بعد سرحد کی مقیم جماعت میں بعض غلاۃ اس قسم کے وہم میں پڑ گئے تھے۔۔۔۔ کہ بعض عزم وجوش کے کلمات کو بطور پیش گوئی کے قرار دیں اور اس کی تکمیل کے لئے ان کی رجعت کا عقیدہ تراشیں ۔۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاہد مولوی ولایت علی صادق پوری ان دو وہموں میں مبتلا ہو گئے تھے، ایک رجعت، دوسرے روایات ظہور مہدی کا ان پر انطباق، لیکن یہ ایک محدود جماعت کا خیال تھا۔۔۔۔ یہ بھی مشہور ہے کہ چند چالاک دنیا پرست آدمیوں نے اپنی ذاتی اغراض سے واقعی ایک پتلا بنایا تھا، لیکن اس کارروائی کی حقیقت بہت جلد کھل گئی، ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔

مولانا فضل رسول بدایونی صاحب کے متعلق مشہور کیا جاتا ہے کہ وہ انگریزوں کی ملازمت میں تھے، انہیں سید صاحب کی مخالفت کرنے کے لئے وظیفہ ملتا تھا، مگر اسی قسم کا الزام مولوی عبدالحی پر عائد ہو سکتا ہے کیونکہ وہ بھی میرٹھ میں انگریزی ملازم تھے اور انگریزوں نے ان کے ذریعے اپنی بلا یہاں سے پنجاب میں بھجوائی تھی، مولانا فضل رسول نے مولانا خیر الدین کے بیان کی ہی تائید کی ہے اور اس کے علاوہ جو باتیں لکھی ہیں وہ ان کی چشم دید ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ شاہ اسماعیل کے نئے عقائد کی وجہ سے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر شاگرد ان سے ان کے درست بہ گریبان ہو گئے، مولوی مخصوص اللہ، مولوی موسیٰ اور صاحبزادگان شاہ رفیع الدین نے شاہ اسماعیل کے خلاف فتوے لکھے، حضرت مولوی فضل حق خیر آبادی نے شاہ اسماعیل کا ابطال کیا، شاہ اسماعیل صبح کے وقت منگل کے دن ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۵ھ کو جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے، ایک استفسار مرتب کیا گیا، جس پر مولوی فضل حق، مولوی مخصوص اللہ، مولوی موسیٰ، مولوی محمد شریف، مولوی عبداللہ اور اخون شیر محمد صاحبان

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے دستخط تھے، مولوی عبدالحی اسے دیکھ کر قائل ہو گئے اور شاہ اسماعیل غصہ سے مغلوب ہو کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے، ہزاروں آدمی اب اس عقیدے سے تائب ہوئے، اب جہاد کا نعرہ شروع کیا اور ایک جماعت کے ساتھ بغرض جہاد افغانستان کو گئے، سید احمد کو امیر المؤمنین بنایا اور پیش گوئیاں مشہور کیں کہ فلاں تاریخ رنجیت سنگھ مارا جائے گا، فلاں دن فلاں ملک فتح ہوگا اور فلاں سال عید کی نماز لاہور کی جامع مسجد میں امیر المؤمنین پڑھیں گے، اللہ کا یہی حکم ہوا ہے اور لڑائی میں امیر المؤمنین سکھوں کی توپوں اور بندوقوں کا منہ بند کر دیتے ہیں، کچھ افغان داخل بیعت ہوئے لیکن مقابلہ کے وقت جان بچا کر علیحدہ ہو گئے، پنجتار کا رئیس فتح خاں اور سب افغان تعظیم سے پیش آئے، سب نے جہاد کی بیعت کی، خراج بھی دیا، عامل و حاکم مکانوں پر مقرر کر دیئے گئے اور امیر المؤمنین کا حکم جاری ہو گیا، جو شرکت جہاد سے معذور تھے انہوں نے عورتوں کے زیور سے مدد کی۔۔۔۔ مولوی اسماعیل خوشی میں بے آپ ہو گئے، دین جدید کی تبلیغ کی گئی، سید صاحب کے نام میں "صلی اللہ علیہ وسلم" جوڑا گیا، سکہ میں اسمہ احمد لکھوایا، ان کے بزرگ شروع سے شاہ اسماعیل کی بے قیدی اور جدت پر ان سے ناراض تھے، شاہ عبدالعزیز نے اپنا مملوکہ نواسوں کو دے دیا تو مولوی اسماعیل کھل کھیلے، عقائد کے علاوہ دوسرا فساد سید صاحب کو متبنیٰ بنانے کا ہے، عبدالحی میرٹھ میں انگریزوں کے محرر تھے، انہوں نے شاہ اسماعیل کو لے کر سید احمد کو پیر بنایا، ساتھ لے کر شہروں میں گشت کیا، نذرانوں کی قبولیت میں حرام و حلال کی تمیز نہیں کی، بنارس میں آکسٹس بروک کی داشتہ کو مرید کیا، اس کی نذر قبول کر کے سید صاحب نے اسے اپنی بیٹی بنایا، راقم (یعنی مولوی فضل حق) وہاں موجود تھا، عبدالحی سے جب رقم نذرانہ کے متعلق میں نے استفسار کیا تو جواب نہ بن پڑا، یہ عبارت سیف الجبار سے ماخذ ہے، صحیح واقعات اس میں لکھے ہیں۔

بہادر شاہ ظفر کا عہد ہر نوعیت سے مثالی ہے، اس میں خزاں و بہار پوری

آب وتاب سے جلوہ نما ہیں، ایک طرف انحطاط وابتذال نمایاں ہے اور دوسری طرف اردو زبان کمال کو پہنچ رہی ہے، اسی زمانہ میں شاہ اسماعیل نے مذہبی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا تھا اور سید احمد کی سربراہی میں سکھوں سے جہاد کی بنا ڈالی تھی، نظفر کے زمانہ کے شاعر محض شاعر نہیں تھے بلکہ مختلف علوم وفنون میں دستگاہ بھی رکھتے تھے، جب شاہ اسماعیل نے اپنی نجدیت نوازی سے "امکان نظیر" کی لاطائل بحث چھیڑی اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خاتم النبیین ہونے کی اہانت کی تو مولوی فضل حق خیر آبادی نے ان کی دھجیاں بکھیر دیں اور مرزا غالب نے فیصلہ کن مثنوی لکھی، کہتے ہیں کہ:

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود رحمۃ للعالمین ہم بود
کثرت ابدائے عالم خوب تر یا بہ یک عالم دو خاتم خوب تر
مقتضائے ایجاد عالم یکے است
گر دو صد عالم بود خاتم یکے است
در یکے عالم دو خاتم را مجو
صد ہزاراں عالم و خاتم مگو

مومن خاں حضرت سید احمد صاحب کے معتقد اور شاہ اسماعیل کے ہمنوا تھے، انہوں نے تحریک جہاد میں بہت خوب مثنوی لکھی ہے، محمد شاہ بادشاہ کے استاد شاہ نصیر اس تحریک جہاد کے خلاف تھے، جب جہاد کی ناکامی کی خبر دہلی میں آئی تو انہوں نے پر لطف قصیدہ لکھا:

کلام اللہ کی صورت ہوا ان کا دل سی پارہ
نہ یاد آئی حدیث ان کو نہ کوئی نص قرآنی
ہرن کی طرح میدان وغا میں چوکڑی بھولے
اگرچہ تھے دم شملہ سے وہ شیر نیستانی

اس قصیدے سے ناراض ہو کر اسماعیلیوں نے ان پر حملہ کیا تو دہلی کے کوتوال میرزا خانی نے انہیں بچایا، چنانچہ یہ شعر اضافہ کر کے کوتوال صاحب کی مہربانی کا اعتراف کیا ہے:

نصیر الدین بیچارہ تو رستہ طوس کا لیتا
نہ ہوتے شحنۂ دہلی اگر یاں میرزا خانی

اس جہاد کا زمین سے آسمان تک ڈنکہ بج رہا ہے لیکن سکھوں کی پیشانی پر برائے نام بھی بل نہیں آیا، ان کی تاریخ اس جہاد کو پرکاہ کے برابر نہیں سمجھتی، وہ کہتے ہیں کہ جنگ اکوڑہ میں بدھ سنگھ کو شاندار کامیابی ہوئی، مجاہدین کو بری طرح پسپا ہونا پڑا، اس زمانہ میں رنجیت سنگھ، بدھ سنگھ سے ناراض تھا، اس لئے کہ بدھ سنگھ نے فریب دے کر قلعہ گوبند گڑھ پر قبضہ کر لیا تھا، لیکن اکوڑہ پر بدھ سنگھ کی کامیابی پر اس کا جرم معاف کر دیا، سکھ اقرار کرتے ہیں کہ اکوڑہ میں غازیوں کو شکست دینے کے بعد ہم جہانگیرہ پہنچے تو غازیوں نے ہمیں محصور کر دیا، لیکن رسد ختم ہو جانے پر ہمیں مورچوں سے باہر آنا پڑا، پھر بھی بڑی خون ریزی کے بعد غازیوں کے ہم نے منہ پھیر دیئے، وہ فار بندی سے باہر چلے گئے، لیکن ہم نے ان کا تعاقب نہیں کیا، یہاں سے فرار ہو کر غازیوں نے یوسف زئی کی پہاڑیوں میں پناہ لی اور عرصہ دراز تک سر نہ اٹھا سکے۔

برخلاف اس کے حق پرست مجاہدین کا بیان ہے کہ ہمارے شب خون سے بدھ سنگھ کا لشکر منتشر ہو گیا، بعد کو مجتمع ہو کر اس نے عقب سے حملہ کیا، لیکن ہم فار بندی سے بخیر و خوبی باہر نکل آئے اور سکھوں کو تعاقب کرنے کی ہمت نہیں ہوئی، ایماندار تذکرہ نگاروں نے غازیوں کے شب خون کا قصیدہ لکھا ہے کہ یہ شب خون جنگ بدر کے یوم الفرقان کی طرح لیلۃ الفرقان تھا۔ (۱) مزید بیان ہے کہ بدھ سنگھ لاہور کی طرف بھاگا جا رہا تھا تو اٹک کے قلعہ دار نے اسے سمجھایا کہ خلیفہ صاحب خیر آباد اور اٹک فتح کر لینے کے بعد اس ملک پر تسلط جما لیں گے، یہ سمجھ کر بدھ سنگھ واپس ہوا۔ (۲)

۱۔ سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن علی ندوی، صفحہ ۱۴۷، ۲۔ سوانح احمدی: ۱۰۰

معتقدین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملکوتی صفات درجہ بشریت میں اتر آئے تھے، ان کا جہاد از قسم فساد تھا، ان کے خیال کو نیک سمجھا جا سکتا ہے لیکن فروعی مسائل میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے مقصد کو کھو دیا۔ اکثریت ان سے علیحدہ ہو گئی، انہوں نے اوہام کو الہام ظاہر کیا اور ان کی خوائب پرستی سے کام نہ بنا، ظاہر ہے کہ مقام جہاد انہوں نے غلط تجویز کیا، سرحد میں مختلف قسم کی نیتیں اور ہر مرتبہ مرکز کی تبدیلیاں وبال جان بن گئیں، یہ وہاں کے فریق سے واقف نہ تھے اور کبھی ہرگز نہ سوچا کہ اپنی اس کارگزاری سے انگریزوں کو قوت پہنچا رہے ہیں، ان کے کمالات سے نہ یہاں کے مسلمانوں کو فائدہ ہوا اور نہ وہاں کے مسلمانوں کے کچھ ہاتھ آیا، رنجیت سنگھ نے صلح کا پیغام بھیجا مگر مسترد کر دیا، اگر صلح کر لیتے تو دونوں ملک انگریزوں کو آسانی سے نکال سکتے تھے، مرشد بن کر انہیں حکم چلانا آیا مگر خدمت کرنے کا خیال نہیں بندھا، یہاں کے نفاق کو وہ دور نہ کر سکے، دشمنوں کو دوست بنانے کے بجائے دوستوں کو دشمن بنا لیا، شاہ اسماعیل نے جس طرح ہندوستان میں تفرقہ کی بنیاد رکھی تھی، اسی طرح یہاں افغانستان میں بھی فساد کی فضا پیدا کر دی، وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو انہیں سورہ توبہ پڑھ کر سنا دیتا یا غزوہ تبوک کے حالات بتا کر ان کے دماغ میں روشنی پہنچاتا اور ان کی سمجھ میں آجاتا کہ منافقوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنا چاہیے، وہاں کے ملاؤں کے حقوق غصب کر لئے، عشر کی آمدنی سے غریبوں کی مدد نہیں کی، شرع کے نام سے ایسی سختی کی کہ شرع شرما کر رہ گئی، کسی کی عزت و ناموس کا بھی لحاظ نہیں رہا۔ اب کیسے سمجھا جائے کہ انہوں نے اسلام کے دور اول کا اتباع کیا، سید صاحب نے اعلان تو برابر کیا کہ ہمارا مدعا حکومت نہیں ہے، ہم دین کی خاطر جہاد کرنے آئے ہیں مگر چند روز کی حکومت الٰہیہ وہ کمالات دکھائے کہ در و دیوار خون کے پیاسے ہو گئے، ان کی جنگیں سکھوں سے اتنی اہمیت نہیں رکھتیں جتنی وہاں کے مسلمانوں سے لڑنے کی اہمیت ہے، سکھوں کا وہ کچھ نہ بگاڑ سکے مگر مسلمانوں کے لئے ملک الموت ثابت ہوئے۔ جہاد سے بجائے فائدہ اٹھانے کے مسلمانوں کی مٹی خراب کر دی، سکھوں کو پریشان کیا اور انگریزوں کو تقویت پہنچائی، امیر المومنین مرشد بے فیض ہے، وہاں والے بیعت

توڑنے کے لئے مجبور تھے، سید صاحب کے ارشادات، ہجرت ثانیہ کے بعد کے فرمودات اور غیبوبت کی داستانیں شان ولایت کے خلاف ہیں، ان میں اتحاد کی بو باس نہیں، انہیں ہر وقت شرک ہی شرک کے خواب نظر آئے، اسی بدحواسی میں چون کے مقام پر فرمایا کہ میں جہاد کو کھیل سمجھا تھا۔(۱) سوانح سازوں نے جو حالات لکھے ہیں ان کے متعلق ان کی روح برملا کہہ رہی ہے:

من از بیگانگاں ہر گز نہ نالم
کہ با من آنچہ کرد ہم آشنا کرد

شاہ اسماعیل کی تفرقہ اندازیوں اور ان کی معقولات کی جدت طرازیوں نے یہاں اور وہاں مخالفت پیدا کر دی تھی، سرحد میں رجال الغیب نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، سید صاحب انتقال کے بعد فاتحہ درود سے بھی محروم ہو گئے ہیں، مولانا ابوالکلام آزاد سید صاحب کے بلند و بالا دعویٰ کو عزم کا جوش کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں، مگر اس کا کیا جواب ہے کہ انہوں نے بار بار فرمایا کہ ''فقیر دریں باب باشارات غیبی ماموراست و بہ بشارت لاریبی مبشر، ہرگز ہرگز شبہ و وساوس شیطانی و شائبہ ہوائے نفسانی بایں الہام مخرج غنیمت۔ اس عین ربانی پر ان کی غیبوبت مانی گئی ہے، غیبوبت کے قائل عوام ہی نہیں بلکہ مولانا ولایت علی صادق پوری جیسے علماء بھی ہیں (۲) کالے پانی میں مرتے وقت مولانا یحییٰ علی کی زبان پر یہ شعر تھا:

کون سی رات آن ملے گا
دن بہت انتظار میں گذرے

مولانا رشید احمد گنگوہی ان کی غیبوبت کو ممکن سمجھتے ہیں، جعفر علی تھانیسری کو وقت رہائی ۱۳۰۰ھ میں سید صاحب سے سلام و پیام پہنچنے کا فخر حاصل ہوا تھا، لکھتے ہیں کہ مجھے حضرت مرشدنا کی حیات اور ان کے ظہور کا ایسا یقین ہے جیسے اپنی موت کا، اور یہ بھی بتایا ہے کہ میر حیدر علی ۱۳۰۲ھ میں زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔(۳) مگر

۱۔ سید احمد شہید از مولانا غلام رسول مہر

۲۔ مولوی ولایت علی جو شہادت سے محروم ہو گئے تھے، دہلی آئے تو زینت محل کے استاد مولوی امام علی نے ان سے بیعت کی، مولوی صاحب کا انتقال محرم ۱۲۶۹ھ میں ہوا۔ ۳۔ سید احمد شہید ۲۰۱، اڈیشن ۱۹۳۹ء

بایں ہمہ مایوس ہو کر جعفر علی تھانیسری نے مسئلہ غیبوبیت کو وہم سے بھی تعبیر کیا اور غلط سمجھا، رہا ان کا پتلا بنانا تو وہ کسی وجہ سے بھی ہو بدعت ہے، جو ان توحید پرستوں اور تقلید کے منکروں نے یاد مرشد کے لئے ایجاد کر لیا۔

سکھوں کے بیان غلط سہی مگر ان کی رائے کو غلط نہیں کہا جا سکتا، انہیں اقرار ہے کہ سید صاحب نے یہاں پہاڑی جماعتوں میں ہل چل ڈال دی تھی، مگر ان کا سخت جوش پھونس کی آگ کی طرح کا تھا، جس کا ذرا سی دیر میں شعلہ ختم ہو جاتا ہے، ان میں بگاڑنے کی قابلیت تھی سنبھالنے کی نہیں تھی۔

جعفر تھانیسری نے خون کے آنسو بہا کر حقیقت لکھ دی ہے کہ وعدہ فتح پنجاب پر مکمل وثوق تھا۔۔۔ از روئے شرع محمدی الہام ایک ظنی چیز ہے، سید صاحب کی بایں جملہ دینی اوصاف پولیٹیکل پیچیدگیوں اور علم جنگ کی طرف توجہ بالکل نہیں تھی، ان ہی دو نقصوں نے اس کے بنے کام بگاڑ کر بالاکوٹ میں وہ دن دکھایا جس کی یاد سے خلقت کے دل دہلتے ہیں، اگر ان میں فن ملک گیری اور فن جنگ بھی ہوتا تو پنجاب کیا ساری دنیا کا بادشاہ ہوتا۔

مرزا حیرت دہلوی نے بھی دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں، لکھتے ہیں کہ مولانا شہید کی رائے پر اعتماد کر لیا گیا کہ رنجیت سنگھ سے سرحدی ناراض ہیں، لہذا وہ سب ساتھ دیں گے، اس میں انہیں کامیابی ہو جاتی اگر ان کے عمال بے اعتدالی نہ کرتے اور مجبور نہ کرتے کہ وہ ناگوار طور پر شریعت کی پابندی کریں، اس میں سرداران سمہ و پشاور کی زر پرستی و بے ایمانی کا بھی دخل و شمول تھا۔۔۔ مقصد اشاعت دین تھا اور ملک گیری کی ہوس نہ تھی۔

صاحب سیرت سید احمد شہید ابوالحسن علی ندوی اپنے قومی غم کو چھپا نہ سکے، سب سے زیادہ ان کو افسوس اس بات کا ہے کہ اس تاریخ کو مسلمانوں کے اقبال کا ستارہ غروب ہو گیا، مسلمانوں کی نئی تاریخ بنتے بنتے رہ گئی، حکومت شرعی سینکڑوں برس کے لئے ایک خواب بے تعبیر ہو گئی، شرع اور دین کا جلال اور اس کا تخت و تاج لٹ گیا

اور ہندوستان کی آزادی صدیوں کے لئے بچھڑ گئی، بالاکوٹ کی زمین چند مذہبی دیوانوں کا ہی مقتل نہیں بنی بلکہ بہت سے سیاسی ہوشمندوں کی بھی عبرت گاہ ہے اور سارے ہندوستان کے یکساں احترام کی مستحق ہے۔ (سیرت سید احمد شہید صفحہ ۱۹۷)

صاحب سید احمد شہید جناب مولانا غلام رسول مہر صاحب کا نوحہ معقولات کے بہترین نکات اپنے اندر رکھتا ہے، فرماتے ہیں کہ:

"مگر افسوس ہے سید صاحب کی توقعات پوری نہیں ہوئیں، ان کی (یعنی سرحد والوں کی) اسلامی حمیت بھی پائیدار نہیں نکلی اور سید صاحب کی عزیمت بہترین متاع تھی سرحد کی نااہلیت کی نذر ہوگئی، لیکن ظاہری عقل کی بنا پر سید صاحب کا فیصلہ ہر اعتبار سے محکم اور صائب تھا، جو کچھ پیش آیا اس کا علام الغیوب کے سوائے کسی اور علم نہیں۔"

حیرت ہے کہ مہر صاحب نے سید صاحب کے علم باطن سے استدلال نہیں کیا گویا اس سے انکار کر دیا، سرحد کی بات تو علیحدہ رہی، اپنی تعلیم سے انہوں نے ہندوستان میں بھی تفرقہ ڈال دیا تھا، مختصر یہ کہ یہ آہ وشیون اپنی ذاتی تسلی کے لئے ہے اور اسی اصول پر سید صاحب اور شاہ صاحب کو انہوں نے خطاب دیا ہے "تیرھویں صدی کے دو مجاہد"۔

میرزا حیرت نے لکھا ہے کہ عظیم الشان کام کی وہ ابتدا تھی یہ انتہا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ محرک جہاد کون تھا اور اس میں قیادت کے جوہر تھے یا نہیں، کیا یہ محرک مجدد کی حیثیت رکھتا تھا، یہ کہنا کہ سید صاحب پیدائشی طور پر شوق جہاد رکھتے تھے لغو ہے، اگرچہ وہ مجذوب مطلق نہیں تھے، کم از کم دسواں حصہ مجذوبیت کا رکھتے تھے، ایسا شخص رہنما نہیں ہوسکتا، لہذا میرزا حیرت کا کہنا یہ صحیح ہے کہ جہاد کا تصور شاہ اسماعیل کے دماغ میں پیدا ہوا تھا، شاہ اسماعیل کو بڑا بننے کا شوق تھا، ہر زندگی میں انہوں نے نئی راہ نکالی ہے، وہ وحدت الوجود کے قائل تھے اور خاندانی عقیدہ وحدت الشہود کے خلاف تھے، ان کے عقائد سے علماء کو اختلاف ہوا، اسی زمانہ مین تقویت الایمان لکھی، اس کتاب میں جہاد کا مطلق ذکر نہیں ہے، ریزیڈنٹ نے جب جامع مسجد کی سیڑھیوں پر وعظ کہنے

کی ممانعت کر دی تو وعظ کہنے کی ریزیڈنٹ سے مل کر اجازت حاصل کی، اس وقت ریزیڈنٹ مٹکاف تھا (۱۸۱۱ء تا ۱۸۱۸ء) اس نے شاہ صاحب سے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ دارالحرب کا مطلب دریافت کیا اور سمجھایا کہ دراصل سکھ مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور ہمیں بے وجہ دشمن سمجھا جاتا ہے، یہ اشارہ شاہ اسماعیل کے لئے تازیانہ ہوا اور حقیقت معلوم کرنے کے لئے انہوں نے پنجاب کا خفیہ دورہ کیا، بعد تحقیق و معائنہ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ سکھ مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور انگریز ان مظلوموں کو پناہ دے کر تسکین فرماتے ہیں، اسی لئے ان کے دماغ میں سکھوں سے جہاد کرنے کا تصور پیدا ہوا، شاہ عبدالعزیز کے فتوے میں سکھ اور انگریز دونوں سے جہاد کرنے کا مفہوم تھا، شاہ ولی اللہ پہلے ہی فرما گئے تھے کہ حکومت کرنے کی قابلیت افغانوں میں منتقل ہو گئی ہے، علاوہ ازیں شاہ اسماعیل کو انگریزوں سے پوری مدد ملنے کی امید تھی، مٹکاف کے بعد اکٹرلونی ۱۸۱۸ء میں دہلی کا ریزیڈنٹ ہوا، مولوی عبدالحی انگریزوں کی ملازمت میں رہنے کی وجہ سے ان کے مزاج اور طبیعت سے واقف تھے، اس لئے سکھوں سے جہاد کرنے کے متعلق مولوی عبدالحی کے ذریعہ اکٹرلونی سے مشورہ کرنا چاہتے تھے مگر مولوی عبدالحی نے انہیں روحانی بزرگ سید احمد صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا، سید صاحب اسی زمانہ میں مالوہ سے دہلی آ گئے تھے، جب شاہ اسماعیل سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس درجہ مسخر ہوئے کہ مرید ہو گئے اور ان کی روحانی صحبت میں جہاد کے تصور اور ارادہ کو فراموش کر گئے، ان تینوں صاحبان نے مختلف شہروں کا دورہ کر کے دین کی تبلیغ شروع کی، تبلیغ کے ان دوروں میں جہاد کا نام بھی نہیں لیا گیا ہے، لیکن رام پور میں ایک افغانی نے سکھوں کے مظالم کی طرف توجہ دلائی تو سید صاحب متاثر ہوئے اور شاہ اسماعیل کو جہاد کے متعلق اپنا بھولا ہوا خواب یاد آ گیا اور خیال جمایا کہ نواب رامپور احمد علی خان کی سفارش سے انگریزوں کی مدد حاصل ہو سکے گی، اب سید صاحب کے تبلیغی دوروں میں جہاد کا بھی ذکر ہونے لگا، پھر اپنے وطن رائے بریلی پہنچ کر جہاد کی تیاری کی، اسی کوشش میں نواب اودھ کے یہاں لکھنؤ پہنچے تو وہاں متروک حج کے مسئلہ پر بحث چھڑی، نتیجہ یہ ہوا کہ جہاد کرنے سے پہلے حج کرنا چاہیے، اور

عازمین حج کو اپنے صرفہ سے لے جانے کا بھی اعلان فرما دیا، انگریزوں سے مراسم رکھنے والے روساء اور نیل کے تاجروں اور ان کی داشتہ کسبیوں نے اتنا چندہ دیا کہ قافلہ حج کے مصارف کے لئے کافی سے زائد ہو گیا، شاہ صاحب جیسی بھی روحانیت کے حامل ہوں مگر ان کا اشتہار دینے والے شاہ اسماعیل اور مولوی عبدالحی تھے، تکیہ رائے بریلی کے قیام میں سید صاحب کی کتاب ''صراط مستقیم'' لکھی گئی، حج میں عالم اسلامی کی تائید ہو جاتی مگر شاہ اسماعیل کے عقائد کی وجہ سے وہاں مسلمان برگشتہ ہو گئے، حج سے واپس آ کر سکھوں سے جہاد کرنے کے لئے قدم اٹھا دیا گیا، انگریزوں سے بار ہا شکایت کی گئی کہ سید صاحب کی جدوجہد انگریزی سرکار کے خلاف ہے مگر اس شکایت کو مسترد کر دیا گیا اور سید صاحب نے بھی ہر ممکن طرح یقین دلایا کہ انگریزی حکومت میں ہم خلل نہیں ڈالیں گے اور شاہ اسماعیل نے تو صاف کہہ دیا کہ جو انگریزوں کا دشمن ہے وہ ہمارا دشمن ہے، جب دہلی کے راستہ سے لاہور پر حملہ کی اجازت مانگی تو انگریزی سرکار نے سمجھا دیا کہ ہم سے اور سکھوں سے معاہدہ ہو گیا ہے کہ دریائے ستلج حد فاصل رہے گا اور دشمنوں کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کریں گے، چنانچہ سید صاحب نے لاہور پر حملہ کرنے کے لئے راہ دراز اختیار کی، اس میں یہ بھی فائدہ تھا کہ درمیانی بستیوں اور ریاستوں سے انہیں مدد مل سکے گی اور حج میں عالم اسلامی کی تائید حاصل ہو سکتی ہے، چونکہ اس زمانہ میں مسلمان راہ حق سے ہٹ گئے تھے اور روح جہاد ان میں نہیں رہی تھی، لہذا سید صاحب نے سیاسی عظمت کو اپنا نصب العین نہیں بنایا اور صرف احیائے اسلامیت پر اپنی دعوت کی بنیاد رکھی، دور اول میں جو برتری حاصل تھی وہ خدمت دین کا ثمرہ تھی، دور اول کو قوت کے اسباب حاصل نہیں تھے، بلکہ ان میں جہاد کی روح پیدا کر دی گئی تھی، سید صاحب اسی دور مسعود کو زندہ کرنا چاہتے تھے، بات تو صحیح ہے لیکن دور اول کی خصوصیت، قوت ایمانی سے پیدا ہونے والی فراست جیسی خوبی ان صاحبان میں تھی یا نہیں، ایسی فراست کا یہاں دور تک پتہ نہیں تھا، وحی الٰہی کا فراست کے ساتھ استعمال کرنا دور اول کی امتیازی شان تھی، یہ لوگ تو آنکھیں بند کر کے اندھی تقلید کے قائل تھے، لہذا وحی و الہام کا ذکر کرنا بھی

فضول ہے، دور اول کی پختگی یہ تھی کہ کفار کی زیادتیوں پر بے تکلف حبشہ کو ہجرت کی، نصرت الٰہی یہ تھی کہ شاہ حبشہ نے ان کافر دشمنوں کی نہیں سنی اور مہاجرین کی عزت و محبت سے خاطر و مدارت کی، دور اول کی روحانی فراست یہ تھی کہ مدینہ والوں کی دعوت پر وہاں کے لئے یکدم ہجرت کی اور طرز و اخلاق سے دشمنوں اور منافقوں کو زیر کرلیا، جب کفار مکہ نے حملہ کیا تو باوجود بے سروسامانی جنگ احد و بعد میں کامیابی عطا ہوئی، یہ مٹھی بھر مسلمان نور سے معمور تھے، رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں کا تارا تھے اور اللہ رب العزت ان کا مددگار تھا، فرشتوں کی مدد آگئی، فتح ہو جانے پر دھاک بیٹھ گئی، جنگ احد میں کامیابی کے آثار نمودار ہوئے، کفار نے ہزیمت اختیار کی، مگر جو صحابہ عقب میں پہاڑی کے دہانہ پر اس حکم کے ساتھ متعین کئے گئے تھے کہ کسی حال میں اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا، مال غنیمت کی ہوس میں انہوں نے اپنے مقام کو چھوڑ دیا، کفار نے بھاگتے بھاگتے اسی طرف سے حملہ کر دیا تو لینے کے دینے پڑ گئے، شان کریمی نے اس وقت جلوہ دکھایا اور دشمنوں کو پسپا ہونا پڑا اب اگر نورانی فراست والوں سے لغزش ہو سکتی ہے تو پھر علمی و عقلی فراست تو قابل ذکر ہی نہیں، فرشتے ہر طرف یہاں کی کسی لڑائی میں رجال الغیب یا جنات بھی مدد کو نہیں آئے، اب یہ عقل پر بھروسہ کرنے والے دور اول کی نقل کرنے کے کیسے مدعی ہو سکتے ہیں۔

مہر صاحب کی کتاب ''سید احمد شہید'' کے تیسویں باب میں شاہ اسماعیل نے خود اقبال کیا ہے کہ ''زمانہ رسالت میں بذریعہ وحی منافقین کے متعلق علم ہو جاتا تھا، اب وہ ذریعہ باقی نہیں رہا، اب صرف علامتوں پر حکم لگایا جاتا ہے۔'' اس سے صاف ظاہر ہے کہ اپنے ہر منصوبہ کو بغیر کسی سند یا معیار کے دور صحابہ سے تشبیہ دے دی جاتی ہے، صراط مستقیم کی فصل سوئم میں بھی سید صاحب نے لکھا ہے کہ ''اپنی مرضی کے مطابق کسی کام کو رضائے الٰہی سمجھنا غلط ہے۔''

ان حضرات کا اعلانیہ دعویٰ ہے کہ سید صاحب نے صرف احیائے اسلامیت پر اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھی تھی، اب انہیں کون سمجھائے کہ احیائے اسلامیت کا نتیجہ سیاسی عظمت ہے، ان مصاحبین نے سید صاحب کا ایک بازار پٹ کر دیا اور ان کی زبان

مبارک سے کہلوایا کہ:

"میرے دل میں حکومت اور دولت کا خیال کبھی پیدا نہیں ہوا"۔

پھر خدا کے لئے بتایا جائے کہ حکومت الٰہیہ بنانے کے لئے پاپڑ کیوں بیلے، قصہ مختصر تذکرہ نویسوں نے اپنی اپنی بولیاں بول کر اپنا دل بہلایا ہے، وہ نہ اپنے آپ کو سمجھے اور نہ سید صاحب کو سمجھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

حقیقت واقعی

حیران ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں، سید صاحب کے پرانے اور نئے سوانح نویسوں کے بیانات طلسم ہوش ربا کی مثال ہیں، ان میں اختلاف و تضاد موجود ہے، لیکن عقیدت مند الہامی سمجھ کر ان پر یقین رکھتے ہیں، افسوس یہ ہے کہ نئے سوانح نگاروں نے اور خصوصاً جناب مولانا غلام رسول مہر صاحب جیسے محقق نے اشرف نامہ اور سوانح میر تیتو شہید کو کیوں نظر انداز کر دیا، حالانکہ یہ دونوں کتابیں سید صاحب کے سوانحوں کی مستند و مضبوط کڑی ہیں اور ان میں بے غل و غش جملہ واقعات لکھے گئے ہیں، ان دونوں مطبوعات کے اقتباس یہاں اس لئے لکھے جاتے ہیں کہ عقیدت مند حضرات خود غور کر کے اصلیت کو سمجھیں۔

ٹھاکر اشرف علی خان نے اشرف نامہ میں اپنے حالات لکھے ہیں، وہ ۱۸۰۹ء سے لے کر آخر تک مالوہ میں رہے ہیں، پنڈاریوں سے ان کے خاص تعلقات تھے اور وہاں کے راجاؤں کے یہاں ان کی رسائی تھی، ٹھاکر اشرف علی خان ٹھاکر دوندے خان رئیس کمونہ پرگنہ پیتم پور ضلع کول (علی گڑھ) کے منجھلے صاحبزادے ہیں، ٹھاکر دوندے خان نے ۱۸۰۳ء میں علی گڑھ کا قلعہ فتح کرنے میں جنرل لیک کی بھرپور مدد کی تھی اور انگریز ان کے مرہون منت بھی تھے، مگر ان کے اثرات کی وجہ سے جب کچھ نہ چلی تو خلاف معاہدہ علی گڑھ کے انگریز حاکموں نے اپنی فطرت کے مطابق ۱۸۰۵ء میں قلعہ کمونہ کا محاصرہ کر لیا، یہ محاصرہ ایک مہینے تک رہا، جب یہ سنا کہ امیر خان اپنا لشکر لے کر اپنے وطن سنبھل سے انگریزوں کو خارج کرنے کے لئے آ رہے ہیں تو محاصرہ اٹھا لیا اور ٹھاکر صاحب سے صلح کر لی، نواب اکبر خان یہاں آ کر کالی ندی پر سید نور

صاحب کے یہاں مقیم ہوئے تھے، ٹھاکر دوندے خان انہیں اپنے یہاں قلعہ کمونہ میں بلا لائے، ہر چند سمجھایا کہ انگریزوں سے مقابلہ نہ کرو، اس لئے کہ انہیں ہر وقت تازہ کمک پہنچتی رہے گی اور تمہارے لشکر میں کمی واقع ہوتی رہے گی، مگر انہوں نے ایک نہ سنی، نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کھائی، انگریزوں نے ان کا تعاقب کیا، مگر ٹھاکر دوندے خان نے بحفاظت تمام بھرت پور تک پہنچا دیا، اس کے دو برس بعد کلکٹر رسل اور کرنل گلبر نے ٹھاکر صاحب کے تین قلعوں پر یکدم حملہ کر دیا، آخر کار وہ اپنے خاندان کو خفیہ طور پر براہ بھرتپور راجہ سندھیا کی چھاؤنی میں ہوتے ہوئے اوائل ۱۸۰۹ء میں نواب امیر خان کے پاس بمقام ٹانک پور پہنچے اور ان کے یہاں کئی مہینہ مہمان رہے، باوجود خاطر تواضع کرنے کے امیر خان ٹھاکر صاحب کے گزارے کی کوئی مستقل صورت نہ نکال سکے، تو انہوں نے اپنے سپہ سالار محمد شاہ خان کے پاس کشن گڑھ بھیج دیا، جب یہاں بھی کوئی مستقل انتظام نہ ہو سکا تو ٹھاکر صاحب راجہ سندھیا کے یہاں چلے گئے، یہ خبر سن کر، اب امیر خان نے انہیں ندامت و معذرت کا خط لکھا اور اپنے یہاں آنے کی التجا کی، لہذا ۱۸۱۰ء میں وہ پھر نواب امیر خان کے لشکر میں پہنچ گئے، دو ماہ بعد نواب محمد شاہ خاں نے اپنی مدد کے لئے ٹھاکر اشرف علی خان کو جودھپور بلا لیا، وہاں انہوں نے اپنی بہادری کا سکہ منوالیا، لکھا ہے کہ معرکہ کھریر پر نواب محمد شاہ خان کی مدد کے لئے رواں دواں گھوڑے پر جا رہے تھے کہ راہ میں ایک دیوانہ فقیر نے بددعا دی کہ بہت اترا گیا ہے، یہ نہ سمجھے کہ اس کا خطاب ان سے تھا، اس جنگ میں ان کا ہاتھ زخمی ہوا اور ساتھ والوں نے ساتھ چھوڑ دیا، پھر اتفاق یہ ہوا کہ کچھ عرصہ بعد گھوڑے سے گرا تو ٹانگ ٹوٹ گئی، کئی سال بعد جے پور میں ملازمت مل گئی، سرکار جے پور کی بدانتظامی کی وجہ سے عرصہ تک تنخواہ نہ مل سکی تو فاقوں کی نوبت آ گئی اور میاں ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں جا کر لنگر پر بسر کی، ایک روز رات کو مسجد میں اپنی بدقسمتی کا رونا رو رہے تھے اور دربار الٰہی میں فریاد کر رہے تھے کہ ایک مجذوب آ کر بیٹھ گیا اور اس نے

ایک پرچہ دیا جس میں حافظ شیرازی کے حسب ذیل دو شعر تھے:

الا اے طوطی گویائے اسرار
مبادا خالیت شکر ز منقار
سرت سبز و دولت خوشباد جاوید
کہ خوش نقشے نمودی از خط یار

خدا کی شان کہ اسی صبح کو کارِ بستہ کھل گئے اور خزانے سے نہ صرف تنخواہ ملی بلکہ راجہ نے انہیں جاگیر بھی مرحمت فرمائی۔

سید صاحب کے تذکرہ نویسوں نے میجر آکزلونی کے متعلق جو بے پر کی ہوائیاں اڑائی ہیں، ان کی اشرف نامہ سے تردید ہو جاتی ہے، ٹھاکر اشرف علی خان نے لکھا ہے کہ امیر خان جے پور کے خلاف دو مہینوں سے مورچہ بنائے ہوئے تھے، اس وقت راجہ جگت سنگھ سوائے نے انگریزوں کے پاس دہلی درخواست بھیجی کہ ان کی مدد کی جائے، لہذا میجر اکزلونی کثیر فوج لے کر آ گئے، اور امیر خان کو شکست فاش دی، اس ہنگامہ میں اکزلونی کے دوش بدوش ٹھاکر اشرف علی خان رہے، لہذا میجر ان سے بہت خوش تھا، اس فتح کے دو تین ماہ بعد راجہ جگت سنگھ سوائے کا انتقال ہو گیا، میجر اکزلونی کے ذریعہ ان ٹھاکر صاحبان کی انگریزی سرکار میں رسائی ہوئی اور ان کے بڑے بھائی رن مست خان نے جودھپور کے ایجنٹ رابرٹ صاحب کی بھی سفارش حاصل کی۔ دہلی سے خوشنودی کے پروانے لے کر کلکتہ میں گورنر جنرل لارڈ مینٹو کی خدمت میں حاضر ہوئے تو معافی ملی اور ان ٹھاکر صاحبان کو وطن جانے کی اجازت ہو گئی، پھر یہ خاندان از سر نو موضع سونگرہ متصل کمونہ میں آباد ہوا، اشرف علی خان نو سال بعد یہاں سے علاقہ جے پور میں اپنی جاگیر لومروائی میں رہنے کو چلے گئے، ٹھاکر اشرف علی خان فقیر دوست تھے، پنڈاریوں میں کئی مرتبہ مہینوں اور دنوں تک تین مرتبہ رہے تھے مگر انہوں نے سید صاحب کے متعلق ایک حرف بھی اپنے تذکرہ میں نہیں لکھا ہے، اگر ذرا

بھی ان کے کانوں تک سید صاحب کی بھنک پہنچ جاتی تو وہ دل و جان سے ان کے قدموں پر سر رکھتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب مالوے میں تشریف فرما نہیں ہوئے تھے، یا نواب امیر خان کے لشکر میں گمنام و بے نشان زندگی گزار رہے تھے، اللہ بس باقی ہوس۔

اب میر تیتو شہید کے مطبوعہ سوانح سے حسب ذیل معلومات ملتی ہیں جن پر انگلی کسی طرح نہیں رکھی جا سکتی، میر تیتو شہید جنگ پلاسی کے ۲۵ سال بعد ۱۷۸۲ء میں بنگال کے موضع چاند پور میں پیدا ہوئے تھے، اٹھارہ برس کی عمر میں کلام پاک حفظ کر لیا تھا، علم حدیث پر بھی عبور حاصل تھا، عربی، فارسی و بنگالی میں بے تکان تقریر کرتے تھے، شریعت و طریقت میں دستگاہ حاصل کرنے کے ساتھ پہلوانی، نیزہ بازی اور شمشیر زنی میں بھی برق تھے، وہ چاہتے تھے کہ کوئی مرشد مل جائے، لہذا تلاش مرشد میں بنگال اڑیسہ اور دہلی آگرہ تک سفر کئے، آخر کار ایک بزرگ نے بتایا کہ خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد مکہ معظمہ میں مرشد مل سکے گا، لہذا پہلی فرصت میں وہ حج کے لئے روانہ ہو گئے، ایک بزرگ نے یہ بھی پیشین گوئی کی تھی کہ تمہیں شہادت نصیب ہو گی، مکہ معظمہ میں اتفاقیہ ان کی ملاقات کلکتہ کے مولانا شاہ محمد حسین سے ہوئی، انہوں نے میر صاحب کو بتایا کہ میرے پیر حضرت سید احمد رائے بریلوی یہاں موجود ہیں، اگر مناسب سمجھو تو ان سے مل لو، چنانچہ میر صاحب سید احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، سید صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا کہ مرید ہونے کے جملہ شرائط و اوصاف تم میں ہیں اور میں تمہیں مرید کر سکتا ہوں، اس کے تیسرے روز میر صاحب سید صاحب سے بیعت کر لی اور میر صاحب مستقل طور پر سید صاحب کی خدمت میں رہنے لگے۔

تیتو شہید نے لکھا ہے کہ اسی حج کے موقع پر سید صاحب نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء سے پوچھا تھا کہ ہندوستان میں جماعت جمعہ جائز ہے یا نہیں، ان

سب کا ارشاد ہوا کہ ہندوستان دار الحرب ہے، اس لئے وہاں جماعت جمعہ نہیں ہو سکتی، ہندوستانی مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہندوستان کو دار الامن بنائیں، اس کے بعد ہم لوگ مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر مقدس مقامات کی زیارت کرتے ہوئے اور دمشق، مصر اور افغانستان کے تاریخی مقامات پر حاضری دیتے ہوئے براہ خشکی رائے بریلی چلے گئے، تیسرے دن سب ساتھیوں کو گھر جانے کی اجازت دی کہ اپنے خانگی انتظامات سے فارغ ہو کر یہاں آجائیں تا کہ مختلف صوبوں اور شہروں میں تبلیغ و جہاد کے لئے چلیں، بنگالی مریدوں کو خاص تاکید کی کہ کلکتہ کے تمام بزرگوں کو مطلع کر دیں کہ ہم کلکتہ آکر سب کے مشورے سے نصب العین مقرر کریں گے۔

جب شاہ اسماعیل اور مولانا اسحاق دہلی سے آگئے تو دورہ شروع ہوا، ہر جگہ سے ایک یا دو نمائندے لے لئے جاتے تھے، بہار پہنچتے تک مجاہدین کی تعداد ایک سو تک ہو گئی اور کلکتہ تک یہ تعداد دو سو ہو گئی، روانگی حج سے پہلے دو مرتبہ کلکتہ آئے تھے، پہلی ہی مرتبہ بیگم شمس النساء خانم ان کی مرید ہو گئی تھیں اور انہوں نے اپنے یہاں "بگان باڑی" میں ٹھہرایا تھا، اس کے بعد دوسری مرتبہ بھی یہاں ہی جلوہ افروز ہوئے تھے مگر معلوم نہیں تذکرہ نویسوں نے کس بنیاد پر لکھ دیا ہے کہ سید صاحب نے وکیل سرکار امین الدین کے یہاں قیام فرمایا تھا، اب جب سید صاحب نے کلکتہ میں نزول فرمایا تو یہاں کے مریدوں نے صرف تشریف آوری کی خبر کر دی تھی بلکہ فرید پور، حکیم پور، رسول پور اور رنگ پور وغیرہ کے لوگوں کو رضا کارانہ طور پر سید صاحب کے جلسہ میں شرکت کے لئے بھی آمادہ کر لیا تھا، بگان باڑی میں تین دن قیام رہا، شریک ہونے والے مقتدر صاحبان میں مولانا عبد الباری خان، مولانا شاہ محمد حسین، مولانا شریعت اللہ، مولانا صوفی خداداد خان صدیقی، مولانا کرامت علی جونپوری، مصری سوداگر مولانا جمال الدین آفندی اور مولانا ابوالکلام کے والد ماجد مولانا خیر الدین جیسے عالم و فاضل حضرات تھے، طول طویل مباحثہ و مناکرہ کے بعد طے یہ ہوا کہ جہاد ضرور کیا جائے،

WWW.NAFSEISLAM.COM

پٹنہ کو مرکز بنایا جائے اور اس کی شاخیں پورے ہندوستان میں کھولی جائیں، تیتو شہید نے بنگالی مسلمانوں کی زبوں حالی کو واضح کیا کہ یہاں کے برہمنوں، کائستھیوں اور راجاؤں نے مسلمانوں کو اس درجہ مجبور کر دیا ہے کہ وہ مذہب کا نام تک نہیں لے سکتے۔ ان کی اولاد کو پاٹ شالاؤں میں ہندو مذہب کی تعلیم دی جاتی ہے، وہ اپنے نام بنگالیوں کی طرح کے رکھنے کے لئے مجبور کئے جاتے ہیں، داڑھیاں منڈانے اور ہندوانہ رسوم ولباس کے عادی بنا دیئے گئے ہیں، اندریں حالات تحریک جہاد یہاں کامیاب نہیں ہو سکتی، لہذا میں نے طے کیا ہے کہ پہلے یہاں کے مسلمانوں کو تعلیم اسلام سے آراستہ کر دوں، مجھے امید ہے کہ ہماری اس تحریک جہاد میں نیچی ذات کے ہندو جو برہمنوں اور چھتریوں سے بیزار ہیں شریک ہو جائیں گے، اس کے بعد ہم ولائتی اور دیسی سوداگروں پر ان شاء اللہ غلبہ حاصل کر لیں گے۔

میر صاحب لکھتے ہیں کہ مولوی کرامت علی جونپوری نے میری تائید کی اور اعلان کیا کہ وہ ہندوستان کو کبھی ہرگز دارالحرب نہیں سمجھتے، لہذا جمعہ کی جماعت یہاں جائز ہے، اسے کبھی ترک نہ کیا جائے، ورنہ مسجدیں ویران ہو جائیں گی اور مخالفین ان پر قبضہ کر لیں گے، مسلمانوں کی بہتری اسی میں ہے، پنجگانہ نماز مسجدوں میں پابندی سے ادا کیا کریں، اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ ہندوستان کو غیروں سے نجات ضرور ملنا چاہیے، لہذا صحیح جذبہ پیدا کر کے اور سامان مہیا کرنے کے بعد جہاد کرنا لازمی و ضروری ہے، فی الحال بنگالی مسلمان اپنی خستگی اور اسلام سے دوری کی وجہ سے ہماری اس تحریک جہاد میں کھلے بندوں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ بہر حال طے یہ ہوا کہ میر نثار علی عرف تیتو شہید بنگال میں مسلمانوں کو تلقین کریں اور سید صاحب انگریزوں اور سکھوں سے نجات کی کوشش فرمائیں۔

اس کے بعد میر نثار علی نے بنگال میں دین کی تبلیغ کی اور مسلمان بڑی تعداد میں اسلامی تعلیم پر عمل کرنے لگے، نتیجہ یہ ہوا کہ برہمنوں، کائستھوں اور راجاؤں نے

پادریوں سے ساز کر کے انگریزوں کی سرپرستی حاصل کر لی، انگریز اپنے اثرات کو قائم رکھنے اور بڑھانے کے لئے ضروری سمجھتے تھے کہ مسلمان متحد ہو کر ترقی نہ کرنے پائیں، ورنہ وہ ناقابل فتح قوت ہو جائیں گے، لہذا انہوں نے مسلمانوں میں نہ صرف تفرقہ ڈالنے کی تدابیر اختیار کیں کہ اسلامی ممالک سے تعلقات پیدا کر لیں گے اور قید و بند کے ذریعہ بھی بدترین مخالفت کی، میر صاحب تن تنہا نہایت مردانگی سے ان سب کا قابلہ کر کے جدوجہد کرتے رہے، مگر ان کی قسمت میں شہادت تھی، اس لئے ۱۲ مارچ ۱۸۳۲ء کو جب کہ وہ مصروف عبادت تھے جنرل اسٹوارٹ نے حملہ کیا اور اس کے دو گولوں نے میر صاحب کو دربار الٰہی میں پہنچا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تیتو شہید کی کارگزاریاں یادگار روزگار رہیں، ان ہی کے دم سے مشرقی بنگال میں اسلام اور آزادی کی شمع روشن ہوئی اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ان ہی کی وجہ سے سید احمد صاحب کو یہاں مقبولیت حاصل ہوئی۔

مجلس شوریٰ کی قرارداد کے مطابق سید احمد رائے بریلوی کو انگریزوں اور سکھوں سے جہاد کرنا تھا مگر وہ دونوں سے ایک ساتھ برسرپیکار نہیں ہو سکتے تھے، لہذا انہوں نے طے کیا کہ پہلے سکھوں کی خبر لی جائے، اس کے بعد انگریزوں کی مزاج پرسی کی جائے، مگر اس فیصلہ کے ساتھ انہوں نے یہ غور نہیں کیا کہ سکھوں سے جہاد کرنے کے عرصہ میں انگریز ہندوستانی مسلمانوں کو کچل ڈالے گا اور یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ اس زمانہ میں ہندوستان کی شمالی و جنوبی ریاستیں انگریزوں کے خلاف معاہدہ کرنا چاہتی تھیں، برخلاف اس کے انہیں انگریزوں سے سکھوں کے خلاف مدد کی امید تھی، ان ہی کوتاہیوں کو دیکھ کر جعفر تھانیسری نے خون کے آنسو بہائے ہیں کہ "سید صاحب کو سیاست نہیں آتی تھی، اب رہا ان کا الہام تو یہ ظنی چیز ہے۔"

اب اتنے عرصہ کے بعد ان امور پر چہ میگوئیاں کرنا تضیع اوقات کے سوا کچھ نہیں۔ ان کے معتقدین آج بھی نتائج سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور اطمینان سے

WWW.NAFSEISLAM.COM

بیٹھے ہوئے انتظار کر رہے ہیں کہ سید صاحب آزادی دلانے کے لئے پھر نمودار ہوں گے۔

دیگر تذکرہ نویسوں کی طرح میر تقی شہید اور مرزا حیرت دہلوی سید صاحب کی کرامتوں کے قصیدے نہیں گاتے، میر تقی شہید نے سید صاحب کا اتباع مکمل طور پر کیا اور تن من دھن کی بازی لگا دی مگر سید صاحب کی کوشش جہاد میں استقلال دکھائی نہیں دیتا، واقعہ پشاور کے بعد سید صاحب نے جہاد سے توبہ کی اور مجاہدین کو آزاد کر کے خود ہجرت کرنے کا اعلان کر دیا اور فرمایا ہمارے ساتھ وہی آئے جو تکالیف پر مالک کے خلاف حرف شکایت زبان پر نہ لائے، ایسا نہ ہو کہ تکلیف کی صورت میں کہا جائے کہ سید صاحب نے دھوکہ دیا، دامن کوہ میں پہنچ کر جہاد کا سودا پھر سر میں پیدا ہو گیا اور ساتھ میں رہ جانے والے غازیوں سے اس امر پر بیعت لی کہ خواہش نفسانی وغیرہ میں اپنے اوپر مسلمان بھائیوں کو مقدم رکھا جائے اور مقام تکلیف میں خود کو مقدم خیال کیا جائے، سب ساتھیوں نے بیعت کی مگر شاہ اسماعیل نے نہیں کی اور فرمایا کہ وہ اس بیعت کو نہیں نباہ سکیں گے، اس سے شاہ اسماعیل کی فلسفیانہ مولویت اور عقیدت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ان دونوں صاحبان ثنا گر اشرف علی خان اور میر تقی کے بیانات کی حق بیانی کی موجودگی میں سید صاحب کے پرانے اور نئے تذکرہ نگاروں کے بیانات کو ہذیانات ہی کہا جا سکتا ہے۔ فاعتبروا یا أولی الابصار۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تعلیم

بیا دریدہ گر اینجا بود سخن نرسد
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

زمان و مکان، زمین و آسمان، فضاء، وخلا، شجر و حجر، جن و انس، غرض ہر مخلوق اپنے خالق کی خود شہادت ہے، یہ ذات واجب الوجوب واحد ہے اور لاشریک۔ اسم ذات اس کا ''اللہ'' ہے، اور اسمائے صفت ہزاروں ہیں، یہ صفات کسی کی دی ہوئی نہیں ہیں بلکہ خود ہی ہیں اور ذاتی ہیں، اس ذات مقدس کے بغیر نہ نظام سنبھل سکتا ہے اور نہ بات بن سکتی ہے، اس کا جان لینا اور ہے اور مان لینا اور ہے، اصل پہچان دل سے ہوتی ہے، دماغ سے نہیں ہوا کرتی۔ باری تعالیٰ کا خود ارشاد ہے کہ

''قدرت کا ظہور اسی لئے کیا ہے کہ پہچانا جاؤں''

اس کی معرفت کا ذریعہ اس کی کتابیں ہیں اور اس کے رسول ہیں ان سے علم بھی حاصل ہوتا ہے اور مشاہدہ بھی۔ ورنہ قیاسی، ظنی و جذباتی طریقوں سے نہ کوئی کلیہ بنا ہے اور نہ بن سکتا ہے اور اگر بنایا جائے گا تو آخر آخر غلط ثابت ہوگا۔ بغیر رسول کے کتاب ایک معمہ ہے۔ رسول اسی لئے بھیجا جاتا ہے کہ اجمال و غوامض کی تفصیل بتائے۔ انسانی فطرت جتنی ترقی کرتی گئی اتنے ہی کتاب و رسول کے مدارج بلند ہوتے گئے۔ ہر مرتبہ نئی کتاب اور نئے رسول کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ لوگوں نے تحریف کر کے تعلیم الٰہی کو مسخ کر دیا، مگر جب انسانی فطرت کمال کو پہنچ گئی تو اکمل

کتاب اور اکمل رسول مبعوث کیے گئے۔ اس کتاب و نبی کا سکہ ہر زمان و مکان میں قیامت تک چلے گا۔ گویا اس طرح دین مکمل ہو گیا، اس آخری کتاب قرآن مجید نے پہلی والی تمام سماوی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ یہ جملہ قسم کے علم و حکمت سے معمور ہے، اس کی حفاظت خود رب العالمین نے اپنے ذمہ رکھی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

''اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، ہے کوئی یاد کرنے والا۔'' (سورہ قمر)

گویا حفظ کر دینا حفاظت کی ایک ظاہری صورت ہے، اور یہ محیر العقول ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ کوئی اور کتاب آج تک حفظ نہ کی سکی۔ اور اس میں ذرہ برابر بھی زیر و زبر کا فرق نہیں آیا، اس آیت قرآنی کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کا سمجھنا آسان ہے اور اس کے مطالب کو ہر کس و ناکس سمجھ سکتا ہے۔ حدیث ہے کہ:

''جس نے اپنی رائے سے قرآن مجید کے متعلق کچھ کہا وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔''

ایک اور حدیث ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لئے ہر صدی کے آغاز میں ایک ایسا شخص بھیج دیتا ہے جو دین حق کی تجدید کرے۔''

تعلیم دین کی حفاظت و تبلیغ کا کام خود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خلفائے راشدین، تابعین اور آل کے سپرد کیا ہے۔ آل میں نسبی و معنوی اولاد دونوں شامل ہیں، لیکن پھر بھی نبی کریم ﷺ کے بعد ان کی تعلیم میں تحریف کرنے والے پیدا ہو گئے۔ ارشاد نبوی یہ بھی ہے کہ:

میری امت میں سے بہتر فرقے پیدا ہوں گے، ایک ناجی فرقہ ہو گا جو میری راہ پر چلے گا اور عقیدہ و عمل میں ظاہر کتاب و سنت پر کاربند ہو گا۔ باقی فرقے غیر ناجی ہوں گے جو سلف صالحین کے عقیدہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا طریقہ تلاش کر لیں گے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مختصر یہ کہ قرآن کی جامعیت، فصاحت و بلاغت، اسرار و حقائق بے مثل ہیں، بلکہ یہ کہہ دینا صحیح ہے کہ وجود نبوی خود قرآن پاک کا مظہر ہے۔

حضرت محمد ﷺ حق تعالیٰ کے آخری رسول ہیں، وہی خاتم النبیین، سید المرسلین رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین اور نبی الامی بھی ہیں۔ بعثت سے پہلے قوم نے انہیں "امین" کا لقب دیا تھا، ان کا اسوۂ حسنہ سارے جہان کے لئے نمونہ ہے۔ ان کے خلق عظیم کی زمین و زمان میں دھوم ہے، ان کو علم اولین و آخرین عطا کیا گیا ہے۔ وہ اپنی رحلت کے بعد بھی اپنی قبر مطہر میں زندہ ہیں، جس طرح ان کی رسالت و نبوت کامل ہے اسی طرح ان کی عبدیت بھی اکمل ہے۔ عبودیت ان کا وصف ہے۔ رسالت و نبوت ان کا عہدہ ہے "عبدہ" کا درجہ "رسولہ" پر تقدم و فوقیت رکھتا ہے۔ حضرت والا کا وجود مبارک حرف مشدد ہے۔ ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل۔ ان کو بے مثل بے مثال، ہمہ جلوۂ خدا اور ہمہ شان کبریا ہونے کی وجہ سے بجا طور پر کہا گیا ہے:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

قرآن اور رسول نے شرک کو مٹایا اور توحید کو چمکایا۔ مختصر شرک کی تشریح یہ ہے اور اہل کتاب، کفار و مشرکین کے شرک کی کئی قسمیں ہیں:

اشراک فی العلم، اشراک فی التصرف، اشراک فی العبادت اور اشراک فی العادت وغیرہ۔

جو صفات اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں، ان سے یہ لوگ اپنے معبودان باطل کو متصف کرتے ہیں، ان سب باطل عقائد کی تردید کے لئے توحید کی واضح طور پر حقیقت سمجھائی گئی ہے اور وہ خصوصیات یہ ہیں:۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کو واجب الوجود سمجھنا۔

۲۔ عرش و کرسی، آسمان و زمین اور ان میں جو کچھ ہے اس کا خالق اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرنا۔ ہر شے کا وجود اسی کی حکمت کاملہ کی وجہ سے ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۳۔ زمان ومکان میں اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے۔

۴۔ سوائے اللہ کے کسی اور کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہی عبادت کے لائق ہے: اللہ کے واجب الوجود اور خالق ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ البتہ تصرف، عبادت کے متعلق اختلاف ہے اور یہ دونوں لازم وملزوم بھی ہیں۔ عبادت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے سے زیادہ جلیل وعظیم ہستی کے سامنے اپنے عجز وتذلل کا اظہار کیا جائے۔ مثال کے طور پر ایک محتاج وغریب بادشاہ کی قدم بوسی کرتا ہے اور ایک عبد مومن اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے، ان دونوں کی صورت ایک ہے، مگر دونوں کے معنی ایک نہیں ہیں۔ بادشاہ کے سامنے جھکنا تحیت وتعظیم ہے اور رب العالمین کے سامنے سر نیاز جھکانا سجدۂ عبودیت ہے، مگر بادشاہ کی قدم بوسی کے معنی اور ہیں اور اللہ کے سجدے سے مختلف ہیں بادشاہ کی عظمت فانی ہے، رب العالمین کی شان رفیع حدوث وامکان کے عیوب سے منزہ وبالاتر ہے۔ بادشاہ والی عظمت کو ساجد حاصل کر سکتا ہے اور رب العالمین کی رفعت وعظمت کو ساجد کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتا، مسجود کے خاص صفات، قدرت، عظمت وجلال، تسخیر وتصرف اور نفاذ کلمہ ہیں، اوصاف تکوین وتخلیق سے بجز اللہ کے کوئی بھی متصف ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ ہی انسان میں اتنی استعداد ہے مگر ذات باری تعالیٰ کے اوصاف میں سے بعض اوصاف ایسے بھی ہیں جن کا بندہ میں ہونا ممکن ہے۔ چونکہ مشترکہ اوصاف کے لئے عام طور پر ایک سے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور قرآن پاک میں بھی ان کے متعلق کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اس لئے اکثر کلام مقدس کے نصوص وتصریحات کو غلط معانی پر محمول کر لیا جاتا ہے۔ بس اسی کا نام شرک ہے۔ ایجاد وتخلیق اور اس نوع کے دیگر تصرفات ذات بے ہمتا کے لئے مخصوص ہیں۔ ان صفات عالیہ سے بندہ ومخلوق کی مجال نہیں کہ اپنے آپ سے متصف کریں، یا ان صفات سے کوئی کسی کو موصوف سمجھے، مشرک وہ ہیں جو اللہ کی عظمت وکبریائی کو فراموش کر کے غیروں کی پرستش کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی کامل اشخاص اور

ملائکہ سے ایسے افعال سرزد ہو جاتے ہیں جن کا صادر ہونا ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا غلط فہمی واقع ہو جاتی ہے اور بے بصیرت لوگ ان افراد کامل وملائکہ کی تسخیر ونفاذ کلمہ کو بعینہ خدائے بزرگ و برتر کی تسخیر ونفاذ کلمہ کی مانند سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ بعض اوقات قوائے مادیہ یا روحانیہ میں کسی نہ کسی طرح یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنا مظہر یا آلہ تصرف بنالیتا ہے۔ ان کی مثال فقط آلات و جوارح کی ہوتی ہے۔ یہ اوصاف کسی دوسری ہستی میں اسی وقت ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں جبکہ وہ ہستی الوہیت کا مظہر ہو، اور الوہیت کے خصائص اس میں پائے جائیں، اس صورت میں یہ اوصاف ان کے ذاتی نہیں ہوتے، بلکہ اللہ کے عطا کئے ہوئے ہوتے ہیں اور عطائی کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ صفات ابلیس و آدم دونوں کو عطا کیے تھے۔ ان ہی صفات کے بل پر دونوں سے اللہ کی نافرمانی سرزد ہوئی۔ سجدہ نہ کرنے کے متعلق ابلیس نے توجیہہ کی۔ لہٰذا حجت کرنے کی وجہ سے مردود ٹھہرا، اور شجرہ ممنوعہ کھا لینے پر آدم علیہ السلام نے عجز و ندامت سے معافی کی درخواست کی۔ لہٰذا نہ صرف معاف کئے گئے بلکہ مقبول و برگزیدہ بنا لئے گئے۔ انبیاء و اولیاء افضال الٰہی کا احساس رکھنے کی وجہ سے اپنے آپ کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھا کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو محتاج سمجھنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان حضرات کو صاحب ارشاد ہونے سے پہلے فنا و بقاء کی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے جس سے وہ اپنی حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ اب شرک اس وقت ہو گا جب کسی کو کسی کمال میں مستقل بالذات تصور کیا جائے۔ اس امتیاز و فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے نہ شرک کے معنی سمجھ میں آ سکتے ہیں اور نہ توحید تک رسائی ہو سکتی ہے۔ جن کو امتیاز کا احساس نہیں ان کا دعویٰ صحیح نہیں مانا جا سکتا۔ اللہ کو بے شک اختیار ہے کہ اپنے کسی بندے کو جس حد تک بھی چاہے بعض صفات کا سزاوار اور اہل بنا دے، مگر بندے کے یہ اوصاف عطیۂ الٰہی ہوا کرتے ہیں۔ (ملخص از حجۃ البالغہ)

WWW.NAFSEISLAM.COM

کلمہ طیب: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اسلام میں ایمان کی بنیاد ہے۔ اقرار توحید و رسالت ہی تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ اس کے دو جز ہیں۔ اور پہلے جز کے دو حصے ہیں۔ لانفی کا ہے، گویا شرک سے انکار کر دیا پھر الا اللہ سے اثبات کیا اور توحید حاصل ہوگئی۔ جس طرح بلندی روشنی سے پستی و تاریکی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح توحید سے شرک دور ہو جاتا ہے۔ شرک یقیناً ہیچ ہے اور دور ہونے ہی کی شے ہے۔ کلمہ طیب کا دوسرا جز ''محمد رسول اللہ'' ہے۔ جس میں صفت و موصوف دونوں ہیں۔ یہ ایسے معظم رسول ہیں جنہیں علم و حکمت سے نوازا گیا ہے۔ وہ عقائد باطلہ کو دور کر کے اخلاق حمیدہ کی تعلیم سکھاتے ہیں اور لوگوں کو پاک و مزکی بنا دیتے ہیں۔ یہ دوسرا جز پہلے جز کا صحیح ترجمہ و نقل ہے یعنی جس نے ''محمد رسول اللہ'' کو نہیں سمجھا اس نے ''الا اللہ'' کو نہیں سمجھا اور محض ''لا'' میں مبتلا ہو کر رہ گیا۔ جس طرح تشبیہ کفر ہے اسی طرح تنزیہہ بھی کفر ہے، حقیقت واقعی دونوں کے وسط میں ہے، اس دوسرے جز کی ذرا بھی تنقیص کی تو ایمان غائب اور عاقبت خراب۔ رسول کریم ﷺ کی ہدایت ہے کہ قرآن سیکھو، اور دوسروں کو سکھاؤ۔ کسی نے لطف و احترام کے ساتھ نصیحت کی ہے:۔

با خدا دیوانہ باشد با محمد ﷺ ہوشیار

یہ تمہید اس لئے اٹھائی گئی ہے کہ سید احمد صاحب کی تعلیمات کو سمجھا جائے اور کوئی مفید نتیجہ نکالا جائے، اصل یہ ہے کہ اٹھارہویں صدی عیسوی یا تیرھویں صدی ہجری میں سلطنت مغلیہ کے زوال کی وجہ سے ہندوستان میں مرکز متزلزل ہو گیا تھا۔ زمین و آسمان کی گردشیں بدل گئی تھیں اور زندگی کا کوئی شعبہ تباہی سے نہیں بچ سکا تھا۔ سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی خرابیاں اپنی صحت و درستی کے لئے کسی مصلح کی متقاضی تھیں، چنانچہ اصلاح کا بیڑا سید احمد صاحب نے اٹھایا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور مولانا فخر الدین نے اس خرابی کو دور

کرنے کی کوشش کی، ان کے بعد سید احمد صاحب کو مصلح خیال کیا جاتا ہے، انہوں نے اصلاح معاشرت کے وہی اصول اختیار کئے جو شاہ ولی اللہ نے تجویز کئے تھے۔ اب سید صاحب کی مذہبی تعلیمات کے معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس صرف تین ذریعے ہیں، ان کے مقلدین تقویۃ الایمان کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، یہ کتاب شاہ اسماعیل نے اس وقت لکھی تھی جب کہ سید صاحب پنڈاریوں میں بمقام مالوہ تشریف فرما تھے، اس وقت نہ انہیں خلافت ملی تھی اور نہ شاہ اسماعیل ان سے واقف تھے، صراط مستقیم کے متعلق بتایا گیا ہے کہ دو آبہ کے دورے کے بعد اپنے وطن کے قیام میں سید صاحب نے لکھوائی تھی، صراط مستقیم کو اگر صحیح مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اس تقویۃ الایمان کو منسوخ کر دیا اور اگر نظر ثانی شدہ تقویۃ الایمان ہے تو مشترک مضامین کے علاوہ جو اصلاح شدہ مضامین اس میں ہیں وہ سید صاحب کے بتائے ہوئے ہونا چاہئیں۔ اگر صراط مستقیم سے سید صاحب کا کوئی تعلق ہے تو حیرت ہے کہ اصلاح شدہ مضامین کو باوجود مرید ہونے کے شاہ اسماعیل نے کیوں نہیں تسلیم کیا۔ اور مشترک مضامین کو سید صاحب نے کیوں نہیں گوارا کیا اور کیوں وہ اپنے موروثی مذہب پر قائم رہے۔ سید صاحب کا ایک خط سوانح احمدی کے ضمیمہ میں موجود و محفوظ ہے جو انہوں نے علمائے سرحد کے اعتراضوں کے جواب میں شاہ اسماعیل سے لکھوایا ہے۔ اس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

"یہ فقیر اور اس فقیر کا خاندان ہندوستان میں گمنام نہیں ہے۔ اس فقیر کو اور اس کے بزرگوں کو سب جانتے ہیں کہ اس کا آبائی مذہب حنفی ہے اور اس زمانہ میں بھی اس فقیر کے تمام اقوال و افعال حنفیہ اصول و قوانین اور ان کے ہی آئین و قواعد پر منطبق ہیں۔ ایک بھی اصول مذکورہ سے خارج نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ جوان اصحاب سے غفلت اور بھول چوک میں صادر ہو جاتا ہے وہ اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں اور مطلع ہو جانے پر راہ راست پر آجاتے ہیں۔"

اس تحریر پر دو امور ہیں:۔ ایک یہ کہ اپنے متعلق حنفی ہونے کا یقین دلایا ہے، دوسرے یہ کہ الا ماشاء اللہ لکھ کر اپنے اصحاب کی غلطی کا اعتراف کر کے معذرت کی ہے۔ یہ معذرت اس غلط وعظ کے متعلق ہے جو انکار تقلید کے جواز میں شاہ اسماعیل نے پنجتار کے جلسہ علماء میں دیا تھا۔ جس کو سن کر علمائے سرحد برگشتہ ہو گئے تھے اور خاوی خان بھی اپنے مرشد (حضرت اخوند عبد الغفور صاحب سوات) کے اتباع میں سید صاحب سے منحرف ہو گیا تھا اور خود سید صاحب نے اسی وقت سب کے سامنے شاہ اسماعیل کو ڈانٹ بتائی تھی کہ تمہیں ایسی لغویات نہیں کہنا چاہیے تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اسماعیل ہر مرتبہ اپنے عقائد کے اظہار پر معافی طلب کیا کرتے تھے، مگر اپنی توبہ پر قائم نہیں رہتے تھے۔

''امداد المشتاق'' کے صفحہ ۷۹ کے مقالہ نمبر ۱۳۴ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی روایت درج ہے کہ:

''مولوی اسماعیل شہید موحد تھے۔ چونکہ محقق تھے، چند مسائل میں اختلاف کیا، اور مسلک پیران خود مثل شاہ ولی اللہ وغیرہ سے انکار فرمایا۔ وحدت الوجود کے قائل تھے، اور ان کے مرشد حضرت سید صاحب مسلک وحدت الشہود کا رکھتے تھے۔ باہم گفتگو ہوئی۔ سید صاحب کچھ کبیدہ ہوئے۔ عرض کیا، یہ بات اور ہے کہ دن تو رات کہیے۔ یہ حکایت مقام مخا میں واقع ہوئی تھی۔ ایک شخص نے اس کو مجھ سے بیان کیا جو اس مجلس میں حاضر تھے۔''

مولوی کرامت علی جونپوری سید صاحب کے اعاظم خلفاء میں سے تھے، انہوں نے اپنی کتاب ''نور علی نور'' میں لکھا ہے کہ:

''مرشد برحق آپ مقلد تھے اور تقلید کے خلاف جو کوئی شخص کرتا تو اپنی محفل سے نکلوا دیتے تھے اور جو تعلیم پذیر ہوتا تو مرشد برحق اس کو نصیحت کر کے راہ راست پر لاتے اور یہ بات تمام ہندوستان اور بنگالہ میں

مشہور ہے۔۔۔ فروع میں آزادیٔ رائے اور آزادیٔ عمل کے قائل نہیں تھے اور نہ اس کو اچھا سمجھتے تھے۔"

اس بیان سے یہ بھی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ شاہ اسماعیل کا شمار تعلیم پذیر ہونے والوں میں تھا مگر نصیحت کو اور راہ راست پر آنے کو انہوں نے قبول نہیں کیا، بہر حال ان وجوہات کی وجہ سے سید صاحب کا تعلق صراط مستقیم سے قطعی طور پر منقطع ہو جاتا ہے۔ اور ان کے متعلق ایسی بدگمانی وہم میں بھی نہیں کی جاسکتی:۔

معشوق ما بہ شیوہ ہر کس برابر است
باما شراب خوردو بہ زاہد نماز کرد

جب یہ ثابت ہو گیا کہ سید صاحب کا کوئی تعلق ان دونوں کتابوں سے نہیں ہے تو یہ تعلیم جو سید صاحب سے منسوب ہے وہ تعلیم دراصل شاہ اسماعیل کی ہے، یعنی شاہ اسماعیل کی تعلیم کچھ اور ہے اور سید صاحب کی تعلیم کچھ اور ہے۔ دونوں کو مخلوط کر دینا فتنہ سے کم نہیں، اور اس مخلوط تعلیم کے متعلق شاہ عبدالعزیز کی جو تصدیق و شہادت پیش کی جاتی ہے وہ سراسر غلط اور بہتان ہے۔ شاہ اسماعیل کے متعلق جو رائے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے ظاہر کی ہے وہ ان کی طالب علمی کے زمانہ کی ہے، اس لئے وہ ان کے نئے خیالات کے اظہار کے بعد صحیح نہیں سمجھی جاسکتی۔ چونکہ سید صاحب شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کی تقلید کرتے تھے اس وجہ سے انہیں عروج ہوا اور اسی وجہ سے مشہور ہوئے۔ ان دونوں کتابوں میں جو مضامین مختلف ہیں ان کی دو ایک مثالیں امثال امر کے لئے پیش کی جاتی ہیں:

تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی میں ہے کہ:

۱۔ سوائے اللہ کے چاہے ہوئے کوئی کچھ نہیں کر سکتا، اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول کو بھی کسی قسم کا اختیار نہیں ہے اور وہ بھی ایسے ایسے ہیں (نقل کفر کفر نباشد) مگر صراط مستقیم مطبوعہ ضیائی پریس دہلی میں تحریر ہے کہ رسول کی ہستی تو بہت بڑی ہے اولیاء، قطب اور ابدال تک باذن الٰہی سب کچھ اختیار رکھتے ہیں۔"

WWW.NAFSEISLAM.COM

حکیم مومن خان مومن جس طرح شاہ اسماعیل کے معتقد تھے اسی طرح مرزا غالب مولانا فضل حق خیرآبادی سے مستفیض تھے، غالب نے اپنے شعر میں یہی مضمون لکھا ہے۔

تیر قضا ہر آئینہ در ترکش حق است
لیکن کشاد آن بہ کمان محمد ﷺ است

۲۔ تقویۃ الایمان کے مطابق "نذر و نیاز و فاتحہ شرک ہے اور اس کا کرنے والا ابوجہل کی برابر مشرک ہے"۔ لیکن صراط مستقیم کے صفحہ ۲۷ پر درج ہے کہ:۔

"نہ پنداری کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست، چہ ایں معنی بہتر و افضل۔"

اور صفحہ ۹۳ پر تحریر ہے کہ:۔

"پس در خوبی این قدر امر از امور مرسومہ فاتحہا و اعراس و نذر و نیاز موات شک و شبہ نیست"

اور صفحہ ۲۲ پر خواجگان چشت کی نذر و نیاز کرنے کا بالتفصیل طریقہ بتایا ہے جو کشود کار کے لئے مجرب ہے۔

۳۔ تقویت الایمان میں متعدد مرتبہ یہ مفہوم درج کیا ہے:

"خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کے خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ہے، برخلاف اس کے صراط مستقیم کے صفحہ ۲۸ پر "علم و طاقت حاصل کرنے کے لئے شغل دورہ کی ترکیب بتائی ہے۔" صراط مستقیم کی تدوین میں شاہ اسماعیل اور مولوی عبدالحی کو دخل ہے، اب جو فرق تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم میں ہے وہ مولوی عبدالحی کی ترجمانی کی وجہ سے ہے۔

ان اختلافات کے علاوہ ایسی بھی متعدد مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ اسماعیل کو قرآن و حدیث کے معنی بدل دینے اور تحریف کرنے میں تکلف نہیں ہوتا

تھا۔ نمونہ کے طور پر ایک مثال کافی ہے:۔

۱۔ شاہ اسماعیل نے سورہ فاتحہ کا ترجمہ کیا ہے۔ سب سے پہلے ایاک نعبد و ایاک نستعین کے معنی بتا کر حیرت وغصہ کا اظہار کیا ہے کہ جب یہ اقرار وعہد ہر روز ہر نماز کی ہر رکعت میں کیا جاتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ پھر غیر اللہ یعنی انبیاء، اولیاء، ائمہ وشہداء فرشتوں اور پریوں سے کیوں مدد مانگی جاتی ہے۔ اس کا جواب علماء نے جو دیا ہے وہ اپنی جگہ ہے، مگر شاہ صاحب کے ہمعصر مرزا غالب جب یہ اتہام سنتے سنتے اکتا گئے تو انہوں نے ایک شعر نذر کر دیا:

خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار
کیا پوجتا ہوں اس بت بیداد گر کو میں

اس کے بعد اهدنا الصراط المستقيم، صراط الذين أنعمت عليهم کے معنی یہ لکھے ہیں کہ "تو ہمیں وہ راستہ دکھا جس پر تیری برکت نازل ہوئی ہے اور اس راستہ سے بچا جس پر تیرا غصہ ہے۔ الذین کا لفظ اس ترجمہ میں مانع ہے۔ وہ اپنے ترجمہ میں بجائے راستہ کے، راستہ چلنے والوں کے الفاظ لکھتے تو ان کا ترجمہ صحیح ہو جاتا، انہوں نے بجائے راستہ چلنے والوں کے راستہ کا لفظ اس لئے لکھا ہے کہ کسی کو انکار تقلید کی تردید کا موقع نہ مل سکے۔ لہذا اس تعریف کو برہنائے مصلحت جائز خیال کیا۔ شاہ اسماعیل کو غالباً صراط مستقیم کے متعلق بھی مغالطہ ہے۔ وہ اسے ٹھنڈی سڑک سمجھتے ہیں جس پر تفریح کے لئے چہل قدمی کی جاتی ہے اور نہیں سمجھتے کہ اس راہ راست میں بے حد انار چڑھاؤ ہیں اور اس پر چلنے والوں کی بے طرح آزمائش کی جاتی ہے، اتنی کہ دشمنوں کی بھی نہیں کی جاتی۔ بیشک در جنت سے ناک کی سیدھ پر آنکھوں کے سامنے ہے مگر یہ سیدھا راستہ نہایت نازک اور بے حد شفاف اور چکنا ہے۔ اس پر چلنے سے سانس پھول جاتی ہے، دم اکھڑ جاتا ہے، پاؤں لڑکھڑا جاتے ہیں اور ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ جب ہی تو نفس پرست اور خود نماؤں کا اس پر گزر نہیں ہوتا۔

۲۔ حدیث کا ترجمہ کیا ہے:۔ "بھلا خیال تو کر جو گزرے میری قبر پر، کیا

سجدہ کرے تو اس پر۔" پھر اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ "میں بھی ایک دن منیٰ میں ملنے والا ہوں (۱)" ناطقہ سر بہ گریبان ہے اسے کیا کہیے، رہا طریقہ محمدیہ "صراط مستقیم" میں اس کی ایجاد کا مقصد سید صاحب نے خود یہ بتایا ہے کہ جملہ سلسلوں میں اتحاد پیدا کیا جائے۔ چاروں طریقوں میں رسول خدا ﷺ سے نسبت بطور باطن کے ہے اور نسبت ہمارے طریقہ محمدیہ کی رسول اللہ ﷺ سے بطور ظاہر کے ہے یعنی اس طرح شریعت کو طریقت پر ترجیح دی ہے اور آخر کار طریقت سے فرار کی صورت نکالی ہے اور بقول ان کے اپنے ایک فرضی خلیفہ عبدالرحیم فاطمی سے شہادت دلوائی ہے کہ

"مجھے باطنی مشاغل سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اب سید صاحب کے طریقہ کے ظاہری اعمال سے مثلاً گھاس کاٹنے اور دیوار بنانے سے سب کچھ مل گیا۔ اس سے قبل اگر مر جاتا تو عاقبت خراب ہو جاتی۔"

ہر شخص جانتا ہے کہ شریعت سیکھ لینے کے بعد طریقت کی منزل آتی ہے، مگر طریقہ محمدیہ میں معاملہ دگرگوں ہے۔ یعنی حب ایمانی اور حب عشق کی ترتیب بدل کر مؤخر کو مقدم کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا خود ارشاد ہے جس سے ترتیب کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں"۔

شریعت و طریقت میں بظاہر دوئی معلوم ہوتی ہے مگر باس ہمہ دونوں میں اتحاد ہے، ایک ہی زنجیر کی دونوں کڑیاں ہیں۔ اب چاروں سلسلوں کی نسبت باطنی میں نسبت ظاہری کو داخل کر کے عقل حیران ہے کہ اتحاد پیدا کیا یا تفرقہ کی بنا ڈالی۔ یہ چاروں سلسلے خود ہی پہلے سے آپس میں متحد ہیں، پھر نئی ایجاد کی ضرورت سمجھ میں نہیں آئی۔

۱۔ الکوکبۃ الشہابیۃ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے ایسے اختلافوں اور تحریفوں کی ستر مثالیں درج کی ہیں۔

طریقہ محمدیہ کا جو اصول سید صاحب کی زبان سے کہلوایا ہے وہ سید صاحب کے مسلک کے قطعی خلاف ہے۔ لہذا یہ بھی شاہ اسماعیل کی ایجاد کا ایک ادنیٰ ثبوت ہے۔ سید صاحب سے اس کا بھی کوئی تعلق نہیں اور شاہ عبدالرحیم فاطمی کو سید صاحب کا خلیفہ ظاہر کر کے یہ بتایا ہے کہ شاہ عبدالرحیم فاطمی کو شاہ عبدالباری امروہوی سے نہ فیض حاصل ہوا تھا، اور نہ خلافت ملی تھی۔ اس دعویٰ کو سن کر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی شان صابری نہیں رہتی، بلکہ نقشبندی بن جاتی ہے۔ اس کا فیصلہ حاجی صاحب کے مرید اور شاہ اسماعیل کی جماعت خود طے کرے تو بہتر ہو، ویسے حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے۔

شاہ اسماعیل کی تعلیم جدت سے بھری ہوئی ہے۔ ان کے معیار و نظریہ کو بڑے غور و خوض سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ تقویۃ الایمان کے شرک و توحید والے باب میں صفحہ پانچ پر لکھتے ہیں:

"اول سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب ہے لیکن اکثر لوگ توحید کے معنی نہیں سمجھتے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔"

یہاں لوگوں سے ان کی مراد مسلمانوں سے ہے۔ وہ شرک میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ ان کو شرک سے نجات دلانے کے لئے توحید کے بجائے شرک کی تفصیلات سے واقف کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک توحید مرکز ہے اور اس کا دائرہ شرک ہے۔ جس نے مرکز کو محدود و مقید کر رکھا ہے، وہ وسط کے قائل نہیں ہیں اور صرف ایک حد پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ ان کے خیال میں کل دائرہ شرک سے بھرا ہوا ہے۔ توحید لفظ کن سے اپنا کام بنا لیتی ہے، اسے نبیوں ولیوں اور اماموں جیسے محرم و خدمتگار کی ضرورت نہیں، برخلاف اس کے شرک کے پاس ہر قسم کے اسباب ہیں۔ اس کی فوج عظیم و کثیر ہے۔ اسی واسطے وہ توحید کے معاون و مددگار بن کر شرک کی مخالفت میں مشغول ہو جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ توحید کو ان کی مدد درکار نہیں ہے۔ اسی لئے ظہور اسلام سے

WWW.NAFSEISLAM.COM

پہلے اہل کتاب اور بت پرست وغیرہ کے جتنے بھی شرک تھے وہ سب ہم عاصی مسلمانوں پر منطبق کر دیئے اور شرک کے متعلق جتنی بھی آیات قرآنی تھیں وہ ہم پر عائد کر دیں۔ اب جبکہ مسلمانوں کو قطعی مشرک بنا دیا تو ان کا قتل کر دینا بھی جائز ہو گیا۔ اس طرح توحید کی طرف آنے کے تمام راستے بند کر دیئے، حالانکہ توحید خود وسیع النظر ہے اور وسعت چاہتی ہے۔ اندریں حالات وہ اپنے آپ کو اپنی مٹھی بھر جماعت کو ہی توحید پرست سمجھتے ہیں اور خدا کا منشائے تبلیغ پورا کر دیتے ہیں۔ عام اور حقیقی مشرکین کو وہ قابل توجہ نہیں سمجھتے۔ صرف مسلمانوں اور کلمہ گویوں پر خاص نظر رکھتے ہیں۔ ان کے اصول و اختراع کی فہرست کچھ ایسی بنتی ہے:۔

۱۔ تقلید شرک عظیم ہے۔ باپ دادا اور علماء و ائمہ کی کبھی نہ سنو۔

۲۔ قرآن سمجھنے کے لئے زیادہ علم کی ضرورت نہیں، اس کو اپنے مبلغ علم کے مطابق سمجھا جا سکتا ہے۔

۳۔ وسیلہ، شفاعت اور اجماع بے معنی الفاظ ہیں۔

۴۔ انبیاء و اولیاء کو قدرت نہیں، لہذا ان سے مدد مانگنا فضول ہے۔

۵۔ اولیاء کا فیض اور ان کی کرامت ناقابل توجہ ہے۔

۶۔ اولیاء وغیرہ کو ندا کرنا شرک ہے، محفل میلاد بدعت ہے۔

۷۔ نذر و فاتحہ کی ضرورت نہیں۔

۸۔ نماز میں رسول کا خیال آجانا حرام ہے۔

۹۔ کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا کفر ہے۔

۱۰۔ چونکہ اختیار نہیں رکھتے اس لئے انبیاء و اولیاء وغیرہ سب بھوت پریت کی برابر اور ان کی مثل ہیں۔

۱۱۔ آمین بالجہر اور رفع یدین کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۱۲۔ قبروں پر روشنی کرنا شرک ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۳۔ تصوف بدعت ہے۔
۱۴۔ تصور شیخ مشرکوں کا طریقہ ہے۔
۱۵۔ کثرت ذکر جائز نہیں۔
۱۶۔ رسول کو غیب کا علم نہیں ہے۔
۱۷۔ خاتم النبیین کا نظیر ممکن ہے۔
۱۸۔ رحلت کے بعد رسول مثل عام مردوں کے ہے، اور ان کی حیات ختم ہو گئی۔ قیامت میں انھیں گے۔
۱۹۔ بزرگوں کے مزارات پر جانے کے لئے سواری کا انتظام کرنا شرک ہے۔
۲۰۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسماعیلی جماعت اس اختراع و اصلاح کو شاہ اسماعیل کا شاہکار سمجھتی ہے لیکن ان کی ذاتی جدت نہیں ہے بلکہ ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب کی عطا کردہ ہے۔

سب سے پہلے اپنے زمانہ میں ابن تیمیہ کی تقلید میں ابن عبدالوہاب نے دعویٰ کیا کہ میں نیا دین لے کر آیا ہوں اور یہ دعویٰ اس وقت کیا تھا جبکہ امیران عرب اقتدار کے لئے آپس میں برسرپیکار تھے، ابن عبدالوہاب نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اول اول امیر عیینہ سے ساز کیا، لیکن جب وہ ان سے منحرف ہو گیا تو امیر درعیہ عثمان کی تائید و حمایت حاصل کی، مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر جہاد کا اعلان کیا اور مصر و عرب میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا، اس طرح دونوں کو فائدہ ہوا۔ ابن سعود کی ریاست میں اضافہ ہوا اور ابن عبدالوہاب کی تعلیم کی اشاعت ہوئی۔ اس جوڑ توڑ کی وجہ سے ابن عبدالوہاب کو ابن تیمیہ پر فوقیت حاصل ہے، جب ابن تیمیہ نے اپنی جدتوں کا اعلان کیا تو حکومت نے نہ صرف باز پرس کی بلکہ متعدد قید و بند کی سزائیں بھی دیں۔ لہذا ان کی تعلیم بارآور نہ ہو سکی، مگر ان کی شکست خوردہ ذہنیت کے جوہر اس وقت کھلے جبکہ نومسلم چنگیزی و مغل غازن خان نے مصر پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ سے پہلے

WWW.NAFSEISLAM.COM

وہ غازن خان کے دربار میں حاضری دے آئے تھے۔ اس نے کا ان استقبال احترام کے ساتھ کیا تھا اور ان سے دعائے برکت حاصل کی تھی۔ پھر اس نے قدر دانی و عقیدتمندی کی بنا پر ان کے کہنے سے جنگ حمص میں جو مسلمان عیسائی اور یہودی گرفتار کئے تھے ان سب کو رہائی بھی عطا کر دی تھی۔ مگر اب حملہ مصر کے وقت ابن تیمیہ نے غازن خان کے خلاف نہ صرف فتوے دیئے بلکہ کمزور مصریوں کی ہمت بھی بڑھائی اور خود جہاد میں شریک ہوئے۔ اس جہاد کی کامیابی نے ان کی شہرت میں چار چاند لگا دیئے، مدعا یہ کہ ان کی تجدید سے زیادہ ان کا جہاد کامیاب رہا۔

اب یہاں ہندوستان میں ان دونوں کی تقلید میں شاہ اسماعیل نے نام اچھالا اور ایک نیک انسان سید احمد بریلوی کے پردے میں تبلیغ و جہاد کی کوشش کی، مگر مشہور ہے: نقل را چہ عقل۔ لہذا کامیابی نہ ہو سکتی تھی اور نہ ہوئی۔ جس وقت شاہ اسماعیل نے اعلان کیا ہے انگریز تسلط جمانے کے لئے مسلمانوں کو تباہ کر رہے تھے، پادری ہندوستان کے مذاہب کی تردید کرنے کے لئے کوچہ و بازار میں سرگرداں تھے۔ دیہاتی مکتبوں میں عیسوی تعلیم کی ترویج ہو رہی تھی۔ اور سلطنت مغلیہ پر نزع کا عالم طاری تھا۔ سید صاحب کی ولایت اور شاہ اسماعیل کی علمی فضیلت ان تمام مصائب سے بے نیاز رہی اور اپنی تعلیم کا ان صاحبان نے جھنڈا بلند کیا۔ اشاعت تعلیم کے سلسلہ میں ان کے فرائض میں تھا کہ کالے پادریوں کی تکذیب کرتے اور اسلام کی فوقیت ثابت کرتے مگر انہوں نے اس طرف نگاہ غلط انداز سے بھی نہیں دیکھا صرف اس لئے کہ پادری انگریز حکام کے ہم مذہب تھے اور انگریز حکام کی انہیں خاطر منظور تھی۔ اصل یہ ہے کہ انگریز نے ان کی حسب ضرورت مدد بھی کی۔ غالباً ان ہی کے اشارے سے یہاں کے مسلمانوں کو خاک بہ سر چھوڑ کر اور اپنے معتقدین کو ساتھ لے کر حج و جہاد کے حیلے سے ہندوستان سے باہر گئے تھے لیکن جب انہوں نے اس دار فانی سے سفر کیا تو اس کے چند سال بعد کچھ معمولی اسباب اور بھی ہوں مگر دراصل انگریزوں کی زیادتوں

WWW.NAFSEISLAM.COM

اور کالے پادریوں کی اشاعت مسیحیت کی وجہ سے ۱۸۵۷ء میں فتنہ وفساد ہوا جس کو انگریز "غدر" سے اور وطن پرست "تحریک آزادی" سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ تحریک آزادی بھی سید صاحب کے جہاد کی طرح بے نتیجہ نکلی۔

"خیر خاک بر سر کن غم ایام را" مگر یہ واقعہ ہے کہ ابتداء میں انگریزوں نے جماعت اسماعیلیہ کو شہ دی پھر مطلب نکل جانے کے بعد آخر میں بری طرح آنکھیں پھیر لیں۔

بہر حال ان موحدوں کا دعوی اتحاد راہ دراز اختیار کر کے مسلمانوں کے اختلاف وانتشار کا باعث بنا، انہوں نے اپنی حسن قابلیت سے جزئیات پر طبع آزمائی کی۔ اپنی دماغی کاوشوں سے فروعات کو چمکایا، اور کلیات کی شکل وصورت بگاڑ دی۔ شرک کا خوف ان کے دل ودماغ پر اس قدر چھا گیا کہ خواب میں بھی شرک ہی شرک نظر آنے لگا۔ اسی وجہ سے ان کے نظریات میں بدرجۂ اتم تذبذب موجود ہے اور اس کی تصدیق وشہادت تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کے اختلافات اور مضامین سے ہو جاتی ہے۔ بالفرض انہیں اپنے معتقدات پر وثوق تھا تو در پردہ شاہ عبد العزیز سے استفسار کیوں کئے جاتے تھے۔ فتاوی عزیزیہ میں ان کا سوال ایک بت پرست اور ایک عالم کے مکالمہ کی صورت میں محفوظ وموجود ہے اور وہ سوال یقیناً شاہ اسماعیل کی تعلیم کا لب لباب اور خلاصہ ہے۔ ان کی یہ پریشانی محض تقلید سے انحراف کرنے اور صفات الٰہی، صفات انبیاء واولیاء اور صفات انسانی میں امتیاز نہ کرسکنے کی وجہ سے ہے، ان کے جملہ اختراعات ان ہی مغالطوں پر مبنی ہیں۔ شاہ عبد العزیز کا اطمینان بخش جواب لاجواب ہے مگر ان کی سمجھ میں کب آنے والا تھا۔ اہل نظر اگر ذرا تفکر وتدبر سے کام لیں تو شاہ اسماعیل کی اصلاح وتعلیم میں سوائے تخریبی پہلو کے کوئی خاص تعمیری پہلو نہیں دکھائی دے گا۔

اب حضرت شاہ عبد العزیز کا جواب ملاحظہ ہو:

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ

سے "موحد" کا سوال اور ان کا جواب لاجواب سوال

ایک بت پرست، بت سے مدد مانگ رہا تھا، ایک عالم نے منع کیا کہ شرک مت کرو، بت پرست نے کہا کہ خدا کا شریک سمجھ کر اگر اس کی پرستش کروں تو کیسے شرک ہوگا۔ عالم نے کہا: قرآن شریف میں متواتر آیا ہے کہ "غیر خدا سے مدد مت مانگو" بت پرست نے کہا کہ انسان ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں۔ عالم نے کہا کہ انسان زندہ ہیں اور تیرے بت مثل کنہیا و کالکا وغیرہ کے مردہ ہیں۔ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔ بت پرست نے کہا کہ قبر والوں سے مدد اور شفاعت طلب کرتے ہو، چاہیے کہ تم پر بھی شرک عائد ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل قبور سے جو تمہارا مقصود و مراد ہے ویسا ہی کالکا کی تصویروں سے ہمارا ہے۔ ظاہری طور پر نہ قبر والے طاقت رکھتے ہیں اور نہ بت۔ اگر کہو کہ قبر والے قوت باطن سے کشائش حالات کرتے ہیں تو بہت جگہ بتوں سے بھی حاجت روائی ہوتی ہے اور اگر تم کہو کہ ہم اہل قبور سے کہتے ہیں کہ خدا سے ہمارے لئے شفاعت کیجئے تو ہم بھی بتوں سے ایسی ہی استدعا کرتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر اہل قبور سے استمداد کا جواز ثابت ہوتا ہے تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی کے پوجنے سے کیسے باز آجائیں گے؟

جواب

اس سوال میں چند جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے۔ اس سے خبردار رہنا چاہیے تاکہ اللہ کے فضل سے سوال کا جواب اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ مدد چاہنا اور چیز ہے اور پرستش دوسری چیز ہے۔ عام مسلمان اہل قبور سے مدد چاہتے ہیں، پرستش نہیں کرتے۔

بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں۔ پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرے یا طواف کرے یا اس کے نام کو بطریق تقرب ورد کرے یا اس کے نام پر جانور ذبح کرے یا اپنے آپ کو اس کا پجاری کہے۔ اگر کوئی جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ ایسا کرتو وہ فوراً کافر ہو جائے گا۔۔۔ دوسرے مدد چاہنا دو طور پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ایک مخلوق کا دوسرے مخلوق سے مدد چاہنا۔ جیسے امراء و بادشاہ سے نوکر اور فقیر مدد چاہتے ہیں اور عوام الناس اولیاء سے چاہتے ہیں کہ جناب الٰہی میں ہماری حاجت عرض کیجئے اس قسم کی مدد شرع میں زندہ و مردہ دونوں سے جائز ہے۔ دوسرا طریقہ مدد چاہنے کا یہ ہے کہ جو چیزیں بالاستقلال جناب الٰہی کے ساتھ خاص ہیں جیسے بیٹا دینا، مینہ برسانا، بیماری دور کرنا، عمر دراز کرنا وغیرہ کسی مخلوق سے چاہے اور اللہ سے دعا و سوال کرنا نیت میں نہ ہو۔ (یعنی یہ سمجھے کہ یہ چیزیں یہ بزرگ خود دیں گے) اس طرح کی مدد مانگنا حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان کسی زندہ یا مردے سے اس قسم کی مدد چاہے تو اسلام سے خارج ہو جائے، برخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اس قسم کی مدد اپنے معبودان باطل سے چاہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔

یہ بات جو بت پرست نے کہی کہ میں اپنے بتوں سے شفاعت چاہتا ہوں، یہ بڑے دھوکے اور فریب کی بات ہے، اس لئے کہ بت پرست ہرگز شفاعت نہیں چاہتے بلکہ شفاعت کے معنی تک نہیں جانتے۔ ان کے دلوں میں شفاعت کا تصور تک نہیں ہوتا۔ شفاعت کے معنی سفارش ہیں اور سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے مطلب کو کسی اور کی خدمت میں عرض کرے۔ بت پرست اپنے مطالب کی درخواست کے وقت نہ یہ سمجھتے ہیں کہ تم پروردگار کے حضور میں ہماری سفارش کردو اور ہماری مراد اس سے پوری کروادو۔ بلکہ وہ خاص اپنے بتوں سے ہی درخواست مطلب کرتے ہیں اور بت پرست کا یہ کہنا کہ اہل قبور سے جو تمہارا مقصد ہے وہی ہمارا کالکا اور کنہیا کی تصویروں سے ہے۔ یہ بات بھی غلط در غلط ہے، اس لئے کہ جو جسم قبروں میں دفن ہیں ان کی ارواح کو ان کے ساتھ تعلق ضرور رہتا ہے کیونکہ وہ روحیں مدت دراز تک ان

WWW.NAFSEISLAM.COM

جسموں میں رہی ہیں اور بت پرست اپنے معبودوں کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے تصویریں، پتھر، درخت اور دریا قرار دیتے ہیں کہ فلاں کی یہ صورت ہے، بغیر اس کے کہ ان چیزوں کو ان کی روحوں کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہو یا ان کے بدن وہاں چلے ہوں، اس اختراعی قرارداد میں کچھ اثر نہیں۔ ہاں بندوں کا حاجت روا خالق اکبر ہے جو اپنی رحمانیت سے ان کی مرادیں پوری کرتا ہے اور ناداں بت پرست سمجھتے ہیں کہ یہ تمام فائدے بتوں نے پہنچائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اپنے بندوں کے حالات جانتا ہے۔ اس کو ان کی اس زندگی میں حاجت روائی منظور ہے، چاہے یہ اپنا مطلب کسی سے بھی مانگیں مگر دیتا وہی ہے جیسے شفیق باپ اپنے چھوٹے بچے کی حاجت کو جانتا ہے اور جب وہ بچہ خدمت گار یا دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو وہ چیز باپ دے دیتا ہے۔ ایسا ہی بتوں کا حال ہے بلکہ اہل اسلام کے قاعدے کے مطابق اہل قبور سے مانگنے والے کو اللہ ہی دیتا ہے۔۔۔ اور سائل نے یہ جو لکھا ہے کہ جب اہل قبور سے مدد چاہنی جائز ثابت ہوتی ہے تو ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا و مسانی کے پوجنے سے کیسے باز آجائیں گے۔ تو جب جواب یہ ہے کہ اہل قبور سے مدد چاہنے اور سیتلا و مسانی کے پوجنے میں کئی وجہ سے فرق ہے:۔

"اول یہ کہ اہل قبور صالحین اور بزرگ لوگ ہیں جن کے حالات خوب معلوم ہیں اور سیتلا و مسانی وہمی ہیں جن کی نسبت یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کیسے تھے بلکہ ظاہراً معلوم ہے کہ یہ سب ان کی خیال بندی ہے۔

دوسری یہ بات ہے کہ اگر سیتلا و مسانی کو فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ کبھی تھے تو وہ خبیث ارواح اور شیطانی وجود ہوں گے جنہوں نے خلق کی ایذا رسانی پر کمر باندھ رکھی ہے (جیسا کہ ہندوؤں کے اعتقاد سے ظاہر ہے) ان کو انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں سے کیا مناسبت۔

تیسری بات یہ ہے کہ اہل قبور سے مدد مانگنا بطریق دعا کے ہے کہ جناب الٰہی میں عرض کر کے ہماری حاجت روائی کر دیا کیجئے اور بتوں وغیرہ کی پرستش اس

اعتقاد کی بناء پر ہے کہ وہ قادر مستقل ہیں اور یہ اعتقاد کفر خالص ہے"۔(۱)

اس جواب سے ظاہر ہو گیا کہ نذروں اور نیازوں کا ثواب بزرگان دین کی ارواح کو پہنچانا اور بارگاہ حق میں انہیں شفیع جاننا بالکل حق اور موافق شرع ہے۔ مسلمان اہل قبور اور اولیاء کی پرستش نہیں کرتے جیسے کہ بتوں کی ہندو کیا کرتے ہیں۔ مسلمان تو صرف شفاعت چاہا کرتے ہیں مگر شاہ اسماعیل نے اپنے عقیدہ کی بناء پر شاہ عبدالعزیز کے جواب کی پرواہ نہیں کی اور اپنے عقیدہ پر نہ صرف قائم رہے بلکہ اپنے اختراعات پر اصرار بھی کیا ان کی جدتیں تحریف پر مبنی ہیں، اور تحریف وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اصل مضمون یا علم پر پورا عبور ہو ورنہ تحریف مہمل ٹھہرے گی۔ بتایا گیا ہے کہ تحریف کیوں کی جاتی ہے۔ اس کے اسباب یہ ہیں۔ تہاون وتساہل، تعمق، تشدد فی الدین اور استحسان۔(۲)

استحسان کو فقہاء نے قیاس خفی سے موسوم کیا ہے لیکن اس کے معنی "تشریع بالرائے" کے ہیں۔ ابلیس نے حکم الٰہی کی نافرمانی کر کے اپنی رائے سے کام لیا تھا لہذا سب سے پہلے اسی نے قول بالرائے کو وضع کیا۔ تقلید سے انکار کرنے کے بعد قرآن کو بالرائے سمجھنا فرعونیت کے دروازے کھولنے کے برابر ہے۔ تحریف تنگ نظر اور متعصب بنا دیا کرتی ہے، چنانچہ شرک کی مخالفت کرنے کے سلسلہ میں ان کو نفی کرنے کی اس قدر عادت پڑ گئی کہ نبی کریم ﷺ کے متعلق "شد رحال" اور "امکان نظیر" جیسی لاطائل و بے سود بحثیں ایجاد کر لیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے روضہ کی زیارت کے لئے سواری کا انتظام کرنا جائز نہیں۔ اور یہ کہ خاتم النبیین جیسا رسول پیدا کرنے کی اللہ کو قدرت ہے۔ امکان نظیر کی بحث کا فیصلہ مرزا غالب مرحوم نے بڑے لطیف انداز میں کیا ہے، جناب مہر صاحب کا ارشاد ہے کہ مولانا فضل حق صاحب کا بتایا ہوا نکتہ ہے، صحیح مگر حقیقت تو واضح کر دی:۔

۱۔ فتاوی عزیزیہ ۲۔ تفصیل وشرح حجۃ البالغہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

یک جہاں تا ہست یک خاتم بس است قدرت حق را نہ یک عالم بس است
خواہد از ہر ذرہ آر دعالمے ہم بود ہر عالمے را خاتمے
ہر کجا بنگرمۂ عالم بود رحمۃ للعالمینے ہم بود
کثرت ابدائے عالم خوب تر یا بہ یک عالم دو خاتم خوب تر
در یکے عالم دو خاتم را مجوئی صد ہزاراں عالم و خاتم بگوئی
غالب ایں اندیشہ پذیر م ہے خردہ ہم بر خویش می گیرم ہے
اے کہ ختم الرسلینش خواندہ دائم از روئے یقینش خواندہ
ایں الف لامے کہ استغراق راست حکم ناطق معنی اطلاق راست
منشاء ایجاد ہر عالم یکے است گر دو صد عالم بود خاتم یکے است
منفرد اندر کمال ذاتی است لاجرم مثلش محال ذاتی است

زیں عقیدت بر نگردم و السلام
نامۂ را در می نوردم و السلام

شاہ اسماعیل کی دماغی قلابازیاں ذات نبوت ہی تک رہیں اور شکر ہے کہ کمزوری اور کم ہمتی کی وجہ سے وہ ایک قدم آگے نہ بڑھا سکے ورنہ یہ کہہ سکتے تھے کہ خدا میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنی نفی کر سکے۔ چونکہ وہ اپنے وجود سے انکار نہیں کر سکتا اس لئے مجبور ہے۔ یہ واقعی ان کا کرم ہے کہ خدا کی نعوذ باللہ اس مجبوری کو معاف کر دیا۔

۱۔ شاہ اسمٰعیل کی تعلیم کا بنیادی اصول یہ ہے کہ تقلید ناجائز ہے مگر انہوں نے اپنے اس حکم کی سند نہیں پیش کی ہے۔ خدا جانے یہ کسی پیش رو کی نقالی ہے یا شاہ صاحب کی اپنی ذاتی رائے اور اختراع ہے۔۔۔۔ لیکن اسلام میں مطلقاً تقلید اور تقلید مجتہدین کے ثبوت موجود ہیں۔ تقلید کا واجب وضروری ہونا آیات قرآنی، احادیث نبوی، عمل امت اور اقوال مفسرین ومحدثین سے روز روشن کی طرح واضح وثابت ہے۔ اس کا خلاف کرنے والا جاہل محض ہے۔ اس موضوع پر علماء کرام نے جامع ومانع کتب لکھی ہیں جن کا جواب مقلدین شاہ اسماعیل کے پاس نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۔ طریقت میں بیعت جو لی جاتی ہے اس میں عہد لیا جاتا ہے کہ مرید مرشد کی تقلید کرے گا اور انحراف کرنے سے مردود بیعت ہو جائے گا۔ شاہ اسماعیل نے سید صاحب سے بیعت ضرور کی مگر عہد کو نباہا نہیں، اس لئے کہ وہ تقلید کے منکر تھے۔

۳۔ تجربہ شاہد ہے کہ ہر علم وفن کی بقاو ترقی تقلید ہی پر منحصر ہے بغیر اپنے بنیادی اصول کے اور بغیر استاد کی رہنمائی کے کوئی علم وفن پروان نہیں چڑھ سکتا۔ ہر علم وفن کے اصول اسلاف سے ہی منتقل ومنقول ہوتے ہیں اور قول بالرائے سے کبھی فائدہ نہیں پہنچتا۔

۴۔ تقلید شخصی کا خواہ کس قدر بھی انکار کیا جائے مگر تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ غیر مقلد کہلانے والا اگر ائمہ مجتہدین کی تقلید نہیں کرے گا تو ان کی تقلید کرے گا جنہوں نے اسے تقلید کرنے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ یہی چلا آتا ہے کہ یہ لوگ ائمہ اربعہ کا انکار کر کے نہ صرف ان سے کم تر درجہ کے لوگوں کے مقلد ہو جاتے ہیں بلکہ گمراہوں کی تقلید کرنے لگتے ہیں۔ اس کی مثال جناب ابوالکلام آزاد کے حالات سے ملتی ہے۔ وہ زیر عنوان ''سرسید کی تقلید کا دور'' لکھتے ہیں:۔

''اچانک ایک نئی راہ سامنے آئی۔ میرا اشارہ سرسید کے مصنفات کی طرف ہے، چونکہ اس واقعہ نے میرے عقائد وافکار کی زندگی پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے۔۔۔ والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ گم راہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ پہلے وہابیت، پھر نیچریت، نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل، جو الحاد قطعی کی ہے۔ اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے اس لئے کہ وہ نیچریت کو ہی الحاد قطعی سمجھتے تھے لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا۔ سرسید مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت ہی کی پیش آئی تھی۔ اصل یہ ہے کہ عقائد وفکر کے توسیع وتطور کے لئے پہلی چیز یہ ہے کہ تقلید کی بندشوں سے پاؤں آزاد ہوں۔ وہابیت اس زنجیر کو توڑتی ہے۔ اب اگر اس کے بعد آزادیٔ فکر، بے قیدی ومطلق العنانی کی صورت اختیار کر لے تو بلاشبہ یہ نہایت

مضر صورتیں بھی اختیار کر سکتی ہے"۔(۱)

پھر لکھتے ہیں:۔

"میں بت کی طرح سرسید کی پوجا کرتا تھا۔۔۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ انسان تقلید سے کبھی باز نہیں آتا۔ ترک تقلید ہی کے نام پر وہ جن شخصوں کی عزت کرتا ہے۔ ان ہی کی تقلید شروع کر دیتا ہے۔ میں نے سرسید سے سب سے بڑی چیز جو اس وقت پائی تھی وہ یہی ترک تقلید تھی۔ مفسرین کی۔ فقہاء کی، محدثین کی، تمام علماء کی، تیرہ سو برس کے تمام اجماعی عقائد و مسلمات کی، اور ان کروڑوں اور ان گنت مسلمانوں کی جو تیرہ صدیوں میں گزرے ہیں۔ تاہم میں خود سرسید کا نہ صرف مقلد اعمیٰ تھا بلکہ تقلید کے نام سے پرستش کرتا تھا۔"(۲)

پھر اس کا نتیجہ برآمد ہوا۔ وہ بھی جناب ابوالکلام کی زبانی سنئے:

"چند دنوں کے بعد شک و اضطراب نے انکار تک رسائی پیدا کر لی۔۔۔ چند دنوں کی فکر و کش مکش کے بعد ایک دن شب کو آخری فیصلہ کر لیا اور صبح سے نماز ترک کر دی۔" (ص ۴۰۰) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غیر مقلدوں کی تقلید اور اس کے برے نتائج خود ایسے شخص نے بیان فرمائے ہیں جو آخر تک غیر مقلد ہی رہے۔

اس واقعہ کو سامنے رکھ کر اسماعیلیوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ شاہ اسماعیل کے مقلد اعمیٰ ہیں یا نہیں۔۔۔۔ بہر حال ہمیں تو یہ دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾

اور فرمایا گیا ہے کہ:

﴿فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا﴾(۳)

۱۔ ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی: ۳۶۸ ۲۔ ایضاً: ۱۔۳۷۰

۳۔ مسئلہ تقلید و اجتہاد کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ نے "عقد الجید" میں جو کچھ لکھا ہے وہ لائق مطالعہ ہے۔

۵۔ شرک وتوحید کی حقیقت حضرت امام فخر الدین رازی کے ایک واقعہ سے بھی واضح ہو سکتی ہے۔ امام صاحب علم وفضل میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ مختلف بیش بہا تصانیف کے مالک ہیں جن میں تفسیر قرآن اور دیگر کتب بہت مشہور ہیں اور پھر بادشاہ کے محکمہ قضا کے افسر اعلیٰ بھی وہی تھے۔ شیطان کو رد کرنے کی تین سو پینسٹھ تدبیریں انہوں نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں۔ حضرت نجم الدین کبریٰ کی فقیری پر ان کی مقبولیت دیکھ کر امام صاحب کی پیشانی پر بل پڑ جاتے تھے اور انہیں حضرت نجم الدین کبریٰ سے کوئی شغف نہیں تھا۔ اتفاق یہ ہوا کہ شاہزادہ بیمار ہوا اور قریب مرگ ہو گیا تو بادشاہ سے کہا گیا کہ حضرت نجم الدین کبریٰ سے دعا کے لئے رجوع کیا جائے۔ بادشاہ نے شاہ نجم الدین کو بلا بھیجا اور اپنے برابر تخت پر انہیں جگہ دی جو امام صاحب کو شاق ہوا۔ اس لئے کہ ان کو یقین تھا کہ ان کو ان سے نیچے جگہ دی جائے گی، بہر حال حضرت شیخ سے علاج اور دعا کی استدعا کی گئی تو شاہ صاحب نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ یہ حدیث کہ مومن کا جھوٹا شفا ہے صحیح ہے یا ضعیف ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ صحیح ہے، مگر پسینہ آ گیا اور طوطے ہرن ہو گئے۔ برجستہ حضرت نجم الدین نے گزارش کی کہ امام صاحب آپ سے بڑھ کر مومن کون ہو سکتا ہے، پانی منگائیے اور بسم اللہ کہہ کر شہزادے کو اپنا جھوٹا پانی پلا دیجئے۔ ان شاء اللہ شفا ہو گی۔ حشر و نتیجہ سمجھ کر امام صاحب کی بری حالت ہو گئی، اور حضرت نجم الدین سے اصرار کیا کہ آپ اپنا جھوٹا پانی پلا دیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ کے فضل سے شہزادے کو شفا ہو گئی۔ اس کے بعد امام صاحب کی کشمکش اور خلش اتنی بڑھی کہ اس کو دور کرنے کے لئے حضرت نجم الدین کبریٰ کے مرید ہو گئے۔ بیعت کے بعد بھی فضیلت علم کی وجہ سے چون وچرا کی عادت باقی رہی۔ آخر کار جب آخری وقت آیا اور امام صاحب پر عالم نزع طاری ہوا تو شیطان نے حملہ کیا اور امام صاحب کی لکھی ہوئی دلیلوں اور تدبیروں کا اس نے کاٹ کر دیا، ایک دلیل باقی رہی تھی کہ نجم الدین کبریٰ گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور بے تابی سے تکرار کرنا شروع کر دی۔ ''کہدے کہ اللہ کو بلا دلیل پہچانا'' اس طرح امام صاحب کا ایمان بچا اور بفضلہ خاتمہ بالخیر ہوا۔ دلیلوں پر اعتبار کرنا ایمان کی نشانی نہیں

یہی منطقی دلیلیں اعتبار و ناز کی وجہ سے شرک نہیں بلکہ شرک اکبر بن جاتی ہیں۔ اسی لئے حضرت نجم الدین نے انہیں سبق پڑھایا کہ منطق سے توبہ کرو تا کہ ایمان کامل ہو، اور خاتمہ بہ خیر ہو۔ اسلام کا لفظ خود اپنے معنی بیان کر رہا ہے۔ تسلیم کامل ہی کا نام توحید ہے۔ جملہ انبیاء و اولیاء کی زندگی بتا رہی ہے کہ اپنی رائے اور مرضی کو خدا کی رائے اور مرضی پر قربان کر دینا توحید ہے۔ اور یہ توحید بغیر تقلید کے کبھی حاصل نہیں ہوا کرتی۔ اب اگر کفار و مشرکین اپنے باپ دادا کی تقلید کرتے ہیں تو ان کی باتیں اساطیر الاولین ہیں اور ان کے اصول جن پر مشرکین کا اجماع ہے۔ انسانی خامیوں سے خالی نہیں ہوتے، مگر ایک مسلمان جب اپنے سلف کا اتباع کرتا ہے تو اس کے سلف کا اصول قرآن و رسول کے وسیلہ سے خدا تک پہنچتا ہے۔ اب کوئی صاحب عقل سلف صالحین کی تقلید کو مشرکین والی تقلید سے تشبیہ دے سکتا ہے اور نہ برابر سمجھ سکتا ہے۔ انکار تقلید کا بدرقہ شاہ اسماعیل کے مطابق یہ ہے کہ قرآن ہدایت کے لئے کافی ہے۔ اس کے سمجھ کے لئے کسی زیادہ علم کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تشریح بالرائے کو انہوں نے تقلید پر ترجیح و فضیلت دی ہے، مگر خدا جانے وہ ''راسخون فی العلم'' اور ''اولوا العلم'' کے معنی کیا بتائیں گے جو محکمات متشابہات کو سمجھا کر قرآن تک رسائی کراتے ہیں۔ اور شک و شبہہ و زیغ کو دور کیا کرتے ہیں۔ اگر قرآن کے معنی ہر شخص سمجھ سکتا تو رسول اللہ ﷺ کبھی ہدایت نہ فرماتے کہ قرآن سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ۔ اب اگر قرآن سے تقلید کے متعلق سمجھنا ہے تو انہوں نے سورۃ النساء کی چھبیسویں آیت پر غور کیوں نہیں کیا۔ صاف ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کرے اور تمہیں اگلوں کی رسمیں بتائے یعنی انبیاء و صالحین کی اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ حکمت و علم والا ہے۔

اب بھی اگر تقلید سے انکار ہے تو بتایا جائے کہ جماعت اسماعیلیہ کا وجود کس وجہ سے ہے، اور شاہ اسماعیل نے اپنی تقلید کرنے کو کیوں مجبور کیا۔ ظاہر ہے کہ وہ معصوم نہ تھے۔ ان پر امامت کا بھی شبہہ نہ کسی نے کیا اور نہ انہوں نے خود اعلان کیا۔

شاہ اسماعیل کی تعلیمات کے متعلق سیر حاصل مباحثے اور مناظرے ہو چکے ہیں مگر افہام و تفہیم کی کوئی صورت نہ نکل سکی۔ ہمارے علماء اپنے عقائد کو پیش کر کے ان کے عقائد کی تردید کرتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ ہمارے عقائد بھی قرآن و حدیث پر مبنی ہیں۔ لہذا "اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا" ضرورت ہے کہ پہلے ان کا نظریہ سمجھا جائے پھر اس کے مطابق ان سے گفتگو کی جائے، اور سمجھایا جائے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کو کس طرح استعمال کیا ہے اور اپنے عقائد کی فوقیت ثابت کرنے کی کوشش کی جائے، جو مضامین ان کے صحیح نکلیں، ان کو تسلیم کر لیا جائے ورنہ سلسلہ نا متناہی کبھی نتیجہ خیز نہیں ہوگا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ا۔ وہ غیر خدا سے مدد مانگنے کو برا سمجھتے ہیں۔ اور ہم بھی برا سمجھتے ہیں (جبکہ کسی کو مستقل بالذات مددگار سمجھا جائے) لہذا اس سے پہلے طے کیا جائے کہ غیر خدا سے ان کا مفہوم کیا ہے۔ غیر خدا میں آپ اور میں سب ہی آجاتے ہیں۔ لہذا وہ ہر آفرینش اور اظہار قدرت خداوندی کو غیر سمجھتے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا کوئی مقرب نہیں ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کا خدا لفظ کن سے ہر شے اور اسباب مہیا کر لیتا ہے، مگر کسی کو اپنا بنانے کی اسے ضرورت نہیں ہے۔ یا یہ کہ اس کی عادت نہیں ہے کہ کسی کو اپنی معرفت عطا کرے یا مقرب بنا کر کمالات و اختیارات سے نوازے یا کسی کو ذریعہ اور وسیلہ بنائے۔ لہذا فرشتے انبیاء وغیرہ اس کے دوست نہیں ہیں بلکہ (معاذ اللہ) مثل بت اور بھوتوں کے ہیں۔ وہ قرآن کو القاء کر سکتا تھا یا الواح کی صورت میں عطا کر سکتا تھا۔ اب جو اس نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ رسول کریم ﷺ پر قرآن اتارا اور رسول خدا ﷺ نے قرآن ہمیں سمجھایا، یہ سب نعوذ باللہ تسلیم کیے جانے کے قابل نہیں رہے۔ جبریل علیہ السلام اور رسول کریم نہ اس کی معرفت رکھتے ہیں نہ اللہ کے دوست ہیں اور نہ خادم ہیں۔ اگر وہ ایسے ہوتے تو بھوت پریت سے تشبیہ نہ دی جاتی برخلاف ان کے ہم خاصان خدا کے معترف ہیں۔ ان کی فیض رسانی کے قائل

ہیں اور ان کو بارگاہ الٰہی میں اپنا وسیلہ اور شفیع گردانتے ہیں، کھلی ہوئی بات ہے کہ اس طرح انہوں نے توحید کا میدان تنگ اور محدود کر دیا ہے اور اندیشہ ہے کہ کم ہوتے ہوتے ان میں توحید غائب نہ ہو جائے اور ہم اللہ کی غیر محدود قدرت کی وسعت کو چار دانگ عالم سے بھی فزوں اور لامحدود سمجھتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے کارکن مقرر فرمائے ہیں اور مختلف کام مختلف ملائکہ اور بندوں کے سپرد کیے ہیں اور ہم اللہ کی اور اس کے انتظام کی تبلیغ و اشاعت اس قدر کرنا چاہتے ہیں کہ وہی وہ ہو جائے اور اس کے غیر کا نام نہ رہے۔ غیر کو فنا کرنے میں ان کی اور ہماری کوشش یکساں مان لی جائے تو فرق مقدم و موخر کا رہ جاتا ہے۔ ہم توحید کے ذریعہ شرک کو مٹاتے ہیں اور وہ شرک کی معرفت توحید حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگوں کو اسلام سے خارج کرتے ہیں اور ہم داخل و شامل کرتے ہیں۔

۲۔ وہ کہتے ہیں کہ طعام و فاتحہ کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچتا کیونکہ ان کے نزدیک مردے مثل مٹی کے بے حس اور بے روح ہیں، اور ہم اس کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں۔ ثواب کا پہنچنا، عالم ارواح کی بات ہے جس کا علم انہیں نہیں ہے اور ہمیں احادیث صحیحہ، اقوال فقہاء اور تعامل اولیاء اللہ کے ذریعے ہے لہٰذا یہ نزاع محض ان کی ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ البتہ اتنی بات ان کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس حیلے سے محتاجوں اور مساکین کو طعام پہنچ جاتا ہے اور یہ کار خیر ہے، جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اب اگر اس مادی و ظاہری ثواب کو تسلیم کر لیں تو یہ بحث ختم ہو سکتی ہے۔

۳۔ آمین بالجہر اور رفع یدین اور قبر پر روشنی کرنے (۱) کا اختلاف ایسا نہیں

۱۔ اب تو سید صاحب کی مصنوعی قبر پر روشنی کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ زائرین کی سہولتوں کا بندوبست کیا جا رہا ہے، اور نقلی قبر کی زیارت کے لئے شد رحال کیا جاتا ہے اور بقول شیخ اکرام صاحب شاہ اسماعیل کی قبر پر نسوار چڑھا کر مکھیں مانی جاتی ہیں۔ پھر اختلاف کیا رہا؟ ہاں یہ قسمت کی بات ہے کہ خاوی خان کے مرشد حضرت اخوند صاحب کے مزار پر پاک و مطہر چیزیں لے جائی جاتی ہیں اور خاوی خان کو قتل کرانے والوں کے لئے تمباکو کی نسوار رہ گئی ہے۔ وہابیہ جس کے حرام ہونے کے قائل ہیں۔ (ناشر)

کہ دل بڑے کر لئے جائیں۔ اس پر بحث عبث ہے۔ ان امور میں ان کے اختیار کو تسلیم کر لیا جائے وہ ہمارے اختیار کو تسلیم کر لیں، اس میں کسی کا بھی کچھ نہیں بگڑتا۔ اپنی اپنی پسند ہے، لہذا قصہ ختم۔ رہا قبروں کو سجدہ کرنا تو اسے ہم بھی حرام سمجھتے ہیں۔

۴۔ تصوف کے وہ منکر ہیں اور تصور شیخ کو شرک سمجھتے ہیں، بہت اچھا وہ اسے بدعت ہی سمجھیں مگر ہم اس کے قائل ہیں اور تصوف و تصور کو صحیح سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ شریعت کے بعد طریقت کا نمبر آتا ہے، جو طریقت کے درجہ میں نہیں پہنچا ہے، وہ اگر تصوف و تصور کو نہیں مانتا تو بجا ہے، یہ اس کی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اب یا تو انہیں اپنی ناواقفیت تسلیم کر لینا چاہیے یا طریقت کے اصولوں کو سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے، لیکن ان کو حق نہیں ہے کہ شریعت کی اصطلاحوں سے طریقت کو جانچیں۔ شریعت خود طریقت کا راستہ بتاتی ہے، نماز فرض ہے مگر بغیر حضور قلب کے نماز، نماز نہیں ہوتی۔ یہ شریعت کا مسئلہ ہے اور حضور قلب بغیر طریقت کے حاصل نہیں ہوتا۔ حضور قلب حاصل کرنے کا ایک طریقہ تصور ہے، اور یہ مادی و ظاہری نہیں، اس لئے شریعت اس پر حکم نہیں لگا سکتی۔ وہ بغیر طریقت کے اگر یہ حضور قلب حاصل کر سکتے ہوں تو براہ کرم اس کی تدبیر بتا دیں، محض زبانی تکرار سے حضور قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ مختصر یہ کہ یہ چوں و چرا بھی عبث ہی ٹھہری۔

۵۔ ذکر کے وہ مخالف ہیں مگر قرآن پاک اٹھتے بیٹھتے وضو بے وضو یاد الٰہی اور ذکر کی تاکید کرتا ہے اور کثرت ذکر کی ترغیب دیتا ہے۔ لہذا ان کی مخالفت تعجب خیز ہے، اور اگر وہ ذکر کے معنوں میں تحریف کرتے ہیں تو آفرین ہے ان کی سمجھ پر۔

۶۔ وہ قرآن کو بالرائے سمجھنا چاہتے ہیں اور مفسرین کا اتباع نہیں کرنا چاہتے۔ ظاہر ہے کہ شخصی رائے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ یہ مغالطہ اجماع کے ذریعہ دور کیا جاتا ہے مگر وہ اجماع کو غلط سمجھتے ہیں تو یہ مسئلہ الہام سے طے ہو سکتا ہے۔ الہام کی تدبیر انہیں معلوم ہوگی مگر ہم الہام کو اپنے اختیار سے باہر سمجھتے ہیں۔

۷۔ وہ وسیلہ کے مخالف ہیں۔ اس کے معنوں میں تحریف کرتے ہیں اور دور

نقش اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

از کار دلائل پیش کرتے ہیں، تقلید والا نکتہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے وہ وسیلہ کی تصدیق کرتا ہے اور اسی سے اس کی اہمیت واضح و ثابت ہو جاتی ہے۔

۸۔ وہ انبیاء و اولیاء کو بھوت پریت کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں، ان کی بشریت کی وجہ سے وہ ایسا خیال رکھتے ہیں مگر عہدہ اور فرائض نبوت ادا کرنے کی وجہ سے انہیں یقیناً شرف حاصل ہے۔ لہذا ہم کہتے ہیں: ''گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی'' اور پھر یہ تو عقل و تہذیب کی بات ہے کہ نیک کی تشبیہ نیک ہی سے ہونا چاہیے۔

۹۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے بعض صفات سے مزین کر دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سراسر غلط ہے۔ خدارا! انصاف۔ یہ تو کھلی ہوئی کم نظری اور کوتاہ اندیشی ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں کو رحیم و کریم بنایا ہے اور تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللهِ کی ہدایت کی ہے۔

۱۰۔ وہ کہتے ہیں کہ مر جانے کے بعد ہر امتیاز مٹ جاتا ہے اور خاصان خدا بھی مثل عام مردوں کے ہیں، نہ سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں۔ ہم انبیاء و اولیاء کی حیات بعد الموت ان حالات و واقعات سے بھی پیش کر سکتے ہیں جو انہوں نے خود سید صاحب کے متعلق ارقام فرمائے ہیں۔ غرض ہم برزخی حیات کے قائل ہیں اور اس کا علانیہ اظہار کرتے ہیں۔ منکرین و مخالفین روحانیت کے ذریعہ اس حقیقت کو خود بھی سمجھ سکتے ہیں اور اسماعیلیہ تو سید صاحب کے دوبارہ آنے کے قائل اور منتظر ہیں۔ اس لئے یہ قیل قال فضول ہے۔

۱۱۔ وہ ایک خاطی و عاصی مسلمان کو مشرک خیال کر کے واجب القتل قرار دیتے ہیں، ہم ایک موحد کو جو خلوص کے ساتھ اقرار رسالت نہ کرے دائرہ اسلام میں شامل نہیں کرتے اور منافق کو خارج از اسلام خیال کرتے ہیں۔ ایک کافر جب توبہ کر کے پاک و صاف بن جانے کا حق رکھتا ہے ایک خاطی مسلمان تو بدرجۂ اولیٰ پاکی و صفائی کا مستحق ہے۔ ایک گنہگار کلمہ گو کی مثال مرغابی کی سی ہے جس کے پر و بال آب

فجات سے نکل کر خشک اور ستھرے ہو جاتے ہیں۔ خاطی کلمہ گو کو شرک کا لیکچر دے کر کافر بنانے کے بجائے شفقت سے اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

۱۲۔ ہر کسی کلمہ گو مسلمان پر وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکین کے متعلق ہیں چسپاں زدن میں منطبق کر دیتے ہیں اور ہم آیات رحمت سنا کر عقیدہ و عمل کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

۱۳۔ چونکہ وہ خاصان خدا کو مردہ سمجھتے ہیں اور مردہ کو ندا کرنا صحیح نہیں اسی لئے ندا کرنے کو شرک بتاتے ہیں۔ ہمارے علماء قرآن و حدیث سے بزرگان دین کو ندا کرنے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں مگر انہیں قائل کرنے کے لئے یہ ثبوت مفید نہیں ہو سکتا۔ ہمیں ان کے جواب میں صرف یہ ثابت کرنا چاہیے کہ خاصان خدا مثل عام مردوں کے نہیں ہیں۔ بلکہ زندہ ہیں ان صاحبان نے یا تو سورہ آل عمران کی آیات نمبر ۱۶۹۔۱۷۳ پر غور نہیں کیا۔ یا خدا جانے کوئی اور مطلب نکال لیا ہے۔ بہر حال ان آیات کا صحیح مفہوم سمجھنے کی ضرورت ہے، پھر تیر نشانہ پر بیٹھے گا اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ قائل نہ ہوں۔ اور ایسا ثبوت قرآن و حدیث میں علانیہ موجود ہے۔

۱۴۔ سورہ بقر کی آیت میں صاف حکم ہے کہ رسول کے متعلق ذو معنی الفاظ نہیں کہنا چاہیے، بلکہ ان کی عظمت کا احترام کرنا چاہیے، مگر وہ رسول کے متعلق ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ اور رکیک تشبیہوں سے کام لیتے ہیں۔ خصوصاً چمار کا لفظ ان کی زبان پر چڑھا ہوا ہے(۱) اس سے زیادہ نافرمانی، گستاخی اور سوئے ادبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ قرآن کی بعض باتیں تسلیم کرنا اور بعض باتوں سے انکار

۱۔ میں ایک مرتبہ لیبر انکواری کمیٹی کا صدر بنا دیا گیا تھا۔ مزدوروں اور ملازمین کے بیان لے رہا تھا۔ کمیٹی کے ایک ممبر نے جو مزدوروں کا پڑھا لکھا اور مہذب نمائندہ تھا، سیکرٹری کی شان میں ناشائستہ الفاظ کہے۔ میں نے اسے تنبیہ کی، تو اس نے معذرت کی اور سمجھایا کہ ان الفاظ سے گستاخی منظور و متصور نہیں، بلکہ یہ ہمارا تکیہ کلام ہے۔ اس سے معلوم ہوا جیسی روح ویسے ہی فرشتے۔

کر دینا بندۂ مومن کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ ان کی انسانیت، ان کی فصاحت و بلاغت اور ان کے اخلاق کو ان کی طلاقت نے کہاں اور کیسے میٹ دیا ہے۔ کاش وہ اتنا ہی سمجھیں کہ اسلام محبت آشتی کا مدعی ہے۔ بزرگوں سے ہم نے سنا ہے کہ بے ادب بے نصیب ہوتا ہے مگر شاید وہ انکار تقلید کی وجہ سے اس بدنصیبی کو خوش قسمتی خیال کرتے ہیں۔ مبارک ہو۔

۱۵۔ ان کی سوئے ادبی کا یہ سب سے بڑا ثبوت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا تصور اور خیال آجانا گاؤ خر کے خیال و تصور سے زیادہ بدتر ہے۔ یہ عقیدہ کسی توحید پرست کا کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ قطعی جہالت کی علامت ہے۔ انہوں نے اس کی دلیل و وجہ جو بتائی وہ عجیب و غریب یعنی وہ کہتے ہیں کہ رسول کا تصور و خیال دل میں پیوست ہو جاتا ہے۔ اور گدھے اور بیل کا تصور جلد دفع ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ نعت کا اقرار کر کے خود کو نعمت سے محروم کر لیں۔ تو یہ ان کی جہالت و بدنصیبی کی بین علامت ہے مگر ہم رسول کے تصور کو نعمت و رحمت سمجھ کر سینہ سے لگائے رہتے ہیں۔ اللھم زد فزد۔

۱۶۔ توحید و رسالت کی تصدیق ہی ایمان کی جڑ ہے۔ یہ ہمیں اور انہیں دونوں کو تسلیم ہے، مگر وہ ایمان میں عمل کو بھی شامل کرتے ہیں۔ ہم اس اصول کو نہیں مانتے۔ ہمارے نزدیک محض تصدیق اور اقرار توحید و رسالت پر ہی ایمان مبنی ہے۔ ہم مل کو اس اقرار و تصدیق کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ عمل کی خرابی و کوتاہی کی وجہ سے تصدیق زائل نہیں ہوتی۔ ہماری خطاؤں کی دربار الٰہی میں نبی شفاعت کریں گے۔ ہمارے لئے در توبہ کھلا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے از راہ فضل و کرم مومنوں کی خطائیں معاف کر دینے کی خود بھی امید دلائی ہے۔ اس کا وعدہ حق ہے۔

ہم اور وہ دونوں موحد ہیں۔ ہم دونوں کو توحید پرستی کا دعویٰ ہے۔ ہم دونوں وہم و خیال میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہمسر و شریک کسی کو نہیں مانتے۔ نہ انبیاء کو نہ اولیاء کو اور

نہ ائمہ وعلماء کو۔ الوہیت صرف وحدہ لاشریک کی تنہا خصوصیت ہے۔ مگر ہمارا خدا ہر عیب ونقص سے پاک ہے۔ اوران کا خدا بھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ ظلم بھی کرسکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ اوروہ سمجھتے ہیں کہ ''ان افعال کی وجہ سے ذات باری میں کوئی قبیح لازم نہیں آسکتا۔''(۱) اب کوئی بتائے کہ عقیدہ توحید کس کا خالص ہے۔ ہمارا یا ان کا؟

وہ توحید کے قائل ہیں۔ نظام توحید کو بھی تسلیم کرتے ہیں، لیکن نظام توحید کے متعینہ منتظمین ومبلغین اور کارکنان قضا وقدر کی قدر نہیں کرتے، بلکہ اپنا سا قیاس کرکے ان کو محض ڈاکیہ اور گماشتہ قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاصان خدا کی تعظیم ومحبت ان کے نزدیک بدعت وشرک ہے، اور چونکہ ہم ان برگزیدہ ہستیوں کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ لہذا ہم پر شرک کا گمان کیا جاتا ہے۔

وہ رسالت میں بھی بندی کی چندی نکالتے ہیں۔ ان کا مستقبل یقین نہیں بلکہ ایمان ہے کہ رسول کو علم غیب نہیں۔ رسول کو کوئی اختیار نہیں اور رسول کو حیات بعد الموت حاصل نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ رسول عبد وبشر ہے، مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسولوں کو عام بندوں سے اپنی بعض خصوصیات عطا کرکے ممتاز فرمایا ہے اور پھر سید المرسلین ﷺ کی خصوصیات وامتیازات تو جملہ رسولوں سے افضل واعلیٰ ہیں۔ یہ لوگ اپنے قیاس اور حسن ظن سے رسولوں کے متعلق جو چاہیں رائے قائم کریں مگر براہ کرم یہ بتادیں کہ رسول عربی ﷺ کے جسد اطہر کا سایہ تھا یا نہیں(۱) اور یہ بھی بتادیں کہ روحی فداہ نبی الامی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آگے پیچھے یکساں دیکھتے تھے کہ نہیں؟ اگر یہ ان معجزات کے قائل ہیں تو رسالت کے متعلق ان کی تمام چہ میگوئیاں پادر ہوا ہوئی جاتی ہیں، اور اگر ان معجزات سے انہیں انکار ہے تو اس کا فیصلہ اللہ اور رسول ﷺ ہی کرسکتے ہیں۔

۱۔ ملاحظہ ہو ''جہد المقل'' صفحہ ۷۷ مصنفہ مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی۔

۲۔ فاضل مصنف کا اس طرف خیال نہیں گیا کہ ان میں سے اکثر نے حضور ﷺ کے جسد اطہر کے سایہ ہونے کا اعلان کیا ہے مگر علمائے اہل سنت نے ان کے خیالات باطلہ کا مدلل رد کیا ہے۔ (ناشر)

جب حضور نبوی کی عبدیت نورانیت سے اس درجہ معمور تھی کہ سایہ نہیں پڑتا تو قبر مقدس میں یہی نورانیت ان کی حیات کی شہادت دے سکتی ہے۔ اس لئے کہ نور کو فنا نہیں ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو محمد ﷺ کے غلام ان کی ذات نبوت سے اکتساب نور کر لینے کی وجہ سے اپنی برزخی زندگی میں مردہ تصور نہیں کئے جا سکتے۔ یہی نورانیت تھی جس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ بغیر گردن موڑے آگے پیچھے کی ہر شے ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو کوئی وجہ نہیں علم اولین و آخرین عطا کرنے والے قادر مطلق جل شانہ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو علم غیب سے سرفراز فرمایا ہو اور اختیارات مرحمت نہ کئے ہوں۔ ہم سے پوچھئے تو ان معجزات کو ہم آنکھیں بند کر کے صدق دل سے مانتے ہیں۔ ہر نوعیت سے مانتے ہیں، معنا بھی، حرفا بھی اور بغیر چون و چرا کے اپنے اپنے رجحان کے مطابق معجزات کی موافق یا مخالف تاویل کوئی کر بھی لے تو یہ اپنی اپنی خوشی کی بات ہے، لیکن معجزات تک عقل کی رسائی کہاں ہے۔ معجزات عقل شکن اور بصیرت افروز ہوا کرتے ہیں، جسمانی و روحانی بحث تو بعد کی پیداوار ہے مگر جب صاحب معراج ﷺ نے معراج کا حال سنایا تو کفار نے مذاق اڑایا اور حضرت صدیق اکبر سے جا کر کہا کہ تمہارے نبی معراج کا حال کہہ رہے ہیں۔ ان کے فرمانے پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ اس جواب سے کفار شرمندہ ہو کر رہ گئے اور حضرت ابوبکر لقب صدیق سے سرفراز ہو کر صاحب ایمان لوگوں کے سردار ہو گئے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا

اسماعیلی جماعت کے بنیادی اصولوں سے جو خود منجملہ فروعات ہیں، عجیب و غریب متضاد فروعات نمودار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے عقیدے اور عمل میں یکسانیت نہیں ہے، اور لطف یہ ہے کہ جوش عقیدت میں اپنے عمل و عقیدہ کی برہمی کا ان لوگوں کو ذرا بھی احساس نہیں ہے، اور اگر ہے تو تو اقرار نہیں کرتے بلکہ اپنے فروعات کو اپنے اصل اصول سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہے کہ فتنہ وفساد مت پھیلاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم ایمان وامن کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جن کے ایمان میں تیقن نہ ہو، جن کا عقیدہ توحید مشکوک ہو، جو رسول کریم صلوٰۃ اللہ علیہ کی مسلسل اہانت کرنے کے عادی ہوں اور کلمہ گویوں کو مشرک قرار دیتے ہوں۔ ایسے لوگوں سے بحث کرنا اور تصفیہ کی امید رکھنا نہ صرف غلط ہے بلکہ تضیع اوقات ہے۔ بر رسولاں بلاغ باشد وبس۔

لہٰذا ہمارے لئے تین ہی صورتیں ہیں کہ:۔

۱۔ حضور نبوی ﷺ میں التجاء کریں۔

کچھ ایسی بنی ہے کہ بنائے نہیں بنتی
بگڑی کو بنا دیجئے سلطان مدینہ

۲۔ اللہ کے سپرد کر دیں وہی بہترین تصفیہ کرنے والا ہے۔

۳۔ یا ارشاد قرآن کے مطابق ان لوگوں کو سلام کر لیں۔ فقط والسلام

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM
WWW.NAFSEISLAM.COM

حلیہ

جناب سید احمد صاحب رائے بریلوی کی شخصیت ہندو پاک کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ معتقدین ومخالفین نے ان کے متعلق سب کچھ لکھا ہے۔ مگر ان کی تصویر شائع کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ شبیہہ اگر سامنے ہوتی تو علم قیافہ کے ذریعے اس شخصیت کے قول وفعل کا اندازہ کرنے میں مدد ملتی۔ ان کی تصویر شاید اس لئے شائع نہیں کی گئی کہ شرعاً ممنوع ہے، یا اس لئے منظر عام پر نہیں آسکی کہ محفوظ نہیں رہ سکی۔ ان کی تصویر بنائے جانے کے ثبوت موجود ہیں۔ ظفر نامہ رنجیت سنگھ کے حوالہ سے مہر صاحب لکھتے ہیں:

"شیر سنگھ سید صاحب کی نعش کی طرف متوجہ ہوا، اور ایک سحر کار مصور کو مقرر کیا تا کہ ان کی تصویر ہو بہو کھینچے۔ جب اس علاقے کے نظم ونسق سے فارغ ہو کر دربار میں پہنچا رنجیت سنگھ بہت خوش ہوا۔ شیر سنگھ کو کلغی اور خلعت کے علاوہ بہت انعام دیئے۔ اور زیادہ سے زیادہ مہربانیاں کیں۔ خلیفہ صاحب (سید صاحب) کی تصویر جو انمردی کی بو سونگھ کر کہا" آفرین" اور منصفانہ تعریف کی۔ میں (۱) نے بھی وہ تصویر دیکھی لیکن اس بات پر حیران ہوا کہ صورت درویش ہونے کے باوجود سلطانی وحکمرانی کی خواہش نفسانیت نے پیدا کی اور اگر مذہبی اختلاف کی بناء پر یہ سب کچھ عمل میں آیا تو سمجھنا چاہیے کہ خلیفہ صاحب صفوت وصفا سے بے خبر تھے۔" (۲)

ظفر نامہ کا یہ بیان نقل کرنے کے بعد مہر صاحب فرماتے ہیں:-

۱۔ یعنی دیوان امرناتھ مصنف ظفر نامہ ۲۔ سید احمد شہید: جلد ۲، ص ۳۳۲

''اگر یہ بیان درست ہے تو کچھ معلوم نہیں وہ تصویر کیا ہوئی اور کہاں گئی؟ ممکن ہے پرانے رکارڈوں میں اس کا کچھ سراغ مل جائے''۔

مہر صاحب کی اس تحریر سے عیاں ہے کہ انہیں بھی سید صاحب کی تصویر کے محفوظ نہ رہنے کا صدمہ ہے، مگر ''تحفہ محمدیہ'' نے بتایا ہے کہ سید صاحب کی شبیہہ اسماعیلیوں کے پاس بھی تھی۔ لکھا ہے کہ:

''چندہ جمع کرنے کی خاطر ۱۲۶۴ھ میں فرخ آباد میں حضرت سید احمد صاحب کی تصویر لائے تھے۔'' (تحفہ محمدیہ مطبوعہ ۱۲۶۵ھ ص ۲۰)

اندریں حالات چند سوانح نگاروں نے سید صاحب کا حلیہ لکھ کر احسان عظیم کیا ہے مگر وہ اس قدر ناکافی ہے کہ صحیح نقشہ نہیں جمایا جا سکتا۔ اور آنکھوں کے سامنے پوری تصویر نہیں آتی، بہر حال وہ ناکافی ہی سہی مگر خاکہ ہے:۔

بقول جعفر تھانیسری:۔

''رنگ سرخ، ریش سفید، بروت سیاہ، قوی ہیکل، خندہ رو، دراز بینی، پیوستہ ابرو، کشادہ پیشانی اور بلند قامت۔''

بروایت مرزا حیرت دہلوی:۔

''رنگ سفید و سرخ، سینہ چوڑا، ہاتھ پاؤں سڈول، کلائیاں چوڑی، آنکھیں نکیلی اور مچھوٹی، کندھے ذرا اٹھے ہوئے، قد نہ لمبا نہ چھوٹا بلکہ اوسط۔''

مہر صاحب نے حلیہ تو بیان نہیں کیا مگر ان کو شہ زور ثابت کرنے میں زور مارا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان میں جن یا دیو کے برابر طاقت تھی۔ (سید احمد شہید جلد اول ص ۶۰)

بہ حکایت ہنٹر:۔

''قد درمیانہ، سینہ تک لمبی ڈاڑھی، کم گو، خوش اخلاق، وجدانی کیفیت میں اکثر مبتلا و سرشار۔''

یہ واقعی کرامت ہے کہ سید صاحب کے حالات، عقائد اور اعمال کی طرح ان کی شکل و شباہت میں بھی اختلاف ہے اور کوئی بھی ان کا صحیح طور پر اندازہ و احاطہ نہ کر سکا۔ تصویر و حلیہ بر طرف مگر ہنٹر نے ایک ناقابل فہم بات لکھی ہے جس کو دیکھ کر

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہوش اڑ جاتے ہیں۔ دعوت و تبلیغ بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہے اور عقائد متزلزل ہو جاتے ہیں۔ یقین نہیں آتا کہ اس کے صحیح ہونے کا امکان ہو۔ مگر کیا کیا جائے کہ اس کے بیان کی تائید "تحفہ محمدیہ" والے نے اور مولانا ابوالکلام نے بھی کی ہے۔ بہر حال ہنٹر نے لکھا ہے کہ:۔

"جناب سید صاحب کی شہادت کے بعد سلسلہ کو بڑھانے کے لئے سید صاحب کا بت تیار کیا گیا اور اس کی تفصیل یہ ہے:۔

"ایک عرصہ تک امام صاحب کے غائب ہو جانے کی کرامت کے متعلق تحقیقات کرنا کرامت سے خالی نہیں تھا۔۔۔ ایک جان نثار مبلغ۔۔۔ ایک ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر سرحد کی طرف چلا گیا۔۔۔ اس نے یہ عزم مصمم کر لیا کہ وہ کوہستانی علاقہ میں اس غار تک ضرور پہنچے گا جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ خدا نے امام کو چھپا رکھا ہے، جب وہ اس خانقاہ کے دروازے کے اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ تین انسانی مجسمے گھاس سے بھرے ہوئے موجود ہیں، یہ مبلغ وہاں سے بھاگا اور مریدوں کو خط لکھا۔

"ملا قادر نے امام صاحب کا بت بنایا ہے۔ ہر کسی کو ملنے سے پہلے یہ وعدہ کر لیتا ہے کہ نہ وہ امام صاحب سے ہاتھ ملائے گا اور نہ ان سے بولنے کی کوشش کرے گا۔ ایسا نہ کرنے سے امام صاحب چودہ برس کے لئے گم ہو جائیں گے۔۔۔ جب بہت عرصہ تک کسی بخش جواب نہ ملا تو لوگوں میں امام صاحب سے ہاتھ ملانے کی خواہش ہوئی مگر ملا قادر نے یقین دلایا کہ اگر ایسا کیا گیا تو امام صاحب کے خادم (جو ان کے پاس کھڑے ہیں۔) پستول مار دیں گے۔ (آخر کار اندر جا کر دیکھا تو) معلوم ہوا کہ بکرے کی کھال کو گھاس سے بھر رکھا ہے اور کچھ لکڑی کے ٹکڑوں اور بالوں کی مدد سے انسانی شکل دے دی ہے۔۔۔ دریافت کرنے پر ملا قادر صاحب نے جواب دیا کہ سب کچھ صحیح ہے۔ امام صاحب نے خود بطور معجزہ اپنے آپ کو ایک گھاس کے بھرے ہوئے مجسمے

کی شکل میں لوگوں کے سامنے ظاہر کیا ہے۔"

(ہمارے ہندوستانی مسلمان، مترجم ڈاکٹر صادق حسین ص ۷۲)

معتقدین سید صاحب کے نزدیک ہنٹر معتبر شخص ہے، اس لئے اس کے مندرجہ بالا بیان کو صحیح ہی سمجھا جائے گا۔ اس پر بھی دو ثقہ حضرات کی شہادتیں پیش کرنا ضروری ہیں۔ مولوی سید اشرف علی گلشن آبادی جناب سید صاحب کے ارادت مند تھے، انہوں نے اپنی تالیف "تحفۂ محمدیہ" میں لکھا ہے "سید احمد کا پتلا بنایا"۔

(تحفۂ محمدیہ ص ۳۴ سطر ۵)

"ایک بکری کے چمڑے کی پتلے کی شکل بنا لوگوں کو فریب دیتے گئے۔"

(ص ۴۰ سطر ۱)

علاوہ ازیں پتلا بنائے جانے اور دیگر کئی واقعات پر بڑی عالمانہ بحث کرنے کے بعد مولانا آزاد نے یوں اقرار کیا ہے:۔

"یہ بھی مشہور ہے کہ چند چالاک اور دنیا پرست آدمیوں نے اپنی ذاتی اغراض سے واقعی ایک پتلا بنایا تھا اور کچھ دنوں تک یہ بات مشہور رہی تھی کہ سید صاحب شہید نہیں ہوئے اور بدستور زندہ و سلامت موجود ہیں لیکن یہ بھی چالاک آدمیوں کی کارروائی تھی اور بہت جلد کھل گئی۔ ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں، ان کو وہابیت یا مولوی اسماعیل مرحوم کی جماعت سے کیا تعلق؟" (ہمارے ہندوستانی مسلمان، مترجم ڈاکٹر صادق حسین ص ۷۲)

جناب مولانا آزاد ہنٹر کے بیان کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی صفائی پیش کریں بات نہیں بن سکتی۔ کیونکہ بت گر سید صاحب کے مرید اور شاہ اسماعیل سے تربیت یافتہ تھے کیونکہ خادی خان کی اولاد یا حضرت اخوند صاحب کے مریدین کو کیا ضرورت تھی کہ ان کا بت بناتے۔ بہر حال یہ حرکت کسی کی بھی ہو اس دعوت و تبلیغ کا نتیجہ نہایت گھناؤنا نکلا اور یہی کہا جا سکتا ہے:۔

از مدرسہ بہ کعبہ روم یا بہ بت کدہ
اے پیر رہ، بگو کہ طریق صواب چیست

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تعارف

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم ایم اے پی ایچ ڈی (لیڈز)

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں شیخ سلیم چشتی (فتح پور سیکری) عہد اکبری کے وہ بزرگ ہیں جن کے آستانہ پر اکبری جاہ و جلال بھی سجدہ ریز رہتا تھا۔ اکبر اعظم کا ولی عہد شہزادہ سلیم، ان کی دعاؤں کا ثمرہ تھا اور اس کی ابتدائی پرورش بھی ان ہی روحانی شیخ کے گھر میں ان کے زیر عاطفت ہوئی۔ شیخ سلیم چشتی کے داماد شیخ اعظم فریدی فاروقی بدایونی تھے جو اُرلا اور منونہ (متصل آنولہ) کے ٹھاکروں سے کسی مقابلہ میں ۹۹۱ھ میں شہید ہوئے۔

مغلیہ دور میں اس خاندان کے کئی ارکان اعلیٰ عہدوں اور مناصب پر فائز رہے اور ان سے وفاداریاں اور جاں نثاریاں ظہور میں آئیں۔ قطب الدین کوکلتاش، نواب فرید، شیخ ابراہیم کشور خاں اور شیخ الہ دیا اخلاص خاں اسی زمرے میں آتے ہیں۔

انگریزی دور میں بھی اس خاندان کا اعزاز و احترام باقی رہا۔ شیخ شرف الدین اس خاندان کے وہ بزرگ تھے جنہوں نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بدایوں کے کلکٹر ایڈورڈ کی مدد کی اور اس کو چھپائے رکھا جس کے صلہ میں اعزاز و اکرام اور انعام و خطاب سے سرفراز ہوئے۔ سرسید احمد خاں نے شیخ صاحب کے حالات و خدمات کا مفصل "ذکر لائل محمڈنس آف انڈیا" میں کیا ہے۔ شیخ شرف الدین کے ایک صاحبزادے شیخ امیر احمد تھے جن کے صاحبزادے (۱) خان بہادر شیخ سید محمد (۲) شیخ وحید احمد اور (۳) خانصاحب شیخ محب احمد تھے۔

شیخ وحید احمد کا اصلی نام وحید محمد تھا لیکن وحید احمد عرف وحید میاں کے نام سے مشہور ہوئے آخر میں اپنے نام کے ساتھ مسعود کا اضافہ کر لیا تھا۔ وہ ۱۸ مارچ ۱۸۹۳ء کو شیخوپورہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ حسب رواج ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ عربی و فارسی سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ مولوی حامد علی اور مولوی احمد الدین صاحب (مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں) کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ وحید میاں کی طبیعت کا رجحان درس نظامی کی طرف تھا اور وہ عربی زبان و علوم کی باقاعدہ تحصیل کرنی چاہتے تھے مگر ان کے بھائی سید محمد عرف میکو میاں نے انگریزی تعلیم کی طرف زور دیا اور وحید میاں ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول بدایوں میں داخل ہو گئے پھر وہ علی گڑھ چلے گئے اور وہاں آٹھویں درجہ میں داخلہ لیا لیکن اتفاق سے کسی ساتھی کے چیچک نکل آنے کی وجہ سے عارضی قواعد و قیود سے پریشان ہو کر آگئے اور پھر مراد آباد کے اسکول میں داخل ہوئے مگر علالت کی وجہ سے شریک امتحان نہ ہو سکے بالآخر علی گڑھ سے ہائی اسکول کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد میجر سید حسن بلگرامی (ف ۱۹۴۰ء) کے کیمبرج اسکول (علی گڑھ) میں داخل ہوئے جو جعفر منزل میں کھولا گیا تھا۔

وحید میاں کی دلچسپی ٹیکنیکل مضامین میں بہت زیادہ تھی لہٰذا ان کے اساتذہ نے مشورہ دیا کہ وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلینڈ جائیں چنانچہ ۱۹۱۴ء میں وہ لندن پہنچ گئے لیکن کیمبرج اسکول (علی گڑھ) کے زمانہ کا ایک واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے جس سے ان کے مزاج اور آئندہ کے عزائم کا اظہار ہوتا ہے ۱۹۱۳ء میں کانپور کی مسجد کے ایک حصہ کے انہدام کا مشہور حادثہ نافذ طور پذیر ہوا جس سے مسلمان شہید ہوئے اور ملک میں ہنگامہ برپا ہو گیا اس وقت صوبہ یو۔ پی کا گورنر مسٹن تھا وحید میاں نے ایک مضمون بعنوان "مستان" کے نام کھلا خط" لکھا۔ مسٹن کو "مستان" لکھ کر خوب کردار نگاری کی۔

وحید میاں کے لندن پہنچتے ہی جنگ عظیم اول (۱۹۱۸ء — ۱۹۱۴ء) کا آغاز ہو گیا لہٰذا ان کے گھر سے واپسی کے تقاضے شروع ہو گئے۔ انہوں نے لندن کی بجائے مانچسٹر کے ایک ٹیکنیکل اسکول میں الیکٹریکل ڈپلومہ کے حصول کے لئے داخلہ لے لیا مگر وہاں کچھ ایسے حالات اور پیچیدگیاں رونما ہوئیں

کہ انہوں نے مانچسٹر کے اسکول کو چھوڑ کر گلاسگو کی راہ لی اور ایک ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ میں داخل ہو گئے ۱۹۱۶ء میں چھٹیاں گزارنے کے لیے وہ گھر (شیخوپور) آئے لیکن گھر والوں نے جنگ عظیم کی ہولناک فضا کی وجہ سے انہیں پھر واپس نہیں جانے دیا اور وہ اپنے نصاب کی تکمیل نہ کر سکے۔ انگلینڈ میں ان کا قیام تقریباً دو سال رہا۔

انگلینڈ سے واپس آنے کے بعد انہوں نے الیکٹریکل لائن میں بمبئی اور کانپور میں مزید تجربات حاصل کرنے کی کوشش کی مگر کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ۱۹۱۸ء میں ان کے بھائیوں میں جائیداد کی تقسیم ہو گئی اور وہ کلی طور سے اپنے معاملات کے ذمہ دار ہو گئے۔

وحید میاں کی مثلث حیات کے مندرجہ ذیل تین زاویے رہے

(۱) سیاست (۲) ادب (۳) تصوف

انہوں نے ایک قدیم زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ریاست دامارت میں پلے بڑھے ان کا خاندان انگریزی حکومت کا خاص وفادار اور ممد و معاون رہا۔ خان بہادر کے خطابات اور آنریری مجسٹریٹی وغیرہ شیخوپور کے فریدی شیوخ کے لیے وقف تھی۔

خود وحید میاں کے بڑے بھائی میکو میاں خان بہادر اور چھوٹے بھائی محب احمد خان صاحب کے خطابات اور آنریری مجسٹریٹی وغیرہ سے مفتخر تھے۔ وحید میاں کی آزاد طبیعت نے تحریک آزادی کے اکابر سے رشتہ جوڑا اور مولانا محمد علی و شوکت علی سے وابستگی رکھی۔ ۱۹۲۳ء میں وحید میاں یوپی کونسل کے ممبر رہے اور ۱۹۳۷ء میں بھی کانگریس کے ٹکٹ پر اسمبلی کے منتخب ہوئے اور کونسل کے وھپ کی حیثیت سے کام کیا۔

وحید میاں کبھی مورخ بن بیٹھتے تھے تو ان انتخابات کی کوششوں ہنگاموں اور معرکہ آرائیوں کی دلچسپ داستان سنایا کرتے تھے ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں پہلی بار حیثیت میں خاص معرکہ رہا اور نوک جھونک کے واقعات ظہور پذیر ہوئے مگر کامیابی وحید کو ہوئی ۱۹۳۶ء میں بھی وہ کانگریس کی طرف سے نیشنلسٹ کونسل منتخب ہوئے جب ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک آزاد ہوا تو بدلیوں کی تقریبات میں وہ مہمان

خصوصی تھے انہوں نے پولیس گراؤنڈ میں پولیس کی سلامی لینے کے بعد وزیر اعلیٰ کا پیغام سنایا۔ وہ یو۔پی کے وزیر اعلیٰ گوبند بلبھ پنت کی وزارت میں پارلیمنٹری سیکرٹری تھے۔

وحید میاں اپنی فائلیں خود دیکھتے تھے ان پر نوٹنگ کرتے تھے بڑی حد تک فیصلے بھی کرتے تھے اور روز کا کام روز نمٹا لیا کرتے تھے دوسرے لوگ اس پر تعجب کرتے تھے۔ وحید میاں کے ایک دوسرے پارلیمنٹری سیکرٹری مولوی محفوظ الرحمٰن نامی (مہراچی) کے حسن اخلاق اور کارکردگی کے بھی معترف تھے۔ نامی صاحب کے علم و فضل، دیانت داری اور تفقہ فی الدین کا ان کے دل پر گہرا اثر تھا۔ مولانا نامی نے ایک کامیاب عربی درس گاہ مہراچی کے قیام کے ساتھ ساتھ قرآن اور عربی کی تعلیم و تدریس کے لیے ایک مکمل نصاب کئی جلدوں میں تالیف کیا تھا جس کا ایک ایڈیشن کراچی میں بھی شائع ہوا تھا۔ نامی صاحب کے ایک شاگرد مولانا خالد فاخری الہ آبادی ہمارے دوست ہیں۔ وحید میاں رفیع احمد قدوائی کی پارٹی کے آدمی تھے بدایوں اور اس کے نواح میں ۱۹۴۶ء سے فسادات کا سلسلہ شروع ہوا اور اس میں روز بروز تیزی اور وسعت ہوتی رہی۔ کوئی پرسان حال نہ تھا۔ مسلمان ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ شیخ محمد سلیمان مرحوم (ف ۱۹۶۳ء) نے فسادات بدایوں کی مکمل روداد "بدایوں ۱۹۴۶ء میں" لکھی ہے جس سے اس دور کی غارت گری اور ہولناکی کا اندازہ ہوتا ہے۔ وحید میاں اس زمانہ میں پبلک کی کوئی مدد نہ کر سکے غالباً وہ بھی مجبور تھے البتہ شیخ محمد سلیمان کے لیے وہ ضرور دھال ثابت ہوئے۔ بدایوں کے کلکٹر مسٹر ڈی شکلا نے شیخ صاحب کو بند کرنے کا ارادہ کر لیا تھا مگر وحید میاں نے آڑے آکر کلکٹر کی غلط فہمیاں دور کیں اور محمد سلیمان کو بچا لیا۔ اس صورت حال سے وہ دل گرفتہ بھی تھے شاید اسی لیے ۱۹۵۳ء کے انتخاب میں انہوں نے حصہ نہیں لیا۔

وحید میاں جس زمانہ میں پارلیمنٹری سیکرٹری تھے اس زمانہ میں انہوں نے علمی و ادبی اور فقہی مسائل پر خوب لکھا اور یہ سے تقاریر بھی کیں۔ ان کی تین کتابیں (۱) تصوف کی اصلیت (۲) گمراہ اور

(۳) اسلام مشرق میں اسی دور کی یادگار ہیں۔

وحید میاں نے ادبی میدان میں نمایاں کام کیا وہ ایک صاحب طرز ادیب تھے۔ تاریخ و تحقیق کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ان کا مطالعہ وسیع تھا۔ اردو، فارسی اور انگریزی زبانوں پر یکساں عبور تھا۔ انہوں نے ادبی ذوق کی تسکین کے لیے خالص علمی و ادبی ماہوار رسالہ "نقیب" فروری ۱۹۱۹ء سے جاری کیا۔ اس کے صرف ۳۰ شمارے شائع ہوئے اور جنوری ۱۹۲۴ء کے بعد یہ رسالہ بند ہو گیا۔ اس کی عمر اگرچہ کم ہوئی مگر ادبی حلقوں میں دھوم مچ گئی اور آج بھی ادبی و تحقیقی تحریروں میں کہیں نہ کہیں "نقیب" مرحوم کا ذکر آجاتا ہے۔ اس رسالہ پر میر محفوظ علی، محمد عظمت اللہ خاں اور سلطان حیدر جوش جیسے صاحب طرز ادیبوں کے ادب و انشا کی چھاپ تھی اور اسے حسن قبول حاصل تھا۔ علامہ سلیمان ندوی مرحوم اس طرح رقم طراز ہیں[1]

"نقیب" کو ہر مہینے دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ نصیحت کا تلخ گھونٹ بآسانی انسان کے حلق کے نیچے نہیں اترتا جب تک شوخی و ظرافت کی شکر میں اس کو ملفوف نہ کر لیجئے مگر اس میں بعض لوگ اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ متانت اور سنجیدگی کا ذائقہ اس میں باقی نہیں رہتا لیکن نقیب نے جس اسلوب ادب کا تتبع کیا ہے وہ اعلیٰ سنجیدہ شوخی اور بہترین مہذب و متین ظرافت کی مثال ہے۔ اس کی ہنسی زیادہ سے زیادہ مسکراہٹ سے آگے نہیں بڑھتی اور بے باک لا ابالیوں کے قہقہہ کی آواز نہیں بن جاتی۔ اہل دل اس کو سمجھ کر متبسم ہو جاتے ہیں اور ناشناس اس کو نہ سمجھ کر مکدر نہیں ہونے پاتے۔ ہماری زبان میں یہ صنف کلام ابھی ناپید ہے نظم میں دیکھئے تو سودا و فغاں اور مصحفی و جرأت کے ہزلیات ہیں اور نثر جدید میں ہنسی کی جلدیں مگر یہ زمین اصلاح و مرمت طلب ہے۔ سعدی سے بڑھ کر ہمارے بوڑھا دیوں میں کون ہوگا لیکن پند نامہ سعدی کے ساتھ ساتھ مطائبات

---

[1] مکتوب علامہ سلیمان ندوی بنام وحید احمد مدیر نقیب بدایوں (اپریل ۱۹۲۲ء)

سعدی کو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ اُردو میں جدید طرز پر لکھنؤ اور پٹنہ کے بعض انشا پردازوں نے داغ بیل ڈالی مگر وقت کی محفل نے ان کو داد دیدے کر تہذیب و متانت کی حد سے آگے بڑھا دیا۔ گو میں اپنے انداز عبارت میں ہمیشہ خشک ہوں کہ میرے اسلوب بیان کے لب پر کبھی مسکراہٹ ہی طاری نہیں ہوتی لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی اہم سے اہم اور سنجیدہ سے سنجیدہ موضوع نہیں جس پر نقیب کے طرز انشا کا قلم آسانی اور کامیابی کے ساتھ رواں نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے بدایوں کے مصنفین کو "تجاہل عامیانہ" کو "دار المصنفین" کی طرح ایک "دار المتجاہلین" قائم کرنا چاہیئے ورنہ ڈر ہے کہ ان کے بعد یہ طرز ناپید نہ ہو جائے۔"

مصور فطرت خواجہ حسن نظامی یوں اظہار خیال فرماتے ہیں[1]

"نقیب ایسے وقت بولا جبکہ ہماری شاہانہ سواری کا جلوس خاک بسر ہو چکا تھا قافلہ کے نشان، خاک پر، اوراق تاریخ بنے ہوئے پامال نظر آتے تھے منزل ہمارے کارواں کی پر چشم، پر آب تھی۔ نقیب رسالہ میں سات سو چھیاسی کا مضمون پہلی بسم اللہ الصحیح ہے بہت خوب انداز ہے اور بہت ہی خوب عنوان ہے۔ اظہار مقصد کا فیشن اس سے زیادہ صاف سلیس اور پر لطف عبارت میں ممکن نہ تھا۔"

"نقیب" کو ہندوستان کے مشہور اور نامور ادیبوں اور شاعروں کا تعاون حاصل تھا ذرا فہرست ملاحظہ فرمایئے۔ علامہ اقبال، اکبر الہ آبادی، فصاحت جنگ جلیل مانک پوری، مولانا محمد علی جوہر، حسرت موہانی، مہاراجا سر کرشن پرشاد شاد، خواجہ حسن نظامی، مولانا آزاد سبحانی، پروفیسر نواب علی، قاضی عبد الغفار، آصف علی دہلوی، سید ہاشمی فرید آبادی، نیاز فتح پوری، عظمت اللہ خاں، چودھری محمد علی ردولوی، محفوظ الحق عظیم آبادی، کیفی چریاکوٹی، عزیز لکھنوی، شاہ علی احسن مارہروی، سید ابو محمد ثاقب کانپوری، حامد اللہ افسر میرٹھی، ثاقب لکھنوی، خاں بہادر

---

[1] پیر محفوظ علی بدایونی [2] نقیب ۱۹۱۹ء۔

مرزا سلطان احمد، محوی لکھنوی، محشر لکھنوی، احسن بھی، چودھری رحم علی ہاشمی وغیرہ وغیرہ۔

بدایوں کے اصحاب شعر و ادب بھی "نقیب" سے پورا پورا تعاون کرتے تھے اور ان کی تخلیقات بالالتزام شائع ہوتی تھیں مندرجہ ذیل نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

میر محفوظ علی، فانی بدایونی، سلطان حیدر جوش، مولوی ابوالحسن، مولانا یعقوب بخش راغب سید عنایت احمد، قمر الدین احمد، محمد مبین نازش، ابراہیم حسین قادری، سبطین احمد، امیر احمد امیر ٹونک والے قاضی غلام امیر، ثاقب بدایونی، سید ابن علی، دامق بدایونی، چودھری محمد ابراہیم خلیل، چودھری محمد اسماعیل سید محمد میکو میاں ——— وغیرہ۔

نقیب کے خیر مقدم اور کامیابی کے بارے میں فاضل مدیر لکھتے ہیں[1]

"ہمیں میرزا کا خیر مقدم جس محبت اور ہمت افزا تعریف کے ساتھ کیا گیا ہے اس کے شکریہ کے لیے خاکسار کو الفاظ تلاش کرنا گویا گردا محمر کی تلاش سے کم نہیں، سچ یہ ہے کہ اس تعریف کے مستحق دراصل نقیب کے فاضل مضمون نگار صاحبان ہیں جن کی بدولت محبت کے ہار اور ہمت افزائی کے طرے نقیب ہوئے ہے"

اپنی کامیابی اور "نقیب" کی مقبولیت پر وحید میاں اس طرح قطعہ لکھتے ہیں[2]

"میرا شش ماہی تجربہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ اگر کسی کام کو ہمت و استقلال سے شروع کیا جائے تو کوئی مشکل نہیں جو سنگ راہ ہو اور کوئی مدد نہیں جو غیر متوقع اور غیر مترقب طریقہ سے نہ ملے اس کا ثبوت "نقیب" کے ہر صفحہ سے مل سکتا ہے"

شروع میں نقیب نظامی پریس بدایوں میں چھپتا تھا مگر ستمبر ۱۹۱۹ء سے نقیب پریس قائم ہو گیا تھا، اس پریس سے فانی کا سب سے پہلا دیوان شائع ہوا جس پر وحید میاں نے مقدمہ لکھا تھا۔ نقیب

---

[1] نقیب مارچ ۱۹۱۹ء، [2] نقیب اگست ۱۹۱۹ء

پریس کا ایک چھوٹا سا بک ڈپو بھی تھا۔

نقیب پریس ہذا سے اکبر الہ آبادی کا کلیات بھی شائع ہوا تھا۔ رسالہ "نقیب" کی بدولت اکبر الہ آبادی سے وحید میاں کے تعلقات قائم ہوگئے اور وہ ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوئے چنانچہ لکھتے ہیں[1]

"نقیب جب سے وجود میں آیا ہے میں نے کوشش کی ہے کہ احباب کے لیے سفر سے تحفے لا کر پیش کیا کروں چنانچہ اس وقت بھی ایک تحفہ پیش کیا جا رہا ہے۔ میں الہ آباد گیا تھا اور یہ سوچ کر گیا تھا کہ سنگم ضرور دیکھوں گا۔ امرود ضرور کھاؤں گا اور خان بہادر سید اکبر حسین صاحب قبلہ کی قدم بوسی حاصل کر کے متمنائے دیرینہ ضرور پوری کروں گا دریائے گنگ و جمن کا سنگم نہ دیکھ سکا مگر جناب پنڈت موتی لال نہرو کے اندر بھون میں مہاتما گاندھی اور مولانا شوکت علی کے سنگم کے درشن کئے اس روز مہاتما گاندھی تمک میموریل اسکول" کا رنگ بنیاد رکھنے والے تھے۔ امرود ضرور کھائے مگر اب تک حیرت ہے کہ شہرت کا باعث بدمزگی ہے یا گرانی۔ ممکن ہے کہ میرے عزیز دوست فخر الدین احمد صاحب بی اے نے جن کے یہاں میں مہمان تھا عمدہ امرود کھلا کر ہدایوں کے پیڑوں کی وقعت میرے دل سے کم کرنی چاہی ہو۔ سید صاحب قبلہ کی زیارت حاصل ہوئی وقت بے وقت بھی تھا اور کم بھی تاہم میری آرزو پوری ہوگئی۔ ہم یوں کہوں گا کہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ کیسے ختم ہوگیا۔

وحید میاں نے اپنی اس ملاقات کا ایک دلچسپ واقعہ ایک مضمون میں اس طرح نقل کیا ہے[2]

"اللہ مغفرت کرے حضرت سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی کی شخصیت بھی کتنی عجیب و عظیم تھی، کل کی سی بات ہے کہ میں ایک شام کو بعد مغرب اپنے کرم فرما مولوی

---

[1] نقیب نومبر ۱۹۲۰ء [2] وحید میاں کے ایک مضمون مرتبہ مارچ ۱۹۳۳ء سے مقتبس۔

قمرالدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ٹی کی معیت میں ان کے سلام کو حاضر ہوا۔ نہایت تپاک سے پیش آئے، شمع منگوائی اور اپنی بیاض میں سے مسکرا مسکرا کر اپنا کلام سنایا۔ میں نے پنسل سے اشعار نوٹ کرنا چاہے تو قمر صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "تمہارے پاس تو ہمارا یہ پورا دیوان موجود ہے"۔ جب شعر پڑھا۔

تہذیب مغربی میں ہے بوسہ تمام معاف
آگے جو اس سے بڑھئے، شرارت کی بات ہے

بے ساختہ میری زبان سے نکلا "یہ آپ نے کیسے لکھا"، فوراً دریافت کیا "کیا بات"، اب مجھے اپنی حماقت آمیز جسارت کا احساس ہوا۔ اور ہکا بکا رہ گیا۔ نہایت اصرار سے کہنے لگے "کہئے کہئے کیا بات ہے"۔ طالب علمانہ گستاخی کی تو عادت تھی ہی، مجبور ہو کر کہہ بھی ڈالا (اور اب حماقت و افسوس ہے کہ کیوں کہہ ڈالا) کہ پکیڈلی سرکس کی لڑکیاں زیادہ دست درازی پر کہا کرتی ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

سن کر بہت ہنسے اور فرمایا شاعر پر چودہ طبق روشن ہوتے ہیں وہ اپنے ہی واقعات نہیں لکھتا بلکہ دوسروں کے بھی واردات لکھا کرتا ہے۔

اکبر الہ آبادی مرحوم نے مدیر نقیب کے نام مندرجہ ذیل خط میں[1] نقیب کو ایک شعر میں یوں موضوع کیا ہے۔

---

[1] نقیب اپریل ۱۹۱۹ء۔

کیا عرض کروں۔ دل و دماغ پر قابو نہیں، جن صاحبوں سے مراسم دیرینہ ہیں ان کی خدمت سے ہی قاصر ہوں۔ اللہ آپ کو کامیاب کرے۔

خطرہ ہوا جو قوم کو فوج رقیب کا
اکبر
نکلا مقابلہ کو رسالہ نقیب کا

۷ اپریل ۱۹۱۹ء

نقیب میں اکبر الہ آبادی کا کلام مسلسل شائع ہوا اور مولوی قمرالدین احمد بدایونی نے ایک طویل مضمون بعنوان "کلام اکبر پر ایک نظر" لکھا جو نقیب میں برابر شائع ہوتا رہا۔ اور ممکن ہے کہ ان کا یہی مضمون ان کی کتاب "بزم اکبر" کی تالیف کا محرک ہوا ہو۔

علامہ اقبال سے وحید میاں کے تعارف کا ذریعہ بھی نقیب ہوا۔ طرفین سے خط و کتابت رہی اور کبھی کبھی علامہ اقبال کا کلام "نقیب" میں اشاعت پذیر ہوتا۔ علامہ کے تین خط وحید میاں کے نام محفوظ رہ سکے جو اقبال نامہ حصہ اول (صفحہ ۴۲۵ تا صفحہ نمبر ۴۲۸) میں شامل ہیں۔ نقیب ستمبر ۱۹۱۹ء میں علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل تین شعر بخط اقبال شائع ہوئے۔[۱]

از من اے بادصبا گوئے بہ دانائے فرنگ — عقل تابال کشود است گرفتار تراست
برق را این بہ جگر می زند آں رام کند — عشق از عقل قمنوں پشت و مگر دار تراست
چشم جز رنگ گل و لالہ نہ بیند ورنہ — آنچہ در پردہ رنگ است پدیدار تراست

وحید میاں نے علامہ اقبال کے کسی شعر کو موضوع بنا کر مضمون لکھنا چاہا تو انہوں نے مندرجہ ذیل رباعی لکھ کر بھیجی کہ اس پر مضمون لکھئے۔[۲]

---

[۱] انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار (اقبال اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ء) صفحہ ۱۷۵

[۲] ایضاً صفحہ ۱۷۵، ملاحظہ ہو پیام مشرق صفحہ ۲۲۵-۲۲۶۔

[۳] ایضاً صفحہ ۱۷۶۔

تو اے کودک منش خود را ادب کن — مسلماں زادۂ، ترکِ نسب کن
بہ رنگ احمر خون ورگ و پوست — عرب نازد اگر، ترک عرب کن

مزید تشریح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں [1]

"اس زمانے میں سب سے بڑا دشمن اسلام اور اسلامیوں کا نسلی امتیاز و ملکی قومیت کا خیال ہے۔ پندرہ برس ہوئے جب میں نے پہلے پہل اس کا احساس کیا، اس وقت میں یورپ میں تھا اور اس احساس نے میرے خیالات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔"

علامہ اقبال پر وحید میاں کے دو مضمون (۱) انسان اقبال کی نظر میں اور (۲) اقبال اور نظریہ سعی و عمل ان کے مجموعہ مضامین "گرد راہ" میں شامل ہیں۔

خواجہ حسن نظامی سے بڑی بے تکلفی تھی۔ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے خواجہ صاحب انہیں "میاں" کہا کرتے تھے اور ان کے مضامین منادی میں شائع ہوتے تھے۔ خواجہ حسن نظامی سے خاکسار کا تعارف وحید میاں ہی کے ذریعہ ہوا تھا۔

مولانا محمد علی جوہر کے تو وہ سپاہیوں میں تھے اور ان سے نہایت عقیدت رکھتے تھے۔ قاضی عبدالغفار لکھتے ہیں۔

"سیاسی سرگرمیوں کا زمانہ تھا۔ علی برادران کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور پرجوش اور سرفروش نوجوانوں کا ایک جتھا ان کے گرد و پیش تھا اس جتھے میں وحید احمد صاحب تھے۔ علاوہ محمد علی کے میرے اور ان کے درمیان ایک بڑا رابطہ ان کا ادبی ذوق تھا اور میرے اور ان دونوں کے ادبی ذوق کے پیر مغاں

[1] افکار اقبال از ضیاء صفحہ ۱۷۶

مرحوم و مغفور سید محفوظ علی تھے . . . . سید محفوظ علی کی صحبت میں اس زمانہ کے نوجوان اور ناک نقشہ سے درست وحید احمد صاحب سے ملاقات ہوئی پھر جب انہوں نے مرحوم (سید محفوظ علی) کے اشارے سے رسالہ **نقیب** نکالا تو اس کے صفحات پر کچھ مضامین میں نے بھی لکھے۔ (دیباچہ گرد راہ)

پانچ سال کی اسارت کے بعد جب ۱۹۱۹ء میں علی برادران کی رہائی ہوئی تو وحید میاں نے **نقیب** کا ایک خاص نمبر (جنوری ۱۹۲۰ء) نکالا جو نہایت اہم ہے اس میں وحید میاں کے علاوہ قاضی عبدالغفار میمحفوظ علی بدایونی، سلطان حیدر جوش وغیرہ کے مضامین شامل ہیں۔ اسی خاص نمبر کے لیے علامہ اقبال نے "شہباز و شاہیں" کے عنوان سے مندرجہ ذیل شعر لکھے تھے۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند — قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند
مشک اذفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے — مشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر — کم ہیں وہ طائر جو ہیں دام و قفس سے بہرہ مند

شہپر زاغ و زغن از بند قید و صید نیست
ایں سعادت قسمت شہباز و شاہیں کردہ اند

مولانا محمد علی جوہر نے عازم یورپ ہوتے ہوئے "بحالت سفر ریل" مندرجہ ذیل خط لکھا ہے اور غالباً پیغام خاص سے نوازا ہے [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نبی کے گھر کا غلام ہو کر قدم بڑھانے میں یہ تامل
یہ راہ وہ راہ حق ہے غافل حسین نے جس میں سر دیا ہے

محمد علی جوہر عازم یورپ
بحالت سفر ریل ۳۰ جنوری ۱۹۲۰ء

---

[1] نقیب جنوری ۱۹۲۰ء

نقیب کے اس خاص نمبر کے سلسلہ میں وحید میاں لکھتے ہیں[1]

"شوکت علی محمد علی کی رہائی کی تقریب مسرت میں نقیب نے یہ اہتمام کیا کہ اس کے آخری نمبر کے تمام صفحات انہیں دو بھائیوں کے لیے وقف ہوں۔ اس بات کا اعتراف ہے کہ جس قدر دل چسپ اس نمبر کو بنانا چاہیئے تھا اس قدر دلچسپ نہ بن سکا۔ عذر کی گنجائش نہیں ہے لیکن یہ گزارش شاید کسی قدر قابل پذیرائی ہو کہ خاکسار ایڈیٹر ۲۸ جنوری تک تقریباً ان حضرات کے ہمراہ رہا۔ باوجود یکہ اس نمبر کو شوکت علی محمد علی کے لیے وقف کرنا پیش نظر تھا پھر بھی اس عرصہ میں نقیب کے لیے کچھ سامان نہ کر سکا۔ ۲۸ جنوری کے بعد سے اس خیال کو عملی جامہ پہنایا گیا۔"

وحید میاں نے ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء تا ۲۸ جنوری ۱۹۲۰ء کا "روزنامچہ علی برادران" مرتب کر کے شائع کیا ہے جو خاصہ کی چیز ہے۔

غرض نقیب کے ذریعہ وحید میاں نے خاصا کام کیا اور نام پایا۔ ان کے ہمعصر رسائل و جرائد نے صرف "نقیب" کو سراہا بلکہ وقتاً فوقتاً اس پر گرانقدر رائے کا اظہار کیا ہے چنانچہ صبح امید لکھنؤ جنوری ۱۹۲۱ء کے شمارہ میں "نقیب" بدایوں پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے[2]

"نقیب" (اکتوبر نومبر دسمبر ۱۹۲۰ء) نقیب کے اکتوبر نومبر ایک ساتھ اور دسمبر نمبر علیحدہ تینوں ایک ہی ماہ کے اندر شائع ہوئے ہیں۔ ان تینوں پرچوں میں کئی مضامین قابل قدر ہیں "یہ روغن قاز" از محمد عظمت اللہ خاں صاحب اور "عالم ارواح" از سلطان حیدر جوش

---

[1] نقیب جنوری ۱۹۲۰ء [2] جنرل خدا بخش لائبریری پٹنہ نمبر ۱-۱۱ (۱۹۷۹ء)

دونوں مضامین دل چسپ ہیں اور اپنے رنگ میں اچھے ہیں۔۔۔" ہندوؤں کے مختلف مذاہب" عزیز آسیونی نے ایک مفصل اور دل چسپ مضمون لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مضمون نے ہنود کے مذاہب و فلسفہ سے واقف ہونے کی کوشش کی ہے جو اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اہل اسلام بالعموم اس طرف سے لاپروا ہوتے ہیں، قابل تحسین ہے۔ محمد مبین صاحب نازش بدایونی نے حکیم مرزا آغا حسن ازل لکھنوی کا کلام اور بالخصوص ان کی مثنوی سحر عشق پر تبصرہ کیا ہے جو خوب ہے۔۔۔ انہی نمبروں میں حضرت اکبر الہ آبادی کا کچھ تازہ کلام بھی شائع ہوا ہے۔ ملک کی موجودہ صورت حال کو حضرت اکبر نے اپنے مخصوص رنگ میں چند اشعار میں خوب بیان کیا ہے **نقیب** کے دسمبر نمبر میں صرف ایک مضمون اچھا ہے حامد اللہ صاحب افسر نے "عہد مغلیہ میں ہندوستان میں ترویج تعلیم" کے عنوان سے ایک بسیط مضمون لکھا ہے اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ صاحب مضمون صرف ایف اے کلاس کا طالب علم ہیں، مضمون قابل داد ہے۔"

وحید میاں، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی اولاد امجاد سے تھے، شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بزرگوں میں تھے وہ تصوف کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے خاصا ریاض کیا مختلف مشائخ، صوفیہ اور فقرا سے ملے ان سے گفتگو اور صحبتیں رہیں بعض مجاہدے اور ریاضتیں بھی کیں بدایوں میں شاہ ولایت صاحب کی درگاہ شہر سے دور جنگل میں ہے۔ رات میں وہاں کسی کا گزر نہیں ہوتا۔ وحید میاں راتوں میں شاہ ولایت صاحب کی درگاہ میں بھی رہے۔ مولانا یعقوب بخش راغب بدایونی (ف ۱۹۴۶ء) اس ذوق و جستجو میں ان کے شریک سفر رہے۔ بعض اوقات وحید میاں نے ان واقعات کی تفصیل بھی بیان کی جو اب ذہن میں نہیں رہی۔

وحید میاں کا اخلاق اعلیٰ، طرز گفتگو ملائم اور مزاج میں سادگی تھی۔ چھوٹوں بڑوں سب سے محبت سے پیش آتے۔ عجز و انکسار طبیعت میں بدرجہ اتم تھا۔ برصغیر کے نامور اصحاب رشد و ہدایت سے عقیدت رکھتے تھے مولوی محمد امیر گیلانی (ریکہ توت، پشاور) حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور) اور شاہ عزیز میاں نیازی (بریلی) وغیرہ سے ان کے روابط تھے۔ تصوف اور تاریخ تصوف کا اعلیٰ ذوق رکھنے کی بنا پر انہوں نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور مخدوم صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ، اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور تصوف پر مختلف کتابیں اور مضامین لکھے۔

وحید میاں خیر آباد کے دور آخر کے قلندریہ سلسلہ کے مشہور بزرگ شاہ مقبول انور قلندر (ف ۶ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ) سے بیعت تھے۔ صابری سلسلہ سے وہ نہایت عقیدت و محبت رکھتے تھے اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ "صابری" بھی لکھنے لگے تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے ایک نہایت دلچسپ خط حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب کو لکھا تھا۔ سنہ ۱۹۲۸ء سے خاص طور سے ان کی توجہ تصوف اور روحانیت کی طرف مائل ہوئی۔ سنہ ۱۹۲۷ء اور سنہ ۱۹۲۸ء میں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شریک ہوئے اور دیوان سید محمد سجادہ نشین پاک پٹن (ف ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۴ء) نے ان سے خاص تعلق اور محبت و شفقت کا اظہار کیا۔[1]

پیلی بھیت سے بدایوں آتے ہوئے ٹرین کے حادثہ میں ان کے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے اور اسی حالت میں ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۷۷ء کو وحید میاں کا انتقال ہوا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب نے آخری دور کی علالت اور انتقال کی کیفیت اپنے نام ان کی صاحبزادی قریشہ بیگم کے ایک خط کی روشنی میں اس طرح لکھی ہے[2]

---

[1] سوانح حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر از وحید احمد مسعود (ضیاء پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۱ء) صفحہ ۶۴ و صفحہ ۲۶۰ (۲) (زیر اگلے صفحہ)

"۵ جنوری کو طبیعت خراب ہوئی۔ ڈاکٹر کو دکھایا گیا۔ اس نے کہا کہ سردی کا اثر ہے۔ ۶ تاریخ کو آیت الکرسی کا ورد رہا کہ ایک منٹ کو زبان نہ رکی۔ ۷ کو آیت کریمہ اس طرح پڑھی کہ ایک منٹ کو زبان نہ رکی۔ ۸ کو یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم مسلسل پڑھتے رہے۔ ۹ کو سکوت کا عالم رہا۔ ۱۰ کو سیدھی جانب دیکھ کر کہتے یا خواجہ! الٹی جانب دیکھ کر کہتے یا بابا! اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہتے یا اللہ۔ شام کو کہا کہ اگر میرے بعد کوئی میری اولاد میں سے روئے گا تو میری روح کو تکلیف ہوگی۔ رات کو سات بجے کہا کہ آج ہمیں کسی کی ضرورت نہیں ہے کھاؤ، پیو، خوش رہو اور خود شوربا پیا اور پانی خوب پیا۔ وضو کیا اور نماز پڑھی اور سو گئے مگر میرا بھائی وہیں رہا۔ ۱۲ بجے رات اٹھے اور تین مرتبہ پے در پے وضو کیا اور لیٹ گئے اور میرے بھائی سے کہا کہ کمرے کا دروازہ کھول دو، اس نے کھول دیا۔ پانچ آدمی کمرے کے اندر آگئے دو کو نہایت احترام سے اپنی سیدھی طرف بیٹھنے کو کہا اور تین کو اپنی الٹی جانب بیٹھنے کو کہا۔ پھر سامنے دیکھ کر اپنے چہرے کو بالکل سامنے ہاتھ ہلا کر کہا ابھی آتے ہیں ابھی آتے ہیں اور بآواز بلند تین بار یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم پڑھا۔ پھر خوب آواز سے کلمہ پڑھا اور تین سانسیں لیں اور خالق حقیقی سے جا ملے۔" رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

وحید میاں تصنیف و تالیف کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے تاریخ اور تصوف سے ان کو خاص لگاؤ تھا تحقیق کی طرف طبیعت کا خاص رجحان تھا۔ مگر انداز تحریر نہایت پختہ اور ادیبانہ ہے بعض مضامین تو بلاشبہ "انشائیہ" کا نمونہ ہیں۔ کبھی شعر بھی کہتے تھے غالباً یہ جوانی کی بات ہوگی نمونہ ملاحظہ ہو۔

خلاق عالم مختار و توانا ہے — تو آپ ہی سب کچھ ہے اور مثل سے بالا ہے

(نوٹ گذشتہ سے پیوستہ) ۲ سوانح حضرت ابا فرید الدین مسعود گنج شکر (تعارف مصنف) از وحید احمد مسعود ناشر رضا پبلی کیشنز۔ لاہور۔

اضداد میں ممکن ہے اثبات میں کامل ہے — ہر شے کی حقیقت ہے ہر شے سے برابر ہے
مشہود تو ہوتا ہے محسوس نہیں ہوتا — مستور ہے جلوت میں خلوت میں ہویدا ہے
میں بندۂ عاجز ہوں اور عجز پہ نازاں ہوں — کر تو جو تری مرضی ہو، مرضی تری اولیٰ ہے
یہ بندِ جہد میری تسکین ہی تسکیں ہے — ہوتا ہے وہی آخر جو کچھ ترا منشا ہے

اس نام کی خاطر سے احمد پہ کرم کرنا
ناکارہ و بے بس ہے لیکن ترا بندہ ہے

اب ہم وحید میاں کے تصنیفی و تالیفی کام کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

تصوّف

تصوف کے موضوع پر ایک مختصر رسالہ ہے۔ پروفیسر ضیا احمد بدایونی مرحوم نے رسالہ "الناظر" لکھنؤ میں تصوف پر ایک مضمون لکھا تھا۔ اس سے متاثر ہو کر وحید میاں نے یہ رسالہ لکھا۔ اس کی اساس و بنیاد امام شعرانی کے رشحات قلم ہیں۔

تصوّف کی اصلیت

۱۹۴۷ء-۴۸ء میں مسلمانانِ ہند ایک عجیب دور ابتلا سے گزر رہے تھے اس زمانہ میں انہوں نے یہ رسالہ لکھا اور بتایا کہ انتشار و ابتلا کے دور میں صوفیہ نے کیسی شاندار خدمات انجام دی ہیں اور انہوں نے ہر حال میں شرع کا ادب کیا اور تصوف، کتاب و سنت سے مستحکم اور اخلاق انبیاء و اصفیا کے سلوک پر مبنی ہے اور احکام شریعت پر عمل کرنے کی ہر حال میں پابندی ہے۔ تصوف کے بعض دوسرے نکات و مسائل پر بھی نہایت سلجھے ہوئے انداز میں اظہار خیال کیا ہے۔ رسالہ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے اپریل ۱۹۴۹ء میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا ہے۔

سوانح بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

انہوں نے اس کتاب میں عقیدت و روایت سے ہٹ کر تاریخ و تحقیق کی روشنی میں بابا صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ اس کتاب کا مسودہ بھی اشاعت کی غرض سے خاکسار کو ارسال فرمایا میرے چھوٹے بھائی مرحوم محمد نعمت اللہ قادری نے اپریل ۱۹۸۱ء نے اہتمام کے ساتھ پاک اکیڈمی کراچی کی طرف سے شائع کیا اور علمی حلقوں میں کتاب مقبول ہوئی اس کا دوسرا ایڈیشن راقم الحروف کی تحریک پر رضا پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا ہے محترمی حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب نے تعارف لکھا ہے۔

جمالِ صابر کلیری

مخدوم صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار کے بارے میں ہم عصر ماخذ تقریباً خاموش ہیں۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ان کی شخصیت کو متعین و مقبول بنایا ہے لطف کی بات یہ ہے کہ خود ان کے ملفوظات و مکتوبات میں مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی حال یا ذکر تک نہیں ہے وحید میاں کو اس سلسلہ سے خاص دلچسپی اور وابستگی تھی انہوں نے اس رسالہ میں ان کے حالات کی ترتیب و تدوین کی کوشش کی ہے۔ یہ مختصر سا رسالہ نظامی پریس بدایوں سے ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا ہے۔

صابری سلسلہ

اس موضوع پر یہ رسالہ مفید اور معلوماتی ہے ۱۹۷۱ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا ہے۔ وحید میاں نے ایک تقدیمی مضمون بعنوان "پیر کلیر کے تذکرے" بھی لکھا تھا جو ہم نے رسالہ "بصائر" کراچی (جلد ۲ شمارہ ۱-۲) میں شائع کیا تھا۔

صابری تعلیمات

اپنے موضوع پر مکمل و مدلل کتاب ہے مگر طبع نہ ہو سکی۔

پٹاری

نواب فرید (ف ۱۶۶۵ء) نے ۱۶۲۵ء تا ۱۶۲۸ء میں شیخوپور کی تعمیر کی بہت سی عمارتیں اور محل سرائیں بنوائیں اور خود پاک پٹن جا کر بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تبرکات لائے اور انہیں اپنی خواب گاہ کے بالاخانے پر محفوظ کیا۔ چونکہ وہ تبرکات پٹاری میں رکھے جاتے تھے لہٰذا اسی نام سے موسوم ہو گئے اور حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے یوم وفات ۵ محرم کو ہر سال

شیخوپور میں ان تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے شاید یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہو کہ نواب مراد کے بیٹے رحیم الدین نے نواب علی محمد خاں (ف ۱۱۶۲ھ/۱۷۴۸ء) کے پسر چہارم نواب محمد یار خاں امیر (ف ۱۱۸۸ھ) سے جو شعر و تصوف کا ذوق رکھتے تھے، راہ و رسم پیدا کی اور شیخوپور کی پٹاری کے کچھ تبرکات نواب محمد یار خاں کو پیش کر دیئے جب اہل خاندان کو اس کارروائی کا علم ہوا تو نوبت کشت و خون تک پہنچی۔

وحید میاں نے "پٹاری" کے عنوان سے ان تبرکات کی تفصیل قلم بند کی ہے یہ رسالہ ۱۹۵۶ء میں نظامی پریس بدایوں میں طبع ہوا ہے۔

سواء السبیل

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے نظریۂ وحدت الوجود کے مقابلہ میں نظریہ وحدت الشہود پیش کیا۔ وحید میاں نے اس رسالہ میں ہر دو نظریات کو بیان کرتے ہوئے اول الذکر کی تائید کی ہے اس موضوع پر شاہ ولی اللہ دہلوی اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہ نے بھی رسائل لکھے ہیں۔ یہ تمام مواد ان کے سامنے رہا ہے یہ رسالہ غیر مطبوعہ ہے۔

اسلام مشرق میں

اس کتاب میں وسط ایشیا کے علاقوں اور قوموں میں اسلام کی تبلیغ، پس منظر، تاریخ اور اسلام پھیلانے والوں کی کاوشوں اور کوششوں کو بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اسلام میں اپنے طور پر پھیلنے کی پوری صلاحیت موجود ہے اور اہل مشرق کی روحانیت پسند طبیعتوں کا بھی اسلام کو قبول کرنے میں خاصا دخل رہا ہے اس کتاب میں مغلوں کے اسلام لانے کا مختصر مگر جامع ذکر ملتا ہے۔ اس کتاب کے مآخذ زیادہ تر انگریزی اور کم تر فارسی ہیں اس موضوع پر اردو زبان میں یہ اولیں کتاب ہے۔ فاضل مؤلف نے اس کتاب کے لیے مواد اس وقت مہیا فرمایا تھا جب وہ یو۔پی گورنمنٹ میں پارلیمنٹری سیکرٹری تھے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں[1]

"میں یو۔پی گورنمنٹ میں پارلیمنٹری سیکرٹری تھا۔ اسی زمانہ میں میں نے مغلوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا تھا اور متفرق نوٹ جمع کئے تھے۔ چنانچہ فہرست

ہیں ان سب کتابوں پر نمبر ڈال دیئے ہیں اور اس کتاب کے متن میں ہر اقتباس پر ماخذ کے نمبر کا حوالہ دے دیا گیا ہے تاکہ واقعات کی سند کا پتہ چل سکے ۱۹۵۲ء میں جب میں اس عہدے سے سبکدوش ہوا تو جمع شدہ نوٹوں کو مرتب و منسلک کرنے کا خیال آیا۔" (صـ۲)

منصوری کوہ منصوری کی سیر کے حالات دلچسپ اور ظریفانہ انداز میں لکھے گئے ہیں پہلے مضمون رسالہ نقیب میں شائع ہوا اور بعد ازاں کتابچہ کی صورت میں ستمبر ۱۹۲۰ء میں نقیب پریس بدایوں میں چھپا اور اشاعت پذیر ہوا۔

محبت کی بلندیاں اسلامی تاریخ کے ایک واقعہ کو ڈرامہ کی شکل میں پیش کیا ہے یہ ڈرامہ ۱۹۵۹ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا ہے۔

نشہ کا اتارنا ہمارا خیال ہے کہ جب ۳۹-۱۹۳۷ء میں یو۔پی میں کانگریسی وزارت وجود میں آئی۔ اس زمانہ میں یہ ڈرامہ لکھا گیا تھا۔ پہلے ہاشمی پریس بدایوں میں طبع ہوا پھر یو۔پی گورنمنٹ نے شائع کیا۔

انگریزی مجسٹریٹ ان کے خاندان اور شہر بدایوں میں متعدد انگریز مجسٹریٹ تھے۔ خیال ہے کہ ان کو سامنے رکھتے ہوئے ظرافت کے پیرایہ میں اظہار خیال کیا ہے

عقل و عقیدہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کی تشریح و تنقید پر مشتمل ہے۔ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔

دھوپ چھاؤں سیاسی ادبی اور ظریفانہ مضامین کا غیر مطبوعہ مجموعہ ہے۔

انتخاب رسالہ نقیب میر محفوظ علی بدایونی کے مضامین کا انتخاب جسے الناظر بک ایجنسی لکھنؤ نے شائع کیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

گردِ راہ

ادبی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ ہے جس زمانہ میں وہ پارلیمنٹری سیکرٹری تھے اس وقت یہ کتاب مرتب و شائع ہوئی چنانچہ ان کے صاحبزادے فرید احمد مرحوم لکھتے ہیں۔

"یہ فیصلہ کیا گیا کہ جناب والد صاحب قبلہ کے صرف وہ مضامین ایک جگہ جمع ہو جائیں جو حالیہ ہیں اور قریب قریب لکھنؤ میں لکھے گئے ہیں۔ یہ سب مضامین فائلوں کے انبار سے آنکھیں چرا کر اور ملاقات کرنے والے اصحاب سے دامن بچا کر جو لمحے میسر آسکے ان میں قلم بند کئے گئے ہیں اور سب کے سب گویا گردن دبا کر لکھوائے گئے ہیں یعنی احباب کے اصرار سے مجبور ہو کر وقتاً فوقتاً لکھے گئے ہیں ممکن ہے کہ ان سے موجودہ زمانے کی روش اور تخیل کا ڈھنگ معلوم ہو سکے اور کچھ نہیں تو ان مضامین سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ فرائض منصبی کی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود ادب کے حسین اور سکون بخش چشمے پر اس کے تشنہ لب پہنچ ہی جاتے ہیں۔ (پیش لفظ)

گردِ راہ میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں۔

① انسان اقبال کی نظر میں ② غزل ③ اقبال اور نظریۂ سعی و عمل ④ میل ملاپ ⑤ ممبروں کے حقوق ⑥ بندر کا ناچ ⑦ طلوع آزادی ⑧ بدایوں میں آزادی کے دن ⑨ اکبر کے لطیفے ⑩ فتح مبین ⑪ عید کے موقع پر گائے کی قربانی ضروری نہیں ⑫ مسلمان کیا کریں؟ ⑬ دیوالی کا پیغام ⑭ گورونانک صاحب کا فلسفہ ⑮ ایک صلاح۔

اس کتاب پر تعارف قاضی عبدالغفار نے لکھا ہے اور یہ کتاب رفیع احمد قدوائی کے نام معنون کی گئی ہے اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۸ء میں نامی پریس لکھنؤ سے چھپا اور جلد ہی دوسرا ایڈیشن

بھی شائع ہوا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کی ذہنی جلا اور آزاد ہندوستان کے ماحول سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

عروج شیخوپور

شیخوپور کے فریدی شیوخ کے اخبار و حالات میں اس خاندان کے مختلف بزرگوں نے لکھا ہے۔ بانی شیخوپور نواب فرید کے حالات مشہور ادیب سلطان حیدر جوش (ف ۱۹۵۴ء) نے "نواب فرید" کے نام سے لکھے ہیں یہ کتاب ۱۹۱۶ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوئی ہے۔

وحید میاں کے پردادا شیخ فتح الدین ولد شیخ شمس الدین نے خاندانی حالات پر مشتمل فارسی زبان میں ایک رسالہ ۱۲۶۹ھ میں لکھا جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں۔

"فقیر حقیر فتح الدین بن شمس الدین فریدی فاروقی شیخوپوری کرایں چند ورقیست در بیان حال حسب و نسب خود از شیخ شمس الدین تا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ و تا حضرت آدم علیہ السلام و چند حالات و بیان دیگر متعلق ایں از کتاب جواہر فریدی تصنیف شیخ علی اصغر و کتاب انوار المتقلین تصنیف نواب کشور خاں و دیگر بزبانی بزرگان خود و دیگر نسخات شیخوپوریہ و غیرہ آنچہ کہ در دست رسیدہ بود در سنہ ۱۲۶۹ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم مطابق سنہ ۱۲۶۰ فصلی و سنہ ۱۸۵۳ عیسوی برائے یادگار خود و دریافت برخورداران اقبال نشاناں شیخ شرف الدین و ذوالفقار الدین و مستجاب الدین بقید قلم آوردم"۔

اس رسالہ میں بقول وحید میاں، ستھرے میاں نے اضافہ کیا لیکن یہ حالات مختصر و مبہم لکھے گئے ہیں پھر اس میں مزید اضافے حکیم احمد جان مرحوم نے کئے جس کی ایک بوسیدہ نقل قادری میاں کے پاس بتائی جاتی ہے۔

وحید میاں نے شیخ فتح الدین کے رسالہ کی اساس و بنیاد پر اردو میں ایک کتاب مرتب کر دی ان کی نظر سے ستھرے میاں اور حکیم احمد جان مرحوم کے بھی مخطوطے گزرے ہیں۔ وحید میاں نے اس کتاب میں شجرے اپنے زمانہ تک مکمل کر دیئے۔ اس میں کہیں کہیں تنقید و تبصرہ بھی کیا ہے۔

راقم الحروف محمد ایوب قادری جب اگست ۱۹۷۰ء میں بدایوں گیا تو وحید میاں نے شیخ فتح الدین کا مؤلفہ رسالہ (تذکرہ خاندان شیوخ شیخوپور) مع اپنے مسودہ کے مجھے مرحمت فرمایا۔ خاکسار نے ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں اس مسودہ کو صاف اور مرتب کیا اور جب غور کیا تو "عروج شیخوپور" سے ۱۴۰۳ھ برآمد ہوئے چونکہ اس مسودہ پر کوئی نام نہیں تھا لہٰذا میں نے اس کا نام "عروج شیخوپور" رکھ دیا ہے۔ وحید میاں کے ہاتھ کا تحریر کردہ مسودہ میں نے اپنے دوست جمال الدین مونس نظامی (ایڈیٹر ذوالقرنین، نظامی پریس بدایوں) کو دے دیا جنہیں بزرگوں کے آثار جمع کرنے کا شوق ہے۔ "عروج شیخوپور" کی عکسی نقول سید شہید حسین بدایونی، مونس نظامی اور کفیل الدین فریدی سے لیں۔

سیّد احمد شہیدؒ کی صحیح تصویر

سید احمد شہید بریلوی کی تحریک پر جعفر تھانیسری، ابوالحسن علی ندوی اور غلام رسول مہر نے کام کیا ہے۔ سب سے زیادہ ضخیم کام مہر مرحوم کا ہے انہوں نے سید صاحب کے خطوط اور ہم عصر مفصل کتاب منظور السعدا سے خوب کام لیا ہے ان بزرگوں نے عقیدت و ارادت کے قلم سے حسین تصویر کشی کی ہے۔ ضرورت تھی کہ سیاسی و تاریخی پس منظر میں اس تحریک کا مطالعہ و تجزیہ کیا جاتا وحید میاں نے اسی نقطۂ نظر سے یہ کتاب لکھنے کی کوشش کی ہے اور بعض اہم سوالات و نکات اٹھائے ہیں اور دعوت غور و فکر دی ہے اگرچہ ان کے اخذ کردہ ہر نتیجہ سے اتفاق رائے ضروری نہیں۔

یہ کتاب سب سے پہلے "منادی" دہلی کے ایک خاص نمبر (ستمبر ۱۹۶۵ء) میں شائع ہوئی اور اس رسالہ کے مدیر خواجہ حسن ثانی صاحب نے دعوت دی کہ اس مبحث پر جو صاحب بھی اور خاص طور سے غلام رسول مہر صاحب لکھیں گے تو "منادی" میں ضرور شائع کیا جائے گا چنانچہ لوگوں نے مہر صاحب سے تقاضا کیا کہ وہ جواب لکھیں انہوں نے عذر کیا کہ "منادی" کا مذکورہ شمارہ ان کے سامنے نہیں ہے۔ راقم الحروف نے "منادی" کے اس خاص شمارہ کا ذاتی نسخہ مہر صاحب کو پیش کیا بعد ازاں یہ خاص شمارہ اگست ۱۹۶۶ء میں لاہور سے کتابی شکل میں بھی شائع ہو گیا۔ راقم الحروف چاہتا تھا کہ مہر صاحب اس کتاب پر اظہار خیال فرمائیں مگر وہ طرح دے گئے اور اپنے ایک مکتوب مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۶۷ء میں ارقام فرمایا۔

"باقی رہا سید احمد شہید کا معاملہ تو بھائی صاحب اس عاجز نے اپنی زندگی کے بیشتر سال اس تحریک کی چھان بین میں گزارے، بے خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ سید احمد شہید کے متعلق اتنی کتابیں شاید کسی نے دیکھی ہوں جتنی میں نے دیکھیں۔ سید شہید کے مقامات جہاد اس تفصیل سے غالباً آج تک کسی نے دیکھے ہوں گے لیکن .... والوں کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ وقت گزر جاتا ہے تو چند الٹی سیدھی باتیں لکھ کر ایک رسالہ چھاپ دیتے ہیں۔ اس نوع کی لغویات میں کون وقت صرف کرے .... میں پچھلے دنوں بیمار ہو گیا نزلہ بخار نے خاص تنگ کیا ابھی تک صحت کاملہ نصیب نہیں ہوئی۔ بلغم کی تولید اور ایک حد تک انجماد کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ ذرا طبیعت صاف ہو جائے تو ان شاء اللہ اس پر بھی لکھنا ہے جس میں از سر نو مسلک کے بنیادی حقائق واضح ہو جائیں گے۔ بالفعل انتخابات کے جھگڑوں میں سب لوگ مصروف ہیں۔ ان ہنگاموں میں نہ لکھنے نہ چھاپنے کا کسی کو ہوش ہے اور نہ پڑھنے کا۔"

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس کے بعد جب مہر صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر نظر سے گزری تو اطمینان ہو گیا کہ اس باب میں وہ کچھ نہ لکھیں گے [1]

"سرسید مرحوم نے مصلحتہً غلط باتیں کہی تھیں اور آپ جانتے ہیں کہ وہ "دروغ مصلحت آمیز" بہ از راستی فتنہ انگیز" کے قائل تھے۔ میں مجاہدین کی شان و آبرو بہر حال قائم رکھنے کا قائل ہوں اگرچہ وہ سابقہ بیانات یا توجیہات سے عین مطابق نہ ہو۔"

راقم الحروف کی درخواست پر وحید میاں نے اپنے حالات بھی لکھے تھے مگر کچھ دنوں کے بعد انہوں نے اطلاع دی کہ میں نے وہ کتاب ضائع کر دی۔ "خدا کرے اس کا کوئی مسودہ وغیرہ کہیں" محفوظ ہو تو وہ ایک علمی ادبی و تاریخی شاہکار ہو گا۔ وحید میاں کی مراسلت سیاسی، علمی اور ادبی حضرات سے ہوتی تھی۔ اس کی بھی ضرورت ہے کہ ان کے خطوط جمع کئے جائیں۔

آخر میں ہم ان کی کتاب "سوانح خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ" پر اظہار خیال کرتے ہیں۔

سوانح خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر میں سب سے پہلے مسلمانوں کے قدم سندھ و مکران میں پہنچے اور محمد بن قاسم نے اس علاقہ میں اسلام روشناس کرایا۔ دوسرا دور غزنویوں کے عہد اقتدار سے شروع ہوا۔ دولت غزنویہ میں موجودہ پاکستان کا کم و بیش تمام علاقہ شامل تھا۔ سیاسی اقتدار اور علماء و مشائخ کے قیام اور کوششوں کی بدولت جلد ہی یہاں اسلامی معاشرہ کو تقویت حاصل ہوئی۔ جگہ جگہ عدہا مساجد اور مدارس قائم ہوئے۔ عربی فارسی کی نشر و اشاعت ہوئی اور لاہور ایک اسلامی شہر بن گیا۔ عوفی نے اپنے تذکرہ لباب الالباب میں ایک باب "فضلائے غزنین و لاہور" پر لکھا ہے۔ ان شعراء میں ابوالفرج رونی (ف تقریباً ۵۰۰ھ) مسعود سعد سلمان (ف ۵۱۵ھ) مشہور شاعر ہیں ان دونوں کے دیوان زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ اس زمانہ میں لاہور میں شیخ حسین زنجانی، حضرت داتا گنج بخش اور شیخ اسماعیل محدث

---

[1] افادات مہر مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر خاں پنی (لاہور ۱۹۷۴ء) صفحہ ۲۳۱ - ۲۳۲

جیسے صوفیہ و علما مقیم ہیں اور وہ تبلیغ و تذکیر کے فرائض انجام دے کر ان علاقوں میں اسلام کو سربلند کر رہے تھے ان ہی بزرگوں کی کوششوں سے برصغیر کی مختلف قومیں اور قبیلے مشرف باسلام ہوئے اور بہت سے خاندان اور صاحب حیثیت افراد مختلف دیار و امصار سے لاہور میں سکونت پذیر ہوئے اور انہوں نے اسلامی معاشرہ کو تقویت دی۔

جیسا کہ یمین خاں لاہوری لکھتے ہیں[1]

> این سلسلہ ورود دانشمندان از افغانستان و ترکستان و ایران بہ پایہ تخت لاہور غزنویان از عصر مسعود اول) بن محمود غزنوی تا آخر عصر ابراہیم غزنوی یعنی از سال ۴۲۱ھ تا سنہ ۴۹۲ھ تقریباً ہفتاد سال ادامہ داشت تا آنکہ یک جم غفیر از دانشمندان و سخنوران فارسی گویاں در لاہور مستقلاً سکنی گزیدند۔

سید ہاشمی فرید آبادی پورے غزنوی دور پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں[2]

> "نئے پایۂ تخت لاہور میں ہم کئی اول درجہ کے صاحبان علم و فضل اور معیاری شعرا کے نام سنتے ہیں جو دربار خسرو ملک کے متوسل تھے... بہر حال لاہور ہی سے امام صغانی جیسے بزرگ استاد حدیث اور آداب الحرب والشجاعہ کا مشہور مصنف فخر مدبر مبارک شاہ منسوب کئے جائیں گے۔

علماء اور صدور میں چند نام ان کی شعر گوئی کی بدولت سلامت رہ گئے جیسے (۱) افصح العجم والعجوبۃ الزمان سراج الدین منہاج (۲) ثقۃ الدین جمال الفلاسفہ یوسف ابن محمد در بندی (۳) شہاب الدین محمد ابن رشید محتاج (۴) یوسف ابن

---

[1] تاریخ شعر و سخن دران فارسی در لاہور از یمین خاں لاہوری (نیشنل بک ہاؤس کراچی ۱۹۷۱ء)

[2] مآثر لاہور از سید ہاشمی فرید آبادی (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۶۶ء) صفحہ ۱۳۵

فخر کاتب اور (۵) ضیاء الدین عبدالرافع طبیب، ایک باکمال انشاپرداز اور شاعر جسے خسرو ملک نے قید اور آخر میں قتل کرا دیا (۶) نصراللہ فرقدی تھا۔ خاص دہلی کے شعراء میں علی ابن عمر اور ابوبکر خسروی کا تذکرہ ملتا ہے۔"

غوری حکومت کے قیام کے ساتھ ساتھ برصغیر میں چشتیوں کا داخلہ ہوا اور ان کے قائد و رہنما اور اس سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہیں۔ انہوں نے دیار ہند میں شجر اسلام کو بار آور کیا۔ ان کی قربانیاں اس اعتبار سے بے مثال ہیں کہ وہ راے پتھورا کی راجدھانی کفر زار اجمیر میں بیٹھ کر اصلاح معاشرہ میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں کو اللہ کے پیام سے روشناس کراتے گئے اور گویا یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ○ کا منظر پیش کر دیا۔ انہوں نے اپنے خلفا کو گجرات، دکن اور شمالی ہند میں پھیلا دیا اور اصلاح و تبلیغ کی تحریک برپا کر دی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے احوال و آثار ہم عصر مآخذ اور تاریخی نوشتوں میں محفوظ نہ رہ سکے لیکن تعلیم اور افادہ و استفادہ کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔ سیر الاولیا پہلی کتاب ہے۔ جس میں حضرت خواجہ کا ذکر تبرکاً ملتا ہے۔ فوائد الفواد اور خیر المجالس کے ذریعہ بات آگے بڑھتی ہے۔ سیر العارفین پہلا تذکرہ ہے کہ جس میں حضرت خواجہ کے حالات تفصیل سے پیش کیے ہیں اور بعد کے تذکرہ نویسوں نے اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے شاید یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہو کہ سیر العارفین کے مؤلف نے سیر الاولیا، فوائد الفواد اور خیر المجالس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے اور مشائخ چشت سے منسوب دیگر ملفوظات انیس الارواح دلیل العارفین، فوائد السالکین، اسرار الاولیا، راحت القلوب، افضل الفوائد، اور مفتاح العاشقین وغیرہ کا کوئی حوالہ یا ذکر نہیں کرتا۔ ہمارا خیال ہے کہ یا تو یہ ملفوظات اس وقت تک وجود ہی میں نہیں آئے تھے یا جہالی نے ان کو خود ہی مسترد کر دیا۔

ظن غالب ہے کہ یہ مواد دورِ مغلیہ میں وجود میں آیا کیونکہ اکبر اعظم نے پیادہ پا اجمیر جا کر

اجمیر کی اہمیت میں اضافہ کر دیا۔ رؤسا، امراء اور شاہزادگان کی توجہ ہوئی اکبری اور شاہجہانی تعمیرات اس کا بین ثبوت ہیں بہرحال عہد سلطنت میں یہ صورت حال رہی تاریخ فرشتہ اور آئین اکبری وغیرہ میں بھی حضرت خواجہ کا ذکر ملتا ہے۔

اردو زبان میں حضرت خواجہ کے حالات بعض غیر معروف مصنفین نے عقیدت و ارادت کے انداز میں لکھے اور غالباً عبدالباری معینی اجمیری پہلے شخص ہیں جنہوں نے تاریخ السلف (۱۹۲۵ء) لکھ کر تحقیقی کام کا آغاز کیا۔ علی گڑھ میگزین کے ایڈیٹر عبدالباسط نعیم اسے لکھتے ہیں کہ

"تاریخ السلف ایسی کتاب ہے جو اردو لٹریچر میں ایک نرالی حیثیت رکھتی ہے جناب مولوی عبدالباری صاحب معینی اجمیری نے حضرت خواجہ صاحب کے حالات پر تنقید کی ہے اور انہیں تاریخ کی روشنی میں ملانے کی کوشش کی ۔۔۔۔ مصنف موصوف نے حضرت خواجہ صاحب کے حالات پر تاریخی اصول سے روشنی ڈالی ہے۔"[1]

اس طرح کی دوسری کوشش نادم حسن زبیری نے معین الارواح (۱۹۵۳ء) لکھ کر کی وہ بھی تاریخ و تحقیق کی روشنی میں آگے بڑھتے ہیں اس کتاب کے دوسرے حصہ میں سات سو سال پہلے ایک مختصر صغیر کی تہذیبی و ثقافتی تاریخوں میں بھی حضرت خواجہ کے حالات اور تعلیمات کا ذکر ملتا ہے اس سلسلہ میں سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی بزم صوفیہ، مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تاریخ دعوت و عزیمت اور شیخ محمد اکرام کی آب کوثر قابل ذکر ہیں مگر تعجب ہے کہ مؤلف آب کوثر نے ایک شخص "معین الدین توکلی" کو حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ قرار دے دیا۔ طبقات ناصری کی واضح عبارت ملاحظہ ہو[2]

---

[1] علی گڑھ میگزین ۱۹۲۶ء ص ۱۱۲

[2] طبقات ناصری از منہاج سراج (مترجمہ عبدالحی حبیبی) (کابل ۱۳۴۲ش) ص ۳۰۰

ایں داعی از ثقہ شنید کہ از معارف بلاد	اس مؤلف نے ایک معتبر آدمی سے سنا کہ جو
تونک و جبال بود لقب او معین الدین	تونک اور پہاڑی علاقوں کے شہروں کا سربرآوردہ
او می گفت کہ من در آں لشکر با سلطان	شخص تھا اس کا لقب معین الدین تھا وہ کہتا تھا
غازی بودم، عدد سوار لشکر اسلام	کہ میں اس لشکر میں سلطان غازی کے ہمراہ تھا
در آں وقت صد و بیست ہزار گستواں بود	اور اسلام کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سوار تھی

شیخ اکرام نے "ثقہ از معارف بلاد تونک و جبال" کو معلوم نہیں کس بنیاد پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری[1] تصور کر لیا۔

وحید میاں (شیخ وحید احمد مسعود) نے نہایت دقت نظر، محنت اور عصری و تاریخی پس منظر میں تحقیق و تدقیق کے ساتھ حضرت خواجہ کے حالات کا مطالعہ کیا ہے۔ اس موضوع پر فارسی اردو اور انگریزی میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ان کے پیش نظر رہا ہے وہ تاریخ کا صحیح ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے نقل در نقل کی روایت کو رد کرتے ہوئے درایت کی روشنی میں حضرت خواجہ کے صحیح حالات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان کی کتاب "سوانح خواجہ معین الدین اجمیریؒ" ایک مفصل مقدمہ اور بائیس ابواب پر مشتمل ہے متن کتاب میں حسب موقع فاضل فاضل ماخذ پر تنقید و تبصرہ بھی کیا گیا ہے جس سے ان کی دقت نظر اندازہ ہوتا ہے۔

کتاب کا مقدمہ اور اس کا تیرھواں باب تصوف اور تاریخ تصوف کے اعتبار سے نہایت اہم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر انہیں کامل عبور حاصل ہے ان کے دلائل نہایت واضح ہیں تصوف قبل از اسلام، دور صحابہ، تدوین حدیث، مشاجرات صحابہ، خلافت امویہ و عباسیہ، ائمہ اربعہ

---

[1] ملاحظہ ہو تاب کوثر از شیخ محمد اکرام (فیروز سنز، لاہور ۱۹۵۲ء) ۲۲۶۔

کی دینی خدمات، عباسی دور میں مختلف مسائل و نظریات کا ظہور اور ان کا رد، تصوف کا تحریک کی صورت میں ظاہر ہونا اور اس کے ارتقا پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ وحدت الوجود پر عالمانہ اور محققانہ انداز میں گفتگو کی ہے۔

حضرت خواجہ کے نام، مقام پیدائش، سنہ پیدائش، سفر، ہندوستان میں آمد، تبلیغ و اشاعت، اخلاق و عادات غرض حیات خواجہ کا ایک حسین مرقع پیش کیا ہے۔ بلاشبہ فاضل مؤلف کی نہایت کامیاب کوشش ہے۔

۱۹۶۰ء میں جب خاکسار بدایوں گیا تو انہوں نے اس کتاب کا مسودہ خاکسار کو مرحمت فرماتے ہوئے کہا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

میں نے ۱۹۶۱ء میں یہ کتاب سلمان اکیڈمی کراچی کی طرف سے شائع کرادی مقام مسرت ہے کہ علمی و تاریخی حلقوں میں اس کتاب کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا۔ مدت سے یہ کتاب نایاب تھی جناب محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب کی تحریک پر میاں محمد زبیر احمد صاحب قادری سجادہ نشین حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ (رضا پبلی کیشنز لاہور) اسے نہایت آب و تاب سے شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیابیوں اور کامرانیوں سے نوازے۔

محمد ایوب قادری
۲۹ اگست ۱۹۸۳ء بروز اتوار

۹/۱۷۶/۸
نارتھ ناظم آباد، کراچی

فقیر (میاں زبیر احمد) نے یہ تعارف جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم سے جناب وحید احمد مسعود کی تصنیف "سوانح خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ" کے لئے لکھوایا تھا۔ اس کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر اب جناب وحید احمد مسعود کی تصنیف "سید احمد شہید کی صحیح تصویر" کے آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔

کتابیات

۱۔ سوانح احمدی — مولوی محمد جعفر تھانیسری
۲۔ حیات طیبہ — مرزا حیرت دہلوی
۳۔ سیرت سید احمد شہید — مولانا ابوالحسن ندوی
۴۔ سید احمد شہید — مولانا غلام رسول مہر
۵۔ برکات اسلام — مولوی محمد جعفر تھانیسری
۶۔ سیف الجبار — مولانا فضل رسول بدایونی
۷۔ باغی ہندوستان — مولانا عبدالشاہد خان شروانی
۸۔ صراط مستقیم — سید احمد شہید رائے بریلوی
۹۔ تقویۃ الایمان — شاہ اسماعیل دہلوی
۱۰۔ تحفۂ محمدیہ — سید اشرف علی گلشن آبادی
۱۱۔ الاستمداد علی اجیال الارتداد — مولانا احمد رضا خان و مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی
۱۲۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز
۱۳۔ موج کوثر — شیخ محمد اکرام آئی۔ سی۔ ایس
۱۴۔ سوانح قاسمی — مولانا مناظر احسن گیلانی
۱۵۔ روضات — شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۱۶۔ تذکرۃ الرشید — مولانا عاشق الٰہی میرٹھی
۱۷۔ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک — مولانا عبیداللہ سندھی
۱۸۔ الیاقوتۃ الواسطۃ — مولانا احمد رضا خان بریلوی

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۹۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر۔

۲۰۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد مولانا محمد امیر شاہ قادری پشاوری

۲۱۔ امداد المشتاق مولانا اشرف علی تھانوی

۲۲۔ ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی عبدالرزاق ملیح آبادی

۲۳۔ حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

۲۴۔ حالات کتب دہلویہ

۲۵۔ الکوکبۃ الشہابیۃ مولانا احمد رضا خان بریلوی

۲۶۔ مقالات سرسید حصہ شانزدہم

۲۷۔ ہسٹری آف فریڈم موومنٹ ان انڈیا (انگریزی) از تارا چند

28- MILL'S, HISTORY OF INDIA VOL V.

29- MILL & NELSON, HISTORY OF INDIA 5TH EDITION VOL III.

30- A.B. KIETH, A CONSTITUTION HISTORY OF INDIA 2ND EDITION 1937.

31- HISTORY OF ENGLAND IN THE 18TH CENTURY VOL 4TH.

32- NOTES ON INDIAN AFFAIRAS VOL 11

33- RECORDS OF INDIAN FACTS VOL 1

34. T.G. SPEAR, THE NOBLES.

35- THOMSON EDWORD, THE MAKINGOF INDIAN PRINCES.

36- CAMBRIDGE, SHORT HISTORY OF INDIA.

37- REGENOL REYNOLD, THE WHITE SAHIBS OF INDIA.

38- R.C. DUTE, COMMITTEE OF CIRCUITSMINUTES SEP,15-1925.

39- WOODRUF PHILIP, THE MAN WHO RULED IN INDIA, THE FOUNDERS.

40- LACKY, A HISTORY OF ENGLAND IN THE 18TH CENTURY VOL IV.

WWW.NAFSEISLAM.COM

فہرست

پیش گفتار	4
افتتاح سخن	9
فاتحہ	13
فاتحہ ثانی	20
ابتدائی حالات	21
بیعت کا افسانہ	24
بیعت کے بعد	33
سید صاحب پنڈاریوں میں	35
مذہبی انقلاب	39
ابن تیمیہ	41
ابن عبدالوہاب	43
شیخ احمد سرہندی	45
شاہ ولی اللہ	47
شاہ عبدالعزیز	51
شاہ اسماعیل	58
تبلیغی دورے	65
حج	80

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

سیاسی ماحول	104
جہاد	121
حقیقت واقعی	163
تعلیم	171
شاہ عبدالعزیز کا جواب	188
حلیہ	206
تعارف مصنف	210
کتابیات	240
فہرست	242

نفس اسلام
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا اسماعیل دہلوی

اور

تقویۃ الایمان

تصنیف

حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

صفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ- اردو بازار- لاہور فون: 7324210



جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ——— مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان

مصنف ——— حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام ——— عمر حیات قادری

ناشر ——— صفہ پبلی کیشنز لاہور

تعداد ——— گیارہ سو

قیمت ——— روپے 36

WWW.NAFSEISLAM.COM

ملنے کے پتے:

- ضیاء القرآن پبلی کیشنز — گنج بخش روڈ ○ لاہور
- مکتبہ قادریہ ——— دربار مارکیٹ — گنج بخش روڈ ○ لاہور
- مکتبہ جمال کرم ——— مرکز الاویس ہسپتال — دربار مارکیٹ ○ لاہور
- گلیکسی بک سنٹر۔ 491 طفیل روڈ صدر ○ لاہور کینٹ

فہرست کتاب مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان

مضمون	صفحہ
اداریہ	۳
فہرست	۴
ابتدائیہ	۹
شیطان علی کی آمد ہند	۹
تقویۃ الایمان اور مذہبی اختلافات	۹
مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان	۱۰
محمد جعفر تھانیسری کا بیان	۱۰
حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہٗ کی نصیحت	۱۱
اس رسالہ کی وجہ تالیف	۱۱
نواب صدیق حسن خاں کا مشغلہ	۱۲
حکومت برٹش کی حمایت	۱۳
تقویۃ الایمان میں وہابیت کے اثرات	۱۴
محمد بن عبدالوہاب کا مختصر حال	۱۵
(۱) نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے	۱۵
علامہ حازمی کا بیان	۱۵
مسلمانوں کی تکفیر اور ان کا خون بہانا	۱۶
امام عبداللہ نے ۱۲۱۸ھ میں السیف الہندی لکھی	۱۶
علامہ سید محمد بن اسماعیل کا قصیدہ اور اس کا رد لکھنا	۱۶
وجیہ الاسلام عبدالقادر کا بیان	۱۶
شیخ عمر بن عبد کا بیان	۱۷
علامہ سید محمد بن اسماعیل کا رسالہ "محو الحوبہ"	۱۷
علامہ ابن عابدین نے "رد المحتار" میں لکھا ہے	۱۸

مضمون	صفحہ
محمد بن عبدالوہاب کی تالیفات	۱۸
۱۲۱۸ھ میں عبداللہ کا مکہ میں رسالہ تقسیم کرنا	۱۹
۱۲۲۱ھ ۷ محرم کو نجدی کا رسالہ مکہ پہنچا	۲۰
اسی دن علماء نے اس کا رد لکھا	۲۰
(۲) علامہ سلیمان کا رسالہ	۲۱
ارکان اسلام کو ہلکا کہنے والوں کی تکفیر	۲۱
غیر اللہ سے مانگنے اور قبر کو مسح کرنے والا	۲۲
مسلمان میں کفر و اسلام کا اجتماع	۲۲
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ کا بیان	۲۳
اہل اہواء کا اور سلف کا مسلک	۲۳
اہل اہواء کے فرقے	۲۴
[illegible]	۲۴
غائب سے اور میت سے مانگنے والا	۲۵
امام احمد کا عمل	۲۵
[illegible]	۲۶
حدیث يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ	۲۶
آپ کا مسلمانوں کو کافر قرار دینا	۲۸
رسول اللہ کو قیامت تک کے واقعات کا علم ہے	۲۸
رسول اللہ کی امت بت پرستی نہ کرے گی	۲۹
سرزمین عرب میں بتوں کی عبادت نہ ہوگی	۲۹
شیطان ناامید ہو گیا ہے	۳۰
اسلام رفتہ رفتہ محو ہوگا	۳۱

WWW.NAFSEISLAM.COM

مضمون	صفحہ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ موجب نجات ہے	۳۱
کلمہ گو کو کافر کہنے والا	۳۲
(۳) علامہ ابن مرزوق کی کتاب	۳۲
نجدی کا رد لکھنے والے ۳۶ علماء	۳۳
علامہ دجوی کی تحریر	۳۴
مرے ہوئے بندوں سے طلب کرنا	۳۵
اُمت کے لئے مغفرت کی طلب	۳۵
(۴) جلاء القلوب کی عبارت	۳۶
(۵) فیض الباری کی عبارت	۳۶
علماء اعلام کی تحریرات کا خلاصہ	۳۶
تطفیل کا نسب معیار	۳۷
ڈاکٹر جمال مدنی کا مقام	۳۷
تاریخ نویسی میں مارکسی نقطہ نظر	۳۷
محمد بن عبدالوہاب کے ایک معاون	۳۸
محمد بن عبدالوہاب کے بابی اقوال کی حقیقت	۳۸
نجدی کا رسالہ جو ۱۲۶۰ھ میں چھپا	۳۹
اس رسالہ کا مقالہ	۳۹
رسول اللہ شفاعت طلب کرنا شرک کبیر ہے	۳۹
سات قوت بڑی مؤثر اور لاکھوں محمد علی مدار المقاصد	۴۰
محمد کی قبر کو سونے کا بستر کہنا کفر ہے	۴۰
علامہ حبیب الرحمٰن کشکی کے واقعہ کو دیکھ لیجئے	۴۱
عربی رسالہ تو سل شاہان مطالعہ ہے	۴۱
اَلشَّاهَ عَلَيْهِ اَيُّهَا الشَّيْخُ کا بیان	۴۱
تحریفات کا ذکر	۴۱

مضمون	صفحہ
وہابی کی نسبت کا بیان	۴۲
خرابی کی نسبت کو ملاحظہ کریں	۴۲
نجد کی سرزمین اور قیس	۴۳
بچے خوشبوے در مقام روزے	۴۳
لفظ سیّد کا کے سلسلے میں ایک قسم کی گستاخی	۴۴
مولانا اسماعیل دہلوی	۴۵
ولادت، وفات، عمر، تحصیل علم	۴۵
شاہ ولی اللہ کا فضل و کمال	۴۵
شاہ ولی اللہ کی اولاد	۴۶
مولانا اسماعیل کی تالیفات	۴۶
"تقویۃ الایمان" میں تحریف ہے	۴۷
"تذکیر الاخوان" مولانا اسماعیل کی نہیں ہے	۴۷
محمد سلطان غیر مقلد تھے	۴۷
۱۲۴۶ھ میں علماء کرام کا جامع مسجد میں جلسہ	۴۷
مولانا رشید الدین خان کے چھبیس مسائل	۴۸
مولانا اسماعیل کے جوابات	۴۸
تقویۃ الایمان کا محرف ہے	۴۹
رفع یدین کا تقشہ	۴۹
مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ	۴۹
روبہ مکر خود ٹھیک ہو جائے گا	۵۰
مولانا سید احمد رضا بجنوری کی تحریر	۵۰
تقویۃ الایمان کے متعلق پروفیسر شجاع الدین کا بیان	۵۱
وائٹ ہاؤس لندن میں پادریوں کا بیان	۵۲
غلام قادیان	۵۲

WWW.NAFSEISLAM.COM

مضمون	صفحہ
مولانا اسماعیل کی واعظی	۵۳
شرک خفی کو شرک جلی لکھنا	۵۳
اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ	۵۳
"تقویۃ الایمان" کی حقیقت	۵۴
وہابی کا رسالہ	۵۵
وہابی کے رسالہ سے "تقویۃ الایمان" کا مقابلہ	۵۶
دونوں رسالوں کی یک رنگی	۵۷
دونوں رسالوں کے ابواب و فصول	۵۷
نجدی کی عبارت	۵۸
مولانا اسماعیل کی عبارت	۵۸
وہابی کا رسالہ متن اور تقویۃ الایمان گویا شرح	۵۹
مولانا وحید الزمان نے لکھا ہے	۵۹
مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی کی ہے	۶۰
تقویۃ الایمان کی چند عبارتوں پر تبصرہ	۶۰
۱: وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ	۶۰
حضرت ابن عباس کا بیان	۶۰
حضرت ابن عمر کا قول	۶۰
۲: اللہ و رسول کے کلام کا سمجھنا	۶۱
حضرت علی کا ایک واعظ کو نکلوانا	۶۱
دِیْن کا لفظ دس معانی سے استعمال ہوا ہے	۶۲
حضرت فضیل کا قول	۶۲
حضرت عدی کا واقعہ	۶۲
شاہ عبدالقادر کا ارشاد	۶۳
ابن مرزوق کا قول نجدی کے متعلق	۶۳

مضمون	صفحہ
وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا کا بیان	۶۳
۳: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ	۶۳
تقویۃ الایمان میں شرک اکبر اور شرک اصغر کا بیان	۶۴
جو نجدی نے کہا مولانا اسماعیل نے کہہ دیا	۶۴
شاہ عبدالعزیز کے ۱۸ شاگردوں کی تقویۃ سے بیزاری	۶۵
۴: ہر مخلوق اللہ کی شان کے آگے چار سے ذلیل ہے	۶۵
حضرات انبیا کے واسطے ایسی کریہ تمثیل	۶۶
اولیا و انبیا بڑے بھائی ہوئے	۶۶
ازواج مطہرات کو اللہ نے اُمہات مؤمنین کہا ہے	۶۶
حضرت عمر کہتے ہیں میں ان کا عبد ہوں خادم ہوں	۶۷
حضرت علی فرماتے ہیں: اَنَا عَبْدٌ مِنْ عَبِيْدِ مُحَمَّدٍ	۶۷
حضرت محمد ابو سعید مجددی کا شعر	۶۸
حضرات عالی قدر کا طریقہ	۶۸
اس وقت کے جاہل مسلمانوں کا یقین محکم تھا	۶۸
مولانا محمود الحسن کا بیان	۶۸
انگریزوں نے صرف دہلی میں ۲۷ ہزار مسلمانوں کو پھانسی دی	۶۹
لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ الْهَوٰى کا بیان	۷۰
۵: ایک حکم میں کروڑوں جبریل و محمد	۷۰
اللہ کا ارشاد اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ	۷۰
مولانا فضل حق کی تحقیق انیق	۷۱
اس وقت کے سترہ علماء اعلام کی تائید و تصویب	۷۱
۶: کسی کی قبر پر دُور سے سفر کر کے جانا	۷۱
ابن تیمیہ اس قول کے پہلے قائل ہیں	۷۱
امام تقی الدین سبکی کی "شفاء السقام"	۷۱

WWW.NAFSEISLAM.COM

مضمون	صفحہ
مفتی صدرالدین کا رسالہ "مُنتہی المقال"	۷۲
سیّد سمہودی کی "وفاء الوفاء"	۷۲
حضرت عمر کا کعب احبار سے کہنا: تَزُوْرُ قَبْرَ النَّبِیِّ	۷۲
اَللّٰھُمَّ فَلَاذَنِیْ سَبِیْلَكَ وَوَفَاةً فِیْ بَلَدِ نَبِیِّكَ	۷۳
حدیث زُوْرُوا الْقُبُوْر	۷۳
ابنِ تیمیہ کے پروانوں کے نام	۷۳
سورج گہن کی نماز	۷۳
بُخاری کی روایتوں میں تعارض	۷۴
قباء میں قیام کی مدّت	۷۴
عیون الأثر کی عبارت	۷۵
امام مالک اور رفع یدین کی روایت	۷۵
کِتَابُ الْفِقْه عَلَى الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَة	۷۵
مدینہ منوّرہ کے فقہائے سبعہ	۷۶
چاروں برحق امام قرونِ ثلاثہ میں تھے	۷۶
ابنِ مسعود کا ارشاد	۷۶
۷ : اُدْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ	۷۷
نجدی کی عبارت اور مولوی اسماعیل کا ترجمہ	۷۷
شاہ عبدالقادر کا ترجمہ	۷۸
ابن جریر طبری کی عبارت	۷۸
زمخشری کی عبارت	۷۸
بیضاوی کی عبارت	۷۸
قاضی ثناء اللہ کی عبارت	۷۹
نواب صدّیق حسن خاں کی عبارت	۷۹
فتاوٰی عالمگیری کی عبارت	۷۹

مضمون	صفحہ
علامہ ابن کثیر کی عبارت	۸۰
مُسلِم میں اللہ کا ایک نام ہے	۸۰
مُسلِم کا ذبیحہ حلال ہے	۸۰
یہی مسلک حضرت علی ابن عباس سعید بن المسیب کا ہے	۸۱
علامہ ابن عابدین کی عبارت	۸۱
علماء مکّہ مکرّمہ نے نجدی رسالہ کا رَد لکھا	۸۲
ابوالحسن زیدان کی تائید کرتا ہے	۸۲
تقویۃ الایمان نجدی کی پیروی کا پہلا قدم ہے	۸۲
جہاد	۸۳
امام برحق کا تقرّر	۸۳
امامت کا مُنکر باغی مستحقِ القتل ہے	۸۳
سیرت سیّد احمد شہید کی عبارت	۸۳
یہ رَوافض کا مسلک ہے یا خوارج کا	۸۴
مولانا سندھی کی عبارت	۸۴
نجدی مبلغ علماء کے شاگردوں نے مشکلات پیدا کیں	۸۵
امام کو مہدی موعود قرار دیا	۸۵
میر محبوب علی کی کتاب	۸۵
جناب سیّد کی مجلس کا حال	۸۶
جناب سیّد سے تنہائی میں بات	۸۷
۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ھ کو امامت کا اعلان	۸۸
پہلے منکرینِ امامت کا قتل کرنا	۸۸
والیِ بلوچستان کو مکتوب	۸۸
نواب وزیرالدّولہ کو مکتوب	۸۸
سارے ہندوستان کے علماء اور مشائخ کُفر و ارتداد کی راہ پر	۸۹

مضمون	صفحہ
جہاد کا رُخ غیر مسلموں سے مسلوں کی طرف	۸۹
تاریخ تساہلیان کا بیان	۸۹
پائندہ خاں کا اپنے بیٹے کو گروی رکھنا	۹۰
سلطان محمد خاں کا اسپ یلی و مروارید کو نذرِ رنجیت سنگھ کرنا	۹۰
سرحد کے علماء و فضلاء کا بدگماں ہونا	۹۱
جناب سید احمد کا ان کو مکتوب	۹۱
نصیحت امام شہید اور "تقویۃ الایمان" لکھی	۹۱
پٹھانوں کی لڑکیوں کی شادیاں	۹۲
تھانیسری کا بیان	۹۲
مولانا سندھی کا بیان	۹۲
سلیمان نے نجدی سے کہا: تم نے ارکان ایمان چھ کر دیے	۹۳
نجدی نے اہل احوا کا مسلک لیا	۹۳
مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی کی	۹۳
شیرِ خدا حضرت علی کا مسلک	۹۳
میر محبوب علی کا بیان	۹۳
مولانا عبیداللہ سندھی کا بیان	۹۴
بغاوت کی چنگاری	۹۵
خان خویشگی کی لڑکی کا واقعہ	۹۵
افسروں اور کارندوں کا قتل	۹۵
اعلام نامہ	۹۶
سلطان محمد خاں کا جواب	۹۶
امیر شہید کی شہادت	۹۶

مضمون	صفحہ
۱۸۵۷ء میں علماء حق کے فتوٰی کی مخالفت	۹۸
صدیق حسن خاں کا بیان	۹۹
سید نذیر حسین کو سرٹیفکیٹ	۹۹
مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب	۱۰۰
مولانا مخصوص اللہ کا جواب	۱۰۱
رسالۂ چہاردہ مسائل (فارسی)	۱۰۴
چہاردہ مسائل کا آزاد ترجمہ	۱۰۹
۱. عقل و فکر سے کام لیا جائے یا صرف نقل سے	۱۰۹
۲. اہل ایمان کی رائے کا حکم	۱۱۰
۳. اجماع کا حکم	۱۱۰
۴. قیاس کا حکم	۱۱۰
۵. کتاب و سنت کی تاویل کا حکم	۱۱۰
۶. قبر کے بوسہ کا حکم	۱۱۰
۷. بدعت سیئہ کا فتوٰی دینے والا	۱۱۱
۸. بدعتی عبادت کا ایصال ثواب	۱۱۱
۹. ایک معتبر آدمی کا نقل اجماع	۱۱۲
۱۰. روح کا ادراک اور حس	۱۱۲
۱۱. بدعت سیئہ کا مستحسن	۱۱۳
۱۲. قرآن مجید کا مصحف میں لکھنا	۱۱۳
۱۳. حرکات کا لگانا	۱۱۳
اچھی بدعتوں میں سے یوم ولادت کی خوشی ہے	۱۱۴
۱۴. اگر قول یا فعل نہ ہو	۱۱۵
مراجع کتاب	۱۱۶
شرعی فیصلہ	۱۱۹

WWW.NAFSEISLAM.COM

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ۔

زمیں چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ نے گیارھویں صدی ہجری کے شروع سالوں میں رسالہ "ردِّ روافض" لکھا، ابتدا میں آپ نے ہندوستان میں اسلام کے پھیلنے پھولنے اور مسلمانوں کی یک مذہبی و یک رنگی کا بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں طوطیِ ہند حضرت خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے چودہ شعر لکھے ہیں، اور پھر حضرت مجدد نے ہندوستان میں شیعانِ علی کی آمد کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مجدد کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے: ایک اہلِ سنّت و جماعت، دوسرے شیعہ۔ اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا، وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی کا رسالہ "ردّ الاشراک" ان کی نظر سے گزرا اور انھوں نے اردو میں "تقویۃ الایمان" لکھی، اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا، کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہلِ حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا، معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات کا سلسلہ

شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہوئی شروع ہوئی ہیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علماء کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور ان حضرات نے بہ اتفاق اس کتاب کو رد کیا۔ اس رسالہ کے اواخر میں مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب اور مولانا محمد اللہ فرزند شاہ رفیع الدین کا جواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں ۔۔۔

مولانا محمد اللہ نے ساتویں سوال کے جواب میں لکھا ہے :

"اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے، پھر ان کا بھوت سن کر کچھ کچھ آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے۔"

مولانا ثناء اللہ امرتسری پنجاب میں اہل حدیث کے مشہور عالم ہوئے ہیں۔ وہ "شمع توحید" کے صفحہ چالیس میں لکھتے ہیں[1]

"امرتسر میں مسلم آبادی ہندو، سکھ وغیرہ کے مساوی ہے، اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی نمایاں کیا جاتا ہے۔"

مولانا ثناء اللہ نے ۱۹۳۷ء میں یہ بات لکھی ہے، اس سے اسی سال پہلے ۱۸۵۷ء تھا جب کہ انگریزوں نے ہندوستان پر عملاً کامل تسلط حاصل کیا۔

محمد جعفر تھانیسری نے اپنی گرفتاری اور بہ قید سیاہ دریائے شور کی سزا، اور پھر رہائی کا حال "تاریخ عجیب" میں لکھا ہے۔ یہ تاریخ کی نام ہے اور اس کتاب کی شہرت "کالے پانی" کے نام سے ہے۔ اس میں لکھتے ہیں[2]

"میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۷۸ھ) شاید پنجاب بھر میں درس وہابی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے اور اب (۱۲۹۶ھ) میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں۔"

---

[1] ملاحظہ کریں "دنیائے اسلام" کا صفحہ ۱۰

[2] ملاحظہ کریں رسالہ کالا پانی جو مکتوبات سید احمد شہید کے ساتھ چھپا ہے، ص ۳۹۲

یعنی پنجاب میں بڑی تیزی سے مولانا اسماعیل کا وہابی مذہب پھیل رہا ہے۔ یہ بات محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے جو مولانا اسماعیل کے معتقد اور ان کے تذکرہ نگار ہیں۔ خواجہ نسرو نے ہندوستان کے مسلمانوں کی یک رنگی اور یک مذہبی کا بیان کیا ہے اور حضرت مجدد نے شیعیت کی آمد سے مطلع کیا اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اور محمد جعفر تھانیسری نے وہابیت کے انتشار کی خبر دی۔

حضرت والد ماجد شاہ عبداللہ ابوالخیر قدس اللہ سرہ و نور ضریحہ نے ہم تینوں بھائیوں سے خصوصاً اور مخلصین سے عموماً بارہا فرمایا ہے کہ سو سال کی مدت میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن کا مطالعہ نہ کرو بلکہ متقدمین اور ائمہ اعلام کی کتابیں دیکھو اور اُن کے مسلک پر ثابت قدم رہو۔ نصیحت فرماکر بعض اوقات انتہائے محبت سے یہ شعر پڑھتے تھے:

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوستر دارند
جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

چناں چہ اس کا یہ اثر ہوا کہ ہم تینوں بھائیوں نے نہ کبھی تقویت الایمان اٹھاکر دیکھی، نہ وہابیت، نیچریت، اہل قرآن، اہل حدیث کی کتابوں کی طرف التفات کیا۔ اکابر اور اہل حق کی کتابوں نے اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔ یہ نسخہ تقویۃ الایمان کا جو میرے پاس ہے میرے منجھلے بھتیجے جناب نواب زادہ شفیق احمد خان صاحب انصاری پال بی مہاجر لاہور غفلتہ لہٗ وَرَحمَہٗ کا عنایت کردہ ہے۔ اگر یہ نسخہ نہ ہوتا تو کہیں سے مستعار یہ کتاب منگوانی پڑتی، حالاں کہ اس عاجز کا مکتبہ [illegible] اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مالا مال ہے۔ ۱۲

[illegible] میں مجلہ موقرہ

عہ نہ کرو بلکہ متقدمین اور ائمہ اعلام کی کتابیں دیکھو اور اُن کے مسلک پر
م رہو۔ نصیحت فرماکر بعض اوقات انتہائے محبت سے یہ شعر پڑھتے تھے:
نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوستر دارند
جوانان سعادت مند پند پیر دانا را
ناں چہ اس کا یہ اثر ہوا کہ ہم تینوں بھائیوں نے نہ کبھی تقویت الایمان اٹھاکر دیکھی، نہ
، نیچریت، اہل قرآن، اہل حدیث کی کتابوں کی طرف التفات کیا۔ اکابر اور اہل حق

ہے، اس مضمون نے اپنی طرف ملتفت کیا، چناں چہ دقیق نظر سے اس مضمون کا مطالعہ کیا۔ فاضل مقالہ نگار نے سترہ افراد کے سینتیس اقوال نقل کیے ہیں، زیادہ تر اقوال مولانا اسماعیل کے مکتبۂ فکر کے تربیت یافتہ گان کے ہیں۔ ایسے افراد کی مدح سرائی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مشہور قول ہے: "کس نہ گوید کہ دوغم ناتُرش است"۔ حضرات ثلاثہ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کے شاگرد ہندوستان کے بلند مرتبہ علماء تھے۔ ان حضرات نے "تقویۃ الایمان" کی خرابیوں کا بیان کیا ہے، اور اس سلسلہ میں رسالے لکھے ہیں ـــــ اگر تقویۃ الایمان ایسی ہی اعلیٰ اور بلند مرتبہ کتاب ہوتی تو یہ گرامی قدر علماء بہ اتفاق کیوں اس کو بُرا کہتے۔

فاضل مقالہ نگار نے ایک ایسے جلیل القدر عالم کا قول نقل کیا ہے جس کا تعلق اسماعیلیہ مکتبۂ فکر سے نہیں ہے اور وہ فاضل اَجل شیخ محسن بن یحییٰ صدیقی ترہٹی مصنفِ کتاب "اَلْیَانِعُ الْجَنِیُّ فِیْ اَسَانِیْدِ الشَّیْخِ عَبْدِ الْغَنِیِّ" ہیں۔ انھوں نے اس کتاب کی تلخ حقائق کے متعلق "وَاُخْرٰی فِیْ مَرَارَۃِ الْحَنْظَلِ" سے اشارہ کیا ہے۔ اُن کے علم وفضل وکمال کا اندازہ اس اشارہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ان مکروہ، ایمان سوز عبارات کا ذکر نہیں کیا اور ان کے تاثرات کا بیان کر دیا کہ دوسری کچھ باتیں ہیں جن میں اندرائن کی سی کڑواہٹ اور بدمزگی ہے۔

مقالہ نگار نے اس کے بعد صدیق حسن خاں کا قول ان کی کتاب "ابجد العلوم" سے نقل کیا ہے، جوں کہ صدیق حسن خاں کو حلقۂ تقلید سے آزادی "تقویۃ الایمان" سے ملی اور پھر یہ بے قیدی اُن کو یمن لے گئی اور وہاں قاضی شوکانی سے زیادہ تر اثرات لیے، لہٰذا ان کا مشغلہ یہی ہوا کہ وہ اکابر علماء اہلِ سنت وجماعت کو اہل بدعت کا نام دیں اور ان کی تنقیص کریں، چنانچہ انھوں نے اپنے استادِ اَجل علامہ زہیر صَدْرُ الصُّدُور مفتی صدرالدین خاں، یگانۂ روزگار علامہ فضل حق خیرآبادی اور شاہ عبدالعزیز کے نامی گرامی شاگردِ ارشد علامہ سلامت اللہ بدایونی وغیرہم من العلماء الاخیار کے ساتھ یہی کیا ہے اور پھر ۱۸۵۷ء میں علماء اخیار کے نعرۂ جہاد اور ان کے فتوے کو بے اثر کرنے کے لیے پوری کوشش کی اور لکھا[1]

---

[1] ملاحظہ کریں "امتیاز حق" ص ۸۳

"پس فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکمِ مذہبی سے جاہل ہیں اس امر میں کہ حکومت برٹش مٹ جاوے اور یہ امن و امان جو آج حاصل ہے، فساد کے پردہ میں جہاد کا نام لے کر اٹھا دیا جائے، سخت نادانی و بے وقوفی کی بات ہے۔ بھلا ان عاقبت نااندیشوں کا چاہا ہوگا یا اُس پیغمبر صادق کا فرمایا ہوا۔ آج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔"[1]

نہ نواب صاحب رہے، نہ ان کا تامن اور مُشَکّی برٹش حکومت اور تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کا ظہور ہوا۔

جہاں میں تو کار بکوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے، نہ کوئی رہے گا

سردار دو عالم رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے جس کو ائمہ حدیث نے روایت کر کے اُمّتِ مرحومہ کے واسطے اپنی کتابوں میں محفوظ کر دیا ہے کہ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔ "آسان کرو، مشکل نہ بناؤ، بشارت دو، نفرت نہ دلاؤ"۔ ——— کیا مکروہ تنزیہی کو بھی مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کو حرام قطعی قرار دینا اور شرک اصغر کو جس سے بچنا کوئی اَمرِ سہل نہیں ہے۔ ذرا سی ریا اور دکھاوٹ شرکِ اصغر اور شرکِ خفی ہے، شرکِ اکبر اور شرکِ جلی قرار دینا، آسان کرنا ہے یا مشکل بنانا۔ اور جو شخص ایسا فعل کرے وہ ارشادِ نبوی پر عمل کر رہا ہے یا اپنی من مانی کر رہا ہے۔

علماءِ اہلِ سنّت نے ارشادِ نبوی پر عمل کیا ہے اور غلط بات پر ٹوکا ہے اور سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کامل ادب اور احترام کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی ہے اور راستہ مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ کا دکھایا ہے یعنی "جو جس جماعت سے محبت رکھے وہ اُن ہی میں سے ہے۔" اللہ ہم سب کے قلوب اپنی محبت اور اپنے حبیب کی محبت سے شاداب و سرشار رکھے۔

محمد از تو می خواہم خدا را الٰہی از تو عشقِ مصطفیٰ را

میں نے تقویۃ الایمان کا مطالعہ بلا ادنیٰ تعصب اور اعتساف کے کیا اور افسوس ہوا کہ مولانا اسماعیل کیا لکھ گئے ہیں۔ چوں کہ مولانا کے تذکرہ نگار اُن کی جلالتِ علم پر متفق ہیں لہٰذا

---

[1] از ترجمان وہابیہ صدیق حسن خاں، مطبوعہ ۱۳۱۲ھ، ص ۷

یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی یکجہتی اور یک مذہبی تمام ہو اور نوسو سالہ اسلامی مملکت کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ تیس سال کی مدت میں صدہا سال کی تمام نعمت ہاتھ سے نکل گئی، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔

مجھ کو تقویۃ الایمان میں وہابیت کے اثرات نظر آئے۔ لہٰذا میں نے مختصر طور پر محمد بن عبدالوہاب کے حالات کا مطالعہ کیا اور اُن کے رسالہ "ردالاشراک" کا دقیق نظر سے مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولانا اسماعیل نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے، نجدی ردالاشراک سے لیا ہے، لہٰذا پہلے کچھ حال محمد بن عبدالوہاب کا اور ان کے رسالہ ردالاشراک کا لکھتا ہوں اور پھر مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان کے متعلق مختصر طور پر اظہار خیال کروں گا، تاکہ ناظرین کو حقیقت امر کا علم ہو، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ۔

تقویۃ الایمان کے رد میں علماء کرام نے بہ کثرت کتابیں لکھی ہیں۔ زیادہ اہم وہ دو کتابیں ہیں جو شاہ رفیع الدین کے گرامی قدر صاحبزادوں نے لکھی ہیں، مولانا محمد اسحٰق نے "تبدید الایمان" اور مولانا محمد موسیٰ نے "حجۃ العصیٰ فی اثبات الحیٰ" تحریر فرمائی ہے، یہ دونوں کتابیں آج تک چھپی نہیں ہیں۔ ایک کتاب مولانا شاہ مخلص الرحمٰن ملقب بہ جہانگیر شاہ نے "شرح الصدور" کے نام سے فارسی میں تیرھویں صدی کے آخر میں لکھی ہے، ان کے مخلصین نے اس کے ترجمہ کا خلاصہ اردو میں شائع کیا ہے۔ کاش اصل کتاب بھی طبع ہو جاتی۔ اس کتاب میں تعصب نام کو نہیں ہے اور حقیقت کی نشان دہی دو ٹوک انداز میں کی گئی ہے۔

اللہ کے نیک بندوں نے اردو میں اس کتاب کی خلاصوں کا اہتمام کر دیا ہے۔

جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا وَجَعَلَنَا مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔

ابوالحسن زید فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ
شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۱۱۰۰۰۲

دو شنبہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ
۲۹ جنوری ۱۹۸۲ء

WWW.NAFSEISLAM.COM

محمد بن عبدالوہاب کا مختصر حال

شیخ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن احمد بن راشد بن بزید بن محمد بن بزید بن مشرف نجدی جن کی طرف طائفہ وہابیہ کی نسبت ہے۔

ولادت: ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء یا ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء میں نجد کے مقام عیینہ میں ہوئی۔

وفات: ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء میں نجد کے مقام درعیہ میں ہوئی۔

① نواب سید صدیق حسن خاں نے "ابجد العلوم" میں کچھ تفصیل سے ان کا حال لکھا ہے جس میں اس کا خلاصہ لکھتا ہوں[1] لکھا ہے:

"ولادت عیینہ میں ہوئی۔ قرآن مجید پڑھا۔ اور حدیث کی سماع کی، اور اپنے والد سے جو کہ حنبلی فقیہ تھے ان میں سے تھے پڑھا، پھر حج کیا اور مدینہ منورہ گئے وہاں شیخ عبداللہ بن ابراہیم نجدی تمیمی ابوالوہاب حنبلی دشقی سے پڑھا، پھر اپنے والد کے ساتھ نجد آئے اور جریمل میں قیام کیا، والد کی وفات کے بعد عیینہ آگئے وہاں اپنی دعوت پھیلائی، پھر کسی وجہ سے درعیہ آگئے۔ وہاں امیر محمد بن سعود آل مقرن از اولاد بنی حنیفہ (از ربیعہ) نے ان کی حمایت کی۔ یہ واقعہ قریباً ۱۱۵۹ھ کا ہے، اس کے بعد محمد بن عبدالوہاب کی دعوت نجد میں اور جزیرۂ عرب کے مشرقی حصص میں عمان تک پھیلی۔

امام علامہ محمد بن ناصر الحازمی شاگرد شیخ الاسلام محمد بن علی شوکانی نے محمد بن عبدالوہاب کے متعلق لکھا ہے کہ ان پر غالب اتباع تھا (یعنی تقلید)۔ ان کے رسائل معروف ہیں، ان میں مقبول بھی ہیں اور مردود بھی، ان پر سب سے زیادہ نکیر دو باتوں کی وجہ سے کی گئی ہے:

ایک: صرف تلفیقات[2] بلا دلیل کے اہل جہاں کو کافر قرار دینا اور اس سلسلہ میں علامہ سید داؤد بن سلیمان نے انصاف کے ساتھ ان کا رد لکھا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو ابجد العلوم کے صفحہ ۸۷۱ سے ۸۷۷ تک [2] بعض باتوں کو بنا کر بیان کرنا۔

دوم: بغیر کسی حجت اور دلیل کے معصوم خون کا بہانا اور اس کام میں ان کا تو غل۔

ان دو باتوں کے علاوہ اور باتیں بھی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر سید مذکور نے کیا ہے۔

امام عبداللہ بن عیسیٰ بن محمد صنعانی نے ۱۲۱۸ھ میں کتاب السیف الهندی فی ابانة طریقة الشیخ النجدی لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب، عبدالعزیز نجدی کے محلہ میں فروکش ہوئے، عبدالعزیز نے بیعت کی اور وہاں کے لوگ ان کے مددگار ہوئے۔ ان لوگوں نے درعیہ کے قرب وجوار کی بستیوں میں اپنا مسلک پھیلایا۔ جب محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ ایک قوی جماعت ہوگئی: قَرَّرَ لَهُمْ اَنَّ مَنْ دَعَا غَيْرَ اللّٰهِ اَوْ تَوَسَّلَ بِنَبِيٍّ اَوْ وَلِيٍّ اَوْ عَالِمٍ اَوْ مَلَكٍ فَهُوَ مُشْرِكٌ اَوْ اَتَى. یہ قانون نافذ کر دیا کہ جو شخص اللہ کو آواز دے یا کسی نبی یا فرشتے یا عالم کا وسیلہ لے وہ مشرک ہے، اس کا ارادہ شرک کا ہو یا نہ ہو۔

محمد بن عبدالوہاب کے اس قول کی وجہ سے عام مسلمانوں کی تکفیر لازم آتی ہے اور اسی بنا پر وہ مسلمانوں سے لڑتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے ایک رسالہ پر بھی مطلع ہوا ہوں۔ اور جب مولیٰ علامہ سید محمد بن اسماعیل الامیر کو نجدی کی خوش کن باتیں پہنچیں، انھوں نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ کہا، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

سَلَامٌ عَلٰى نَجْدٍ وَمَنْ حَلَّ فِي نَجْدٍ وَاِنْ كَانَ تَسْلِيمِي عَلَى الْبُعْدِ لَا يُجْدِي

"میرا سلام نجد پر اور نجد میں فروکش ہونے والے پر ہو، اگرچہ دور سے میرا سلام کرنا سود مند نہیں۔"

اور جب یمن پہنچنے والے بعض افراد سے حقیقت حال کا علم ان کو ہوا، وہ سمجھ گئے کہ یہ تحریک فساد سے خالی نہیں ہے اور انھوں نے دوسرا قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

رَجَعْتُ عَنِ الْقَوْلِ الَّذِي قُلْتُ فِي النَّجْدِ فَقَدْ صَحَّ لِي عَنْهُ خِلَافُ الَّذِي عِنْدِي

"میں اپنے اس قول سے باز آیا جو میں نے نجد کے متعلق کہا تھا، کیوں کہ جو کچھ میں سمجھا تھا اس کا خلاف صحت کے ساتھ مجھ پر ظاہر ہو گیا ہے۔

اور علامہ وجیہ الاسلام عبدالقادر بن احمد بن الناصر نے لکھا ہے اور آپ کی تحریر سے میں نقل کرتا ہوں کہ ۱۰۷۰ھ میں ہمارے پاس شیخ فاضل مزید بن احمد بن عمر التمیمی، النجدی الحریملی آئے (حریملہ سدوس کے قریب بلاد یمامہ کے شروع میں جانب مغرب واقع ہے)۔ اُن کی

ایک مسئلہ میں تحقیق کرنے کے لئے آمد ہوئی تھی، اور مسئلہ یہ تھا کہ اولیاء اللہ کو پکارنے والے کو کافر قرار دینے کے سلسلہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب سے ان کا مباحثہ ہوا۔ محمد بن عبدالوہاب کا قول تھا کہ جو شخص اولیاء کو پکارے وہ کافر ہے اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

شیخ مزید نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا تھا۔ اور جب انھوں نے ہمارے شیخ علامہ محمد بن اسماعیل الامیر کا پہلا مدحیہ قصیدہ سنا تو اس کے جواب میں ایک چھوٹا قصیدہ کہا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مذہب کی تحقیق میں اس وقت کے دو اماموں کا یہ بیان ہے:

مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّوْلَدَ اَکْثَرُ هٰذِهِ الطَّبَقَةِ الَّتِیْ نَحْنُ فِیْهَا، اِنْتَهٰی یعنی ہمارے دور کے اکثر افراد کی پیدائش سے پہلے کا بیان ہے۔

علامہ بدرالملۃ سید محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی نے مذکورہ قصیدہ کی شرح لکھی ہے، اس کا نام "مَنْحُ الْخَوَنَةِ فِیْ شَرْحِ اَبْیَاتِ التَّوْبَةِ" رکھا ہے (اَبیاتِ توبہ کی تشریح کرکے گناہ کا شفا") وہ اس شرح میں لکھتے ہیں:

مدحیہ قصیدہ کے نجد پہنچ جانے کے کئی سال بعد صفر ۱۱۷۰ھ کو ایک عالم میرے پاس آئے، ان کا نام شیخ مزید تمیمی ہے، اور وہ بیس شوال ۱۱۷۰ھ کو مجھ سے رخصت ہوکر اپنے وطن چلے گئے، وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ان سے مجھ کو معلوم ہوا کہ میرا مدحیہ قصیدہ محمد بن عبدالوہاب کو مل گیا ہے، شیخ مزید کی آمد سے پہلے میرے پاس شیخ فاضل عبدالرحمٰن نجدی آئے تھے، ان کی آمد بھی میرے قصیدہ کے پہنچ جانے کے بعد ہوئی تھی، انھوں نے محمد بن عبدالوہاب کے ایسے احوال سنائے جن کو سن کر انسان رو پڑے، جیسے مسلمانوں کا قتل، اموال کا لوٹنا، نفوس کے قتل کرنے میں ان کی پیش رفت، چاہے مکر و فریب ہی سے کیوں نہ کسی کو قتل کیا جائے، اُمتِ محمدیہ کو چاہے وہ کسی حک میں ہو کافر قرار دینا۔ شیخ عبدالرحمٰن کے اس بیان کے قبول کرنے میں ہم کو کچھ تردد رہا تا آں کہ ہمارے پاس شیخ مزید آئے جو کہ اچھی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور ہمارے پاس محمد بن عبدالوہاب کے بعض رسالے بھی پہنچے، ان رسالوں میں اہل ایمان کو کافر قرار دینے اور ان کو قتل کرنے اور ان کا مال لوٹنے کا بیان ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کے

لہ آپ کی وفات ۱۱۸۲ھ میں ہوئی ہے۔ ابجد العلوم، ص ۸۰۷

رسالوں کو پڑھ کر اور ان کے احوال سن کر ہم کو یقین ہو گیا کہ اس شخص کو شریعت کے صرف ایک حصہ کا علم ہے اور وہ بھی دقیق نظر سے نہیں دیکھا ہے اور نہ کسی باکمال سے پڑھا ہے کہ وہ اس کو صحیح راستہ پر لگاتا اور مفید علوم سے آگاہ کرتا، اور لفظ اور دقیق سنی کی راہ پر لگاتا۔

محمد بن عبدالوہاب نے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم الجوزیہ کی بعض تالیفات کا مطالعہ کیا ہے اور صحیح طور پر سمجھے بغیر ان دونوں کی تقلید کی ہے حالاں کہ یہ دونوں تقلید کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

جب ہم پر محمد بن عبدالوہاب کا حال صحیح طور پر واضح ہو گیا اور ہم نے ان کے رسائل پڑھے، ہم کو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے قصیدہ کی وجہ سے ان کی شان میں ہے' وہ قصیدہ ہر جگہ اور ہر ملک پہنچا ہے۔ مکہ مکرمہ، بصرہ وغیرہ سے اس کے رد آئے، اور میں نے دیکھا کہ وہ انصاف سے خالی تھے اور پھر شیخ مرد نے مجھ سے مواعدہ کیا اور ہم کو خیال ہوا کہ کہیں محمد بن عبدالوہاب کے گرتوتوں کی بازپرس ہم سے نہ ہو، لہٰذا ہم نے دوسرا قصیدہ لکھا اور اس کی شرح میں ان قوم اور ان کے استاد ابن تیمیہ کے اقوال بہ کثرت نقل کئے کیوں کہ یہ دونوں حنبلی تھے۔ انتہیٰ۔

اور سید محمد امین بن عمر معروف بہ ابن عابدین نے "ذرّ مختار" کی شرح "ردّ المحتار" مطبوعہ ۱۲۷۲ھ کی تیسری جلد، باب البغات، ص ۳۰۹ میں لکھا ہے:

جیسا کہ ہمارے زمانہ میں پیدا ہوا ہے کہ نجد سے عبدالوہاب کے پیروان نکلے اور انھوں نے حرمین پر قبضہ کیا، وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو وہ مشرک ہے، اکثر بیشتر انھوں نے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے۔ تاآں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت اور طاقت توڑی، ۱۲۳۳ھ میں مسلمان افواج کو ان پر فتح دی اور ان کا وطن برباد کیا، اھ۔

محمد بن عبدالوہاب کی تالیفات:

۱۔ كِتَابُ التَّوْحِيْدِ الَّذِيْ هُوَ حَقُّ اللّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَغْفِرْ لِمَنْ لَمْ يَقُمْ بِهٖ وَلَمْ يَعْذُرْ بِالْجَهْلِ بِهٖ وَلِهٰذَا عَدَّهُ سَبَبًا لِدُخُوْلِ النَّارِ۔

۲۔ كِتَابُ التَّوْحِيْدِ الْمُشْتَمِلُ عَلٰى مَسَائِلَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ. أَوَّلُهُ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: مَا كَانَ

الجنۃ والناس الا بمتدئ، ولیس لھذا الکتاب دیباجۃ، ذکر فیہ الآیات والأحادیث ثم یتکلم فیہ مسائل۔

۲۔ کتاب فی مسائل خالف فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھل الجاھلیۃ من اھل الکتاب وغیرھم، وھو مختصر فی نحو کراسۃ۔

۳۔ کتاب کشف الشبھات فی بیان التوحید ومایخالفہ والرد علی المشرکین

۴۔ رسالۃ از بعۃ قواعد من قواعد الدین فی نحو ورقۃ۔

۵۔ کتاب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر

۶۔ کتاب فی الصبر لشھادۃ ان لا الہ الا اللہ

۷۔ کتاب الصبر شروطہ والفاظہ

۸۔ رسالۃ فی معنی لا الہ الا اللہ ونواقضھا

۹۔ رسالۃ فی بیان التوحید فی الصلاۃ

۱۰۔ رسالۃ فی معنی الطیرۃ الطیرۃ

۱۱۔ رسالۃ فی تحریم التشبہ

یہ ہیں ان کی وہ تالیفات جن کو اس وقت تک میں دیکھ سکا ہوں، وفیھا ما یقبل ورد" ان میں قبول کرنے کے لائق بھی ہیں اور رد کرنے کے لائق بھی۔"

محرم ۱۲۱۸ھ میں وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، اس وقت عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے ایک رسالہ[1] مکہ مکرمہ میں تقسیم کیا، اس رسالہ میں ان کتابوں کا انکار ہے جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور وہ کتب صحاح کے مخالف ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب کے متعلق لوگ مختلف خیال رکھتے ہیں، ایک جماعت کے نزدیک ان کی ہر بات، ہر فعل، ہر تحریر اور ان کی طرف منسوب ہر شے اچھی ہے، اور ایک جماعت بالکل اس کے خلاف ہے اور ان کے نزدیک محمد بن عبدالوہاب کی ہر بات، ہر فعل، ہر کام برا ہے اور

---

[1] یہ رسالہ ۲۰ محرم ۱۲۱۸ھ کو مکہ مکرمہ میں لکھا ہوا میرے پاس مجموعی تقطیع میں موجود ہے، عبداللہ نے لکھا ہے۔ اس کے ۴۰ صفحات ہیں کسی صفحہ میں نو سطروں میں کسی میں زیادہ پندرہ سطروں تک بھی ہے۔

ایک جماعت انصاف کے راستہ پر ہے اور اچھے کو اچھا، بُرے کو بُرا کہتی ہے، یہ صحیح مسلک پر ہے۔
تمام ہوا "ابجد العلوم" کی عبارت کا خلاصہ۔

نواب صدیق حسن خاں نے محمد بن عبدالوہاب کے بارہ رسالوں کا اور عبداللہ پسر محمد بن عبدالوہاب کے ایک رسالہ کا ذکر کیا ہے۔ ایک اہم رسالہ کا ذکر کرنا ان سے رہ گیا ہے۔ ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ میں نجدیوں نے اچانک طائف پر حملہ کیا، خلق خدا کو قتل کیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مسجد گرائی اور پھر محمد بن عبدالوہاب کا ایک مختصر رسالہ مکہ مکرمہ ارسال کیا۔ یہ رسالہ جمعہ، محرم ۱۲۳۱ھ کو چاشت کے وقت مکہ مکرمہ پہنچا، اسی وقت مکہ مکرمہ کے ڈپٹی نے (ترکی فوجی افسر ہوا کرتا تھا) مکہ مکرمہ میں موجود تمام علماء کرام کو حرم شریف میں جمع کیا اور احمد بن یونس الباعلوی کو مقرر کیا کہ علماء کرام کا جواب تحریر کریں، باب بیت اللہ شریف کے سامنے دروازہ کے سامنے اجتماع ہوا۔ اور نجدی رسالہ کا کچھ حصہ پڑھا جاتا تھا اور پھر اس کا جواب لکھوایا جاتا تھا۔ عصر کی اذان تک اس سے فارغ ہوئے، زیادہ تر جوابات شیخ ظہر عبدالرسول اور عقیل بن یحییٰ علوی نے لکھوائے ہیں اور کچھ جوابات شیخ عبدالملک اور حسین مغربی کے ہیں، اس وقت طائف کے بعض مظلومین بھی پہنچ گئے۔ لکھا ہے:

إجتمع العلماء أخوال المكرم وقعد الخطيب أبو حامد عمر وفرش علوم الصحيفة المعنونة النجدية وما نقشت (احمد کا تب لکھتے ہیں) من اقوال العلماء في رد هذا قال أيها العلماء و الفضلاء والمفتي فيهم أنهم عاندوهم فما تقولون فيهم فاجتمع كافة العلماء والقضاة والمفتي من المذاهب الأربعة على كلمة واحدة وقالوا بإجماع الإسلام الذين جاءوا للحج وكانوا جالسين ومستظرين إلى حول البيت عاشر المحرم وعلموا بكفرهم وبأنه يجب على أمير مكة أن يخرج لديهم من الحرم ويجب على المسلمين معاونته ومقاتلته فمن تخلف بلا عذر يكون إثما ومن قاتلهم يصير شهيدا ومن قتل من أيديهم يكون شهيدا فانعقد الإجماع بلا خلاف على كلمة واحدة وذلك الفتوى وهو إنها بعد الصلاة إلى الشر يصير أمير مكة المعظمة والمحرم من بمكة على قتالهم واتباع أمير مكة في الجهاد عليهم والخروج معه من حد الحرم إلى حيثهم واشتغل كلهم في إستعداد و اللهم انصرنا

عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

محمد بن عبدالوہاب کا یہ مختصر رسالہ ۱۲۲۱ھ میں تمام ممالک اسلامیہ میں پہنچ گیا ہے، چنانچہ ہندوستان بھی پہنچا اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی حیات میں دہلی پہنچا اور مولانا اسماعیل نے جزوی ردو بدل کے ساتھ "تقویۃ الایمان" کے نام سے مشہور کیا۔

(۳) علامہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی، برادر محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے بھائی کے مسلک کے رد میں "اَلصَّوَاعِقُ الْاِلٰهِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى الْوَهَّابِيَّةِ" علمی رسالہ، ان کی دعوت کے آٹھویں سال لکھا ہے۔ یعنی ۱۱۶۷ھ کو علامہ سلیمان نے ابتدائے امر میں اپنے بھائی کو بہت سمجھایا اور جب نجد کے امیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور خون مسلم کی کوئی قدر نہ رہی اور علامہ سلیمان کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا، وہ حرمین محترمین چلے گئے اور وہاں سے یہ یادگار علمی رسالہ لکھ کر اپنے بھائی کو ارسال کیا۔ یہ رسالہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور علماء کرام کے اقوال سے مالا مال ہے، اردو ترجمہ اختصار بعض فوائد کا آزاد ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء میں چھپا تھا، پھر ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں مکتبۂ ایشق نے استانبول میں طبع کیا ہے۔ یہی طباعت پیش نظر ہے اور اسی کے صفحہ کا نمبر ہر فائدہ کے بیان کرنے سے قبل لکھتا ہوں تاکہ تحقیق کرنے والوں کو مراجعت میں سہولت رہے۔

آگاہی: علامہ سلیمان نے اپنے رسالہ میں اول تا آخر جمع کے صیغہ سے اپنے بھائی کو خطاب کیا ہے۔ اردو میں اس کیفیت کی تعبیر "آپ" سے کی گئی ہے۔ ملاحظہ کریں:

ص۲ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ اسلام کی اساس پانچ چیزوں پر ہے: شہادت اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز قائم کرنی، زکات ادا کرنی، رمضان کے روزے رکھنے اور بیت اللہ کا حج اگر قدرت اور سبیل ہو۔

ص۵ لیکن آپ ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں، نماز، روزہ، حج اور زکات کے پابند ہیں۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے خلق خدا کو کافر بنانے کا قول کہاں سے لیا ہے۔

اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم شرک کرنے والوں کو کافر کہتے ہیں، اللہ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ

لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ، الآیۃ۔ "شرک کرنے والوں کو اللہ نہیں بخشتا۔" (شیخ سلیمان نے اس مفہوم کی اور آیتیں بھی لکھی ہیں اور پھر لکھا ہے) یہ مبارک آیتیں برحق ہیں اور اہل علم نے جو مطلب ان کا بیان کیا ہے وہی درست ہے۔ وہ کہتے ہیں: غیر اللہ کو اللہ کا شریک بنانا شرک ہے۔ مشرکین کہتے ہیں، هٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا "یہ ہمارے شریک ہیں۔" اور جب مشرکوں سے کہا جاتا ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو وہ اس کو بڑا سمجھتے ہیں جیسا کہ اللہ نے بیان کیا ہے: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُونَ۔

جو تفاصیل آپ نے بیان کی ہیں کہ اس کام کا کرنے والا مشرک، اس کام کا کرنے والا مشرک۔ آپ نے یہ تفاصیل کہاں سے لی ہیں؟ کیا ان چھ کتابوں میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے؟ اگر کہی ہے اس کا نام ہم کو بتائیں تاکہ ہم آپ کی پیروی کریں۔

صـ۵ ہر مذہب کے اہل علم نے ایسے اقوال اور افعال کا بیان کیا ہے جن کے کرنے سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے، لیکن کسی نے یہ نہیں لکھا کہ جو شخص غیر اللہ کی نذر مانے وہ مشرک ہوا یا غیر اللہ سے مانگنے والا مرتد ہوا یا غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے "اُف ہے یا قبر کا مسح کرنے والا یا قبر کی مٹی اٹھانے والا اسلام سے خارج ہوا۔ اگر کسی نے ان اعمال کے کرنے والے کو کافر یا مشرک یا مرتد قرار دیا ہے تو آپ ہم کو بتائیں۔ علم کو چھپانا جائز نہیں۔

صـ۶ اہل علم نے "کتاب الجنائز" میں دفن کرنے اور زیارت میت کے بیان میں قبر کو مسح کرنے، قبر کی مٹی لینے، قبر کا طواف وغیرہ کرنے کا ذکر کیا ہے، کسی نے مکروہ لکھا ہے اور کسی نے حرام۔ لیکن کسی نے بھی ان امور کے کرنے والے کو کافر مرتد نہیں کہا ہے اور نہ کافر اور نہ کسی نے یہ لکھا ہے کہ جو شخص ان امور کے کرنے والے کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ آپ "کتاب الفروع" اور "الاقناع" یا کسی دوسری کتاب کا مطالعہ کریں۔ (الفروع، الاقناع حنبلی فقہ کی کتابیں ہیں)

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ اور ابن قیم نے اہل سنت کے متفق علیہ اصول کا بیان کیا ہے۔ ان میں سے ایک اصل یہ ہے: اگر اس امت کا کوئی جاہل یا خطاکار اپنی جہالت یا خطا کی وجہ سے کفر یا شرک کا کوئی کام کرے وہ کافر یا مشرک نہیں ہوگا۔

صـ۷ ان مسئلہ اور متفقہ اصول میں سے ایک اصل یہ ہے کہ مسلمان میں دو مخالف مادے

جمع ہو سکتے ہیں، جیسے کفر و اسلام یا کفر و نفاق یا شرک اور ایمان۔

ص۲۸ ابن قیم نے "منازل السائرین" کی شرح میں لکھا ہے:

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور اس کی عداوت کا اجتماع مختلف وجوہات کی بنا پر کسی شخص میں ہو سکتا ہے، وہ ایک وجہ سے اللہ کا محبوب ہوگا اور دوسری وجہ سے مبغوض بلکہ ایک ہی گھڑی میں ایمان اور نفاق، یا ایمان اور کفر کا حامل ہو سکتا ہے اور وہ ان دو مختلف کیفیات میں سے کسی ایک کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ" (آل عمران، آیت ۱۶۷) وہ لوگ اس دن کفر کی طرف نزدیک ہیں ایمان کے اور اللہ کا ارشاد ہے: "وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ" (یوسف، آیت ۱۰۶) اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ (یعنی ایمان نہیں لاتے) مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔ ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہے کہ ایمان کے ساتھ شرک کی مقارنت اور ملاوٹ ہو سکتی ہے، اب دیکھنا شرک کو ہے کہ وہ کس قسم کا شرک ہے۔ اگر اس شرک سے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب ہوتی ہے تو ایمان مفید نہیں ہے، اور اگر انبیاء کی تکذیب نہیں ہوتی بلکہ اس شرک کرنے والے کا انبیاء کی تصدیق اور آخرت پر یقین ہے اور وہ دوسرے قسم کے شرک میں مبتلا ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے، دوزخ میں جائے گا اور پھر اس میں سے نکالا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے "وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ" (مائدہ، آیت ۴۴) [illegible] ہیں "منکر" کے بیان میں فرمایا ہے، یہ کفر اس طرح کا کفر نہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دے۔

ص۱۱ اہل سنت کا یہی مسلک ہے، سب سے پہلے خوارج نے اختلاف کیا اور اس کا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا، خوارج نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ اور ان کے طرفداروں کو کافر قرار دیا، لیکن حضرت علی نے خوارج کو کافر قرار نہیں دیا۔

ص۱۵ خوارج کے بعد قدریہ کا ظہور ہوا۔

ص۱۶ پھر معتزلہ کا ظہور ہوا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ص۱۵ پھر جہمیہ کا ظہور ہوا۔

ص۲۱ فرقِ باطلہ کے متعلق علماء اعلام نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں:

۱. "بڑے کفر اور شرک والے ہیں"۔

۲. "بعض کتاب (قرآن مجید) پر ایمان لائے ہیں اور بعض کی تکفیر کی ہے"۔

۳. "یہ لوگ مشرکین اور صابئین کے فروع ہیں"۔

۴. "ان لوگوں نے تمام انبیاء کی مخالفت کی ہے"۔

۵. "انھوں نے حق سے عناد برتا ہے"۔

باوجود اس کے اِنَّ الْاِمَامَ اَحْمَدَ لَمْ یُکَفِّرْ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ "امام احمد ان کو کافر قرار دیتے ہیں اور نہ سلف میں سے کوئی بھی"۔

خدارا آپ خیال کریں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں "اَیُّ قَوْلٍ اَشَرُّ مِنْ هٰذَا فَهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ لَمْ یُکَفِّرْهُ فَهُوَ كَافِرٌ" "یہ آپ کا کیسا قول ہے کہ جو آپ سے مخالف کرے وہ کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے"۔ آپ اس غلطیات کو چھوڑیں، سلفِ صالح کے طریقہ کو اپنائیں، اہل بدعت کی روش کو چھوڑیں۔ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے کہا ہے:

"بُری بدعتوں میں سے یہ بدعت ہے کہ مسلمانوں کے طوائف میں سے کسی طائفہ کو کافر قرار دیا جائے اور ان کی جان اور مال کو حلال سمجھا جائے"۔

ص۳۵ آپ اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو غیر اللہ کی نذر مانے یا غیر اللہ کو پکارے، آپ کی تکفیر صحیح نہیں، کیونکہ اگر صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ [illegible] ممانعات کی بنا پر حدود کو دفع کیا جائے۔ یہاں صرف شبہ ہی نہیں ہے بلکہ غیر اللہ کو پکارنے اور ان سے مدد طلب کرنے کی روایات موجود ہیں۔ حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابو عوانہ اور بزار نے صحیح سند سے اور ابن سنی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِكُمْ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا، فَاِنَّ لِلّٰهِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ" "اگر تم میں سے کسی کا جانور صحرا میں چھوٹ جائے تو وہ بلند آواز سے کہے: اے اللہ کے بندو روکو، اے اللہ کے بندو روکو،

اے اللہ کے بندو روکو۔ تین بار۔ اللہ کی طرف سے حاضرین میں وہ اس کو روکیں گے۔" اور طبرانی نے روایت کی ہے: اِنْ لِلّٰہِ عِبَادًا حَبَسَہُمْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ "اگر معاونت کا طلبگار ہو کہے: اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔"

ائمہ نے اس حدیث شریف کی روایت کی ہے اور اس کو نقل کر کے اس کی اشاعت کی ہے اور اُمت کے واسطے محفوظ کیا ہے۔ ائمہ نے اس حدیث مبارک کا انکار نہیں کیا ہے، امام نووی نے اَذکار[1] میں، ابن قیم نے اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ میں، اور ابن مُفلح نے آداب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن مُفلح (حنبلی) نے اس مبارک اثر کو بیان کر کے عبداللہ پسر امام احمد حنبل سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا فرماتے تھے: میں نے بادیہ حج کیے، ایک مرتبہ راستہ بھٹک گیا۔ میں پیادہ تھا۔ میں نے کہنا شروع کیا: یَا عِبَادَ اللّٰہِ دُلُّوْنِیْ عَلَی الطَّرِیْقِ۔ "اے اللہ کے بندو ہم کو راستہ بتاؤ۔" میں اس کو مکرر کہتا رہا تا آں کہ میں راستہ پر آ گیا۔ اھ۔

ص ۳۵ غائب سے اور میت سے طلب کرنے والے کو آپ نے کافر قرار دیا ہے بلکہ آپ کے نزدیک اُن مشرکین سے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے ان لوگوں کا شرک بڑھا ہوا ہے جو خشکی میں اور سمندر میں غیر اللہ سے طلب کرتے ہیں آپ کا استدلال وہ مفہوم ہے جو آپ سمجھے ہیں حالانکہ اس مفہوم پر نہ خود آپ کو اعتماد کرنا چاہئے اور نہ کسی دوسرے کو، کیوں کہ جلیل القدر علماء نے ان روایات پر عمل کیا ہے، اور اُن کا عمل آپ کے واسطے شبہ

---

[1] امام نووی نے "اذکار" میں اس حدیث کو سہو یا بھول چوک میں سے ایک شق ذکر کیا اور پھر خود ہی اس کو واضح لکھا ہے کہ اس مبارک دعا کے پڑھنے والے کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے اور اس کے مخلص نیک بندوں سے مدد طلب کرے۔ اسی طرح نواب قطب الدین خاں نے "مظہر الجلیل" میں تردید کے بعد کچھ فوائد بھی لکھے ہیں۔ عباد اللہ کے بیان میں لکھا ہے: ف مراد بندگان خدا ہے رجال الغیب میں بھی ابدال یا لکھا کہ مسلمان ہیں ستت اور طبرانی کی روایت کو بعد لکھا ہے: ف یا نوں مادی کا ہے۔ میر ک شاہ نے بعض ثقہ علماء سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور تمام مسافر اس کی طرف آ جاتے ہیں اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس کام میں (جانور کے بھاگنے میں) اور ہو سکتا ہے کہ مقصود پر غلبہ ہو۔ مظہر الجلیل مطبوعہ ۱۲۵۳ھ) افسوس صد افسوس مدّ عبان سنت نے مظہر الجلیل کی عبارت میں تحریف کر دی ہے۔ پہلا کام یہ کیا ہے کہ حدیث کو حسن کی جگہ ضعیف لکھ دیا ہے اور دوسرا کام یہ کیا ہے کہ "مراد بندگان خدا ہے" ابدال اور مسلمان ستت کو حذف کر دیا ہے، یَا لَقَبِیْحَۃَ الْحِیَلِ وَذَہَابَ الْعُلَمَاءِ۔ دوسرے کی کتاب میں ایسا تصرف حرام ہے۔

بن رہا ہے، آپ اس کو شبہ کیوں نہیں قرار دیتے۔ "مختصر کتاب الروضہ میں ہے:

جو شخص شہادتین کا قائل ہے اور وہ کسی بدعت کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی دلیل کوئی تاویل ہے لیکن تاویل کو صحیح طور پر سمجھا نہیں ہے، ایسے شخص کو مل الاطلاق کافر نہیں کہا جائے گا۔ ہمارے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

ص ۳۰ آپ کے مذہب کا بطلان اس صحیح حدیث سے ثابت ہے جس کی روایت بخاری نے معاویہ بن ابی سفیان سے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس سے اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں سمجھ دیتا ہے، میں تقسیم کرنے والا ہوں اور دینے والا اللہ ہی ہے، اس اُمت کی حالت سیدھی رہے گی جب تک قیامت برپا ہو، یا جب تک اللہ کا حکم آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خبر دیتے ہیں کہ اس اُمت کی حالت قیامت برپا ہونے تک ٹھیک رہے گی اور آپ ان امور کی وجہ سے جو کہ قدیم الایام سے ان میں رائج ہیں، ان سب کو کافر و مشرک قرار دے رہے ہیں۔

ص ۳۸ اِنَّ هٰذَا وَالْاُمُوْرَ حَدَثَتْ مِنْ قَبْلِ زَمَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ، یہ امور حضرت امام احمد کے زمانے سے پہلے سے رائج ہیں، وگرنہ ان امور کا مرتکب بڑی مورتیوں کی پوجا ہوتی تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی حالت مستقیم نہیں ہوتی، یہ اُمت بڑی مورتیوں کی پجاری ہوتی۔

ص ۴۳ آپ نے [illegible] صحیح [illegible] عباس کی روایت بخاری مسلم نے ابوہریرہ سے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رَاْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ کفر کا سر مشرق کی طرف ہے" اور ایک روایت میں ہے: ایمان یمانی ہے اور اُدھر سے فتنہ ہے جہاں سے تَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ "شیطانی طاقت اُبھرے گی" اور بخاری مسلم میں ابن عمر سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ مشرق کی طرف تھا، آپ نے فرمایا: اِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا "فتنہ اُدھر ہے۔" اور بخاری نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

WWW.NAFSEISLAM.COM

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَيَمَنِنَا ! اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَيَمَنِنَا. قَالَ الْوَهْبِيُّ فِيْ نَجْدِنَا. قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَيَمَنِنَا قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّهُ قَالَ الثَّالِثَةَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَمِنْهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ وَلِاَحْمَدَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَفِيْ صَاعِنَا وَفِيْ مُدِّنَا وَيَمَنِنَا وَشَامِنَا وَعِرَاقِنَا ثُمَّ اسْتَقْبَلَ مَطْلَعَ الشَّمْسِ فَقَالَ هٰهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ وَقَالَ مِنْ هٰهُنَا الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ.

"اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے، اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ کہنے والوں نے کہا: اور ہمارے نجد میں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ کہنے والوں نے کہا: اور ہمارے نجد میں۔ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں سے شیطانی قوت اُبھرے گی۔ اور امام احمد نے ابن عمرؓ کی حدیث مرفوعاً روایت کی ہے: "اے اللہ ہمارے مدینہ میں، ہمارے صاع میں، ہمارے مُدّ میں، ہمارے یمن میں اور ہمارے شام میں برکت دے۔" پھر آپ نے اپنا رُوئے انور سورج نکلنے کی طرف کیا اور فرمایا: "اِدھر سے شیطانی قوت ابھرے گی اور فرمایا: یہاں سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے۔"

میں کہتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً سچے ہیں، اللہ کی رحمتیں اور اس کا سلام اور اس کی برکتیں آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام اصحاب پر نازل ہوں، یقیناً آپ نے امانت ادا کی اور پیام پہنچایا۔ شیخ تقی الدین (ابن تیمیہ) نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے دفات کرنے کی طرف مشرق (کا علاقہ) ہے اور وہاں سے مسیلمۃ الکذاب نکلا تھا جس نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ پہلا حادثہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رُونما ہوا تھا اور خلائق نے اس کی پیروی کی اور آپ کے خلیفۃ الصدیق

لہ قَرْنُ الشَّيْطَانِ (کذا) فرماۃ، گروہ اور پیروان راے، اور یا توانائی و اقتدار و برانگیختگی و چیرگی و غلبہ اور۔ (منتہی الادب، ج ۳، ص ۲۸۴، ک ۲)

تے "صاع" اور "مُدّ" غلہ ناپنے کے پیمانے ہیں۔ صاع میں تقریباً اڑھائی سیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مُدّ صاع کا چوتھائی ہے۔ عراق اور حجازی مُدّ اس سے بڑے ہوتے ہیں۔ (از بیان العسان)

نے اُن سے قتال کیا۔ انتہی۔ اس حدیث سے استدلال کے کئی وجوہ ہیں میں بعض کا ذکر کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ مشرق سے نکلے گا اور یہ بات بار بار فرمائی۔

آپ نے حجاز اور اہل حجاز کے لئے بار بار دعا فرمائی اور آپ نے اہل مشرق کے لئے انکار فرمایا کیوں کہ وہاں فتنے ہیں خاص کر نجد میں۔

پہلا فتنہ جو کہ آپ کے بعد پیدا ہوا وہ ہمارے اسی علاقہ میں ہوا ہے۔

ص۴۴ جن امور کی وجہ سے آپ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص ان امور کے مرتکب کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ یہ امور مکہ مدینہ اور یمن میں سالہا سال سے پڑھے ہیں بلکہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ دنیا میں یہ امور اس کثرت سے کہیں نہیں جتنا یمن اور حرمین میں ہیں۔

اب آپ کہتے ہیں کہ آپ کے مذہب کی پیروی سب پر واجب ہے اور جو شخص اپنے وطن میں آپ کے مذہب پر عمل نہ کر سکے اس پر واجب ہے کہ ہجرت کر کے آپ کے وطن کو آئے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ کی جماعت طائفہ منصورہ ہے۔ اور یہ بات حدیث کے خلاف ہے۔

لِأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ أَنَّ اللّٰهَ عَافَى كُلَّ أُمَّتِهِ إِلَّا بَوَّرَ الْيَمَامَةِ وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ بِمَا يَكُونُ عَمِيمٌ وَعَمَّمَ فَوُجِدَ كَمَا أَخْبَرَ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ بِلَادُ الْمَشْرِقِ هِيَ الْمَنْصُورَةُ لِأَنَّهَا بِلَادُ مُسَيْلَمَةَ، أَمَّا نَصِيرُ دَارِ الْإِيمَانِ، وَأَنَّ الطَّائِفَةَ الْمَنْصُورَةَ تَكُونُ بِهَا، وَأَنَّهَا بِلَادٌ يَظْهَرُ فِيهَا الْإِيمَانُ وَيَبْقَى فِي غَيْرِهَا، وَأَنَّ الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيفَيْنِ وَالْمَسْجِدَ الْأَقْصَى بِلَادٌ قَدْ عُمِّدَ وَهَا الْإِسْلَامُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ مِنْهَا لَا تَجِبُ بِذَلِكَ وَلَمْ يَأْتِ فِي بِلَادِ الْمَشْرِقِ خُصُوصًا نَجْدٍ دُونَ الْحَرَمَيْنِ وَالْيَمَنِ أَحَادِيثُ تَعْمُدُ وَنَ الْأَحْكَامَ وَتَبْرَأُ مِنْهُمْ. إِذَا لَمْ يَأْتِ إِلَّا حَدِيثُ ابْنِ فَإِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ الْمَشْرِقَ وَخَصَّ نَجْدًا بِأَنَّ مِنْهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ وَأَنَّ مِنْهَا وَفِيهَا الْفِتَنَ وَامْتَنَعَ مِنَ الدُّعَاءِ لَهَا وَهَذَا خِلَافُ مَا ظَهَرَ لَكُمْ۔ اھ

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے متعلق قیامت تک کے تمام واقعات بتا دیئے ہیں اور آپ نے امت کو پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اگر سردار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہوتا کہ مشرقی علاقہ اور خصوصیت کے ساتھ نجد کا علاقہ اسلامی وطن اور ایمان کا گڑھ بننے والا ہے اور وہی جماعت "طائفۂ منصورہ" ہوگی جو وہاں رہتی ہوگی، اس ملک میں ایمان کا ظہور ہوگا اور اس کے علاوہ ہر جگہ ایمان چھپ جائے گا۔ حرمین شریفین اور یمن دار کفر ہو جائیں گے، وہاں موتریوں کی پوجا ہوگی، وہاں سے ہجرت کرنی واجب ہوگی، یقیناً آنحضرت امت کو بتاتے اور آپ اہل مشرق اور خاص کر نجد کے واسطے دعا کرتے اور حرمین اور یمن کے لئے بد دعا کرتے اور فرماتے یہ بت پرست ہیں اور آپ اُن سے اپنی برات اور بیزاری کا اظہار فرماتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس حضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے علی الطور سے مشرقی علاقہ کو اور خاص طور سے نجد کو فتن شیطان کے نکلنے کا مقام اور جائے فتن قرار دیا ہے اور وہاں کے لئے دعا کرنے سے آپ بار رہے اور آپ کے زعم و پندار کے خلاف ہے"

آپ کے مذہب کا باطل ہونا اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس کی روایت بخاری اور مسلم نے علقمہ بن عامر سے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالائے منبر گئے اور فرمایا: تمہارے متعلق مجھ کو اس کا کھٹکا نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، بلکہ کھٹکا اس کا ہے کہ دُنیا کے واسطے ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو گے اور ہلاک ہونے جس طرح تم سے اگلے ہلاک ہو چکے ہیں۔

صدق اور آپ کے مذہب کا بطلان اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس کی روایت مسلم نے جابر بن عبداللہ سے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان ناامید ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب میں نماز پڑھنے والے اس کی عبادت کریں البتہ وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔

حاکم، ابو یعلی اور بیہقی کی روایت ابن مسعود سے ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان ناامید ہو گیا ہے کہ سرزمین عرب میں بتوں کی عبادت ہو اور وہ ان لوگوں سے اس سے کمتر پر راضی ہو گیا ہے جو محقرات ہیں (جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے) اور وہ موبقات ہیں (مہلکات ہیں)۔

امام احمد، حاکم اور ابن ماجہ کی روایت شداد بن اوس سے ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: اَنَا خَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِیْ الشِّرْکَ [illegible] میں اپنی

امت پر شرک سے ڈرتا ہوں؟" میں نے آپ کی خدمت میں کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی اُمت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں کرے گی اَمَا اِنَّھُمْ لَا یَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا وَثَنًا لٰکِنْ یُرَآؤُنَ بِاَعْمَالِھِمْ "لیکن وہ سورج، چاند اور صنم کی عبادت نہیں کرے گی بلکہ وہ اپنے اعمال کی نمائش کرے گی۔"

ان روایات سے صاف طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے متعلق کامل علم تھا کہ وہ بت پرستی نہیں کرے گی۔ اور آپ کہتے ہیں: اِنَّھُمْ عَبَدُوا الْاَصْنَامَ کُلَّھَا وَ مَلَأَتِ الْاَوْثَانُ بِلَادَھُمْ یعنی کہ انھوں نے تمام اصنام کی عبادت کی، اور اُن کے مُلک کو مورتیوں نے بھر دیا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان ناامید ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب کے نمازی اس کی عبادت کریں، اور فرماتے ہیں: شیطان ناامید ہو گیا ہے کہ سرزمین عرب میں بتوں کی عبادت ہو اور آپ مدینہ منورہ سے جو دارالہجرت ہے اور مکہ مکرمہ، بصرہ، عراق، یمن، شام وغیرہ سے اپنے "دارالایمان" کے لئے ہجرت کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے شرک کا بیان "یُرَآؤُنَ بِاَعْمَالِھِمْ" سے کیا ہے، کہ وہ اپنے اعمال کی نمائش کریں گے اور آنحضرت نے اسے شرک کو محقرات اور مُوبقات قرار دیا ہے، اس کے کرنے سے کفر و شرک لازم نہیں آتا اور نہ اس کا مرتکب واجب القتل ہے۔

ص۴۷ امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے شدّاد بن اوس سے روایت کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن شبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا: "جان لو، شیطان قطعی طور پر ناامید ہو چکا ہے کہ تمہارے اس بلد (شہر و ملک) میں اس کی عبادت کی جائے، لیکن بعض اعمال ایسے ہیں جن کو تم حقیر جانتے ہو، اُن اعمال میں تم شیطان کی اطاعت کرو گے اور اس کی وجہ سے وہ تم سے راضی رہے گا۔"

نوٹ: محمد بن عبدالوہاب کے الفاظ میں جو اُن کے بھائی ان کو لکھ رہے ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر قرار دیکر اسیر نجد اور نجدیوں کے واسطے قتل و غارت گری کا سامان مہیا کیا ہے۔ یہی وہ زلازل اور فتن ہیں جن کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

حاکم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: "تمہاری اس سرزمین میں پوری طرح شیطان اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ اس کی عبادت ہوگی، وہ اُن اعمال پر راضی ہو گیا ہے جن کو تم حقیر سمجھتے ہو، فَاحْذَرُوْا یَا اَیُّھَا النَّاسُ، "اے لوگو! ڈرتے رہو" میں تم میں وہ کچھ چھوڑ گیا ہوں کہ اگر تم نے اس کو پکڑا ہرگز نہ بھٹکو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سُنّت ہے۔"

ص ۶۲ ابن ماجہ اور حاکم نے حذیفہ سے روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یَدْرُسُ الْاِسْلَامُ کَمَا یَدْرُسُ وَشْیُ الثَّوْبِ" اسلام مٹ جائے گا، محو ہو جائے گا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار مٹ جاتے ہیں۔" کسی کو خبر نہ رہے گی کہ روزہ کیا ہے، نماز کیا ہے اور حج کیا ہے، اللہ کی کتاب پر ایسی رات آئے گی کہ روئے زمین پر ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی، لوگوں کے طائفے باقی رہ جائیں گے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں کہیں گی ہم نے اپنے باپ دادا کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا پایا تھا اور ہم بھی اس کو کہتے ہیں۔

حذیفہ نے اس حدیث کو صلۃ بن زفر سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے حذیفہ سے کہا: یہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کہنا ان کو کیا فائدہ پہنچائے گا جب کہ ان کو خبر تک نہ ہوگی کہ روزہ، نماز، زکات اور حج کیا ہے۔ یہ سن کر حذیفہ نے منہ موڑ لیا۔ صلہ نے تین بار حذیفہ سے دریافت کیا اور حذیفہ نے تینوں بار منہ موڑ لیا۔ پھر صلہ کی طرف ملتفت ہو کر کہا: یَا صِلَۃُ تُنْجِیْھِمْ مِنَ النَّارِ یَا صِلَۃُ ثَلٰثًا یَا صِلَۃُ ثَلٰثًا یَا صِلَۃُ ثَلٰثًا اے صلہ! ان کو آگ سے نجات دے گا، اے صلہ! ان کو آگ سے نجات دے گا، اے صلہ! ان کو آگ سے نجات دے گا۔"

ص ۶۳ ابو داؤد نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین باتیں ایمان کی اصل ہیں: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والے سے باز رہو، کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر نہ کہو اور اس کو اسلام سے خارج نہ کرو۔

طبرانی نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے: ثَلٰثٌ مِنْ اَصْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا تُکَفِّرُوْھُمْ

یدخل فیہ من کفر اھل لا الٰہ الا اللہ فھو ان الکفر اکثر۔ "باز رہو لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے کسی گناہ کی وجہ سے ان کو کافر قرار نہ دو، جس نے ان کو کافر قرار دیا، وہ خود کفر کے زیادہ قریب ہے۔"

تمام ہوا 'الصواعق الالٰہیہ' کا خلاصہ۔ یہ رسالہ شایان مطالعہ ہے۔ اگر اس کا اردو میں ترجمہ ہو جائے عوام کو فائدہ ہوگا۔

(۳) علامہ ابو حامد بن مرزوق کی کتاب کا خلاصہ

علامہ ابن مرزوق نے تقریباً پچیس سال پہلے کتاب "العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوی ابن تیمیۃ" لکھی ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے محمد بن عبدالوہاب کے حالات سامنے آجاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ از روز اول چاروں مذاہب کے علماء کرام امت مرحومہ کو اس فتنہ شنعاء سے بچانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں، ان حضرات نے حق کے لئے حق کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر کامل عنایت کرے۔

علامہ ابن مرزوق نے ان علماء کرام کا ذکر کیا ہے یا ان کی کتابوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے محمد بن عبدالوہاب کا رد کیا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ اس کا بیان کرتا ہوں:

۱۔۔۔ علامہ محمد بن سلیمان کردی شافعی یہ محمد بن عبدالوہاب کے استاد ہیں، انھوں نے محمد بن عبدالوہاب کے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب کی کتاب "الصواعق الالٰہیۃ" پر کئی اوراق کی تقریظ لکھی ہے۔

۲۔۔۔ علامہ عبداللہ بن عبداللطیف شافعی بھی محمد بن عبدالوہاب کے استاد ہیں، "تنجید المجتہدین لمدعی الاجتہاد" مفید رسالہ لکھا ہے۔

۳۔۔۔ علامہ عفیف الدین عبداللہ بن داؤد حنبلی نے رسالہ "الصواعق والرعود" لکھا اور اس پر بصرہ، بغداد، حلب، آخسار، وغیرہ کے علماء کرام نے تقریظیں لکھیں اور "رأس الحنبلیۃ" واقع عمان کے قاضی نے اس کا خلاصہ لکھا۔

۴۔۔۔ علامہ محمد بن عبدالرحمن بن عفالق حنبلی نے رسالہ "تھکم المقلدین بمن ادعی تجدد الدین"

لکھا اور چند سوالات کے ساتھ یہ رسالہ محمد بن عبدالوہاب کو بھیجا، وہ جواب سے قاصر رہے۔

۵ ـــــ علامہ عطار مکہ مکرمہ کے علماء کرام میں سے ہیں، انھوں نے رسالہ "اَلصَّارِمُ الْهِنْدِيُّ فِيْ عُنُقِ النَّجْدِيِّ" لکھا۔

۶ ـــــ بیت المقدس کے عالم نے رسالہ "اَلسُّيُوْفُ الْقِطَالُ" لکھا۔

۷ ـــــ علامہ سید علوی بن احداد نے رسالہ "اَلسَّيْفُ الْبَاتِرُ لِعُنُقِ الْمُنْكِرِ عَلَى الْاَكَابِرِ" لکھا، پھر دوسرا رسالہ "مِصْبَاحُ الْاَنَامِ وَجِلَاءُ الظَّلَامِ" لکھا۔

۸ ـــــ علامہ عبداللہ بن ابراہیم میرغنی نے رسالہ "تَحْرِيْضُ الْاَخْيَارِ" لکھا۔

۹ ـــــ علامہ سید عبدالرحمٰن احسا کے مشہور عالم ہیں، انھوں نے ۶۷ اشعار کا قصیدہ قافیہ محمد بن عبدالوہاب کے رد میں لکھا۔

۱۰ ـــــ علامہ احمد بن علی قبانی مصری شافعی نے ایک رسالہ لکھا۔

۱۱ ـــــ علامہ عبدالوہاب بن برکات شافعی نے ایک رسالہ لکھا۔

۱۲ ـــــ علامہ عبداللہ بن عیسیٰ المویسی نے رسالہ لکھا۔

۱۳ ـــــ شیخ احمد مصری احسائی نے رسالہ لکھا۔

۱۴ ـــــ شیخ محمد صالح زمزمی شافعی نے رسالہ لکھا۔

۱۵ ـــــ علامہ طاہر سنبل حنفی نے کتاب "اَلْاِنْتِصَارُ لِاَوْلِيَاءِ الْاَبْرَارِ" لکھی۔

۱۶ ـــــ محدث شہیر علامہ صالح الفلانی اپنے وطن سے حرمین شریفین ایک کتاب لائے، اس میں چاروں مذاہب کے علماء کی تحریریں محمد بن عبدالوہاب کے رد میں تھیں۔

۱۷ ـــــ شیخ محمد بن احمد بن عبداللطیف احسائی نے رسالہ لکھا۔

۱۸ ـــــ تونس کے شیخ الاسلام علامہ اسماعیل تمیمی مالکی نے رسالہ لکھا، ان کی وفات ۱۲۴۸ھ میں ہوئی ہے۔

۱۹ ـــــ علامہ محقق صالح الکواش تونسی نے رسالہ لکھا۔

۲۰ ـــــ علامہ محقق سید داؤد بغدادی حنفی نے رسالہ لکھا۔

۲۱ ـــــ محمد بن عبدالوہاب نے ایک جماعت سے کہا کہ اپنے سر کے بال مُنڈوا دو، جماعت نے

WWW.NAFSEISLAM.COM

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۵ فتح القدیر : از امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد معروف بہ ابن ہمام ، مکتبۂ تجاریہ مصر ۱۳۵۶ھ

۲۶ فتاوی عالمگیری : مطبع میمنیہ مصر ۱۳۲۳ھ

۲۷ ردّ المحتار : از شیخ محمد امین مشہور بہ ابن عابدین ، مطبعۃ العامرہ ۱۲۸۶ھ

۲۸ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ قسم العبادات : دار الکتب المصریہ ۱۳۴۹ھ

۲۹ اصول الفقہ : از شیخ محمد الخضری بک ، المکتبۃ التجاریہ ۱۳۸۹ھ

۳۰ تحقیق الفتوی بابطال الطغوی : از علامہ فضل حق خیر آبادی ، سرگودھا پاکستان ۱۳۹۹ھ

۳۱ رسالہ چہار دہ مسائل (قلمی) محفوظ در کتب خانۂ عاجز

۳۲ مقالۂ شیخ یوسف دیجوی : از مجلۂ الازہر نور الاسلام جنۃ

۳۳ عوارف المعارف : از شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی ، متوفی ۶۳۲ھ

۳۴ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ : از ابن حجر عسقلانی ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء

۳۵ تاریخ الأمم والملوک : از امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ، الاستقامہ مصر ۱۳۵۸ھ

۳۶ تاریخ الخلفاء : از جلال الدین عبد الرحمن سیوطی ، حلبی مصر ۱۳۰۵ھ

۳۷ تاریخ الأئمہ : از میر محبوب علی ، قلمی متوفی ۱۲۵۱ھ

۳۸ شذرات الذہب : از ابو الفلاح عبد الحی ابن العماد ، مکتبہ تجاریہ کبری بیروت

۳۹ ابجد العلوم : از سید صدیق حسن خاں ، مطبع صدیقیہ بھوپال ۱۲۹۵ھ

۴۰ سید احمد شہید : از مولانا غلام رسول مہر ، کتاب منزل لاہور ۱۹۵۳ء

۴۱ سیرت سید احمد شہید : از مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ، مجلس تحقیقات لکھنؤ ۱۳۹۷ھ

۴۲ نزہۃ الخواطر : از مولانا سید عبد الحی ، مطبوعہ دائرۃ المعارف ، حیدر آباد دکن ۱۳۸۳ھ

۴۳ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان : از مولانا محمد اکبر ذاکانی لاہور ۱۹۷۶ء

۴۴ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون : برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۷۵ء

۴۵ العلامہ فضل حق الخیر آبادی : قلمی ، حیدر آباد دکن

۴۶ تاریخ تناولیان : از سید مراد علی ، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۵ھ

۴۷ تذکرۂ حضرت شاہ اسماعیل شہید : از مولانا نسیم احمد فریدی ، الفرقان لکھنؤ ۱۹۷۷ء

۴۸ شاہ اسماعیل شہید : از مولانا محمد منظور نعمانی ، الفرقان لکھنؤ

۴۹ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک یعنی حزب امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ

۵۰ مجاہد ملت کا حرف حقانیت : از مولانا محمد عاشق الرحمن ، مکتبہ الحبیب الہ آباد ۱۴۰۱ھ

WWW.NAFSEISLAM.COM

۵۱ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک : از مسعود عالم ندوی ، مکتبہ اسلامی دہلی

۵۲ تذکرۃ الخلیل : از مولانا عاشق الٰہی ، اشاعۃ العلوم ، سہارنپور ۱۳۹۵ھ

۵۳ بیس بڑے مسلمان : مکتبۂ رشیدیہ ، لاہور ۱۹۷۰ء

۵۴ تواریخ عجیبہ : از جعفر تھانیسری

۵۵ ارواحِ ثلاثہ : امداد الفرقا ، سہارنپور ۱۳۷۰ھ

۵۶ رسالہ ذوالفقار : از حضرت محمد قدس سرہٗ (قلمی)

۵۷ التوسّل : از مفتی عبدالقیوم قادری ہزاروی ، مکتبہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۳۹۹ھ

۵۸ خلاصہ ترجمہ شرح الصدور : از شاہ مخلص الرحمٰن جہانگیر شاہ اسلام آبادی ، کالی مسجد دہلی ۱۳۶۸ھ

۵۹ العقائد الالٰہیہ : از علامہ سلیمان ندوی ، انجمن اسلام استنبول ۱۳۹۵ھ

۶۰ التوسّل بالنبی و جہلۂ کو بیں : علامہ ابوحامد بن مرزوق ، انجمن استنبول ۱۳۹۶ھ

۶۱ سیف الجبار : از مولانا فضل رسول بدایونی ، آگرہ ۱۲۹۳ھ

۶۲ انوار آفتاب صداقت : از قاضی فضل احمد گدھیانوی ، کشمیری بازار لاہور ۱۳۳۸ھ

۶۳ دُنیائے اسلام کے اسباب زوال : حسین رضا ، لاہور ۱۳۹۹ھ

۶۴ امتیاز حق : از حاجی غلام محمد ، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ھ

۶۵ الاقتصاد فی مسائل الجہاد : از مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ، دلکشا پریس

۶۶ اتقاء المؤمنین

۶۷ التحقیق الجدید : از مولانا حکیم عبدالشکور عزیزپوری ، بمبئی کانپور ۱۹۳۲ء

۶۸ رسالہ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب (قلمی)

۶۹ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور ان کی اصلاحی تحریک

۷۰ سوانح احمدی : از جعفر تھانیسری

۷۱ کالاپانی — یعنی تواریخ عجیب
۷۲ مکتوبات سید احمد شہید } نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۹ء

۷۳ ہندستانی مسلم سیاست پر ایک نظر : از ڈاکٹر محمد اشرف ، مطبوعہ کوہ نور پریس دہلی ۱۹۶۳ء

۷۴ بیان القرآن : از مولانا قاضی زین العابدین سجاد ، مکتبہ حلیہ میرٹھ ۱۹۶۴ء

۷۵ مختار الصحاح : از امام محمد بن ابی بکر الرازی ، مطبوعہ وزارۃ المعارف مصریہ مطبوعہ مصر ۱۳۳۱ھ

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

جشنِ ولادتِ باسعادت کے متعلق

شرعی فیصلہ

از شیخ الطریقت حضرت علامہ الحاج شاہ ابوالحسن زید صاحب فاروقی مدظلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ:

"آنحضرت سرورِ دوعالم شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سیدنا و سندِ اولادِ آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاوّل کو لوگ خوشی کے اظہار کے لئے جلوس نکالتے ہیں جس میں نعتیہ کلام اور مناجات پڑھتے ہوئے جلوس کے ساتھ چلتے ہیں اور کچھ لوگ عربی لباس میں ملبوس ہوتے ہیں اور کچھ گھوڑوں پر چلتے ہیں اور منتظمین مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ اس دن خوشی کا اظہار کریں اور چراغاں کریں اور شیرینی تقسیم کریں۔ اس مسئلہ میں جو حکم کیا فرماتے ہیں، کیا یہ خلافِ شرع امر چیز یا بدعت ہے اور اگر بدعت ہے تو بدعت حسنہ یا قبیحہ، اور کیا اس سے بوجہ شرکت کوئی گناہ لازم آتا ہے اور کیا ہمارے ائمہ نے اس امر سے منع فرمایا ہے؟"

براہِ کرم جواب فقہ یا احادیث شریف کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

سائلین: سید انوار شاہ جی، سید محمد عابد سید، سید اشتیاق علی، محبوب شاہ، شریف پاشل والے، طاہر حسین شاہ قمر الدین، اکرم قادری، مرزا عثمان آباد، حکیم ابوالفتح، سید اشتیاق علی، مولانا نواب الدین۔

۳ ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۷۸ء ہفتہ

الجواب واللہ الھادی للصواب

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مبارک دن اللہ تعالیٰ کے کمالات کے اظہار کا عظیم دن ہے۔ مسلمانوں کو جو بھی سعادت دینی یا دنیوی ملی ہے وہ اسی دن کے طفیل ملی ہے۔ یہ مبارک دن تمام عالم اسلام کے واسطے مسرت اور شادمانی و خوشی کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (ترجمہ) "ایمان والوں پر اللہ نے احسان کیا کہ اُنہی میں کا رسول اُن میں بھیجا"۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا (ترجمہ) "اے حبیب کہدو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ان کو چاہئے کہ خوشی منائیں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا اللہ کا فضل و رحمت ہیں۔ اس آیت میں اللہ نے اپنے فضل و رحمت

پر خوشی کے اظہار کا حکم دیا ہے مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اس مبارک دن میں اپنی خوشی کا اظہار کریں اظہار مسرت کے طاسکے ہر اس طریقے کو کہ اس میں شرعی قباحت نہ ہو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "دنیوی کاموں کو تم خوب جانتے ہو" لہٰذا اس سلسلے میں علماء سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اتنا خیال رہے کہ کوئی شرعی کام ہرگز شامل نہ ہو مثلاً طوائف کا ناچ یا شراب پینی پلانی۔

ایسے مباح کاموں میں شرعی بدعت اور غیر بدعت اور ثواب و عذاب کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ کوئی بچے کو گھوڑے پر سوار کر کے گھماتا ہے، کوئی دولھا کو سجی سجائی موٹر میں پھراتا ہے، کوئی پھول بچھاتا ہے، کوئی روپیہ لٹاتا ہے اور اس میں قباحت نہیں اگر اسراف کا پہلو نہ نکلے۔ ایسے مقام میں بدعت اور غیر بدعت کی بحث بیکار ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک انصاریہ لڑکی تھی۔ انہوں نے اس کا نکاح اس کسی رشتے دار سے کر دیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا لڑکی کو بھیج دیا؟ جب جواب میں "ہاں" کہا گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کسی گانے والے کو ساتھ بھیجا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب "نہیں" کہا آپ نے ارشاد کیا۔ انصار کی برادری غزل پسند کرتی ہے۔ اگر تم لڑکی کے ساتھ کسی کو بھیج دیتیں کہ وہ کہتا اتینا اتینا فحیانا فحیاکم نرعنا ساتھ جاتا۔ از مشکوٰۃ

یہ امر مباح تھا اور اہل مدینہ میں اس کا رواج تھا۔ تو خوشی کے اظہار کا ایک طریقہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا۔ ثواب و عذاب سے بحث نہیں فرمائی۔

سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جشن ولادت کے مبارک موقع پر اتنا خیال ضرور رہے کہ مسرت اور شادمانی کی تقریب اس مبارک ذات کے لئے منعقد کی جارہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رفعت دی ہے۔ وہ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ تو جو "اے حبیب تیرا ذکر اونچا کیا" کا نعرہ لگا رہا ہے اور کیا فرشتے سب میں آپ کا نام بلند ہے سب سے آپ کا ذکر بلند ہے۔ اس مبارک جشن کے منتظمین کو چاہئے کہ اس رفعت ذکر کی جھلک ان کے کردار میں پائی جائے۔ کسی کی زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جو اپنی انگلیوں سے عقیدت و محبت کے موتی برسائے۔

اے نیک بختو اللہ تم کو توفیق دے کہ تم اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو خوب رفعت دو، آپ کی ولادت باسعادت کا دل کھول کر چرچا کرو اور اس بات کی کوشش کرو کہ اس مبارک دن کی خوشی میں ہماری حکومت بھی شریک ہو اور وہ اس دن کو تمام ہندوستان میں خوشی کا دن تسلیم کر کے چھٹی کا اعلان کر دے۔

زید ابوالحسن فاروقی

دو شنبہ ۱۳ر فروری ۱۹۷۸ء — درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۲

کشف الزین فی مسئلۃ رفع الیدین

تحقیق

مسئلہ رفع یدین

حضرت الشیخ العلامۃ المحدث محمد ہاشم بن عبد الغفور سندھی رحمہ اللہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ محمد عباس رضوی

صفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیرجی روڈ۔ اردو بازار۔ لاہور فون: 7324210

دورِ صحابہ میں ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں

Nafse Islam

تصنیف

فاضل اجل نائب العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

صفہ پبلی کیشنز
اسماعیل سنٹر 109۔ چیئرنگ روڈ۔ اردو بازار۔ لاہور فون: 7324210

سماع کی شرعی حیثیت

Nafse Islam

تصنیف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

صُفّہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیئرجی روڈ۔ اردو بازار۔ لاہور فون: 7324210

تذکار

خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف

حضرت مولانا سید اختر مطبا جی (انڈیا)

WWW.NAFSEISLAM.COM

صفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ- اردو بازار- لاہور فون: 7324210

تاریخ القرآن

تالیف

حضرت علامہ مفتی عبداللطیف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

صفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ- اُردو بازار- لاہور فون: 7324210

مقاماتِ مقدسہ کی تصاویر جائز
اور
تعزیہ بنانا ناجائز

امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

صفہ پبلی کیشنز
اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ۔ اردو بازار۔ لاہور فون: 7324210

المضطر اذا دعاه باتضرع وزارے بر خوان اهدنا الصراط المستقيم
تا مبشر عنایت قدیم الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم
یحزنون بابشارت تحیت سلام قولا من رب رحیم پیش برودوبر حسنبیه
نصر من الله وفتح قریب وبشر المؤمنین سوار شود بجنات خلد
فانقلبوا بنعمة من الله وفضل داعی شود نسیم عز وصال از ہر طرف
دروزیدن آیدواقداح شراب محبت بایدی سقاة غیب گردان مشاہدہ شودوآہنگ
ان هذا کان لکم جزاء ا وکان سعیکم مشکورا برکشد وبمقام انس
فسانه وکلم الله موسیٰ تکلیما آغاز کندودیباجۂ فلما تجلی ربه للجبل
اطناب دہدونواظر عیون بصائر از سکرات حالات وخر موسیٰ صعقا خبرباز
دہد ووجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة رامعائنه کندوالعجز معترف آیدو
بزبان حال باز گوید لا تدرکه الابصار وهو یدرك الابصار.

یا محمد انی توجهت بک الی ربی فی حاجتی الحدیث

ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کا وسیلہ

اور مشرکین

www.nafseislam.com
نفس اسلام

صفّہ پبلی کیشنز
اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ- اُردو بازار- لاہور فون: 7324210

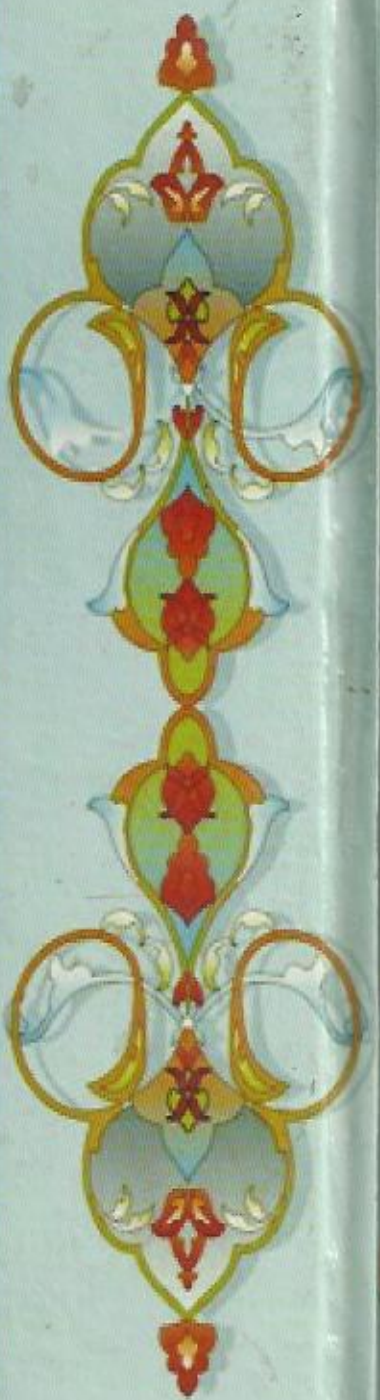
اہل علم وانصاف
کی خدمت میں ایک اہم پیش کش

حقائق تحریک بالاکوٹ

تالیف

محقق دوراں
حضرت علامہ مولانا سید شاہ حسین گردیزی

ناشر ضیاء العلوم پبلی کیشنز
راولپنڈی۔ پاکستان



اہل علم وانصاف کی خدمت میں ایک اہم پیش کش

حقائق
تحریک بالاکوٹ

تالیف

حضرت علامہ مولانا شاہ حسین گردیزی

ناشر ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی۔ پاکستان
0333-5166587 Fax-4580404

اشاعتی ضابطہ

جملہ بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: حقائق تحریک بالاکوٹ

مؤلفہ: حضرت علامہ مولانا شاہ حسین گردیزی

پروف ریڈنگ: مولانا سید عظمت حسین شاہ گیلانی

کمپوزنگ: ضیاءِ العلوم کمپوزنگ سنٹر راولپنڈی سٹلائیٹ ٹاؤن

کمپیوٹر گرافکس: قاضی محمد یعقوب چشتی

بار طبع: دوئم دسمبر 2009ء

قیمت: 140.00

ناشر: ضیاءِ العلوم پبلی کیشنز یو 128 بازار تلواڑاں راولپنڈی

Fax-4580404 0333-5166587

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور اردو بازار کراچی

فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

مکتبہ غوثیہ محلہ فرقان آباد سبزی منڈی کراچی

مکتبہ رضویہ نزد ستا ہوٹل گنج بخش روڈ لاہور

اسلامک بک کارپوریشن اقبال روڈ راولپنڈی Ph:051-5536111

احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی

ضروری التماس

قارئین کرام اہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے۔ تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گذار ہوگا۔

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو مہر ثانی حضرت خواجہ سید غلام نصیر الدین شاہ گولڑوی دامت نور اللہ مرقدہ کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں جن کے سایہ مژگان میں داماندگان دہر، گم کردگان راہ اور تشنگانِ علم کے لئے آسودگی، رہنمائی اور فیض و برکت کے ٹھنڈے اور میٹھے دریا بہتے رہے۔

شاہ حسین گردیزی

حضرت پیر کرم شاہ الازہری

(جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان)

برصغیر میں گذشتہ ڈیڑھ دوسو سال کے دوران سیاست، مذہب اور اصلاح کے نام پر کئی تحریکوں نے جنم لیا۔ جنہوں نے برصغیر کی تاریخ پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے۔ سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کی ''تحریک اصلاح جہاد'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی اس تحریک پر ماضی میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور اب بھی لکھا جا رہا ہے لیکن ایک بات واضح ہے کہ مصلحت کوشی اور عقیدت کیشی نے مؤرخین کے ایک طبقہ کو بھی اسی سلسلہ میں تاریخی حقائق کے اظہار و بیان سے دانستہ یا نادانستہ معذور کر دیا اس لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی اہل ہمت آگے بڑھ کر تاریخی صداقتوں کے حسین چہرہ سے گرد و غبار صاف کر دیتا یا مجبوریوں کا نقاب الٹ دیتا۔

مجھے خوشی ہے کہ یہ سعادت علامہ شاہ حسین گردیزی کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے تحریک بالاکوٹ اور اس کے رہنماؤں سے متعلق حقائق کو جس طرح منظر عام پر لانے کی سعی کی ہے وہ لائق صد تحسین ہے۔ انداز بیان دلنشین اور مدلل ہے جس سے اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ تحریک بالاکوٹ کا حقیقی رخ جاننے کیلئے محقق نوجوان علامہ شاہ حسین گردیزی کی کتاب ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' انتہائی مفید ثابت ہوگی اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کئے بغیر تحریک بالاکوٹ کی حقیقت تک پہنچنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

مصلحت و عقیدت کے دبیز پردوں میں چھپائے گئے حقائق کو ''روشنی'' اور ''زبان'' عطا کرنے کے علامہ گردیزی نے قابل ستائش کارنامہ انجام دیا ہے مجھے امید ہے کہ کتاب اہل علم میں کما حقہ پذیرائی حاصل کرے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل علامہ گردیزی کو اجر عظیم سے نوازے اور ان کے علم اور قلم میں برکت عطا کرے۔ آمین ثم آمین!

حکیم نصیر الدین ندوی

(فاضل ندوۃ العلماء لکھنو بھارت)

ہمارے مخلص و مہربان و کرم گستر حضرت مولانا شاہ حسین صاحب گردیزی نے ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' کے نام سے جو کتاب مرتب فرمائی ہے وہ اپنی عبارت کی دلنشینی، بیانات کی رنگینی اور حقائق کی دلآویزی کے اعتبار سے عدیم المثال ہے۔ اس کتاب میں ان تاریخی حقائق کو پوری صحت کے ساتھ منظر عام پر لایا گیا ہے جن پر نقاب ڈال دی گئی ہے اور یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کے عقیدت مندوں نے ان دونوں مجاہدانِ آزادی کو جس طرح انگریزوں کے ساتھ جہاد میں لا کھڑا کیا ہے حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اور یہ دونوں نامور مجاہد انگریزوں کے خلاف میدان جہاد میں اترے ہی نہیں بلکہ خود انگریزوں کے اشارہ پر سکھوں اور مسلمانوں سے نبرد آزما رہے۔

ع از ابتدائے معرکہ او درمیان نبود

یہ دونوں انگریزوں کے حلیف تھے حریف نہ تھے۔

اس کتاب میں سب سے بڑا کام یہ کیا گیا ہے کہ موجودہ عہد کے ایک نام نہاد مؤرخ غلام رسول مہر کی ''تاریخی تحریفات'' کی مکمل نقاب کشائی کر دی گئی ہے اور دنیا کو بتلا دیا گیا ہے کہ یہ مؤرخ شہیر اپنے مداحوں کو کس شہرت و عظمت کے بام بلند اور شہادۃ عظمیٰ کے مرتبہ عالی پر لا پہنچایا ہے اور تاریخ میں کیسی کیسی تحریفات بہ کمال جرات و جسارت کرنے کا خوگر ہو گیا ہے۔

حضرت گردیزی نے پوری تاریخی تفتیش کے بعد یہ بات ثابت کر دی ہے کہ

سید احمد بریلوی دولت علم سے یکسر محروم تھے اور اس کیساتھ ہی عقل و دانش سے بھی کلیۃ کورے تھے۔ یہ بات ثابت ہو جانے کے بعد سید احمد بریلوی کا قصور بہت کم رہ جاتا ہے اور اسمٰعیل دہلوی سرتاپا ہر عیب میں متہم نظر آتے ہیں اس لئے کہ اسمٰعیل دہلوی اعوجاج فکری میں مبتلا تھے اور گروہ سفہاء میں تعلیم یافتہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ اسی کمال جہل کی بناء پر وہ امکان نظیر ﷺ کے قائل ہو گئے اور علامہ فضل حق خیر آبادی کے منہ آ گئے۔ نتیجہ انہیں شکست فاش ہوئی اور اب تک کسی سے ''امتناع النظیر [1]'' کا جواب نہ ملا۔

جس ''باب نبوۃ'' کو اسمٰعیل دہلوی نے اپنی نادانی سے کھولا تھا اسے علامہ فضل حق نے ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ اور دلائل قطعیہ سے یہ بات ثابت کر دی کہ حضرت سرور رسالت ﷺ کا مثیل و نظیر اس کائنات میں اب کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔

۱۔ مولانا فضل حق خیر آبادی شہید کالا پانی کی تصنیف کا نام ہے۔ مرتب۔

﴿خواجہ رضی حیدر!﴾

قائداعظم اکیڈمی کراچی!

تحریک بالاکوٹ جسے تاریخ کے صفحات میں ''جہاد آزادی'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اپنے اندر بے پناہ کشش اور پراسراریت رکھتی ہے۔ کشش ان معنی میں کہ جس دور میں یہ تحریک منظر پر آئی وہ اسلامیانِ ہند کیلئے ابتلاء اور آزمائش کا بدترین دور تھا اور نفسیاتی صورت حال اس قدر بگڑ چکی تھی کہ وہ ہر چمکدار چیز کو سونا تصور کرتے تھے۔ مذہب و ملت کے نام پر نہ صرف ان کو بآسانی شیشے میں اتار لیا جاتا بلکہ نامعلوم مقاصد کیلئے استعمال بھی کر لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی تحریکات میں اس دور کے نہ صرف عوام الناس بلکہ باشعور افراد بھی بلا تحقیق مقاصد شامل ہو جاتے اور بعد میں یا تو کنارہ کشی اختیار کر لیتے یا گوشہ نشینی۔ یہ صورتِ حال اسلامیانِ ہند کی نمائندہ سیاسی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام تک برقرار رہی اور پھر رفتہ رفتہ سمتِ سفر کا تعین ہوتا چلا گیا۔ پراسرار اس لئے کہ اس تحریک کے معینہ مقاصد اور تمام پہلو آج تک پردہ خفا میں ہیں۔

یوں تو تحریک بالاکوٹ کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے لیکن اس موضوع پر تمام کتابیں تجزیہ سے محروم اور جذباتی طرز نگارش کی آئینہ دار ہیں۔ مولانا جعفر تھانیسری کی سوانح احمدی سے لے کر سال رواں کی درسی کتب تک یک طرفہ مندرجات آکاس بیل کی مانند تاریخ کے صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اس صورت حال میں مخفی حقائق کو سامنے لانے کی جسارت کرنا خطرات کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

تحریک بالاکوٹ اور اس سے متعلق افراد و واقعات کا یقیناً پاکستان کی نظریاتی

اساس و بنیاد سے کوئی بالواسطہ تعلق نہیں۔ اس لئے اس تحریک کی خامیوں اور اس کے منفی اثرات و معنویت کی نشاندہی وطن دشمنی نہیں بلکہ صحتمندانہ تاریخی رویہ ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جہاں تاثر کو تجزیہ کا نعم البدل تصور کر لیا جائے۔ وہاں بھٹکنے کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ مولانا شاہ حسین گردیزی نے تحقیق و تفتیش کے بعد ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' میں اس تحریک کے متعدد نئے پہلو پیش کئے ہیں جن سے روائتی انداز فکر کی بھرپور نفی ہوتی ہے۔ اگرچہ ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' سے ممدوحسین کا حلقہ چراغ پا ہوگا لیکن سنجیدہ علمی طبقہ میں اس کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

دراصل تاریخ کی لامحدود پیچیدگیوں کو صرف چند مضامین یا کچھ کتابیں لکھ کر سلجھایا نہیں جا سکتا۔ ایک صدی کے دوران پیدا شدہ فکری مغالطوں کی قطع و برید ایک مسلسل اور طویل عمل چاہتی ہے۔ تحریک بالاکوٹ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کو روحانی حیثیت دینے کی عمداً کوشش کی گئی ہی۔ مولانا شاہ حسین گردیزی نے اسی روحانی لبادہ کے اندر جھانکنے کی جسارت کی ہے اور یقیناً ان کے اس عمل سے اعتماد و اعتبار کی اس عمارت کو شدید دھچکا لگے گا جس کی تعمیر میں مکر و ریا کی اینٹیں استعمال ہوئی ہیں۔ اس عمل سے شور بھی مچے گا اور فرقہ واریت کو ہوا دینے کا روایتی الزام بھی عائد کیا جائے گا لیکن مولانا شاہ حسین گردیزی کا یہ کارنامہ ہمیشہ اجتہادی حیثیت کا حامل رہے گا۔

﴿پروفیسر منیب الرحمٰن﴾

علامہ اقبال کالج کراچی

مولانا شاہ حسین گردیزی کی تصنیف '' حقائق تحریک بالاکوٹ'' نظر سے گزری۔ مصنف ماشاءاللہ صاحب طرز ادیب ہیں۔ ان کی تحریر میں سلاست و روانی، شستگی اور متانت نمایاں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر دستیاب تمام تر مطبوعہ تاریخی مواد کا کافی دقت نظر اور دیدہ ریزی سے مطالعہ کیا ہے اور یہ ان کا کمال ہے کہ ایک خالص تاریخی و تحقیقی موضوع کو اس قدر دلکش ترتیب اور منفرد انداز سے پیش کیا ہے کہ قاری اسے پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہی کسی مصنف اور صاحب تحریر کی سب سے بڑی خوبی ہو سکتی ہے کہ اگر کسی قاری کی اس کی تحریر پر ایک نگاہ غلط انداز سے بھی پڑ جائے تو وہ اس سے آنکھیں چار کئے بغیر آگے نہ بڑھ سکے۔

زیر نظر کتاب جہاں تک میں نے مطالعہ کیا اس کے تمام تر مندرجات باحوالہ ہیں اور ان حوالہ جات کے مآخذ ان حضرات کی کتب اور نگارشات ہیں جو رہنمایان تحریک بالاکوٹ سے حد درجہ عقیدت رکھتے تھے اور جو عوام میں ایک مؤرخ کے طور پر معروف ہیں۔

مصنف کا اس میں جو حصہ یا contribution ہے وہ ان کا مخصوص انداز ترتیب، تنقیدی زاویہ نظر کے باوجود ایک واقعاتی تصویر و تشکیل اور واقعات کی تہہ میں پوشیدہ حقائق، سرسری اور سطحی رخ کے پیچھے مستور خدوخال، حوالہ جات پر تمہیدی کلمات اور حوالہ جات سے اخذ کردہ نتائج ہیں۔ گویا انہوں نے عقیدتمندوں کی عقیدت کے ''میک اپ'' کو شخصیات کے چہروں سے اتار پھینکا ہے تاکہ غازہ اترنے

کے بعد جو صحیح تصویر ابھرتی ہے وہ قادری کے سامنے نمایاں ہو جائے اور اسے اس جانب مائل کیا جائے کہ وہ اس واقعہ کے ''روایتی ہیولیٰ'' کو ذہن سے محو کر کے صحیح تصویر ''لوح قلب'' پر نقش کرے۔ بس مجھے یہی مصنف کا مشن اور مقصد تحریر نظر آتا ہے اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔

میں مصنف کے اس رویہ کی ضرور داد دوں گا کہ زیر بحث شخصیات اور ان کے مکتبہ فکر سے سنگین اختلاف کے باوجود، جو عیاں ہے۔ انہوں نے متانت و سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، شخصی احترام کو ملحوظ رکھا ہے، شخصیات کے حوالہ سے الفاظ کے استعمال میں احتیاط سے کام لیا ہے اور علمی و تحقیقی روش کو قائم رکھا ہے اور ایسے موضوعات پر کام کرنے والے تمام حضرات کو اس رویہ کی تقلید کرنی چاہیے۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کو ''تلاش حق'' کی جانب مائل کرے گی اور اگر ایسا ہوا تو مصنف کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اللہ رب العزت سب کو ایسی ''چشم بصیرت'' عطا فرمائے جو حقیقت کو ہزار پردوں میں مستور ہونے کے باوجود بھانپ سکے اور پروپیگنڈے، ملمع کاری، ظاہری چکاچوند اور الفاظ و انداز کی زیب و زینت سے مسحور نہ ہو۔

﴿پروفیسر محمد افضل جوہر﴾

(عبداللہ ہارون کالج کراچی)

جب انگریز نے ہندوستان میں قدم جمانے کی کوشش کی تو سب سے پہلے انگریز کے خلاف جس نے علم جہاد بلند کیا۔ اسے سلطان حیدر علی (متوفی ۱۷۸۲ء) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انگریزوں نے سلطان کی موت پر گھی کے چراغ جلائے۔ مگر سلطان کے فرزند ارجمند سلطان ٹیپو نے اپنے والد ماجد کے مشن کو زندہ رکھا اور انگریز کے سامنے سینہ سپر رہا اور سات برس تک انہیں پریشان رکھا۔ آخر اپنوں کی غداری کے باعث ۱۷۹۹ء میں جام شہادت نوش کیا۔ مگر شومئی قسمت سے انگریز کے خلاف جن تحریکوں کا ذکر ہوتا ہے ان میں تحریک بالاکوٹ کو سرفہرست رکھا جاتا ہے، حالانکہ اس تحریک کے بانیوں نے مسلمانوں اور سکھوں سے نبرد آزما ہو کر انگریزی حکومت کی جڑوں کو مضبوط و مستحکم کیا مگر ایک سو سال سے زائد عرصہ ہو گیا ہے کہ اس تحریک کو ''اسلامی تاریخ'' بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

مولانا شاہ گردیزی کی زیر نظر کتاب ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' میری دانست کے مطابق اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے جس میں تحریک بالاکوٹ کے صحیح خدوخال کو واضح کیا گیا ہے۔ مولانا گردیزی نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی کے بعد اس کتاب کو مرتب کیا ہے یہ کتاب ہندوستان کی تاریخ میں انقلاب آفریں کردار ادا کرے گی۔

ایک طبقہ فکر کے نظریات اس کتاب سے ضرور متاثر ہوں گے۔ شاید ان کی دل شکنی بھی ہو۔ مگر حقائق ہمیشہ تلخ ہوا کرتے ہیں۔ مولانا شاہ حسین گردیزی نے ان تلخ حقائق کو قند بنا کر پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور مولانا اپنے اس مشن میں کافی حد تک کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔

فہرست

حرف حقیقت	13	امیر المومنین کا منصب اور فرائض	87
پیدائش و تعلیم	16	اسلامی حکومت کے [illegible]	92
حالات معاش	20	اعتقادی اختلافات	99
بیعت و خلافت	21	قاضیوں کی برطرفی اور [illegible]	108
اسلاف سے برتری کا ادعا	27	مسلمانوں سے جہاد	115
مریدین کی تعداد اور اس کی حقیقت	32	سکھ مسلم [illegible]	125
دعوتوں کا منظر	37	لاشی کہاں برد ہو گئی	130
نذرانوں کی جھلک	43	امام مہدی تھے	135
مزارات پر حاضری	49	آسمان پر تشریف لے گئے	138
نکاح و ہمگامی	52	مجسمہ گوئی اور مجسمہ پرستی	143
اعلان جہاد	56	پیش گوئیوں کی حقیقت	150
انگریزوں سے تعلقات	59	خلفاء کا غیر اسلامی کردار	152
ایک شب کا زلزلہ	70	تاریخ میں قیاس آرائیاں	161
سکھوں سے جہاد	76	ماخذ و مراجع	166
امیر المومنین بننے کا قصہ	84		

حرف حقیقت

سندھ مسلم لا کالج کراچی سے قرب مکانی کی بدولت طلبہ سے شب و روز ملاقاتیں ہوتیں۔ اسلامی علوم اور تحریکات پر گفتگو ہوتی۔ ان کے نشیب و فراز اور کامیابی و ناکامی کے اسباب و علل پر بحثیں ہوتیں۔ اس ضمن میں ''سید احمد شہید'' کی تحریک جہاد کا ذکر بھی آتا۔ چونکہ تحریک جہاد پر میری معلومات کچھ زیادہ نہ تھیں۔ صرف کورس تک محدود تھیں۔ اسلئے بازار سے حاصل مواد جمع کیا۔ جن میں مولانا سید محمد علی بریلوی، مولانا محمد جعفر تھانیسری، مرزا حیرت دہلوی، مولانا ابوالحسن ندوی اور جناب غلام رسول مہر کی کتب تھیں۔ پھر انجمن ترقی اردو کراچی، لیاقت لائبریری کراچی رضا لائبریری کراچی کی کتب سے بھی استفادہ کیا۔ دوران مطالعہ مذکورہ کتب کے مندرجات آپس میں ملاتا۔ اولین اور متاخرین کتب کی تحریرات میں تطبیق کرتا۔ اس طرح حقائق تک رسائی ہوتی گئی اور رائے میں تبدیلی آتی گئی۔ پہلے میں ''سید احمد شہید'' کو مجاہد اور ان کی تحریک کو تحریک جہاد سمجھتا تھا۔ اور اس کی مخالفت میں ایک لفظ سننے کیلئے تیار نہ تھا۔ مگر اب سابقہ خیالات کو حقائق نے رد کر دیا اور تمام خوش فہمیاں جاتی رہیں۔

اور پھر یہ سوچ کر الفاظ کو نقوش کا وجود دیا کہ اس تحریک بالاکوٹ کا قرآن و سنت سے تو کوئی تعلق نہیں۔ صرف ایک تاریخی واقعہ ہے اور میری اسلامی معلومات کے مطابق اگر کوئی تیرہویں صدی کے تاریخی واقعہ پر اپنا نقطہ نظر پیش کر دے تو اس کے اسلام و ایمان میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ ہی آنا چاہیئے۔

ہمیں تحریک بالاکوٹ کے موضوع پر بڑی سنجیدگی اور عالمانہ سے غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ درست ہے کہ برسوں سے اس تحریک کو تحریک

جہاد سمجھا جاتا رہا اور اس کی تبلیغ و تشہیر کی جاتی رہی۔ اس موضوع پر کتنی ہی کتب تالیف ہو چکیں۔ کتنے ہی عزت مآب اشخاص اسے جہاد قرار دے چکے مگر حقیقت روپوش نہ ہوئی اور آخر حقائق نے انسان کو پابہ گل کر لیا۔ تاہم افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ہم کورس کی کتب میں پڑھتے ہیں ''سید احمد بریلوی'' ویسے نہیں۔ ہمارے ارباب قلم صرف اور صرف ''سید احمد بریلوی'' سے فکری اتحاد کی وجہ سے تحریک بالاکوٹ کو تحریک جہاد کا نام دیتے ہیں۔ اور ہندوستان کی اسلامیت اور تاریخ پر لکھے جانے والے ہر مضمون میں ''سید احمد بریلوی'' کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ جہاد آزادی ۱۸۵۷ء تحریک خلافت اور تحریک پاکستان کی بنیاد بھی ''سید احمد بریلوی'' کو قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حالات و واقعات اس کی تائید نہیں کرتے۔ کاش کہ وہ یہ سوچتے کہ افق ہمیشہ غبار آلود نہیں رہ سکتا۔ کبھی تو مطلع صاف ہوگا اور چشم بینا حقیقت کو پالے گی۔

جناب غلام رسول مہر مؤرخ ہونے کے ساتھ ''سید احمد بریلوی'' سے فرط عقیدت کے جذبات بھی رکھتے ہیں۔ اس عقیدت کو بحال رکھنے کیلئے فرضی قیاس اور دروغ نویسی سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ان کی فطری کمزوریوں پر جہاد کا عمامہ سجا دیتے ہیں۔ جناب مہر نے ''سید احمد بریلوی'' کا تاریخی اور پھر شرعی مجسمہ تیار کر کے نئی پود کے سامنے رکھا اور اس کا تصور دل و دماغ میں بسانے کیلئے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے کورس میں شامل کرا دیا۔ جس کے نتیجہ میں ہر ''اسکول پڑھا'' ''سید احمد بریلوی'' کو ''مجاہد فی سبیل اللہ'' کا خطاب دینا ضروری سمجھتا ہے۔

اس مختصر کتاب میں جناب مہر کی اخفاء حق اور اظہار باطل کی تمام حرکات نہ پیش ہو سکتی ہیں اور نہ ان پر تبصرہ ہو سکتا ہے۔ تاہم میں نے ان کی ''حرکات کبیرہ'' کی نقاب کشائی ضرور کر دی ہے اور مجھے حیرت بھی ہوئی کہ ایک مسلمان اپنے گروہی عقیدہ

کے تحفظ کی خاطر کس طرح اسلامی اقدار کو پامال کرتا ہے اور فکر انا میں خوف آخرت کو بھول جاتا ہے۔

اس کتاب میں ''قائد تحریک بالاکوٹ'' کا کردار مرکزی طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے حضرات کا تذکرہ ضمنی ہے اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی تو ''شاہ اسمعیل دہلوی'' پر بھی اپنی معلومات تحریری صورت میں پیش کروں گا۔ جو ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' کی جلد دوم ہوگی۔

ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر خواجہ رضی حیدر نبیرہ، حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی کا شکریہ ادا نہ کروں۔ جنہوں نے میری گذارش پر مسودہ دیکھا اور مناسب مشوروں سے نوازا۔ اس کے علاوہ مولانا سید سکندر شاہ گولڑوی، مولانا سید شاہ تراب الحق قادری، مولانا محمد رفیق زاہد چشتی، جناب گل محمد فیضی اور جناب حاجی احمد مجاہد کا تعاون بھی حاصل رہا جس کا میں صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔

آخر میں حضرت مولانا پیر محمد کرم شاہ الازہری، حکیم نصیر الدین ندوی، پروفیسر منیب الرحمٰن، پروفیسر محمد افضل جوہر اور ادیب شہیر، جناب خواجہ رضی حیدر کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ جنہوں نے ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' پر گرانقدر تقریظات تحریر فرما کر میری تحقیق کی تائید و توثیق فرمائی۔

شاہ حسین گردیزی

۱۰ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

پیدائش و تعلیم

سید احمد بریلوی یکم محرم الحرام ۱۲۰۱ھ کو رائے بریلی کے ایک سادات گھرانہ میں پیدا [۱] ہوئے۔ والد مکرم سید محمد عرفان نے ابتدائی نام ''میر احمد'' [۲] رکھا لیکن بعد میں سید احمد کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کا خاندان علم و عرفان کے ناطے گردونواح میں عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور آپ کے جد امجد کے دادا ''شاہ علم اللہ'' ایک مشہور باکمال بزرگ تھے۔

تعلیم: سید صاحب چار سال چار ماہ کے ہوئے تو شرفاء ہندوستان کی روایت اور دستور کے مطابق آپ کو مکتب بٹھایا گیا [۳] لیکن پڑھنے سے کوئی رغبت نہ ہوئی۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:۔

بزرگ سید بچپن میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجہ کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم دینا بے سود ہے۔ کبھی کچھ آئے جائے گا نہیں۔ میں ذہن کی بابت کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا۔ صرف اس قدر کافی سمجھتا ہوں کہ سید کی بچپن میں کیا پوری عنفوان جوانی میں بھی لکھنے پڑھنے کی طرف طبیعت رجوع [۴] نہ تھی۔

کریما: سید صاحب کی بے ذوقی اور بدشوقی بایں جا رسید کہ کریما کا پہلا مصرع (کریما بہ بخشاء بر حال ما) خاصہ دعائیہ ہے مگر یہ بھی بزرگ سید کو تین دن میں یاد ہوا تھا اس پر بھی کبھی ''کریما'' بھول گئے اور کبھی ''بر حال ما'' کو دل سے محو کر دیا [۵]۔

تاہم والد اور اساتذہ اس کوشش میں رہے کہ سید صاحب زیور تعلیم سے آراستہ ہو جائیں۔

مرزا حیرت لکھتے ہیں۔

جب وہ (سید احمد) ایک ایک جملہ کو گھنٹوں جپے جاتا تھا۔ تب کہیں کسی قدر یاد آتا تھا اور دوسرے دن تماشا یہ تھا کہ وہ بھی چوپٹ۔ جب یہ کیفیت ہوئی تو والدین اور میاں جی کی تنبیہہ پڑنے لگی اور گھر کی جھڑکی آنکھیں نکالنے سے گزر کر مار پیٹ تک نوبت پہنچ گئی۔ اس سے بھی والدین کی آرزو پوری نہ ہوئی جب انہوں نے یہ دیکھا کہ قدرتی طور پر اس کے دماغ میں قفل لگ گیا ہے اور یہ کسی طرح کی تنبیہہ سے بھی نہیں پڑھ سکتا تو ناچار ہو کر پڑھنے سے اٹھا لیا گیا۔ [۶]

سید صاحب کی اس پیدائشی غباوت پر جب والدین اور اساتذہ عاجز و درماندہ ہو گئے تو سید صاحب کی کھلی چھٹی ہو گئی۔ وہ کھیلیں کودیں اور دن بھر آوارہ گردی کریں۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

''مطلق آزاد کر دیا اور اسے طبیعت پر چھوڑ دیا کہ چاہے جو کچھ کرے اسے اختیار ہے''۔ [۷] ان تین برسوں کی کشمکش میں سید صاحب نے کیا حاصل کیا۔ آپ کے ہمشیرزادے سے سنیے۔

آپ نے تین سال کی طویل مدت میں قرآن حکیم کی چند سورتیں پڑھیں اور حروف ہجا لکھنے سیکھے۔ [۸]

سید صاحب کے حصول علم کی اتنی سی داستان تھی۔ جسے اندیشہ عجم نے رنگ آمیزی کر کے کیا سے کیا بنا دیا۔

سید صاحب طبعاً شریر نہ تھے اور نہ اتنے ذہین کہ انہیں شرارتوں کی سوجھتی بلکہ کسی کے استہزا کو بھی سمجھ نہ پاتے۔ لوگوں کے گھروں میں بلا روک ٹوک چلے جاتے جیسے کہ عموماً بڑی عمر کے ناسمجھ بچے کرتے ہیں۔ عورتیں بھی ان کی بھولے پن سے معترض نہ ہوتیں۔ آپ سے لکڑی وغیرہ چیزیں منگوالیتیں۔ آپ کے بھائی اور خاندان کے افراد ان حرکتوں کو احمقانہ تصور کرتے ہوئے روکتے رہتے۔ والدین آپ کے کچھ زیادہ ہی سیدھے پن سے نالاں رہتے۔

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

بزرگ سید کے والدین، چچا وغیرہ (.....کو) کچھ اس بات کی پرواہ نہ تھی کہ یہ بڑا ہو کر ہمارا کفیل بنے گا۔ بلکہ انہیں یہ خیال تھا کہ جو نام ہم نے پیدا کیا ہے اور ہمارے بزرگوں نے علمی عزت حاصل کی ہے، اس کی بدلیاقتی کہیں اسے خیر آباد نہ کردے۔[۹]

ع مزاج تو از حال طفلی نگشت

کے مطابق اپنے عادات واطوار کے لحاظ سے ہنوز چار سال چار ماہ چار روز کے معلوم ہوتے تھی۔

اسی دوران آپ کے والد ماجد جناب سید محمد عرفان دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔

جناب غلام رسول مہر نے عقیدت و نیاز مندی کی وجہ سے سید صاحب کو کافیہ اور مشکوۃ کا قاری بنانے میں اپنا خون پانی کر دیا لیکن مجبوراً اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کوششوں کے باوجود سید صاحب کی طبیعت تحصیل علم کی طرف مائل نہ ہوئی۔ تین برس تک برابر مکتب جاتے رہے۔ لیکن اس مدت میں قرآن حکیم کی چند سورتیں حفظ کر سکے اور مفرد حروف کے سوا کچھ لکھنا نہ آیا۔ آپ کے بڑے بھائی سید ابراہیم اور

سید اسحٰق بار بار لکھنے پڑھنے کی تاکید کرتے رہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ والد بزرگوار اس تاکید کو بالکل بے سود سمجھ چکے تھے۔[۱۰]

تاہم سید صاحب کی تعلیم کے بارے میں جناب مہر صاحب کی جو تحقیق تھی وہ خود ہی اس کا بھانڈا پھوڑتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یقین ہے کہ تعلیم کے اہتمام میں کوئی دقیقہ سعی فروگذاشت نہ ہوا ہوگا۔[۱۱]

جناب مہر صاحب کی تحقیق ''ہوا ہوگا'' سے بالکل واضح ہوگئی ہے۔ لیکن عقیدت ''چیزے دیگر است''۔

---

۱ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۳۸۷

۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۸۳

۳ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۳۸۷

۴ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۳۸۹

۵ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۳۹۰

۶ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۳۹۱

۷ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۳۹۱

۸ سید محمد علی۔ مخزن احمد ص ۱۲

۹ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۳۹۰

۱۰ غلام رسول مہر: سید احمد شہید: ص ۶۱

۱۱ غلام رسول مہر: سید احمد شہید ص ۶۱

تلاش معاش

شفقت پدری سے محروم ہونے کے تقریباً دو سال بعد آپ نے تلاش معاش میں لکھنو کا سفر اختیار کیا۔ انیس برس کی عمر میں پہلی مرتبہ رائے بریلی سے لکھنو گئے جو سنی وشیعہ اختلاف کا مرکز تھا۔

جناب مرزا حیرت لکھتے ہیں:۔

ابھی تک سید صاحب کو شیعہ اور سنی کے تمام وکمال جھگڑے کا بھی علم نہ تھا وہ جانتے ہی نہ تھے کہ شیعوں کے اصول مذہبی کیا ہوتے ہیں اور سنیوں کے ارکان مذہبی کیا ہیں۔

دو چار باتیں یاد تھیں جو معمولی لکھے پڑھوں کو یاد ہوتی ہیں اور بے چارے زیادہ مذہبی پیچیدگیوں سے ناواقف [۱] تھے۔

سید صاحب کی بے علمی اور کم فہمی پر مرزا حیرت کا یہ جملہ پڑھیے اور سوچئے۔

جب سید صاحب (ملازمت کیلئے) ایک امیر کے ہاں گئے تو اس امیر نے پہلا سوال یہی کیا تھا کہ آپ ''خارجی'' ہیں یا ''شیعان علی'' میں سے ہیں یہ دونوں لفظ آپ کے کانوں میں بالکل نئے تھے۔ خارجی کا کبھی نام بھی نہ سنا تھا گو ''شیعہ'' کے لفظ سے پوری شناسائی تھی مگر ''شیعان علی'' کا جملہ ابھی تک کان میں نہ پڑا تھا۔ آپ بڑے پریشان ہوئے کہ جو کچھ اس نے سوال کیا ہے خبر نہیں اس کے کیا معنی ہیں۔ [۲]

سید صاحب کا یہ سفر علمی نہ تھا اور نہ ہی آپ کو علم سے کوئی علاقہ تھا۔ خالص معاشی سفر تھا۔ سید صاحب کے ہمراہیوں کو محنت ومشقت کرنا پڑتی تب شب کو نانِ جویں میسر ہوتی۔ اور سید صاحب کے بارے میں آپ کے بھانجے سید محمد علی (جو عمر میں آپ سے بڑے تھے) لکھتے ہیں۔

برائے حضرت (سید صاحب) طعام روزمرہ مقرر کردہ بود بہ جماعت یاراں ہر دو وقت آں وظیفہ مقرر خودی آوردند [۳] یعنی لکھنو کے ایک شریف آدمی نے حضرت سید صاحب کیلئے دو وقت کا کھانا اپنے ہاں مقرر کر دیا۔ سید صاحب دوستوں کے ساتھ جا کر اپنے دو وقت کا مقرر کھانا اس آدمی کے گھر سے خود لے کر آتے۔

۱ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ۳۹۵ ۲ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ: ۳۹۶

۳ سید محمد علی۔ مخزن احمد ص ۱۴

بیعت وخلافت

لکھنو میں قیام طویل کے باوجود آپ کو مناسب ملازمت نہ مل سکی تو دہلی کا رخ کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۰ برس تھی۔ غربت وافلاس کے سبب بڑی مصیبت سے دہلی پہنچے۔ دہلی اس حال میں داخل ہوئے کہ چہرہ غبار آلود بال خاک آلود، کپڑے پھٹے ہوئے اور میلے اور پیر جوتے کو ترس رہے [۱] تھے مزید یہ کہ دہلی میں کوئی جاننے والا بھی نہ تھا۔ مجبور ہو کر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مدرسے کا سہارا لیا اور ان سے ملاقات کی۔ اس دور میں ایک سید صاحب ہی بے چارے غربت کا شکار نہ تھے۔ بلکہ اکثر مسلمان اس غربت کے ہاتھوں ''نیم جاں'' مستفیدین تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز ہندوستان کی ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ آپ کی شہرت ہندوستان کی سرحدوں کو عبور کر چکی تھی۔ اس لئے مستفیدین ہر وقت ہالہ بنے رہتے۔ سید صاحب کے نزدیک شاہ صاحب کی یہ کیفیت دیکھی تو انہیں بھی تحصیل علم کا شوق دامن گیر ہوا۔

مرزا حیرت لکھتے ہیں۔

سید احمد کا عین منشاء یہی تھا کہ کسی طرح میں لکھ پڑھ کر فاضل اجل بن

جاؤں۔ مگر طبیعت کے رجحان کو کیا کرتے کہ اس طرف رجوع ہی نہیں ہوتی تھی۔[۲]

اگر فاضل اجل ہو بھی جاتے تو ضروری نہیں کہ شاہ عبدالعزیز ہوتے کیونکہ

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

غالباً سید صاحب نے اپنی سادہ لوحی اور مسکین مزاجی کے باعث شاہ صاحب تک رسائی حاصل کی۔ اور شاہ صاحب سے کوئی کتاب شروع کر دی۔

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

مہینے تک پڑھایا گیا مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ سید احمد کی طبیعت بھی زچ ہوگئی اور شاہ عبدالعزیز بھی بوکھلا گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب سید احمد صاحب کتاب لے کر بیٹھتے تو ترمرلے سے آنکھوں میں پھرنے لگتے تھے جیسا کہ اکثر ضعیف دماغ والوں کو یہ مرض عارض ہوتا ہے۔[۳]

پھر لکھتے ہیں:۔

ہزار طرح کوشش کی کہ سید احمد کو کچھ آ جائے مگر دل ہی نہ لگا۔[۴]

جب سید صاحب کی غباوت اور عدم دلچسپی کی وجہ سے بالکل ناامیدی ہوگئی تو سید صاحب کو عام درس میں جو ہفتہ میں دو مرتبہ ہوتا تھا شمولیت کا حکم دیا گیا۔ مرزا لکھتے ہیں۔

پھر آپ نے اجازت دے دی کہ قرآن خوانی اور حدیث کے پڑھنے کے وقت آپ موجود ہوا کریں۔[۵]

یعنی شاہ صاحب نے ''مردِ بے مراد'' سمجھ کر دست برداری کر لی۔ اور اپنے قیمتی لمحات کو ضائع ہونے سے بچا لیا۔ حصول تعلیم کا یہ دوسرا موقع سید صاحب نے اپنی غباوت کے باعث کھو دیا اور ہمیشہ کیلئے بے علم ہو کر رہ گئے۔ آگے چل کر سید صاحب

کچھ بھی ہوئے لیکن بے علمی اور جہالت کا داغ دامن سے نہ دھو سکے۔

سید صاحب کے دیگر سوانح نگاروں نے مرزا حیرت دہلوی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سید صاحب شاہ عبدالقادر دہلوی کی خدمت گزاری میں رہے شاہ عبدالعزیز تک نہ پہنچ پائے تھے۔ گویا شاہ صاحب سے استفادہ کی داستان ہی من گھڑت ہے۔

سید صاحب تلاش معاش میں دہلی آئے تھے اور تحصیل علم میں لگ گئے۔ نتیجۃً نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے۔ نیم دروں اور نیم بروں کی سی کیفیت بھی پیدا نہ ہو سکی، تاہم ایک کام آپ سے ایسا ہو گیا جو آگے چل کر عزت و شہرت کا باعث بن گیا۔ اور وہ حضرت شاہ عبدالعزیز سے بیعت طریقت کا شرف تھا۔ شاہ صاحب کا اسم گرامی ہندوستان کے مدارس اور خانقاہوں میں محتاج تعارف نہ تھا اس لئے سید صاحب اور آپ کے رفقاء کار نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔

پیر پر بت پرستی کا الزام:

سید صاحب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے تصوف کی منزلیں طے کرتے رہے جب شاہ صاحب نے ''تصور شیخ'' کا فرمایا تو سید صاحب نے کہا یہ میں نہیں کر سکتا کیونکہ تصور شیخ اور بت پرستی میں جو کہ بدترین کفر و شرک ہے کوئی فرق نہیں۔ شاہ صاحب نے حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھا۔

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

سید صاحب نے کہا آپ جیسے حکم دیں ویسے کروں گا۔ لیکن شیخ کی عدم موجودگی میں تصور شیخ کرنا، اس سے امداد اور توجہ مانگنا بعینہٖ بت پرستی اور شرک صریح

ہے میں ہرگز ہرگز نہیں کروں گا۔[۶]

ترسم که نه رسی بکعبه اے اعرابی
کیں راه که تومی روی بترکستان است

واضح رہے کہ یہ وہ سید صاحب بول رہے ہیں جو قرآن حکیم کی چند سورتوں کے علاوہ ناظرہ قرآن بھی نہیں پڑھ سکتے جنہوں نے کریما کا پہلا مصرع، کریما بہ بخشا برحال ما، تین روز میں یاد کیا اور پھر بھی اسے بھول جاتے۔ جنہیں تعلیم دینے سے شاہ عبدالعزیز عاجز آ چکے تھے۔ جنہیں ''شیعان علی'' کا معنی بھی نہ آتا تھا۔

آج وہ سید صاحب فرما رہے ہیں کہ تصور شیخ بت پرستی اور شرک صریح ہے اور طرہ یہ کہ بت پرستی کا الزام پیر کو دے رہے ہیں۔

چو کفر از کعبه بر خیز و کجا ماند مسلمانی

اور اس پیر طریقت کو بت پرستی کا الزام دے رہے ہیں جن کی بزم علم و عرفان کے چرچے ہندوستان کی سرحدوں کو عبور کئے ہوئے تھے اور اس تصور شیخ کو بت پرستی اور شرک صریح قرار دے رہے ہیں جو صدیوں سے روئے زمین کے اہل اللہ کا معمول رہا ہے۔

آپ چاہیں تو کریما کی تعلیم سے بھی کورے سید صاحب کے قول کو قبول کر لیں اور شاہ عبدالعزیز سے لے کر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور مجدد الف ثانی سمیت شیخ بہاؤ الدین نقشبند پر بت پرستی اور کفر صریح کے ارتکاب کا فتویٰ عائد کر دیں۔ اور اگر چاہیں تو اسے سید صاحب کی بے علمی اور خبط قرار دے لیں۔ اور یہ آخری فیصلہ زیادہ آسان ہے۔

تصور شیخ اور سرپرست دیوبند

تصور شیخ کی بارے میں سید صاحب کے نقطہ نظر کے بعد اب دیوبند کے

سرپرست مولانا رشید احمد گنگوہی کا بھی قول پڑھ لیں جو سید صاحب کے اخلاف سلسلہ کے ایک بزرگ ہیں تاکہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آ جائیں۔

ایک دفعہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ درپیش تھا۔ فرمایا کہ کہہ دوں عرض کیا گیا کہ فرمایئے۔ پھر فرمایا کہہ دوں۔ عرض کیا گیا فرمایئے۔ پھر فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا فرمایئے تو فرمایا۔

تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔

پھر اور جوش آیا۔ فرمایا کہہ دوں۔ عرض کیا گیا حضرت ضرور فرمایئے۔ فرمایا کہ اتنے سال حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ کے پوچھے نہیں کی۔[۷]

مولانا رشید احمد گنگوہی تصور شیخ کرتے رہے بلکہ تصور رسول ﷺ سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ تین سال ان کے شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ اور کئی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قلب میں رہے۔

سید صاحب کی تحقیق کی رو سے مولانا گنگوہی بت پرست اور کافر صریح ہوئے۔

نیم حکیم خطره جان، نیم ملا خطره ایمان

کی مشہور ضرب المثل آپ کو نہیں سنانا چاہتا صرف: تنا عرض کرتا ہوں کہ

چوں شمع از پے علم باید گداخت که بے علم نتواں خدا را شناخت

میں محاکمہ کی لیاقت تو نہیں رکھتا۔ لیکن کریما کی تعلیم سے بھی کورے سید صاحب اور خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مقام و مرتبہ میں تفریق کی

تمیز و تفہیم ضرور رکھتا ہوں۔

اگر سید صاحب کا پیر طریقت سے یہ مکالمہ صحیح ہے (اور یقیناً صحیح ہے کہ راوی شاہ اسمٰعیل ہیں) تو سید صاحب کی خلافت کا قصہ ایک افسانہ تو ہو سکتا ہے حقیقت نہیں ہو سکتی۔ بت تراش اور بت شکن کا کوئی جوڑ نہیں۔ آتش اور آب کا کوئی میل نہیں۔ پیر اور مرید کی راہیں الگ الگ ہیں۔ پیر ''برافلاک رفت'' اور مرید ''بصحرا رود'' سید صاحب چونکہ تعلیم سے بے بہرہ تھے۔ اسلئے تبلیغ کرنے اور دوسرے کو متاثر کرنے کا کوئی خاص گر نہ رکھتے تھے۔ جناب شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

وعظ و تبلیغ میں سید صاحب کو وہ ملکہ حاصل نہ تھا جو شاہ اسمٰعیل شہید کو تھا۔[۸]

ایک شخص بالکل بے علم ہو اور تبلیغ میں کوئی خاص ملکہ نہ رکھتا ہو تو وہ احیاء اسلام کیا کرے گا۔

---

۱ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۰۵
۲ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۰۶
۳ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۰۸
۴ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۰۹
۵ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۰۹
۶ سید محمد علی۔ مخزن احمد ص ۱۹
۷ اشرف علی تھانوی۔ مولانا۔ ارواح ثلثہ ص ۲۹۰
۸ محمد اکرم شیخ۔ موج کوثر ص ۱۷

﴿اسلاف سے برتری کا ادعا﴾

سید صاحب کو یہ زعم بھی تھا کہ وہ تمام موجودہ اور گذشتہ اولیاء کرام سے زیادہ کامل اور صاحب فضیلت ہیں۔ اور اکثر اس کا اظہار بھی کرتے رہتے کبھی کہتے ''مشائخ دہلی'' سے افضل ہوں اور کبھی اپنی زبان گوہر بار سے اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے برتری کا ذکر کرتے اور مثالیں دیتے۔ مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں سید صاحب نے فرمایا۔

میں ایک دن مولانا شاہ عبدالعزیز کے دولت خانے پر حاضر ہوا اس وقت آپ کے پاس مولوی رشید الدین خاں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ میں بہت دیر تک بہ انتظار تخلیہ دالان میں ٹہلتا رہا کہ جب یہ (مولوی رشید الدین خان) صاحب تشریف لے جائیں تو میں مولانا سے کچھ عرض کروں۔ اسی ٹہلنے کی حالت میں مجھ کو یہ الہام ہوا کہ اگر تو بندوں کی طرف التجا کرے گا تو ہم تیری دستگیری نہ کریں گے۔

اس پر مولانا مرتضیٰ خان کا اجتہاد ملاحظہ ہو۔

اس الہام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں سید صاحب کا درجہ مولانا شاہ عبدالعزیز سے بڑھا ہوا تھا۔[۱]

سید صاحب کے الہام سے تو واقع یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ سید صاحب کا مرتبہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بڑھ گیا تھا۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کے طرز عمل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک مولانا رشید الدین خان دہلوی کا مرتبہ سید صاحب سے کہیں زیادہ تھا کیونکہ شاہ صاحب نے مولانا رشید الدین خاں کو اپنے پاس بٹھایا ہوا تھا اور سید صاحب کو انتظار میں ٹہلنے دیا۔ اور سید صاحب جب دالان

میں ٹہل ٹہل کر تھک گئے تو آپ کو الہام ہو گیا۔

سید صاحب کو اپنی تعریف وتوصیف میں الہام ہوتے رہتے تھے۔ اگر شاہ صاحب کو بھی سید صاحب کے ان الہامات کا الہام ہو جاتا تو شاید وہ سید صاحب کی عزت افزائی کرتے۔ لیکن شاہ صاحب ایک عالم دین کی موجودگی میں ان کا پاس بیٹھنا بھی مناسب خیال نہیں کرتے تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین سے بڑائی کا دعویٰ:

سید صاحب کے بھانجے جناب سید محمد علی رقم طراز ہیں کہ:۔

ایک روز عالم مراقبہ میں آپ کی ملاقات روح پرفتوح بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ اس وقت سید صاحب نے دیکھا کہ ایک چتر نور مقدس کا خواجہ صاحب ممدوح کے سر پر سایہ کر رہا ہے۔ پس اس وقت آپ کو یہ بھی دکھائی دیا گیا کہ آپ کے سر پر دو چتر نورِ مقدس کے سایہ کر رہے ہیں۔[۲]

خواجہ بختیار کاکی جن سے مشائخ کا ایک عالم فیضیاب ہے۔ اس جلیل القدر ہستی کو کس طرح کم دکھا کر اپنی تعریف وتوصیف خود کر دی۔ اف اللہ! مراقبہ جیسی پاکیزہ چیز کو بھی خودنمائی کا آلہ بنالیا گیا۔

مشائخ دہلی سے افضلیت:

سید صاحب کو بزرگی اور بڑائی کی ڈینگیں مارنے کا بہت شوق تھا اسلئے فرماتے ہیں:۔

جب میں عالم مراقبہ ومعاملہ میں مشائخ دہلی کی ارواح کی طرف متوجہ ہوا تو خود کو تمام مشائخ سے اکمل وافضل پایا ہے۔[۳]

یہ مجذوب کی بڑ سید صاحب کے خبط کی دلیل ہے۔ بائیس خواجہ کی چوکھٹ دہلی میں خواجہ قطب الدین، خواجہ نظام الدین، خواجہ باقی باللہ، شاہ غلام علی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی کے علاوہ بے شمار جلیل القدر اور عظیم الفیض بزرگان اسلام ابدی نیند سو رہے ہیں۔ سید صاحب جن کی خاک پا کی ہمسری کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے لیکن جس شخص کو اپنے مرشد طریقت سے بڑائی کا دعویٰ ہو تو وہ دوسرے اہل معرفت کا احترام کیونکر کر سکتا ہے۔

ارواح مشائخ میں اختلاف:

ایک روز ارواح مقدس حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بہاؤالدین نقشبند سید صاحب کے حال پر متوجہ ہوئیں۔ اور ایک ماہ تک دونوں روحوں میں تنازعہ رہا۔ دونوں ارواح میں سے ہر ایک روح سید صاحب کو اپنی طرف کھینچنا چاہتی تھی۔ آخر دونوں روحوں نے آپس میں صلح کر لی۔ پھر دونوں نے مل کر آپ پر ایک پہر تک توجہ ڈالی۔ جس سے دونوں خاندانوں کی نسبت آپ کو حاصل ہو گئی۔[۴] اس روایت سے جو کہ عالم بیداری میں واقع ہوئی ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سید صاحب مقبولانِ خدا کی موت کے بعد ان کی ارواح سے امداد واعانت کے قائل تھے۔ اب سید صاحب کے متوسلین کو اس پر خوب غور کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ کیا ارواح سے امداد حاصل کرنے کے بعد سید صاحب کے اسلامی عقیدہ میں کوئی فرق آیا یا نہیں۔

پہلی صورت میں سید صاحب پر بدعقیدگی کا فتویٰ جاری کرنا پڑے گا اور دوسری صورت میں اپنے عقیدے کی اصلاح کرنا ہوگی۔

دونوں میں سے کوئی بھی ہو۔ ہم پیر اور مرید کے معاملہ میں دخل اندازی نہیں

کریں گے لیکن تعجب ضرور ہوتا ہے کہ آخران ارواح نے سید صاحب ہی کو اپنی توجہ کیلئے کیوں منتخب کیا۔ حالانکہ سید صاحب کے پیر طریقت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (جو ظاہری و باطنی لحاظ سے مکمل نہیں اکمل تھے۔ اور ان کی فیض رسانی کی شہرت چار دانگ عالم میں گونج رہی تھے) کو ان ارواح مقدسہ نے نظر انداز کیا اور ایک ایسے بے چارہ کو چنا جو قرآن حکیم کی چند سورتوں کے علاوہ ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔

ایک خواب سے بڑائی کا دعویٰ:

سید صاحب نے ایک روز خواب میں ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ حضرت علی ؓ نے آپ کو اپنے دست مبارک سے غسل دیا اور اپنے ہاتھ سے سید صاحب کی خوب شست وشو کی جیسے کہ ماں باپ بچہ کو نہلاتے وقت شست وشو (صفائی) کرتے ہیں۔ اور حضرت فاطمہ نے آپ کو عمدہ لباس پہنایا۔[۵]

اس خواب میں مندرجہ ذیل چیزیں ہر قاری محسوس کرتا ہے۔

۱۔ سید صاحب کے مریدین نے اس خواب کو سچا سمجھا اور سید صاحب کی بزرگی میں بطور دلیل پیش کیا۔

۲۔ سید صاحب نے اس حیا سوز اور اخلاق باختہ خواب کو مریدوں کے سامنے اپنی بڑائی اور بزرگی کے طور پر پیش کرتے ہوئے حیا محسوس نہ فرمائی۔

۳۔ برہنگی کی حالت میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ حضرت علی نے آپ کو ایسے غسل دیا جیسے ماں باپ بچہ کو غسل دیتے ہیں اور سید صاحب کے بدن کی خوب صفائی کی۔

۴۔ اس ۲۵ سالہ معصوم بچہ کو حضرت فاطمہ نے عمدہ لباس پہنایا۔ سید صاحب غالباً سات ہی روز میں بے حیائی کی ساری منزلیں طے کر کے اس مقام تک پہنچ گئے تھے، بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔

اصل بات یہ ہے کہ سید صاحب کو اپنی بزرگی اور برتری کا خبط تھا۔ اس لئے مریدین سے اس کا ذکر کیا۔ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دے رہے ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عمدہ لباس پہنا رہی ہیں تو اس سے بزرگی میں اضافہ ہوگا۔ مریدین کی حسنِ عقیدت میں زیادتی ہوگی۔ اس خیال میں حیا کو بھی بھول گئے۔

---

۱ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمدی ص ۱۲۱ ۲ سید محمد علی۔ مخزن احمدی۔ ص ۲۵

۳ سید محمد علی۔ مخزن احمدی ص ۲۵۰ ۴ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمدی۔ ص ۶۵

۵ سید محمد علی۔ مخزن احمد۔ ص ۲۴

﴿مریدین کی تعداد اور اس کی حقیقت﴾

سید صاحب کی سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ایسا خلعت قبولیت حاصل تھا۔ جو دور آخر میں کسی کو نصیب نہ ہوا تھا۔ حکایات و روایات آدمی کو حیران و ششدر کر دیتی ہیں۔ مثلاً سید صاحب مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کیلئے نکلے تو جس شہر یا گاؤں گئے وہاں کے ہزاروں باشندوں نے شرک و بدعت سے توبہ کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت طریقت کی بلکہ بعض دیہاتوں کے تمام باشندے آپ کے مرید اور بندگانِ بے دام ہو گئے۔

لیکن اس وقت ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب سید صاحب کو دیکھتے ہیں کہ وہ سکھوں سے جنگ کیلئے سرحد روانہ ہوتے ہیں اور ہمراہیوں کی تعداد اعلان عام اور کوشش بسیار کے باوجود پانچ سو سے آگے نہیں بڑھ پاتی۔

شاہ ولی اللہ الٰہی خاندان مشرک و بدعتی تھا:

ایک بات مزید حیرت انگیز ہے کہ مسلمان شرک سے توبہ کرتے رہے شرک تو مشرک کرتا ہے اور وہی اس سے توبہ کر سکتا ہے۔ لیکن سید صاحب کے دست کرامت پر مسلمان شرک سے توبہ کرتے رہے اور وہ بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا خاندان مولانا تھانیسری لکھتے ہیں:۔

آپ دہلی سے روانہ ہو کر سب سے پہلے قصبہ پھلت میں کہ جہاں خویش و اقارب شاہ ولی اللہ اور شاہ اہل اللہ کے رہتے تھے تشریف لے گئے اس خاندان کے سب لوگ چھوٹے بڑے، مرد و عورت، آزاد و غلام سب آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ہر قسم کے ''شرک و بدعات'' سے توبہ کر کے موحد، متبع سنت بن گئے۔[۱]

حضرت شاہ ولی اللہ کا خاندان کیا ان کے انتقال کے بعد ''مشرک'' ہو گیا تھا۔ اس کی کوئی شہادت پیش نہیں کی جا سکتی۔ مگر سید صاحب کے ہاتھ پر انہوں نے شرک سے توبہ ضرور کی۔

اب آپ سید صاحب کے ہزاروں اور لاکھوں مریدین کی تعداد والی روایات کو پڑھیں اور کذب و فریب کا اندازہ خود لگاتے جائیں۔

ہندوستان: دہلی میں قیام کے دوران یہ کیفیت تھی۔

۱۔ اب تو دور دور سے صدہا علماء و فضلاء اور مؤمنین و مومنات آ آ کر بیعت سے مشرف ہونے لگے۔[۲]

۲۔ مظفر نگر و مہاری و سہارن پور و گڑھ مکتیسر و رام پور و بریلی و شاہ جہاں پور وغیرہ دو آب کے تمام شہروں اور قصبات میں دورہ کر کے آپ خلائق کثیر کو راہ راست پر لائے اور بیعت سے مشرف فرمایا۔[۳]

۳۔ تقریباً تمام علمائے فرنگی محل سید صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے۔[۴]

۴۔ دس بارہ روز تک الہ آباد میں قیام رہا۔ وہاں ہزارہا خلقت آپ کی بیعت سے مشرف ہوئی۔[۵]

بنارس میں ایک ماہ قیام رہا۔

۵۔ اس عرصہ میں تقریباً پندرہ ہزار افراد آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔[۶]

۶۔ کانپور میں ہزارہا خلقت آپ کی بیعت سے مشرف [۷] ہوئی۔

۷۔ قصبہ (مچھاون) کے کل مسلمان مرد و عورت آپکی بیعت سے مشرف [۸] ہوئے۔

دلمؤ میں قیام کے دوران

۸۔ اس رات کو ہزارہا مرد و عورت بیعت سے مشرف [۹] ہوئے۔

ڈگڈگی میں قیام کے دوران

۹۔ شام کو بہت آدمی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔[۱۰]

۱۰۔ یہاں الہ آباد میں ہزار ہا خلقت آپ کی بیعت سے مشرف ہوئی۔[۱۱]

۱۱۔ یہاں (مرزاپور میں) ہزار ہا خلقت آپ کی بیعت سے مشرف ہوئی۔[۱۲]

۱۲۔ (عظیم آباد میں) ہزار ہا خلقت شرک وبدعات سے تائب ہو کر آپ کی بیعت میں داخل ہوئی۔[۱۳]

۱۳۔ (شی پور میں) بہت سے اس شہر کے آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔[۱۴]

۱۴۔ (کلکتہ میں) یہاں حضرت کو بھی بیعت کرنے والوں کے ہجوم کی وجہ سے ذرا بھی فرصت نہ ہوئی۔[۱۵]

۱۵۔ شہر کلکتہ میں بیعت کرنے والوں کی یہ کثرت تھی کہ ہزار پانچسو آدمیوں کو ایک جگہ جمع کر کے سات آٹھ پگڑیوں کو اس مجمع میں پھیلا کر ہر ایک بیعت کنندہ کو حکم دیتے تھے کہ ان پگڑیوں میں سے کسی ایک پگڑی کا کنارہ پکڑے۔ پھر آپ پگڑیوں کا ایک کنارہ تھام کر کلمات بیعت کو بآواز بلند تلقین کرتے اور یہ کیفیت دن بھر رہتی تھی۔[۱۶]

۱۶۔ کلکتہ اور اس کے نواح میں آپ کے مریدوں کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ جو کوئی آپ سے بیعت نہ کرتا تھا۔ اس کو برادری سے خارج کر دیتے تھے اس وجہ سے بائعین کی اور بھی کثرت ہوگئی۔[۱۷]

عرب: یہ کیفیت ہندوستان کی تھی۔ کہ لوگ اس کثرت سے شرک وبدعت سے توبہ کر کے سید صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اب ذرا عرب کی حالت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷۔ ملک عرب کے بھی بہت سے لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے فیض یاب ہوئے۔[۱۸]

۱۸۔ (مکہ مکرمہ میں) ہزار ہا عالم وعامی جو اطراف وجوانب سے حج کو آئے ہوئے تھے آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

۱۹۔ (حج سے واپسی کی بعد بمبئی میں) یہاں بھی ہزار ہا مخلوق آپ کی بیعت سے فیضیاب ہوئی۔[۱۹]

سرحد: (۲۰) آپ نے ملک بنیر اور سوات کا خوب دورہ کیا۔ تقریباً یہ دونوں علاقے آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہوگئے۔[۲۰]

۲۱۔ (ہشت نگر میں) لوگ اس کثرت سے بیعت کیلئے جمع ہو گئے کہ ایک ایک سے بیعت لینا مشکل ہوگیا۔[۲۱]

۲۲۔ (برمی کوٹ، تھانہ، چکدرہ) ان تمام مقامات پر عوام وخواص میں سے کثیر تعداد نے بیعت کی۔[۲۲]

۲۳۔ ملک کاغان جو کشمیر سے ملحق ہے۔ بہت لوگ داخل بیعت ہوئے۔[۲۳]

جنوں کی بیعت: سوانح نگار سید صاحب کی تعریف وتوصیف میں ایسے غلو کا شکار ہوئے کہ لاکھوں انسانوں کو داخل بیعت کر کے بھی راضی نہ ہوئے اور لاکھوں جنوں کو سید صاحب کا مرید کرادیا چنانچہ لکھتے ہیں۔

لاکھوں جن آپ کی بیعت سے فیضیاب ہوئے۔[۲۴]

معلوم نہیں'' لاکھوں فرشتوں'' نے سید صاحب سے بیعت طریقت کی سعادت حاصل کیوں نہ کی۔ یا سید صاحب کے سوانح نگاروں نے دیدہ ودانستہ انہیں محروم کر دیا۔ جب جن بیعت سے فیضیاب ہو رہے تھے نہ جانے کن افراد نے انہیں دیکھا۔ غالباً شروع میں شمار کرنے کی کوشش کی ہوگی لیکن جنوں کی کثرت سے عاجز ہونے کے بعد لاکھوں کا لفظ استعمال کیا ہوگا۔ لاکھوں جنوں کی بیعت سے لاکھوں انسانوں کی بیعت کا معمہ کچھ کم نہیں ہے۔

۱ محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی۔ ص ۸۵
۲ محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمد۔ ص ۸۰
۳ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمد۔ ص ۸۵
۴ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۰۶
۵ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۲۲
۶ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۲۳
۷ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۲۶
۸ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۲۶
۹ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۳۰
۱۰ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۳۱
۱۱ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۳۲
۱۲ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۳۲
۱۳ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۳۵
۱۴ سوانح احمدی۔ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۳۵
۱۵ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۳۶
۱۶ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۴۳
۱۷ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۴۳
۱۸ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۵۱
۱۹ محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی۔ ص ۱۶۰
۲۰ محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی۔ ص ۱۶۰
۲۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۳۲۷
۲۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۳۹۴
۲۳ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ص ۲۵۲
۲۴ سوانح احمدی محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا ص ۱۶۰

دعوتوں کا منظر

سید صاحب کے معتقدین بلاوجہ دوسروں کو بدنام کرتے ہیں کہ وہ مریدین ومعتقدین کے ہاں دعوتیں کھاتے ہیں اور نذرانے وصول کرتے ہیں۔ اگر سید صاحب کے شب وروز پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب دعوتیں اڑانے اور نذرانے وصول کرنے میں تمام پر سبقت لے گئے۔ پہلے دعوتوں کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے اور پھر نذرانوں کا تماشا دیکھئے۔

پرتکلف دعوتیں: (بڈھانہ میں) زیادہ تر مولانا عبدالحی کے ہاں کھانا پکتا رہا۔ وہ ہر روز غایت درجہ تکلف کرتے۔ سید صاحب تکلف سے روکتے تو کہتے حضرت آپ کی معمولی سی آسائش کیلئے میرا گھر بھی بک جائے تو اسے سعادت سمجھوں گا۔[۱]

مولانا عبدالحی عالم ہونے کے باوجود پُرتکلف دعوتیں کر کے فضول خرچی کے مرتکب ہوتے رہے۔ قرآن حکیم نے تو فضول خرچی کرنے والوں کو "اخوان الشیطین" کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ چونکہ یہ پیر اور مرید کا معاملہ ہے اس لئے ہم دخل در "ماکولات" نہیں کرتے۔

پیرزادوں کا سا دورہ: سید صاحب جب ہندوستان کے مختلف شہروں کے دورے پر نکلے تو عام پیرزادوں کا سا طریقہ اختیار کیا ہم تو اس قابل نہیں کہ کچھ عرض کریں۔ جناب غلام رسول مہر اپنا تاثر لکھتے ہیں۔

"یہ دورہ بہ ظاہر پیروں اور پیرزادوں کا سا تھا۔ یعنی سید صاحب مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ پھرتے رہے۔ ہر مقام پر دعوتیں بھی ہوئیں"۔[۲] دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"سید صاحب کا عام انداز اگرچہ وہی تھا۔ جس پر اس وقت کے پیرزادے

عمل پیرا تھے''۔[۳]

اگر آپ یوں کہہ لیں کہ دعوت طعام کیلئے در بدر پھرتے رہے تو بے جا نہ ہوگا۔

عظیم الشان دعوت: مرشد آباد کے دیوان غلام مرتضیٰ نے قافلے کو روک لیا اور اصرار کیا کہ ''میرے وطن (کہنہ) چلئے۔ جس بنگلے میں آپ کو ٹھہرانا منظور تھا۔ اس کی محض درستی اور آرائش پر پانچ ہزار روپے صرف کئے۔ اس کے باہر بڑا بازار لگوایا اور منادی کرادی کہ سید صاحب کے ہمراہی جو کچھ خریدیں۔ اس کی قیمت کا حساب رکھا جائے۔ میں خود پوری رقم ادا کروں گا''۔[۴]

اگر اس کو فضول خرچی کا نام نہیں دیا جا سکتا تو پھر وہ کون سی چیز ہوگی جسے فضول خرچی کے بدترین نام سے تعبیر کیا جائے گا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سید صاحب کی درویشی اور شاہ اسمٰعیل کے تکفیر ساز قلم کی سیاہی خشک ہوگئی تھی۔ ورنہ ایسی فضول خرچی اور بدعت کو وہ ضرور ک، ف، ر سے تعبیر کرتے۔

وہ لوگ جو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسہ وجلوس پر خرچ کو فضول خرچی کا نام دے کر مسلمانوں کو ''اخوان الشیطین'' کا لقب دیتے ہیں۔ وہ سید صاحب کے معتقد خاص دیوان غلام مرتضیٰ پر تین حرف کیوں نہیں بھیجتے۔

پلاؤ میں گھی کی کثرت: (بمبئی میں) روزانہ پر تکلف دعوتیں ہوتی تھیں۔ پلاؤ میں گھی بہت ڈالتے تھے۔[۵] دوسروں پر طعنہ زنی کرنے والے سید صاحب کے مداح سید صاحب کی ''دعوت خوری'' کی یہ داستانیں پڑھ کر بھی نہ سوچیں تو سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

دعوتوں کی کثرت: کھانے کی دعوتیں مختلف افراد کی طرف سے پے در پے آنے لگیں۔ سید صاحب نے نمازیوں کو تیس تیس چالیس چالیس کی جماعتوں میں بانٹ دیا۔ اور داعیوں کی باریاں مقرر کر دیں تا کہ کسی کو دعوت قبول نہ کرنے کی شکایت نہ رہے۔ آپ تقریباً دو ہفتے چار سدہ میں ٹھہرے رہے۔ دونوں وقت نمازیوں کی مختلف ٹولیاں داعیوں کے ہاں کھانے کھائیں۔[۶]

معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب معہ جماعت مجاہدین دعوت طعام کی بڑے دلدادہ تھے۔

مقبرہ میں دعوت: مغرب کی وقت چمکنی پہنچے۔ جہاں شیخ عمر نام کے ایک بزرگ کا مقبرہ تھا ان کی اولاد میں سے ایک بی بی مقبرے کی متولیہ تھی۔ اس نے پورے لشکر کیلئے کھانا پکوایا۔ کھچڑی بھی تھی گوشت بھی اور تنور کی روٹیاں بھی۔[۷]

دعوت طعام اور وہ بھی ایک درگاہ کی متولیہ کی طرف سے درگاہ میں۔ لیکن کسی کو دعوت طعام پر اعتراض نہ ہوا۔

دعوت اور نذرانہ: سید عبدالقیوم نے بڑے اہتمام سے دعوت کی۔ اور دوسرے ہدایا کے علاوہ ایک بھینسا سید صاحب کی نذر کیا جو اتنی غیر معمولی ڈیل ڈول کا تھا اور اس درجہ موٹا تازہ تھا کہ ہاتھی کا بچہ معلوم ہوتا تھا۔[۸]

دھونکل سنگھ کی دعوت: جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔ سہارنپور کے تحصیل دار دھونکل سنگھ نے بھی سید صاحب کی دعوت کی۔[۹] اگر گراں نہ گزرے تو اتنا عرض کر دوں کہ سید صاحب کو دعوت اڑانے سے مطلب تھا عام ازیں کہ صاحب دعوت کافر ہو یا مسلمان۔

انگریز کے سپاہی: سپاہیوں نے دعوت طعام پر اصرار کیا تو فرمایا۔ اس شرط پر منظور کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں پکایا جائے۔ انہوں نے مان لیا۔[۱۰]

انگریز کی داشتہ: کانپور کے ایک انگریز کی مسلمان بی بی نے اپنے داماد مرزا عبدالقدوس کو رائے بریلی بھیج کر سید صاحب کو بلوایا[۱۱] تھا۔ آپ گنگا کو عبور کر کے انگریز کی مسلمان بی بی کے مکان پر اترے۔[۱۲]

انگریزوں نے بہت سی مسلمان عورتوں کو بیویوں کی طرح رکھا ہوا تھا یہ کانپوری عورت انگریز کی ایک ایسی ہی بیوی تھی جس کے ہاں سید صاحب اترے۔

انگریز کی دعوت: سید صاحب کے بھانجے سید محمد علی لکھتے ہیں۔

جب عشاء کی نماز ہو چکی۔ اس وقت دیدبانوں نے عرض کیا کہ کچھ مشعلیں ہماری طرف آ رہی ہیں۔ اسی گفتگو کے دوران کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار مختلف قسم کے کھانے لے کر کشتی کے قریب کھڑا ہے اور پوچھتا ہے۔ پادری صاحب کہاں ہے۔ سید صاحب نے کشتی سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ تشریف لائیے۔ انگریز فوراً گھوڑے سے اترا اور اپنی ٹوپی سر سے اتار کر کشتی میں سید صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ مزاج پرسی کے بعد عرض کیا کہ میں نے اپنے نوکروں کو آپکے قافلہ کی آمد کی اطلاع کیلئے متعین کر رکھا تھا۔ آج خبر ملی کہ آپ معہ قافلہ اس طرف آ رہے ہیں۔ یہ خوشخبری سن کر میں نے ماحضر تیار کیا اور خدمت میں حاضر ہو گیا۔[۱۳]

زانی انگریز کی دعوت: ایک انگریز کی مسلمان بیوی نے دعوت کی غرض سے روکا۔

سید صاحب نے اس کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر انگریز خود آیا اور عرض کی کہ اس کی دعوت نہ مانئے لیکن میری دعوت قبول کرنے میں تو تکلف نہ ہونا چاہیے۔ آپ نے انگریز کی دعوت قبول کر لی۔[۱۴]

ایک فرنگی عورت کی دعوت: من جملہ بیعت کرنے والوں کے منڈود صاحب فرنگی کی عورت بھی تھی۔ جس نے بیعت کرنے کے بعد سات روز تک دونوں وقت آپ کی دعوت کی اور ایک مکان عظیم الشان معہ اسباب ضروری کے آپکی نذر کیا۔[۱۵]

انگریزی کمپنی کے وکیل کی دعوت:

سید صاحب کلکتہ میں منشی امین الدین احمد کے ہاں قیام پذیر ہوئے یہ صاحب کون تھے۔ مہر صاحب لکھتے ہیں۔

یہ منشی امین الدین احمد..... جو بنگال کے اونچے گھرانے کے فرد تھے اور کلکتہ کے ممتاز امیروں میں گنے جاتے تھے۔ انگریزی کمپنی میں انہیں وکیل کا عہدہ حاصل تھا اور کمپنی کے پورے علاقوں میں سے جتنے مقدمات کلکتہ کی مرکزی حکومت کے پاس پیش ہوتے تھے۔ سب منشی صاحب ہی کی وساطت سے پیش ہوتے تھے۔[۱۶]

انگریزوں، ان کی بیویوں اور ملازمین کی اتنی کثرت سے دعوتیں سید صاحب کی انگریز دوستی کی غمازی کرتی ہیں۔ ورنہ ان کو پادری صاحب کی دعوت کی کوئی حاجت نہ تھی۔ جب کہ انگریز سید صاحب سے خائف بھی نہ تھے اور سید صاحب وضاحت فرما چکے تھے کہ مجھے سرکار انگریزی سے کوئی مخاصمت نہیں اور دوسری طرف سید صاحب کی دعوت طعام سے لگن کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

مہاراجہ کی شاہانہ دعوت: گوالیار میں مہاراجہ کی طرف سے مہمانداری کا پورا انتظام تھا۔ کئی مرتبہ ہندوراؤ نے دعوتیں کیں ایک دعوت کی تفصیل راویوں نے یوں بیان کی ہے۔ کہ مرہٹی کھانا بھی پکوایا، شیرمال، پرانٹھے، پلاؤ، متنجن، قلبہ، فیرینی، یاقوتی، کباب پسندے، مرغ بریاں وغیرہ بھی تیار کرائے۔ سید صاحب اور بعض بلند پایہ ساتھیوں کے ہاتھ ہندوراؤ نے خود دھلوائے۔ کھانے کے بعد جو پان پیش کئے وہ سب ورق طلا قیں ملفوف تھے۔ بہت سے تحائف خوانوں میں لگا کر نذر کیلئے لائے گئے۔ ان میں موتیوں کا ایک بیش بہا ہار اور دو چغے بھی تھے۔ جس پر زری کا نہایت عمدہ کام تھا۔[۱۷]

آخر ہندو مہاراجہ نے کس اسلام اور جہاد کی خوشی میں سید صاحب کی اتنی عظیم الشان دعوت کی۔ اس کا کچھ مقصد تھا اور وہ یہی ہوسکتا ہے کہ مہاراجہ کو انگریز کی خوشنودی درکار تھی۔ تو وہ اس صورت میں حاصل کر رہا تھا اور سید صاحب نے بھی خوب مزے سے یہ دعوتیں اڑائیں۔ سید صاحب کے متوسلین پہلے اپنے پیر طریقت کی دعوتوں کا حال دیکھ لیں۔ پھر کسی دوسرے پر اعتراض کریں۔

---

۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۲۷
۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۱۲۸
۳ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۱۷۲
۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۲۲۹
۵ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۲۲۹
۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۲۷
۷ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۶۲
۸ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۹۵
۹ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۲۸
۱۰ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۲۶
۱۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۵۹
۱۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۰
۱۳ سید محمد علی۔ مخزن احمدی ص ۲۷
۱۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۹۰
۱۵ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا سوانح احمدی ص ۱۲۶
۱۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۰۵
۱۷ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۷۴

نذرانوں کی جھلک

سید صاحب معاشی لحاظ سے بڑے تنگدست تھے۔ حصول معاش کیلئے لکھنؤ کا سفر اختیار کیا کامیابی نہ ہوئی۔ ایک شریف آدمی نے دو وقت کا کھانا اپنے گھر سے مقرر کر دیا۔ سید صاحب روزانہ جاتے اور اپنا کھانا لے آتے۔

جب بعض وہابیت پسند افراد نے اپنی مطلب برآری کیلئے آپ کی ولایت کا چرچا کیا تو نذرانے آنے لگے۔ جس سے سید صاحب اور آپ کے متوسلین شاد کام ہوتے۔ نذرانوں، چندے اور صدقہ کے علاوہ کوئی مستقل اور معقول آمدنی نہ تھی۔ معاشی تنگی کے وقت اس انتظار میں رہتے کہ کہیں سے کوئی نذرانہ صدقہ اور مال خیرات آ جائے۔ جب ناامیدی ہوتی تو قرضہ لے کر گذارا کرتے جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

آپ اپنے ایک دوست ''شاہ میر'' سے دوسو روپے قرضہ لائے پھر نذر کے روپے آئے تو رقم واپس کر دی۔[۱]

لیکن جب آپ اپنے آبائی وطن گئے تو نذرانوں میں مزید کمی آ گئی اور وقت مشکل سے کٹنے لگا۔ مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

وطن میں پہنچ کر نذر و نیاز روزانہ کی آمدنی بھی بند ہوگئی تھی۔[۲]

کیونکہ علاقائی لوگ اس وقت تک یا تو سید صاحب کی ولایت کے قائل نہ تھے یا ناواقف تھے اور ان کو پہلے کی طرح ایک بھولا بھالا آدمی سمجھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی مختلف اوقات میں سید صاحب لوگوں سے قرضہ لیتے۔ اسی امید پر کہ نذرانہ یا چندہ مل جائے گا تو ادا ہو جائے گا۔ جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

متفرق سواریوں اور باربرداریوں کے بائیس (22) روپے واجب الادا تھے۔اس اثنا میں لوگوں سے نذریں ملتی رہیں۔آپ نے بائیس (22) روپے وہ ادا کئے۔تین روپے بطور انعام دیئے۔[۳]

قالین :سید صاحب صرف رقم ہی نذرانے میں وصول نہ کرتے تھے بلکہ جو چیز مل جائے لینے سے انکار نہ فرماتے۔غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

شیخ (غلام علی) صاحب نے بیسوں ہدایا کے علاوہ ایک نہایت قیمتی قالین بھی سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔[۴]

اور اس کے بعد رقمطراز ہیں:

قیمتی پارچے بطور نذر سید صاحب کی خدمت میں گذارے۔[۵]

غالباً اس دور میں سید صاحب کے علاوہ کوئی دوسرا شخص امداد کا زیادہ مستحق نہ تھا۔

بھینسا: کارو (سندھ) میں سید چورن شاہ ایک ممتاز بزرگ تھے۔سید صاحب کے حکم سے سید حمید الدین اور سید اولاد حسن نے ان سے ملاقات کی وہ سید صاحب سے ملاقات کیلئے آئے تھے اور بڑا بھینسا بطور نذرانہ پیش کیا۔[۶]

جو شخص پارچوں کی قبولیت سے انکار نہیں کرتا وہ بھینسے کو کیونکر چھوڑ سکتا ہے۔ اگر خوش عقیدہ مسلمان سید صاحب اور ان کے رفقاء کی سُوءعقیدگی سے بے خبری میں نذرانے پیش کرتے تو اس بے تامل قبول کر لیا جاتا۔اور اگر کوئی مسلمان یہی بھینسا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، اور حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے مزار پر مجاورین کو دیتا تو وہ بھینسا غیر اللہ سے نسبت کی وجہ سے حرام ہو جاتا۔لیکن سید صاحب کے حضور پیش کرنے سے وہ حرام نہ

ہوا۔شاید سید صاحب غیر اللہ نہ تھے۔

فرزند کا نذرانہ: نذرانوں کی انتہا ہوگئی۔

اب بھینسے سے بھی بڑی چیز نذرانہ پیش کی جاتی ہے پڑھیے اور سر دھنیے۔

سب سے عمدہ تحفہ جو شیخ (فرزند علی) صاحب لے کر آئے وہ امجد نام کا ایک نوجوان تھا جس کو انہوں نے مثل ابراہیم خلیل اللہ، اللہ کی راہ میں نذر کر کے سید صاحب کے حوالے کر دیا۔[۷]

ملاحظہ فرمایا آپ نے۔ایک طرف بھینسا بلکہ بکرا سید صاحب کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ کو نذرانہ پیش کیا جائے تو وہ غیر اللہ سے نسبت کی وجہ سے حرام ہو جاتا ہے۔اور اگر سید صاحب کو نذرانے میں اپنا بیٹا پیش کر دیا جائے تو وہ نہ صرف آدمی کی بزرگی و بڑائی کی دلیل بن جاتا ہے۔بلکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مثیل ہو جاتا ہے۔

گرما گرم حلوہ: افسوس ہے اس دعا بلعم باعوری پر جو حلوہ خوری کیلئے کی جائے لیکن حیرت ہے کہ سید احمد بریلوی بھی آمد حلوہ کی دعا مانگتے ہیں۔

ایک دفعہ ہمراہیوں نے سید صاحب سے گذارش کی کہ آپ دعا کریں کہیں سے کھانا آ جائے۔مولانا تھانیسری لکھتے ہیں۔

سید صاحب دعا کرنے کے بعد ایک کمبل اوڑھ کر لیٹ رہے اسی وقت ایک آدمی جس کے سر پر ایک طباق کلان گرما گرم حلوے سے بھرا ہوا رکھا تھا۔سید صاحب

کے سرہانے آ کر آپ کو جگانے لگا۔ آپ نے منہ کھول کر دیکھا تو ایک آدمی مع گرما گرم حلوے کے حاضر ہے۔[۸]

سید صاحب کیسے مستجاب الدعوات تھے۔ فوراً حلوہ مع آدمی کے حاضر ہو گیا کاش کہ سید صاحب ایسی ہی دعا سرحدی مسلمانوں کے قتل عام سے پہلے کر لیتے اور مسلمانوں میں خونریزی نہ ہوتی۔

داروغہ کی نذر : سئ ندی کے پار سے دو آدمیوں کی آواز آئی کہ کشتی بھیجو۔ سید صاحب خود مسجد سے باہر نکلے اور پوچھا۔ آپ کون لوگ ہیں؟ معلوم ہوا کہ سید صاحب کے ایک مرید سید یٰسین نے جو توپ خانے میں داروغہ تھا۔ کچھ روپیہ بطور نذر بھیجا ہے۔ کشتی بھیجی گئی۔ وہ دو آدمی آئے روپیہ سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔[۹]

ہری رام کی نذر : ہری رام کشمیری وہاں (غازی آباد میں) تحصیل دار تھا .....نیاز مندانہ حاضر ہوا اور شیرینی کے علاوہ کچھ نذر بھی بطور نذر پیش کیا۔[۱۰]

بدھ رام کا نذرانہ: (پشاور) بدھ رام نام ایک مشہور (ہندو) سیٹھ تھا۔ وہ سید صاحب کی خدمت میں آیا تو نقد روپے کے علاوہ انگور، انار، پستہ، بادام، ناشپاتی اور بہی کی ٹوکریاں اور تھیلے لایا۔[۱۱]

شیخ غلام علی کے نذرانے:

جو لوگ علماء مشائخ کے نذرانوں پر معترض ہیں وہ سید صاحب کی ان ''نذری فتوحات'' پر کیوں مہر بلب ہیں۔ سید صاحب کے نذرانوں کی ایک طویل فہرست

ہے۔ ہم تو ''مشتے نمونہ از خروارے'' پیش کر رہے ہیں۔ پڑھیے۔

جناب مہر لکھتے ہیں۔

شیخ (غلام علی الہ آبادی) صاحب نے اس طریق پر جو نذریں پیش کیں وہ بہ حیثیت مجموعی بیس ہزار سے کم نہ ہوں گی۔[۱۲]

یہ بیس ہزار ۱۸۲۴ء کے ہیں، آج کے نہیں۔ اتنی کثیر رقم سید صاحب کو بطور نذرانہ پیش کی جاتی تھی۔ لیکن افسوس ایسے لوگوں پر ہے جو ایک چونی لینے والوں کو تو ہر وقت ملامت کا نشانہ بناتے ہیں اور بیس ہزار والوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

انگریزی ملازم کی نذر : بیعت کرنے والوں میں سے ممتاز اصحاب یہ تھے۔ داروغہ محمد رحم .....، محمد تقی قصاب جو انگریزی فوجوں میں گوشت کا بڑا ٹھیکیدار تھا۔ بعض شیرینی، پارچات اور نقد کے کئی کئی خوان نذر میں پیش کئے۔[۱۳]

دو دو سو کے نذرانے: مولوی کرامت علی، صدر امین، شیخ محمد تقی، بستی میاں، رنجیت خان ان سب نے دو دو سو روپے نذرانے گزارے۔ قلعہ کے میگزین کے خلاصیوں نے بھی دو ہی سو روپے دیئے۔[۱۴]

مرغوں اور انڈوں کی نذر: سید صاحب کے یہاں یہ طرز تھا کہ اس ملک کے جو لوگ آپ کی ملاقات کو آتے تھے وہ تحفے کے طور پر کوئی ''مرغ لاتے، کوئی سیر دو سیر شہد یا گھی لاتے، کوئی چاول، کوئی مرغی کے انڈے لاتے۔ آپ (سید صاحب) یہ تمام چیزیں بہ حفاظت تمام اپنے باورچی خانے میں رکھوا دیتے۔[۱۵]

یعنی سید صاحب ہر قسم کی نذر قبول کرتے تھے۔ ان میں رقم، قالین، کپڑے،

انگور، انار، پستہ، بادام، ناشپاتی، چاول، انڈہ، مرغا، حلوہ، شیرینی، شہد، بھینسا اور بیٹا وغیرہ چیزیں شامل ہوتیں۔ لیکن طعنہ سید صاحب کے مخالفین کو ملتا ہے۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

---

۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۲۳
۲ محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۹۳
۳ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۸۵
۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۵۷
۵ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۵۸
۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۸۴
۷ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمد ص ۱۶۸
۸ محمد جعفر تھانیسری سوانح احمدی ص ۶۹
۹ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۳۵
۱۰ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۲۶
۱۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۵۲
۱۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۹۱
۱۳ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۲۶
۱۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۹۲
۱۵ ابوالحسن علی ندوی۔ مولانا سیرت سید احمد شہید اول ص ۵۴

﴿مزارات پر حاضری﴾

سید صاحب مقابر، مزارات اور مقامات مقدسہ کی زیارت اور ان سے فیوض وبرکات کے حصول کیلئے شدِ رحال کرتے۔ مقابر پر مراقبے بھی کرتے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل اللہ کی ''حیات بعد الممات'' کے منکر نہ تھے۔ ورنہ مراقبہ چہ معنی دارد۔

سید صاحب کی یہ ''قبر دوستی'' شاہ اسمٰعیل کے مسلک ومزاج کے خلاف تھی۔ وہ ان رسوم کے پابند نہ تھے۔ اس لئے سفر حج کے دوران مدینہ منورہ نہ گئے۔ بلکہ اس سے پہلے اپنے تایا حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے خلاف بایں وجہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''حاضر وناظر'' ہونے کے قائل تھے فتویٰ تضلیل صادر فرما چکے تھے۔ معلوم نہیں انہوں نے ان مسائل میں اپنے پیر طریقت کے خلاف کوئی فتویٰ تضلیل دیا یا نہیں۔ انہیں منع کیا یا نہیں۔ تاہم سید صاحب کی سوانح سے مندرجہ ذیل مزارات اور مقامات پر حاضری کا ذکر ملتا ہے۔

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام: سید صاحب کو بہت دفعہ مرقد مبارک کی داخلی بھی اس طرح سے حاصل ہوئی کہ دو گھڑی تک سید صاحب مرقد مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مراقب بیٹھے رہے۔[۱]

(۲) حضرت حوا علیہا السلام: (جدہ میں) اس مقام کی بھی زیارت کی جو حضرت حوا علیہا السلام کے نام سے مشہور تھا۔[۲]

(۳) ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:

جنت المعلیٰ میں پہنچے اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار پر دیر تک مصروف دعا رہے۔[۳]

(۴) ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا:

وادی (فاطمہ) میں مرقد مبارک حضرت ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ آدھی رات کے قریب حضرت چند رفیقوں کے ساتھ زیارت کیلئے وہاں تشریف لے گئے۔[۴]

(۵) حضرت ابوعبیدہ اور شیخ یمنی رضی اللہ عنہما:

وادی صغریٰ میں حضرت شیخ عبدالرحیم یمنی اور حضرت ابوعبیدہ بن حارث جو غزوہ بدر میں زخمی ہوکر اس مقام پر شہید ہوئے تھے کی زیارت سے مشرف ہوئے۔[۵]

(۶) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ:

سید صاحب حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ کے مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے تھے۔[۶]

(۷) حضرت سید عیدروس رحمۃ اللہ علیہ: عدن میں پہنچنے کے بعد حضرت سید صاحب جناب سید عیدروس کے مرقد مبارک پر جو اس شہر میں واقع ہے زیارت کے واسطے تشریف لے گئے۔[۷]

(۸) حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ: سید صاحب نے (پشاور سے) روانہ ہوتے وقت اخوند درویزہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کی۔[۸]

(۹) حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ: تورسک کے راستے باچا، جہان آپ نے سید علی ترمذی وغوث بونیر (المعروف پیر بابا) کے مزار کی زیارت کی۔[۹]

(۱۰) حضرت سید عبدالوہاب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ: باچا سے شل بانڈی گئے۔ جہاں سید عبدالوہاب (عرف عبدل بابا) کے مزار پر فاتحہ خوانی کی۔[۱۰]

(۱۱) حضرت حمزہ اور مقبولان خدا: سید صاحب نے آہستہ آہستہ حرم مبارک کے تمام مآثر کی زیارت کی۔ مثلاً جنت البقیع، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، جبل احد، مسجد قبلتین، مسجد قباء، بیر خاتم وغیرہ۔[۱۱]

(۱۲) مقام حدیبیہ: حدیبیہ میں ٹھہرے۔ جہاں بیعت رضوان ہوئی تھی۔ وہاں رفیقوں سمیت دیر تک مصروف دعا رہے۔[۱۲]

(۱۳) حضرت شاہ علم اللہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

سید صاحب سید علم اللہ شاہ کے مزار پر جاکر دیر تک مشغول دعا رہے۔[۱۳]

---

۱ محمد جعفر تھانیسری مولانا سوانح احمد ص ۱۵۸
۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۲۱
۳ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۲۱
۴ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمدی ص ۱۵۶
۵ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمد ص ۱۵۷
۶ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمد ص ۶۵
۷ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمدی ص ۱۴۹
۸ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۵۸
۹ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۰۰
۱۰ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۰۱
۱۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۲۷
۱۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۲۱
۱۳ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۳۶

نکاحِ بیوگاں

سید صاحب کی اسلامی خدمات میں نکاحِ بیوگاں کو یہ کہہ کر شمار کیا جاتا ہے کہ اس وقت مسلمان عورتوں میں نکاح ثانی معیوب سمجھا جاتا تھا۔ سید صاحب نے اس سنت کا احیاء کیا۔

لیکن سید صاحب کی زبان پر نکاح ثانی کے الفاظ اس وقت آئے جب ان کے بڑے بھائی سید محمد اسحٰق کا انتقال ہوا اور ان کی نوجوان بیوی سیدہ ولیہ بیوہ ہو گئیں۔ سید صاحب نے انہیں نکاح کا پیغام دیا۔ چونکہ سید محمد اسحٰق ذی علم اور صاحب فراست آدمی تھے اس لئے سیدہ ولیہ نے سید صاحب کا پیغام رد کر دیا۔

سید صاحب کے سوانح نگار سیدہ ولیہ پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ نکاح ثانی کو معیوب سمجھتی تھیں تاہم سید صاحب نے مسلسل دو تین ماہ کی کوشش کے بعد بڑے بھائی کی نوجوان بیوہ پر کمند ڈال لی۔ [۱] مولانا اشرف علی تھانوی کی مصدقہ اور محشی کتاب ارواح ثلاثہ میں اسی نکاح کے بارے میں لکھا ہے کہ

سید صاحب نے شادی کی تھی۔ نماز میں کچھ دیر سے آئے۔ مولوی (عبدالحی) صاحب نے سکوت کیا کہ شاید نئی شادی کی وجہ سے اتفاقیہ کچھ دیر ہو گئی۔ اگلے دن پھر ویسا ہی ہوا کہ سید صاحب کو اتنی دیر ہو گئی کہ تکبیر اولیٰ ہو چکی تھی۔ مولوی عبدالحی نے سلام کے بعد کہا کہ ''عبادت الٰہی ہو گی یا شادی کی عشرت''۔ [۲]

یعنی سید صاحب اس شادی میں ایسے محو ہوئے کہ مرید صادق مولانا عبدالحی کو آواز کسنا پڑی۔ سید صاحب کی اس احیاء سنت کے بعد شاہ اسمٰعیل نے اپنی بیوہ ہمشیرہ سیدہ رقیہ کا نکاح زبردستی مولانا عبدالحی بڈھانوی سے کر دیا۔ [۳] کہتے ہیں ان دو

نکاحوں سے پورے ہندوستان کی کایا پلٹ گئی اور ہزاروں رانڈ عورتوں کے نکاح ثانی ہو گئے۔ ہو سکتا ہے لیکن حالات و واقعات اس کی تائید نہیں کرتے۔ بلکہ چراغ تلے اندھیرا معلوم ہوتا ہے۔ سید صاحب کی تین بیویاں تھیں۔ سیدہ زہرہ، سیدہ ولیہ، سیدہ فاطمہ۔ تینوں کی تاریخ وفات یہ ہے۔

۱۔ سیدہ زہرہ، متوفیہ ۴ شوال ۱۲۷۹ھ (۲۵ مارچ ۱۸۶۳ء) [۴]

۲۔ سیدہ ولیہ، متوفیہ ۱۸ رجب ۱۲۶۲ھ (۱۲ جولائی ۱۸۴۶ء) [۵]

۳۔ سیدہ فاطمہ، متوفیہ ۱۹۰۰ء [۶] (ان کا تعلق شیعہ کے اسماعیلی فرقہ سے تھا)۔

سید صاحب کے انتقال کے بعد سیدہ زہرہ ۳۲ سال، سیدہ ولیہ ۱۶ سال اور سیدہ فاطمہ ۶۹ سال تک بیوہ رہیں اور کوئی نکاح نہ کیا۔ یہی حال سید صاحب کی دونوں صاحبزادیوں کا ہے۔

۱۔ سیدہ سائرہ کا نکاح سید اسمٰعیل بن اسحٰق سے ہوا دونوں کی تاریخ وفات یہ ہے۔

سید اسمٰعیل (بن اسحٰق) ۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۰ھ (۲۰ اکتوبر ۱۸۶۲ء) کو فوت ہوئے۔ سیدہ سائرہ ان کے بعد ۲۸ رجب ۱۳۰۱ھ (۲۶ مئی ۱۸۸۴ء) بروز پیر فوت ہوئیں۔ [۷]

۲۔ دوسری لڑکی سیدہ ہاجرہ کا نکاح سید محمد یوسف سے ہوا۔ سید محمد یوسف ۱۶ شوال ۱۲۶۶ھ (۲۵ اگست ۱۸۵۰ء) کو فوت ہوئے۔ سیدہ ہاجرہ ان کے بعد ۶ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ (۲ نومبر ۱۸۵۹ء) کو فوت ہوئیں۔ [۸]

سیدہ سائرہ ۲۱ سال اور سیدہ ہاجرہ ۱۰ سال تک بیوہ رہیں اور نکاح ثانی نہیں کیا۔ قلمی جانثاروں کے قول کہ ''سنت کا احیاء ہوا۔ اور ہزاروں نکاح ثانی ہوئے'' کی حقیقت واضح ہو گئی کہ جب بیویوں اور بیٹیوں نے نکاح ثانی نہیں کیا تو اور لوگوں

نے کیا کیا ہوگا۔

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی کی دو بیویاں سیدہ رقیہ اور اپنی چچازاد بہن بیوہ ہو گئی[۹]۔ ان کا نکاح ثانی نہ ہوا۔ مولانا جعفر علی نقوی (مرید خاص سید صاحب) کا انتقال رمضان ۱۲۸۸ھ (نومبر ۱۸۷۱ء) میں ہوا[۱۰] اور ان کی دو بیویاں بیسویں عیسوی صدی کے اوائل تک زندہ رہیں[۱۱]۔ گویا ۳۵ سال بیوہ رہیں اور نکاح نہ کیا اسی طرح شاہ اسمٰعیل دہلوی کی اہلیہ سیدہ کلثوم کے نکاح ثانی سے تذکرہ نویس خاموش ہیں۔

اس کے علاوہ سید صاحب کے ایسے بے شمار خلفاء مجاز ہیں۔ جن کی بیواؤں کا نکاح ثانی نہ ہوا لیکن ''احیاء سنت کی تحریک'' حرکت میں نہ آئی۔

اور جب سرحدی مسلمانوں کی خواتین کا معاملہ آتا ہے تو رانڈ تو الگ رہیں دوشیزاؤں کو پکڑ پکڑ کر زبردستی سنتِ نکاح کا احیاء کیا جاتا ہے اور رانڈ عورتوں کے مکانات کو آگ لگانے کی دھمکی دی جاتی ہے۔ سید صاحب کے مرید خاص اور پشاور کے قاضی کا حکم ملاحظہ کیجئے۔

مولوی مظہر علی نے یہ اعلان دے دیا کہ تین دن کے عرصے میں ملک پشاور میں جتنی رانڈیں (خواتین) ہیں سب کے نکاح ہو جانے ضروری ہیں ورنہ کسی گھر میں بے نکاح رانڈ رہ گئی تو اس گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔[۱۲]

اسلامی نظام عدل میں اپنے، بیگانے، امیر اور غریب کی کوئی تفریق نہیں۔ امیر المؤمنین کے اہل واولاد اور رعایا کی اہل واولاد ایک ہی حکم میں ہوتے ہیں۔ سید صاحب کی دو بیویاں بیوہ رہیں اور تیسری زوجہ محترمہ ۶۹ سال تک بیوہ رہیں۔ ان

کی صاحبزادیاں ۲۱ اور ۱۰ سال تک بیوہ رہیں۔ کسی دینی حمیت رکھنے والے قاضی یا مجاہد نے مکان کو آگ لگانے کا اعلان نہ کیا نواب ٹونک سے جاگیر کے عطیہ کے بجائے نکاح ثانی کی تبلیغ کسی نے نہ کی۔ آخر کیوں؟

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

۱۔ سید محمد علی مخزن احمدی ص ۴۵
۲۔ اشرف علی تھانوی۔ مولانا۔ ارواح ثلثہ ص ۱۴۲
۳۔ سید محمد محزن علی۔ مخزن احمدی۔ ص ۴۵
۴۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۲۲
۵۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۸۲۳
۶۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۲۴
۷۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۸۲۴
۸۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۲۴
۹۔ غلام رسول مہر۔ جماعت مجاہدین ص ۱۱۶
۱۰۔ غلام رسول مہر۔ جماعت مجاہدین ص ۲۱۳
۱۱۔ غلام رسول مہر۔ جماعت مجاہدین ص ۳۱۰
۱۲۔ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۲

اعلانِ حج

سید صاحب نے مشائخ کی طرح دورے شروع کئے۔ لوگوں کا رجوع نہ دیکھ کر مفت حج کرانے کا اعلان کیا۔ پھر سوانح نگاروں کے قول کے مطابق ہزاروں اور لاکھوں افراد سید صاحب کے دامن گرفتہ ہو گئے لیکن مفت حج والے بھی ساڑھے سات سو سے زیادہ نہ ہو سکے۔ تاہم سید صاحب کو چندہ کا موقع خوب ہاتھ آیا۔ اس لئے مفت حج کرانے کے نام پر لاکھوں روپے جمع کئے اپنی ازواج اور خاندان کے دیگر افراد کو بھی مفت حج کرایا اور بعض کو مفت حصول سعادت کیلئے زبردستی ساتھ لے گئے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ امراء کو لے کر جاتے جن پر حج فرض تھا لیکن ان سے چندہ لینے پر اکتفاء کیا اور پراگندہ حال لوگوں کو جن پر حج فرض نہیں تھا اپنے ساتھ لے لیا۔

سید صاحب کیمیا گر تھے:

مگر حصول زر کیلئے مکہ مکرمہ جیسے مقام پر بھی کیمیا گری کرتے رہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی نے فرمایا کہ

مکہ معظمہ میں سید قاسم صاحب ایک بزرگ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں تھے۔ اچھے بزرگ تھے۔ جب میں ان سے ملا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ ہم نے سید صاحب کے شامل دہڑیوں سونا بنایا ہے۔ تم (بھی) سیکھ لو[۱]۔

کیمیا گری کا پیشہ شرعی طور پر درست ہے یا نہیں۔ یہ تو سید صاحب کے معتقدین علما ہی بتا سکتے ہیں۔ لیکن بظاہر یہ دھوکہ ہے اور وہ بھی مسلمانان مکہ سے۔

حرم کا مؤذن رجیم ہے:

خیر سید صاحب مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور اپنے روز و شب بیت اللہ کے سایہ میں گزارنے

لگے۔ آپ کے ایک مرید مولوی عبدالحق نیوتنوی کم علم اور بڑے تیز مزاج تھے۔ مولانا عبدالفتاح گلشن آبادی لکھتے ہیں کہ انہوں نے حرم مکہ کے مؤذن کو "رجیم" کہا۔

صبح کی اذان کے اول حرم محترم کے اطراف کے میناروں پر مؤذن چڑھ کر درود اور سلام بآواز بلند پڑھتے ہیں (مولوی عبدالحق) اس کو رجیم کہتے ہیں۔[۲]

بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کو آج بھی سید صاحب کے متوسلین "رجیم" کا لقب دیتے ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب پر وہابیت کا الزام عائد ہوا تو مولانا عبدالحی بڈھانوی نے حیلہ سازی سے کام لے کر خلاصی کرائی۔

حرم مکہ میں الگ جماعت:

سید صاحب ہر معاملہ میں اپنا ایک الگ تشخص قائم کرنے کی کوشش میں ہوتے۔ حرم شریف میں بھی یہی حال تھا۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔ سید صاحب نے مریدوں کو حکم دیا۔ جب دوسرے لوگ فارغ ہو جائیں تو اپنی جماعت کھڑی ہو۔[۳]

اس کی کوئی بھی وجہ ہوتا ہم جماعت اولیٰ ترک کرنا از دیادِ ثواب سے محروم ہونا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ امام صاحب کا عقیدہ سید صاحب کے عقیدے سے مختلف ہوگا۔ اس لئے جماعت اولیٰ کو ترک کر دیا ہوگا۔ اس وقت حجاز مقدس پر ترکی خلفاء کی حکومت تھی جو عقیدتاً سنی حنفی تھے۔ اس لئے یہ احتمال قوی معلوم ہوتا ہے۔

اہل حرمین بدعتی ہیں:

سید صاحب نے پنجتار سے روانگی کے وقت اپنی ازواج کے بارے میں وصیت کی کہ

"(اگر پیمانہ زندگی مادر ہمیں عبادت پر شود پس شما را ضرور است کہ بسوئے حرمین شریفین بروند و بر مقام دیگر ہرگز توطن نہ سازند")[۴]

ترجمہ:۔ اگر اس جہاد میں میرا جام حیات سے لبریز ہو جائے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ حرمین شریفین چلی جاؤ اور کسی دوسری جگہ تو طن اختیار نہ کرو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب اپنی ازواج کے نکاح ثانی پر راضی نہ تھے ورنہ وصیت یہ فرماتے میرے انتقال کے بعد نکاح ثانی کرنا اور اپنے شوہروں کے ساتھ رہنا۔ اور یہ صورت بھی ہو سکتی تھی کہ فرماتے کہ حرمین جا کر نکاح ثانی کر لینا۔ دوسروں کی رانڈ عورتوں کے زبردستی نکاح کرانے والے سید صاحب اپنے معاملہ میں بڑے مصلحت پسند واقع ہوئے۔

حرمین شریفین سے اتنی عقیدت کے باوجود اہل حرمین کو بدعتی کا خطاب دیتے ہوئے گھبراہٹ محسوس نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں۔

وہی سرزمین ہے۔ جہاں دین خلل سے محفوظ رہے گا۔ اگر چہ بدعات سے وہ ملک بھی خالی نہیں۔[۵]

اس لئے بدعات سے خالی نہیں ہے کہ وہاں کے لوگ اس وقت سنی حنفی مسلمان تھے اور ترک خلفاء کی حکومت تھی۔ بعد میں سنی مسلمانوں کو شاہ سعود نے زبردستی "نجدی" بنالیا۔

۱۔ عاشق الٰہی میرٹھی۔ مولوی۔ تذکرۃ الرشید ص ۲۸۵

۲۔ عبد الفتاح گلشن آبادی۔ مولانا۔ تحفہ محمدیہ ص ۱۱۸

۳۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۲۲

۴۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۰۵

۵۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۰۳

انگریزوں سے تعلقات

سید صاحب نے حج سے واپسی کے بعد سکھوں سے جہاد کا اعلان کیا اس دوران وہ انگریزوں کی عمل داری میں جہاد کیلئے چندہ اور آدمی جمع کرنے کیلئے دورے کرتے رہے لیکن انگریزون نے ان کے کام میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریز ان معنی میں سید صاحب کی سرگرمیوں سے آگاہ اور مطمئن تھے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ ہمارے خلاف نہیں۔ ورنہ اپنے علاقہ میں چندہ، اسلحہ اور آدمیوں کی فراہمی کی اجازت انگریز ایسی زیرک اور چالاک قوم نہیں دے سکتی تھی۔ جبکہ انگریز خود نو وارد تھے اور ہندوستان میں آہستہ آہستہ اپنے پیر جما رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سید صاحب کا انگریز سے رابطہ سکھوں سے جہاد کی تیاری سے بہت پہلے کا تھا جبکہ سید صاحب کا امیر خاں (جو بعد میں نواب ٹونک کہلائے) کی فوج میں ملازم تھے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

۱۲۱۳ھ تک سید احمد صاحب امیر خاں کی ملازمت میں رہے مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرادی اور آپ ہی کے ذریعے سے جو شہر بعد ازاں دیئے گئے اور جن پر آج تک امیر خاں کی اولاد حکمرانی کرتی ہے دینے طے پائے تھے۔ لارڈ ہسٹینگ سید احمد کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ جس میں امیر خاں لارڈ ہسٹینگ اور سید احمد شامل تھے۔

سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا تھا۔

آپ نے اسے یقین دلایا کہ انگریز سے مقابلہ کرنا اور ان سے لڑنا بھڑنا اگر

تمہارے لئے برا نہیں ہے تو تمہاری اولاد کیلئے سم قاتل کا اثر رکھتا ہے۔ انگریزوں کی قوت دن بدن ترقی پذیر ہے اور تمام قومیں پے در پے تنزلی کا شکار ہیں تمہارے بعد فوج کو کون سنبھالے گا اور ان کو عظیم الشان لشکر انگلشیہ کے مقابل میں کون میدان جنگ میں لا کے جمائے گا۔ یہ باتیں امیر خان کی سمجھ میں آ گئی تھیں اور اب وہ اس بات پر رضامند تھا کہ گزارہ کیلئے کچھ ملک مجھے دے دیا جائے تو میں آرام سے بیٹھوں۔ امیر خان نے ریاستوں اور ان کے ساتھ انگریزوں کا بھی ناک میں دم کر دیا تھا۔ آخر ایک بڑے مشورہ کے بعد سید احمد صاحب کی کارگزاری سے ہر ریاست سے کچھ کچھ حصہ دے کے امیر خاں سے معاہدہ کر لیا۔ جیسے جی پور سے ٹونک دلوایا اور بھوپال سے سرونج اس طرح سے متفرق ہو گئے مختلف ریاستوں سے بڑی قیل وقال کے بعد انگریزوں سے دلوا کے بپھرے ہوئے شیر کو اس حکمت سے پنجرہ میں بند کر دیا۔[۱]

سید صاحب نے امیر خان ایسے مخالف انگریز کو 'وائی ٹونک' بنا کر انگریز کے پنجے میں جکڑ دیا۔ اور انگریزی حکومت ان کی کارگزاری پر بڑی خوش تھی۔ اسی لئے سکھوں سے جہاد کی تیاری میں آڑے نہ آئی۔ مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

اس وقت ہر شہر، قصبہ وگاؤں پر برٹش انڈیا یعنی انگریز عملداری واقع تھی ہند میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا واعظ ہوتا تھا مگر براہ دور اندیشی معرفت شیخ غلام علی صاحب رئیس اعظم الہ آباد کے نواب لیفٹننٹ گورنر بہادر اضلاع شمالی ومغربی کو بھی سکھوں کے خلاف جہاد کی تیاری کی اطلاع دی گئی تھی۔ جس کے جواب میں صاحب ممدوح نے یہ تحریر فرمایا کہ جب تک انگریز کی عملداری میں کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو ہم ایسی تیاری کے مانع نہیں۔[۲]

مرزا حیرت دہلوی بھی اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سید احمد نے عام طور پر دھڑا کے سے اپنے مریدوں کو ہر شہر میں یہ اجازت دے دی کہ سکھوں پر جہاد کرنے کے وعظ ہوں۔ اکثر شہروں میں وعظ ہونے شروع ہوئے۔.....لوگوں کے دلوں میں تحریک پھیل رہی تھی اب عام طور پر ظاہر ہونے لگی اور سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے۔ سید احمد صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لیفٹننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرنے کو ہیں۔ سرکار کو تو اس پر کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لیفٹننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری کے امن میں خلل نہ پڑے ہمیں کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی تیاری کے مانع ہیں۔[۳]

جناب شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔

انگریزوں نے اس وقت سید صاحب کے اس اعلانیہ جہاد اور اس کی تیاری میں کوئی رکاوٹ نہ کی۔[۴]

ایک اور اہل حدیث مولانا فضل حسین بہاری رقمطراز ہیں۔

آپ (شاہ اسمٰعیل) اپنے شیخ طریقت سید احمد صاحب کو امام تسلیم کر کے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کیلئے پنجاب پہنچے تو گورنمنٹ انگلشیہ نے بھی آپ کے اس ارادے میں کسی طرح کی مزاحمت یا پیچیدگی پیدا نہیں کی۔[۵]

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہی کہ انگریزی حکومت نے سید صاحب کو بہ خوشی اجازت دے دی کہ وہ سرکار انگریزی کے علاقہ میں سکھوں سے جہاد کیلئے چندہ، رقم اور آدمی جمع کریں۔ اگر سید صاحب کے انگریز حکومت سے دیرینہ تعلقات نہ ہوتے یا انہیں سید صاحب سے اپنی مخالف کا خفیف سا اندیشہ بھی ہوتا تو وہ کبھی ایسے جہاد کی اجازت نہ دیتے بلکہ انگریزی حکومت کو سید صاحب سے اپنی دوستی کا اتنا محکم

یقین تھا کہ شکایت کے باوجود کوئی توجہ نہ کی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔

عظیم آباد (پٹنہ) کے بعض شیعہ صاحبان نے انگریز حاکم سے جا کر کہا کہ یہ سید صاحب جو یہاں اتنے آدمیوں کے ساتھ آئے ہیں ہم نے سنا ہے کہ ان کی نیت جہاد کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں سے جہاد کریں گے۔ حاکم نے اس کو تعصب اور حسد پر محمول کیا اور ان کو تنبیہہ کی کہ آئندہ ایسی مفسدانہ بات نہ کہی جائے۔[٦]

شکایت کے باوجود انگریز حاکم نے اس الزام کو رد کر دیا اور تنبیہہ کر دی کہ آئندہ سید صاحب کی شان میں ایسی گستاخی نہ کی جائی۔

ایک مرتبہ تو خود حکام نے اعلیٰ حکام سے سید صاحب کی جہادی سرگرمیوں کی شکایت کی اور کیا جواب ملا۔ سنیے۔

''جب مہیب تحریک پھیلی تو ضلع کے احکام اس سے چوکنے ہوئی اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری سلطنت میں تو رخنہ نہ پڑے گا اور اس میں تو کسی قسم کا خلل آ کے واقع نہ ہوگا۔ اس نظر سے ضلع کے حکام نے حکامِ اعلیٰ کو لکھا وہاں سے جواب آ گیا۔ ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو۔ ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔ یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔[٧]

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب نے اندرون خانہ انگریزوں کو مکمل اطمینان دلا رکھا تھا کہ یہ تیاری آپ کے نہیں سکھوں کے خلاف ہے۔ ورنہ حکام اعلیٰ یہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے اور آج ڈیڑھ سو سال بعد بعض لوگ سید صاحب پر انگریز دشمنی کا اتہام لگاتے ہوئے خوفِ آخرت محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ سید صاحب کو انگریز حکومت سے اتنی وابستگی اور تعلق قلبی تھا

کہ جہاں سکھ دشمنی کی تبلیغ کرتے ساتھ ہی انگریز دوستی کو بھی واضح الفاظ میں بیان کرتے۔ مشہور اہل حدیث مولوی عبدالرحیم صادق پوری لکھتے ہیں۔

سید احمد صاحب کی برابر روش یہ رہی ہے کہ ایک طرف لوگوں کو سکھوں کے مقابل آمادہ جہاد کرتے اور دوسری جانب حکومت برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو اس کے مقابلے سے روکتے تھے۔[٨]

عبارت یہ بتاتی ہے کہ لوگ اس وقت انگریز سے آمادہ جہاد تھے لیکن سید صاحب اپنی محبوب اور امن پسند انگریزی حکومت سے لوگوں کا رخ سکھوں کی طرف مورر ہے تھے تا کہ ان کو ہندوستان پر قبضے میں آسانی رہے۔ وہ لوگ جو سید صاحب کو انگریز دشمن ظاہر کرتے ہیں وہ سید صاحب کے دشمن تو ہو سکتے ہیں محبّ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے کیونکہ سید صاحب انگریز دوست تھے اور یہ سید صاحب کو انگریز دشمن کی صورت دیتے ہیں۔ سید صاحب کے خلیفہ دوم شاہ اسمٰعیل دہلوی جو سید صاحب کے ہم پیالہ و ہم نوالہ بھی تھے سید صاحب کی اتباع میں انگریز سے کیسی محبت کرتے تھے۔

مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل شہید وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔[٩]

اسی طرح مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

کلکتہ میں جب مولانا اسمٰعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا اور

سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ ایک تو ان کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔[۱۰]

مندرجہ بالا عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس دور میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی ضرورت تھی اور لوگ اس بات کے منتظر تھے کہ کوئی انگریزوں کے خلاف اعلانِ جہاد کرے اسی لئے ایک دور بین آدمی نے یہ سوال شاہ اسمٰعیل کو انگریز کی بڑھتی ہوئی طاقت کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے کیا۔ شاہ اسمٰعیل نے سائل کی اصلی لم اور غرض کو سمجھتے ہوئے یہ جواب دیا کہ اگر انگریزی حکومت پر کوئی حملہ کرے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے جنگ کریں۔ دیکھئے انگریزی حکومت سے کتنی محبت والفت ہے کہ تمام مسلمانوں پر انگریز کی اعانت وامداد فرض قرار دے رہے ہیں۔ ایسے انگریز دوست بزرگ پر جب لوگ انگریز دشمنی کا الزام عائد کرتے ہوں گے تو ان کی روح کو اذیت پہنچتی ہوگی۔

جناب شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

''جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے۔ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اتنے دور سکھوں سے جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو، انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں وہ دین اسلام کے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جائے

گا۔..... سید صاحب نے جواب دیا سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔''[۱۱]

کتنا واضح سوال اور کتنا ہی واضح جواب ہے اب بھی اگر کوئی سید صاحب کو انگریز دشمنی کا طعنہ دے تو اسے خللِ دماغ ہی کہا جا سکتا ہے۔

مولانا منظور نعمانی کی ادارت میں لکھنؤ سے شائع ہونے والے ماہنامہ الفرقان کا اعتراف سنیے۔

مشہور یہ ہے کہ آپ نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں کیا بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں ان کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض موقعوں پر آپ کی امداد بھی کی۔[۱۲]

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا نعمانی زبانِ خلق کو نقارہ خدا تصور کرنے میں تامل کر رہے ہیں جبکہ مشہور بھی یہی ہے اور اصل واقعہ بھی یہی ہے۔ اگر واضح حقیقت بھی کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو پھر ہم بارگاہ الٰہی میں اس کی دماغی صحت کیلئے دعا ہی کر سکتے ہیں۔

مولانا جعفر تھانیسری سید صاحب کی خدمات کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ارادہ ہرگز نہ تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ امداد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔[۱۳]

مولانا تھانیسری نے حقیقت بالکل آشکارا کر دی کہ انگریز اس وقت سکھوں کا

زور کم کرنا چاہتے تھے اس لئے سید صاحب ان کے علاقہ میں سکھوں سے جہاد کے لئے اسلحہ اور آدمی آزادانہ طور پر جمع کرتے رہے۔ انگریز نے نہ روکا، نہ رکاوٹ ڈالی بلکہ امداد واعانت بھی کی اور جب یہ مجاہدین سکھوں سے جہاد کیلئے سرحد گئے تو ان کے بیوی بچوں اور املاک کی پوری پوری حفاظت کی اور بعد میں ہندوستان سے جو مالی اور افرادی اعانت ہوتی رہی اس میں بھی رخنہ اندازی نہیں کی۔

اگر سید صاحب سرحد میں جا کر انگریزی حکومت سے جہاد کا اعلان کرتے تو انگریز مجاہدین کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیتے ان کے رشتہ داروں کو تکلیف اور اذیت پہنچاتے اور جائیداد ضبط کر لیتے لیکن ایسا نہ ادھر سے ہوا اور نہ ادھر سے کاروائی ہوئی۔

مولانا محمد میاں دیوبندی کا نقطہ نظر بھی معلوم کر لیں شاید قبول حق کی توفیق ہو جائے۔ مولانا لکھتے ہیں۔

جب تک اس تحریک کا تعلق انگریزی مقبوضات سے صرف اتنا رہا کہ رنگروٹ بھرتی کئے جائیں اور سرمایہ فراہم کیا جائے تو انگریزی حکومت کے ذمہ داروں نے اس کی طرف کوئی التفات نہ کیا بلکہ انگریزوں نے اس کی حمایت کی۔[۱۴]

دیوبندی مکتبہ فکر کی اس سے بڑی شہادت ملاحظہ کیجئے۔ جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں۔

جب سید احمد صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور جنگی ضرورتوں کو مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔[۱۵]

کیا دیوبند کے شیخ الحدیث کا بیان جھوٹا ہے۔ کیا انہوں نے کتمانِ حق کیا ہے یا حقیقت سے بے خبر تھے یہ اور اس قسم کے کئی سوال ذہن میں اس وقت ابھرتے ہیں

جب سید صاحب کے جہاد کا رخ سکھوں کے بجائے انگریز کو قرار دیا جائے۔

اس وقت انگریزوں کے پیش نظر مسلمان اور سکھ دو بڑی طاقتیں تھیں جن سے نبرد آزمائی جان جوکھم کا کھیل تھا۔ انگریز نے بڑی عیاری سے سید صاحب کے کام میں امداد کی تاکہ دونوں مقامی طاقتیں آپس میں ٹکرا کر یا تو ختم ہو جائیں یا کمزور ہو جائیں اگر ایک طاقت ختم ہو جاتی تو انگریز یک سوئی سے دوسری کو زیر کرنے کی تدبیر کرتا اور دونوں کمزور ہوتیں تو بھی فائدہ انگریز ہی کا تھا۔

مسلمان سکھوں سے ٹکرانے کے بعد مذہبی اختلاف کی وجہ سے آپس میں الجھے اور ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں اپنا قصہ تمام کر لیا۔

اب انگریزوں کے سامنے صرف سکھ باقی رہ گئے تھے۔ ان سے سرحدی امن کا معاہدہ کیا اور بعد میں دوسرے معاہدہ کے تحت پنجاب پر قبضہ کر لیا جو ڈیڑھ سو سال تک باقی رہا۔

سید صاحب کی تحریک سے انگریزوں کو فوری فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں اور سکھوں کی توجہ انگریز سے ہٹ کر ایک دوسرے پر لگ گئی اور انگریز کو پیر جمانے کا موقع مل گیا۔

زبان خلق: حق چھپائے چھپتا نہیں۔ ایک روز ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ سید صاحب نے مصلحت کے تحت انگریزوں سے اپنے روابط اور تعلقات کو چھپانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ سید صاحب جہاں بھی گئے انگریز دوستی کی خبر پہلے پہنچ چکی تھی۔ جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

کارو (سندھ) میں سید چورن شاہ ایک ممتاز بزرگ تھے۔ سید صاحب کے حکم سے سید حمید الدین اور سید اولاد حسن نے ان سے ملاقات کی۔ وہ سید صاحب سے

ملاقات کیلئے آئے اور ایک بڑا بھینسا بطور نذرانہ پیش کیا۔ انہیں سے معلوم ہوا کہ لوگ عام طور پر سید صاحب کو انگریزوں کا جاسوس سمجھتے ہیں۔ اسی لئے بد کتے ہیں۔[۱۶]

آخر عام لوگوں میں جو شہرت ہوئی تو اس کی کوئی بنیاد ضرور ہے۔ اسی بنیاد کو سید صاحب اپنے خیال میں چھپائے ہوئے تھے لیکن سندھ کی طرح سرحدی لوگ بھی اس راز سے واقف ہو گئے تھے۔ جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں نے کہا:۔

انگریزوں نے انہیں (سید صاحب کو) تمہارے ملک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔[۱۷]

سید صاحب ایک وفد میاں جی محی الدین چشتی کی سرکردگی میں شاہ بخارا کے پاس حصول امداد کیلئے بھیجا چونکہ انگریز دوستی کی خبر وہاں بھی پہنچ چکی تھی اس لئے ناکامی ہوئی۔

معلوم ہوا کہ وہاں کے درباریوں نے غلط بیانیوں کے ذریعے (شاہ بخارا) کو بدظن کر دیا ہے۔ غلط بیانی یہ تھی کہ سید صاحب جہاد کیلئے نہیں آئے بلکہ انگریزوں نے اپنا جال وسط ایشیا میں پھیلانے کی غرض سے انہیں بھیجا ہے۔ لہٰذا ان کی امداد نہ کرنی چاہیئے۔[۱۸]

سید صاحب خود بعد میں پہنچتے ہیں انگریز دوستی کی شہرت پہلے پہنچ جاتی ہے کیا عام لوگ اس شبہ میں حق بجانب تھے یا نہیں۔ محمد اسماعیل پانی پتی لکھتے ہیں۔

جب حضرت شہید بہ عزم جہاد صوبہ سندھ اور سرحد کے علاقے میں داخل ہوئے (جو اس وقت انگریزی عملداری میں نہ تھے) تو ان کے متعلق عام طور سے یہ شبہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور یہ شبہ اس بنا پر کیا گیا کہ حضرت شہید کے تعلقات انگریزوں سے نہایت درجہ خوش گوار تھے۔[۱۹]

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کے انگریزوں سے مراسم کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ سندھی اور سرحدی مسلمانوں کا شبہ حقائق پر مبنی تھا۔

آج جو لوگ سید صاحب کو انگریز دشمن ثابت کرنے کیلئے ناجائز طریقے استعمال کر رہے ہیں۔ کذب وافتراء سے کام لے رہے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ صمیم قلب سے اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ سید صاحب انگریز دوست تھے اور انہوں نے کبھی انگریزوں سے کسی قسم کی مخاصمت مول نہ لی۔

---

۱ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۲۱
۲ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمدی ص ۱۶۸
۳ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۳۱
۴ شیخ محمد اکرام۔ موج کوثر ص ۱۸
۵ فضل حسین بہاری۔ مولانا۔ الحیات بعد الممات ص ۲۰۳
۶ ابوالحسن ندوی۔ سیرت سید احمد شہید جلد اول ص ۲۴۲
۷ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۳۰
۸ عبدالرحیم صادق پوری۔ الدر المنثور ص ۲۵۲
۹ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمدی ص ۱۷۱
۱۰ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۲۳
۱۱ شیخ محمد اکرام۔ موج کوثر ص ۲۰
۱۲ منظور نعمانی۔ مولانا۔ الفرقان لکھنؤ شہید نمبر ۱۳۵۵۔ ص ۷۶
۱۳ محمد جعفر تھانیسری۔ مولانا۔ سوانح احمدی ص ۱۳۹
۱۴ محمد میاں۔ مولانا۔ علماء ہند کا شاندار ماضی حصہ دوم ص ۲۴۱
۱۵ حسین احمد مدنی۔ مولانا۔ نقش حیات جلد دوم ص ۱۲
۱۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۸۴
۱۷ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۸۴
۱۸ غلام رسول مہر۔ جماعت مجاہدین ص ۱۸۸
۱۹ حاشیہ مقالات سرسید۔ حصہ شانزدہم ص ۲۵۱

ایک شبہ کا ازالہ

سید صاحب کے سوانح نگاروں میں جناب غلام رسول مہر پہلے شخص ہیں جنہوں نے یہ نکتہ اٹھایا کہ سید صاحب دراصل انگریزوں سے جہاد کرنا چاہتے تھے۔ سکھ تو بس یوں ہی سامنے آ گئے۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ وہ سوانح نگار جو سید صاحب کے قریب العہد تھے اور غلامان صادق وباوفا بھی تھے۔ وہ سب اس بات کے قائل تھے کہ سید صاحب سکھوں سے جہاد کیلئے ملہم باللہ تھے۔ اور انگریزوں کے خلاف کوئی چیز سید صاحب سے منقول نہیں۔ ہم اس سلسلہ میں سید صاحب کے قریب العہد مؤرخین کی کتب سے ناقابل تردید ثبوت پیش کر چکے ہیں لیکن جناب مہر نے مرزا حیرت اور مولانا تھانیسری پر یہ کہتے ہوئے تحریف کا الزام عائد کیا کہ وہ انگریزوں سے دب گئے تھے۔ جس کا جواب بھی از حد ضروری ہے۔ لکھتے ہیں۔

اس کتاب (سوانح احمدی) نے سید صاحب کے متعلق دو نہایت افسوسناک غلط بیانیوں کو عام کیا۔ اول یہ کہ سید صاحب انگریزوں سے نہیں لڑنا چاہتے تھے صرف سکھوں سے لڑائی پر آمادہ ہوئے تھے۔[۱]

مرزا حیرت دہلوی کی حیات طیبہ کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

یہ کتاب تاریخ نہیں افسانہ ہے۔ کئی واقعات وحالات بداہتہً ایسے ہیں جو مرزا صاحب نے خود تیار کر لئے۔[۲]

سید صاحب کے دونوں سوانح نگار مولانا جعفر تھانیسری اور مرزا حیرت دہلوی سید صاحب کے نہایت قریب العہد ہیں اور مطبوعہ مواد ہیں۔ یہ دونوں کتابیں بہت اہم ہیں۔ لیکن مہر صاحب کے نزدیک ''سینہ گزٹ'' کا سلسلہ بھی ہے جو قلمی صورت

میں ان کے یا ان کے ہم خیال افراد کے پاس ہے وہ ان دونوں کتابوں سے زیادہ اہم ہے۔ اس کی ایک مختصر فہرست انہوں نے ''سید احمد شہید'' کے شروع میں دی ہے لیکن ارباب علم ونظر پر مہر صاحب کی دیانتداری عیاں ہے۔ اس لئے ''دفینہ سینہ'' کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

حیات طیبہ: ان دونوں مطبوعہ کتابوں پر مہر صاحب کی اتہام بازی اور الزام تراشی بایں وجہ ہے کہ ان میں صراحتہً یہ مذکور ہے کہ سید صاحب کو سکھوں سے جہاد کیلئے الہام ہوا تھا اور یہ بات مہر صاحب کی تحقیق کے خلاف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سید صاحب انگریزوں سے جہاد کا ارادہ رکھتے تھے (اگرچہ واقع میں ایسا نہ ہو سکا) اور یہ دونوں سوانح نگار انگریز کے حامی اور خیر خواہ تھے۔ اسلئے سید صاحب کے نکتہ نظر میں تبدیلی کر دی۔ اگر مہر صاحب کی یہ بات صحیح ہے تو مرزا صاحب کو انگریز کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ بلکہ وہ اسی کتاب میں مشہور انگریز مؤرخ ڈاکٹر ہنٹر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اس تحریر سے ڈاکٹر ہنٹر کی اصلی معاملات سے بے خبری اور خیالی پلاؤ پکانے اور ایک معاملہ پر فرضی رائے قائم کرنے کا پورا حال کھلتا ہے''۔[۳]

دوسری جگہ لکھتے ہیں

''ان کی ۲۱۸ صفحے کی کتاب غلطیوں کے انبار سے جیسے بھری ہوئی ہے۔ اسی طرح بے جا تحکم اور غلط منطق کی ہر جگہ جھلکی پائی جاتی ہے۔ کاش اگر کچھ بھی انصاف ہوتا تو وہ مظلوم مسلمانوں کو ایسا متہم نہ کرتے۔''[۴]

اگر مرزا حیرت انگریز سے مرعوب ہوتے تو کبھی بھی ڈاکٹر ہنٹر اور ان کی کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' کی مذمت اور تحقیر اتنے واضح الفاظ میں نہ کرتے۔ اگر

وہ یہ کر سکتے ہیں تو سید صاحب کے جہاد کو سکھوں کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اگر حقیقت ایسی ہی ہوتی جیسے مہر صاحب کا خیال ہے تو مرزا حیرت دہلوی اس کا

بھی ضرور ذکر کر دیتے۔ جب کہ مرزا صاحب کا اپنا بیان یہ ہے کہ میں نے ''خوف آخرت'' کو پیش نظر رکھ کر یہ کتاب لکھی ہے۔ لکھتے ہیں۔

میں محققانہ طور پر لکھ رہا ہوں اور یہ بھی میرے پیش نظر ہے کہ ایک دن مجھے اپنے قہار خالق کی خدمت میں حاضر ہو کے اپنی کل تحریرات کی جوابدہی کرنی پڑے گی۔ اسلئے میرا فرض ہے کہ جو کچھ لکھوں ایمان اور خوش نیتی سے انصافاً تحریر کروں۔[۵]

لیکن مہر صاحب، مرزا حیرت کو کذاب اور ان کی کتاب کو افسانہ قرار دیتے ہیں اور مرزا صاحب کی اس عبارت جیسی کوئی عبارت مہر صاحب کے ذخیرہ تصنیفات میں نہیں ہے۔ مرزا صاحب تو ان مسلمانوں سے بھی نالاں ہیں جو انگریزوں کی تحریر پر اعتماد کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

سب سے زیادہ ان پر افسوس آتا ہے کہ جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن میں معاذ اللہ کذب کو جگہ ہو سکتی ہے۔ مگر انگریز کے ہاتھ کا لکھا ہوا کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ خدا ان پر رحم کرے اور انہیں ہدایت کا راستہ دکھائے۔[۶]

میرے خیال میں ایسے شخص کے بارے میں یہ رائے قائم کرنا کہ سید صاحب انگریزوں سے جہاد کا ارادہ رکھتے تھے لیکن مرزا حیرت نے انگریزوں کی خوشنودی کی خاطر سید صاحب کے جہاد کو صرف سکھوں سے خاص کر دیا ناانصافی ہوگی۔

مرزا صاحب نے ڈاکٹر ہنٹر اور اس کی قوم کو غیر مہذب اور غیر شائستہ تک کہا لکھتے ہیں۔

جس کی یہ عجیب وغریب کیفیت ہو۔ اس کی نسبت ہنٹر جیسا مغربی عالم ناشائستہ الفاظ استعمال کرے، افسوس ہے۔ ان باتوں سے قائل کی نہیں بلکہ اس قوم کی تہذیب وشائستگی معلوم ہوتی ہے۔[۷]

جو شخص ڈاکٹر ہنٹر جیسے آئی سی ایس کو غیر مہذب کہہ سکتا ہے وہ انگریزوں سے سید صاحب کے جہاد کا بھی ذکر کر سکتا ہے۔ لیکن مہر صاحب فرماتے ہیں کہ وہ کذاب اور اس کی کتاب ''حیات طیبہ'' افسانہ ہے۔ یقیناً جواب نہ ہونے کی صورت میں انہی جیسے الفاظ کا سہارا لیا جا سکتا تھا۔

سوانح احمدی: جہاں تک مولانا تھانیسری کا معاملہ ہے تو وہ بڑی اہم شخصیت ہیں۔ مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں۔

سید صاحب کی قائم کی ہوئی جماعت میں یہی ایک ذمہ دار آدمی ہیں جن کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ ۵۷ء کے ہنگامے میں شرکت کی مزید لکھتے ہیں:۔

تمام ابتلاء وآزمائش میں ثابت قدم رہے اور اپنی ثابت قدمی سے عہدِ صحابہ کی یاد تازہ کر دی۔[۸]

جناب غلام رسول مہر کو بھی یہ اعتراف ہے۔

مولوی محمد جعفر تھانیسری سید صاحب کے خاص معتقدین سے وابستہ تھے اس وابستگی کے باعث انہوں نے خوفناک تکلیفیں اٹھائیں۔ گھر بار لٹایا اور کم وبیش اٹھارہ سال کالے پانیوں میں بسر کیے۔ ان قربانیوں کے سامنے ہر شخص کی گردن احتراماً جھک جانی چاہئے۔[۹]

مولانا حسن احمد مدنی لکھتے ہیں:۔

مولوی محمد جعفر تھانیسری سیدؒ صاحب کے نہایت مستند سوانح نگار ہیں۔[۱۰]

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔

سوانح احمدی (اور تواریخ عجیبہ) اردو کی پہلی کتاب سید صاحب کے حالات میں مقبول و مشہور ہے۔ جس سے سید صاحب کے حالات کی بہت اشاعت ہوئی۔[۱۱]

سوانح احمدی کی تالیف کے سلسلہ میں مولانا تھانیسری کا اپنا بیان ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔ میں نے اس کتاب (سوانح احمدی) کو بڑے راست باز لوگوں کی متعدد تحریروں سے نقل کیا ہے۔ جنہوں نے ان واقعات کو خود دیکھا۔ میرے نزدیک اس کتاب کی کسی روایت میں دروغ گوئی یا مبالغہ کو کچھ دخل نہیں۔[۱۲]

مولانا مسعود عالم ندوی مولانا تھانیسری کی ثابت قدمی کو عہد صحابہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ غلام رسول مہر ان کے سامنے ہر شخص کی گردن احتراماً جھکا رہے ہیں۔ مولانا مدنی اور مولانا ندوی انہیں مستند قرار دے رہے ہیں اور مولانا تھانیسری خود اپنی تحریر کو دروغ گوئی اور مبالغہ آمیزی سے پاک قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگ ان پر یہ ''اتہام بازی'' کرتے ہیں کہ انہوں نے ''سوانح احمدی'' میں تحریف کی۔ سید صاحب انگریزوں سے جنگ لڑنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر انہوں نے کہا کہ سید صاحب کا جہاد سکھوں کے خلاف تھا۔ اور معترض بھی ''غلام رسول مہر'' ہیں۔ کیونکہ مہر صاحب کی خود ساختہ تحقیق سے مولانا تھانیسری کی تحقیق اور تحریر مطابقت نہیں رکھتی۔ اس لئے مہر صاحب نے مولانا تھانیسری پر انگریز نوازی کا الزام عائد کر دیا۔ اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتے تھے۔

مولانا تھانیسری نے اپنی دوسری کتاب ''تواریخ عجیبہ'' میں بھی انگریزوں پر تنقید کی اور ان کی سینہ زوری کی نشاندہی کی۔ لکھتے ہیں۔

ملک یاغستان میں خود سرکار انگریزی کی زبردستی سے ایک جنگ عظیم شروع ہوگئی۔[۱۳]

انگریزی دور میں لکھی جانے اور طبع ہونے والی کتاب میں مولانا تھانیسری جنگ امبیلہ یاغستان کو انگریز کی زیادتی، ظلم اور حماقت قرار دے رہے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں۔

لارڈ ایلجن صاحب وائسرائے ہند چمبے کے پہاڑ پر اپنی اس حرکت اور زبردستی چھیڑ چھاڑ پر نادم ہو کر یک بیک مر گئے۔[۱۴]

میرے خیال میں ایسا شخص جو انگریزی دورِ عروج میں انگریز کو اتنی سنا سکتا ہے تو وہ کسی مصلحت کا شکار نہیں ہو سکتا۔ اس پر انگریز نوازی کا الزام عائد کرتے ہوئے تحریف کا مرتکب قرار دینا مہر صاحب کی ''حرکت بے جا'' معلوم ہوتی ہے۔

---

۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۷ ۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۷

۳ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۲۱ ۴ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۲۲

۵ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۳۵ ۶ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۲۹

۷ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۰۲ ۸ پیام شاہ جہان پوری۔ شہادت گاہ بالاکوٹ ص ۳۰۸

۹ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۴۶ ۱۰ مولانا حسین احمد مدنی۔ نقش حیات ص ۴۱۸

۱۱ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ سیرت سید احمد شہید بحوالہ شہادت گاہ بالاکوٹ

۱۲ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۵۱ ۱۳ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ تواریخ عجیب ص ۶۲

۱۴ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ تواریخ عجیب ص ۶۴

سکھوں سے جہاد

سید صاحب نے انگریز کے ایما واشارہ اور امداد سے سکھوں کے خلاف جہاد کی تیاری کی چونکہ انگریزوں اور سکھوں میں سرحدی معاہدہ ہو چکا تھا۔ سید صاحب ہندوستانی سرحد سے پنجاب پر حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے سندھ و بلوچستان کے راستہ پشاور آئے اور جہادی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ سید صاحب اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

معامله این خاکسار کالشمس فی رابعته النهار ہویدا و آشکارا است که به جهاد اہل عناد قوم سکھ مامورم۔ [۱]

ترجمہ:۔ اس خاکسار کا معاملہ ''کالشمس فی رابعۃ النہار'' کی طرح واضح ہے کہ میں اہل عناد قوم سکھ سے جہاد کیلئے مامور ہوں۔

اس کی علاوہ ایک مرتبہ سکھوں سے جہاد کیلئے سید صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام بھی ہوا۔ فرماتے ہیں۔

اما بیان الہام پس از فقیر از پردہ غیب به بشارب ربانی باستیصال کفار دراز مویاں مراد است۔ [۲]

سید صاحب کا الہام بتا رہا ہے کہ وہ ''کفار دراز مویاں'' یعنی سکھوں کے استیصال کیلئے مامور تھے۔ یہ تو سید صاحب کا اپنا بیان ہے جس میں کسی قسم کا شک اور تحریف نہیں اور نہ ہی آج تک کسی نے مندرجہ بالا عبارات پر تحریف کا الزام لگایا ہے۔ سید صاحب کی معتقدین اور متوسلین بھی یہی کہتے ہیں کہ سید صاحب سکھوں کے خلاف تھے اور انہی سے جہاد کا ارادہ رکھتے تھے اور اسی لئے سرحد گئے تھے۔

مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

آپ کے سفر جہاد سے پہلے آپ کو یہ الہام ربانی ہوا تھا کہ ملک پنجاب آپ کی ہاتھوں پر فتح ہو کر پشاور سے دریائے ستلج تک مثل ملک ہندوستان کے رشک افزائے چمن ہو جائے گا۔ چنانچہ ان متواتر وعدہائے فتح سے آپ کا ہر ایک مرید واقف تھا۔ [۳]

دریائے ستلج تک ہی سکھوں کی حکومت تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ الہام ربانی سکھوں کے بارے میں تھا۔ ہندوستان کی انگریزی حکومت اس الہام ربانی میں شامل نہ تھی مزید یہ کہ سید صاحب کا ہر مرید اس الہام ربانی سے واقف تھا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سید صاحب انگریزوں کے خلاف تھے وہ سید صاحب کے الہام اور روحانی عظمت کے منکر ہیں۔ مزید سنیے۔

ان حالات کی موجودگی میں کہ انگریزی سرکار کا رفرما تھی مگر اس کی مسلمان رعایا کی آزادی اور سرکار انگریزی کی بے رو رعائی اور ان حالات کی موجودگی میں ہماری شریعت کی شرائط سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کو مانع تھیں اس لئے آپ نے فیصلہ فرمایا کہ سکھ قوم پنجاب پر جو نہایت ظالم اور احکامات شریعت کی حارج اور مانع تھی جہاد کیا جائے۔ [۴]

مولانا خیر الدین نے سید صاحب کے سفر کی حیثیت سے سکھ لشکر کے عیسائی سربراہ جنرل انٹورا سے ملاقات کی۔ باہم گفت وشنید میں کئی مسائل زیر بحث آئے۔ ایک مسئلہ سکھوں سے جہاد کے متعلق بھی تھا۔ مولانا تھانیسری لکھتے ہیں۔

جنرل انٹورا صاحب: آپ کے نزدیک جیسے سکھ قوم کافر ہیں ویسے ہی ہم نصرانی بھی ہیں یا کچھ فرق ہے۔

مولوی خیرالدین نے فرمایا: ''کفر میں دونوں برابر ہیں''۔

انٹورا صاحب: ملک ہندوستان میں خلیفہ صاحب کے لاکھوں جانثار مرید بڑے بڑے زمیندار اور نواب ہیں اس وقت تمام ہندوستان نصرانیوں کے قبضہ میں ہیں۔ پھر جب نصرانی اور سکھ دونوں کفر میں برابر ہیں تو خلیفہ صاحب نے اپنے لاکھوں مریدوں کو جمع کر کے گھر بیٹھے بٹھائے انگریزی سرکار سے جہاد کیوں نہیں کیا؟ ناحق دور دراز سفر کی محنت و مشقت اٹھا کر یہاں سے سکھوں سے لڑنے کو آئے؟

مولوی خیرالدین صاحب نے فرمایا: ہم کو سرکار انگریزی کسی فرائض مذہبی کے ادا کرنے سے نہیں روکتی۔ ہر مذہبی امر میں ہم کو پوری آزادی دے رکھی ہے برخلاف سکھوں کے کہ انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کو ذلیل کر کے بلند آواز سے اذان تک کہنا منع کر رکھا ہے۔ اگر کوئی مسلمان عید، بقرعید پر بھی گائے کی قربانی کرے تو خالصہ سرکار ان کو جان سے مار ڈالے۔ یہی سبب ہے کہ خلیفہ صاحب انگریزوں کو چھوڑ کر سکھوں سے جہاد کرنے کو آئے۔[۵]

مولوی خیرالدین کا یہ بیان اور جواب اس دور کا ہے جب سید صاحب سرحد میں قیام فرما تھے اور کتنا واضح بیان ہے کہ سید صاحب سکھوں سے جہاد کیلئے سرحد آئے۔ انگریز عادل حاکم ہے۔ مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا کھلی آزادی دے رکھی ہے لیکن نہ جانے آج لوگ کیوں سید صاحب کو انگریز دشمن سمجھتے ہیں حالانکہ سید صاحب سکھوں سے دشمنی اور عداوت رکھتے تھے۔ مولوی خیرالدین اور جنرل انٹورا کی ملاقات کی زیر بحث آنے والے اس مسئلہ کو مولانا ابوالحسن علی ندوی اور غلام رسول مہر عائب کر گئے۔ غالباً ان کی خودساختہ داستان متاثر ہو رہی تھی جو انہوں نے سید صاحب کے انتقال کے سوا سو سال بعد بڑی محنت اور

عرق ریزی سے مرتب کی ہے۔ سچ ہے۔

ع۔ پیراں نمی پرند مریداں همی پرانند

سید صاحب کے خلیفہ ثانی شاہ اسمٰعیل دہلوی کا بیان سنیے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے یہ اعلان دے دیا تھا سرکار انگریزی پر نہ جہاد مذہبی طور پر واجب ہے نہ ہمیں اس سے کچھ مخاصمت ہے۔ ہم صرف سکھوں سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیتے ہیں۔[۶]

سید صاحب کو الہام ہوتا رہا کہ آپ سکھوں کے خلاف جہاد کریں سوا سو سال تک لوگ یہی کہتے رہے لیکن ایک سو پچیس سال بعد غلام رسول مہر کو الہام ہوا کہ سید صاحب انگریزوں کے خلاف تھے اور ان سے جہاد کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ انگریز کی مخالفت میں ان سے ایک حرف بھی منقول نہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمہ آفتاب را چہ گناہ

سید صاحب جب سکھوں سے جہاد کیلئے سرحد پہنچے تو علماء خوانین اور عوام نے دامے، قدمے اور سخنے امداد کی۔ کیونکہ سرحدی مسلمان بڑے جنگ جو تھے اور عرصہ سے سکھوں کے ساتھ معرکہ آرائیاں کر رہے تھے۔ سید صاحب بھی ان کی بولی بول رہے تھے اور زبان سے اللہ و رسول کا نام بھی لیتے تھے۔ اس لئے سرحدی مسلمانوں کی عقیدت ایک فطری تقاضا تھی۔ سید صاحب سے عقیدت کا بیان کرتے ہوئے غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

(چارسدہ) میں سید صاحب اونٹ پر سوار تھے۔ اس پر جھالر والا زین پوس پڑا ہوا تھا۔ راویوں کا بیان ہے کہ زائرین پوش کے تار نکال نکال کر بطور تبرک لے گئے۔ بلکہ اونٹ کی دم کے بال بھی محفوظ نہ رہے۔ جنہیں ان تبرکات میں سے کوئی حصہ نہ مل

سکا وہ اونٹ کے نقش ہائے پا کی خاک اٹھا اٹھا کر سر اور آنکھوں پر ملتے رہے۔[۷]

سرحد کے سادہ لوح مسلمان کیسے سید صاحب کے گھیرے میں آئے۔ زین پوش کے تار کجا اونٹ کی دم کے بال اور اونٹ کے نقس پا کی خاک بطور تبرک محفوظ کر رہے ہیں اور جانثاری کیلئے ہر شخص دوسرے سے سبقت کی کوشش میں ہے۔ ان بیچاروں کو کیا معلوم تھا کہ اپنی موت کا ساماں خود کر رہے ہیں۔ اپنی ہی آستینوں میں سانپ پال رہے ہیں کہ

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با مردم بزرگ شود

لیکن سرحدی مسلمان یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کر رہے تھے ان کے گلستان قلب میں ببول کے پیڑ نہ تھے ان کی لوح دماغ پر اسلام کا قدیمی نقشہ مرتسم تھا۔ وہ اپنے قدیم اسلامی عقائد پر مستحکم اور مضبوط تھے کسی جدید آئینہ کی احتیاج نہ رکھتے تھے۔

سید صاحب اپنے الہامی قول کے مطابق سکھوں سے جہاد کیلئے سرحد آئے تھے۔ لیکن یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ تھا۔ انہوں نے سکھوں سے زیادہ جنگیں مسلمانوں سے کیں۔ ان میں مذہبی منافرت پیدا کی۔ اور بے شمار مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا۔

پہلی شب خوں جو اکوڑہ میں ۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء کو ہوئی اور آخری معرکہ بالاکوٹ میں ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو ہوا۔ اس ساڑھے چار سالہ درمیانی عرصہ میں سید صاحب نے کل چھوٹی بڑی ۱۵ جنگیں کیں جن میں خالص سکھوں سے صرف ۵ جنگیں ہوئیں۔ ان میں بھی جنگ صرف ایک ہوئی باقی چار شب خوں مارے گئے۔ ان پانچ معرکوں میں سے سید صاحب بذاتِ خود صرف جنگ شیدو میں شریک ہوئے۔ باقی چار کے قائد یہ تھے۔

(۱) اکوڑہ اللہ بخش مورائیں (۲) ڈمگلہ شاہ اسمٰعیل دہلوی
(۳) شنکیاری شاہ اسمٰعیل دہلوی (۴) مظفر آباد مولوی خیر الدین شیر کوٹی

بیچارے سرحدی مسلمانوں نے اسلام کے نام پر سید صاحب کا پورا پورا ساتھ دیا جنگ اکوڑہ میں کل نو سو افراد شریک تھے۔ جن کی تفصیل بیان کرتے ہوئے غلام رسول مہر لکھتے ہیں:۔

''نو سو آدمیوں میں سے ایک سو چھتیس (136) ہندوستانی تھے۔ قریباً اسی قندھاری، باقی اہل سرحد تھے''۔[۸]

کیا اب بھی سرحدی مسلمانوں کی حمیت اسلامی میں کوئی شک ہو سکتا ہے۔ انہوں نے اسلام کے نام پر اپنی اکثریت سید صاحب کے حضور پیش کر دی۔

لیکن غلام رسول مہر کا خمیر خدا معلوم کس خاک سے تیار ہوا ہے کہ وہ ہر موقع پر اخفاء حقائق اور اتہام بازی سے کام لیتے ہیں جہاں کامیابی ہوتی ہے تو اس کا سہرا ہندوستان کے وہابی سپاہیوں کے سر سجاتے ہیں اور ناکامی کی زنجیر بے چارے سرحدی مسلمانوں کے پیروں میں باندھتے ہیں۔ **اللھم ارنا الحق حقاً وارنا الباطل باطلاً**. اب اس اکلوتی جنگ کی بھی سنئے جس میں سید صاحب اپنے وجود عنصری کے ساتھ شریک ہوئے۔

جنگ شیدو: سرحدی مسلمانوں کی اسلامی دوستی اور سکھ دشمنی کی روشن مثال اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ تھوڑی سی مدت میں ایک لاکھ مسلمان سید صاحب کی قیادت میں جمع ہو گئے۔ جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

دو مہینوں میں اسی (۸۰) ہزار سرحدی عوام جہاد کیلئے فراہم ہو گئے۔ سرداران پشاور کا لشکر اس سے الگ تھا۔ اس کی تعداد بیس ہزار بتائی جاتی تھی۔[۹]

اتنی بڑی تعداد کیوں اور کیسے جمع ہوئی۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

اسی (۸۰) ہزار کی فراہمی میں سب سے بڑا حصہ فتح خان پنجتاری اشرف خان اور خادی خان کا تھا۔[۱۰]

گویا سرحدی مسلمان سکھوں سے جہاد کے جذبہ سے سرشار تھے اور ان تین سرداروں کی آواز سنتے ہی مستعد ہو گئے۔ دو ماہ کی قلیل مدت میں ایک لاکھ سرحدی مسلمانوں کا جمع ہونا غیر معمولی بات تھی۔ موضع شیدو میں دونوں لشکر جمع ہوئے۔ سکھ لشکر کے بارے میں غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

سکھ فوج تیس پینتیس ہزار سے کم نہ تھی۔[۱۱]

یعنی سکھ لشکر کے تیسرے حصے سے بھی کم تھا۔ جنگ شروع ہوئی۔ سید صاحب فیل پر سوار لشکر کے عقب میں تھے۔[۱۲] بڑے زور کی جنگ ہوئی۔ قیادت کی عاقبت نااندیشی کور چشمی اور نااہلی کی وجہ سے مسلمانوں کو شرمناک شکست ہوئی۔ ۳۰/۳۵ ہزار سکھوں کے مقابلے سے ایک لاکھ اصحاب فیل میدان جنگ سے ایسے بھاگے کہ ایک دوسرے کو روندے چلے جا رہے تھے۔ سید صاحب کے ہاتھی کو تیز بھگانے کی کوشش کی گئی لیکن اس کی سست رفتاری کے باعث سید صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے (یا بھگائے گئے)[۱۳] اس طرح تمام لشکر تتر بتر ہو گیا۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

ہندوستانی غازی بھی مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ چند آدمی سید صاحب کیساتھ تھے۔ ایک جماعت مولانا شاہ اسمٰعیل کی معیت میں تھی۔ ایک گروہ اکوڑا پہنچ گیا۔[۱۴]

یعنی سید صاحب اور آپ کے رفقاء سکھوں سے ایسے ہراساں ہوئے کہ ہر ایک ''خوفِ جاں'' سے بھاگ رہا تھا۔ اسے دوسروں کا خیال نہ تھا۔ خود شاہ اسمٰعیل

اپنے پیر طریقت کو چھوڑ کر پشاور کی طرف نکل گئے۔ غالباً سب سے زیادہ ہراساں خود سید صاحب تھے۔

میدان جنگ سے تیز رفتار گھوڑے پر دریا کو عبور کرنے (موضع) سر پہنچے۔ وہاں سے ناکامی کے بعد دریائے نا گماں اور دریائے سوات کے سنگھم پر پہنچے۔ جلدی میں گھوڑے سے دریا میں گر گئے۔ دریا پار کر کے بھابڑہ گئے وہاں سے ڈاگئی، گوجر گڑھی، محب سرخ ڈھیری، اور باغ کے راستے چنگلئی پہنچے۔ چنگلئی ایک محفوظ ترین مقام تھا۔ سید صاحب نے سکھوں کے خوف سے بڑے سرعت سے تقریباً کئی میل سفر کے بعد قیام کیا۔ یہ تھی جنگ شیدو کی داستان جو بڑی رنگ آمیزی سے بیان کی جاتی ہے۔ اگر یہ واقعی جہاد تھا تو میدان جہاد سے فرار ہونے والوں کے بارے میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

مہر صاحب نے اس موقع پر بھی شکست کا باعث سرحدی مسلمانوں کو قرار دیا اور وہابی سپاہیوں کی چادر کو سفید ہی رہنے دیا۔

---

۱ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ مکتوب احمدی ص ۲۳۶
۲ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ مکتوب احمدی ص ۱۸۰
۳ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۱۷۲
۴ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۱۲۵
۵ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۲۶۱
۶ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۳۲
۷ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۲۵
۸ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۳۴
۹ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۶۵
۱۰ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۶۵
۱۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۶۶
۱۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۷۸
۱۳ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۷۹
۱۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۷۹

﴿امیر المؤمنین بننے کا قصہ﴾

جنگ شیدو میں شکست کے بعد مجاہدین میں نظم ونسق پیدا کرنے کے لئے ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۲ھ کو ہنڈ میں ہندوستانی مجاہدین، علماء اور خوانین کا اجتماع ہوا جس میں مسلمانوں سے ایک امیر کی قیادت میں جمع ہونے کی درخواست کی گئی۔

یہ درخواست کنندہ معلوم نہیں ہندوستانی مجاہدین میں سے کوئی تھا یا سرحدی مسلمانوں میں سے۔ اگر چہ گمانِ غالب شاہ اسمٰعیل کی طرف ہے۔ تاہم اس اجتماع میں سید صاحب کو ''امیر المؤمنین'' کا لقب دے دیا گیا۔

سید صاحب امیر المؤمنین تو ہو گئے لیکن ان کی امارت ایسی نہ تھی جیسے اسلامی حکومت میں مسلمان حاکم کی ہونی چاہئے۔ بلکہ سید صاحب صرف ''جنگی تیاری'' کے امیر تھے۔ جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

یہ حقیقت پھر ایک مرتبہ ٹھیک ٹھیک ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ امامت کے بعد سید صاحب کو صرف کاروبار جہاد کی تنظیم کیلئے مختار بنایا گیا تھا۔ رؤسا وخوانین کے عام امور ریاست وخانیت سے انہیں کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ دعوت کے ذریعے سے لوگوں کے دلوں میں جہاد کے جذبے کو ابھار سکتے تھے۔ انہیں دینی واجبات سمجھا سکتے تھے۔ جن جن رئیسوں نے بیعت کی تھی ضرورت کے مطابق ان سے امداد طلب فرما سکتے تھے۔ میدان جنگ میں سب لوگ ان کی تنظیمات قبول کرنے پر مجبور تھے لیکن میدان جنگ سے باہر آتے ہی سب اپنے حلقوں میں بالکل آزاد تھے۔ موجودہ زمانے کی عام اصطلاح میں یوں سمجھ لینا چاہیے کہ جہاد کی غرض سے تمام عناصر کو یکجا رکھنے کے لئے یہ ایک نوع کی کنفڈریشی (یعنی عوام وخوانین رؤسا کا وفاق واتحاد) بن گئی تھی۔ جس

کے رئیس اعلیٰ سید صاحب تھے۔[۱]

جب سید صاحب کے اختیارات اتنے کم اور محدود تھے تو اس کیلئے ''امیر المؤمنین'' کے بجائے ''امیر الحرب'' کا لقب دیا ہوتا۔ اختیار میں کمی اور لقب میں اتنی وسعت معنی خیز ہے۔ امیر المؤمنین کے لقب کا پس منظر معلوم کرنے کے بعد ایک توڑ جوڑ سے ناواقف مسلمان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ جناب مہر صاحب لکھتے ہیں۔

ہندوستانی غازی پہلے سے آپ کو ''امیر المؤمنین'' کہتے تھے۔ اہل سرحد نے آپ کو ''سید بادشاہ'' کا لقب دے دیا۔ سکھ..... آپ کے لئے خلیفہ کی اصطلاح استعمال کرتے تھے۔[۲]

ہندوستانی غازی سید صاحب کو امیر المؤمنین کیوں کہتے تھے۔ سید صاحب اس وقت مسلمانوں کے کس علاقے کے امیر تھے۔ یہ ایسے سوال ہیں جن کا کوئی جواب نہیں تاہم شاہ اسمٰعیل نے سید صاحب کو لفظی امیر المؤمنین تو بہت سے پہلے ہے بنا دیا تھا اب باقاعدہ امیر المؤمنین بنانے کی تگ ودو میں لگے ہوئے تھے اور یہ اجتماع اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

دوسرا اجتماع: جب سید صاحب میں سکھوں سے تاب جنگ نہ رہی تو مسلمانوں کی طرف رخ موڑا اور اپنے اس مشن اور مقصد میں تبدیلی کر لی جو ہندوستان سے لے کر چلے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ جہاد اسی صورت میں تائید آسمانی کے نزول کا باعث بن سکتا ہے کہ سب لوگ حقیقی معنی میں مسلمان بن جائیں جو کچھ کریں خدا کی رضا کیلئے کریں۔ اسی صورت میں اطاعتِ امام کی حقیقت سے وہ آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اسی

صورت میں بدعات ومنکرات اور معصیت امام سے پاک ہو کر خدا ورسول اور اولی الامر کی فرمانبرداری کا حق ادا کر سکتے ہیں۔[۳]

اب سکھوں کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کو مسلمان بنانے (یا کافر بنانے) کی تحریک شروع ہوئی۔ یہیں سے تفریق بین المسلمین کی ابتداء ہوئی۔ مسلمان سنی ووہابی کے دو گروہوں میں تقسیم ہوئے۔ اور ملت اسلامیہ کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا۔ سید صاحب کے متبعین جنہیں ''وہابی'' کہا جاتا ہے آج ڈیڑھ سو سال بعد بھی سنی مسلمانوں کو (کافر ومشرک تصور کرتے ہوئے) مشرف باسلام کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

کاش کہ وہ خود کی اصلاح کے بعد کافروں کو مسلمان کرنے میں اپنی قوت صرف کرتے۔ چنانچہ تحریک امارت کو روبہ عمل لانے کیلئے یکم شعبان ۱۲۴۴ھ کو پنجتار میں دوسرا اجتماع ہوا جس میں سید صاحب سے ذہنی وابستگی رکھنے والے علماء اور خوانین شریک ہوئے۔ شاہ اسمٰعیل کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور اجتماع میں موجود لوگوں نے سید صاحب سے اقامت شریعت کی بیعت کر لی۔ بیعت ثانی کے بعد سید صاحب کے اختیارات کا ذکر کرتے ہوئے غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ اب صرف ایک سوال باقی رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ آیا بیعت اقامت شریعت کے بعد سید صاحب کے اختیارات فرماں روائی میں کوئی اضافہ ہوا؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ بیعت، امامت نے سید صاحب کو نظم قوائے جہاد کا مجاز بنایا تھا۔ بیعت اقامت شریعت کی رو سے وہ احکام شرعی کا مرکز بن گئے۔[۴]

یعنی اب بھی سید صاحب کو کلی اختیارات نہ تھے۔ ہر رئیس اور سردار اپنے علاقہ کا حاکم تھا۔ سید صاحب شرعی معاملات میں دخیل ہوئے اور اپنے ہمنوا رئیسوں کے علاقے کو اسلامی حکومت کا رقبہ قرار دے دیا۔ حالانکہ سید صاحب کو زیادہ سے زیادہ ایک قاضی القضاء کے

اختیارات حاصل تھے۔ ایسے میں آپ کو ''امیر المؤمنین'' کا لقب دینا یا تو مزاح ہے یا خوش عقیدگی۔ بہر کیف سید صاحب کے قلمی جانثاروں نے اسے اسلامی حکومت کا نام دے دیا۔

---

۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۵۴ ۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۵۳

۳ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۵۹ ۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۳۶

امیر المؤمنین کا منکر باغی ہے

شاہ اسمٰعیل یہ بات جانتے تھے کہ سرحدی مسلمان اعتقادی اختلاف کی بنیاد پر ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لئے پیش بندی کرتے ہوئے انہوں نے اجتماع پنجتار میں موجود علماء سے قبل از وقت یہ فتویٰ لے لیا۔

(۱) اثبات امامت کے بعد حکم امام سے سرتابی سخت گناہ اور قبیح جرم ہے۔

(۲) مخالفوں کی سرکشی اگر اس پیمانے پر پہنچ جائے کہ قتال کے بغیر اس کا استیصال ممکن نہ رہے تو تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ ان مخالفوں کی تادیب کیلئے تلواریں نکال لیں اور امام کا حکم بزور مخالفوں پر نافذ کریں۔

(۳) اس معرکہ میں لشکر امام سے جو شخص قتل ہوگا وہ شہید ونجات یافتہ سمجھا جائے گا اور لشکر مخالف کے مقتولین مردود ونار ی متصور ہوں گے۔ ان کی حالت اکثر فاسقوں مثلاً زانیوں اور سارقوں سے بھی بدتر ہوگی۔ اس لئے کہ فاسقون کے جنازے کی نماز واجب ہے لیکن ان مخالفوں کے جنازے کی نماز بھی جائز نہیں۔[۱]

اگر کوئی شخص سید صاحب کی مخالفت کرتا ہے ان کی خود ساختہ اسلامی حکومت پر تنقید کرتا ہے ان کے قاضیوں کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لئے تلوار اٹھاتا ہے۔ اب اگر وہ اس وقت مر جاتا ہی تو اس کی نماز جنازہ بھی جائز نہیں اور وہ عنداللہ مردود

دناری ہوگا۔ سید صاحب کا حامی قتل ہو جائے تو وہ شہید تصور ہوگا اور عنداللہ نجات یافتہ ہوگا۔ سید صاحب نے امیر المؤمنین کے مرتبے پر فائز ہونے کے بعد لوگوں کو متعدد خطوط لکھے ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

وہ شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ جو میرے اس منصب (امیر المؤمنین) کا اقرار کرتا ہے اور جو میرے منصب کا انکار کرتا ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں مردود ہے۔[۲]

سید صاحب امیر المؤمنین کیا ہوئے کہ حق و باطل، جنتی و جہنمی اور مقبول و مردود ہونے کے پیمانے اور اصول بدل گئے اور تحریک وہابیت کی مخالف سرحد کے مسلمان علماء خوانین اور عوام یقیناً مردود ہو گئے۔ اور مردود بھی سید صاحب کی بارگاہ سے نہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالغفور اخوند سواتی اور حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی جن کے علم و فضل اور زہد و اتقاء کی حکایتیں اور داستانیں ارض عالم میں مشہور ہیں اور ایک عالم ان سے فیضیاب ہے۔ انہیں بارگاہ الٰہی کا مردود سمجھنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

کاش کہ سید صاحب ایسے پاکیزہ لوگوں کو مردود کہنے کے بجائے اپنے نفس امارہ کی اصلاح کر لیتے۔

جب سید صاحب امیر المؤمنین ہو گئے تو لوگوں کو آپ کی بیعت پر آمادہ کرنے کی کوششیں ہونے لگیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ منشی محمد حسین بجنوری لکھتے ہیں۔

جب کوئی امیر مسلمان اور عالم پنجاب کا ان کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ جب انہوں نے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ اس فتویٰ تکفیر کے اجراء سے تمام ملک پنجاب کے

امیر اور علماء ناراض ہو گئے اور جواب لکھے کہ تم وہابی مذہب ہو تم سے بیعت کرنا روا نہیں۔[۳] سید صاحب کی بیعت نہ کرنے والے مسلمانوں کو کافر، منافق، باغی ایسے سے بیشمار خطاب ملے۔ چنانچہ مولوی قطب الدین ننگرہاروی اسمٰعیل زئی اور دولت زئی قبیلوں میں گئے اور ان سے کہا۔

تم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو حالانکہ تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ جو شخص بیعت امامت کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا اور امام (سید احمد) تمہارے درمیان موجود ہے۔[۴] کس علاقے پر سید صاحب کی حکومت تھی جہاں انہوں نے اسلامی قوانین نافذ کر رکھے تھے۔ آخر سید صاحب کی بیعت پر کون سی نص قرآنی وارد ہے جس کے انکار سے ایک ایسا مسلمان کافر ہو جائے جو کلمہ و نماز پڑھتا ہے۔ زکوٰۃ و حج کرتا ہے رمضان کے روزے رکھتا ہے۔ لوگوں کو ارکان اسلام کے ادا کرنے کی تبلیغ کرتا ہے اگر امیر المؤمنین بننے کا یہی طریقہ ہے تو ہر حاکم کو یہ اختیار ملنا چاہئے کہ جو اس کی بیعت نہ کرے۔ اسے امیر المؤمنین تسلیم نہ کرے وہ اسے کافر قرار دے کر دنیا سے رخصت کرنے کی شرعی سند حاصل کر لے۔

اہل خیبر منافق و باغی ہیں:

سرحد کے مسلمان درّانی سرداروں سے سید صاحب کی مخالفت ہوئی اور نوبت جنگ تک پہنچ گئی تو سید صاحب نے مجاہدین کا ایک گروہ اہل خیبر (سرحد) کے پاس حصول امداد کے لئے بھیجا جس کے امیر سید صاحب کے بھانجے سید احمد علی تھے۔ اور ساتھ ہی سید صاحب نے ایک اعلام نامہ بھی تیار کر کے دیا جس کے مضمون کے بارے میں مہر صاحب لکھتے ہیں۔

مجاہدین کی اعانت و رفاقت ایمان و انقیاد کی علامت ہے ان سے الگ رہنا نفاق

وفساد کا نشان ہے۔ بغی وطغیان کا دائرہ اتنا پھیل چکا ہے کہ انہیں ختم کئے بغیر جہاد ممکن نہیں رہا۔ لہذا منافقوں کے مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور اسے جہاد کا اعلیٰ مرتبہ سمجھو۔[۵]

یعنی درانی سرداروں کے اکثر مسلمان منافق و باغی ہیں۔ ان کے خلاف آپ ہماری حمایت کریں اور مسلمانوں کے ساتھ اس جنگ کو جہاد کا اعلیٰ مرتبہ سمجھیں اب اہل خیبر کا جواب ملاحظہ کریں اور سوچیں کہ سرحد میں سید صاحب کے علاوہ کوئی اور مسلمان تھا۔

مولوی نصیر الدین منگلوی، ارباب بہرام خان اور سید احمد علی کی طرف سے یہ پیغام لائے کہ ابتدا میں سمت ''خیبر'' کے قبائل مجاہدین کی اعانت پر متفق ہو گئے تھے پھر ان میں تفرقہ پڑ گیا اور وہ درانیوں کے طرف دار بن گئے۔[۶]

درّانی اور دوسرے سرحدی مسلمان پہلے ہی سے منافق و باغی کا خطاب پا چکے تھے۔ اب اہل خیبر سید صاحب کی اعانت نہ کر کے منافق و باغی ہو گئے۔ کیونکہ سید صاحب تحریر فرما چکے تھے کہ مجاہدین سے الگ رہنا منافقت کا نشان ہے۔

سردار پائندہ خان پر فتویٰ کفر:

سردار پائندہ خان جو ہزارہ کا بڑا بارعب سردار تھا جس کے بارے میں مہر صاحب لکھتے ہیں۔

خان یقیناً بہادر، بلند ہمت اور با تدبیر رئیس تھا۔ اس کی شجاعت و اولوالعزمی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ سب سردار سکھوں سے دب گئے۔ لیکن وہ ہزار مصیبتوں اور پریشانیوں کے باوجود بدستور مقابلے پر جما رہا۔[۷]

اتنے اوصاف کے باوجود جب پائندہ خان نے سید صاحب کی بیعت سے

انکار کیا تو فتویٰ کفر کا مستحق ٹھہرا۔ سید مراد علی لکھتے ہیں۔

سردار پائندہ خان نے خلیفہ کی بیعت نہ کی۔ لہذا خلیفہ جانب پائندہ خان سے بدگمان تھا۔[۸]

اب اس بدگمانی کا نتیجہ کیا نکلا مراد علی لکھتے ہیں۔

خلیفہ نے نسبت پائندہ خان فتویٰ کفر کا دے کر معہ مولوی اسمٰعیل و لشکر غازیان برہمونی سربلند خان و مدد خان عزم جنگ پائندہ خان پر مستعد ہوا۔[۹]

سردار خادی خان پر فتویٰ منافقت:

اسی طرح خادی خان ابتدا میں سید صاحب کا ہمنوا تھا۔ جناب مہر لکھتے ہیں۔

خادی خان علاقہ سرحد کا غیور و جسور رئیس تھا۔ سید صاحب کے ساتھ اظہار عقیدت میں سبقت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کو مہمان بنا کر اپنے ہاں لے گیا اور وہیں امامت جہاد کی بیعت کی۔[۱۰]

جب یہی خادی خان وہابی عقائد کے پرچار کی وجہ سے سید صاحب کا مخالف ہوا تو سنیے مہر صاحب کیا فرماتے ہیں۔

خادی خان کی طبیعت ضدی اور خود پسند تھی۔ افغانی مراسم کو وہ اسلامی مراسم پر ترجیح دیتا تھا۔[۱۱]

جب خادی خان نے وہابی مجاہدین سے جنگ کی اور قتل ہو گیا تو سید صاحب کے ایک معتقد مولوی جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

''یہ (خادی خان) منافق بھی مسلمانوں کو گولی سے ختم ہو گیا''۔

مولانا شاہ اسمٰعیل نے اس منافق کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے انکار کیا مگر ملکی ملاؤں نے بہ طبع دنیا بوقت شب اس پر نماز پڑھ کر چپکے سے اس کو دفن کر دیا۔ [۱۲] سردار پائندہ خان اور خادی خان میں عیب یہ تھا کہ وہ سید صاحب کے مرید نہ ہوئے بلکہ وہابی عقائد کی وجہ سے مخالفت کی وجہ سے کافر و منافق کا خطاب پایا اسلام پر افغانیت کی ترجیح کا طعنہ ملا۔ اور ان علماء کرام کو طمع دنیا کی گالی ملی جنہوں نے شہید مذہب سنی حنفی کی نماز پڑھی۔

۱۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۶۳
۲۔ محمد جعفر تھانیسری۔ مکتوب احمدی ص ۲۴۱
۳۔ منشی محمد حسین محمود۔ فریاد مسلمین ص ۹۸
۴۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۵۰۳
۵۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۵۰
۶۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۵۴
۷۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۵۴۱
۸۔ سید مراد علی علیگڑھ۔ تاریخ تناولیاں ص ۴۹
۹۔ سید مراد علی علیگڑھ۔ تاریخ تناولیاں ص ۵۰
۱۰۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۸۷
۱۱۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۷۸
۱۲۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۲۴۳

﴿اسلامی حکومت کا پہلا باغی﴾

مولوی محبوب علی دہلوی سید صاحب کے معتقد خاص تھے۔ سید صاحب کی ہندوستان سے آمد کے بعد مسلمانوں میں جہاد کی تبلیغ کرتے رہے جو لوگ ہاتھ آ گئے انہیں لے کر سید صاحب کی خدمت میں پنجتار پہنچے۔ یہاں انہیں وہ جہاد نظر نہ آیا جو سید صاحب کے مکاتیب میں تحریر ہوتا تھا۔ مجاہدین کی کیفیت اور حالت بھی اسلامی نقطہ نگاہ سے ٹھیک معلوم نہ ہوئی۔ پہلے تو سید صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور مندرجہ ذیل سوال اٹھائے۔

۱۔ آپ کا امیر المؤمنین ہونا شرعی نقطہ نگاہ سے درست نہیں۔
۲۔ آپ کا باورچی خانہ الگ ہے۔ آپ مجاہدین سے عمدہ کھانے کھاتے ہیں جبکہ مجاہدین بے چارے چکی چلاتے ہیں، گھاس چھیلتے ہیں اور انہیں پاؤ پاؤ غلہ ملتا ہے۔
۳۔ آپ کا لباس عمدہ اور نفیس پہنتے ہیں۔ جو مجاہدین کو میسر نہیں ہوتا۔

سید صاحب نے فرمایا کہ ''اگر میری امارت صحیح نہیں تو آپ امیر المؤمنین ہو جایئے۔

دوسرے سوال کا جواب سید صاحب کی طرف سے مولانا ابوالحسن علی ندوی دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سید صاحب کے یہاں یہ طرز تھا کہ اس ملک کے جو لوگ آپ کی ملاقات کو آتے تھے وہ تحفہ کے طور پر کوئی دو مرغ لاتے، کوئی سیر دو سیر شہد یا گھی لاتے، کوئی چاول، کوئی مرغی کے انڈے لاتے، آپ یہ تمام چیزیں بحفاظت تمام اپنے باورچی خانے میں رکھوا دیتے۔ اور اگر کوئی مہمان بے وقت آ جاتے تو آپ اسی تحفے اور سوغات میں سے جو مرغ، چاول، انڈے وغیرہ ہوتے ان کے لئے کھانا پکواتے اور ان کو کھلاتے اور ان کے شریک ہو کر آپ بھی کھا لیتے۔ [۱]

مولانا ندوی نے مرغ، شہد اور انڈوں وغیرہ میں سید صاحب کی شمولیت ذیلی اور ثانوی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم مولوی محبوب علی دہلوی کا اعتراض بے محل اور بے وقعت نہ تھا۔ کیونکہ مولوی صاحب بڑے صاف گو آدمی تھے۔ وہ جس چیز کو صحیح سمجھتے اسے بلا روک ٹوک نوک زبان پر لے آتے۔ اس لئے گمان غالب یہی ہے کہ مولوی صاحب کا اعتراض درست اور نا قابل تاویل ہے۔ اس کی حقیقت ندوی صاحب نے بھی تسلیم کی ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

یہ اعتراضات بے جا تھے۔ اس لئے سب کو معلوم تھا سید صاحب وہی معمولی لباس پہنتے ہیں۔[۲]

مولوی محبوب علی کوئی نابینا نہ تھے۔ ان کی دو آنکھیں تھیں۔ وہ دونوں آنکھوں سے دیکھتے تھے اور سید صاحب بھی ان کے سامنے رہتے تھے۔ بلکہ رہائشی خیمے بھی قریب قریب تھے اور مہر صاحب ان کے انتقال کے مدت بعد پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے مہر صاحب کو ''امیر پرستی'' میں تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ تاہم مہر صاحب کی ''بے جا'' کی تاویل بے جا پر ہم ان کے پیش رو مولانا ابوالحسن علی ندوی کا اقتباس پیش کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

دوسرا اعتراض مولوی (محبوب علی) صاحب کا پوشاک ..... وغیرہ پر تھا۔ اس کا حال یہ ہے کہ شیخ غلام علی صاحب الہ آبادی سلے ہوئے کپڑے کے گٹھے کے گٹھے خاص آپ کی ذات کے لئے بھیجتے رہتے تھے اور جوتوں کے جوڑے بھی وہیں سے آتے تھے۔ اسی طرح مریدین کے یہاں سے ہر قسم کے تھان اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں روپے خاص آپ کے خرچ کے واسطے آتے تھے۔ یہ روپیہ آپ اپنی مرضی کے موافق جہاں مناسب سمجھتے صرف کرتے۔[۳]

مولانا ندوی کے اس اقتباس سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ سید صاحب عمدہ اور نفیس لباس پہنتے تھے اور مولانا ندوی نے بھی اس سے انکار نہیں کیا بلکہ تاویل کی کہ وہ لباس مریدین بطور نذرانہ پیش کرتے تھے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کی محشی اور مصدقہ کتاب ''ارواح ثلاثہ'' میں سید صاحب کا بیان مرقوم ہے کہ

''میں ہر روز جوڑا بدلتا ہوں''۔[۴]

سید صاحب اپنی اعلیٰ خوش پوشی کا ذکر خود فرما رہے ہیں اور مہر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اعتراضات بے جا ہیں اس لئے کہ سب کو معلوم ہے کہ سید صاحب وہی معمولی لباس پہنتے ہیں۔ اب مہر صاحب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ورنہ ہم ان سے یہ ضرور عرض کرتے کہ دروغ نویسی مسلمان کو زیب نہیں دیتی۔

مجاہدین سے: مولوی محبوب علی دہلوی نے سید صاحب کے علاوہ مجاہدین کو بھی مخاطب بنایا اور ان سے بھی کہا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ جہاد نہیں۔ اس لئے اپنے گھروں کو جاؤ مولانا ندوی لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے مجاہدین سے کہا۔

''تمہارے اوپر بیوی، بچوں اور والدین کے حقوق ہیں۔ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ جہاد کے واسطے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ جہاد کہاں ہے اور کون سے کفار سے تمہارا مقابلہ ہے۔ کس ملک میں تمہارا عمل دخل ہوا۔ صبح سے شام تک تم لوگ کھانے پکانے کی فکر میں رہتے ہو۔ جہاد کا محض بہانہ ہے۔ تمہاری دنیا و آخرت دونوں خراب ہیں''۔[۵]

''جہاد کا محض بہانہ ہے تمہاری دنیا و آخرت دونوں خراب ہیں'' یہ الفاظ شاہ مخصوص دہلوی اور شاہ محمد موسیٰ دہلوی کے کسی مرید یا شاگرد کے نہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد اور سید صاحب کے معتقد کے ہیں جو تمام

حالات کو اپنی چشم سر سے دیکھ رہے تھے۔

جہاد کے حقیقی مفہوم سے فرار: مجاہدین پر مولوی صاحب کی باتوں کا اثر ہونے لگا۔ آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگی اور مجاہدین دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ سید صاحب نے مولوی صاحب کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن مولوی صاحب علومِ اسلامیہ میں کامل دست گاہ رکھتے تھے اس لئے سید صاحب کی نصیحت آمیز باتوں کو سمجھ نہ سکے۔ ایک روز ہمت کر کے مولوی محمد حسن رامپوری نے آپ سے مسئلہ جہاد میں مندرجہ ذیل گفتگو کی۔

مولوی محمد حسن رامپوری:۔ آپ کس دلیل سے غازیوں کے قیام کو لغو ٹھہراتے ہیں۔

مولوی محبوب علی دہلوی:۔ آپ یہاں کون سا جہاد کا کام کر رہے ہیں اور کن کافروں سے آپ کو جہاد درپیش ہے۔

مولوی محمد حسن رامپوری:۔ جنگ کا نام ہی جہاد نہیں ہے۔ جنگ کو قتال کہتے ہیں اور وہ کبھی کبھی پیش آتا ہے۔ جہاد کے معنی ہیں اعلاء کلمۃ اللہ اور یہاں لوگ اس کام میں مصروف ہیں۔ آپ ان کے فعل کو عبث قرار دے رہے ہیں۔ اگر کسی روز کفار سے مقاتلہ پیش آجائے اور آپ دہلی میں ہوں تو کون سی کرامت سے آپ یہاں پہنچیں گے۔

اس کے بعد جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

مولوی صاحب یہ (جواب) سن کر لاجواب ہو گئے۔[۶]

مولوی محمد حسن کی اتنی سی گفتگو کے بعد مولوی محبوب علی لاجواب ہو گئے (یا مہر صاحب نے انہیں لاجواب کر دیا) بہر کیف مولوی محبوب علی دہلوی کی شکست نہ سمجھ میں آنے والی چیز ہے۔ ان کے اعتراض مشاہدہ کے بعد معرضِ وجود میں آئے اور حقائق پر مبنی تھے۔ ان کا جواب نہ سید صاحب سے بن رہا تھا اور نہ سید صاحب کے

حوارین سے۔ مولوی محمد حسن کا جہاد کے معنی میں وسعت پیدا کر کے اپنی خامیوں کو اس میں لپیٹنا اور چھپانا کوئی ایسا عقدہ نہ تھا جس کے جواب سے مولوی محبوب علی عاجز ہو گئے۔ اب چونکہ کارروائی لکھنے والے سب سید صاحب کے حمایتی اور جانثار تھے اس لئے حقائق مخفی ہو گئے۔ ورنہ قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بحث و مباحثہ کے بعد مولوی محبوب علی کو کوئی مسکت جواب نہ دے سکا۔ اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر دہلی واپس ہو گئے اور ساری عمر سید صاحب کے اس جہاد کی مخالفت کرتے رہے۔ ان کی واپسی کے واقعہ کو سید صاحب کے متعلقین نے فرار کا نام دیا اور ساتھ ہی یہ تاثر بھی دیتے ہیں کہ وہ شاہ اسمٰعیل کی ہزارہ سے آمد سے پہلے اس لئے راتوں رات بھاگ گئے کہ شاہ اسمٰعیل سے مسئلہ جہاد میں بحث کرنے سے گھبراتے تھے۔ ہم یہی عرض کر سکتے ہیں۔

چوں قلم در دست غدارے بود لاجرم منصور بردارے بود

ورنہ مولوی محبوب علی ایک عالم تھے۔ دہلی سے سرحد سکھوں سے جہاد کرنے آئے تھے اور مجاہدین پر ان کا اعتراض یہ نہ تھا کہ آپ جہاد کیوں کرتے ہیں بلکہ اعتراض یہ تھا کہ جہاد کیوں نہیں کرتے اور تمہارے امیر المؤمنین تن آسانی کا شکار ہو چکے ہیں اس صورت میں جبکہ کافروں سے جہاد نہیں کر رہے ہو تو یہاں بیٹھنا بیکار ہے۔ اپنے اپنے گھروں کو جاؤ۔ مولوی محبوب علی کی اس صاف بات کو سید صاحب کے قلمی جانثاروں نے اتنا پیچیدہ بنا دیا ہے کہ مولوی صاحب کے مذہب میں شک ہونے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ سید صاحب کے ہم عقیدہ اور ہم مشرب تھے۔

مولوی محبوب علی کی اس صاف گوئی اور غلط باتوں کی نشاندہی پر سید صاحب کے قلمی معتقدین نے ان کو تنقید بے جا کا نشانہ بنایا۔ چنانچہ مولانا تھانیسری لکھتے ہیں۔

"انہوں نے نفس اور شیطان کی نیابت اختیار کی۔ نفس امارہ اور شیطان نے ان کو دل برداشتہ کر رکھا تھا۔ دہلی کے پلاؤ قورمہ پر ہاتھ مارنے کو ہندوستان واپس ہو گئے۔[۷]

جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"وہ تنک مزاج بزرگ تھے"۔

معلوم ہوتا ہے کہ (انہیں) شاہ جہاں آباد (دہلی) کے ترلقمے یاد آتے ہیں۔[۸]

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

وہ خود پسند تھا۔ خردماغ تھا۔ متعصب اور کوتاہ اندیش تھا۔ حاسد اور مسلمانوں کو برباد کرنے والا تھا۔[۹]

مولوی محبوب علی کے اعتراضات سے سید صاحب کی اسلامی حکومت کی حقیقت آشکارا ہوگئی۔ سید صاحب اور مجاہدین میں سلطان اور رعیت کا فرق بھی معلوم ہوگیا۔ ظاہر بات ہے ایسی حکومت کا اسلامی حکومت سے کیا علاقہ اور نسبت ہوسکتی ہے جس کی بنیاد حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا نے مدینہ منورہ میں رکھی اور جس کے امیر المؤمنین خلفاء راشدین رہے ہیں۔

---

۱ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ سیرت سید احمد شہید ص ۵۴
۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۳۳
۳ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ سیرت سید احمد شہید ص ۵۵
۴ مولانا اشرف علی تھانوی۔ ارواح ثلاثہ ص ۱۴۲
۵ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ سیرت سید احمد شہید ص ۶۵
۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۳۴
۷ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۲۳۶
۸ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۳۴
۹ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۵۷

اعتقادی اختلاف

سرحدی مسلمان سید صاحب کے ہم عقیدہ و ہم مشرب نہ تھے اور نہ ہی سید صاحب کے مخصوص عقائد سے باخبر تھے۔ وہ سید صاحب کو اپنی طرح کا سنی حنفی مسلمان ہی سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ شروع میں انہوں نے سید صاحب کی پرزور حمایت کی اور جان و مال کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ لیکن سید صاحب اور آپ کے رفقاء نے سرحدی مسلمانوں کی فداکاری اور جانثاری سے یہ غلط اندازہ لگایا کہ شاید وہ ہمارے ہم عقیدہ و ہم خیال ہو چکے ہیں جونہی سید صاحب اور آپ کے رفقاء کی مخصوص اعتقادی سرگرمیاں شروع ہوئیں سرحدی مسلمان ایک ایک کر کے الگ ہونے لگے۔ چونکہ سید صاحب بعض دوسرے مجاہدین سے قدرے مصلحت پسند تھے۔ اس لئے فی الوقت اعتقادی نزاع نہیں اٹھانا چاہتے تھے مگر شاہ اسمٰعیل اور ان کی جماعت نے مصلحت وقت کو پس پشت ڈالتے ہوئے مخصوص عقائد کو سکھوں سے جہاد پر اولیت دے دی اور آگے چل کر جہاد کا رخ بھی سکھوں سے مسلمانوں کی طرف ہوگیا۔ نتیجتاً جانبین سے بے شمار جانیں ضائع ہوئیں۔ سید صاحب نے جو حکومت قائم کی (اور بقول ان کے وہ اسلامی تھی) اس کی مخالفت کی سب سے بڑی وجہ اور اہم وجہ یہی اعتقادی اختلاف تھا۔

حضرت مولانا شیخ اخوند سواتی درانی سرداروں کے پیر طریقت تھے۔ شروع میں آپ بھی سید صاحب کے ہم نوا تھے۔ لیکن مجاہدین کی وہابیانہ سرگرمیوں سے متنفر ہوئے اور وہابی مجاہدین کے خلاف تضلیل کا فتویٰ دیا۔ آپ کے ہمنوا علماء میں حضرت مولانا میاں نصیر احمد المعروف قصہ خوانی ملا، حضرت مولانا حافظ دراز پشاوری شارح بخاری اور ملا عظیم اخوندزادہ وغیرہ سرفہرست تھے۔ ان علماء کرام کے فتویٰ کے

علاوہ ہندوستان سے بھی ایک فتویٰ آیا تھا جو سلطان محمد خان رئیس پشاور کے پاس موجود تھا جس کے بارے میں جناب مہر لکھتے ہیں۔

''اس ملاقات میں سلطان محمد خان نے ایک فتویٰ یا محضر خریطے سے نکال کر سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر بہت سی مہریں ثبت تھیں۔ محضر میں خوانین سمہ سے خطاب تھا۔ مضمون یہ تھا کہ سید احمد چند عالموں کو اپنے ساتھ ملا کر تھوڑی سے جمعیت کے ہمراہ افغانستان گئے ہیں۔ وہ بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہی لیکن یہ ان کا فریب ہے۔ وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے خلاف ہیں۔ ایک نیا دین انہوں نے نکالا ہے۔ کسی ولی یا بزرگ کو نہیں مانتے سب کو برا کہتے ہیں۔ انگریزوں نے انہیں تمہارے ملک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی باتوں میں نہ آنا عجب نہیں تمہارا ملک چھنوا دیں۔ جس طرح بھی ہو سکے انہیں تباہ کرو اگر اس باب میں غفلت اور سستی برتی تو پچھتاؤ گے اور ندامت کے سوا کچھ نہ پاؤ گے''۔[۱]

جناب مہر نے فتویٰ پر مواہیر کا ذکر تو کیا لیکن ان علماء کرام کے اسماء کی وضاحت کو غائب کر گئے جو فتویٰ کے پس منظر کو سمجھنے کیلئے نہایت ضروری تھی اور ساتھ ہی یہ بات کہ ''یہ رنجیت سنگھ ہی کا کام ہو سکتا ہے'' کہہ کر فتویٰ کا رخ موڑنے اور حقائق کو چھپانے کی کوشش کی۔ لیکن مہر صاحب کی ایک دوسری تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ ہندوستان سے آیا تھا۔ جب سرحدی مسلمانوں نے سید صاحب کے سپاہیوں کا قتل عام کیا تو سید صاحب نے بعض افراد کو اس کی علت معلوم کرنے بھیجا۔ سرحدی مسلمانوں نے جو کچھ کہا اسے مہر صاحب اس طرح لکھتے ہیں۔

ہمارے پاس سلطان محمد کے خط آئے تھے کہ ہندوستان کے علماء نے ہندوستانی غازیوں کو بدعقیدہ اور انگریز کے جاسوس قرار دیا ہے یہ تمہارا ملک بھی چھنوا

دیں گے اور دین و مذہب کو بھی خراب کریں گے۔[۲]

میری رائے میں یہ فتویٰ ولی اللہی خانوادے سے متعلق تھا۔ کیونکہ مولانا شاہ رفیع الدین کے دو صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی متوفی ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۶ء، مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی متوفی ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء اور مولانا رشید الدین خان دہلوی متوفی ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء اس وقت بقید حیات تھے۔ اور ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد دہلی میں مولانا عبدالحی بڈھانوی اور شاہ اسمٰعیل کو وہابیانہ عقائد پر مناظرہ میں شکست دے چکے تھے اور پھر فتویٰ میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا ہے اس وقت اہل دہلی ہی ان باتوں سے صحیح طرح آگاہ تھے۔ پنجاب میں جو کہ رنجیت سنگھ کے زیر حکومت تھا سید صاحب کے عقائد اتنی وضاحت سے جاننے والا کوئی نہ تھا۔ سید صاحب کے معتقد خاص مولوی جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

میری موجودگی ہند کے وقت شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدے کے مسلمان موجود نہ تھے۔[۳]

مولانا تھانیسری ۱۸۶۵ء کو بمبئی (ہندوستان) سے جزیرہ انڈیمان گئے یعنی فتویٰ کے طشت از بام ہونے سے ۳۵ سال بعد مولانا تھانیسری نے ہندوستان چھوڑا۔ جب ۳۵ برس بعد دس وہابی پنجاب بھر میں موجود نہ تھے تو ۳۵ سال پہلے پنجاب بھر میں کوئی ایک وہابی بھی نہ ہوگا۔ اس لئے جناب مہر کا یہ کہنا کہ ''یہ رنجیت سنگھ ہی کا کام ہو سکتا ہے''۔ حقائق کے مطابق ہیں اور وہابیت سے اتنی واقفیت اور آگاہی اس وقت اہل دہلی کے علاوہ کسی کو نہ تھی اور دہلی کے ممتاز علماء میں مولانا رشید الدین خان، مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی، مولانا کریم اللہ اور مولانا محمد شریف تھے۔

مزید یہ کہ فتویٰ پڑھنے کے بعد سید صاحب نے ان علماء کی تجہیل نہیں کی جن کی مہریں فتویٰ پر تھیں گویا مہریں ایسے لوگوں کی تھیں جنہیں سید صاحب عالم مانتے اور جانتے تھے ورنہ ضرور ان پر رد وقدح کرتے اور کسی کو نہ دکھانے کی تاکید تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مجاہدین میں ایسے لوگ موجود تھے جو سنی حنفی عقائد رکھتے تھے کہ مبادا یہی لوگ کوئی فساد نہ کر دیں۔

اسی اعتقادی اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

بعض مخلص قدیم الخیال ہستیوں کو بھی سید صاحب کے بعض ساتھیوں کے طور طریقے، بلکہ عقائد بھی کھٹکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سردارانِ پشاور اور علماء کا مجاہدین کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم ہو گیا۔ مجاہدین کے خارج از اسلام اور واجب القتل ہونے کے فتویٰ دیئے گئے۔[۴]

شیخ اکرام کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ مجاہدین کے واجب القتل ہونے کے فتویٰ اعتقادی اختلاف کی بنیاد پر تھے۔ آخر مخلص اور قدیم الخیال ہستیوں کو مجاہدین کے عقائد کیوں کھٹکتے۔ کچھ تو تھا ورنہ واجب القتل ہونے کا فتویٰ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اور اسے آخری حربے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اور پھر اکثر سرحدی علماء نے سید صاحب کی مخالفت کی اور اس کی وجہ اختلافی عقائد ہی بتائی۔

دوسری طرف مجاہدین کو بھی سرحدی علماء اسلام کے عقائد اور طور طریقے پسند نہ تھے۔ جناب مہر لکھتے ہیں۔

تمام معاملات کی باگ ڈور ملاؤں کے ہاتھ میں تھی۔ اور ملاؤں کی اعتقادی اور عملی حالت بہت گری ہوئی تھی۔[۵]

یعنی سرحدی علماء اسلام کی اعتقادی اور عملی دونوں حالتیں درست نہ تھیں اعتقادی درستگی سے شاید یہ مراد ہو کہ وہ فقہ حنفی پر عمل میں بڑے سخت تھے اور عملی حالت کی پستی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ مشاہدہ یہ ہے کہ ہندو پاک کے موجودہ علماء سے سرحدی علماء کی عملی حالت آج بھی اچھی ہے اور پہلے بھی اچھی ہوگی۔

میرے خیال میں سرحدی علماء اسلام میں ایک عیب تھا اور وہ اتنا عظیم تھا کہ تمام نیکیوں اور اچھائیوں کو ملیامیٹ کر گیا وہ عیب سید صاحب کو امیر المؤمنین تسلیم نہ کرنا تھا۔ اگر وہ ہندوستان میں تحریک وہابیت کے بانی سید صاحب کی امارت کو تسلیم کر لیتے تو تمام اچھائیاں ان میں آ جاتیں۔ لیکن ان حق گو علماء اسلام نے اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ اس لئے آج بھی وہ تحریک وہابیت سے متاثرین کے نزدیک نہایت مغضوب و مقہور ہیں۔ سرحدی علماء کرام میں مجاہدین کی مخالفت میں مرکزی کردار حضرت شیخ عبدالغفور اخوند اصواتی نے ادا کیا۔ مولوی محمد علی قصوری لکھتے ہیں۔

اخوند صاحب صوات کے بڑے پیر اور ملا تھے۔ حضرت سید احمد بریلوی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے تھے لیکن بعد میں جب ان کے خلاف وہابیت کا الزام لگایا گیا تو یہ نہ صرف ان سے علیحدہ ہو گئے بلکہ عام روایت کے مطابق ان کی مخالفت میں سکھوں اور پٹھانوں سے مل گئے۔[۶]

یعنی اخوند صاحب نے وہابیت کی مخالفت میں سکھوں اور پٹھانوں سے اتحاد کر لیا تھا۔ حالانکہ ابتدا میں وہ سید صاحب سے وابستہ تھے۔

مولوی محمد علی قصوری کے بیان کی تائید جناب مہر کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

اخوند عبدالغفور جو بعد میں اخوند صاحب سوات کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس

زمانے میں بیکی (نزد ہنڈ) کے قریب دریائے سندھ کے کنارے ایک غار میں رہتا تھا یہاں اس نے بارہ برس چلہ کشی میں گزار دیئے تھے۔ ملا صاحب کوٹھا سے اس کا گہرا تعلق تھا۔ سید صاحب کے پاس بھی آتا جاتا تھا۔[۷]

ابتدا میں شیخ اخوند صواتی سید صاحب کے ہم نوا تھے۔ جب قصہ وہابیت کا چھڑا تو سربستہ راز کھلا تو اخوند صاحب نہ صرف الگ ہوئے بلکہ پرزور مخالفت کی۔ آپ کی مخالفت کی وجہ سے مریدین علماء خوانین اور عوام بھی کھل کر سامنے گئے ایک مسلمان حاکم خادی خان سے سید صاحب نے جو پہلا جہاد کیا اس کی کڑی بھی اخوند صاحب سے ملتی ہے۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں۔

خادی خان شہید حضرت مولانا اخوند عبدالغفور قدس سرہ کے مخلص مرید تھے [۸] اسکے علاوہ جناب غلام رسول مہر کو بھی یہ اعتراف ہے کہ زہد و ریاضت کی وجہ سے خادی خان کو بھی اخوند عبدالغفور کے ساتھ عقیدت تھی اخوند سوات میں اس زمانے میں بیکی میں مقیم تھا اور خادی خان کے ساتھ اس کے تعلقات بہت گہرے تھے۔[۹] اس لئے جب شیخ طریقت سید صاحب اور مجاہدین کے خلاف ان کی وہابیانہ سرگرمیوں کی وجہ سے مخالفت کر رہے تھے تو مریدین صادق اس معرکہ کارزار میں اتر آئے اور وہابیت کے خلاف تلواروں اور نیزوں سی جنگ شروع ہوگئی۔ چنانچہ خادی خان نے وہابی مجاہدین سے جنگ کی اور اس معرکے میں کام آیا۔ اسی طرح سلطان محمد خان کی جب مجاہدین سے جنگ ہوئی تو اس نے بھی اس وہابیانہ اعتقادی اختلاف کو دوٹوک لفظوں میں یوں بیان کیا۔

جہاد کی باتیں ابلہ فریبی کا کرشمہ ہیں۔ تم لوگوں کا عقیدہ برا اور نیت فاسد ہے۔ بظاہر فقیر بنے بیٹھے ہو، دل میں امارت کی ہوس ہے۔ ہم نے خدا کے نام پر کمر باندھ لی

ہے کہ تمہیں قتل کریں تا کہ زمین تمہارے وجود سے پاک ہو جائے۔[۱۰]

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سرحدی مسلمان سید صاحب اور وہابی مجاہدین کی مخالفت ان کی اعتقادی جدت اور مسلمانوں کو مشرک و کافر کہنے کی وجہ سے کرتے تھے۔ سید صاحب کی سرحدی مسلمانوں سے اعتقادی جنگ تھی۔ سرحد کے علماء اور عوام سید صاحب اور مجاہدین کی وہابیانہ سرگرمیوں سے شدید متنفر تھے اور آگے چل کر اسی آگ نے مجاہدین کو خاکستر بنا دیا۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

بے خبر اور سادہ لوح پٹھانوں کے اسلام کی باگ ڈور ملاؤں کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے خفیہ خفیہ سید صاحب کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا اور پٹھانوں کو اسلام کے نام پر اسلام کے خلاف مشتعل کرنے لگے۔[۱۱]

مہر صاحب نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ سرحدی ملاؤں نے سید صاحب کی اسلام دشمنی کا الزام عائد کیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو سید صاحب کا مخالف بنا دیا لیکن سوال یہ ہے کہ آخر حضرت اخوند سواتی ایسے زاہد و عبادت گزار شخص نے سید صاحب کی مخالفت کیوں کی۔ کیا وہ اسلام کی سربلندی نہیں چاہتے تھے؟ کیا انہوں نے ابتداً اسلام کے نام پر سید صاحب کی حمایت نہیں کی؟ سید صاحب اور مجاہدین میں وہابی عقائد کو دیکھ کر ہی اخوند صاحب اور دوسرے علماء مخالف ہوئے۔ اب اگر مہر صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کی اس طرح تقلیب کر دی جائے تو سارے وہابی چراغ پا ہو جائیں گے کہ

سید صاحب نے مسلمانوں کو اسلام کے نام پر اسلام کے خلاف مشتعل کیا۔ انہیں کافر و مشرک قرار دیا اور جانبین سے ہزاروں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دیں۔

تو اتنا غوغائے سگاں ہوگا کہ آواز گدا صدا بصحرا ہو کر رہ جائی گی۔

اس تنگ نظری کو دیکھ کر شدید حیرت ہوتی ہے کہ ایک صاحب علم و عرفان زہد وتقوی اور خادم اسلام کو اسلام کا مخالف قرار دینا اور دوسری طرف حقائق سے چشم پوشی کر لینا تاریخ کے طالب علم کی شان کے منافی ہے۔ وہابی مجاہدین کے اخلاق عالیہ کی مثال دیتے ہوئے مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

معمولی باتوں پر کفر کا فتویٰ ہو جانا کچھ بات ہی نہ تھا۔[۱۲]

مرزا حیرت گھر کے آدمی ہیں اور ان کی گواہی اہمیت کی حامل ہے جب مجاہدین کا یہ کردار تھا کہ معمولی سی بات پر ترکش کے تمام تیر چھوڑ دیئے جاتے تو ان بیچارے سرحدی مسلمانوں نے اگر کوئی جوابی کاروائی کی ہے تو اس پر انہیں دشمن اسلام کا لقب دینا کہاں کی دیانت ہے۔

سید صاحب کی (بقول ان کے) اسلامی حکومت کا ایک کارنامہ ملاحظہ کیجئے۔ کہ سنی حنفی مسلمانوں پر مجاہدین نے کیسے عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

ایک موقع پر جب مذکورہ جماعت (وہابی مجاہدین) کے ایک قائد قاضی سید محمد حبان کے اس ارشاد پر کہ جو اہل رسوم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف باپ دادا کی ریت پر چلتے ہیں وہ عملاً کافر ہیں۔ کسی نے کہہ دیا کہ "منیۃ المصلی" میں اہل رسوم کو کافر نہیں کہا گیا تو اس کا جواب گھونسوں سے دیا گیا اور قائد موصوف نے اس وقت تک معترض کو نہ چھوڑا جب تک اس نے دوبارہ کلمہ نہ پڑھ لیا بالفاظ واضح تر اسے دوبارہ مسلمان بنایا گیا۔[۱۳]

گذشتہ حوالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سید صاحب اور وہابی مجاہدین نے

سکھوں سے جہاد کو چھوڑ کر مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانے کا منصب سنبھال لیا اور اس کا قدرتی ردعمل یہ ہوا کہ سرحدی علماء، سردار اور عوام سید صاحب اور مجاہدین کے خلاف صف آراء ہو گئے۔

---

۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۵۹

۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۷۰۰

۳ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ تواریخ عجیب ص ۱۸۴

۴ شیخ محمد اکرام۔ موج کوثر ص ۳۲

۵ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۴۵۸

۶ محمد علی قصوری۔ مولوی۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۷۶

۷ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید۔ ص ۴۸۶

۸ تذکرہ اکابر اہلسنت۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری۔ ص ۴۴۸

۹ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۸۶۔۴۸۷

۱۰ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۱۴

۱۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۶۹

۱۲ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۱

۱۳ محمد اکرام شیخ۔ موج کوثر ص ۳۱

﴿قاضیوں کی بدکرداری﴾

مجاہدین سے سرحدی مسلمانوں کے اختلاف کی دوسری بڑی وجہ قاضیوں کی بدعملی اور بدکرداری تھی۔ اس سلسلہ میں ہمارے سامنے یک طرفہ مواد ہے (یعنی سید صاحب کے معتقدین ومتوسلین کی تحریرات ہیں) جو لوگ اس گروہ سے اعتقادی اختلاف رکھتے تھے ان کی کوئی تحریر ہمارے سامنے نہیں ہے۔ ورنہ یہ گوشہ مزید واضح ہوتا۔ سید صاحب کے سوانح نگاروں سے جو بہرکیف ان کے معتقد ہیں ان کی عیوب پوشی اور حقائق سے چشم بندی کے باوجود کچھ چیزیں حیطہ تحریر میں آ گئیں۔ ہم انہی کو پیش کرتے ہیں تاکہ حقائق حق اور ابطال باطل بہتر طور پر ہو سکے۔ سرحد میں مجاہدین کی بدکرداری ایک ایسا مسلمہ مسئلہ تھا جس کا ذکر عوام کے ہر طبقے نے کیا۔

سرحد کے علماء اسلام نے مجاہدین پر یہ اعتراض کئے۔

۱۔ مجاہدین نفسانیت کے پیرو ہیں اور لذات جسمانی کے جویا۔

۲۔ وہ ظلم وتعدی کے خوگر ہیں۔ بلاوجہ شرعی مسلمانوں کے اموال ونفوس پر دست درازی کرتے ہیں۔

۳۔ وہ افغانوں کی لڑکیوں کو جبراً ''جدید الاسلام'' ہندوستانیوں کے حوالے کرتے ہیں۔[۱]

یہ تین اعتراض علماء اسلام کی زبان سے نکل رہے ہیں جو عموماً بڑی سوچ اور فکر کے بعد رائے عامہ قائم کرتے ہیں اور ابتداً میں ان علماء کا تعاون بھی مجاہدین کو حاصل رہا اس لئے ان حضرات کی بات بڑی وزنی معلوم ہوتی ہے۔ اب علماء کے اعتراضات کا سید صاحب کے متبعین کی تحریروں میں جائزہ لیں تو حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ چنانچہ مرزا حیرت دہلوی جو کہ سید صاحب کے معتقد خاص ہیں۔ قاضیوں

کی علمی وعملی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ایک طرف چھوٹے چھوٹے ضلع وقصبہ گاؤں میں ایک ایک عمال سید صاحب کی طرف سے مقرر ہوا تھا۔ وہ بے چارہ جہانداری کیا خاک کر سکتا الٹے سیدھے شریعت کی آڑ میں نئے نئے احکام بے چارے غریب کسانوں پر جاری کرتا تھا اور وہ اُف نہ کر سکتے تھے۔ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، شادی بیاہ کرنا سب ان پر حرام ہو گیا تھا۔ نہ کوئی منتظم تھانہ کوئی دادرس تھا''۔[۲]

مہر صاحب سرحدی علماء اسلام کو برائیوں کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور سید صاحب کے مقرر کردہ قاضیوں کی بدکرداری اور بدعملی سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ ایک مؤرخ کے ایسے طرز عمل کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

سنیے مہر صاحب نے سید صاحب کے مخالف سرحدی علماء اسلام کو ''علماء سُوء'' قرار دیتے ہوئے وجہ مخالفت یہ لکھی ہے۔

کہ پہلے سرحدی علماء اپنی گزر بسر کیلئے مسلمانوں سے عشر لیتے تھے وہ سید صاحب لینے لگے اور دوسرا صوبہ سرحد میں فقہ حنفی کے مطابق میت کا حیلہ ہوتا تھا (اس سے علماء کو کافی رقم مل جاتی تھی) جسے سید صاحب نے بند کر دیا۔

مہر صاحب بڑے دور اندیش آدمی ہیں وہ سمجھتے تھے کہ سرحدی علماء اسلام کی مخالفت وہابیت ایسی چیز ہے جسے پردہ اخفاء میں رکھنا ناممکن ہے۔ اسلئے علماء کی مخالفت کو اعتقادی اور ظالمانہ حکومت سے اختلاف کے بجائے معاشیات سے وابستہ کر کے سید صاحب کو منزہ عن العیوب اور علماء کو ''علماء سُوء'' قرار دے دیا اور بعد میں آنے والوں نے یہی سمجھا کہ مہر صاحب چونکہ مسلمان ہیں اور مسلمان جھوٹ نہ

بولتا نہ لکھتا ہے۔ جوں کا توں تسلیم کرلیا۔

لیکن مخالف علماء میں حضرت شیخ عبدالغفور اخوند سواتی، حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی، حضرت مولانا نصیر احمد قصہ خوانی ملا اور ملا عظیم اخوند زادہ سرفہرست ہیں۔ جن کا زہد واتقاء اور علم وعرفان میں بلند مقام مسلم ہی۔ اسلئے مہر صاحب کی الزام تراشی حقیقت سے بعید معلوم ہوتی ہے۔

خیر یہ تو وہابیت کے معتوب حضرات تھے۔ ذرا اپنوں کی سنئے اور آخر میں تطبیق کی زحمت بھی گوارا کر لیجئے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

تمام ملک پشاور پر آفت چھا رہی تھی۔ انتظام سلطنت ان مسجد کے ملاؤں کے ہاتھ میں تھا جن کا جلیس سوائے مسجد کے دلودرسن کے کبھی کچھ نہ رہا تھا اور اب ان کو منتظم امور سلطنت بنا دیا گیا تھا۔ [۳]

مزید سنیے۔ شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سید صاحب کے بعض ساتھیوں کا رویہ ہمدردی اور معاملہ فہمی کا نہ تھا بلکہ وہ جلد ہی فاتحانہ تشدد پر اتر آئے۔ [۴]

اب فاتحانہ تشدد کی حکایت بھی ملاحظہ کرلیں۔

مولوی مظہر علی نے یہ اعلان دے دیا کہ تین دن کے عرصے میں ملک پشاور میں جتنی رانڈیں (عورتیں) ہیں۔ سب کے نکاح ہو جانے ضرور ہیں ورنہ اگر کسی گھر میں بے نکاح رانڈ رہ گئی تو اس کے گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔ [۵]

یہ ہے فاتحانہ تشدد کا ادنیٰ مظاہرہ۔ کیا یہ معاملہ افہام وتفہیم سے نہیں ہو سکتا تھا کیا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک عورت نکاح ثانی نہیں کرنا چاہتی تو آپ اسکے مکان کو آگ لگا دیں، کیا قرآن وسنت میں کوئی ایسا حکم ہے؟ کاش کہ وہ یہ اعلان فرماتے۔

کہ نماز ادا نہ کرنے والے کو شدید سزا دی جائے گی۔

عیش ونشاط کے دلدادہ اور عورتوں کے رسیا وہابی مجاہدین نے نکاح ثانی کی آڑ میں کیا کھیل کھیلے۔ اپنوں کی زبانی سنیے۔

سید صاحب نے صدہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا تھا کہ وہ شرح محمدی (ﷺ) کے موافق عمل درآمد کریں۔ مگر ان کی بے اعتدالیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ وہ بعض اوقات نوجوان خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کرلیں اور بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر دو تین دوشیزہ لڑکیاں جا رہی ہیں، مجاہدین میں سے کسی شخص نے انہیں پکڑا اور مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھا لیا۔ [۶]

یقیناً اب قارئین کو مولوی مظہر علی کے حکم کی وجہ سمجھ میں آ گئی ہوگی۔ کیا یہی نکاح ثانی کے شرعی تقاضے ہیں۔ مزید سنیے اور وہابی مجاہدین پر لاحول ولاقوۃ پڑھیے۔

ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی کہ میرا نکاح ثانی ہو۔ مگر مجاہد صاحب زور دے رہے ہیں نہیں ہونا چاہیے۔ آخر ماں باپ اپنی نوجوان لڑکی کو حوالہ مجاہد کرتے اور ان کو کچھ چارہ نہ تھا۔ [۷]

یاد رہے کہ یہ وہ مجاہد ہیں جو سکھوں سے جہاد کرنے سرحد آئے اور اب مسلمان لڑکیوں سے زبردستی نکاح کر کے نفس کو جہاد شہوانی کی تربیت دے رہے ہیں۔

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی ببری رونق مسلمانی

مجاہدین کی کذب بیانی: غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ منارہ خورد سے پیغام آیا کہ عشر کی جنس منگا لیجئے۔ رسالدار نے مستقیم

خان اور سلطان خان کو بھیج دیا۔ انہوں نے جنس لدوائی ناشتا کر کے چلنے لگے تو کسی سے شکر مانگی۔ اس نے کہا شکر نہیں گڑ موجود ہے۔ ابھی لائے دیتا ہوں۔ ان پر نفسانیت غالب آ گئی۔ ناراضگی کے جوش میں رسالدار کے پاس گاؤں والوں کے خلاف الٹی سیدھی باتیں کہیں۔[۸]

یہ تھی سید صاحب کے وہابی مجاہدین کی عملی حالت اور طعنہ سرحدی علماء اسلام کو دیتے ہیں کہ ان کی علمی و عملی حالت صحیح نہ تھی۔ وہ دنیا پرست تھے، علماء سُوء تھے۔

مجاہدین کی اکثریت بدکردار تھی

مجاہدین کیسے لوگ تھے۔ سید صاحب کے جانثار سے سنیے۔

مجاہدین میں سب طرح کے آدمی تھے۔ برے بھی اور بھلے بھی۔ بلکہ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ برے زیادہ اور بھلے کم تھے۔[۹]

یہ بات مولانا فضل حق خیر آبادی کے معتقد کی نہیں۔ سید صاحب اور شاہ اسمٰعیل کے جانثار کی ہے۔ جناب غلام رسول مہر ایسے تمام حقائق کو پی گئے جن سے مجاہدین کے کردار کا دوسرا رخ سامنے آ سکتا تھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا سید صاحب مجاہدین کے جور و جفا، ظلم و ستم اور غیر شرعی حرکات سے آگاہ تھے یا نہیں۔ اس سلسلہ میں شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

قاضیوں سے مقامی لوگ عام طور پر نالاں تھے اور یہ شکایتیں سید صاحب تک بھی پہنچتی تھیں۔ مثلاً جب وہ ڈاگئی گئے تو خود مولوی خیر الدین شیر کوٹی نے ان سے کہا۔

مجھے جس بستی میں اترنے کا اتفاق ہوا، وہاں کے لوگوں کو قاضیوں کا شکوہ گزار

پایا۔ وہ بعض اوقات معمولی خطاؤں پر زیادہ جرمانہ لے لیتے ہیں۔[۱۰]

اور مہر صاحب کو بھی یہ اعتراف ہے۔ لکھتے ہیں۔

سید صاحب گڑھی امان زئی سے ڈاگئی پہنچے تو مولوی خیر الدین شیر کوٹی آ گئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ:۔

مجھے جس بستی میں اترنے کا اتفاق ہوا وہاں کے لوگوں کو شکوہ گزار پایا وہ بعض اوقات معمولی خطاؤں پر زیادہ جرمانہ لے لیتے ہیں۔[۱۱]

ان دونوں عبارتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سرحدی مسلمان وہابی مجاہدین کی اسلامی حکومت سے بڑے تنگ تھے۔ اور ان کی شکایات جائز تھیں کیونکہ مولوی خیر الدین قاضیوں کی شکایت سید صاحب سے کر رہے ہیں اور سید صاحب بھی وہابی مجاہدین کی بداعمالیوں سے آگاہ تھے تو کیا انہوں نے مجاہدین کے خلاف کوئی قانونی کاروائی کی یا ان کو اپنا سمجھ کے درگزر سے کام لیا۔

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

غضب یہ تھا کہ ان پر کوئی حاکم مقرر نہ تھا کہ پبلک ان کی اپیل اعلیٰ حکام کے آگے پیش کرے۔ ان ہی بے دماغوں کے فیصلے ناطق سمجھے جاتے تھے اور تسلیم کر لیے جاتے تھے کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس میں کوئی بات بھی قابل تنسیخ اور ترمیم نہیں ہے۔[۱۲]

مرزا صاحب سید صاحب کے جوش محبت میں قاضیوں کے بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں بے دماغ کہہ کر کوس رہے ہیں۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی شتر بے مہار تھے۔ ان سے باز پرس کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اور سزا دینا تو بہت ہی بعید ہے۔

ملاحظہ فرمایئے۔

کبھی علانیہ طور پر سید صاحب کے کسی ساتھی کو سزا نہیں دی گئی حالانکہ اکثر ناجائز افعال ان سے سرزد ہوا کرتے تھے۔[۱۳]

بے چارے سرحدی مسلمانوں نے سید صاحب کو لاکھ سمجھایا اور درخواستیں کیں مگر سید صاحب ہل کے نہ دیئے۔ بلکہ الٹے سرحدی مسلمان ہی معتوب ہوتے۔

سید صاحب کی خدمت میں شکایتوں کی عرضیاں گزر رہی تھیں مگر وہاں کچھ بھی پرسش نہ ہوتی تھی۔ آپ کو یقین تھا شریعت کے ارکان کی پابندی کرنے کے چونکہ یہ عادی نہیں ہیں اور اب انہیں پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے یہ ہمارے آدمیوں سے ناراض ہوتے ہیں۔[۱۴]

سید صاحب سرحدی مسلمانوں کے زخموں پر دوا رکھنے کے بجائے نمک پاشی کرتے اور الٹا انہی کو مجرم گردانتے۔

یہ تھی سید صاحب کی اسلامی حکومت اور قاضیوں کی مختصر داستان۔ اور بیان بھی جانثاروں کا ہے۔ سید صاحب اور وہابی مجاہدین کی مخالفت کا سبب وہابیانہ عقائد اور قاضیوں کی بدکرداری تھی۔ جسے آپ ملاحظہ کر چکے ہم اس پر مزید کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ بات واضح ہے لیکن قبولِ حق کی توفیق نیک بخت کو ہوتی ہے۔

۱۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۶۰
۲۔ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۱
۳۔ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۱
۴۔ شیخ محمد اکرام۔ موج کوثر ص ۳۱
۵۔ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۲
۶۔ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۰
۷۔ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۱
۸۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۰۳
۹۔ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۰
۱۰۔ شیخ محمد اکرام۔ موج کوثر ۳۲
۱۱۔ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۶۴
۱۲۔ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۱
۱۳۔ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۰
۱۴۔ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۸۲

﴿مسلمانوں سے جہاد﴾

سید صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھوں کے ساتھ جہاد کا الہام ہوا تھا جس کی مختصر کیفیت آپ معلوم کر چکے اور جناب غلام رسول مہر کو سید صاحب کے انتقال سے ایک سو پچیس برس بعد الہام ہوا کہ سید صاحب انگریزوں سے جہاد کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ ایسا وقوع پذیر نہ ہوا لیکن حقائق یہ بتاتے ہیں کہ سید صاحب نے سنی حنفی مسلمانوں سے جہاد کیا۔

جب سید صاحب سکھوں کو زیر کرنے سے عاجز آ گئے۔ تو سنی حنفی مسلمانوں کی طرف توجہ کی اور ان میں اسلام کی روح نہ دیکھ کر فرمایا۔

''جہاد اسی صورت میں تائید آسمانی کے نزول کا باعث بن سکتا ہے۔ کہ سب لوگ حقیقی معنی میں مسلمان بن جائیں۔ جو کچھ کریں، خدا کی رضا کیلئے کریں۔ اسی صورت میں بدعات و منکرات اور معصیت امام سے پاک ہو کر خدا و رسول اور اولی الامر کی فرمانبرداری کا حق ادا کر سکتے ہیں اسی صورت میں کاروبار جہاد مستحکم و استوار ہو کر مطلوب نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔[۱]

یعنی سید صاحب کی سرحد آمد سے پہلے مسلمان ''حقیقی مسلمان'' نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کچھ نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ بدعتی اور منکر تھے۔ خیر یہ تو سب الزام ہیں۔

حقیقت صرف یہ ہے کہ وہ ''اطاعت امام'' یعنی سید صاحب کی اطاعت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے انہیں حقیقی مسلمان نہ ہونے اور بدعتی اور منکر کے القاب ملے۔ سنی حنفی مسلمان جب آباؤ اجداد سے شاہراہ اسلام پر گامزن تھے کیسے وہابی عقائد قبول کرتے اور سید صاحب کے مطیع ہوتے۔ اسی لئے سید صاحب کی بارگاہ سے کافر، منافق

اور باغی کے خطاب پاتے ہیں۔ سید صاحب سردار میر عالم باجوڑی کو اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

منافقین کے ساتھ جہاد کرنا بحکم ''مقدمۃ الواجب'' ایک واجب معاملہ ہے۔ اس لئے خاکسار سچے مسلمانوں کے ساتھ شہر پشاور اور قرب وجوار سے بدکردار منافقوں کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کر کے موضع پنجتار تک پہنچ گیا ہے۔[۲]

یہ منافق پشاور اور گردونواح کے وہ جلیل القدر مسلمان ہیں جو سید صاحب اور ان کی وہابیت کے خلاف تھے اور حضرت مولانا حافظ دراز پشاوری اور ملا عظیم اخوند زادہ اور ان کے فتویٰ کو ماننے والے تھے۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں۔

یہاں دو معاملے درپیش ہیں، ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور قتل وخون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا، اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے ارتداد پر یا ان کی بغاوت پر مبنی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا آیا کوئی سبب ہے یا کچھ اور ہے۔ جب کہ بعض اشخاص کے مقابلے میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور بعض کے متعلق بغاوت یا اس کا کوئی اور سبب اگرچہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے۔ کیونکہ ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں۔[۳]

یہ ''فی الحقیقت مرتد بلکہ اصل کافر'' کون لوگ ہیں۔ یہ سرحد کے بے چارے سنی حنفی مسلمان تھے۔ لیکن سید صاحب کی وہابیت قبول کر کے مطیع نہ ہو رہے تھے۔ اس

لئے مرتد و کافر کا تمغہ انعام ملا۔

سید صاحب سنی حنفی مسلمانوں سے اتنے خائف تھے کہ دور دراز کے سرداروں کو بھی یہی نصیحت کرتے کہ پہلے ان ''کلمہ گو منافقین'' کا قلع قمع کرو۔ چنانچہ رئیس قلات کو لکھتے ہیں۔

مناسب اور مصلحت یہ ہے کہ ایسا کیا جائے کہ سب سے پہلے منافقوں کے استیصال کے متعلق انتہائی کوشش کی جائے اور جب جناب والا کے قرب وجوار کے علاقہ میں ان بدکردار منافقین کا قصہ پاک ہو جائے تو پھر اطمینان خاطر اور دل جمعی کے ساتھ اصل مقصد کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مصلحت وقت یہی ہے کہ پہلے تو منافقین کے فتنہ وفساد کے دفعیہ کیلئے سخت کوشش فرمائیں۔[۴]

یعنی سکھوں سے زیادہ خطرناک دشمن سنی حنفی مسلمان ہیں۔ پہلے انہیں ٹھکانے لگایا جائے۔ بعد میں سکھوں کی فکر کی جائے۔ برادر کشی کی ناپاک مثال اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے لیکن مزید سنیے۔

چونکہ منافقوں اور فساد برپا کرنے والوں نے سرکش کفار کی حمایت پر کمر باندھ لی ہے اور مجاہدین سے دشمنی برت رہے ہیں۔ اس لئے ان کی گوشمالی اور کفر وفساد کے خلاف جہاد کی مہم چلانا ضروری ہے۔ اسی بناء پر میں نے تمام منافقین کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے مجاہدین کو ترغیب دی ہے..... اسکے بعد یہ عاجز اپنے سچے اور مخلص مجاہدین کے ساتھ لاہور کی طرف کفر اور سرکشی کے ازالے کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اصل مقصد پنجاب کے سکھوں سے جہاد کرنا ہے۔[۵]

پہلے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا جائے پھر سکھوں سے نبرد آزمائی ہو۔ بھلا سید

صاحب کی اس تحریک کو ''اسوہ رسول'' سے کیا واسطہ ہے۔ بے چارے سرحدی مسلمان سید صاحب کی ''خوئے وہابیانہ'' کی وجہ سے ان کی امارت کو قبول نہیں کر رہے تھے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اپنے ایمان کا علاج کرتے۔ الٹا سرحدی مسلمانوں کو بیمار سمجھ لیا اور تشخیص کے بعد علاج قتل تجویز کیا تھا۔

یاد رہے کہ سید صاحب کو سکھوں سے جہاد کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا۔ غالباً سید صاحب مسلمانوں ہی کو سکھ تصور کر بیٹھے تھے اور سکھوں سے زیادہ جنگیں مسلمانوں سے کیں۔ معلوم نہیں الہام الٰہی کی نافرمانی ہوئی یا نہیں لیکن سید صاحب کو تسکین قلب ضرور حاصل ہوئی۔

اہل سرحد کا رسمی اسلام

سید صاحب سرحدی مسلمانوں کے بالکل خلاف تھے۔ ان کی کوئی ادا بھی سید صاحب کو پسند نہ تھی۔ جناب مہر لکھتے ہیں۔

(سید صاحب کو) یہاں پہنچ کر قریباً دو سال تک ایک ایک طبقے کے احوال و مراسم دیکھ چکنے کے بعد معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا اسلام رسمی ہے۔

آگے جناب مہر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یقیناً اہل سرحد بھی اس وقت محض نام کے مسلمان رہ گئے تھے الا ماشا اللہ۔ عملاً ان کی پوری زندگی جاہلیت کے الواث سے آلودہ تھی۔[۶]

سید صاحب کی دو سالہ تحقیق یہ تھی کہ سرحدی مسلمانوں کا اسلام رسمی ہے اور جناب مہر کی تحقیق بھی یہی ہے کہ وہ محض نام کے مسلمان تھے اور ان کی زندگی جاہلیت کی گندگی سے آلودہ تھی۔ حالانکہ سرحدی مسلمان آج بھی پاک و ہند کے دیگر

مسلمانوں سے ایک ممتاز مذہبی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام سے ان کی والہانہ شیفتگی اور جانثاری ہی کی وجہ سے روس ایسی عظیم حکومت تین سال سے پیچ و تاب میں ہے۔ سید صاحب بے چارے تو روس کا پرکاہ بھی نہ تھے۔ صرف مذہبی اختلاف سے انہیں رسمی مسلمان کا طعنہ دے رہے ہیں ورنہ سرحدی مسلمان سکھوں کے بعد انگریزوں سے نبرد آزما رہے اور آج بھی مذہبی تصلب کی وجہ سے روس سے ٹکرا رہے ہیں۔ بحمد اللہ وہ اس وقت بھی مسلمان تھے اور آج بھی مسلمان ہیں جبکہ سید صاحب کے نزدیک اعلیٰ درجہ کے اسلام والے انگریزوں کے حاشیہ بردار رہے اور ایک طرف انگریز اقتدار کو وسیع اور دیرپا کیا۔ دوسری طرف روس ایسی لادین حکومت سے اپنے تانے بانے ملائے۔

کلمہ توحید رسمی:۔ فتح خان رئیس پنجتار وہ شخص ہے جس نے سید صاحب کے گرتے ہوئے تشخص کو سہارا دیا۔ اور اسی کے دارالحکومت میں بیٹھ کر سید صاحب امیر المؤمنین اور نہ جانے کیا کیا ہوئے ایسے مخلص اور باوفا پختون مسلمان اور اس کی قوم کو سید صاحب نے چار سالہ رفاقت کے بعد فرمایا۔

آپ لوگ کلمہ توحید بھی محض عادۃً پڑھتے ہیں۔[۷]

یہ فتویٰ کیوں صادر ہوا۔ اس لئے کہ وہ سید صاحب کی ظالمانہ اور مسلم کش حکومت کی امداد و اعانت سے عاجز آ گئے تھے اور سید صاحب کی سرحدی مسلمانوں سے نفرت بھی عجیب صورت اختیار کر گئی۔ فرماتے ہیں۔

مجھے ان لوگوں سے ایسی نفرت ہے جیسے کسی کو اپنی قے سے نفرت ہوتی ہے۔ میں ان کے ملک میں قیام سے بھی اسی طرح نفور ہوں۔[۸]

''مسلمان کو مسلمان سے قے کی طرح نفرت'' اسلامی روح اور مزاج کے خلاف ہے۔ سید صاحب کا یہ قول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے ٹکراتا ہے۔

مسلمانوں سے دس جنگیں:۔ یہ ''مشتے نمونہ از خروارے'' تھا۔ ورنہ سید صاحب اور مجاہدین نے سرحدی مسلمانوں کو کافر و منافق قرار دیا (اور اس سے پہلے شاہ اسمٰعیل اہل دہلی کو بھی اسلام بدر ہونے کا سرٹیفکیٹ دے چکے تھے) اور سکھوں سے زیادہ خطرناک اور خوفناک سمجھتے ہوئے ان سے 9 جنگیں کیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) جنگ اوتمان زئی۔ (۲) جنگ ہنڈ اول (۳) جنگ زیدہ

(۴) جنگ ہنڈ دوم (۵) جگن کینر ڑی (۶) جنگ کھلا بٹ

(۷) جنگ مردان (۸) جنگ مایار (۹) جنگ چھترہائی (۱۰) جنگ پھلڑہ

یہ مسلمان سید صاحب کے بقول منافق اور کلمہ گو کافر تھے۔ اس لئے ان سے خوب معرکہ آرائیاں کیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کیا۔ انگریزی اقتدار کو بڑھنے یا بڑھانے کا موقع فراہم کیا۔ حیرت ہوتی ہے ان کلمہ گو مسلمانوں پر جو یہ کہتے ہیں۔ ''کہ سید صاحب کی تحریک سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت پہنچی۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور اسی بیداری کی وجہ سے پاکستان بنا''۔ جب کہ سید صاحب اور ان کے گروہ نے مسلمانوں کو کافر بنایا۔ انہیں قتل کیا اور انگریزی اقتدار کیلئے راہ ہموار کی اور آج ان سید صاحب کو احیاء اسلام کا علمبردار قرار دیا جارہا ہے۔ ہر کوتاہ نظر اور کم سواد تمام اسلامی تحریکوں کی ڈور سید صاحب کی شمشیر مسلم کش کے دستہ سے باندھنے کی فکر میں غلطاں دکھائی دیتا ہے۔ لیکن جو لوگ ''چشم حق بیں'' رکھتے ہیں وہ اس مسلم کش تحریک کے نشیب و فراز سے آگاہ ہیں۔ جناب غلام رسول مہر جنگ اوتمان زئی کے باب میں سید صاحب کی جنگی مہارت کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

(سید صاحب) خود توپ کھنچوا کر ایک اونچی جگہ لائے بھروائی خود شست باندھی

اور مرزا حسین بیگ کو حکم دیا کہ اب گولے پھینکو۔ پہلی گولے میں دو سوار گئے۔[۹]

ایک وار سے دو سو مسلمان اڑانے والے سید صاحب کیا خادم اسلام ہو سکتے ہیں۔ جنگ زیدہ کے بارے میں غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

اس یورش میں یار محمد خان کے تین سو ساتھی مارے گئے۔[۱۰]

اور جنگ مایار کے بارے میں لکھتے ہیں۔

غازیوں کی کل اٹھائیس لاشیں انہیں ملیں۔ جنہیں دو قبروں میں دفن کرایا۔ اسی (۸۰) لاشیں درانیوں کی تھیں۔ ان کی تدفین ملکیوں کے ہاتھ سے عمل میں آئی۔[۱۱]

یہ تھے وہ مسلم کش سید صاحب جنہیں پاک و ہند کی اسلامی تحریکوں کا بانی کہا جاتا ہے جو سینکڑوں مسلمانوں کا خون پی کر ''آدم خور'' ہو چکے تھے۔

مال غنیمت:۔ سید صاحب جو بزعم خویش امیر المؤمنین بھی تھے۔ مسلمانوں سے جنگ کی صورت میں حاصل شدہ مال کو ''مال غنیمت'' [۱۲] سمجھتے اور فرماتے تھے۔ جناب غلام رسول مہر نے بھی کئی مقامات پر اسی اصطلاح کو استعمال کیا۔ لکھتے ہیں۔

مولانا نے مال غنیمت کو جمع کروایا، مال غنیمت میں یار محمد خان کے کچھ کاغذات بھی ملے، جب پوار مال غنیمت پنجتار پہنچ گیا۔[۱۳]

اس اصطلاح سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب سرحدی مسلمانوں کو حقیقتاً کافر سمجھتے تھے ورنہ ''مال غنیمت'' کی اصطلاح استعمال نہ کرتے۔

دوگانہ شکر:۔ سید صاحب سکھوں کی شکست سے اتنے خوش نہ ہوتے تھے جتنے مسلمانوں کی شکست سے مسرور ہوتے۔ کیونکہ جنگ اکوڑہ میں سکھوں کو شکست ہوئی

تو سید صاحب نے نماز شکر ادا نہ کی اور نہ ہی سکھوں سے دیگر چار جنگوں میں سید صاحب نے نماز شکر ادا کی۔ لیکن اس کے برعکس جب جنگ زیدہ میں سید صاحب کو سرحدی مسلمانوں کی شکست کی اطلاع ملی تو دوگانہ شکر ادا کیا۔ جناب مہر لکھتے ہیں۔

پنجتار پہنچتے ہی سید صاحب نے سب سے پہلے مسجد میں جا کر دوگانہ شکر ادا کیا۔[۱۴]

یقیناً سید صاحب کو حقیقی خوشی حاصل ہوئی ہوگی ورنہ دوگانہ شکر ادا نہ کرتے یاد رہے کہ یہ وہی سید صاحب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھوں سے جہاد کرنے کا الہام ہوا تھا۔ اور وہ مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہو کر جب کامیابی حاصل کرتے تو نماز شکرانہ ادا کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کو امیر المؤمنین کہنے والوں کی تجزیہ کی آنکھ بالکل پھوٹ چکی ہے اور وہ سید صاحب کی ہر ادا کو ادائے دلبری قرار دینے پر ہمہ وقت آمادہ رہتے ہیں۔

ردعمل:۔ جب سید صاحب اور مجاہدین نے سرحدی مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا زندگی خطرہ میں ڈال دی انہیں کافر و منافق بنا دیا تو انہوں نے (سید صاحب کے شب خون سے سبق لیتے ہوئے) مجاہدین پر شب خون مارنے کا فیصلہ کیا اور اس میں کافی حد تک کامیاب ہوئے۔ بے شمار مجاہدین قتل ہوئے تو سید صاحب کو اسلام یاد آیا۔ بڑے رنجیدہ ہوئے اور فرمایا۔

سلطان محمد خان پر حیف ہے کہ اس نے خود ہمیں سب کچھ بتایا اور عذر کیا کہ غلطی ہوئی معاف کر دیجئے بعد ازاں اسی بہتان نامے کو دستاویز بنا کر صدہا مسلمانوں کا ناحق خون گرایا۔[۱۵]

کاش کہ سید صاحب سرحدی مسلمانوں کو ''مسلمان'' سمجھ لیتے۔ ان کا ''خون

ناحق'' نہ کرتے تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ لیکن سید صاحب دو دو سو مسلمان ایک توپ کے گولے سے اڑا کر خوشی محسوس کرتے۔ ان کا مال ''مال غنیمت'' سمجھتے ان کی نماز جنازہ ناجائز سمجھتے آخر وہ مسلمان تھے۔ اور اب جب اپنے آدمی قتل ہوئے تو ''خون ناحق'' ہو گیا بلکہ فرمایا۔

غازیوں کی لاشوں کے ساتھ وہ سلوک روا رکھا جس کی امید کفار سے بھی نہ تھی۔[۱۶]

سید صاحب نے خود ہی تو انہیں کافر، کلمہ گو کافر، منافق اور غدار بنایا اور ان سے کفار جیسا سلوک کیا۔ اب جوابی کاروائی سے اتنے دلگیر ہو گئے جناب مہر بھی بحیثیت محقق اتنے ہی دل گرفتہ نظر آتے ہیں کہ مشہدا کبر اور کربلا زار کے لفظ اس واقعہ پر استعمال کئے۔ لیکن کل جب سرحدی مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں ان کی عورتوں سے زبردستی نکاح ہو رہے تھے۔ ان کا مال لوٹا جا رہا تھا کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ کربلا یاد نہ آئی۔ بلکہ سب خوش تھے کہ اسلام نافذ ہوا ہے اور ہو رہا ہے اور اب جب سرحدی مسلمانوں نے جوابی شبخون مارا تو خون ناحق ہو گیا۔ سرحد کربلا اور مشہدا کبر ہو گیا۔ اہل سرحد کا یہ فعل یقیناً غلط تھا۔ لیکن اس کی ابتداء کرنے والے بھی تو سید صاحب تھے جنہوں نے نو جنگوں میں بے شمار مسلمانوں کا ''خون ناحق'' بہایا تھا۔ جو جرم سید صاحب کا ہے وہی اہل سرحد کو پھر کیا وجہ ہے کہ سید صاحب ''مسلم کش'' ہونے کے باوجود محسن الاسلام والمسلمین ہوئے اور اہل سرحد دشمن اسلام ٹھہرے۔

۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۶۰

۲ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ مکتوب سید احمد شہید ۱۳۵

۳ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۴۱

۴ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ مکتوبات سید احمد شہید ص ۴۷

۵ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ مکتوبات سید احمد شہید ص ۵۶،۵۷

۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۵۸

۷ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۷۰۲

۸ غلام رسول مہر سید احمد شہید ص ۷۰۱

۹ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۵۳

۱۰ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۵۲۷

۱۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۶۲۶

۱۲ مال غنیمت:۔ اصطلاح شریعت میں اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے جنگ کے نتیجہ میں حاصل ہو۔

۱۳ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۰،۲۹، ۵۲۷

۱۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۵۳

۱۵ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۷۰۰

۱۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۷۰۲

سکھ مسلم اتحاد

سرحدی مسلمان اور سکھ طویل عرصہ سے باہم خون بہاتے رہے۔ سردار پائندہ خان بڑا بہادر اور بارعب سردار تھا۔ ہمیشہ سکھوں کو تاخت وتاراج کرتا رہا۔ سکھوں کو تنول پر نظر اٹھانے کی کبھی ہمت نہ ہوئی۔ سید مراد علی علی گڑھی لکھتے ہیں۔

''اوپر مانسہرہ وشنکیاری وغیرہ کے چند بار سردار پائندہ خان نے شب خون مارا۔ باوجود موجود ہونے فوج گراں سکھاں کے بہ حالت شب خون کوئی مقابلہ خاں موصوف کا نہ کرسکا۔ سکھ ورعایا کہ نام پائندہ خان کا سنتے ہی دل تھرتھرا جاتا تھا۔ ایسا رعب پائندہ خان کو پروردگار نے دیا تھا۔[۱]

جناب غلام رسول مہر بھی پائندہ خان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''خان صاحب، بلند ہمت اور باتدبیر رئیس تھا.....اس کی شجاعت واولوالعزمی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ سب سردار سکھوں سے دب گئے لیکن وہ ہزاروں مصیبتوں اور پریشانیوں کے باوجود بدستور مقابلے پر جما رہا۔[۲]

ایسے بہادر اور دلیر سردار کے خلاف سید صاحب نے فتویٰ کفر دے کر جہاد کا اعلان کیا۔ پائندہ کو شکست ہوئی اور وہ اپنے قدیم دشمن سکھ سے اتحاد کرنے پر مجبور ہوگیا۔ سید مراد علی لکھتے ہیں کہ سردار پائندہ خان نے سردار ہری سنگھ کو اس مضمون کا خط لکھا۔

خلیفہ سید احمد نے میرا ملک چھین لیا ہے۔ آپ میری کمک کے لئے فوج روانہ کریں۔ میں ہمیشہ آپ کا وفادار رہوں گا۔

سردار ہری سنگھ نے جواب لکھا۔

''میں کمک بھیجنے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن ایک شرط پر کہ اپنا بیٹا جہانداد خان میرے پاس گروی رکھ دو۔ تا کہ باہم اعتماد باقی رہے''۔

چنانچہ سردار پائندہ خان نے اپنا بیٹا سردار ہری سنگھ کے پاس گروی رکھ دیا۔ ہری سنگھ کی فوج پائندہ خان کی امداد کیلئے آئی اور پھلڑہ کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی۔[۳]

جناب غلام رسول مہر کو بھی اعتراف ہے۔

''بعض روایتوں میں ہے کہ پھلڑہ پر غازیوں کی پیش قدمی کی خبر پائندہ خاں نے مانسہرہ بھیجی تھی''۔[۴]

یعنی مسلمان اور سکھوں نے سید صاحب کے خلاف اتحاد کر لیا۔ کیونکہ سید صاحب کی مسلم کش اور وہابیانہ حکومت کی داستانیں اہل ہزارہ سن چکے تھے اور مزید یہ کہ حضرت شیخ عبدالغفور اخوند سواتی کے خلفاء و مریدین اور حضرت حافظ دراز پشاوری کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہزارہ میں موجود تھی۔ اس لئے ان حضرات نے مقامی مسلمانوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا اور لوگ سید صاحب کے خلاف ہو گئے۔

جنگ پھلڑہ میں سید صاحب کے بھانجے سید احمد علی بریلوی لشکر کے قائد تھے۔ سید صاحب کے لشکر کو شکست ہوئی۔ سوائے چند آدمیوں کے تمام لوگ میدان میں ڈھیر ہو گئے۔

بالاکوٹ: بالاکوٹ وہ آخری معرکہ ہے جہاں سید صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ قتل ہوئے (یا آسمان پر تشریف لے گئے) بالاکوٹ اور گردونواح کے مسلمانوں نے بھی سید صاحب کے وہابیانہ سرگرمیوں کی وجہ سے سکھوں سے اتحاد کر لیا۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

سکھوں کے ساتھ اور ان کے زیر اثر ہزاروں مقامی مسلمان تھے۔ ان میں اکثر کے جسم بلاشبہ سکھوں کے فرمانبردار تھے۔[۵]

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ راستہ جس کی بدولت سکھوں کو کامیابی ہوئی۔ کسی مسلمان ہی کا بتایا ہوا تھا۔ جناب مہر رقمطراز ہیں۔

''مرزا احمد بیگ کے ہمراہیوں میں سے کسی نے یا کسی کاذب کلمہ گو ملکی نے سکھوں کو اس راستے سے آگاہ کیا''۔[۶]

مزید تحقیق کیلئے مولانا جعفر تھانیسری کی بھی سن لیں۔

''اس عرصہ میں کسی پنجابی یا ولایتی (سرحدی) اہل گارڈ نے دنیا کی لالچ میں مخفی طور پر راجہ ہری سنگھ کے پاس جا کر اس کو راستہ کے مفصل حال سے مطلع کر دیا بلکہ اس کے آدمیوں کے ساتھ لے کر وہ راستہ بخوبی دکھلا دیا۔[۷]

مولانا ابوالحسن علی لکھتے ہیں۔

ایک روز لشکر مجاہدین میں اسی ملک کا ایک مسلمان آیا غازیوں کو معلوم ہوا کہ یہ سکھوں کے لشکر کا جاسوس ہے۔[۸]

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔

پہاڑی بدذات قومیں روپیہ کے لالچ سے مسلمان ہو کے سکھوں سے گٹھ گئی تھیں۔[۹]

مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں۔

۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے مقام پر حضرت سید احمد شہید اور ان کے ساتھی شہید کر دیئے گئے اور خود آزاد قبائل میں سے بعض لوگوں نے ہندوستانی مجاہدین کو لوٹا کھسوٹا اور قتل

تک کیا۔[۱۰]

مولوی محمد علی قصوری لکھتے ہیں۔

جب حضرت سید صاحب اور ان کے رفقاء کرام پٹھانوں کی غداری سے ہری سنگھ نلوہ کے ہاتھ بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔[۱۱]

مولانا فضل حسین بہاری لکھتے ہیں۔

جب سکھوں نے دیکھا کہ عنقریب مسلمان تمام پنجاب پر قابض ہو جائیں گے تو انہوں نے اپنے آپ کو گھاٹا اور اس بے وفا (سرحدی) قوم نے عین حالت جنگ میں بے وفائی کی جس سے مسلمانوں کو شکست ہوئی۔[۱۲]

آخر میں سرسید کی سنیے۔

ہندوستان کے گوشہ شمال و مغرب کی سرحد پر جو پہاڑی قومیں رہتی ہیں وہ سنی المذہب حنفی قومیں ہیں ..... چونکہ پہاڑی قومیں ان کے عقائد کی مخالف تھیں اس لئے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے۔ مگر البتہ چونکہ وہ سکھوں کے جور و ستم سے نہایت تنگ تھے۔ اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبے میں شریک ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جائے ..... لیکن چونکہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب و سید احمد صاحب کو شہید کر لیا۔[۱۳]

سید صاحب کے سوانح نگاروں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنگ بالاکوٹ میں سید صاحب کے خلاف سکھ اور مسلمان دونوں متحد ہو گئے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کے

سامنے دو طاقتیں تھیں ایک "مارجان" اور دوسری "مارایمان" مسلمانوں نے "مارجان" یعنی سکھوں سے "مارایمان" کو ختم کرنے کے لئے اتحاد کر لیا اور اس طرح ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں جمعہ کے روز زبردست جنگ ہوئی۔ سید صاحب اپنے رفقاء سمیت ہمیشہ کیلئے سو گئے۔

سید صاحب قبر میں پہنچ گئے لیکن ان کی تفریق اور تکفیر بین المسلمین کی تحریک آج بھی موجود ہے۔ مسلمان باہم دست و گریباں ہیں۔ سینہ چاکی سے گردن کشی تک کی نوبت آتی رہتی ہے۔ چونکہ یہ پودا سید صاحب کا لگایا ہوا ہے اس لئے اس کارِ خیر کا اجر انہیں ضرور مل رہا ہو گا لیکن افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو آج بھی سید صاحب کی مسلم کُش تحریک کو ہندوستان میں احیاء دین کی ایک عظیم تحریک سمجھتے ہیں۔ کاش کہ وہ لوگ سید صاحب کی سوانح پر ایک حقیقت پسندانہ نظر ڈال لیتے۔

---

۱ سید مراد علی۔ تاریخ تناولیاں ص ۴۸

۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۵۴۱

۳ سید مراد علی۔ تاریخ تناولیاں ص ۵۱، ۵۲، ۵۳

۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۵۶۸

۵ غلام رسول مہر۔۔ سید احمد شہید ص ۵۲، ۷۵۰، ۷

۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۷۵۱

۷ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۲۸۴

۸ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ سیرت سید احمد شہید ص ۴۱۵

۹ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۹۱

۱۰ عبید اللہ سندھی مقدمہ، کابل میں سات سال ص ۱۶

۱۱ محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۱۸

۱۲ مولانا فضل حسین بہاری۔ الحیات بعد الممات ص ۲۰۴

۱۳ مقالات سرسید نہم ص ۴۰، ۱۳۹

﴿لاش کنہار بُرد ہوگئی﴾

سید صاحب کے مدفن کے بارے میں سوانح نگاروں میں اختلاف ہے بایں وجہ تین مقامات پر سید صاحب کے دفن ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔ بالاکوٹ، تاہٹہ، گڑھی حبیب اللہ۔

بالاکوٹی مدفن:۔ .....۶ مئی ۱۸۳۱ء کو سید صاحب سکھوں اور مسلمانوں سے جنگ لڑتے ہوئے قتل ہوگئے۔ سکھ جرنیل شیر سنگھ نے لاش کو شناخت کے بعد بالاکوٹ میں دریائے کنہار کے کنارے دفن کرادیا۔ جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

کوئی شبہ نہیں کہ میدان جنگ میں دیکھ بھال کر کے ایک لاش کے متعلق بتایا گیا۔ یہ سید صاحب کی معلوم ہوتی ہے اس کا سر نہ تھا۔ سر بھی تلاش کر کے ساتھ ملایا گیا تو جاننے والوں نے اقرار کیا کہ واقعی سید صاحب کی ہے۔ اسے اعزاز کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ شیر سنگھ فوج لے کر چلا گیا اور نہنگ سکھوں کی ایک جماعت پیچھے رہ گئی۔ پھر جب رات ہوئی تو ان اکالیوں نے اس لاش مذکورہ کو قبر سے نکلوا کر ندی میں ڈلوا دیا اور اپنے لشکر کو چلے گئے۔[۱]

اس اقتباس سے عیاں ہوتا ہے کہ بالاکوٹی قبر سید صاحب کی نعش سے خالی ہے۔ وہابی معتقدین بے وجہ شدّ رحال کرتے ہیں اور وہاں کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔

جناب غلام رسول مہر مزید لکھتے ہیں۔

غرض بالاکوٹ میں جس قبر کو اب سید صاحب کی قبر بتایا جاتا ہے۔ اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں یا اسکے آس پاس سید صاحب دفن

ہوئے۔ ایک دن ایک رات یا دو دن دو راتیں وہاں دفن رہے۔ پھر آپ کی لاش اس میں سے نکال کر دریا میں پھینک دی گئی اور قبر بے نشان رہ گئی۔[۲]

جناب غلام رسول مہر کو اس موجودہ قبر میں ایک دو دن بھی دفن رہنے میں شک ہے۔

تواریخ ہزارہ کے مصنف مہتاب سنگھ کانپوری بھی ان ہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ شیر سنگھ کے چلے جانے کے بعد مہاں سنگھ اور لکھمی سنگھ نے باہم صلاح کی کہ جب تک سید صاحب زندہ رہے۔ اس ملک میں شور و فساد برپا رہا۔ اب اگر یہ قبر باقی رہی تو بہت سے مسلمان اس کی پرستش شروع کر دیں گے اور ان کی کرامتیں نمایاں کریں گے بہتر یہ ہے کہ ان کی میت نکال کر دریائے کنہار میں ڈال دی جائے۔ وہاں اس وقت آٹھ نہنگ سکھ کھڑے تھے۔ مہاں سنگھ اور لکھمی سنگھ نے انہیں پچیس پچیس روپے دے کر کہا کہ ثواب کا کام ہے۔ خلیفہ صاحب کی لاش قبر سے نکال کر دریا میں ڈال دو جو پاس ہی ہے۔ چنانچہ نہنگوں نے فوراً سید صاحب کی میت قبر سے نکالی اور تلوار سے جوڑا الگ الگ کئے اور دریا میں ڈال دیئے۔[۳]

بالاکوٹی قبر کے بارے میں مولانا ابوالحسن ندوی اپنی رائے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سید صاحب کے مدفن کے متعلق تمام روایتوں اور بیانات کو جمع کرنے کے بعد جو بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا جسم و سر مبارک جمع کر کے اس قبر میں دفن کیا گیا۔ جو دریائے کنہار کے قریب ہے اور آپ کی طرف منسوب ہے۔ پھر وہ نعش نکال لی گئی اور دریا میں ڈال دی گئی۔[۴]

مولانا ندوی کی شرعی گواہی کے بعد اب لوگوں کو یہ خیال دل سے نکال دینا

چاہئے کہ ''بالاکوٹی قبر'' سید صاحب کی حقیقی قبر ہے۔ جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ ایک طویل عرصہ تک سید صاحب کی قبر کا نشان کسی کو معلوم نہ تھا۔ نواب وزیرالدولہ نے جب اپنی کتاب ''وصایا الوزیر'' لکھوائی تو اس وقت بھی سید صاحب کی قبر بے نشان تھی اور تقریباً ۶۲ برس بعد موجودہ قبر وجود میں آئی لکھتے ہیں۔

۱۸۹۳ء میں خان عجب خان برادرزادہ خان ارسلا خان زیدہ مانسہرہ میں نائب تحصیل دار مقرر ہو کر گئے تو انہوں نے سید صاحب اور شاہ (اسمعیل) صاحب دونوں کی قبروں کا سراغ لگانا چاہا۔ وہ اس خاندان کے فرد تھے جو سید صاحب کی عقیدت میں برابر ثابت قدم رہا تھا۔ سن رسیدہ اور واقف کار آدمیوں کو جمع کر کے پوری چھان بین کرائی پھر کم وبیش باسٹھ برس کے بعد ان قبروں کے نشان قائم کئے۔ [۵]

اس واقعہ پر تبصرہ بھی مہر صاحب ہی کے قلم سے نکلے ہوئے حروف میں پڑھیے تاکہ ''شہادت خانہ'' کی وجہ سے قبول حق آسان ہو جائے۔

غرض موجودہ قبر باسٹھ برس تک بے نشان رہنے کے بعد بنی اور یقین کے ساتھ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ٹھیک اسی جگہ بنی جہاں پہلی قبر تھی۔ اگر یہ اسی جگہ بنی تو اسے اس قبر کا مقام سمجھنا چاہئے جہاں سید صاحب کی لاش ایک یا دو راتیں دفن رہی۔ [۶]

دیگر دو مدفن:۔ تاہٹہ اور گڑھی حبیب اللہ سید صاحب کے دوسرے دو مدفن مشہور ہیں۔ سوانح نگار لکھتے ہیں کہ سید صاحب کی لاش جب سکھوں نے دریائے کنہار میں ڈال دی تو راستہ میں تاہٹہ والوں کو سید صاحب کا ''تن'' ملا تو انہوں نے اسے غیر معلوم مقام میں دفن کر دیا اسی طرح گڑھی حبیب اللہ والوں کو ''سر'' ملا تو انہوں نے اسے دریائے کنہار کے کنارے دفن کر دیا۔

جناب غلام رسول مہر کا طویل اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

لاش دریا میں گرتے ہی تیرتی تیرتی تاہٹہ پہنچی جو بالاکوٹ سے تقریباً ۹ میل جنوب میں کنہار کے مشرقی کنارے کا ایک گاؤں ہے۔ سر اور تن پہلے ہی الگ الگ تھے۔ دریا میں گرے تو الگ الگ ہی رہے۔ تاہٹہ والوں نے تن کو دیکھا تو اسے پکڑ کر پاس کے کسی کھیت میں نامعلوم مقام پر دفن کر دیا۔ میں جس حد تک مختلف اصحاب سے دریافت کر سکا ہوں، اس مدفن کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ سر بہتا بہتا گڑھی حبیب اللہ خان کے پاس اس جگہ کے قریب پہنچ گیا، جہاں آج کل پل بنا ہوا ہے۔ گڑھی والوں میں ایک قصہ مشہور ہے، جسے عجائب پسندیوں کی رنگ آمیزی سے الگ کیا جائے تو اتنا رہ جاتا ہے کہ سر گڑھی کے سامنے پہنچ کر مشرقی کنارے پر اٹک گیا۔ ایک بڑھیا پانی بھرنے کے لئے آئی اس نے دیکھ کر خان کو خبر پہنچائی وہ دوڑا ہوا آیا اور سر کو دریا سے نکال کر کنارے ہی پر دفن کر دیا۔ یہ مدفن پل سے گزرتے ہی کنہار کے مشرقی کنارے پر بائیں ہاتھ ملتا ہے۔ پہلے اس کی قبر چھوٹی سی تھی اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ صرف سر کی قبر ہے اور اس پر سرخ رنگ کا کپڑا پڑا رہتا تھا۔ گڑھی کے اکثر لوگ صبح کے وقت وہاں فاتحہ و دعا کے لئے آتے تھے اب سیمنٹ سے پوری قبر بنا دی گئی ہے بتایا جاتا ہے کہ یہ قطب بابا عارف کی قبر ہے۔ [۷]

اس اقتباس سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ مدفن تاہٹہ اور گڑھی حبیب اللہ بالکل اختراعی اور وضعی ہیں اور مہر صاحب نے بھی جملہ معترضہ کے طور پر لکھ دیا ہے ''میں جس حد تک مختلف اصحاب سے دریافت کر سکا ہوں اس مدفن کا کوئی سراغ نہیں ملتا'' گویا انہیں تاہٹوی قبر کے اختراعی ہونے کا برملا اعتراف ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی بھی شک وارتیاب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سر اور جسم الگ الگ بہتے بہتے کہیں سے کہیں پہنچ گئے اور دو علیحدہ مقامات پر دفن کئے گئے ممکن ہے کہ سر اس جگہ دفن کیا گیا ہو جو گڑھی حبیب اللہ میں آپ کے سر کے مدفن کی حیثیت سے مشہور ہے اور جسم تلہٹہ میں مدفون ہو۔ جہاں آپ کی قبر بتلائی جاتی ہے۔[۸] ممکن اور ہو سے مولانا ندوی کی غیر یقینی کا اظہار ہو رہا ہے وہ بھی ان دونوں قبروں کو سید صاحب کا مدفن قرار دینے کیلئے تیار نہیں ہو رہے۔ جس سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں قبریں اختراعی ہیں اور ان کا کوئی تحقیقی ثبوت آج تک مہیا نہیں ہو سکا اور ہو بھی کیسے، کون جانتا تھا کہ دریا کنہار میں بہتا ہوا یہ ''تن'' سید صاحب کا ہے اور گڑھی حبیب اللہ کے باسیوں کو کیا معلوم تھا کہ دریا کنہار کے کنارے اٹکا ہوا یہ ''سر'' سید صاحب کا ہے۔

---

۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۰۵

۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۰۶

۳ مہتاب سنگھ کانپوری۔ تواریخ ہزارہ بحوالہ سید احمد شہید ص ۸۶۰

۴ مولانا ابوالحسن ندوی۔ سیرت سید احمد شہید ص ۴۴۹

۵ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۰۷

۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۰۷

۷ مولانا غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۰۵، ۸۰۶

۸ مولانا ابوالحسن ندوی۔ سیرت سید احمد شہید ص ۴۴۹

امام مہدی تھے

حدیث مہدی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئی کئی لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اپنے اقتدار اور اثر و رسوخ کو بڑھانے اور اسے دیرپا کرنے کی ہوس و خواہش میں مہدی بنے اور بنائے گئے۔ سید صاحب کو ان کے متبعین نے ان کی زندگی میں مہدی موعود کہا اور سمجھا۔ مولانا جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

''جب مولانا (شاہ اسمٰعیل) شہید کی پہلی نظر چہرہ مبارک سید صاحب پر پڑی تو فرمایا اگر یہ بزرگ اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کرے تو میں بلا تامل اس کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا۔[۱]

مولانا شاہ اسمٰعیل کوئی عام آدمی نہ تھے۔ سید صاحب کی تحریک کے روح رواں اور قائد کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا یہ کہنا ''تو میں بلا تامل اس کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا''۔ حکمت اور دوراندیشی سے خالی نہ تھا۔ شاہ اسمٰعیل واقعی آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے اور علماء سرحد کو جو اعتراضات مجاہدین پر تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ مولانا اسمٰعیل نے اور بعض دوسرے لوگوں نے سید صاحب کو مہدی موعود قرار دیا ہے۔[۲]

علماء سرحد کا یہ اعتراض بے معنی اور بے اصل نہیں کیونکہ علماء سرحد نے سید صاحب اور مجاہدین کو بڑے قریب سے دیکھا تھا اور پھر علماء سرحد کے اعتراض کی تائید مرزا حیرت دہلوی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔

ان (شاہ اسمٰعیل) کی عربی کے علم و ادب اور علوم مختلفہ سے عظیم الشان واقفیت نے عام طور پر انہیں اس قابل بنا دیا کہ وہ اپنے پیر کے مہدیت کے لقب کی جس کو انہوں نے خود قبول کرلیا تھا۔ بہت زور و شور سے تائید کریں اور لوگوں میں منوائیں۔[۳]

ان عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ اسمٰعیل نے سید صاحب کے مہدی موعود ہونے کی تبلیغ و تشہیر کی اور جم غفیر کو اپنا ہم عقیدہ کر لیا اور عرصہ دراز تک لوگ سید صاحب کے مہدی موعود ہونے کے قائل رہے۔ شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

سید صاہب کے بعض معتقدین جو انہیں مہدی موعود سمجھتے تھے یہ خیال کرتے رہے کہ سید صاحب غائب ہو گئے ہیں۔[۴]

سید صاحب کو مہدی موعود کہنے اور سمجھنے والے مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا فصل رسول بدایونی کی معتقد و مرید نہ تھے بلکہ سید صاحب کے خدمتگار، نمک خوار اور ہم نشین و ہم جلیس تھے۔ سید صاحب کے ایک دوسرے جانثار لکھتے ہیں۔

اگر اس بزرگ (سید احمد) کو مجدد تیرہویں صدی یا مہدی وسط کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔[۵]

الفاظ کی اونچ نیچ ہے۔ مقصد ''مہدی موعود'' ہے۔

حکیم مومن خان کا نظریہ:۔

حکیم مومن خان سید صاحب کے بڑے معتقد تھے۔ سید پرستی میں اپنے قریبی دوست حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی سے بھی الجھ گئے تھے عقیدت کے سیلاب میں ایسے بہے کہ سید صاحب کے مہدی موعود ہونے کے قائل ہو گئے لکھتے ہیں۔

جو سید احمد امام زماں و اہل زماں

کرے ملاحد بے دین سے ارادہ جنگ

تو کیوں نہ صفحہ عالم یہ سال وغا

''خروج مہدی ۱۲۴۲ کفار سوز'' کلک تفنگ[۶]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

وہ شاہ مملکت ایماں کہ جس کا سال خروج

''امام برحق مہدی ۱۲۴۲ نشاں علی فر'' ہے[۷]

یہ حقیقت ہے کہ سید صاحب کے مریدین و معتقدین کی ایک بڑی تعداد ان کو ''مہدی'' سمجھتی تھی۔ اسی پر ان کی موت ہوئی۔ اب ہم مہدی بننے اور بنانے والوں کا فیصلہ (کہ وہ گمراہ اور بد دین تھے یا نہیں) قارئین پر چھوڑتے ہوئے سید صاحب کے آسمان پر تشریف لے جانے کا قصہ چھیڑتے ہیں۔

---

۱ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۳۰۱

۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۰۶

۳ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۲۰۹

۴ شیخ اکرام۔ موج کوثر ص ۳۳

۵ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۵۱

۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۷۱

۷ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۷۲

آسمان پر تشریف لے گئے

حضرت امام مہدی کے بارے میں اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ایک غار میں غائب ہو گئے ہیں اور قرب قیامت کے وقت ان کا ظہور ہوگا۔ لیکن سید صاحب کے معتقدین ایک قدم آگے بڑھے اور کہا کہ سید صاحب کا ''رفع الی السماء'' ہو گیا ہے یعنی آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور عنقریب واپس آئیں گے۔ مولوی محمد علی قصوری لکھتے ہیں۔

مجاہدین کو یہ بتلایا گیا ہے کہ حضرت سید احمد صاحب شہید نہیں ہوئے بلکہ عین لڑائی میں ان کا ''رفع الی السماء'' ہوا اور اب وہ واپس تشریف لانے والے ہیں۔ یہی مجاہدین ان کے اصحاب صُفہ بنیں گے اور وہ پھر ہندوستان کو فتح کریں گے۔[۱]

رفع الی السماء کی بات اتنی عام اور مشہور ہوئی کہ مرزا حیرت کو بھی لکھنا پڑا کہ مجاہدین کو یہ معلوم ہوا کہ سید صاحب مجسم آسمان پر بلائے گئے اور دوبارہ تشریف لائیں گے۔[۲]

یعنی سید صاحب آسمان پر چلے گئے ہیں اور وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی طرح دوبارہ زمین پر واپس آئیں گے۔ بلکہ سید صاحب کو حضرت عیسی علیہ السلام پر یک گونہ فضیلت بھی حاصل ہے آپ کے مرید خاص مولوی ولایت علی عظیم آبادی لکھتے ہیں۔

ہمارے حضرت کی خلافت کوئی حضرت عیسی علیہ السلام کی سی نہ سمجھے کہ کسی سے ملاقات نہیں ہوتی یا ان کے ظہور میں بعید عرصہ گزرے گا۔ یہاں تو اکثر لوگ جب چاہتے ہیں تھوڑی سی کوشش میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ عرصہ قریب میں خورشید درخشاں کی مثل ظاہر ہو کر عالم کو اپنے انوار ہدایت سے منور فرمائیں گے۔[۳]

یعنی سید صاحب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ فوقیت اور برتری حاصل ہے کہ لوگوں سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔

سید صاحب کی غیاب اور ظہور کے بارے میں آپ کے معتقدین و متوسلین کا یہ اکثریتی فیصلہ تھا کہ وہ بالاکوٹ میں قتل نہیں ہوئے غیب ہو گئے ہیں اور عنقریب ان کا ظہور ہوگا۔ مولوی محمد علی قصوری لکھتے ہیں۔

جماعت مجاہدین کے اکثر راسخ العقیدہ لوگوں کو یہ یقین تھا کہ حضرت سید صاحب دوبارہ تشریف لائیں گے اور اس جہان کو الحاد و زندقہ اور کفر و شیعیت سے پاک کر دیں گے۔ چنانچہ مجاہدین کی جماعت میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا موجود تھا جو نہایت متدین تھے اور نہایت خشوع خضوع سے ہر وقت دعا کرتے تھے کہ خدایا! ہمارا ابتلا کا دور ختم ہو اور سید صاحب دوبارہ تشریف لائیں۔ چنانچہ جب میں پہنچا تو کئی راسخ العقیدہ مسلمانوں نے مجھ سے اپنے رؤیا بیان کئے کہ حضرت سید صاحب ان کے خواب میں تشریف لائے ہیں اور فرما گئے ہیں کہ ہم اب ظاہر ہونے والے ہیں۔ ایسے خوابوں کی کثرت سے اشاعت کی جاتی اور حکمران طبقہ (امیر المجاہدین اور ان کی حواری) کی طرف سے ان کی ذریعہ ہندوستان اور یاغستان کے جہال کے حسن ظن سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کی جاتی۔ وہ لوگ دیانتداری سے یہ سمجھتے تھے کہ جب تک حضرت سید احمد صاحب تشریف نہ لائیں گے۔ اس وقت تک جہاد کی تیاری کرنا فضول تھا۔ حضرت سید صاحب کے ساتھ فرشتوں کا ایک جرار لشکر ہوگا اور فتح و نصرت ان کی رکاب تھامے ہوگی۔[۴]

کذب بیانی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے فرشتوں کا لشکر جرار بھی ساتھ ہوگا۔ اس کے باوجود ان کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ کوئی فتویٰ حرکت میں نہ آیا بلکہ وہ

نہایت ہی متدین لوگ تھے۔ یہ جانب داری کیوں؟

چند مزید حوالے ملاحظہ کریں شیخ اکرام لکھتے ہیں۔

ہزارہ گزیٹر کے بیان کے مطابق ہندوستانی مجاہدین یہ اعلان کرتے ہوئے جمع ہوئے کہ خلیفہ سید احمد شہید نہیں ہوئے بلکہ بہت جلد ظاہر ہونے والے ہیں۔[۵]

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔

ایک بڑا گروہ جن میں سرحد کے مقیم اور اہل صادق پور اور ان کے متوسلین تھے۔ سید صاحب کی غیبت کا قائل آپ کے ظہور کا منتظر اور آپ کیلئے چشم براہ تھا۔[۶]

جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

سید صاحب کی شہادت کے بعد نیاز مندوں کے ایک گروہ نے ان کی غیبو بت کا مسئلہ کھڑا کر دیا اور مدت تک اس عقیدے کی اشاعت پورے اہتمام سے جاری رکھی۔[۷]

یعنی سید صاحب کی غائب ہونے کی اشاعت پورے اہتمام سے ہوتی رہی اور لوگوں کو یہ دعوت بھی دی جاتی رہی۔

صادق پور کے مرکز میں جتنے لوگ پہنچتے تھے انہیں باقاعدہ یقین کی جاتی تھی کہ سید صاحب کا ظہور قریب ہے وہ امام وقت ہیں۔[۸]

سید صاحب کے خاندان کے لوگوں کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ مولانا تھانیسری لکھتے ہیں۔

سید صاحب کے اکثر اقربا اور اہل قافلہ آپ کی غیبو بیت کے قائل تھے۔[۹]

مولوی یحییٰ علی عظیم آبادی سید صاحب کی غیبت کے بعد ملاقات کے اشتیاق میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے۔

اتنا پیغام درد کا کہنا	جب صبا کوئے یار سے گزرے
کون سی رات آپ آئیں گے	دن بہت انتظار میں گزرے[۱۰]

مولوی جعفر علی تھانیسری لکھتے ہیں:

مجھ کو حضرت مرشدنا کی حیات وظہور کا ایسا یقین ہے جیسے اپنی موت کا۔[۱۱] پھر لکھتے ہیں مولوی حیدر علی صاحب اور ان کے فرزند کو ۱۳۰۲ھ میں زیارت کا فخر حاصل ہوا۔ مولوی حیدر علی صاحب تو بعد حصول قدم بوسی چند ماہ انتقال کر گئے اور ان کے فرزند زندہ موجود ہیں۔[۱۲]

دیوبند کا نظریہ غیبت: مولوی ظفر حسین کاندھلوی فرماتی تھے کہ میں نے سید صاحب سے دس باتیں سنی تھیں جن میں نو پوری ہو چکی ہیں ایک باقی ہے یعنی آپ کی غیبت وظہور منشی محمد ابراہیم نامی شخص نے مولانا گنگوہی نے کی محفل میں ایک مرتبہ کہا کہ ممکن ہے سید صاحب ابھی زندہ ہوں مولانا گنگوہی کہا بلکہ امکن (زیادہ ممکن) ہے۔[۱۳]

گویا مولانا کاندھلوی اور مولانا گنگوہی بھی سید صاحب کی غائب ہو جانے کے عقیدہ پر یقین واثق رکھتے تھے۔ اس اسلامی جرم میں چونکہ بڑے بڑے لوگ شریک ہیں۔ اس لئے ہم مہر بلب ہیں۔

۱ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۱۴

۲ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ ص ۴۴۳

۳ ابوالحسن علی ندوی۔ سیرت سید احمد شہید ص ۴۴۴

۴ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۱۸

۵ شیخ اکرام۔ موج کوثر ص ۵۱

۶ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ سیرت سید احمد شہید ص ۴۴۳

۷ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۱۰

۸ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۱۴

۹ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۲۹۰

۱۰ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ تواریخ عجیب ص ۹۳

۱۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۴۵

۱۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۴۵

۱۳ مولانا اشرف علی تھانوی۔ ارواح ثلثہ ۱۴۱

مجسمہ گری اور مجسمہ پرستی

آدمی کی شناخت اس کی ہم نشینوں اور دوستوں سے ہوتی ہے۔ سید صاحب کے ہم نشین کس قبیل اور قماش کے لوگ تھے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی زندگی میں جو ہوا سو ہوا بعد میں انہوں نے سید صاحب کا ''رفع الی السماء'' کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دیا۔ مہدی موعود بنایا اور سب سے بدترین حرکت یہ کی کہ سید صاحب کا بت بنا کر سادہ لوح مسلمانوں سے سیم وزر وصول کر کے اپنی عاقبت خراب کر لی۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے۔

ایک عرصہ تک امام صاحب کے غائب ہو جانے کی کرامت کے متعلق تحقیقات کرنا کرامت سے خالی نہیں تھا..... ایک جانثار مبلغ..... ایک ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر سرحد کی طرف چلا گیا..... اس نے یہ عزم مصمم کر لیا کہ وہ کوہستانی علاقہ میں اس غار تک ضرور پہنچے گا جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہی کہ خدا نے امام کو چھپا رکھا ہے جب وہ اس خانقاہ کے دروازے کے اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ تین انسانی مجسمے گھاس بھرے ہوئے موجود ہیں یہ مبلغ وہاں سے بھاگا اور مریدوں کو خط لکھا۔ ملا قادر نے امام کا بت بنایا ہے کہ مگر کسی کو دکھانے سے پہلے یہ وعدہ کر لیتا کہ نہ وہ امام صاحب سے ہاتھ ملائے گا اور نہ ہی ان سے بولنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے امام صاحب چودہ برس کے لئے گم ہو جائیں گے..... جب بہت عرصہ تک تسلی بخش جواب نہ ملا تو لوگوں میں امام صاحب سے ہاتھ ملانے کی خواہش ہوئی۔ مگر ملا قادر نے یقین دلایا کہ اگر ایسا کیا گیا تو امام صاحب کے خادم (جوان کے پاس کھڑے ہیں) پستول مار دیں گے (آخر کار اندر جا کر دیکھا تو) معلوم ہوا کہ بکرے کی کھال کو گھاس سے بھر رکھا ہے اور کچھ لکڑی کے ٹکڑوں اور بالوں کی مدد سی انسانی

شکل دے دی ہے۔ دریافت کرنے پر ملا قادر نے جواب دیا کہ سب کچھ صحیح ہے امام صاحب نے خود بطور معجزہ اپنے آپ کو ایک گھاس کے بھرے ہوئے مجسمے کی شکل لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا۔[۱]

عینی مشاہد کا مکتوب: ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے بڑی وضاحت سے اس حقیقت کا ذکر کیا جو سید صاحب کے متبعین اور متوسلین نے اسلام کے مقدس نام کو داغدار کرنے کے لئے کی لیکن ہندوستان کے مشہور عالم مولانا اشرف علی گلشن آبادی نے ایک عینی شاہد کا مکتوب اپنی کتاب تحفہ محمدیہ میں درج کیا ہے جسے ہم یہاں من وعن نقل کرتے ہیں تا کہ حقیقت واقعیہ صحیح طریقے سے آشکارا ہو جائے۔

مکتوب زین العابدین: بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کے عرض ہے کہ یہ عاجز مولوی ولایت علی کی خدمت گاری کی برکت سے بدعتوں کو دین وایمان کے کاموں میں داخل کرنا برا جانتا ہے اور ایسے بدعات کو دفع کرنا سنت سمجھتا ہے۔ باوجود اس کے مرشدنا ومولانا ولایت علی صاحب کی سچائی اور دانائی پر جو عقل سے باہر ہے۔ بھروسہ کر کے منزل معلوم کی طرف روانہ ہوا۔

جب وہاں پہنچا تو کوئی کام کاج کردار گفتار جو امام ہمام (سید احمد) کے لائق ہوئے۔ سو میں نے بالکل نہ دیکھا نہ سنا بلکہ کریم اللہ میواتی جو قاسم کذاب کے فریب میں آیا تھا۔ ملا قادر کی طرف سے قافلے میں آ کر یوں ظاہر کیا کہ امیر المؤمنین (سید احمد) ایسا فرماتے ہیں کہ

شیخ ولی محمد ایسا مردود بنا ہے کہ اگر رنجیت سنگھ قبر میں سے اٹھ کر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔ مگر شیخ ولی محمد کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اور ایسا بھی فرماتے ہیں کہ

مسلمان ہونا بہت مشکل ہے اس زمانے میں ایک قاسم کو خدا نے مسلمان کیا ہے اور زین العابدین بہت اچھا آدمی ہے کہ اس نے اپنا تمام مال واسباب قاسم کے حوالے کیا اور عنایت علی سے حضرت (سید صاحب) ناخوش ہیں کہ اس نے اپنا سارا مال واسباب قاسم کے حوالے نہ کیا۔ اور اسی طرح کی بہت باتیں سن کر حیرت کرتا تھا اور قاسم کو پوچھتا تھا کہ جو شخص انبیاء علیہم السلام کا پرتو اپنے اخلاق رحمت اور عقل میں رکھتا ہو سو وہ ایسی سخت باتیں کرے۔ تو کچھ سمجھ میں نہیں آتیں ہیں۔ اس لئے میں بہت متحیر ہوں قاسم جواب دیتا تھا کہ

حضرت ابھی حالت جذب میں ہیں۔

اور ضمیر الدین نے ایک مُہر امام (سید احمد) کے نام کی اپنی طرف سے کندہ کر کے ہندوستان سے ہمراہ لے گیا تھا۔ ایک دن کریم اللہ (ملا قادر) کی طرف سے آیا اور پیغام لایا کہ امام ہمام (سید احمد) اپنے نام کی مُہر مانگتے ہیں۔ قاسم نے وہ مُہر لے کر کریم اللہ کے ہاتھوں بھیج دی۔ چند روز کے بعد کریم اللہ نے وہ مُہر پھر لائی اور کہا کہ امام فرماتے ہیں کہ

میری طرف سے جا بجا خط بھیجیں اور یہ مُہر اس پر لگا دیں۔

اس وقت بھی اس عاجز نے کہا کہ اب تک امام کی زندگی میں لوگوں کو شک ہے اس واسطے خطوں کا لکھنا اور یہ مُہر اس پر لگانا امام ہمام کی رسائی عقل سے دور نظر آتا ہے کیونکہ سوائے نقصان کے اس میں کچھ نفع کی امید نہیں بعد دو روز کے پھر کریم اللہ آیا اور کہنے لگا کہ امام ناخوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

کیا زین العابدین مجھے عقل سکھاتا ہے۔

ملا قادر ایسا کہتے ہیں کہ دو صحابی جنگ بدر میں سے کبھی کہتے جنگ احد میں سے

کہ ایک کا نام ابن عباس اور دوسرے کا نام ابن خزیمہ تھا غیب ہو کر زمین کے نیچے ہدایت میں مشغول تھے۔ اب جو امام کے ظہور کا زمانہ نزدیک آیا ہے۔ سو وہ دونوں شاہ گرداں کے پہاڑ پر پتھر کے تلے سے باہر نکل آئے اور امام ہمام (سید احمد) کی رفاقت میں آ بیٹھے۔

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جنوں کا بادشاہ مہاچین سے بلایا گیا ہے کہ اس کے تخت پر امام ہمام (سید احمد) سب اولیاء زماں کے ساتھ بیٹھ کر سلیمان علیہ السلام کی مانند ہوا پر سیر کرتے پھرتے ہیں۔

اور عید الاضحیٰ کی اوّل ملا قادر ایسا کہتا تھا کہ سب اولیاء پیغمبر علیہ السلام کی ہمراہ امام ہمام (سید احمد) کے نزدیک آئے تھے اور امام ہمام (سید احمد) کو کہتے تھے کہ اٹھو کافروں کا لشکر بالاکوٹ پر آیا ہے امام نے فرمایا کہ

میں خدا کے حکم کے سوا نہ اٹھوں گا

آخر پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اٹھو امام نے جواب دیا کہ غلام کو اتنا اختیار نہیں۔

ملا قادر نے یہ ایک پُتلا بنایا ہوا ہے دکھلانے کے اول سب لوگوں سے عہد وپیماں لیتا تھا کہ تم ہرگز مصافحہ اور بات چیت کا ارادہ مت کرو۔ نہیں تو پھر امام ہمام چودہ برس تک غائب ہو جائیں گے۔ تمام آدمی اپنے دل کی محبت سے اس بے جان جسم کو دیکھا کرتے اور دور سے سلام کیا کرتے۔ اگرچہ کچھ جواب نہ سنتے تھے۔ مصافحہ کا ارادہ بھی ہرگز نہ کرتے تھے جب چند روز اس طرح گزرے۔ لوگوں کے دلوں میں شبہ پڑ گیا۔ مصافحہ کا قصد کیے۔ ملا قادر سبھوں کو ڈرانے لگا کہ اگر کوئی بے اطلاع مصافحہ کرے گا تو میاں چشتی یا میاں عبداللہ صاحب اس کو طمانچے سے مار ڈالیں گے۔ ملا قادر نے دیکھا کہ میرا ڈرانا کچھ کام نہیں آتا اور لوگ مصافحہ کیے بغیر نہ چھوڑیں گے

اور اس پُتلے کی حقیقت حال کھل جائے گی۔ تب یوں کہنے لگا کہ امام ہمام (سید احمد) ایسا فرماتے ہیں کہ

لوگوں نے میرے دیکھنے پر بغیر مصافحہ اور کلام کے صبر نہ کیا اور اس نعمت کا شکر بجا نہ لایا۔ اس لئے حق تعالیٰ ان لوگوں سے ناراض ہے۔ بعد اس کے جب تک قافلے میں نہ آؤں گا تب تک پھر کسی سے ملاقات نہ کروں گا۔

پھر تو اس پتلے کا دیدار کسی کو میسر نہ ہوا۔ الغرض چند روز کے بعد ملا تراب اور ایک دو شخص بزرگ ان کے ہمراہ کابل وقندھار سے وہاں آئے اور ملا قادر کو بہت سی طمع دے کر فریب کے شکنجے میں کھینچا۔ آخر الامر ملا قادر ان کو دیدار دکھانے کے واسطے اس پتلے کے پاس لے گیا۔ انہوں نے اچھی طرح دریافت کیا کہ

وہ پتلا بکری کے چمڑے کا اس میں گھاس بھرا ہوا اور لکڑی بال وغیرہ کا بنایا ہوا تھا۔

اس عاجز نے یہ احوال قاسم کذاب سے پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ سچ ہے اور یہ بھی امام ہمام کی کرامت ہے کہ ان لوگوں کی نظر میں ایسی صورت میں دکھلائی دیئے۔ بعد اس کے ملا قادر کہنے لگا کہ حضرت مجھ سے ناخوش ہوئے اور میرے گھر کا آنا جانا موقوف کیے۔ بالفعل میاں چشتی صاحب کے یہاں کبھی کبھی آتے ہیں۔

پھر مولوی خدا بخش نے گوجر نوجوان کو پکڑ کر مار پیٹ کر کے ان کا تاج اور پائے پوش فرخ آباد میں لائے ہیں۔

یہ ایک کرشمہ ان لوگوں کی ضلالت اور شرک وبدعت کا احوال ہے اور اس فقیر عاجز نے اول وہی بے جان جسم دیکھ کر خط لکھا تھا۔ اور بہت اعتقاد صادق حضرت کی جناب میں ظاہر کیا تھا۔ اب ان لوگوں کی گمراہی اور جھوٹا بہتان اظہر من الشمس اور حق کے بعد ضلال آ گیا۔ اس لئے خود کو ان کی گمراہی اور تہمت سے بچایا۔ [۲]

مولانا ابوالکلام آزاد:

مولانا ابوالکلام آزاد سید صاحب کے بت بنانے کی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چند چالاک اور دنیا پرست آدمیوں نے اپنی ذاتی غرض سے واقعی ایک پتلا بنایا تھا۔[۳]

مولانا آزاد نے بت بنانے کے حقیقت ہونے کا اعتراف کیا اور اسے چند چالاک اور دنیا پرست آدمیوں کی حرکت قرار دے کر سید صاحب کے متبعین کا دامن صاف کرنے کی کوشش کی لیکن مولانا اشرف علی گلشن آبادی کا نقل کردہ مکتوب بتاتا ہے کہ اس میں سید صاحب کے متبعین شریک تھے۔

اخفائے حقیقت کی بدترین مثالیں:

جناب غلام رسول مہر جو اخفائے حقائق میں بڑی مہارت رکھتے ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں۔

ایک کہانی بیان کی جاتی ہے کہ مولوی محمد قاسم پانی پتی نے وادی کاغان کے کسی تاریک غار میں تین پیکر بنا کر کھڑے کر دیئے تھے ان میں سے بیچ کے پیکر کو سید صاحب اور ساتھ کے دو پیکروں میں سے ایک کو عبداللہ خادم اور دوسرے کو میاں جی چشتی بتایا کرتے تھے وقتاً فوقتاً غازیوں کو غار کے دہانے پر لے جا کر دور سے دکھا دیا جاتا تھا اور وہ مطمئن ہو کر لوٹ آیا کرتے تھے۔

میاں زین العابدین سرحد پہنچے اور انہوں نے پیکروں کے قریب پہنچ کر دیکھا تو جعل کا راز فاش ہو گیا۔ وہ سرحد سے لوٹ آئے اور عمر بھر مولوی محمد قاسم کو قاسم کذاب کہتے رہے۔

میں اس کہانی کی صدق و کذب کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ صرف اتنا

جانتا ہوں کہ مولوی محمد قاسم سید صاحب کے مخلص مرید تھے۔ ان کے بھائی اور والد میدانِ جنگ میں شہید ہوئے۔[۴]

یہاں مہر صاحب نے بڑی چالاکی سے حقیقت واقعیہ کو کہانی کا نام دے کر جرم کی اہمیت کم کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ درحقیقت مہر صاحب مجاہدین کو وہ مقام دینا چاہتے ہیں جس کے وہ مستحق نہیں۔ اسی لئے ان کی شرعی خامیوں پر الفاظ کا غلاف چڑھا کر انہیں مخفی رکھنے کی تگ و دو کرتے ہیں۔

اگر مہر صاحب کے ممدوح کے علاوہ کوئی دوسرا شخص مسلمانوں کو کافر کہتا انہیں بے گناہ قتل کرتا۔ ان کی عورتوں سے زبردستی نکاح کرتا۔ انہیں منافق و باغی ٹھہراتا، ان کے مال کو مال غنیمت سمجھتا تو یقیناً مہر صاحب اور ان کے ہم عقیدہ افراد اسے خارج از اسلام کر دیتے۔ بارگاہ الٰہی کا مردود قرار دیتے۔ چونکہ یہ تمام کام مہر صاحب کے ممدوح سید صاحب اور ان کی رفقاء نے انجام دیئے ہیں۔ اس لئے مہر صاحب تاویل بے جا سے کام لے کر سید صاحب کو امیر المؤمنین اور ان کے رفقاء کو اعلیٰ قسم کا مسلمان ثابت کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔

---

[۱] ڈاکٹر صادق حسین۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان مترجم ص ۷۶

[۲] سید اشرف علی گلشن آبادی۔ تحفہ محمدیہ ص ۱۲۱ تا ۱۸۱

[۳] عبدالرزاق۔ ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی ص ۳۵۷

[۴] غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۸۱۴

پیش گوئیوں کی حقیقت

سید صاحب کو الہام ہوتے تھے۔ اور وہ اپنے الہامات کا ذکر بار بار تقریر و تحریر میں کرتے اور لوگوں کو خوب ''سبز باغ'' دکھاتے۔ سادہ لوح مسلمان خوش بیانیوں اور دلفریب باتوں کے بھنور میں آ جاتے اور سید صاحب کے پیچھے پیچھے ہو لیتے لیکن سید صاحب کی الہامی پیش گوئیوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں جو پوری ہوئی ہو مثلاً

۱)۔ سید صاحب کی چھوٹی بیوی صاحبہ جن سے معرکہ بالاکوٹ سے (پہلے) سید صاحب نے اپنی غیبو بیت کی پیش گوئی کی تھی۔[۱]

سید صاحب کے غیب ہونے کی پیش گوئی وقت نے خود باطل کر دی۔ تاہم دیر تک سید صاحب کے خلفاء اس کی اشاعت کرتے رہے۔ بہر حال اس کھلے ہوئے تضاد میں سے ایک کو ماننا پڑے گا۔ یا سید صاحب کذاب تھے یا ان کے خلفاء۔

۲)۔ اکثر مؤلفوں کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ فتح پنجاب کے الہام کا آپ کو ایسا وثوق تھا کہ آپ اس کو سراسر صادق اور ہونے والی بات سمجھ کر بارہا فرمایا کرتے اور اکثر مکتوبات میں لکھا کرتے کہ اس الہام میں وسوسہ شیطانی اور شائبہ نفسانی کو ذرا بھی دخل نہیں ہے۔ ملک پنجاب ضرور میرے ہاتھ پر فتح ہوگا اور اس فتح سے پہلے مجھ کو موت نہ آئے گی۔[۲]

فتح پنجاب کا الہام ایسا عظیم الشان تھا کہ اس میں وسوسہ شیطانی اور شائبہ نفسانی ذرا بھر بھی نہ تھا اور اس فتح سے پہلے موت بھی نہیں آ سکتی۔ فتح پنجاب تو کیا سرحد بھی مفتوح نہ ہو سکا۔ کہ سید صاحب ضروری سامان لے کر آسمان پر چل دیئے۔ جب ایسا عظیم الشان الہام جھوٹا ہو گیا اور اس کے جھوٹا ہونے پر مزید کسی گواہی کی

حاجت نہیں۔ تو کیا سید صاحب کو بھی کذاب اور جھوٹا کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ محققین اور سید صاحب کے مداحوں کو غیر جانبدار ہو کر سوچنا چاہیے۔

۳)۔ سید صاحب اپنی ہمشیرہ (یعنی والدہ سید محمد یعقوب) سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ

''اے میری بہن میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک اور ایران کا رفض اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو نہ ہو کر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہو جائے گی اللہ رب العزت مجھے نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل از ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف کرے کہ سید صاحب میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا۔ کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پورا کر کے مارے گا''۔[۳]

نہ ہندوستان کا شرک ختم ہوا اور نہ ایران کا رفض، نہ چین کا کفر اور نہ افغانستان کا نفاق کہ سید صاحب خود ختم ہو گئے۔ سید صاحب فرماتے ہیں کہ ''اللہ رب العزت نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے''۔ اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا براہ راست خود وعدہ کیا ہو، یا فرشتہ کے ذریعے یقین دلایا ہو۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو وعدہ یقیناً پورا ہو جاتا۔ لیکن یہ ''ٹیچی ٹیچی'' کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ تاہم سید صاحب سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ بھی وفا نہ کیا۔ اس طرح ان کی یہ پیش گوئی بھی جھوٹی ہو گئی اور ''زمرہ کذابیں'' میں شامل ہو گئے۔

---

۱ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۲۹۰

۲ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۲۹۱

۳ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی ص ۱۷۱

﴿خلفاء کا غیر اسلامی کردار﴾

سید صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلفاء جانشین ہوئے۔ تو ان کا "رفع الی السماء" کیا۔ پھر بت بنا کر ایک غار میں رکھا اور سادہ لوح مسلمانوں سے یہ کہہ کر کہ حضرت غار میں روپوش ہیں مناسب وقت پر ظہور فرمائیں گے۔ مال وزر لوٹتے رہے۔ اس طرح ہر آنے والا خلیفہ پہلے سے دو قدم آگے ہی رہا۔

نعمت اللہ شہید اور رحمۃ اللہ غازی کی امامت:

مولانا محمد میاں ان دونوں امیروں کا ذکر بڑے اعزاز واکرام سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مولانا عبدالکریم کی وفات کے بعد مولانا عبداللہ کے پوتے نعمت اللہ خان امیر بنائے گئے۔ جن کو کسی مسلمان ہی نے شہید کر دیا۔ پھر مولانا عبداللہ کے دوسرے پوتے رحمۃ اللہ خان غازی منصب امامت پر فائز ہوئے۔[۱]

امیر نعمت اللہ کا تعارف:

مولانا محمد میاں نے امیر نعمت اللہ کا ذکر اس طرح کیا ہے جیسے وہ مظلوم تھے اور شہادت کا مرتبہ بھی دے دیا۔ لیکن ان کا تعارف ایک عینی شاہد اہل حدیث سے سنیے۔

جب میں سرحد پہنچا تو اس جماعت کی عنان اقتدار امیر انعمت اللہ کے ہاتھوں میں تھی۔ امیر نعمت اللہ مرحوم ایک بھاری بھرکم، خوبصورت، وجیہہ دراز قامت نوجوان تھے۔ گفتگو میں نہایت شائستہ، متین اور سنجیدہ تھے، بڑے زیرک اور مردم شناس آدمی تھے۔ ان کے خطبات کافی دل نشیں ہوتے تھے خوبصورت ترشی ہوئی داڑھی، سر پر خوبصورت ستھرے پٹے رکھے ہوئے تھے لباس میں پٹنہ اور یوپی کا قدیم غرارہ اور لمبا

کرتہ، تکمہ دار صدری پہنتے تھے۔ سر پر عمامہ اور ہاتھ میں نفیس چھڑی، مسلمان امراء و مشائخ کی طرح عورتوں کے بیحد شوقین تھے۔ تین تو ان کی نکاحنا بیویاں تھیں اور دس بارہ نہایت خوبصورت لڑکیاں بطور خادماؤں کے رکھتے تھے۔[۲] یہ خلفاء کا کردار تھا۔ عوام کا کیا عالم ہوگا۔

بیت المال پر اجارہ داری:۔

مولوی محمد علی قصوری لکھتے ہیں۔

"عمارت میں مجاہدین کا بیت المال تھا۔ جس کی کنجی امیر صاحب کے پاس رہتی تھی۔ کسی شخص کو بیت المال کے متعلق سوال کرنے کا حق نہ تھا میں نے سنا ہے کہ بعض گستاخوں نے بیت المال کے متعلق سوال کرنے کی جسارت کی مگر اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ رات کو چپکے سے امیر صاحب کے معتمد انہیں ختم کر دیتے تھے اور پھر اس کا ذکر بھی کوئی شخص نہ کر سکتا تھا۔[۳]

یہ اسلامی حکومت کا بیت المال تھا اور یہ امیر المجاہدین تھے۔ منصب امامت سے کیا خوب مزے لئے۔ زن اور زر دونوں امیر کے ہاتھ میں ہیں۔

امیر کی اسلام کش فوج:۔

امیر نعمت اللہ جو "امیر المجاہدین" تھے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کیسے کر رہے تھے۔ مولوی محمد علی قصوری لکھتے ہیں۔

"بعض لوگ علیحدہ اپنا کام کرتے تھے اور وہ اپنے کھانے وغیرہ کا الگ انتظام کرتے تھے لیکن ان لوگوں کے علاوہ ایک خاص حلقہ ان لوگوں کا تھا جو امیر صاحب کی حالی وموالی تھے۔ انہیں اپنی خدمات کی صلے میں امیر صاحب ہمیشہ داد و دہش سے نوازتے رہتے تھے۔ ان میں سے بعض لوگ تو امیر صاحب کے جانثار خدام میں سے تھے۔ جو امیر صاحب کے ادنیٰ اشارے پر ہر قسم کے جرائم کرنے پر آمادہ و تیار رہتے

تھے۔ مثلاً اگر امیر صاحب کی خادماؤں میں سے کوئی لڑکی حاملہ ہو جائے تو اس کے بچے کو پیدائش کے بعد گلا گھونٹ کے چپکے سے دریا برد کر دینا امیر صاحب کی عادت تھی کہ ان خادماؤں کو اکثر بدلتے رہتے تھے۔ جو خادمائیں اس طرح الگ کی جاتی تھیں انکی شادیاں انہی لوگوں میں سے کسی ایک سے کر دی جاتی تھی اور اسے نہایت عمدہ جہیز اور ماہوار خرچ مل جاتا تھا اور یہ امر اس درجہ افسوسناک تھا کہ ان میں سے جو لڑکی غیر معمولی خوبصورت ہوتی وہ شادی کے بعد بھی امیر صاحب کی توجہات کا مرکز بنی رہتی۔[۴]

مولوی محمد علی قصوری عینی شاہد ہونے کے ساتھ عقیدتاً اہل حدیث بھی ہیں۔ ان کے والد مولوی عبدالقادر قصوری بھی مشہور اہل حدیث رہنما تھے۔ اس لئے ان کی یہ خودنوشت سید صاحب کی تحریک کو سمجھنے کے لئے نہایت معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ ہم یہاں ''امیر المجاہدین،، کے کردار پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے۔ بات روز روشن کی طرح واضح ہے لیکن ایسے لوگوں پر دکھ ہوتا ہے جو حقائق کو جاننے اور سمجھنے کی باوجود مصلحتوں سے کام لیتے اور حق کو چھپاتے ہیں۔

وجود زن سے بہار:۔ سید صاحب خود تین بیویوں کے شوہر تھے۔ اسی طرح مجاہدین کی بھی کئی کئی بیویاں تھیں امیر نعمت اللہ شہید کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ تین نکاحنا بیویوں کے علاوہ دس بارہ دوشیزاؤں کو پہلو میں رکھتے تھے۔ اسی طرح آدمی کو زبردست اور زیر بار کرنے کے لئے کئی کئی نکاح کرا دیتے تھے۔ مولوی محمد علی قصوری لکھتے ہیں۔

''امیر نعمت اللہ نے مولوی محمد موسیٰ کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے پہلے ان کی شادی ایک خوبصورت لڑکی سے کر دی۔ اس کے چند ماہ بعد ایک دوسری خوبصورت لڑکی

سے ان کی شادی کر دی۔ اب ان کی دو بیویاں ہو گئیں جب میں پہنچا تو ان کی چھوٹی بیوی کے ہاں ایک لڑکا بھی تولد ہو چکا تھا اور مولوی صاحب اب پورے متاہل ہو گئے تھے۔

امیر نعمت اللہ نے ان کے لئے خاصا معقول وظیفہ مقرر کر دیا تھا اور وہ بظاہر ان کے سلوک سے بہت خوش تھے''۔[۵]

انہی مولوی صاحب سے جب مولانا قصوری کی ملاقات ہوئی تو باہم یہ گفتگو ہوئی۔

مولوی صاحب نے سب سے پہلے امیر نعمت اللہ کے خلاف شکایت کا ایک طومار پیش کیا۔ ان کی بدعنوانیاں، ان کا عورتوں کے ساتھ شغف، ان کی جہاد سے غفلت و اعراض، جماعتی فنڈ کو اپنے اغراض و مشومہ کی تکمیل کیلئے بے دریغ استعمال کرنا، سب پیش کئے اور کہا مجھے تو شرم آتی ہے کہ میں پنجاب میں اس شخص کے متعلق اتنا جھوٹا پروپیگنڈا کرتا رہا اور لوگوں کو جماعت کے فرضی کارناموں کی داستانوں سے اپنی طرف مائل کرتا رہا۔ یہاں آ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں پنجاب میں حالت خواب میں تھا اور اب آنکھیں کھلی ہیں تو ایک بھیانک منظر سامنے ہے جماعت مجاہدین اخلاقی طور پر مر چکی ہے۔ اس کی عملی قوتیں فنا ہو چکی ہیں۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک تو خوشحال طبقہ جو ''امیر المجاہدین'' کے متوسلین پر مشتمل ہے وہ لوگ نہایت سخت اوباش، بدچلن اور خودغرض ہیں۔ انہیں تو صرف اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے۔ دوسرا طبقہ عام لوگوں کا ہے جو بالکل جانوروں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہیں قوت لایموت بھی مشکل سے میسر آتی ہے۔ تیل کی بگھاری ہوئی مسور کی دال اور مکا یا جوار کی روٹی ان کی غذا ہے۔ ان لوگوں کو مذہب کی افیون پلا کر خواب خرگوش میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔[۶]

یہ حقائق سید صاحب کی جماعت کے مجاہدین کے جانثاروں کی زبان و قلم سے صفحہ

قرطاس پر رقم ہوئے ہیں۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کے معتقدین کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ورنہ الزام کا الزام ہو جاتا۔ سید صاحب کی تحریک کے روح رواں بول رہے ہیں۔ مزید سنیے۔ مولوی محمد موسیٰ نے کہا۔

''امیر المجاہدین نے کمال ہوشیاری سے میری دو شادیاں کر دی ہیں۔ دونوں خوبصورت اور جوان ہیں اور ہر طرح سے نہایت اچھی بیویاں ہیں اور اب مجھے دنیاوی زندگی سے ان کی بدولت اتنی دل بستگی ہو گئی ہے کہ امیر المجاہدین کے خلاف لب نہیں ہلا سکتا۔ کیونکہ یہ شخص ایسا بے اصول ہے کہ جو شخص ذرا بھی بغاوت کا میلان ظاہر کرتا ہے اسے فی الفور قتل کروا دیتا ہے۔ اور مجھے یہ رنج ہوتا ہے کہ میں اگر اس طرح قتل ہو جاؤں گا تو میری بیوی بچے کیا کریں گے۔[۷]

جناب غلام رسول مہر جن کو سید صاحب اور جماعت مجاہدین سے بڑا عشق ہے یہ ساری باتیں پی گئے۔ سرحدی مسلمان تو سید صاحب سے اختلاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے لیکن سید صاحب کے ایسے بدکردار، قاتل، زراندوز، حلوہ خور اور ملت مسلم کے دشمن جانشینوں کا عقیدہ چونکہ وہابیانہ تھا اس لئے ان کی صحت متاثر نہ ہوئی۔

سید صاحب کے ان مجاہدین کی سیرت و کردار اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ جماعت مجاہدین کے ''امیر المجاہدین'' نے راجہ اندر اور چنگیز خان کی عیاشیوں اور ظلم و بربریت کو بھی مات کر دیا تھا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان کی مذمت اور برائی کی جاتی لیکن وہابی ہونے کے ناطے ایسے بدکردار لوگوں کی مدافعت اور حمایت کی جاتی ہے اور پھر خود کو مسلمان کہا جاتا ہے اور صاحب شریعت افراد کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے اور ملامت کا کوئی لمحہ زندگی میں نہیں آتا۔ یہ بھی شاید

ذکر ''امیر المؤمنین'' اور ''تذکرہ مجاہدین'' کی ایک کرامت ہے؟

امیر المجاہدین پر نکتہ چینی کفر ہے:۔ اسلام میں امیر اور رعایا میں سے کوئی بھی بازپرس سے مبرا نہیں لیکن سید صاحب کی جماعت مجاہدین کے امیر ہر اعتراض اور نکتہ چینی سے بالاتر ہیں۔ مولوی محمد علی قصوری لکھتے ہیں۔

''بیعت کرتے وقت انسان کو اطاعت امیر، رازداری، افراد جماعت کو بھائی اور تمام ان لوگوں کو جو جماعت سے باہر ہوں حقیر سمجھنا یا کم از کم اجنبی خیال کرنے کا عہد لیا جاتا ہے۔ اطاعت امیر کا مطلب یہ تھا کہ امیر کی ذات ہر قسم کی نکتہ چینی سے بالاتر خیال کی جائے، اس کے عیوب کو حسنات سمجھا جائے اور اس کے خلاف کسی قسم کی بری بات اپنی زبان سے نہ نکالی جائے۔ کیونکہ اطاعت امیر کے انکار سے فسخ بیعت لازم آتا ہے اور فسخ بیعت کفر اور الحاد کے برابر ہے۔[۸]

دوسرے مسلمانوں کو اپنے سے حقیر سمجھنا اور امیر پر جائز نکتہ چینی کو کفر کہنا اسلامی کردار کے سراسر منافی ہے لیکن تحریک بالاکوٹ کے حامی جناب غلام رسول مہر اور ان کے دوسرے ہم خیال ''کور چشمی'' کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ان شرعی حدود کی پائمالی کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

وہابی مجاہدین اور کمیونسٹ:۔ مولوی محمد علی قصوری وہابی مجاہدین اور کمیونسٹوں میں قدر مشترک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ان (مجاہدین) کے اعلیٰ کیریکٹر ہندوستانی مراکز کو مرعوب کرنے کے لئے کافی تھے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود اس قدر امین اور بے غرض ہونے کہ وہ جماعت کے لئے حیرت انگیز جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انسان اضداد کا پتلا ہے۔ یہ تضاد میں نے اکثر بہترین کمیونسٹ ورکروں میں بھی دیکھا ہے اور مجھے

حیرت ہوتی ہے کہ ایک بے غرض، ایثار کا پتلا، امین و دیانت دار شخص کیوں کر ایسی جماعت کیلئے جھوٹا پروپیگنڈا کرنے سے نہیں جھجکتا۔ بلکہ اسے عین ثواب سمجھ کر کرتا ہے۔[۹]

ہم تو کچھ عرض نہیں کرتے۔ عینی شاہد اور وہ بھی اہل حدیث کہہ رہا ہے کہ وہابی مجاہدین کمیونسٹوں کی طرح جماعت کے لئے حیرت انگیز جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے تھے۔ جھوٹ بولنا اور پھر اس کی تشہیر دوہرا جرم ہے لیکن ارباب وہابیت کو رچشمی کا مظاہرہ کریں تو ہم ''قہر درویش بر جان درویش'' کے علاوہ کیا کہہ سکتے ہیں۔

امیر المجاہدین کا ذریعہ آمدنی:۔ آج سید صاحب کے معتقدین بڑی شد و مد سے مسلمان علماء و مشائخ کے نذرانوں پر اعتراض کرتے ہیں اور نشانہ بناتے ہیں لیکن سید صاحب کے نذرانے انہیں نظر نہیں آتے اسی طرح مجاہدین کے ہر عیب میں انہیں حسن نظر آتا ہے اور امیر المجاہدین کا تو معاملہ ہی نرالا ہے۔ مولوی محمد علی قصوری امیر کی آمدنی کے باری میں لکھتے ہیں۔

ہندوستان میں جگہ جگہ مختلف ادارے تھے۔ جو بظاہر تعلیمی مشاغل میں منہمک تھے اور مدرسوں اور خیراتی اداروں کے ذریعے کافی رقم جمع کرتے تھے۔ اس رقم کا ایک معتد بہ حصہ سرحد پار امیر المجاہدین کے پاس جہاد کے لئے پہنچ جاتا۔[۱۰]

زکوۃ و صدقات کی وہ رقم جو یتیم اور مسکین طلبہ کے نام سے ''وہابی مولوی'' جمع کرتے تھے اور جہاد کے بہانے امیر المجاہدین کے پاس سرحد پہنچا دیتے۔ جس سے امیر المجاہدین عورتوں کا شوق پورا کرتے دس دس خادماؤں کو بغیر نکاح کے اپنے تصرف میں لاتے۔ بیت المال میں ناجائز تصرف کرنے پر اعتراض کرنے والوں کو دریا برد کراتے کیا ایسے مدارس کو امداد و اعانت کرنی درست ہے جو مندرجہ بالا کردار کے حامل ہوں۔

امیر رحمت اللہ غازی کا تعارف:۔ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ غازی کا تعارف کراتے

ہوئے مولوی محمد قصوری رقم طراز ہیں۔

''رحمۃ اللہ اپنے بھائی کی طرح بہت بدچلن اور آوارہ مزاج نوجوان تھا۔ اگر امیر نعمت اللہ کو لڑکیوں کی رغبت نے معطل کر رکھا تھا تو اسے نوجوان لڑکوں کی محبت نے دنیا و مافیہا سے بے خبر بنا رکھا تھا۔ کبھی کبھار انہیں روپیہ کی ضرورت ہوتی اور امیر نعمت اللہ کہیں انکار کر دیتا تو بس جماعت کے احاطہ میں ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا۔ رحمۃ اللہ اپنے بڑے بھائی کو خوب مغلظات سناتے اور روپیہ لے کر ہی ٹلتے۔ ہم لوگ ان لڑائیوں سے تنگ آ چکے تھے۔ مگر کیا کرتے۔

میں نے کئی دفعہ امیر صاحب سے کہا کہ رحمۃ اللہ کا خاص وظیفہ مقرر کر دیجئے مگر وہ کہتے کہ رحمۃ اللہ اوباش ہے۔ کوئی وظیفہ اس کی روز افزوں ضروریات کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم یہ محض بہانہ تھا یا اس میں واقعیت کا بھی کچھ شائبہ تھا۔[۱۱]

یہ تھا سید صاحب کے ان دو خلفاء کا کردار جن کو مولانا محمد میاں نے شہید اور غازی کے لقب سے نوازا تھا اگر شہید اور غازی ایسے بدکردار لوگوں کا نام ہوتا ہے تو اہل لغت کو ان کے معنی میں وسعت پیدا کرنی پڑے گی۔

صاحبزادہ برکت اللہ:۔ شہید اور غازی کے بعد صاحبزادہ برکت اللہ کا تعارف حاصل کریں۔ تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ ''ایں خانہ ہم آفتاب است'' مولوی محمد علی قصوری لکھتے ہیں ''امیر نعمت اللہ کی اولاد نرینہ میں سے سب سے بڑا لڑکا برکت اللہ تھا جو غالباً اس وقت نو سال کا تھا۔ لڑکا خاصا خوبصورت اور بگڑا ہوا صاحبزادہ تھا۔ ہر وقت دو تین اوباش نوجوان اسکی مصاحبت میں رہتے اسلئے اس کا آوارہ ہونا لابدی تھا۔[۱۲]

یہ تھے شہید اور غازی کا لقب پانے والے اور ان کی اولاد۔ اگر اب بھی لوگ

تحریک بالاکوٹ کو اسلامی تحریک کا نام دیں تو کتمان حق کی اس سے بڑی مثال اور کوئی نہ ہوگی۔

---

۱ مولانا محمد میاں۔ علماء ہند کا شاندار ماضی۔ حصہ سوم ص ۳۷

۲ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۰۸

۳ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۰۹

۴ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۱۰

۵ محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص

۶ محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۱۳،۱۱۴

۷ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۱۴

۸ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۹۹

۹ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۲۱

۱۰ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۱۹

الف ۱۱ غلام رسول مہر۔ جماعت مجاہدین ص ۵۱۰

ب ۱۱ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۱۰

الف ۱۲ غلام رسول مہر۔ جماعت مجاہدین ص ۳۹

ب ۱۲ مولوی محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۱۱۱

﴿تاریخ میں قیاس آرائیاں﴾

تاریخ اسلام میں بے شمار افراد ایسے گزرے جو "تحریف فی التاریخ" کے ناطے پہچانے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے بہت سے پاکباز نفوس قدسیہ کے کردار کو مسخ کیا اور کئی ننگِ اسلام کو "قدسی صفات" بنا کر پیش کر دیا لیکن مثل مشہور ہے کہ "دروغ گورا حافظہ نہ باشد" آخر حق ان ہی کی زبان سے نکل آیا۔

جناب غلام رسول مہر کا شمار بھی "واضعانِ تاریخ" میں ہوتا ہے۔ انہوں نے بڑی دوراندیشی اور کمال ہوشیاری سے سید احمد بریلوی کو مصلح اور ان کی "مسلم کش" تحریک کو "تحریک اصلاح مسلمین" بنا دیا۔ جناب مہر کی تاریخ میں یہ فکری آمیزش ایک افسوس ناک امر اور ان کی زندگی کا "سیاہ باب" ہے کہ حقیقت کو افسانہ اور افسانہ کو حقیقت کا روپ دے دیا اور اس غلطی کا اعتراف انہیں خود بھی ہے۔ لیکن سندانِ عقیدت کے سامنے پابہ زنجیر ہیں لکھتے ہیں۔

میں مجاہدین کی شان و آبرو بہر حال قائم رکھنے کا قائل ہوں اگرچہ وہ بعض سابقہ بیانات اور توجیہات سے عین مطابق نہ ہو۔[۱]

مہر صاحب ہر حال میں مجاہدین کی آبرو قائم رکھنے کے قائل ہیں اگرچہ وہ اس آبرو کے مستحق نہ ہیں۔ یہ عقیدت تاریخ میں اخفائے حق اور بددیانتی پر مجبور کرتی ہے۔ اس اخفائے حق کی واضح مثال مہر صاحب اپنے قلم سے خود لکھتے ہیں۔

مجھے دلی افسوس ہے کہ آپ کی کتاب کا وہ حصہ نہ دیکھ سکا جو سرکاری دستاویزات پر مبنی ہے۔ آپ نے یقیناً دستاویزوں سے پورا فائدہ اٹھایا ہوگا لیکن ایک بات عرض کر دوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات یہ دستاویزیں غلط فہمی کا باعث

بن جاتی ہیں۔[۲]

آج تک پوری دنیا کے محققین اس بات پر متفق ہیں کہ دستاویزات سے بڑا ثبوت کوئی نہیں ہوسکتا لیکن مہر صاحب فرماتے ہیں کہ دستاویزیں بعض اوقات غلط فہمی کا باعث بن جاتی ہیں۔ غالباً ''بعض اوقات'' کی قید اس لئے لگائی کہ صرف سید صاحب کے معاملے میں دستاویزیں غلط فہمی کا باعث ہیں۔ دوسرے مقامات پر قابل استناد ہیں۔

مہر صاحب کی اس کیفیت کے انکشاف کے بعد کیا کوئی حق پسند ان کو غیر جانبدار مؤرخ تسلیم کرلے گا؟ سید صاحب کے سلسلہ میں تو مہر صاحب نے خود کہانیاں گھڑی ہیں اور ان پر روے چڑھائے ہیں اپنے قیاس سے بے شمار اضافے کئے ہیں۔ ''سید احمد شہید'' کے کئی مقامات پر مہر صاحب نے ''تاریخ میں قیاس'' کا خود اقرار کیا ہے لکھتے ہیں۔

۱) اس کے بعد معلومات کے ذخائر میں دفعتہً ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ ڈمگلہ اور شنکیاری کی لڑائیاں کس بنا پر پیش آئیں قیاس سے کام لئے بغیر چارہ نہیں۔[۳]

کیا تاریخ میں قیاس نام کی کوئی چیز ہوتی ہے۔ وہاں تو ماضی کی داستان رقم ہوتی ہے اور بس۔

۲) حرمین شریفین سے مراجعت کے بعد سید صاحب ہمہ تن جہاد کیلئے مشغول ہو گئے جس کے لئے وہ اپنی حیات گرانمایہ وقف فرما چکے تھے اس دور کی مشغولیتوں کا کوئی مرقع مجھے نہیں مل سکا۔ لیکن یقین ہے کہ ان کے داعی شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ دورے کرتے ہوں گے۔[۴]

حیرت ہے کہ اس دور کا کوئی مرقع بھی سامنے نہیں پھر بھی لکھتے ہیں کہ یقین ہے کہ ان کے داعی ..... دورے کرتے ہوں گے۔ چونکہ معاملہ سید صاحب کا ہے اس لئے بن دیکھے یقین کرنا مہر صاحب کے لئے عین اسلام اور عین ایمان ہے۔

۳) داعیوں کے سرخیل مولانا شاہ اسمٰعیل اور مولانا عبدالحی تھے۔ یقین ہے کہ وہ اصلاح عقائد و اعمال کے لئے وعظ بھی کہتے ہوں گے۔[۵]

یہ ''ہوں گے ہونگے'' کی اصطلاح تاریخ میں نہیں ہوتی تاریخ ماضی کا مرقع ہوتی ہے۔ قیاس کی گنجائش نہیں رکھتی۔

۴) یقین ہے نواب امیر خان نے اسلحہ اور دوسرے ساز و سامان کے علاوہ نقد روپیہ بھی خاصی مقدار میں سید صاحب کی نذر کیا ہوگا۔[۶]

''یقین اور ہوگا'' دونوں کا کہیں جوڑ معلوم نہیں ہوتا۔ دونوں کے مفہوم الگ الگ ہیں لیکن یہاں تو عشق اور عقیدت کا معاملہ ہے۔ سنا ہے دونوں ہی اندھا کر دیتے ہیں۔

۵) لاہور کی (سکھ) حکومت ایک بے نوا سید کے انتباہ کو کب خاطر میں لاسکتی تھی؟ تاہم پورے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اس پر اضطراب طاری ہو گیا ہوگا۔[۷]

یہ ''یقین وثوق اور ہو گیا ہوگا'' کے الفاظ قابل غور ہیں اور مہر صاحب کی عدم بصیرت پر دلیل ناطق ہیں۔

۶) مجھے یقین ہے کہ بعد میں بھی ان سب کو یا ان میں سے بعض کو ضرور مکاتیب بھیجے ہوں گے۔ اگرچہ وہ خطوط محفوظ نہ رہ سکے۔[۸]

یقین بھی ہے اور پھر بھیجے ہوں گے۔ مہر صاحب کی تحقیق کو داد دینا پڑتی ہے

مزید یہ کہ وہ خطوط محفوظ بھی نہیں ہیں۔

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق　　آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

۷) مجھے یقین ہے کہ انہوں نے عشر وصول کرنے کے بعد بیت المال سے ان کیلئے مشاہروں کا انتظام سوچ لیا ہوگا۔ یہ بات خیال میں نہیں آئی کہ اس گروہ کو صدیوں کے وسائل سے محروم کر کے تسکین وتلافی کیلئے کوئی متبادل ذریعہ تجویز نہ کیا ہو۔[۹]

چونکہ سید صاحب سے عقیدت ہے اس لئے مہر صاحب ان پر ظلم اور ناانصافی کے گھناؤنے الفاظ کا بوجھ ڈالنے سے خیال اور قیاس کے بہانے گریزاں ہیں۔

۸) پچاس ساٹھ آدمی ان کے ساتھ کر دیئے۔ ان میں اکثر ارباب ہی کے آدمی ہوں گے۔[۱۰]

کیا خوب تاریخ لکھی جارہی ہے۔ ماشاءاللہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مہر صاحب کے نزدیک ہوں گے۔ ہوا ہوگا، کیا ہوگا، ہو گیا ہوگا، تاریخ کے بنیادی ستون ہیں ان کے بغیر تاریخ ادھوری رہ جاتی ہے۔

۹) میرا خیال ہے کہ سید صاحب نوشہرہ میں بھی ایک دو دن ضرور ٹھہرے ہوں گے۔[۱۱] خیال وقیاس سے افسانے گھڑے جاتے تھے۔ تاریخ نہیں لکھی جاتی۔

۱۰) سارے لشکر اسلام میں چونکہ یہی ایک ہاتھی تھا۔ اس لئے بہت نمایاں ہوگا۔ اور یا محمد خان نے سکھوں کو بتا دیا ہوگا کہ سید صاحب ہاتھی پر سوار ہیں۔[۱۲]

۱۱) مدینہ منورہ میں کئی ماثر بتائے جاتے ہیں۔ یقین ہے کہ سید صاحب ان تمام مقامات پر پہنچے ہوں۔[۱۳]

(۱۲) غالباً باہم یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جب اچھے مرکز کا بندوبست ہو جائے تو پیر صاحب بھی وہاں پہنچ جائیں۔[۱۴]

(۱۳) غالباً سید صاحب نے اس مقام پر بھی چوکی مقرر فرما دی تھی۔[۱۵]

(۱۴) سید صاحب پر پے در پے بے ہوشی کے دورے پڑتے تھے۔ مولانا (شاہ اسمٰعیل) انہیں سنبھالنے کے تردد میں بھی منہمک ہوں گے۔[۱۶]

(۱۵) خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے یہ مسجد مجاہدین کی چوکی کے مقام پر بعد میں بطور یادگار بنا دی ہو۔[۱۷]

(۱۶) غالباً پوری جماعت کے ساتھ ایک دو گھوڑے بھی تھے۔[۱۸]

اب ہم یقین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مہر صاحب نے افتراء اور اخفاء حقائق کی بدترین مثال قائم کر کے اپنی شخصیت کو مجروح کر لیا ہے۔

---

۱ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی۔ افادات مہر ص ۲۳۱
۲ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی۔ افادات مہر ص ۱۰۳
۳ غلام رسول مہر سید احمد شہید ص ۴۲۴
۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۳۴
۵ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۳۴
۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۷۶
۷ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۳۳
۸ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۰۴
۹ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۵۹۸
۱۰ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۴۵۰
۱۱ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۶۸
۱۲ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۷۹
۱۳ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۲۷
۱۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۹۱
۱۵ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۲۲۷
۱۶ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۳۷۸
۱۷ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۷۵۰
۱۸ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید ص ۱۶۴

﴿مآخذ ومراجع﴾

۱۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ سیرت سید احمد شہید حصہ دوم۔ مکتبہ القادر لاہور

۲ مولانا اشرف علی تھانوی۔ ارواح ثلاثہ۔ مکتبہ امدادالغربا سہارنپور ۱۳۷۰ھ

۳ مولانا اشرف علی عبدالفتاح۔ تحفہ محمدیہ۔ مطبع فضل الدین کھمکر بمبئی ۱۲۶۸ھ

۴ پیام شاہ جہان پوری۔ شہادۃ گاہ بالاکوٹ۔ ادارہ تحقیق تاریخ لاہور

۵ مولانا حسین احمد مدنی۔ نقش حیات۔ اسلامی اکادمی لاہور

۶ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان (مترجم) مطبوعہ ملتان

۷ شیخ محمد اکرام۔ موج کوثر۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۵ء

۸ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی۔ افادات مہر۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۹ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ تذکرۃ الرشید۔ مکتبہ بحرالعلوم جونا مارکیٹ کراچی

۱۰ مولانا عبدالحکیم شرف قادری۔ تذکرہ اکابر اہلسنت۔ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۵ء

۱۱ مولانا عبدالرحیم صادق پوری۔ الدرالمنثور بحوالہ تبصرہ بر تذکرہ پیرانِ پگارہ

۱۲ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی۔ ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبانی۔ چٹان پریس لاہور

۱۳ مولانا عبیداللہ سندھی۔ مقدمہ کابل میں سات سال۔ سندھ ساگر اکادمی لاہور

۱۴ غلام رسول مہر۔ سید احمد شہید شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۱۵ غلام رسول مہر۔ جماعت مجاہدین شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۱۶ مولانا فضل حسین بہاری۔ الحیات بعد الممات۔ مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی ۱۹۵۹ء

۱۷ محمد اسمٰعیل پانی پتی۔ مقالات سرسید۔ مجلس ترقی ادب لاہور

۱۸ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ سوانح احمدی۔ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۸ء

۱۹ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ تواریخ عجیب۔ سلمان اکیڈمی کراچی ۱۹۶۲ء

۲۰ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ مکتوبات سید احمد شہید۔ منڈی بہاؤالدین گجرات

۲۱ منشی محمد حسین محمود۔ فریاد مسلمین۔ طبع ریاض ہند امرتسر

۲۲ مولانا محمد علی قصوری۔ مشاہدات کابل و یاغستان۔ انجمن ترقی اردو کراچی

۲۳ مولانا محمد علی بریلوی۔ مخزن احمدی۔ مکتبہ حبیبیہ داتا دربار لاہور ۱۹۷۹ء

۲۴ مولانا محمد میاں۔ علماء ہند کا شاندار ماضی۔ مکتبہ محمودیہ لاہور

۲۵ سید مراد علی علیگڑھ۔ تاریخ تناولیاں۔ مکتبہ قادریہ لاہور

۲۶ مرزا حیرت دہلوی۔ حیات طیبہ۔ اسلامی اکادمی لاہور ۱۹۷۶ء

مطبوعات

ضیاء العلوم پبلی کیشنز

راولپنڈی - پاکستان

















